فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب



فیضانِ شریعت

شرح بہارِ شریعت

7-8-9

مصنف: حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی، رضوی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی

شارح: علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد ہفتم

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیضانِ شریعت
شرح
بہارِ شریعت

مصنف
حضرت مولانا محمد امجد علی علیہ الرحمۃ

شارح
محمد ناصر الدین ناصر

جلد ہفتم

باراول	مئی 2017
پرنٹرز	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیواردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٭ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٭ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

نکاح و طلاق،
خرید و فروخت اور
کفریہ کلمات وغیرہ کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نکاح کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً) (1)

نکاح کرو جو تمھیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار۔ اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک سے۔

---

(1) پ ۴، النساء: ۳

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

آیت کے معنی میں چند قول ہیں حسن کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیرِ ولایت یتیم لڑکی سے اُس کے مال کی وجہ سے نکاح کرلیتے باوجودیکہ اُس کی طرف رغبت نہ ہوتی پھر اُس کے ساتھ صحبت و معاشرت میں اچھا سلوک نہ کرتے اور اُس کے مال کے وارث بننے کے لئے اُس کی موت کے منتظر رہتے اِس آیت میں انہیں اس سے روکا گیا ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے تو بے انصافی ہوجانے کے اندیشہ سے گھبراتے تھے اور زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے انہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی ولایت سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو ناانصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے تھے انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو۔ اُتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کرسکو عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ قریش دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی استطاعت دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے

مسئلہ: اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے خواہ وہ حُرّہ ہوں یا اَمَہ یعنی باندی

مسئلہ: تمام اُمت کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص اسلام لائے اُن کی آٹھ بی بیاں تھیں حضور نے فرمایا ان میں سے چار رکھنا، ترمذی کی حدیث میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے اُن کے دس بی بیاں تھیں وہ ساتھ مسلمان ہوئیں ←

اور فرماتا ہے:

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾(2)

اپنے یہاں کی بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا۔ اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ (عزوجل) اپنے فضل کے سبب اُنھیں غنی کردے گا۔ اور اللہ (عزوجل) وسعت والا علم والا ہے اور چاہیے کہ پارسائی کریں وہ کہ نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ (عزوجل) اپنے فضل سے انھیں مقدور والا کردے۔

❁❁❁❁❁

حضور نے حکم دیا ان میں سے چار رکھو۔

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بی بیوں کے درمیان عدل فرض ہے نئی پرانی باکرہ ثیبہ سب اس استحقاق میں برابر ہیں یہ عدل لباس میں کھانے پینے میں سکنی یعنی رہنے کی جگہ میں اور رات کو رہنے میں لازم ہے ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

(2) پ۱۸، النور:۳۲۔۳۳

نکاح کے فضائل اور نیک عورت کی خوبیاں

حدیث ۱: بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطع شہوت (شہوت کو توڑنے والا) ہے۔(1)

(1) صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، الحدیث:۵۰۶۶، ج۳، ص۴۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ معشر عشیرۃ سے بنا بمعنی کنبہ، قبیلہ، گروہ یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی گروہ شباب، شاب بمعنی جوان کی جمع ہے، فاعل کی جمع بروزن فعال آتی ہے۔ بلوغ سے لے کر تیس سال کی عمر جوانی کی ہے، شوافع کے نزدیک چالیس سال تک جوانی ہے، انسانی عمر کی حدود اور ان کے نام ہماری تصنیف حاشیۂ القرآن میں دیکھئے۔ جوانوں سے اسی لیے خطاب فرمایا کہ اگلا مضمون ان ہی کے لائق ہے۔

۲۔ باء، بات، باھت، باہ ان چاروں لفظ کے ایک ہی معنی ہیں گھر یا منزل، پھر صحبت یا نکاح پر بھی یہ لفظ بولا جانے لگا اس کے لیے گھر کی ضرورت ہوتی ہے، اسی سے ہے باءَ بیوءُ لوٹنے کے معنی میں یہاں مضاف پوشیدہ ہے یعنی جو نکاح کے مصارف کی طاقت رکھے یہ امر نسبت کے لیے ہے۔ یعنی جس میں نکاح کے مصارف برداشت کرنے کی طاقت ہو وہ نکاح کرے، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے، شوافع کے ہاں نوافل میں مشغول رہنا نکاح سے افضل ہے۔

۳۔ یعنی بیوی والا آدمی پاک دامن و نیک ہوتا ہے نہ تو غیر عورتوں کو تکتا ہے، نہ اس کا دل بدکاری کی طرف مائل ہوتا ہے، غرضیکہ نکاح آدمی کے لیے حفاظتی قلعہ ہے۔

۴۔ وِجاءٌ کے معنے ہیں خصیے کوٹ دینا جس سے نامرد ہو جائے یعنی روزہ انسان کی شہوت کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے خصی کر دینا، کیونکہ بھوک سے نفس ضعیف ہوتا ہے اور شہوت قوت نفس سے زیادہ ہوتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نفس کو توڑنے کے لیے بھوک سے زیادہ کوئی چیز نہیں اسی لیے قریباً ہر دین میں روزہ کا حکم ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱)

رضائے الٰہی عزوجل کے لئے نکاح کرانے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔ (الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب فی الوفاء بحق زوجتہ والمراۃ، رقم ۱۳، ج۳، ص۳۳) ←

....

حضرتِ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد الرحمن بن عوف، رقم ۱۶۶۱، ج۱، ص۴۰۶)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا، تو پھر مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کا۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب برّ اُمّک ۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۷۳۲۶، ج۵، ص۲۰۸)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے کون سے مرد جنت میں ہوں گے؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ ہر نبی جنت میں ہوگا، ہر صدیق جنت میں ہوگا، جو شخص صرف اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اپنے کسی بھائی سے ملنے شہر کے مضافات میں جائے وہ جنت میں ہوگا۔ پھر فرمایا، اور کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تمہاری عورتوں میں سے کون سی عورتیں جنت میں ہوں گی؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ ہر محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت کہ جب اسے غصہ دلا دیا جائے یا اس کا شوہر اس سے ناراض ہو تو وہ کہے کہ میرا یہ ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے جب تک تو راضی نہ ہوگا میں سوؤں گی نہیں۔ (المعجم الکبیر، باب الف، رقم ۱۷۴۳، ج۱، ص۲۷۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں۔ ان میں سے ہر عورت خواہ وہ میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کو جانتی ہو یا نہ جانتی ہو مگر وہ اسے پسند ضرور کرتی ہوگی۔ اللہ عزوجل مرد و عورت دونوں کا رب اور خدا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرد و عورت دونوں کی طرف اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر وہ اس میں زخمی ہوتے ہیں تو غنیمت پاتے ہیں اور اگر شہید ہو جائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو ان کے اس عمل کے مساوی ہو۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کے حقوق کو پہچاننا ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض فرمایا ہے اگر یہ زخمی ہوں تو اجر پائیں ←

حدیث ۲: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خدا سے پاک وصاف ہو کر ملنا چاہے، وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔(2)

حدیث ۳: بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے، وہ میری سُنت پر چلے اور میری سُنت سے نکاح ہے۔(3)

اور اگر شہید ہو جائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ رہیں اور رزق دیئے جائیں اور ہم عورتیں ان کے گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں لہٰذا ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس عورت سے بھی ملو تو اسے بتادو کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا جہاد کے برابر ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الزوج فی الوفاء بحق زوجتہ، رقم ۱۷، ج ۳، ص ۳۴)

حضرتِ حُصَین بن محصن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، تمہارا اپنے شوہر کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ میں اس کے حقوق پورے کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتی مگر جس سے میں عاجز آجاؤں۔ ارشاد فرمایا، تم اس سے جیسا بھی رویہ اختیار کرو وہی تمہاری جنت اور تمہاری جہنم ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند حصین بن محصن، رقم ۱۹۰۲۵، ج ۷، ص ۲۱ ملتقطاً)

حضرتِ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس عورت کے مرتے وقت اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب فی حق الزوج، رقم ۱۱۶۴، ج ۲، ص ۳۸۶)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، باب تزویج الحرائر والولود، الحدیث: ۱۸۶۲، ج ۲، ص ۴۱۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ طاہر سے مراد ہے گناہوں سے پاک، مطہر سے مراد ہے برائیوں سے صاف، لہٰذا مطہر بمقابلہ طاہر عام ہے، یا طاہر سے مراد ہے خود پاک اور مطہر سے مراد ہے اس کے بال بچے پاک یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم مع اپنے خاندان کے پاک وصاف دنیا سے جاؤ تو آزاد عورت سے نکاح کرو کیونکہ عموماً آزاد عورتیں بمقابلہ لونڈیوں کے زیادہ پاکیزہ مہذب اور شائستہ ہوتی ہیں بال بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت، گھر کا انتظام بھی آزاد عورت ہی سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ عموماً لونڈیاں غیر مہذب غیر منتظم ہوتی ہیں۔ یہ اکثر قاعدہ ہے، اہلِ عرب کہتے ہیں کہ آزاد عورت گھر کی اصلاح ہے لونڈی گھر کا فساد، لونڈی گھر سے جاکر اپنے مالک کی خدمت میں مشغول رہے گی گھر کو کب سنبھالے گی۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکٰوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۵)

(3) کنزالعمال، کتاب النکاح، الحدیث: ۴۴۴۰۶، ج ۱۶، ص ۱۱۶

حدیث ۴: مسلم و نسائی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت۔(4)

حدیث ۵: ابن ماجہ میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے، تقوے کے بعد مؤمن کے لیے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اُسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (خیانت و ضائع نہ کرے)۔(5)

---

(4) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا ...إلخ، الحدیث: ۱۴۶۷، ص ۷۷۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کہ انسان اسے برت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ مَتٰعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ"۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔

۲۔ کیونکہ نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے وہ اخروی نعمتوں سے ہے۔ حضرت علی نے "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ" کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ (مرقات) جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۴)

(5) سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، باب أفضل النساء، الحدیث: ۱۸۵۷، ص ۲۱۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی مؤمن کے لیے سب سے بڑی نعمت تو خوف خدا ہے، اگر نصیب ہو جائے کہ اس خوف ہی کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا ہے نیکیاں کرتا ہے دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ تقویٰ ہے اس کے بعد نیک بیوی جس میں اگلی تین صفات ہوں کہ ایسی بیوی خاوند کو تقویٰ پر قائم رکھے گی اور متقی اولاد جنے گی۔

۲۔ یعنی خاوند کے ہر جائز حکم میں اس کی مطیع ہو کہ ناجائز حکم میں کسی کی اطاعت نہیں (احمد و مرقات)

۳۔ یعنی اس کی سیرت بھی اچھی ہو صورت بھی چونکہ سیرت کی عمدگی خوبصورتی سے افضل ہے اس لیے حسن سیرت کا ذکر پہلے فرمایا خوبصورتی سے صرف آنکھیں لذت پاتی ہیں، اچھی سیرت سے دل و روح کو فرحت پہنچتی ہے، خوبصورتی قریب الزوال ہے، خوش سیرتی نعمت لازوال، خوبصورتی صرف دنیا بلکہ جوانی ہی میں کام آتی ہے، اچھی عادت دین و دنیا میں کارآمد اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں۔

۴۔ یعنی اگر خاوند اپنی بیوی کے کسی ایسے کام میں قسم کھا جائے جو اس بیوی پر سخت و گراں ہو تو وہ محض اپنے خاوند کی قسم پوری کرنے کے لیے مشقت برداشت کر کے وہ کام کرے جسے خاوند کہے کہ قسم خدا کی تو اپنے میکہ نہ جاوے گی تو وہ محض یہ قسم پوری کرنے کے لیے ←

حدیث ۶: طبرانی کبیر و اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے چار چیزیں ملیں اُسے دُنیا و آخرت کی بھلائی ملی۔ 1- دل شکر گزار، 2- زبان یادِ خدا کرنے والی اور 3- بدن بلا پر صابر اور 4- ایسی بی بی کہ اپنے نفس اور مالِ شوہر میں گناہ کی جویاں (یعنی خیانت نہ کرتی ہو) نہ ہو۔ (6)

حدیث ۷: امام احمد و بزار و حاکم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں آدمی کی نیک بختی سے ہیں اور تین چیزیں بدبختی سے۔ نیک بختی کی چیزوں میں نیک عورت اور اچھا مکان (یعنی وسیع یا اس کے پروسی اچھے ہوں) اور اچھی سواری اور بدبختی کی چیزیں بد عورت، بُرا مکان، بُری

وہاں نہ جائے ماں باپ کو اپنے سسرال میں بلا کر ملاقات کر لیا کرے۔

۵۔ سبحان اللہ! کیا جامع اور پاکیزہ کلمہ ہے یعنی خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی شرمگاہ، آنکھ، کان، پاؤں کی حفاظت کرے سمجھے کہ میں اپنے خاوند کی دولت ہوں میرے آنکھ کان وغیرہ میرے پاس اسی کی امانت ہیں، غیر مرد کو دیکھے نہیں غیر کا گانا تو کیا اس کی آواز بھی نہ سنے بغیر خاوند کی اجازت گھر سے قدم باہر نہ نکالے، یہ نہ ہو کہ خاوند گھر نہیں بیوی کوڈر نہیں، نیز خاوند کا مال بغیر اس کی اجازت کے خرچ نہ کرے الا فی الضرورات۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۶)

(6) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۲۷۵، ج۱۱، ص۱۰۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ عطی مجہول فرما کر ادھر اشارہ فرمایا کہ یہ چاروں نعمتیں صرف اپنی کوشش سے نہیں ملتیں بلکہ خاص عطاء رب ذوالجلال ہیں لہذا جسے یہ نعمتیں ملیں وہ انہیں اپنا کمال نہ سمجھے رب کی عطا سمجھ کر شکریہ ادا کرے چونکہ ان چاروں چیزوں کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی اس لیے ارشاد ہوا کہ اسے دین و دنیا کی بھلائی مل گئی۔

۲۔ اگرچہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور ذکر اللہ دل سے بھی کیا جاتا ہے مگر چونکہ دل کا شکر زبانی شکر سے اعلیٰ ہے اور زبانی ذکر کا تعین فرشتوں کی تحریر میں آتا ہے اور زبانی ذکر ہی نماز کا رکن ہے اسی زبان سے تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لیے خصوصیت سے دلی شکر اور زبانی ذکر کا تذکرہ فرمایا دلی شکر کی حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اس نعمت کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے رب تعالیٰ نے شکر کی جگہ جگہ بہت تعریف فرمائی ہے "اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا"۔

۳۔ اگرچہ صبر بھی دل سے ہی ہوتا ہے مگر اس کا تعلق سارے جسم سے ہے، اس لیے صبر کو پورے جسم کی طرف نسبت فرمایا مصیبتوں میں زبان سے بکواس نہ کرنا، آنکھوں سے بے صبری کے آنسو نہ بہانا، ہاتھ پاؤں سے بے صبری کا اظہار نہ کرنا، جسم کا صبر ہے۔

۴۔ بیوی اکثر اپنے خاوند کے مال کی امینہ و محافظہ ہوتی ہے اور اکثر مال اس کے پاس رہتا ہے نیز خود بیوی خاوند کی امانت ہے، اسی لیے نفسہا فرمایا اور بعد میں مالہ یعنی بغیر خاوند کی اجازت نہ کہیں جائے نہ کسی سے تعلق رکھے، اس کا مال اس کی ہی اجازت سے خرچ کرے ایسی بیوی اللہ کی نعمت ہے پارسا عورت خاوند کو بھی پرہیزگار بنا دیتی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۹۲)

سواری۔(7)

حدیث ۸: طبرانی و حاکم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جسے اللہ (عزوجل) نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت (آدھے دِین پر مدد) فرمائی تو نصف باقی میں اللہ (عزوجل) سے ڈرے (تقویٰ و پرہیزگاری کرے)۔(8)

حدیث ۹: بخاری و مسلم و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے)۔ 1-مال و 2-حسب و 3-جمال و 4-دِین اور تو دِین والی کو ترجیح دے۔(9)

حدیث ۱۰: ترمذی و ابن حبان و حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ 1- اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرنے والا اور 2- مکاتب کہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور 3- پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔(10)

حدیث ۱۱: ابوداود و نسائی و حاکم معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

---

(7) المسند، للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي اسحاق سعد بن أبي وقاص، الحديث: ۱۴۴۵، ج۱، ص۳۵۷

(8) المعجم الاوسط، الحديث: ۹۷۲، ج۱، ص۲۷۹

(9) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الاكفاء في الدين، الحديث: ۵۰۹۰، ص۴۲۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا شعر۔

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں
معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ جیسی ہو تو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

۲۔ یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو تو پریشان ہوجاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا، جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی (مرقات) مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳)

(10) جامع الترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في المجاهد والناكح...، الحديث: ۱۶۶۱، ج۳، ص۲۴۷

تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! میں نے عزت ومنصب و مال والی ایک عورت پائی، مگر اُس کے بچہ نہیں ہوتا کیا میں اُس سے نکاح کرلوں؟ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے منع فرمایا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوکر عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے منع فرمایا، تیسری مرتبہ حاضر ہوکر پھر عرض کی، ارشاد فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو، جو محبت کرنے والی، بچہ جننے والی ہو کہ میں تمھارے ساتھ اور اُمتوں پر کثرت ظاہر کرنے والا ہوں۔(11)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی ان تین شخصوں کی غیب سے مدد کرتا ہے اس کا وعدہ ہے اور جو کوئی ان تینوں کی مدد کرے رب تعالٰی ان سے بہت ہی راضی ہوتا ہے کہ ان کی مدد سنت الٰہیہ ہے۔

۲۔ مکاتب وہ غلام ہے جس سے مولا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی رقم مجھے دے دے تو تو آزاد ہے، ایسے غلام کی مدد کرنا اور اس کے آزاد کرانے کی کوشش کرنا بہت ثواب ہے ایسے ہی مقروض کو قرض سے نجات دلانا، مظلوم قیدی کو قید سے چھوڑانا بہت ہی ثواب ہے۔

۳۔ نکاح خود سنت ہے اور جب کہ اس میں بہ نیت خیر بھی شامل ہوجائے تو نور علی نور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں جہیز ملنے، شہوت پوری کرنے کسی اونچے آدمی سے قرابت قائم ہونے کی نیت نہ کرے محض اپنے کو گناہوں سے بچانے کی نیت کرے ایسے ناکح کی مالی بدنی مدد کرنا ثواب ہے مگر مالی مدد ضروریات نکاح پوری کرنے کے لیے ہو نہ کہ حرام رسوم ادا کرنے کے لیے۔

۴۔ لہذا غازی فی سبیل اللہ کو کھانا، ہتھیار سواری وغیرہ مہیا کردینا بہت ہی افضل ہے کہ اس کی امداد درحقیقت رب تعالٰی کے دین کی مدد ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۱۰)

(11) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب النھي عن تزویج من لم یلد من النساء، الحدیث:۲۰۵۰، ج۲، ص۳۱۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ کیونکہ زوجین کی محبت سے گھر کی آبادی ہے اور بچوں کی پیدائش سے مقصود نکاح کا حصول ہے، زوجین کی عداوت گھر تباہ کردیتی ہے، خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر ہوں گے کیونکہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے پہچانی جاتی ہیں (اشعہ)

۲۔ یعنی کل قیامت میں مجھے اس چیز سے بہت خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں گی اور چالیس صفیں سارے نبیوں کے امتی، بلکہ دنیا میں بھی کثرت تعداد ترقی قوم کا ذریعہ ہے آج کثرت رائے سے سلطنت وزارت وغیرہ بنتی ہیں۔ مرقات نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا کہ محبت والی بچے جننے والی عورتوں کو نکاح میں رکھو کہ اگر ایسی عورت میں اور کوئی دوسری شکایت بھی ہوں تو اس کی پرواہ نہ کرو محبت و اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۲)

حدیث ۱۲: ابن ابی حاتم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، اُنھوں نے فرمایا کہ: اللہ (عزوجل) نے جو تمھیں نکاح کا حکم فرمایا، تم اُسکی اطاعت کرو اُس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ (عزوجل) اُنھیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔(12)

حدیث ۱۳: ابویعلی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ہائے افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچالیا۔(13)

حدیث ۱۴: ایک روایت میں ہے، کہ فرماتے ہیں: جو اتنا مال رکھتا ہے کہ نکاح کرلے، پھر نکاح نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔(14)

❁❁❁❁❁

(12) کنزالعمال، کتاب النکاح، الحدیث: ۴۴۵۵۷۶، ج۱۶، ص۲۰۳

(13) کنزالعمال، کتاب النکاح، الحدیث: ۴۴۴۴۷، ج۱۶، ص۱۱۸

(14) المصنف، لابن أبی شیبۃ، کتاب النکاح، فی التزویج من کان یامر بہ ویحث علیہ، ج۳، ص۲۷۰

مسائلِ فقہیہ

نکاح اُس عقد کو کہتے ہیں جو اس لیے مقرر کیا گیا کہ مرد کو عورت سے جماع وغیرہ حلال ہو جائے۔

مسئلہ ۱: خنثیٰ مشکل یعنی جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت، اُس سے نہ مرد کا نکاح ہو سکتا ہے نہ عورت کا۔ اگر کیا گیا تو باطل ہے، ہاں بعد نکاح اگر اُس کا عورت ہونا متعین ہو جائے اور نکاح مرد سے ہوا ہے تو صحیح ہے۔ یُوہیں اگر عورت سے نکاح ہوا اور اُس کا مرد ہونا قرار پا گیا، خنثیٰ مشکل کا نکاح خنثیٰ مشکل سے بھی نہیں ہو سکتا مگر اُسی صورت میں کہ ایک کا مرد ہونا دوسرے کا عورت ہونا متحقق (یعنی ثابت) ہو جائے۔(1)

مسئلہ ۲: مرد کا پری سے یا عورت کا جن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔(2)

مسئلہ ۳: یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ بن مانس آدمی کی شکل کا ایک جانور ہوتا ہے اگر واقعی ہے تو اُس سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا کہ وہ انسان نہیں جیسے پانی کا انسان (3) کہ دیکھنے سے بالکل انسان معلوم ہوتا ہے اور حقیقۃً وہ انسان نہیں۔

---

(1) ردالمحتار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۶۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ھو ذو فرج و ذکر او من عری عن الاثنین فان ظھر له ثدی فامرأۃ انتھی مع التلخیص اھ

تنویر الابصار کی خنثیٰ کی بحث میں ہے خنثیٰ وہ ہے کہ جس کا ذکر اور فرج دونوں ہوں یا خصیتین نہ ہوں، تو اگر اس کے پستان ظاہر ہو جائیں تو عورت قرار پائے گی، تنویر کی عبارت ختم ہوئی، تلخیصاً۔(ا۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الخنثیٰ مجتبائی دہلی ۲/۳۴۱)

وفی الدر المختار من النکاح ھو عند الفقھاء عقد یفید ملك المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی انتھی ۲؎۔(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵)

درمختار میں نکاح کی بحث میں ہے فقہاء کرام کے ہاں نکاح ایسا عقد ہے جو مرد کو عورت سے جماع کا مالک بنا دیتا ہے جبکہ اس سے کوئی شرعی مانع نہ ہوا (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۷۰

(3) پانی کا انسان یہ ایک قسم کی دریائی مخلوق ہے جس کی شکل انسان کے مشابہ ہوتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ پانی کے انسان کی دم بھی ہوتی ہے۔(حیاۃ الحیوان الکبری، ج ۱، ص ۱۹)

نکاح کے احکام

مسئلہ ۴: اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مَہر و نفقہ (کپڑے، کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات) پر قدرت بھی ہو تو نکاح سُنّتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے (1) اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سُنّت و تعمیلِ حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت (یعنی شہوت کو پورا کرنا) منظور ہو تو ثواب نہیں۔ (2)

---

(1) نکاح کا شرعی حکم:

یاد رہے کہ نکاح ہمیشہ سنت نہیں، بلکہ کبھی فرض، کبھی واجب، کبھی مکروہ اور بعض اوقات تو حرام بھی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فرض:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زناء میں مبتلاء ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ ایسی صورتِ حال میں نکاح نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

واجب:

اگر مہر و نفقہ دینے پر قدرت ہو اور غلبۂ شہوت کے سبب زناء یا بدنگاہی یا مشت زنی میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں نکاح واجب ہے اگر نہیں کریگا تو گناہ گار ہوگا۔

سنتِ مؤکدہ:

اگر مہر، نان و نفقہ دینے اور ازدواجی حقوق پورے کرنے پر قادر ہو اور شہوت کا بہت زیادہ غلبہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ ایسی حالت میں نکاح نہ کرنے پر اڑے رہنا گناہ ہے۔ اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سنت یا اولاد کا حصول پیش نظر ہو تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض حصولِ لذت یا قضائے شہوت مقصود ہو تو ثواب نہیں ملے گا، نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

مکروہ:

اگر یہ اندیشہ ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان و نفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا مکروہ ہے۔

حرام:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان و نفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے (ایسی صورت میں شہوت توڑنے کے لئے روزے رکھنے کی ترکیب بنائے)۔

(2) الدر المختار و رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا ما یتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ، ج ۴، ص ۷۳۔

مسئلہ ۵: شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشۂ زنا ہے اور مہر ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یوہیں جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا (3)

---

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے: ناکح الید ملعون ۲؎ جلق لگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (۲؎ الحدیقۃ الندیہ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۹۱) (الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث نمبر ۱۰۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۵۷)

ہاں اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو نہ شرعی کنیز اور جوش شہوت سخت مجبور کرے اور اس وقت کسی کام میں مشغول ہوجانے یا مردوں کے پاس جا بیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو یہاں تک کہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہوجائے گا تو ایسی حالت میں زنا ولواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرض تسکین شہوت نہ کہ بقصد تحصیل لذت و قضائے شہوت اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائے گا۔ پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو فوراً نکاح یا خریداری کنیز شرعی کی فکر کرے ورنہ سخت گنہگار ومستحق لعنت ہوگا۔ یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعل ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا ورسول اسی پر قناعت کرے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

اما الاستمناء فحرام الا عند شروط ثلثۃ ان یکون عزبا وبہ شبق وفرط شہوۃ (بحیث لو لم یفعل ذٰلک لحملتہ شدۃ الشھوۃ علی الزناء او اللواط والشرط الثالث ان یرید بہ تسکین الشھوۃ لا قضاءھا ا ۱؎ اھ مزیدا من شرحھا الحدیقۃ الندیۃ۔

مشت زنی حرام ہے مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے: (۱) مجرد ہو اور غلبہ شہوت ہو (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری زناء یا لونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تسکین شہوت مقصود ہو نہ کہ حصول لذت۔ طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہوگئی جس میں اس کی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے۔ (۱؎ الطریقۃ المحمدیہ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ الاستمناء بالید مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۲۵۵) (الحدیقۃ الندیہ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ الاستمناء بالید مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۴۹۱)

تنویر الابصار میں ہے: یکون (ای) واجبا عند التوقان ۲؎۔ غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۵)

ردالمحتار میں ہے:

قلت وکذا فیما یظھر لو کان لا یمکنہ منع نفسہ عن النظر المحرم او عن الاستمناء بالکف فیجب التزوج وان لم یخف الوقوع فی الزناء ۳؎ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳؎ ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۰)

میں کہتا ہوں اور اسی طرح کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حالت ایسی ہو کہ یہ اپنے آپ کو نظر حرام اور مشت زنی سے نہ روک سکے تو شادی کرنا واجب ہے۔ اگرچہ زناء میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی بڑا عالم ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۲، ص ۲۰۲۔۲۰۳، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تو نکاح واجب ہے۔ (4)

مسئلہ ۲: یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ (5)

---

(4) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۷۲

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

یکون واجبا عند التوقان (المراد شدۃ الاشتیاق کما فی الزیلعی بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج اذلا یلزم من الاشتیاق الی الجماع الخوف المذکور. بحر) فان تیقن الزنا الابہ فرض. نہایۃ (ای بان کان لایمکنہ الاحتراز من الزنا الابہ لان مالایتوصل الی ترک الحرام الابہ یکون فرضا بحر. وقولہ لایمکنہ الاحتراز الابہ ظاہر فی فرض المسألۃ فی عدم قدرتہ علی الصوم المانع من الوقوع فی الزنا فلو قدر علی شیئ من ذٰلک لم یبق النکاح فرضا. او واجبا عینا بل ہو اوغیرہ مما یمنعہ من الوقوع فی المحرم) وھذا ان ملک المہر والنفقۃ والافلا اثم بترکہ بدائع (ھذا الشرط اثم الی القسمین اعنی الواجب والفرض وزاد فی البحر شرطا اخر فیہما وھو عدم خوف الجور ای الظلم قال فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج وخوف الجور لو تزوج قدم الثانی افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالٰی وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولٰی تعالٰی اھ) ویکون مکروھا (ای تحریما بحر) لخوف الجور فان تیقنہ (ای الجور) حرم اھ ملخصا مزیدا من ردالمحتار مابین الخطین

(۱ـ درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵) (ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱ـ۲۶۰)

اور غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے (اس سے مراد بقول امام زیلعی کے ایسا شدید اشتیاق جماع ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو وقوع زنا کا خوف ہے کیونکہ محض اشتیاق جماع کو خوف مذکور لازم نہیں، بحر) پس اگر نکاح کے بغیر زنا یقینی ہو تو نکاح فرض ہے، نہایہ (یعنی نکاح کے بغیر زنا سے بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ جس کے بغیر ترک حرام رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتا احتراز ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ مسئلہ کی وہ صورت فرض کی گئی ہے جس میں نافع روزے رکھنے پر قادر نہ ہو جو کہ زنا سے مانع ہیں لہذا اگر وہ روزے رکھنے پر قادر ہو تو نکاح فرض یا واجب عین نہ ہوگا بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ نکاح کرے یا حرام یعنی زنا سے بچنے کا کوئی اور طریقہ اپنائے) اور یہ وجوب و فرضیت نکاح اس صورت میں ہے جب وہ مہر و نفقہ پر قادر ہو ورنہ ترک نکاح میں گناہ نہیں، بدائع (یہ شرط دونوں قسموں یعنی نکاح واجب و فرض کی طرف راجع ہے۔ بحر میں ان دونوں قسموں میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جور و ظلم کا ڈر نہ ہو، صاحب بحر نے فرمایا کہ عدم نکاح کی صورت میں خوف زنا نکاح کی صورت میں جور و ظلم کے خوف سے متعارض ہو تو ثانی کا اعتبار مقدم و راجح ہوگا چنانچہ اس صورت میں نکاح فرض نہیں بلکہ مکروہ ہوگا،

کمال نے فتح میں اس کا افادہ فرمایا، شاید خوف جور کو خوف زنا پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جور و ظلم ایسا گناہ ہے جس کا تعلق

مسئلہ ۷: اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کریگا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جوضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اوران باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہرحال ہو جائے گا۔(6)

مسئلہ ۸: نکاح اوراُس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا، نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔(7)

❁❁❁❁❁

حقوق العباد سے ہے، اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے اورحق عبد بوقت تعارض حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور مولی تعالٰی غنی ہے اھ) اوراس صورت میں نکاح مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہوگا جبکہ ظلم کا خوف ہو اور اگر ظلم کا یقین ہو تو حرام ہے۔ قوسین میں زائد عبارتیں ردالمحتار سے لی گئی ہیں، (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) المرجع السابق، ص ۷۴

(7) ردالمحتار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۶۶

نکاح کے مستحبات

مسئلہ ۹: نکاح میں یہ امور مستحب ہیں:

1-علانیہ ہونا۔ 2- نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، کوئی سا خطبہ ہو اور بہتر وہ ہے جو حدیث (1) میں وارد ہوا۔ 3- مسجد میں ہونا۔ 4- جمعہ کے دن۔ 5- گواہانِ عادل کے سامنے۔ 6-عورت عمر، حسب (خاندانی شرف)، مال، عزّت میں مرد سے کم ہو اور 7- چال چلن اور اخلاق وتقویٰ و جمال میں بیش (یعنی زیادہ) ہو۔ (2) حدیث میں ہے: جو کسی عورت سے بوجہ اُسکی عزت کے نکاح کرے، اللہ (عزوجل) اسکی ذلت میں زیادتی (یعنی اضافہ) کریگا اور جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب نکاح کریگا، اللہ تعالیٰ اُسکی محتاجی ہی بڑھائے گا اور اُس کے حسب کے سبب نکاح کریگا تو اُس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلۂ رحم کرے تو اللہ عزوجل اس مرد کے لیے اُس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں۔ (3) (رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کذا فی الفتح)۔(4)

مسئلہ ۱۰: 8-جس سے نکاح کرنا ہو اُسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادت و اطوار و سلیقہ (ہنر، کام، صلاحیت) وغیرہ کی خوب جانچ کرلے کہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں۔ 9-کوآری (کنواری) عورت سے اور جس سے اولاد

---

(1) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا) (پ ۴، النساء:۱)

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾) (پ ۴، آل عمران:۱۰۲)

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾) (پ ۲۲، الاحزاب:۷۰۔۷۱)

(2) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۷۵

(3) المعجم الاوسط، الحدیث ۲۳۴۲، ج ۲، ص ۱۸

(4) [illegible] حضرت [illegible] انس رضی اللہ تعالٰی عنہ [illegible] فتح القدیر [illegible]

زیادہ ہونے کی اُمید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔ سِن رسیدہ (یعنی زیادہ عمر والی) اور بد خلق (برے اخلاق والی) اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر۔(5)

مسئلہ ۱۱: 10-عورت کو چاہیے کہ مرد دیندار، خوش خلق (اچھے اخلاق والا)، مال دار، سخی سے نکاح کرے، فاسق بدکار سے نہیں۔ 11-اور یہ بھی نہ چاہیے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح کردے۔(6)

یہ مستحباتِ نکاح بیان ہوئے، اگر اس کے خلاف نکاح ہوگا جب بھی ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۲: ایجاب وقبول یعنی مثلاً ایک کہے میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ یہ نکاح کے رکن ہیں۔ پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اُس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اس کا اُلٹا بھی ہوسکتا ہے۔(7)

❁❁❁❁❁

---

(5) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا مایتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ، ج ۴، ص ۷۶، وغیرہ

(6) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا مایتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ، ج ۴، ص ۷۷

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا مایتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ، ج ۴، ص ۷۸

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

نکاح نکح سے بنا بمعنی ضم یعنی ملنا، چونکہ نکاح کی وجہ سے دو شخص یعنی خاوند وبیوی دائمی مل کر زندگی گزارتے ہیں بلکہ نکاح سے عورت و مرد کے خاندان بلکہ نکاح سے کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لیے اسے نکاح کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں یہ لفظ مشترک ہے صحبت و عقد دونوں پر بولا جاتا ہے، نکاح کا رکن زوجین کا ایجاب وقبول ہے، شرط دو گواہ۔ نکاح اور ایمان یہ دو ایسی عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئیں اور تا قیامت رہیں گی، نکاح بہترین عبادت ہے کہ اس سے نسل انسانی کا بقا ہے یہ ہی صالحین وذاکرین وعابدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱)

ایجاب وقبول کی صورتیں

مسئلہ ۱۳: ایجاب وقبول میں ماضی کا لفظ (یعنی ایسالفظ جس میں زمانہ ماضی کا معنی پایا جائے۔) ہونا ضروری ہے،(1) مثلاً یوں کہے کہ میں نے اپنا یا اپنی لڑکی یا اپنی موکلہ(وکیل بنانے والی) کا تجھ سے نکاح کیا یا اِن کو تیرے نکاح میں دیا، وہ کہے میں نے اپنے لیے یا اپنے بیٹے یا مؤکل(وکیل بنانے والا) کے لیے قبول کیا یا ایک طرف سے امر کا صیغہ ہو(2) دوسری طرف سے ماضی کا، مثلاً یوں کہ تو مجھ سے اپنا نکاح کر دے یا تو میری عورت ہو جا، اُس نے کہا میں نے قبول کیا یا زوجیت میں دیا ہو جائے گا یا ایک طرف سے حال کا صیغہ ہو(3) دوسری طرف سے ماضی کا، مثلاً کہے

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشاء وایجاد کو، پھر کلام عمر وسخن ابتدائی نہیں، اہل برادری کے اس باز پرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی، پُر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا۔ نہ کہ انشائے ایجاب یوں ہی کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے، اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اسی معنٰی اخبار و بیان وجہ جمع کی تاکید کررہا ہے کمالا یخفی علی العارف باسالیب الکلام (جیسا کہ کلام کے اسلوب کو سمجھنے والے پر مخفی نہیں۔ت) اور شک نہیں کہ وقوع نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے، اگر بنظر ظاہر کہیے تو حسب تصحیحات جمہور ائمہ واختیارات خبر دینا انشائے مذہب مذیل بآکد الفاظ اور نظر وثیق لیجیے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع،

کما حققنا ذٰلک بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار من فتاوٰنا ولنقتصر ھٰھنا علی الاشارۃ الی بعض عبارات الافتاء تنزلاً الی الطریقۃ الاولٰی۔

جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار میں محقق کیا ہے اور یہاں ہم صرف فتوٰی کی بعض عبارات کی طرف اشارہ کریں گے، پہلے طریقہ پر۔

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود لاینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی ا۔

(ا۔ جواہر الاخلاطی کتاب النکاح قلمی نسخہ ص ۴۸)

مرد وعورت نے گواہوں کی موجودگی میں اقرار کیا تو اس سے مختار قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا، اور بعض نے کہا کہ ہو جائے گا۔ لیکن پہلا قول صحیح اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۱۰۔۱۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) یعنی ایسالفظ جس میں حکم کا معنی پایا جائے۔

(3) یعنی ایسالفظ جس میں زمانہ حال کا معنی پایا جائے۔

تو مجھ سے اپنا نکاح کرتی ہے اُس نے کہا کیا تو ہو گیا یا یوں کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اُس نے کہا میں نے قبول کیا تو ہو جائے گا، اِن دونوں صورتوں میں پہلے شخص کو اس کی ضرورت نہیں کہ کہے میں نے قبول کیا۔ اور اگر کہا تو نے اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دیا اُس نے کہا کر دیا یا کہا ہاں تو جب تک پہلا شخص یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا نکاح نہ ہوگا اور ان لفظوں سے کہ نکاح کروں گا یا قبول کروں گا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (4)

مسئلہ ۱۴: بعض ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں ایک ہی لفظ سے نکاح ہو جائے، مثلاً چچا کی نابالغہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ولی (5) یہی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اُس سے اپنا نکاح کیا یا لڑکا

---

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج۴، ص۷۸

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثاني فیما ینعقد بہ النکاح ومالا ینعقد، ج۱، ص۲۷۰، وغیرھما

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہوسکتا ہے خلافاً للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی (امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ ۳؎۔ چچازاد کو جائز ہے کہ وہ چچازاد لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کرلے۔

(۳؎ الھدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۰۲)

فتح القدیر میں ہے:

الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا ۱؎ (صغیرہ کا نکاح بغیر اجازت اور بالغہ کا اجازت سے کرے۔ ت)

(۱؎ فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۶)

ہدایہ میں ہے:

وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز. واذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاھدین جاز وقال زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز اھ۔ ۲؎

امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جائز نہیں۔ اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو اپنے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی تو اس مرد نے اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے۔ اور امام زفر اور شافعی رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ناجائز ہے اھ

(۲؎ الھدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۰۲)

اقول وبہ ظھر ان مافی ردالمحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیہا من جانب. فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین. ←

لڑکی دونوں نابالغ ہیں اور ایک ہی شخص دونوں کا ولی ہے یا مرد وعورت دونوں نے ایک شخص کو وکیل کیا۔ اُس ولی یا وکیل نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح کر دیا ہو گیا۔ اِن سب صورتوں میں قبول کی کچھ حاجت نہیں۔ (6)

مسئلہ ۱۵: دونوں موجود ہیں ایک نے ایک پرچہ پر لکھا میں نے تجھ سے نکاح کیا، دوسرے نے بھی لکھ کر دیا یا زبان سے کہا میں نے قبول کیا نکاح نہ ہوا اور اگر ایک موجود ہے دوسرا غائب، اُس غائب نے لکھ بھیجا اس موجود نے گواہوں کے سامنے پڑھایا کہا فلاں نے ایسا لکھا میں نے اپنا نکاح اُس سے کیا تو ہو گیا اور اگر اُس کا لکھا ہوا نہ سُنایا نہ بتایا فقط اتنا کہہ دیا کہ میں نے اُس سے اپنا نکاح کر دیا تو نہ ہوا۔ ہاں اگر اُس میں امر کا لفظ تھا، مثلاً تو مجھ سے نکاح کر تو گواہوں کو خط سُنانے یا مضمون بتانے کی حاجت نہیں اور اگر اس موجود نے اُس کے جواب میں زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ وہ الفاظ لکھ دیے جب بھی نہ ہوا۔ (7)

مسئلہ ۱۶: عورت نے مرد سے ایجاب کے الفاظ کہے مرد نے اُس کے جواب میں قبول کے لفظ نہ کہے اور مہر کے روپے دیدیے تو نکاح نہ ہوا۔ (8)

مسئلہ ۱۷: یہ اقرار کہ یہ میری عورت ہے نکاح نہیں یعنی اگر پیشتر سے نکاح نہ ہوا تھا تو فقط یہ اقرار نکاح قرار نہ

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے واضح ہوا کہ ان پانچ صورتوں کے بارے میں جن میں سے کسی جانب سے خود نکاح کرنے والا فضولی نہ بنے، ردالمحتار کا بالاتفاق کہنا اس سے ان کی مراد صرف امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی کا اتفاق ہے تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالی کا اتفاق مراد نہیں ہے۔

پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی۔

ہدایہ میں ہے:

اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولا یحتاج الی القبول ۳؎

جب یہ شخص نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی ہو تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے نکاح کر لیا، ایجاب وقبول دونوں طرفوں کو شامل ہوگا اور اب قبول کہنے کی ضرورت نہیں، نکاح کر لیا یا نکاح کر دیا کہے دونوں طرح جائز ہے۔ (۳؎ الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۰۲)

علاوہ ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً "تزوجت" یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے "زوجت" خلافاً للامام شیخ الاسلام بکر خواھرزادہ فی الثانی (امام شیخ الاسلام بکر خواہرزادہ کا دوسرے یعنی نکاح کر دیا کہنے میں خلاف ہے۔ ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۱۰۔ ۱۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص ۱

(7) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج ۴، ص ۸۳

(8) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا مایتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ، ج ۴، ص ۸۲

پائے گا، البتہ قاضی کے سامنے دونوں ایسا اقرار کریں تو وہ حکم دے دے گا کہ یہ میاں بی بی ہیں اور اگر گواہوں کے سامنے اقرار کیا، گواہوں نے کہا تم دونوں نے نکاح کیا، کہا ہاں تو ہو گیا۔ (9)

(9) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل، ولہٰذا علماء متون وشروح وفتاوی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد وزن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی میں کہ سب اعاظم شرح جصاص ومختارات النوازل وفتاوی خلاصہ وخزانۃ المفتین ومختار الفتاوی وایضاح الاصلاح وجامع الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو تنویر الابصار ودرمختار میں مقدم رکھ کر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوی ظہیریہ وفتاوی عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر اخلاطی میں ان دونوں لفظ فتوی یعنی مختار وصحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد واقوی علیہ الفتوی اور زائد کیا، علامہ حانوتی وسید ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایہ ومختصر الوقایہ میں ہے: لا ینعقد بقولھا عند الشھود مازن وشوئیم [3]۔ (گواہوں کے سامنے مرد وعورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) ([3] نقایہ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

لا ینعقد علی المختار [4]۔ (مذہب مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت)

([4] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۴۵)

متن وشروح علامہ ابن کمال وزیر میں ہے:

لا بقولھما مازن وشوئیم لان النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار [1]۔

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح، معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد وعورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تخییر میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔

([1] ایضاح واصلاح)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے: لو قالا عند الشھود مازن وشوئیم لا ینعقد [2]۔ اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ([2] ملتقی الابحر کتاب النکاح موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۳۸)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیہقی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ رجل وامرأۃ لیس بینھما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرا لم یلزمھما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذلک فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثم اجاز لم یجز [3]۔

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد وعورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے بالاتفاق نکاح کا

....

اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اس طرح خرید وفروخت کا معاملہ ہے کہ دوفریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔

(۳۔ فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۲۹)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأۃ اقرابین یدی الشھود بالفارسیۃ مازن وشوئیم لاینعقد النکاح بینھما و کذا لوقال لامرأۃ ھٰذہ امرأتی وقالت ھی ھٰذا زوجی لایکون نکاحا ۱؎۔

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (۱۔ فتاوٰی خانیہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال مازن وشوئیم لاینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظھار غیر الاثبات ولھٰذا لواقر بالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا خ (یعنی الخلاصۃ) ولو قال الرجل ھٰذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھٰذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم ۲؎ (س) (ای فتاوٰی اھل سمرقند)۔ (ملخصاً)

مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے، اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لیے ملکیت ثابت نہ ہوگی، خ (یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں نکاح موجود نہیں ہے، س (فتاوٰی سمرقند)۔

(۲۔ خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ ۱/۷۶)

متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی الاقرار اظھار لما ھو ثابت ولیس بانشاء ۳؎ الخ وسیأتی تمامہ۔

محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (۳۔ درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ ھو المختار (یہی مختار ہے۔ت) تک نقل کی، پھر لکھا:

مسئلہ ۱۸: نکاح کی اضافت (یعنی نسبت) کُل کی طرف ہو(10) یا ایسے عضو کی طرف جسے بول کر کُل مراد لیتے ہیں مثلاً سر و گردن تو اگر یہ کہا کہ نصف سے نکاح کیا نہ ہوا۔(11)

❁❁❁❁❁

لو قال ابن زن من ست بمحضر من الشھود و قالت المرأۃ ایں شوئی من است ولم یکن بینھما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لایکون نکاحا کذا فی الظھیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح اوقال الشھود لھما جعلتما ھذا نکاحا فقال نعم ینعقد ھکذا فی مختار الفتاوی ا ۔ اھ۔

اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا کہ یہ میرا خاوند ہے حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا، ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد و عورت کو گواہوں نے کہا کہ تم نے ان الفاظ کو نکاح بنا دیا تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا، مختار الفتاوی میں ایسے ہی ہے۔اھ (اے فتاوی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۲۷۲)

اقول وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انه ینفذ ظاھرا وباطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرھا.

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) قاضی کے فیصلے کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضا ظاہرا اور باطنا نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ سے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ میں ہے۔

فتاوی علامہ برہان الدین بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود بقولھما مازن وشوئیم لاینعقد، ھو المختار. قال بحضور الشھود ھذہ المرأۃ زوجی فقالت ھذا الرجل زوجی ولم یکن بینھما نکاح سابق لاینعقد ھو الصحیح وعلیه الفتوی ۲ ۔

(۲ ۔ جواہر اخلاطی کتاب النکاح فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۸)

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا یہی صحیح ہے اور اس پر فتوی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۲۴۔۱۲۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(10) مثلاً یوں کہے، میں نے تجھ سے نکاح کیا۔

(11) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۸۴، وغیرہ

الفاظ نکاح

مسئلہ ۱۹: الفاظِ نکاح دو قسم ہیں:

ایک صریح (1)، یہ صرف دو لفظ ہیں۔ نکاح و تزوّج، باقی کنایہ (2) ہیں۔ الفاظ کنایہ میں اُن لفظوں سے نکاح ہوسکتا ہے جن سے خود شے مِلک میں آجاتی ہے، مثلاً ہبہ، تملیک، صدقہ، عطیہ، بیع، شرا (3) مگر ان میں قرینہ کی ضرورت ہے کہ گواہ اُسے نکاح سمجھیں۔ (4)

مسئلہ ۲۰: ایک نے دوسرے سے کہا میں نے اپنی یہ لونڈی تجھے ہبہ کی تو اگر یہ پتا چلتا ہے کہ نکاح ہے، مثلاً گواہوں کو بلا کر اُن کے سامنے کہنا اور مہر کا ذکر وغیرہ تو یہ نکاح ہوگیا اور اگر قرینہ نہ ہو، مگر وہ کہتا ہے میں نے نکاح مراد لیا تھا اور جسے ہبہ کی وہ اس کی تصدیق کرتا ہے جب بھی نکاح ہے اور اگر وہ تصدیق نہ کرے تو ہبہ قرار دیا جائے گا اور آزاد عورت کی نسبت یہ الفاظ کہے تو نکاح ہی ہے۔ قرینہ کی حاجت نہیں مگر جب ایسا قرینہ پایا جائے جس سے معلوم ہوتا ہے

---

(1) یعنی ایسا لفظ جس سے نکاح مراد ہونا ظاہر ہو۔

(2) یعنی ایسا لفظ جس سے نکاح مراد ہونا تو ظاہر نہیں مگر قرینہ سے معنیٔ نکاح سمجھا جاتا ہو۔

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

لفظ ترویج ونکاح صریح وماعداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ اوقرینۃ وفھم الشھود المقصود ۴ اھ ملتقطا۔

نکاح میں لفظ "ترویج" اور "نکاح" صریح ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب کنایہ ہیں، اور کنایہ کے لئے وہ تمام الفاظ ہیں جو بروقت کسی کامل چیز کی تملیک کے لیے ہوں، مثلاً ہبہ، صدقہ، عطیہ اور تملیک کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال ہوں یا اس پر قرینہ موجود ہو اور اس سے گواہ بھی مقصد کو سمجھ سکیں اھ ملتقطا (۴ درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶)

خانیہ میں ہے:

اذا قال لاب البنت وھبت ابنتك منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب ایضا علی وجہ الاجابۃ لاعلی وجہ العقد لم یکن نکاحا ۱ اھ ملخصا۔

جب ایک لڑکے نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ آپ نے اپنی لڑکی مجھے ہبہ کی تو باپ نے جواب میں کہا کہ میں نے ہبہ کی، اس کے بعد ←

کہ نکاح نہیں تو نہیں، مثلاً معاذ اللہ کسی عورت سے زنا کی درخواست کی، اُس نے کہا میں نے اپنے کو تجھے ہبہ کر دیا، اس نے کہا قبول کیا تو نکاح نہ ہوا یا لڑکی کے باپ نے کہا یہ لڑکی خدمت کے لیے میں نے تجھے ہبہ کر دی اس نے قبول کیا تو یہ نکاح نہیں، مگر جبکہ اس لفظ سے نکاح مراد لیا تو ہو جائے گا۔ (5)

مسئلہ ۲۱: عورت سے کہا تو میری ہوگئی، اُس نے کہا ہاں یا میں تیری ہوگئی یا عورت سے کہا بعوض اتنے کے تو میری عورت ہو جا، اُس نے قبول کیا یا عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے اپنی شادی کی مرد نے قبول کیا یا مرد نے عورت سے کہا تُو نے اپنے کو میری عورت کیا، اُس نے کہا کیا تو ان سب صورتوں میں نکاح ہو جائے گا۔ (6)

مسئلہ ۲۲: جس عورت کو بائن طلاق دی ہے، اُس نے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنے کو تیری طرف واپس کیا، مرد نے قبول کیا نکاح ہوگیا۔ (7) اجنبی عورت اگر یہ لفظ کہے تو نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۳: کسی نے دوسرے سے کہا، اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دے، اُس نے کہا اسے اُٹھا لے جا یا تُو جہاں چاہے لے جا تو نکاح نہ ہوا۔ (8)

پہلے نے کہا میں نے قبول کی، فقہاء کرام نے فرمایا اگر منگنی کرنے والے اور باپ نے مذکورہ الفاظ منگنی اور اس کے جواب کے طور پر استعمال کیے اور عقد نکاح مقصود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا اھ ملخصاً (۱۔ فتاوی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۰)

شرح طحاوی پھر مجتبیٰ پھر مجموعہ علامہ انقروی وواقعات علامہ قدری آفندی وغیرہا میں ہے:

قال له هل اعطيتنيها فقال اعطيت فان كان المجلس للوعد فوعد وان كان لعقد النكاح فنكاح ۲؎

کسی نے لڑکی کے باپ کو کہا تو نے مجھے لڑکی دی، تو باپ نے کہا دی، تو مجلس نکاح میں نکاح اور منگنی کی مجلس ہو تو منگنی ہوگی۔

(۲۔ فتاوی انقرویہ کتاب النکاح دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۳۳)

سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۸۳۔ ۱۸۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج ۴، ص ۸۹۔۹۱
والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح وما لا ینعقد، ج ۱، ص ۲۷۰، ۲۷۱

(5) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج ۴، ص ۹۱
والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح وما لا ینعقد، ج ۱، ص ۲۷۰، ۲۷۱

(6) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۲۷۱

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح وما لا ینعقد، ج ۱، ص ۲۷۱

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح وما لا ینعقد، ج ۱، ص ۲۷۲

مسئلہ ۲۴: ایک شخص نے منگنی کا پیغام کسی کے پاس بھیجا، ان پیغام لے جانے والوں نے وہاں جا کر کہا، تو نے اپنی لڑکی ہمیں دی، اُس نے کہا دی، نکاح نہ ہوا۔(9)

مسئلہ ۲۵: لڑکے کے باپ نے گواہوں سے کہا، میں نے اپنے لڑکے کا نکاح فلاں کی لڑکی کے ساتھ اتنے مہر پر کر دیا تم گواہ ہو جاؤ پھر لڑکی کے باپ سے کہا گیا، کیا ایسا نہیں ہے؟ اُس نے کہا ایسا ہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہ کہا تو بہتر یہ ہے کہ نکاح کی تجدید کی جائے۔(10)

مسئلہ ۲۶: لڑکے کے باپ نے لڑکی کے باپ کے پاس پیغام دیا، اُس نے کہا میں نے تو اس کا فلاں سے کر دیا ہے اس نے کہا نہیں تو اُس نے کہا اگر میں نے اُس سے نکاح نہ کیا ہو تو تیرے بیٹے سے کر دیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا بعد کو معلوم ہوا کہ اُس لڑکی کا نکاح کسی سے نہیں ہوا تھا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا۔(11)

مسئلہ ۲۷: عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اپنے کو طلاق دے لوں، مرد نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا اور عورت کو اختیار رہا جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے۔(12)

مسئلہ ۲۸: نکاح میں خیار رویت خیار عیب خیار شرط مطلقاً نہیں(12A)، خواہ مرد کو خیار (اختیار) ہو یا عورت کے لیے یا دونوں کے لیے۔ تین دن کا خیار ہو یا کم یا زائد کا مثلاً اندھے، لنجھے (جس کے ہاتھ یا پاؤں شل (بے کار) ہوں)، اپاہج (ہاتھ پاؤں سے معذور) نہ ہونے کی شرط لگائی یا یہ شرط کی کہ خوبصورت ہو اور اس کے خلاف نکلا یا مرد نے شرط لگائی کہ کوآری (کنواری) ہو اور ہے اِس کے خلاف تو نکاح ہو جائے گا اور شرط باطل۔ یوہیں عورت نے شرط لگائی کہ مرد شہری ہو نکلا دیہاتی تو اگر کفو ہے نکاح ہو جائے گا اور عورت کو کچھ اختیار نہیں یا اس شرط پر نکاح ہوا کہ

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح و ما لا ینعقد، ج۱، ص ۲۷۲

(10) المرجع السابق

(11) المرجع السابق، ص ۲۷۳

(12) المرجع السابق، ص ۲۷۳

(12A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی فتاوی الامام قاضی خان: خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما ۲؎۔ (۲؎ فتاوی قاضیخاں فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۷)

فتاوی قاضی خان میں ہے خیار عیب جو کہ عیب کی وجہ سے حق فسخ کا نام ہے، ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا، لہذا کسی عیب کی بنا پر عورت کا نکاح رد نہ ہوگا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باپ کو اختیار ہے تو نکاح ہو گیا اور اُسے اختیار نہیں۔(13)

مسئلہ ۲۹: نکاح میں مہر کا ذکر ہو تو ایجاب پورا جب ہوگا کہ مہر بھی ذکر کر لے، مثلاً یہ کہتا تھا کہ فلاں عورت تیرے نکاح میں دی بعوض ہزار روپے کے اور مہر کے ذکر سے پیشتر اُس نے کہا میں نے قبول کی، نکاح نہ ہوا کہ ابھی ایجاب پورا نہ ہوا تھا اور اگر مہر کا ذکر نہ ہوتا تو ہو جاتا۔(14)

مسئلہ ۳۰: کسی نے لڑکی کے باپ سے کہا، میں تیرے پاس اس لیے آیا کہ تُو اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دے۔ اس نے کہا میں نے اس کو تیرے نکاح میں دیا نکاح ہو گیا، قبول کی بھی حاجت نہیں بلکہ اُسے اب یہ اختیار نہیں کہ نہ قبول کرے۔(15)

مسئلہ ۳۱: کسی نے کہا تو نے لڑکی مجھے دی، اُس نے کہا دی، اگر نکاح کی مجلس ہے تو نکاح ہے اور منگنی کی ہے تو منگنی۔(16)

مسئلہ ۳۲: عورت کو اپنی دُلہن یا بی بی کہہ کر پکارا، اُس نے جواب دیا تو اس سے نکاح نہیں ہوتا۔(17)

❁❁❁❁❁

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثاني فیما ینعقد بہ النکاح وما لا ینعقد، ج۱، ص۲۷۳

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج۴، ص۸۵

(15) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیراً ما یتساھل في اطلاق المستحب علی السنۃ، ج۴، ص۸۲

(16) المرجع السابق

(17) المرجع السابق

نکاح کے شرائط

نکاح کے لیے چند شرطیں ہیں:

1- عاقل ہونا۔ مجنوں یا ناسمجھ بچہ نے نکاح کیا تو منعقد ہی نہ ہوا۔

2- بلوغ۔ نابالغ اگر سمجھ وال ہے تو منعقد ہو جائے گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

3- گواہ ہونا۔ یعنی ایجاب و قبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔ گواہ آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سُنے۔ بچوں اور پاگلوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ غلام کی گواہی سے اگرچہ مدبّر یا مکاتب ہو۔

مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت کے ساتھ ہے تو گواہوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، لہٰذا مسلمان مرد وعورت کا نکاح کافر کی شہادت سے نہیں ہوسکتا اور اگر کتابیہ(1) سے مسلمان مرد کا نکاح ہو تو اس نکاح کے گواہ ذمّی کافر بھی ہو سکتے ہیں، اگرچہ عورت کے مذہب کے خلاف گواہوں کا مذہب ہو، مثلاً عورت نصرانیہ (عیسائی) ہے اور گواہ یہودی یا بالعکس(2)۔ یوہیں اگر کافر کا کافرہ کا نکاح ہو تو اس نکاح کے گواہ کافر بھی ہو سکتے ہیں اگرچہ دوسرے مذہب کے ہوں۔

مسئلہ ۳۳: سمجھ وال بچے یا غلام کے سامنے نکاح ہوا اور مجلس نکاح میں وہ لوگ بھی تھے جو نکاح کے گواہ ہو سکتے ہیں پھر وہ بچہ بالغ ہو کر یا غلام آزاد ہونے کے بعد اُس نکاح کی گواہی دیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا اور اُس وقت ہمارے سوا نکاح میں اور لوگ بھی موجود تھے، جن کی گواہی سے نکاح ہوا تو اُن کی گواہی مان لی جائے گی۔(3)

مسئلہ ۳۴: مسلمان کا نکاح ذمیّہ سے ہوا اور گواہ ذمّی تھے، اب اگر مسلمان نے نکاح سے انکار کر دیا تو ان کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا۔(4)

مسئلہ ۳۵: صرف عورتوں یا خنثٰی کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا، جب تک ان میں کے دو کے ساتھ ایک مرد نہ ہو۔(5)

---

(1) یہودی یا عیسائی عورت۔

(2) یعنی عورت یہودی ہے اور گواہ نصرانی ہیں۔

(3) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء بہ، ج ۴، ص ۹۹

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۱

(5) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج ۱، ص ۱۵۶

مسئلہ ۳۶: سوتے ہوؤں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا تو نکاح نہ ہوا۔ یوہیں اگر دونوں گواہ بہرے ہوں کہ اُنھوں نے الفاظِ نکاح نہ سُنے تو نکاح نہ ہوا۔(6)

مسئلہ ۳۷: ایک گواہ سُنتا ہوا ہے اور ایک بہرا، بہرے نے نہیں سُنا اور اُس سُننے والے یا کسی اور نے چلّا کر اُس کے کان میں کہا نکاح نہ ہوا، جب تک دونوں گواہ ایک ساتھ عاقدین(7) سے نہ سُنیں۔(8)

مسئلہ ۳۸: ایک گواہ نے سُنا دوسرے نے نہیں پھر لفظ کا اعادہ کیا(9)، اب دوسرے نے سُنا پہلے نے نہیں تو نکاح نہ ہوا۔(10)

مسئلہ ۳۹: گونگے گواہ نہیں ہو سکتے کہ جو گونگا ہوتا ہے بہرا بھی ہوتا ہے، ہاں اگر گونگا ہو اور بہرا نہ ہو تو ہو سکتا ہے۔(11)

مسئلہ ۴۰: عاقدین گونگے ہوں تو نکاح اشارے سے ہوگا، لہٰذا اِس نکاح کا گواہ گونگا ہو سکتا ہے اور بہرا بھی۔(12)

مسئلہ ۴۱: گواہ دوسرے ملک کے ہیں کہ یہاں کی زبان نہیں سمجھتے تو اگر یہ سمجھ رہے ہیں کہ نکاح ہو رہا ہے اور الفاظ بھی سُنے اور سمجھے یعنی وہ الفاظ زبان سے ادا کر سکتے ہیں اگرچہ اُن کے معنی نہیں سمجھتے نکاح ہوگیا۔(13)

مسئلہ ۴۲: نکاح کے گواہ فاسق ہوں یا اندھے یا اُن پر تہمت کی حد (تہمتِ زنا کی شرعی سزا) لگائی گئی ہو تو ان کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر عاقدین میں سے اگر کوئی انکار کر بیٹھے تو ان کی شہادت سے نکاح ثابت نہ ہوگا۔(14)

---

(6) المرجع السابق

(7) یعنی معاملہ کے دونوں فریق مثلاً دولہا و وکیل یا دولہا اور دلہن۔

(8) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج۱، ص۱۵۶

(9) یعنی اس لفظ کو دہرایا۔

(10) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج۱، ص۱۵۶

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ ۔۔۔ إلخ، ج۱، ص۲۶۸

(12) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم ۔۔۔ إلخ، ج۴، ص۹۹

(13) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم ۔۔۔ إلخ، ج۴، ص۱۰۰

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ ۔۔۔ إلخ، ج۱، ص۲۶۸

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم ۔۔۔ إلخ، ج۴، ص۱۰۰

مسئلہ ۴۳: عورت یا مرد یا دونوں کے بیٹے گواہ ہوئے نکاح ہو جائے گا مگر میاں بی بی میں سے اگر کسی نے نکاح سے انکار کر دیا، تو ان لڑکوں کی گواہی اپنے باپ یا ماں کے حق میں مفید نہیں، مثلاً مرد کے بیٹے گواہ تھے اور عورت نکاح سے انکار کرتی ہے، اب شوہر نے اپنے بیٹوں کو گواہی کے لیے پیش کیا، تو ان کی گواہی اپنے باپ کے لیے نہیں مانی جائے گی اور اگر وہ دونوں گواہ دونوں کے بیٹے ہوں یا ایک ایک کا، دوسرا دوسرے کا تو ان کی گواہی کسی کے لیے نہیں مانی جائے گی۔(15)

مسئلہ ۴۴: کسی نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح اُس کی اجازت سے کر دیا اور اپنے بیٹوں کو گواہ بنایا، اب لڑکی کہتی ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا اور اس کا باپ کہتا ہے دیا تو لڑکوں کی گواہی کہ اذن دیا تھا مقبول نہیں۔(16)

مسئلہ ۴۵: ایک شخص نے کسی سے کہا کہ میری نابالغہ لڑکی کا نکاح فلاں سے کر دے، اس نے ایک گواہ کے سامنے کر دیا تو اگر لڑکی کا باپ وقتِ نکاح موجود تھا تو نکاح ہو گیا کہ وہ دونوں گواہ ہو جائیں گے اور باپ عاقد (نکاح کرنے والا) اور موجود نہ تھا تو نہ ہوا۔ یوہیں اگر بالغہ کا نکاح اُس کی اجازت سے باپ نے ایک شخص کے سامنے پڑھایا، اگر لڑکی وقت عقد (یعنی نکاح کے وقت) موجود تھی ہو گیا ورنہ نہیں۔ یوہیں اگر عورت نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا، اُس نے ایک شخص کے سامنے پڑھا دیا تو اگر موکلہ موجود ہے ہو گیا ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ موکل اگر بوقتِ عقد موجود ہے تو اگرچہ وکیل عقد کر رہا ہے مگر موکل عاقد قرار پائے گا اور وکیل گواہ مگر یہ ضرور ہے کہ گواہی دیتے وقت اگر وکیل نے کہا، میں نے پڑھایا ہے تو شہادت نامقبول ہے کہ یہ خود اپنے فعل کی شہادت ہوئی۔(17)

مسئلہ ۴۶: مولیٰ (آقا، مالک) نے اپنی باندی (لونڈی) یا غلام کا ایک شخص کے سامنے نکاح کیا، تو اگرچہ وہ موجود ہو نکاح نہ ہوا اور اگر اُسے نکاح کی اجازت دے دی پھر اُس کی موجودگی میں ایک شخص کے سامنے نکاح کیا تو ہو جائے گا۔(18)

مسئلہ ۴۷: گواہوں کا ایجاب و قبول کے وقت ہونا شرط ہے، فلہٰذا اگر نکاح اجازت پر موقوف ہے اور ایجاب و قبول گواہوں کے سامنے ہوئے اور اجازت کے وقت نہ تھے ہو گیا اور اس کا عکس ہوا تو نہیں۔(19)

---

(15) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۱، وغیرہ

(16) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج ۱، ص ۱۸۶

(17) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۲، وغیرہ

(18) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۳

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج ۱، ص ۲۶۹

مسئلہ ۴۸: گواہ اُسی کو نہیں کہتے جو دو شخص مجلسِ عقد میں مقرر کر لیے جاتے ہیں، بلکہ وہ تمام حاضرین گواہ ہیں جنھوں نے ایجاب وقبول سنا اگر قابلِ شہادت (گواہی دینے کے اہل) ہوں۔

مسئلہ ۴۹: ایک گھر میں نکاح ہوا اور یہاں گواہ نہیں، دوسرے مکان میں کچھ لوگ ہیں جن کو انھوں نے گواہ نہیں بنایا مگر وہ وہاں سے سُن رہے ہیں، اگر وہ لوگ اُنھیں دیکھ بھی رہے ہوں تو اُن کی گواہی مقبول ہے ورنہ نہیں۔(20)

مسئلہ ۵۰: عورت سے اذن لیتے وقت گواہوں کی ضرورت نہیں یعنی اُس وقت اگر گواہ نہ بھی ہوں اور نکاح پڑھاتے وقت ہوں تو نکاح ہو گیا، البتہ اذن کے لیے گواہوں کی یوں حاجت ہے کہ اگر اُس نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں نے اذن نہیں دیا تھا تو اب گواہوں سے اس کا اذن دینا ثابت ہو جائے گا۔(21)

❀❀❀❀❀

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ إلخ، ج۱، ص۲۶۸.

(21) المرجع السابق،ص۲۶۹

وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: ھل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفۃ إلخ، ج۴، ص۹۸، وغیرھما

نکاح کا وکیل خود نکاح پڑھائے دوسرے سے نہ پڑھوائے

مسئلہ ۵۱: یہ جو تمام ہندوستان میں عام طور پر رواج پڑا ہوا ہے کہ عورت سے ایک شخص اذن (یعنی اجازت) لے کر آتا ہے جسے وکیل کہتے ہیں، وہ نکاح پڑھانے والے سے کہہ دیتا ہے میں فلاں کا وکیل ہوں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ نکاح پڑھا دیجیے۔ یہ طریقہ محض غلط ہے۔ وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کام کے لیے دوسرے کو وکیل بنا دے، اگر ایسا کیا تو نکاح فضولی ہوا اجازت پر موقوف ہے، اجازت سے پہلے مرد و عورت ہر ایک کو توڑ دینے کا اختیار حاصل ہے بلکہ یوں چاہیے کہ جو پڑھائے وہ عورت یا اُس کے ولی کا وکیل بنے (1) خواہ یہ خود اُس کے پاس جا کر وکالت حاصل

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الدر المختار الفضولی من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق ولہ من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا اھ۔

درمختار میں ہے فضولی وہ ہوتا ہے جو شرعی اجازت کے بغیر، غیر کے حق میں خود بخود تصرف کرے، فضولی کا کوئی تصرف خواہ مالک بنانے کے لئے ہو جیسا کہ بیع و نکاح یا ملکیت کو ساقط کرنے کے لئے ہو، جیسا کہ طلاق وعتاق، تو اس کے تصرف کے وقت اگر کوئی اس کو جائز کرنے والا ہو تو فضولی کا یہ تصرف موقوف ہوگا۔ (اھ درمختار فصل فی الفضولی مجتبائی دہلی ۲/۳۱)

نظر بو قائع مذکور سوال عقد محمودہ ایسا ہی واقع ہوا، نکاح سے ایک دن پہلے ہم عمر لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل وقت تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وہ بھی توکیل کے لئے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب نہ اس کا وکیل نہ اس کا رسول، تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے۔

فی تنویر الابصار والدر المختار و ردالمحتار ان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی (المراد بہ من لیس لہ ولایۃ لکن رسول الولی قائم مقامہ فیکون سکوتہا رضا عند استیذانہ کما فی الفتح والوکیل کذلک کما فی البحر عن القنیۃ) اوولی بعید (کالاخ مع الاب اذا لم یکن الاب غائبا غیبۃ منقطعۃ کما فی الخانیۃ) فلا عبرۃ لسکوتہا بل لا بد من القول کالثیب البالغۃ او ماہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا اھ۔

تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار میں ہے اگر لڑکی سے نکاح کی اجازت چاہنے والا، ولی اقرب کا غیر مثلاً اجنبی یعنی غیر ولی ہو یا ولی ابعد ہو مثلاً والد کی موجودگی میں بھائی، جبکہ والد لمبے سفر پر نہ ہو (جیسا کہ خانیہ میں ہے) تو لڑکی کی اجازت کے لئے اس کا سکوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اس موقعہ پر اس کا بولنا ثیبہ عورت کی طرح ضروری ہے یا کوئی ایسا فعل ضروری ہے جو بولنے کے قائم مقام رضا پر دلالت کر سکے، ←

کرے یا دوسرا اس کی وکالت کے لیے اذن لائے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کو تُو نے وکیل کیا کہ وہ تیرا نکاح فلاں بن فلاں بن فلاں سے کردے۔ عورت کہے ہاں۔(2)

لیکن ولی اقرب کا قاصد یا وکیل ہو تو وہ ولی کے قائم مقام ہوتا ہے لہذا ان کے اجازت طلب کرنے پر لڑکی کی خاموشی کو رضا قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ فتح میں ہے، اور وکیل کے بارے بحر میں قنیہ سے منقول ہے۔

(ا۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولید ار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۱)

سعید اسم اکثر دیار ہندیہ یوں ہے کہ وکالت و اذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھاتے والا عمرو ہوتا ہے یوں باوصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اس نے نہ پڑھایا۔

فی ردالمحتار عن الرحمتی عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع ۲؎ اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ ھو الصحیح ۳؎۔

ردالمحتار نے رحمتی اور انھوں نے حموی کے واسطہ سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مبسوط میں بیان کردہ کلام نقل کیا ہے کہ وکیل کا وکیل، نکاح کے معاملہ میں اصل وکیل کی موجودگی میں، وکیل والا حکم نہیں پاتا، بیع کا معاملہ اس کے خلاف ہے اھ، اور غمز العیون کے باب وکالت میں ولوالجیہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔(۲؎ ردالمحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولید ار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۰)

(۳؎ الاشباہ والنظائر مع غمز العیون کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱)

بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت محمودہ پر موقوف رہا، اب بعد نکاح محمودہ کا واقعہ اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علیہ کہ عوام خصوصاً عورات کی بات ان پر محمول ہونی مستبعد و نامقبول مدارک فقہ ہے رد و اجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لئے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق پر ہرگز راضی نہیں اور طلاق بآنکہ مزیل نکاح ہے خود ہی سبقت نکاح چاہتی ہے نہ کہ اس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لئے کافی ہے:

لما مر من الدر المختار من قولہ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا ۴؎۔

درمختار میں اس کے قول اور جو فعل رضا پر دلالت کرنے میں کلام جیسا ہو کی وجہ سے (۴؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲)

پس صورت مستفسرہ میں بشرط کفاءت مذکورہ نکاح محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۶۸۔ ۵۶۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: اولاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً ہوں کہلوالیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض ←

....

❀❀❀❀❀

احمق جاہلوں میں جو بدستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی ہوں کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔ ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یونہی اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دلھن کہے ہوں (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۵۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

منکوحہ کی تعیین

مسئلہ ۵۲: یہ امر بھی ضروری ہے کہ منکوحہ گواہوں کو معلوم ہو جائے یعنی یہ کہ فلاں عورت سے نکاح ہوتا ہے، اس کے دو ۲ طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر وہ مجلسِ عقد میں موجود ہے تو اس کی طرف نکاح پڑھانے والا اشارہ کر کے کہے کہ میں نے اِس کو تیرے نکاح میں دیا اگرچہ عورت کے موںھ پر نقاب پڑا ہو، (1) بس اشارہ کافی ہے اور اس صورت میں

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

البتہ شہود کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہو جانا ضرور ہے۔

حتی لو کان حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ۔

حتی کہ اگر وہ عورت نقاب پہنے مجلس میں حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھے۔

پس اگر بحالتِ غیبت صرف بنتِ عمی یا فلانہ یا بنتِ عمی فلانہ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کرلیں تو اس قدر کافی، ورنہ ذکرِ اب وجد یعنی فلانہ بنتِ فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے۔

خلافا للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشہید والامام شمس الائمۃ السرخسی۔

امام خصاف نے اور منتقی میں امام حاکم شہید اور امام شمس الائمہ سرخسی نے اس کے خلاف قول کیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لابد من تمییز المنکوحۃ عند الشاھدین لتنتفی الجھالۃ فان کانت حاضرۃ متنقبۃ کفی الاشارۃ الیھا والاحتیاط کشف وجھھا فان لم یروا شخصھا وسمعوا کلامھا من البیت ان کانت وحدھا فیہ جاز ولو معھا اخری فلالعدم زوال الجھالۃ وان کانت غائبۃ ولم یسمعوا کلامھا بان عقد لھا وکیلھا فان کان الشھود یعرفونھا کفی ذکر اسمھا اذا علموا انہ ارادھا وان لم یعرفوھا لابد من ذکر اسمھا واسم ابیھا وجدھا وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلتہ فقال بحضرتھما زوجت نفسی من موکلتی اومن امرأۃ جعلت امرھا بیدی فانہ یصح عندہ قال قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ وذکر الحاکم الشہید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التتارخانیۃ عن المضمرات ان الاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذھب خلاف ماقالہ الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ مافی ردالمحتار ملخصا۔ (ا۔ ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۲) ←

اگر اُس کے یا اُس کے باپ دادا کے نام میں غلطی بھی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، کہ اشارہ کے بعد اب کسی نام وغیرہ کی ضرورت نہیں اور اشارے کی تعیین کے مقابل کوئی تعیین نہیں۔

دوسری صورت معلوم کرنے کی یہ ہے کہ عورت اور اُس کے باپ اور دادا کے نام لیے جائیں کہ فلانہ بنت فلاں بن فلاں اور اگر صرف اُسی کے نام لینے سے گواہوں کو معلوم ہو جائے کہ فلانی عورت سے نکاح ہوا تو باپ دادا کے نام لینے کی ضرورت نہیں پھر بھی احتیاط اِس میں ہے کہ اُن کے نام بھی لیے جائیں اور اس کی اصلاً ضرورت نہیں کہ اُسے پہچانتے ہوں بلکہ یہ جاننا کافی ہے کہ فلانی اور فلاں کی بیٹی فلاں کی پوتی ہے اور اِس صورت میں اگر اُس کے یا اُس کے باپ دادا کے نام میں غلطی ہوئی تو نکاح نہ ہوا اور ہماری غرض نام لینے سے یہ نہیں کہ ضرور اُس کا نام ہی لیا جائے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ تعیین ہو جائے، خواہ نام کے ذریعہ سے یا یوں کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کی لڑکی اور اگر اُس کی چند لڑکیاں ہوں تو بڑی یا منجھلی (یعنی درمیانی) یا سنجھلی (یعنی تیسری) یا چھوٹی غرض معین ہو جانا ضرور ہے اور چونکہ ہندوستان میں عورتوں کا نام مجمع میں ذکر کرنا معیوب ہے (یعنی بُرا سمجھا جاتا ہے)، لہٰذا یہی پچھلا طریقہ یہاں کے حال کے مناسب ہے۔ (2)

تنبیہ: بعض نکاح خواں کو دیکھا گیا ہے کہ رواج کی وجہ سے نام نہیں لیتے اور نام لینے کو ضروری بھی سمجھتے ہیں، لہٰذا

بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت ولاعلمی نہ رہے، پس اگر مجلس میں نقاب پہن کر حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ چہرہ کھُلا رکھنے میں احتیاط ہے۔ اگر مجلس والے اس عورت کی شخصیت کو نہ دیکھ پائیں اور کمرے میں سے اس کی آواز سن رہے ہوں اگر وہ کمرے میں اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کمرے میں کوئی عورت بھی ہو تو جائز نہیں، کیونکہ لاعلمی باقی ہے۔ اور اگر وہ عورت مجلس میں موجود نہیں اور اس کی آواز بھی سنی نہیں جا سکتی اس کی طرف سے اس کا نکاح وکیل کر رہا ہو تو اگر گواہ اس عورت کو جانتے ہیں تو نکاح میں عورت کا نام ذکر کر دینا کافی ہے جبکہ گواہوں کو علم ہو کہ وکیل کی مراد وہی عورت ہے۔

اور اگر گواہ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو عورت، اس کے والد اور دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور امام خصاف نے نام ذکر کیے بغیر بھی جائز کہا ہے مثلاً ایک عورت نے نکاح کرنے والے کو گواہوں کے سامنے اپنا وکیل بنایا ہو تو اس سے نکاح کرنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے ان گواہوں کی موجودگی میں اپنی مؤکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا یا یوں کہہ دے کہ جس عورت نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے میں نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا، تو اس طرح بھی امام خصاف کے قول پر نکاح صحیح ہوگا، امام قاضی خاں نے فرمایا کہ خصاف کا علم میں بڑا مقام ہے اس کی بات پر عمل جائز ہے۔ اور حاکم شہید نے بھی منتقی میں خصاف جیسا قول کیا ہے اھ قلت اور تتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بحر میں فضولی اور وکیل کی فصل میں یونہی اس کو مذہب میں مختار قرار دیا ہے جو کہ خصاف کے قول کے خلاف ہے اگرچہ خصاف کا بڑا علمی مقام ہے اھ یہاں ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ختم ہوا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر في العلم الخ، ج ۴، ص ۹۸، ۱۰۴، وغیرہ

دولہا کے کان میں چپکے سے لڑکی کا نام ذکر کر دیتے ہیں پھر اُن لفظوں سے ایجاب کرتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی جس کا نام تجھے معلوم ہے، میں نے اپنی وکالت سے تیرے نکاح میں دی۔ اِس صورت میں اگر اُس کی اور لڑکیاں بھی ہیں تو گواہوں کے سامنے تعیین نہ ہوئی، یہاں تک کہ اگر یوں کہا کہ میں نے اپنی موکلہ تیرے نکاح میں دی یا جس عورت نے اپنا اختیار مجھے دے دیا ہے، اُسے تیرے نکاح میں دیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح نہ ہوا۔

مسئلہ ۵۳: ایک شخص کی دو لڑکیاں ہیں اور نکاح پڑھانے والے نے کہا کہ فلاں کی لڑکی تیرے نکاح میں دی، تو اُن میں اگر ایک کا نکاح ہو چکا ہے تو ہو گیا کہ وہ جو باقی ہے وہی مراد ہے۔ (3)

مسئلہ ۵۴: وکیل نے موکلہ کے باپ کے نام میں غلطی کی اور موکلہ کی طرف اشارہ بھی نہ ہو تو نکاح نہیں ہوا۔ یوہیں اگر لڑکی کے نام میں غلطی کرے جب بھی نہ ہوا۔ (4)

مسئلہ ۵۵: کسی کی دو لڑکیاں ہیں، بڑی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اور نام لے دیا چھوٹی کا تو چھوٹی کا نکاح ہوا اور اگر کہا بڑی لڑکی جس کا نام یہ ہے اور نام لیا چھوٹی کا تو کسی کا نہ ہوا۔ (5)

---

(3) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج ۴، ص ۸۷

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۴

(5) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: فی عطف الخاص علی العام، ج ۴، ص ۱۰۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہوگئی نکاح فضولی منعقد ہوگیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں،

عالمگیریہ میں ہے:

لرجل بنتان کبری عائشه وصغری فاطمة اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمة ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمة لاینعقد علی احدهما کذا فی الظهیریة اھ۔

ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں ایک بڑی جس کا نام عائشہ اور دوسری چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے، اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہوگیا، اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح دیا، تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا، ظہیریہ میں ایسے ہے۔ (اھ فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۰)

ولوالجیہ میں ہے:

لاینعقد علی احدهما لانه لیس له ابنة کبری بهذا الاسم ۲ اه ونحوه فی الفتح ۳ عن الخانیه ولاتنفغ ←

مسئلہ ۵۶: لڑکی کے باپ نے لڑکے کے باپ سے صرف اتنے لفظ کہے، کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا، لڑکے کے باپ نے کہا میں نے قبول کیا تو یہ نکاح لڑکے کے باپ سے ہوا اگرچہ پیشتر (پہلے) سے خود لڑکے کی نسبت (یعنی منگنی) وغیرہ ہو چکی ہو اور اگر یوں کہا، میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے لڑکے سے کیا، اُس نے کہا، میں نے قبول کیا تو اب لڑکے سے ہوا، اگرچہ اُس نے یہ نہ کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لیے قبول کی اور اگر پہلی صورت میں یہ کہتا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لیے قبول کی تو لڑکے ہی کا ہوتا۔(6)

مسئلہ ۵۷: لڑکے کے باپ نے کہا تو اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے کر دے، اُس نے کہا میں نے تیرے نکاح میں دی، اس نے کہا میں نے قبول کی تو اسی کا نکاح ہوا، اس کے لڑکے کا نہ ہوا اور ایسا بھی اب نہیں ہوسکتا کہ باپ طلاق دے کر لڑکے سے نکاح کر دے کہ وہ تو ہمیشہ کے لیے لڑکے پر حرام ہوگئی۔(7)

مسئلہ ۵۸: عورت سے اجازت لیں تو اس میں بھی زوج (خاوند) اور اُس کے باپ، دادا کے نام ذکر کر دیں کہ جہالت (یعنی لاعلمی) باقی نہ رہے۔

مسئلہ ۵۹: عورت نے اذن دیا اگر اُس کو دیکھ رہا ہے اور پہچانتا ہے تو اُس کے اذن کا گواہ ہوسکتا ہے۔ یوہیں اگر مکان کے اندر سے آواز آئی اور اس گھر میں وہ تنہا ہے تو بھی شہادت دے سکتا ہے اور اگر تنہا نہیں اور اذن دینے کی آواز آئی تو اگر بعد میں عورت نے کہا کہ میں نے اذن نہیں دیا تھا تو یہ گواہی نہیں دے سکتا کہ اُسی نے اذن دیا تھا مگر واقعی اگر اُس نے اذن دے دیا تھا جب تو پوری طرح سے نکاح ہوگیا، ورنہ نکاح فضولی ہوگا کہ اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔(8) سُنا گیا ہے کہ بعض لڑکیاں اذن دیتے وقت کچھ نہیں بولتیں، دوسری عورتیں ہوں کر دیا کرتی ہیں یہ نہیں چاہیے۔

❁❁❁❁❁

النية فهنا ولا معرفة الشهود بعد صرف اللفظ عن المراد. والله تعالیٰ اعلم

(۲_ ولوالجیہ)(۳_ فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۴)

کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا کیونکہ اس کی بیٹی کی کوئی بڑی بیٹی اس نام کی نہیں ہے اھ اور فتح میں خانیہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہاں نیت اور گواہوں کا فہم کارآمد نہ ہوگا جبکہ اس نے مراد کے خلاف صریح لفظ استعمال کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام، ج ۴، ص ۱۰۴

(7) المرجع السابق، ص ۱۰۵

(8) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم إلخ، ج ۴، ص ۹۸، وغیرہ

ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا

ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا۔ تو اگر دونوں ایک مجلس میں موجود تھے ایک نے ایجاب کیا، دوسرا قبول سے پہلے اُٹھ کھڑا ہو یا کوئی ایسا کام شروع کر دیا، جس سے مجلس بدل جاتی ہے (1) تو ایجاب باطل ہو گیا، اب قبول کرنا بے کار ہے پھر سے ہونا چاہیے۔(2)

مسئلہ ۶۰: مرد نے کہا میں نے فلانی سے نکاح کیا اور وہ وہاں موجود نہ تھی، اُسے خبر پہنچی تو کہا میں نے قبول کیا یا عورت نے کہا میں نے اپنے کو فلاں کی زوجیت میں دیا اور وہ غائب تھا، جب خبر پہنچی تو کہا میں نے قبول کیا تو دونوں صورتوں میں نکاح نہ ہوا۔ اگرچہ جن گواہوں کے سامنے ایجاب ہوا، اُنھیں کے سامنے قبول بھی ہوا ہو۔(3)

مسئلہ ۶۱: اگر ایجاب کے الفاظ خط میں لکھ کر بھیجے اور جس مجلس میں خط اُس کے پاس پہنچا، اُس میں قبول نہ کیا بلکہ دوسری مجلس میں گواہوں کو بلا کر قبول کیا تو ہو جائے گا جب کہ وہ شرطیں پائی جائیں جو اوپر مذکور ہوئیں، جس کے

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نکاح کے لیے فقط مرد و عورت کا ایجاب وقبول چاہئے اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اسی جلسہ میں ایجاب وقبول کو سننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہورہا ہے، بس اسی قدر درکار ہے، اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں،

فی الدر المختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاهدین حرین ا وحر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب بحر اـ اه ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اـ درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۸۶۔۱۸۵)

درمختار میں ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی موجودگی میں جو کہ عاقل بالغ اور حر ہوں اور انھوں نے لڑکے لڑکی کا ایجاب وقبول ایک مجلس میں سنا ہو تو نکاح ہو جایگا بشرطیکہ ان گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو، مذہب یہی ہے، بحر، اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۸۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مثلاً تین لقمے کھانے، تین گھونٹ پینے، تین کلمے بولنے، تین قدم میدان میں چلنے، نکاح یا خرید وفروخت کرنے، لیٹ کر سو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج ۱، ص ۲۶۹

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج ۱، ص ۲۶۹

ہاتھ خط بھیجا مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غیر آزاد، بالغ ہو یا نابالغ، صالح ہو یا فاسق۔(4)

مسئلہ ٦٢: کسی کی معرفت ایجاب کے الفاظ کہلا کر بھیجے، اس پیغام پہنچانے والے نے جس مجلس میں پیغام پہنچایا، اس میں قبول نہ کیا پھر دوسری مجلس میں قاصد نے تقاضا کیا اب قبول کیا تو نکاح نہ ہوا۔(5)

مسئلہ ٦٣: چلتے ہوئے یا جانور پر سوار جا رہے تھے اور ایجاب و قبول ہوا نکاح نہ ہوا۔ کشتی پر جا رہے تھے اور اس حالت میں ہوا تو ہو گیا۔(6)

مسئلہ ٦٤: ایجاب کے بعد فوراً قبول کرنا شرط نہیں جب کہ مجلس نہ بدلی ہو، لہٰذا اگر نکاح پڑھانے والے نے ایجاب کے الفاظ کہے اور دولہا نے سکوت کیا پھر کسی کے کہنے پر قبول کیا تو ہو گیا۔(7)

❀❀❀❀❀

(4) المرجع السابق

(5) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب، ج۴، ص۸۶

(6) المرجع السابق، وغیرہ

(7) المرجع السابق، وغیرہ

ایجاب وقبول میں مخالفت نہ ہو

قبول ایجاب کے مخالف نہ ہو، مثلاً اس نے کہا ہزار روپے مہر پر تیرے نکاح میں دی، اُس نے کہا نکاح تو قبول کیا اور مہر قبول نہیں تو نکاح نہ ہوا۔ اور اگر نکاح قبول کیا اور مہر کی نسبت کچھ نہ کہا تو ہزار پر نکاح ہو گیا۔ (1)

مسئلہ ۶۵: اگر کہا ہزار پر تیرے نکاح میں دی، اُس نے کہا دو ہزار پر میں نے قبول کی یا مرد نے عورت سے کہا ہزار روپے مہر پر میں نے تجھ سے نکاح کیا، عورت نے کہا پانسو مہر پر میں نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا مگر پہلی صورت میں اگر عورت نے بھی اُسی مجلس میں دو ۲ ہزار قبول کیے تو مہر دو ہزار ورنہ ایک ہزار اور دوسری صورت میں مطلقاً پانسو مہر ہے۔ اگر عورت نے ہزار کو کہا، مرد نے پانسو پر قبول کیا تو ظاہر یہ ہے کہ نہیں ہوا، اِس لیے کہ ایجاب کے مخالف ہے۔ (2)

مسئلہ ۶۶: غلام نے بغیر اجازتِ مولیٰ اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور مہر خود اپنے کو کیا اُس کے مولیٰ نے نکاح تو جائز کیا مگر غلام کے مَہر میں ہونے کی اجازت نہ دی تو نکاح ہو گیا اور مہر کی نسبت یہ حکم ہے کہ مہر مثل و قیمت غلام دونوں میں جو کم ہے وہ مَہر ہے غلام بیچ کر مہر ادا کیا جائے۔ (3)

لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا راضی ہونا شرط ہے، (4) ولی کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر اُس کی رضا کے نکاح کر دے۔

کسی زمانۂ آئندہ کی طرف نسبت نہ کی ہو، نہ کسی شرط نامعلوم پر معلق کیا ہو، مثلاً میں نے تجھ سے آئندہ روز میں نکاح کیا یا میں نے نکاح کیا اگر زید آئے ان صورتوں میں نکاح نہ ہوا۔

مسئلہ ۶۷: جب کہ صریح الفاظ (5) نکاح میں استعمال کیے جائیں تو عاقدین اور گواہوں کا ان کے معنی جاننا شرط

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج۱، ص۲۶۹
ورد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب، ج۴، ص۸۷

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج۱، ص۲۶۹
ورد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب، ج۴، ص۸۷

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ الخ، ج۱، ص۲۶۹

(4) اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ جلد 11 صفحہ 203 پر فرماتے ہیں: یعنی اس کی اجازت قول، فعل صریح یا دلالت سے ہو جاتی ہے اگرچہ بطور جبر ہو۔

(5) صریح صرف دو لفظ ہیں (۱) نکاح (۲) تزوج۔ مثلاً عربی میں کہا: زَوَّجتُ نَفْسِی یا اردو میں کہا: میں نے اپنے کو تیری زوجیت یا تیرے نکاح میں دیا

نہیں۔(6)

نکاح کی اضافت (نکاح کی نسبت) کُل کی طرف ہو یا اُن اعضا کی طرف جن کو بول کر کُل مراد لیتے ہیں تو اگر یہ کہا، فلاں کے ہاتھ یا پاؤں یا نصف سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔(7)

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج۴، ص۸۸

محرمات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَرَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾(1)

---

(1) پ ۴، ۵، النساء: ۲۲۔ ۲۴

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیونکہ باپ کی بی بی بمنزلہ ماں کے ہے کہا گیا ہے نکاح سے وطی مراد ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کی موطوءہ یعنی جس سے اس نے صحبت کی ہو خواہ نکاح کرکے یا بطریق زنا یا وہ باندی ہو اس کا وہ مالک ہو کر ان میں سے ہر صورت میں بیٹے کا اس سے نکاح حرام ہے۔

(مزید یہ کہ)

اب اس کے بعد جس قدر عورتیں حرام ہیں ان کا بیان فرمایا جاتا ہے ان میں سات تو نسب سے حرام ہیں۔

(مزید یہ کہ)

اور ہر عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعہ سے نسب رجوع کرتا ہو یعنی دادیاں و نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔

(مزید یہ کہ)

پوتیاں اور نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔

(مزید یہ کہ)

دودھ کے رشتے شیر خواری کی مدت میں قلیل دودھ پیا جائے یا کثیر اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے شیر خواری کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیس ماہ اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہیں شیر خواری کی مدت کے بعد دودھ پیا جائے اس سے ←

اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو، جن سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر چکا، بیشک یہ بے حیائی اور

حرمت متعلق نہیں ہوتی اللہ نے رضاعت (شیر خواری) کو نسب کے قائم مقام کیا ہے اور دودھ پلانے والی کو شیر خوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیر خوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلائی کا شوہر شیر خوار کا باپ اور اس کا باپ شیر خوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلائی کے سوا اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ وہ قبل شیر خواری کے پیدا ہوا یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں اور دودھ پلائی کی ماں شیر خوار کی نانی اور اُس کی بہن اُس کی خالہ اور اُس شوہر سے اُس کے جو بچے پیدا ہوں وہ شیر خوار کے رضاعی بھائی بہن اور اُس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے جو ہوں وہ اس کی سوتیلے بھائی بہن اس میں اصل یہ حدیث ہے کہ رضاع سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں اس لئے شیر خوار پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے نسبی و رضاعی اصول و فروع سب حرام ہیں۔

(مزید یہ کہ)

یہاں سے محرمات بالصہر یۃ کا بیان ہے وہ تین ذکر فرمائی گئیں۔(۱) بیبیوں کی مائیں، بیبیوں کی بیٹیاں اور بیٹوں کی بیبیاں بیبیوں کی مائیں صرف عقد نکاح سے حرام ہوجاتی ہیں خواہ وہ بیبیاں مدخولہ ہوں یا غیر مدخولہ (یعنی ان سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو)

(مزید یہ کہ)

ان کی ماؤں سے طلاق یا موت وغیرہ کے ذریعہ سے قبل صُحبت جُدائی ہونے کی صورت میں اُن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

(مزید یہ کہ)

اس سے مُتبنّٰی نکل گئے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور رضاعی بیٹے کی بی بی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبی کے حکم میں ہے اور پوتے پر پوتے بیٹوں میں داخل ہیں۔

(مزید یہ کہ)

یہ بھی حرام ہے خواہ دونوں بہنوں کو نکاح میں جمع کیا جائے یا ملک یمین کے ذریعے سے وطی میں اور حدیث شریف میں پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کا نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا اور ضابطہ یہ کہ نکاح میں ہر ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ہر ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری اس کے لئے حلال نہ ہو جیسے کہ پھوپھی بھتیجی اگر پھوپھی کو مرد فرض کیا جائے تو چچا ہوا بھتیجی اس پر حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجا ہوا پھوپھی اس پر حرام ہے حرمت دونوں طرف ہے اگر ایک طرف سے ہو تو جمع حرام نہ ہوگی جیسے کہ عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی ان دونوں کو جمع کرنا حلال ہے کیونکہ شوہر کی لڑکی کو مرد فرض کیا جائے تو اس کے لئے باپ کی بیوی تو حرام رہتی ہے۔ مگر دوسری طرف سے یہ بات نہیں ہے یعنی شوہر کی بی بی کو اگر مرد فرض کیا جائے تو یہ اجنبی ہوگا اور کوئی رشتہ ہی نہ رہے گا۔

(مزید یہ کہ)

نکاح سے یا ملک یمین سے اس آیت سے کئی مسئلے ثابت ہوئے مسئلہ نکاح میں مہر ضروری ہے مسئلہ: اگر مہر معین نہ کیا ہو جب بھی واجب ہوتا ہے مسئلہ: مہر مال ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت و تعلیم وغیرہ جو چیزیں مال نہیں ہیں مسئلہ اتنا قلیل جس کو مال نہ کہا جائے مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا حضرت جابر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مہر کی ادنیٰ مقدار دس درم ہیں اس سے کم نہیں ہوسکتا۔

←

غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ ۔ تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور دُودھ کی بہنیں اور تمھاری عورتوں کی مائیں اور اُن کی بیٹیاں جو تمھاری گود میں ہیں، اُن بیبیوں سے جن سے تم جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے اُن سے جماع نہ کیا ہو تو اُن کی بیٹیوں میں گناہ نہیں اور تمھارے نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا مگر جو ہو چکا۔ بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے اور حرام ہیں شوہر والی عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمھاری مِلک میں آجائیں، یہ اللہ (عزوجل) کا نوشتہ ہے اور ان کے سوا جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو پارسائی چاہتے، نہ زنا کرتے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾﴾ (2)

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں، بیشک مسلمان باندی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ تمھیں یہ بھلی معلوم ہوتی ہو اور مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں، بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے، اگرچہ تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہو، یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ (عزوجل) بلاتا ہے جنت و مغفرت کی طرف اپنے حکم

(مزید یہ کہ)

اس سے حرام کاری مراد ہے اور اِس تعبیر میں تنبیہ ہے کہ زانی محض شہوت رانی کرتا اور مستی نکالتا ہے اور اس کا فعل غرضِ صحیح اور مقصدِ حسن سے خالی ہوتا ہے نہ اولاد حاصل کرنا نہ نسل ونسب محفوظ رکھنا نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا ان میں سے کوئی بات اس کو مدنظر نہیں ہوتی وہ اپنے نطفۂ و مال کو ضائع کر کے دین و دنیا کے خسارہ میں گرفتار ہوتا ہے۔

(2) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۱

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت مرثد غنوی ایک بہادر شخص تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تاکہ وہاں سے تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو نکال لائیں وہاں عناق نامی ایک مشرکہ عورت تھی جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ محبت رکھتی تھی حسین اور مالدار تھی جب اس کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئی اور طالب وصال ہوئی آپ نے بخوف الٰہی اس سے اعراض کیا اور فرمایا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا تب اس نے نکاح کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے اپنے کام سے فارغ ہو کر جب آپ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کر کے نکاح کی بابت دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر احمدی) بعض علماء نے فرمایا جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کرے وہ مشرک ہے خواہ اللہ کو واحد ہی کہتا ہو اور توحید کا مدعی ہو (خازن)

سے اور لوگوں کے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت مانیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورت اور اُس کی پھوپی کو جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اُس کی خالہ کو۔(3)

حدیث ۲: ابو داود و ترمذی و دارمی و نسائی کی روایت انھیں سے ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس سے منع فرمایا کہ پھوپی کے نکاح میں ہوتے اُس کی بھتیجی سے نکاح کیا جائے یا بھتیجی کے ہوتے اُس کی پھوپی سے یا خالہ کے ہوتے اُس کی بھانجی سے یا بھانجی کے ہوتے اُس کی خالہ سے۔(4)

حدیث ۳: امام بخاری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورتیں ولادت (نسب) سے حرام ہیں، وہ رضاعت سے حرام ہیں۔(5)

---

(3) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ ...إلخ، الحدیث: ۳۳۔۳۳(۱۴۰۸)، ص ۷۳۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایسی عورتوں کو نہ تو نکاح میں جمع کرو، نہ صحبت میں، لہذا پھوپھی، بھتیجی وغیرہ ایک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں، اور اگر یہ دونوں ایک شخص کی لونڈیاں ہوں، تو مولی ان دونوں سے صحبت نہیں کر سکتا۔

۲۔ حرمت جمع کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جو بھی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو دیکھو خالہ بھانجی، اگر خالہ مرد ہوتی تو ماموں ہوتی بھانجی اس پر حرام ہوتی، اگر بھانجی مرد ہوتی تو بھانجہ ہوتی خالہ اس پر حرام ہوتی لہذا ماں اور سوتیلی بیٹی کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں اگر بیٹی لڑکا ہوتی تو یہ سوتیلی ماں اس پر حرام ہوتی لیکن اگر ماں مرد ہوتی تو اس پر یہ لڑکی حرام نہ ہوتی لہذا حرمت ایک طرف سے ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۸۱)

(4) جامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ماجاء لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ...إلخ، الحدیث: ۱۱۲۹، ج ۲، ص ۳۶۷

(5) صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب ما یحل من الدخول والنظر إلی النساء في الرضاع، الحدیث: ۵۲۳۹، ج ۳، ص ۴۶۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ دودھ پینے والے بچے پر دائی کے تمام وہ اہل قرابت حرام ہیں جو اپنے نسب سے حرام ہوتے ہیں دائی کا خاوند بیٹا، دیور، جیٹھ، بھائی وغیرہ مگر شیر خوار بچے کی اولاد و بیوی اس طرف والوں پر حرام ہوگی، رضاعت رضع سے بنا بمعنی پستان چوسنا۔ خیال رہے کہ دودھ کے رشتہ سے حرمت تو آئے گی مگر اس رشتہ سے میراث نہ ملے گی نیز اس رشتہ کی وجہ سے پردہ لازم نہ ہوگا اس کے ساتھ سفر و خلوت جائز ہوگا۔ لطیفہ۔ امام بخاری نے غلطی سے بکری و گائے کے دودھ سے حرمت رضاعت کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر تمام علماء ان کے مخالف ہو گئے اور آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا (فتح القدیر و مرقات)

۲۔ یہ حدیث مسلم و ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی روایت کی لہذا اسے متفق علیہ کہنا چاہیے تھا۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۸۲)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے اُنھیں حرام کردیا جنھیں نسب سے حرام فرمایا۔(6)

❁❁❁❁❁

(6) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم ابنۃ الاخ من الرضاعۃ، الحدیث: ۱۱و۱۳۔(۱۴۴۶)، ص۷۶۱
ومشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب المحرمات، الحدیث ۳۱۶۳، ج۲، ص۲۱۷

مسائلِ فقہیہ

محرمات وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے اور حرام ہونے کے چند سبب ہیں، لہٰذا اس بیان کو نو قسم پر منقسم (یعنی تقسیم) کیا جاتا ہے:

قسم اوّل نسب: اس قسم میں سات ۷ عورتیں ہیں:

1- ماں، 2- بیٹی، 3- بہن، 4- پھوپی، 5- خالہ، 6- بھتیجی، 7- بھانجی۔ (1)

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا): حرمت علیکم امھاتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخالتکم وبنت الاخ وبنت الاخت ا۔

تم پر تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔ (ا۔ القرآن الکریم ۴/ ۲۳)

اس آیہ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی، نواسی بھی اسی حکم میں داخل، اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی، لقولہ تعالیٰ: واحل لکم ماوراء ذٰلکم ۲۔ (تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال قرار دی گئی ہیں، ت) (۲۔ القرآن الکریم ۴/ ۲۴)

لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا،

معالم التنزیل میں ہے: یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن ۳۔

ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔

(۳۔ معالم التنزیل حرمت علیکم امھتکم الخ کے تحت مصطفی البابی مصر ا/ ۵۰۱)

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکر فھی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام ا۔ اھ ملتقطا۔

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف

....

بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطا

(۱ـ تفسیر کبیر تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم مطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/۲۹ـ۲۸)

تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی ۲ـ

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔

(۲ـ تفسیر بیضاد تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۳)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنت الاخ وبنت الاخت وتدخل فیهن اولادهن ۳ـ

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (۳ـ تفسیر جلالین تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم اصح المطابع دہلی ص ۸۷۳)

فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارة بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل ۴ـ

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہو شامل ہے۔

(۴ـ فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۰)

ملتقی الابحر میں ہے:

تحرم علی الرجل اختہ وبنتہا وبنت اخیہ وان سفلتا ۱ـ

مرد پر اس کی بہن اور اس کی بھانجی اور بھتیجی اور ان کی اولاد نیچے تک حرام ہے۔ (۱ـ ملتقی الابحر باب المحرمات موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۳۹)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ اصلہ القریب ۲ـ

مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب (باپ اور ماں) کے فروع حرام ہیں۔

(۲ـ النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲)

شرح وقایہ میں ہے:

وبنات الاخوة والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع هؤلاء ۳ـ

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں۔ (۳ـ شرح وقایہ المحرمات من النساء مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱)

اصلاح میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعھا وفرع اخیہ ۴؎

مرد پر اس کے اصول وفروع اور اس کی بہن اور بھائیوں کی اولاد حرام ہے۔ (۴؎ اصلاح)

درر میں ہے:

واختہ وبنتھا وان سفلت ۵؎

بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ہیں۔ (۵؎ درر الحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/۳۰-۳۲۹)

فتح القدیر میں ہے:

تدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن ۶؎

بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی بیٹیاں بھی نیچے تک داخل ہیں۔ (۶؎ فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۱۸)

اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے:

وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھن محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ علی التابید ۱؎

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک محرمات ہیں جن سے نکاح، وطی اور اس کے دواعی کی ابدی حرمت کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے۔

(۱؎ الاختیار لتعلیل المختار فصل فی المحرمات دار فراس للنشر والتوزیع بیروت ۳/۸۵)

فتاوٰی قاضی خان وغیرہا میں ہے:

وبنات الاخوات وان سفلن ۲؎

بھانجیاں نیچے تک۔ (۲؎ فتاوٰی قاضی خاں باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۵)

محیط سرخسی وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن ۳؎

یونہی بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک۔ (۳؎ فتاوٰی ہندیہ القسم الاول بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳)

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

المحرمات علی التابید بالنسب الامھات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت ۴؎ (۴؎ انوار الاعمال الابرار)

نسبی طور پر ابدی محرمات مائیں اوپر تک، بیٹیاں نیچے تک، بھانجیاں اور بھتیجیاں نیچے تک ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۰۶-۴۱۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حرمتِ نسب

مسئلہ ۱: دادی، نانی، پردادی، پرنانی اگرچہ کتنی ہی اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں میں داخل ہیں کہ یہ باپ یا ماں یا دادا، دادی، نانا، نانی کی مائیں ہیں کہ ماں سے مراد وہ عورت ہے، جس کی اولاد میں یہ ہے بلاواسطہ یا بواسطہ۔(1)

مسئلہ ۲: بیٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں۔لہٰذا پوتی، پرپوتی، نواسی، پرنواسی اگرچہ درمیان میں کتنی ہی پشتوں کا فاصلہ ہو سب حرام ہیں۔

مسئلہ ۳: بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔

مسئلہ ۴: باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہم اصول کی پھوپیاں یا خالائیں اپنی پھوپی اور خالہ کے حکم میں ہیں۔خواہ یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔یوہیں حقیقی یا علاتی پھوپی کی پھوپی یا حقیقی یا اخیافی خالہ کی خالہ۔

مسئلہ ۵: بھتیجی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔

مسئلہ ۶: زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھتیجی، بھانجی بھی محرمات میں ہیں۔

مسئلہ ۷: جس عورت سے اس کے شوہر نے لعان کیا اگرچہ اس کی لڑکی اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگی مگر پھر بھی اس شخص پر وہ لڑکی حرام ہے۔(2)

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں،

ایک وہ کہ یہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں، دادی، نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔

دوسری وہ جو اس کی اولاد ہیں، جیسے بیٹی، پوتی، نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔

تیسری وہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن، بھانجی، بھتیجی اور ان کی اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دور ہوں۔

چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا، دادی، نانا، نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں ان کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپھی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپھی خالہ، ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپھی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی، واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۰۶۔۴۱۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۰۹

حرمتِ مصاہرت

قسم دوم مصاہرت: 1- زوجۂ موطوءہ (یعنی وہ بیوی جس سے صحبت کی گئی ہو) کی لڑکیاں، 2- زوجہ کی ماں، دادیاں، نانیاں، 3- باپ، دادا وغیرہما اصول کی بیبیاں، 4- بیٹے پوتے وغیرہما فروع کی بیبیاں۔

مسئلہ ۸: جس عورت سے نکاح کیا اور وطی نہ کی تھی کہ جدائی ہوگئی اُس کی لڑکی اس پر حرام نہیں، نیز حرمت اس صورت میں ہے کہ وہ عورت مشتہاۃ ہو، اس لڑکی کا اس کی پرورش میں ہونا ضروری نہیں اور خلوتِ صحیحہ(1) بھی وطی ہی کے حکم میں ہے یعنی اگر خلوتِ صحیحہ عورت کے ساتھ ہوگئی، اس کی لڑکی حرام ہوگئی اگرچہ وطی نہ کی ہو۔(2)

مسئلہ ۹: نکاح فاسد سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، جب تک وطی نہ ہو لہٰذا اگر کسی عورت سے نکاح فاسد کیا تو عورت کی ماں اس پر حرام نہیں اور جب وطی ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی کہ وطی سے مطلقاً حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ خواہ وطی حلال ہو یا شبہہ و زنا سے، مثلاً بیع فاسد سے خریدی ہوئی کنیز سے یا کنیزِ مشترک(3) یا مکاتبہ یا جس عورت سے ظہار کیا یا مجوسیہ باندی یا اپنی زوجہ سے، حیض و نفاس میں یا احرام و روزہ میں غرض کسی طور پر وطی ہو، حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی لہٰذا جس عورت سے زنا کیا، اس کی ماں اور لڑکیاں اس پر حرام ہیں۔ یوہیں وہ عورت زانیہ اس شخص کے باپ، دادا اور بیٹوں پر حرام ہو جاتی ہے۔(4)

مسئلہ ۱۰: حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے، یوہیں بشہوت (شہوت کے ساتھ) چھونے اور بوسہ لینے اور فرج داخل (شرمگاہ کا اندرونی حصہ) کی طرف نظر کرنے اور گلے لگانے اور دانت سے کاٹنے اور مباشرت، یہاں تک کہ سر پر جو بال ہوں اُنھیں چھونے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے اگرچہ کوئی کپڑا بھی حائل ہو (درمیان میں

(1) خلوتِ صحیحہ: یعنی میاں بیوی کا اس طرح تنہا ہونا کہ جماع سے کوئی مانع شرعی یا طبعی یا حسی نہ ہو۔ مانع حسی سے مراد زوجین سے کوئی ایسی بیماری میں ہو کہ صحبت نہیں کر سکتا ہو۔ مانع طبعی شوہر اور عورت کے درمیان کسی تیسرے کا ہونا۔ اور مانع شرعی کی مثال عورت کا حیض یا نفاس کی حالت میں ہونا یا نماز فرض میں ہونا۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

(2) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۰

(3) ایسی کنیز جس کے مالک دو یا زیادہ ہوں۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم الثاني، ج ۱، ص ۲۷۴
ودرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۳

آڑ ہو) مگر جب اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ گرمی محسوس نہ ہو۔ یوہیں بوسہ لینے میں بھی اگر باریک نقاب حائل ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ خواہ یہ باتیں جائز طور پر ہوں، مثلاً منکوحہ کنیز ہے یا ناجائز طور پر۔ جو بال سر سے لٹک رہے ہوں انھیں بشہوت چھوا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوئی۔(5)

مسئلہ ۱۱: فرجِ داخل کی طرف نظر کرنے کی صورت میں اگر شیشہ درمیان میں ہو یا عورت پانی میں تھی اس کی نظر وہاں تک پہنچی جب بھی حرمت ثابت ہوگئی، البتہ آئینہ یا پانی میں عکس دکھائی دیا تو حرمت مصاہرت نہیں۔(6)

مسئلہ ۱۲: چھونے اور نظر کے وقت شہوت نہ تھی بعد کو پیدا ہوئی یعنی جب ہاتھ لگایا اُس وقت نہ تھی، ہاتھ جدا کرنے کے بعد ہوئی تو اس سے حرمت نہیں ثابت ہوتی۔ اس مقام پر شہوت کے معنی یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے انتشار آلہ ہو جائے اور اگر پہلے سے انتشار موجود تھا تو اب زیادہ ہو جائے یہ جوان کے لیے ہے۔ بوڑھے اور عورت کے لیے شہوت کی حد یہ ہے کہ دل میں حرکت پیدا ہو اور پہلے سے ہو تو زیادہ ہو جائے، محض میلان نفس کا نام شہوت نہیں۔(7)

مسئلہ ۱۳: نظر اور چھونے میں حرمت جب ثابت ہوگی کہ انزال (یعنی منی کا نکلنا) نہ ہو اور انزال ہو گیا تو حرمت

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۴
ودرالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۴، وغیرہ

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۴
والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۴
اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کہ جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شیئ کی صورت منطبع ہوتی ہے او شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ اقول ہمارے ائمہ فقہا کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رؤیت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وہ میلان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور جب عورت پانی سے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی، اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی، جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے ___ تو یہ فقہاء اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رؤیت دونوں صورت میں قرار پاتی، اسے یاد رکھنا چاہئے اس لیے کہ اس پر تنبیہ میں نے کہیں نہ دیکھی ___ پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے ۱۲ منہ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۸۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۵

مصاہرت نہ ہوگی۔(8)

مسئلہ ۱۴: عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو چھوا یا بوسہ لیا یا اس کے آلہ کی طرف نظر کی تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی۔(9)

مسئلہ ۱۵: حرمت مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو، نیز یہ کہ زندہ ہو تو اگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی یا مردہ عورت کو بشہوت چھوا یا بوسہ لیا تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔(10)

مسئلہ ۱۶: عورت سے جماع کیا مگر دخول نہ ہوا تو حرمت ثابت نہ ہوئی، ہاں اگر اس کو حمل رہ جائے تو حرمت مصاہرت ہوگئی۔(11) بوڑھیا عورت کے ساتھ یہ افعال واقع ہوئے یا اس نے کیے تو مصاہرت ہوگئی، اس کی لڑکی اس شخص پر حرام ہوگئی نیز وہ اس کے باپ، دادا پر۔(12)

---

(8) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۵

(9) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۴۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۴

(10) حرمت مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے،

ھذا اذا کانت حیۃ مشتھاۃ اما غیرھا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ (فلا) تثبت الحرمۃ بھا اصلا. درمختار اے

(اے درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸)

حرمت مصاہرت تب ہوگی جب عورت زندہ اور شہوت والی ہو، لیکن اگر مردہ ہو یا صغیرہ غیر شہوت والی ہو تو حرمت مصاہرت ہرگز ثابت نہ ہوگی۔ درمختار۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے اور

وجود الشھوۃ من احدھما یکفی ۳ے (۳ے ذخیرۃ العقبی حاشیۃ شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۷۹)

(دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی ہے۔ ت) کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہو جائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس بشہوۃ کیا کہ اسے اطلاع بھی نہ ہوئی تو حرمت ہوگئی کہ وجود من احدھما کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد۱۱، ص۳۴۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۴

(12) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۷

مسئلہ ۱۷: وطی سے مصاہرت میں یہ شرط ہے کہ آگے کے مقام میں ہو، اگر پیچھے میں ہوئی مصاہرت نہ ہوگی۔(13)

مسئلہ ۱۸: اغلام (پیچھے کے مقام میں وطی کرنا) سے مصاہرت نہیں ثابت ہوتی۔(14)

مسئلہ ۱۹: مراہق یعنی وہ لڑکا کہ ہنوز (یعنی ابھی تک) بالغ نہ ہوا مگر اس کے ہم عمر بالغ ہو گئے ہوں، اس کی مقدار بارہ برس کی عمر ہے، اس نے اگر وطی کی یا شہوت کے ساتھ چھوا یا بوسہ لیا تو مصاہرت ہوگئی۔(15)

مسئلہ ۲۰: یہ افعال قصداً (یعنی جان بوجھ کر) ہوں یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہرحال مصاہرت ثابت ہو جائے گی، مثلاً اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا، غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی (16) پر ہاتھ پڑ گیا، اس کی ماں ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی۔ یوہیں اگر عورت نے شوہر کو اٹھانا چاہا اور شہوت کے ساتھ ہاتھ لڑکے پر پڑ گیا، جو مراہق تھا ہمیشہ کو اپنے اس شوہر پر حرام ہوگئی۔(17)

---

(13) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷

(14) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷

(15) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

لو جامع غیر مراھق زوجۃ ابیہ لم تحرم ۲؎ فتح۔

اگر غیر مراہق نے اپنے باپ کی زوجہ سے جماع کیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ فتح (۲؎ درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸)

ردالمحتار میں ہے:

لابد فی کل منھما من سن المراھقۃ واقلہ للانثی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذلک اقل مدۃ یمکن فیھا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق مامر ان العلۃ ھی الوطء الذی یکون سببا للولد والمس الذی یکون سبباً لھذا الوطء ولا یخفی ان غیر المراھق منھما لایتأتی منہ الولد ۱؎۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱؎ ردالمحتار باب فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۲)

مرد وعورت دونوں کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کم از کم مراہق کی عمر میں ہوں، اور مراہق کی عمر لڑکی کے لیے کم از کم نو سال اور لڑکے کے لیے بارہ سال، کیونکہ یہ وہ کم از کم عمر ہے جس میں بلوغ ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے لڑکے کے بلوغ کے متعلق تصریح فرمائی ہے اور یہ بیان گزشتہ اس بیان کے موافق ہے کہ حرمت مصاہرہ کی علت وہ وطی ہے جو بچے کا سبب بن سکے اور وہ مس جو اس وطی کا سبب بن سکے، اور یہ ظاہر ہے کہ مراہق سے کم عمر والے کی وطی بچے کا سبب نہیں ہوتی، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) قابل شہوت لڑکی یعنی جس کی عمر نو سال سے کم نہ ہو۔

(17) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۸

مسئلہ ۲۱: موںھ (منہ یعنی لب) کا بوسہ لیا تو مطلقاً حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی اگرچہ کہتا ہو کہ شہوت سے نہ تھا۔ یوہیں اگر انتشار آلہ تھا تو مطلقاً کسی جگہ کا بوسہ لیا حرمت ہوجائے گی اور اگر انتشار نہ تھا اور رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا موںھ کے علاوہ کسی اور جگہ کا بوسہ لیا اور کہتا ہے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا۔ یوہیں انتشار کی حالت میں گلے لگانا بھی حرمت ثابت کرتا ہے اگرچہ شہوت کا انکار کرے۔(18)

مسئلہ ۲۲: چٹکی لینے(19)، دانت کاٹنے کا بھی یہی حکم ہے کہ شہوت سے ہوں تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔ عورت کی شرمگاہ کو چھوا یا پستان کو اور کہتا ہے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا قول معتبر نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۳: نظر سے حرمت ثابت ہونے کے لیے نظر کرنے والے میں شہوت پائی جانا ضرور ہے اور بوسہ لینے، گلے لگانے، چھونے وغیرہ میں ان دونوں میں سے ایک کو شہوت ہوجانا کافی ہے اگرچہ دوسرے کو نہ ہو۔(21)

مسئلہ ۲۴: مجنون اور نشہ والے سے یہ افعال ہوئے یا ان کے ساتھ کیے گئے، جب بھی وہی حکم ہے کہ اور شرطیں پائی جائیں تو حرمت ہوجائے گی۔(22)

مسئلہ ۲۵: کسی سے پوچھا گیا تو نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا، جماع کیا۔ حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی، اب اگر کہے میں نے جھوٹ کہہ دیا تھا نہیں مانا جائے گا بلکہ اگرچہ مذاق میں کہہ دیا ہو جب بھی یہی حکم ہے۔(23)

---

(18) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۸

(19) ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی سے دبانا یا نوچ لینے۔

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۶

والدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۱۹۔۱۲۱

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۲۰

(22) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۲۰

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني، ج۱، ص۲۷۶، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہزل ومزاح ہی میں کہہ دیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا، حرمت مصاہرت ثابت کردیں گے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے،

محیط ہندیہ وخلاصہ وبحرالرائق وجامع الرموز ومجموعہ النقروی ودرمختار وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے:

والنظم للدر فی الخلاصة قیل له مافعلت بام امرأتك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولوھا

←

زلا ۲ اھ

مسئلہ ۲۶: حرمت مصاہرت مثلاً شہوت سے بوسہ لینے یا چھونے یا نظر کرنے کا اقرار کیا، تو حرمت ثابت ہوگئی اور اگر یہ کہے کہ اس عورت کے ساتھ نکاح سے پہلے اس کی ماں سے جماع کیا تھا جب بھی یہی حکم رہے گا۔ مگر عورت کا مہر اس سے باطل نہ ہوگا وہ بدستور واجب۔ (24)

مسئلہ ۲۷: کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لڑکے نے عورت کی لڑکی سے کیا، جو دوسرے شوہر سے ہے تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر لڑکے نے عورت کی ماں سے نکاح کیا جب بھی یہی حکم ہے۔ (25)

مسئلہ ۲۸: عورت نے دعویٰ کیا کہ مرد نے اس کے اصول یا فروع کو بشہوت چھوا یا بوسہ لیا یا کوئی اور بات کی ہے، جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور مرد نے انکار کیا تو قول مرد کا لیا جائے گا یعنی جبکہ عورت گواہ نہ پیش

در کی عبارت ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنی ساس سے کیا کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا، تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی اور اب اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں جھوٹ بولا تھا، تو بھی نہیں مانا جائے گا اھ (۲؎ درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸) (۲؎ ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹)

خلاصہ وبحر والفتاوی وغیرہا میں ہے:

والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاهرۃ ۳؎

حرمت مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔ (۳؎ خلاصۃ الفتاوی الفصل الثالث فی حرمۃ المصاهرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۱۰)

یونہی اگر عورت سے بشرط دوشیزگی نکاح کیا تو وقت ارادہ جماع غیر دوشیزہ پایا، عورت نے کہا تیرے باپ نے ازالہ کیا اس نے تصدیق کردی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی،

ظہیریہ وہندیہ وشمنی ودرمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للدر تزوج بکرا فوجدها ثیبا (ولفظ الاولین تزوج امرأۃ علی انها عذراء فلما اراد وقاعها وجدها قد افتضت) وقالت ابوک فضنی ان صدقها بانت بلامهر والالا، شمنی ۱؎۔

(۱؎ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸)

در کے الفاظ میں ہے کہ باکرہ سے نکاح کیا تو اس کو ثیبہ پایا، اور پہلی دونوں کتب کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت سے باکرہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو جماع کے وقت اس کی بکارت ٹوٹی ہوئی پائی، اور عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے میری بکارت توڑی (یعنی دخول کیا) تو اگر اس نے بیوی کی بات کو سچ تسلیم کرلیا تو بیوی کا نکاح ختم ہوجائے گا اور مہر نہ ہوگا ورنہ نکاح ختم نہ ہوگا، شمنی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۳۵۔۳۳۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۲

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی، ج ۱، ص ۲۷۷

کر سکے۔(26)

❁❁❁❁❁

(26) الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۱

قسم سوم: جمع بین المحارم

مسئلہ ۲۹: وہ دوعورتیں کہ اُن میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لیے حرام ہو (مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کرو تو بھائی، بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپی، بھتیجی کہ پھوپی کو مرد فرض کرو تو چچا، بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے ،خالہ کا رشتہ ہوا) ایسی دو ۲ عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کرسکتا بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدّت نہ گزر لے، دوسری سے نکاح نہیں کرسکتا بلکہ اگر ایک باندی ہے اور اُس سے وطی کی تو دوسری سے نکاح نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر دونوں باندیاں ہیں اور ایک سے وطی کر لی تو دوسری سے وطی نہیں کرسکتا۔(1)

مسئلہ ۳۰: ایسی دوعورتیں جن میں اس قسم کا رشتہ ہو جو اوپر مذکور ہوا وہ نسب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دودھ کے ایسے رشتے ہوں جب بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے، مثلاً عورت اور اس کی رضاعی بہن یا خالہ یا پھوپی۔(2)

مسئلہ ۳۱: دوعورتوں میں اگر ایسا رشتہ پایا جائے کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لیے حرام ہو اور دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو ۲ عورتوں کے جمع کرنے میں حرج نہیں، مثلاً عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اس پر حرام ہوگی، کہ اس کی سوتیلی ماں ہوئی اور عورت کو مرد فرض کریں تو لڑکی سے کوئی رشتہ پیدا نہ ہوگا یوہیں عورت اور اس کی بہو۔(3)

---

(1) المرجع السابق، ص ۱۲۲

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

حرمت جمع کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دوعورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جو بھی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو دیکھو خالہ بھانجی، اگر خالہ مرد ہوتی تو ماموں ہوتی بھانجی اس پر حرام ہوتی، اگر بھانجی مرد ہوتی تو بھانجہ ہوتی خالہ اس پر حرام ہوتی لہذا ماں اور سوتیلی بیٹی کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں اگر بیٹی لڑکا ہوتی تو یہ سوتیلی ماں اس پر حرام ہوتی لیکن اگر ماں مرد ہوتی تو اس پر یہ لڑکی حرام نہ ہوتی لہذا حرمت ایک طرف سے ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۸۱)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثالث، ج ۱، ص ۲۷۷

(3) الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دوعورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں

مسئلہ ۳۲: باندی سے وطی کی پھر اس کی بہن سے نکاح کیا، تو یہ نکاح صحیح ہو گیا مگر اب دونوں میں سے کسی سے وطی نہیں کر سکتا، جب تک ایک کو اپنے اوپر کسی ذریعہ سے حرام نہ کرلے، مثلاً منکوحہ کو طلاق دیدے یا وہ خلع کرالے اور دونوں صورتوں میں عدت گزر جائے یا باندی کو بیچ ڈالے یا آزاد کر دے، خواہ پوری بیچی یا آزاد کی یا اُس کا کوئی حصہ نصف وغیرہ یا اس کو ہبہ کر دے اور قبضہ بھی دلا دے یا اُسے مکاتبہ کر دے یا اُس کا کسی سے نکاح صحیح کر دے اور اگر نکاح فاسد کر دیا تو اس کی بہن یعنی منکوحہ سے وطی نہیں ہو سکتی مگر جبکہ نکاحِ فاسد میں اس کے شوہر نے وطی بھی کر لی تو چونکہ اب اس کی عدت واجب ہوگی، لہٰذا مالک کے لیے حرام ہوگئی اور منکوحہ سے وطی جائز ہوگئی اور بیع (خرید وفروخت) وغیرہ کی صورت میں اگر وہ پھر اس کی مِلک میں واپس آئی، مثلاً بیع فسخ ہوگئی یا اس نے پھر خرید لی تو اب پھر بدستور دونوں سے وطی حرام ہو جائے گی، جب تک پھر سببِ حرمت (حرام ہونے کا سبب) نہ پایا جائے۔ باندی کے احرام و روزہ وحیض ونفاس ورہن واجارہ سے منکوحہ حلال نہ ہوگی اور اگر باندی سے وطی نہ کی ہو تو اس منکوحہ سے مطلقاً وطی جائز ہے۔(4)

مسئلہ ۳۳: مقدماتِ وطی مثلاً شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا چھوا یا اس باندی نے اپنے مولیٰ کو شہوت کے ساتھ چھوا یا بوسہ لیا تو یہ بھی وطی کے حکم میں ہیں، کہ ان افعال کے بعد اگر اس کی بہن سے نکاح کیا تو کسی سے جماع جائز نہیں۔(5)

مسئلہ ۳۴: ایسی دو ۲ عورتیں جن کو جمع کرنا حرام ہے اگر دونوں سے بیک عقد(6) نکاح کیا تو کسی سے نکاح نہ ہوا، فرض ہے کہ دونوں کو فوراً جدا کر دے اور دخول نہ ہوا ہو تو مہر بھی واجب نہ ہوا اور دخول ہوا ہو تو مہرِ مثل اور بندھے ہوئے مہر میں جو کم ہو وہ دیا جائے، اگر دونوں کے ساتھ دخول کیا تو دونوں کو دیا جائے اور ایک کے ساتھ کیا تو ایک کو۔(7)

خواہ مختلف اوقات میں۔ جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہوں گی اور اگر ایک کو مرد فرض کئے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں، بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۳۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۵

(5) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۶

(6) یعنی ایک ہی ایجاب وقبول کے ساتھ۔

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۲۶

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثالث، ج ۱، ص ۲۷۷

مسئلہ ۳۵: اگر دونوں سے دوعقد کے ساتھ نکاح کیا تو پہلی سے نکاح ہوا اور دوسری کا نکاح باطل، لہٰذا پہلی سے وطی جائز ہے مگر جبکہ دوسری سے وطی کر لی تو اب جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے پہلی سے بھی وطی حرام ہے۔ پھر اس صورت میں اگر یہ یاد نہ رہا کہ پہلے کس سے ہوا تو شوہر پر فرض ہے کہ دونوں کو جدا کر دے اور اگر وہ خود جدا نہ کرے تو قاضی پر فرض ہے کہ تفریق (جدائی) کر دے اور یہ تفریق طلاق شمار کی جائے گی پھر اگر دخول سے پیشتر تفریق ہوئی تو نصف مہر میں دونوں برابر بانٹ لیں، اگر دونوں کا برابر برابر مقرر ہو اور اگر دونوں کے مہر برابر نہ ہوں اور معلوم ہے کہ فلانی کا اتنا تھا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اس کے مہر کی چوتھائی ملے گی۔

اور اگر یہ معلوم ہے کہ ایک کا اِتنا ہے اور ایک کا اُتنا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس کا اِتنا ہے اور کس کا اُتنا تو جو کم ہے، اس کے نصف میں دونوں برابر برابر تقسیم کر لیں اور اگر مہر مقرر ہی نہ ہوا تھا تو ایک متعہ (متعہ کے معنی مہر کے بیان میں آئیں گے) واجب ہوگا، جس میں دونوں بانٹ لیں اور اگر دخول کے بعد تفریق ہوئی تو ہر ایک کو اس کا پورا مہر واجب ہوگا۔ یوہیں اگر ایک سے دخول ہوا تو اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسری کو چوتھائی۔(8)

مسئلہ ۳۶: ایسی دو ۲ عورتوں سے ایک عقد کے ساتھ نکاح کیا تھا پھر دخول سے قبل تفریق ہوگئی، اب اگر ان میں سے ایک کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دخول کے بعد تفریق ہوئی تو جب تک عدت نہ گزر جائے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر ایک کی عدت پوری ہو چکی دوسری کی نہیں تو دوسری سے کر سکتا ہے اور پہلی سے نہیں کر سکتا، جب تک دوسری کی عدت نہ گزر لے اور اگر ایک سے دخول کیا ہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے اور دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک مدخولہ (ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو) کی عدت نہ گزر لے اور اس کی عدت گزرنے کے بعد جس ایک سے چاہے نکاح کر لے۔(9)

مسئلہ ۳۷: ایسی دو عورتوں نے کسی شخص سے ایک ساتھ کہا، کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا، اس نے ایک کا نکاح قبول کیا تو اس کا نکاح ہو گیا اور اگر مرد نے ایسی دو عورتوں سے کہا، کہ میں نے تم دونوں سے نکاح کیا اور ایک نے قبول کیا، دوسری نے انکار کیا، تو جس نے قبول کیا اس کا نکاح بھی نہ ہوا۔(10)

مسئلہ ۳۸: ایسی دو عورتوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک عدت میں تھی تو جو خالی ہے (یعنی جو عورت عدت میں نہیں ہے)، اس کا نکاح صحیح ہو گیا اور اگر وہ اسی کی عدت میں تھی تو دوسری سے بھی صحیح نہ ہوا۔(11)

---

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۲۶۔۱۳۱

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثالث، ج۱، ص۲۷۸

(10) المرجع السابق، ص۲۷۸۔۲۷۹

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، ص۲۷۹

قسم چہارم: حرمت بالملک

مسئلہ ۳۹: عورت اپنے غلام سے نکاح نہیں کرسکتی، خواہ وہ تنہا اسی کی مِلک میں ہو یا کوئی اور بھی اس میں شریک ہو۔(1)

مسئلہ ۴۰: مولیٰ (مالک) اپنی باندی سے نکاح نہیں کرسکتا، اگرچہ وہ ام ولد یا مکاتبہ یا مدبرہ ہو یا اُس میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو، مگر بنظرِ احتیاط (یعنی احتیاط کرتے ہوئے) متاخرین نے باندی سے نکاح کرنا مستحسن بتایا ہے۔(2) مگر یہ نکاح صرف بر بنائے احتیاط ہے کہ اگر واقع میں کنیز (لونڈی) نہیں جب بھی جماع جائز ہے، ولہٰذا ثمراتِ نکاح اس نکاح پر مترتب نہیں، نہ مہر واجب ہوگا، نہ طلاق ہو سکے گی، نہ دیگر احکامِ نکاح جاری ہوں گے۔

مسئلہ ۴۱: اگر زن وشو (یعنی میاں بیوی) میں سے ایک دوسرے کا یا اس کے کسی جز کا مالک ہوگیا تو نکاح باطل ہوجائے گا۔(3)

مسئلہ ۴۲: ماذون (4) یا مدبر یا مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہ ہوا۔ یوہیں اگر کسی نے اپنی زوجہ کو خریدا اور بیع میں اختیار رکھا کہ اگر چاہے گا تو واپس کردے گا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ یوہیں جس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہے وہ اگر اپنی منکوحہ کو خریدے تو نکاح فاسد نہ ہوا۔(5)

مسئلہ ۴۳: مکاتب یا ماذون کی کنیز سے مولیٰ نکاح نہیں کرسکتا۔(6)

مسئلہ ۴۴: مکاتب نے اپنی مالکہ سے نکاح کیا پھر آزاد ہوگیا تو وہ نکاح اب بھی صحیح نہ ہوا۔ ہاں اگر اب جدید

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الرابع، ج۱، ص۲۸۲
والدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۴، ص۱۳۱

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱، ص۲۸۲

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱، ص۲۸۲

(4) وہ غلام جسے آقا نے تجارت وغیرہ کی عام اجازت دیدی ہو۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱، ص۲۸۲
وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب مہم في وطء السراری لارخ، ج۴، ص۱۳۱

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱، ص۲۸۲

نکاح کرے تو کرسکتا ہے۔(7)

مسئلہ ۴۵: غلام نے اپنے مولیٰ کی لڑکی سے اس کی اجازت سے نکاح کیا، تو نکاح صحیح ہو گیا مگر مولیٰ کے مرنے سے یہ نکاح جاتا رہے گا اور اگر مکاتب نے مولیٰ کی لڑکی سے نکاح کیا تھا تو مولیٰ کے مرنے سے فاسد نہ ہوگا۔ اگر بدل کتابت ادا کر دے گا تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر ادا نہ کرسکا اور پھر غلام ہو گیا تو اب نکاح فاسد ہو گیا۔(8)

❀❀❀❀❀

(7) المرجع السابق

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱،ص۲۸۲

قسم پنجم: حرمت بالشرک

مسئلہ ۴۶: مسلمان کا نکاح مجوسیہ (یعنی آگ کی پوجا کرنے والی)، بت پرست، آفتاب پرست (یعنی سورج کی پوجا کرنے والی۔)، ستارہ پرست عورت سے نہیں ہوسکتا خواہ یہ عورتیں حرہ ہوں یا باندیاں، غرض کتابیہ کے سوا کسی کافرہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ (1)

مسئلہ ۴۷: مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا، اگرچہ مرد و عورت دونوں ایک ہی مذہب کے ہوں۔ (2)

مسئلہ ۴۸: یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے مگر چاہیے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا (یعنی

---

(1) فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل في بيان المحرمات، ج ۳، ص ۱۳۶۔۱۳۸، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

لایجوز نکاح المرتدۃ لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الاالمرتد ۲؎۔

(۲؎ فتاوی قاضی خاں، کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷)

مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ مجوسیہ مسلمان کو حلال نہیں وہ ہر اصلی کافر کے لیے حلال ہے اور مرتد کے لیے حلال نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۰۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ج ۱، ص ۱۶۹، وغیرہا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ کافر سے، نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، نہ انسان سے، نہ حیوان سے، جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔

عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط ۱؎۔ (۱؎ فتاوی ہندیہ باب فی المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲)

مرتد کو مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مبسوط میں ایسی ہی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۰۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہت سی خرابیوں کا۔) دروازہ کھلتا ہے۔ (3) مگر یہ جواز اُسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اُسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں، جیسے آجکل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، ج۱، ص۲۸۱، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت وعدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرر مکروہ ہے، فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لایفعل ولایأکل ذبیحتھم الاللضرورۃ ۴؎

بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (۴؎ فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عندالتحقیق ممنوع وگناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام ہے،

محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لایأمن ان یکون بینھا ولد فینشأ علی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلایستطیع المسلم قلعہ عن تلک العادۃ ۱؎

حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بےفکر نہیں ہوسکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنالے گا اور پھر مسلمان اس بچے سے ان کی عادات کو چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔

(۱؎ بحرالرائق بحوالہ المحیط فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۳)

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالو کانت حربیۃ ولکن مکروہ بالاجماع لانہ ربما یختار المقام فی دارالحرب ولانہ فیہ تعریض ولدہ للرق فربما تحبل وتسبی معہ فیصیر ولدہ رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار ۲؎

جواز نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دارالحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہو کر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دارالحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔

(۲؎ فتح المعین فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۰)

مسئلہ ۴۹: کتابیہ سے نکاح کیا تو اُسے گرجا (عیسائیوں کا عبادت خانہ) جانے اور گھر میں شراب بنانے سے روک سکتا ہے۔(4)

مسئلہ ۵۰: کتابیہ سے دارالحرب میں نکاح کر کے دارالاسلام میں لایا، تو نکاح باقی رہے گا اور خود چلا آیا اسے وہیں چھوڑ دیا تو نکاح ٹوٹ گیا۔(5)

مسئلہ ۵۱: مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا تھا، پھر وہ مجوسیہ ہوگئی تو نکاح فسخ ہوگیا اور مرد پر حرام ہوگئی اور اگر یہودیہ تھی اب نصرانیہ ہوگئی یا نصرانیہ تھی، یہودیہ ہوگئی تو نکاح باطل نہ ہوا۔(6)

مسئلہ ۵۲: کتابی مرد کا نکاح مرتدہ کے سوا ہر کافرہ سے ہوسکتا ہے اور اولاد کتابی کے حکم میں ہے۔ مسلمان و کتابیہ سے اولاد ہوئی تو اولاد مسلمان کہلائے گی۔(7)

مسئلہ ۵۳: مرد و عورت کافر تھے دونوں مسلمان ہوئے تو وہی نکاح سابق (یعنی پہلا نکاح) باقی ہے جدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر صرف مرد مسلمان ہوا تو عورت پر اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا:

وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معہا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما ۳۔

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دارالحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔

(۳۔ فتح القدیر فصل فی المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۵)

ردالمحتار میں ہے: قولہ والاولی ان لایفعل یفید کراھۃ التنزیہ فی غیر الحربیۃ وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ ۴۔(۴۔ ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹)

اس کے قول کہ بہتر ہے نہ کرے سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہہ ہے جبکہ اس کا مابعد میں حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمہ ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۰۰۔ ۴۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، ص۲۸۱

(5) المرجع السابق

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، ص۲۸۱

(7) المرجع السابق، ص۲۸۲

فیہا (8) ورنہ تفریق کر دیں۔ یوہیں اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں، اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ بعد کو جس سے چاہے نکاح کرلے کوئی اسے منع نہیں کرسکتا۔

مسئلہ ۵۴: مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا اور مسلمان کے نکاح میں کتابیہ ہے، اس کے بعد مسلمان عورت سے نکاح کیا یا مسلمان عورت نکاح میں تھی، اس کے ہوتے ہوئے کتابیہ سے نکاح صحیح ہے۔ (9)

❁❁❁❁❁

---

(8) یعنی اگر وہ عورت مسلمان ہوگئی تو وہی پہلا نکاح باقی رہے گا۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثامن، ج۱، ص۲۸۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا۔ کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے۔

قال تعالیٰ: یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاء کم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن ا۔

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ (ا۔ القرآن الکریم ۶۰/۱۰)

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

قال تعالیٰ: الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن ۲۔

(۲۔ القرآن الکریم ۵/۵)

آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قسم ششم: حرّہ(1) نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا

مسئلہ ۵۵: آزاد عورت نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔ یوہیں ایک عقد میں دونوں سے نکاح کیا، حرّہ کا صحیح ہوا، باندی سے نہ ہوا۔(2)

مسئلہ ۵۶: ایک عقد میں آزاد عورت اور باندی سے نکاح کیا اور کسی وجہ سے آزاد عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا تو باندی سے نکاح ہوجائے گا۔(3)

مسئلہ ۵۷: پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے تو دونوں نکاح ہوگئے اور اگر باندی سے بلا اجازتِ مالک نکاح کیا اور دخول (جماع) نہ کیا تھا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا، اب اس کے مالک نے اجازت دی تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ یوہیں اگر غلام نے بغیر اجازتِ مولیٰ حرّہ سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر باندی سے نکاح کیا، اب مولیٰ نے دونوں نکاح کی اجازت دی تو باندی سے نکاح نہ ہوا۔(4)

مسئلہ ۵۸: آزاد عورت کو طلاق دے دی تو جب تک وہ عدّت میں ہے، باندی سے نکاح نہیں کرسکتا اگرچہ تین طلاقیں دے دی ہوں۔(5)

مسئلہ ۵۹: اگر حرّہ نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرلے۔(6)

مسئلہ ۶۰: باندی نکاح میں تھی اسے طلاق رجعی دے کر آزاد سے نکاح کیا، پھر رجعت کرلی تو وہ باندی بدستور زوجہ ہوگئی۔(7)

---

(1) یعنی آزاد عورت جو کسی کی لونڈی نہ ہو۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، القسم الخامس، ص۲۷۹

(3) المرجع السابق

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، ص۲۷۹۔۲۸۰
وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: مھم في وطء السراری ۔۔۔ إلخ، ج۴، ص۱۳۶

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الخامس، ج۱، ص۲۷۹

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج۴، ص۱۳۵، وغیرہ

(7) المرجع السابق، ص۱۳۷

مسئلہ ۱۱: اگر چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو باندیوں کا ہو گیا اور آزاد عورتوں کا نہ ہوا اور دونوں چار چار تھیں تو آزاد عورتوں کا ہوا، باندیوں کا نہ ہوا۔(8)

❀❀❀❀❀

(8) المرجع السابق

قسم ہفتم: حرمت بوجہ تعلق حقِ غیر

مسئلہ ۶۲: دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدّت میں ہو جب بھی نہیں ہوسکتا۔ عدت طلاق کی ہو یا موت کی یا شبہ نکاح یا نکاح فاسد میں دخول کی وجہ سے۔(1)

مسئلہ ۶۳: دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کیا اور یہ معلوم نہ تھا کہ منکوحہ ہے تو عدّت واجب ہے اور معلوم تھا تو عدّت واجب نہیں۔(2)

مسئلہ ۶۴: جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہوسکتا ہے، پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی (ہمبستری) بھی

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم السادس، ج۱، ص۲۸۰

محرمات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے فرمایا:

والمحصنات من النساء الا ماملکت ایمانکم۔

ترجمہ: اور حرام کیا گیا شوہر والی عورتوں سے نکاح کرنا۔﴿النساء۔24﴾

فتاوی عالمگیری میں ہے: لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج1 ص280)

(2) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، ج۱، ص۲۸۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے، فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تاوضع حمل قربت نہیں کرسکتا۔

لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ ۱۔ در مختار۔ وصح نکاح حبلی من زنا ۲۔ تنویر الابصار۔

تاکہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے بے سیراب نہ کرے۔ درمختار، زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے۔ تنویر الابصار

(۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹) (۲۔ درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹)

عدت زن شوہر دار پر ہوتی ہے، جب شوہر مرے طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

(۳۔ صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰)

بچے کا نسب نکاح والے کے لیے ہے زانی کو محرومی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۲۳۔ ۳۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کرسکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہولے وطی جائز نہیں۔ (3)

مسئلہ ۶۵: جس عورت کا حمل ثابت النسب ہے اُس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ (4)

مسئلہ ۶۶: کسی نے اپنی ام ولد حاملہ کا نکاح دوسرے سے کردیا تو صحیح نہ ہوا اور حمل نہ تھا تو صحیح ہوگیا۔ (5)

مسئلہ ۶۷: جس باندی سے وطی کرتا تھا اس کا نکاح کسی سے کردیا نکاح ہوگیا مگر مالک پر استبرا واجب ہے یعنی جب اس کا نکاح کرنا چاہے تو وطی چھوڑ دے یہاں تک کہ اُسے ایک حیض آجائے بعدِ حیض نکاح کردے اور شوہر کے

---

(3) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۳۸

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعا نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۳؎۔ حاملہ عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔

(۳؎ القرآن ۶۵/۴)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

فی الدر المختار ینکح مبانتہ بمادون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لامطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ ۴؎ (ملتقطا)

درمختار میں ہے کہ اپنی مطلقہ بائنہ سے عدت پوری ہونے سے قبل یا بعد نکاح کرسکتا ہے بالاجماع، تین طلاق والی سے نکاح نہیں کرسکتا، جب تک کسی غیر شخص سے اس کا نکاح اور وطی نہ ہوجائے۔ (ملتقطا) (۴؎ درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰)

اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعا مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کرسکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں اصلا حرمت وعزت نہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی سے نکاح جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہوجائے گی اور غیر سے نکاح ہوا جب تک وضع حمل نہ ہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

فی الدر المختار صح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا ۱؎ اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (۱؎ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹)

درمختار میں ہے: زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جبکہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے اھ ملخصا

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۲۳۔ ۳۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) المرجع السابق

ذمہ استبرا نہیں، لہٰذا اگر استبرا سے پہلے شوہر نے وطی کرلی تو جائز ہے مگر نہ چاہیے اور اگر مالک بیچنا چاہتا ہے تو استبرا مستحب ہے واجب نہیں۔ زانیہ سے نکاح کیا تو استبرا کی حاجت نہیں۔ (6)

مسئلہ ۶۸: باپ اپنے بیٹے کی کنیز شرعی سے نکاح کرسکتا ہے۔ (7)

❁❁❁❁❁

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج۴، ص۱۴۰

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، ج۱، ص۲۸۱

قسم ہشتم: متعلق بہ عدد

مسئلہ ۶۹: آزاد شخص کو ایک وقت میں چار عورتوں اور غلام کو دو سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں اور آزاد مرد کو کنیز کا اختیار ہے اس کے لیے کوئی حد نہیں۔(1)

(1) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۴۷

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

ترجمۂ کنزالایمان: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔(پ ۴، النسآء: ۳)

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ: آیت کے معنی میں چند قول ہیں حسن کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیرِ ولایت یتیم لڑکی سے اُس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے باوجود یکہ اُس کی طرف رغبت نہ ہوتی پھر اُس کے ساتھ صحبت و معاشرت میں اچھا سلوک نہ کرتے اور اُس کے مال کے وارث بننے کے لئے اُس کی موت کے منتظر رہتے اس آیت میں اُنہیں اِس سے روکا گیا ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے تو بے انصافی ہوجانے کے اندیشہ سے گھبراتے تھے اور زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے اُنہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی ولایت سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو ناانصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے تھے اُنہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو۔ اُتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کرسکو عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ قریش دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی استطاعت دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے خواہ وہ حُرّہ ہوں یا اَمہ یعنی باندی

مسئلہ: تمام امت کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص اسلام لائے اُن کی آٹھ بی بیاں تھیں حضور نے فرمایا اِن میں سے چار رکھنا، ترمذی کی حدیث میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے اُن کے دس بی بیاں تھیں وہ ساتھ مسلمان ہوئیں حضور نے حکم دیا اِن میں سے چار رکھو۔

مسئلہ ۷۰: غلام کو کنیز رکھنے کی اجازت نہیں اگرچہ اس کے مولیٰ نے اجازت دے دی ہو۔(2)

مسئلہ ۷۱: پانچ عورتوں سے ایک عقد کے ساتھ نکاح کیا، کسی سے نکاح نہ ہوا اور اگر ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ عقد کیا تو پانچویں کا نکاح باطل ہے، باقیوں کا صحیح۔ یوہیں غلام نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو اس میں بھی وہی دو صورتیں ہیں۔(3)

مسئلہ ۷۲: کافر حربی نے پانچ عورتوں سے نکاح کیا، پھر سب مسلمان ہوئے اگر آگے پیچھے نکاح ہوا تو چار پہلی باقی رکھی جائیں اور پانچویں کو جدا کر دے اور ایک عقد تھا تو سب کو علیحدہ کر دے۔(4)

مسئلہ ۷۳: دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا اور ان میں ایک ایسی ہے جس سے نکاح نہیں ہو سکتا تو دوسری کا ہو گیا اور جو مہر مذکور ہوا وہ سب اسی کو ملے گا۔(5)

مسئلہ ۷۴: متعہ حرام ہے(6)۔

---

(2) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۳۸

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، ج ۱، ص ۲۷۷

(4) المرجع السابق

(5) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۴۲

(6) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حفظون ○ الا علی ازوجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ○ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون ۲؎

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔(۲؎ القرآن ۲۳/۷-۶-۵)

ظاہر ہے کہ زن متوعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے۔

رب تبارک وتعالیٰ مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ۳؎

نکاح کرو بی بی بنا کر، قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے نہ آشنا بنانے کو۔(۳؎ القرآن ۵/۵)

عورتوں سے فرماتا ہے:

محصنت غیر مسافحت ولا متخذات اخدان ۴؎ قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں (۴؎ القرآن ۴/۲۵) ←

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے۔ نہ قید رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبدہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ایھاالناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ ا ہے

اے لوگوں! میں نے پہلے تمہیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی، اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام کردیا قیامت تک۔ (ا ؎ صحیح مسلم باب نکاح المتعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۱)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیۃ ۲ ہے

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرمادیا۔

(۲ ؎ صحیح بخاری باب النہی عن نکاح المتعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۷)

جامع الترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قال انما کانت فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر مایری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی اذا نزلت الآیۃ الاعلی ازواجھم اوماملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام ۳ ہے

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اتنے دنوں کے لیے عقد کرلیتا جتنے روز اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا، وہ عورت اس کے اسباب کی حفاظت اس کے کاموں کی درستی کرتی، جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بیبیوں اور کنیزوں کے اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔

(۳ ؎ جامع الترمذی باب ماجاء فی نکاح المتعۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۸۱)

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا۔

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنظر الیھن وقال من ھؤلاء النسوۃ قلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن، قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتمعر وجھہ وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نہی عن المتعۃ ا ہے۔ (ا ؎ نصب الرایہ بحوالہ الحازمی کتاب النکاح المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۳/۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے انھیں دیکھا اور فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا، یہاں تک کہ دونوں رخسارہ مبارک سرخ ہوگئے اور چہرہ انور کا ←

یونہیں اگر کسی خاص وقت تک کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح بھی نہ ہوا اگرچہ دوسو ۲۰۰ برس کے لیے کرے۔(7)

مسئلہ ۷۵: کسی عورت سے نکاح کیا کہ اتنے دنوں کے بعد طلاق دے دے گا، تو یہ نکاح صحیح ہے یا اپنے ذہن میں کوئی مدت ٹھہرالی ہو کہ اتنے دنوں کے لیے نکاح کرتا ہوں مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ نکاح بھی ہو گیا۔(8)

مسئلہ ۷۶: حالتِ احرام میں نکاح کرسکتا ہے مگر نہ چاہیے۔ یوہیں محرم (یعنی جو حالت احرام میں ہو) اُس لڑکی کا بھی نکاح کرسکتا ہے جو اس کی ولایت (جس کا یہ ولی ہے) میں ہے۔(9)

❁❁❁❁❁

رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثناء بیان کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۴۷۔۳۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۴۳

(8) اعلٰی حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کر دینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام اور زنا۔

درمختار میں ہے: بطل نکاح متعة وموقت وان جهلت المدة لوطالت فی الاصح ولیس منه مالو نکحها علی ان یطلقها بعد شهر اونوی مکثه معها مدة معیّنة ا ؎۔

متعہ کے طور پر نکاح یا مقررہ مدت کے لیے نکاح خواہ مدت لمبی ہو یا مدت مجہول ہو تو صحیح مذہب میں یہ نکاح باطل ہے، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا، یا اس وقت دل میں مقررہ مدت کی نیت کی تھی تو باطل نہ ہوگا۔

(ا ؎ درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰)

ردالمحتار میں ہے:

لان اشتراط القاطع یدل علی انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بحر ۲ ؎۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲ ؎ ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۴)

اس لیے کہ نکاح میں طلاق کی شرط دلالت کرتی ہے کہ یہ نکاح دائمی ہے اور شرط باطل ہوگی، بحر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۹۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، ج ۱، ص ۲۸۳

قسم نہم:

رضاعت اس کا بیان مفصل آئے گا۔

❁❁❁❁❁

دودھ کے رشتہ کا بیان

مسئلہ ۱: بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو ۲ برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح (نکاح کا حرام ہونا) ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا، تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں (1)۔

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نص ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب ۱۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن ام المومنین الصدیقۃ واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے، (اس کو ائمہ کرام، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ت)

(۱؎ صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷)

بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں، اور شک نہیں کہ اپنی نسبی ماں کی رضاعی اولاد بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبی اولاد اپنے سے یہی رشتے رکھتی ہے، اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے، اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلیٰ بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہوگی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا، تو ہندہ کی بیٹی لیلیٰ کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہو جائے گی حالانکہ وہ بہ نص قرآن عمرو کی بہن ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وامھتکم الّتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ۲؎۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھاری مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمھاری رضاعی بہنیں۔ (۲؎ القرآن الکریم ۴/۲۳)

وعلیٰ ہذا القیاس باقی صورتیں، اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہو گئے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کے لیے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نص ۲: صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحیح مسلم میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے، انھوں نے ←

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی قریش میں سب سے زائد خوبصورت نوجوان ہیں حضور چاہیں تو ان سے نکاح فرما لیں،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انها لا تحل لی انها ابنة اخی من الرضاعة ویحرم من الرضاعة ما یحرم من الرحم [1]۔

وہ میرے لیے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو کچھ نسبی رشتہ سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے،

(۱ـ صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۷)

دوسری حدیث کے لفظ یہ ہیں:

اما علمت ان حمزة اخی من الرضاعة وان الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب [2]۔

تمھیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں اور اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام فرمائے وہ دودھ سے بھی حرام فرمائے ہیں۔

(۲ـ مسند امام احمد، کتاب الرضاع دار الفکر بیروت ۱/ ۲۷۵)

صاف اشارہ ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا تو وہ اپنی بہن کے بیٹے کا رضاعی بھائی ہو گیا تو اس کی بیٹی بہن کے بیٹے کے لیے کیونکر حلال ہو سکتی ہے!

نص ۳: نیز صحیحین میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا:

لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی ارضعتنی واباها ثویبة [3]۔

یعنی اول تو میری ربیبہ ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہے اور اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی جب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی کہ اس کے باپ ابو سلمہ میرے رضاعی بھائی تھے مجھے اور ان کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

(۳ـ صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۸)

یہ بھی اسی طرح نص صریح ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔

نص ۴ و ۵: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں شرح السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرح حدیث اول میں ہے:

فی الحدیث دلیل علی ان حرمة الرضاعة کحرمة النسب فی المناکح فاذا ارضعت المرأة رضیعا یحرم علی الرضیع واولاده من اقارب المرضعة کل من یحرم علی ولدها من النسب [1]۔

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نکاحوں کے بارے میں دودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے، تو جب کوئی عورت کسی بچہ کا دودھ پلائے تو اس رضیع اور رضیع کی اولاد پر مرضعہ کے وہ سب رشتہ دار حرام ہو جائیں گے جو مرضعہ کی نسبی اولاد پر حرام ہیں،

(۱ـ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب النکاح ... [illegible])

یہ عام نص صریح ہے کہ رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔

نص ۶: تفسیر نیشاپوری میں دودھ کی بھتیجیوں بھانجیوں کے بیان میں ہے:

کذلک بنات من ارضعت امک ۲؎

یعنی اسی طرح جس کو تیری ماں نے دودھ پلایا۔ (۲؎ غرائب القرآن (نیشاپوری) حرمت علیکم امہاتکم کے تحت مصطفی البابی مصر ۵/۸) وہ مرد تھا اس کی بیٹیاں تیری بھتیجیاں ہوگئیں، اور عورت تھی تو اس کی بیٹیاں تیری بھانجیاں ہوگئیں اور یہ سب بنت الاخ وبنت الاخت میں داخل اور حرام ہیں۔

نص ۷: مستخلص شرح کنز میں ہے:

تحرم زوجة الرضیع علی زوج المرضعة و کذا بنات بناته علی زوج المرضعة وابنائه کذا فهم من شرح الوقایة ۳؎

یعنی رضیع کی بی بی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے یونہی رضیع کی بیٹیاں نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں، شرح وقایہ کا مفاد یہی ہے۔ (۳؎ مستخلص الحقائق کتاب الرضاع دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۲/۹۹)

نص ۸: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ صحیحین بخاری ومسلم میں ہے:

جاء عمی من الرضاعة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه عمك فلیلج علیك ۴؎ ھذا مختصر

میرے رضاعی چچا آئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ کا چچا بھی چچا ہے، ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔ (مختصراً)

(۴؎ صحیح مسلم، کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶)

شیخ محقق نے لمعات میں رضاعی چچا کی یہ تفسیر فرمائی:

بان ام ابیها ارضعته او امه ارضعت اباها ۵؎

یعنی دودھ کے چچا یوں کہ یا تو ام المومنین کی دادی نے انھیں دودھ پلایا یا ان کی ماں نے ام المومنین کے باپ کو دودھ پلایا۔

(۵؎ لمعات التنقیح)

یہ صورت دوم تصریح صریح ہے کہ اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس کی بیٹی اپنی بھتیجی اور محرم ہے

نص ۹ و ۱۰: امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں شوہر مرضعہ کی نسبت فرماتے ہیں:

واللفظ للنووی فمذهبنا ومذهب العلماء کافة ثبوت حرمة الرضاعة بینه وبین الرضیع ویصیر ولدا له ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ۱؎ (ملخصاً)

امام نووی کے الفاظ میں ہمارا اور تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ رضیع اور شوہر مرضعہ میں حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، رضیع اس کا بچہ ہوجاتا ہے اور رضیع کی اولاد اس شخص کی اولاد ہوجاتی ہے۔ (۱؎ شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶) ←

یعنی ہوا واضح جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی نواسا نواسی باجماع قطعی ہے یونہی باجماع مذاہب اربعہ وجملہ ائمہ وفقہاء شوہر مرضعہ کے بھی پوتے نواسے ہیں، اور باجماع امت مرحومہ اپنے ماں باپ کے پوتا پوتی نواسا نواسی اپنے لیے حرام قطعی اور اپنے بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ہیں۔

نص ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴: فتح القدیر، بحر الرائق، طحطاوی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہا میں ہے:

انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم احال مایحرم من الرضاع علی ما یحرم من النسب وما یحرم من النسب ما یتعلق خطاب تحریمه به وقد تعلق بما قد عبر عنه بلفظ الامهات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی هذه الالفاظ متحققا من الرضاع حرم فیه ۲؎۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دودھ کی حرمتوں کو نسب کی حرمتوں پر حوالہ فرمایا کہ جو نسب سے حرام ہے دودھ سے بھی حرام ہے، اور نسب سے وہ حرام ہیں جن سے خطاب الٰہی تحریم کے ساتھ متعلق ہوا، اور وہ ان سے متعلق ہوا ہے، جن پر ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ یا بھائی کی بیٹی یا بہن کی بیٹی کا لفظ صادق آئے تو دودھ کے رشتوں میں جن جن پر یہ لفظ صادق آئیں وہ بھی حرام ہیں۔

(۲؎ بحر الرائق کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۶۔۲۲۵)

ظاہر ہے کہ اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس پر بہن یا بھائی کا لفظ صادق ہے اور اس لیے وہ اپنے اوپر حرام ہے تو اس کی اولاد پر اپنے بھائی یا بہن کے بیٹے کا لفظ صادق ہے لاجرم وہ بھی قطعاً حرام ہیں،

نص ۱۵: فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

الاصل الکلی فی الرضاع ان کل امرأة انتسبت الیك اوانتسبت الیها بالرضاع او انتسبتما الی شخص واحد بلا واسطة اواحد کما بلا واسطة والاخر بواسطة فهی حرام ۱؎۔

یعنی دودھ کے رشتوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں، اول وہ جو دودھ کے سبب تیری طرف منسوب ہو، یعنی تیری بیٹی پوتی نواسی کہلائے یہ رضاعی بیٹی ہوئی، دوسری وہ کہ دودھ کے سبب تو اس کی طرف منسوب ہو یعنی اس کا بیٹا پوتا نواسا ٹھہرے یہ رضاعی ماں ہوئی، تیسرے وہ کہ تو اور وہ دونوں ایک شخص کے بیٹا بیٹی قرار پائیں، یہ رضاعی بہن بھائی ہوئے، چوتھے وہ کہ تم میں ایک تو اس شخص کا بیٹا یا بیٹی ٹھہرے اور دوسرا اس شخص کا پوتا پوتی نواسا نواسی یہ رضاعی خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی ہوئے اور اگر تو پوتا نواسا ہے اور وہ بیٹی تو وہ تیری پھوپھی یا خالہ ہوئے، شک نہیں کہ صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی بہن کی اولاد بلاواسطہ اس کے بیٹا بیٹی ہے اور دودھ پینے والے بھائی کی اولاد اس مرضعہ بہن کی پوتا پوتی، تو یہ تحریم کی خاص چوتھی صورت ہے۔

(۱؎ فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الرابع فی الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۵)

نص ۱۶: برجندی شرح نقایہ میں ہے:

بنت الاخ تشتمل البنت النسبیة للاخ الرضاعی ۲؎

....

رضاعی بھائی کی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔(۲؎ شرح نقایہ للبرجندی کتاب النکاح مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۶)

نص ۱۷ و ۱۸: شرح وقایہ و درر شرح غرر میں ہے:

بنت الاخت تشتمل البنت النسبیه للاخت الرضاعیة ۳؎۔

رضاعی بہن کی بیٹی بھی بھانجی میں داخل ہے۔(۳؎ شرح وقایہ کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲)

(درر شرح غرر کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ فی دارسعادت بیروت ۱/ ۳۳۰)

نص ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵: متون معتمدہ مذہب کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر میں ہے:

واللفظ للغرر حرم تزوج اصله وفرعه واخته وبنتها وبنت اخیه والکل رضاعاً ۴؎ (ملخصا)

(غرر کے الفاظ میں) یعنی آدمی پر اس کے اصول وفروع اور بہن اور بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور یہ سب دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہیں۔(۴؎ الدررالحکام شرح غررالحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ فی دارسعادت بیروت ۱/ ۳۳۰۔۳۲۹)

نص ۲۶: یونہی متن وافی میں لایحل للرجل ان یتزوج بامه وبنته واخته وبنات اخته وبنات اخیه فرماکر شرح کافی میں فرمایا: اعلم ان من ذکرنا من المحرمات من اول الفصل الی هنا تحرم من الرضاع ۱؎ ایضاً۔

یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور بھانجی اور بھتیجی حرام ہیں اور یہ جتنی محرمات شروع سے یہاں تک ہم نے ذکر کیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔(۱؎ کافی شرح وافی)

نص ۲۷: تبیین الحقائق میں ہے:

یحرم علیه جمیع من تقدم ذکره من الرضاع وهی امه واخته وبنات اخوته ۲؎ الخ.

یعنی جتنی عورتیں مذکور ہوئیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں رضاعی ماں اور بیٹی اور بہن اور رضاعی بہن اور بھائی کی بیٹیاں۔

(۲؎ تبیین الحقائق فصل فی المحرمات مطبع الکبری الامیریہ مصر ۲/ ۱۰۳)

نص ۲۸: درمختار میں ہے:

حرم علی المتزوج ذکرا اوانثی اصله وفرعه وبنت اخیه واخته وبنتها والکل رضاعاً ۳؎۔

یعنی ہر مرد وعورت پر اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بہن اور بھائی کے بیٹا بیٹی خواہ یہ رشتے نسب سے ہوں یا دودھ سے، حرام ہیں۔(۳؎ درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷)

نص ۲۹: جوہرنیرہ میں ہے:

کذلك بنات اخیه وبنات اخته من الرضاعة لقول رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یحرم من الرضاع مایحرم من النسب ۴؎۔

یعنی نسبی کی طرح رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو نسب سے حرام ہے وہ ←

مسئلہ ۲: مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پینا یا پلانا جائز نہیں۔(1A)

مسئلہ ۳: رضاع (یعنی دودھ کا رشتہ) عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے، مرد یا جانور کا دودھ پینے سے ثابت نہیں اور دودھ پینے سے مراد یہی معروف طریقہ نہیں بلکہ اگر حلق (گلا) یا ناک میں ٹپکایا گیا جب بھی یہی حکم ہے اور تھوڑا پیا یا زیادہ بہرحال حرمت ثابت ہوگی، جبکہ اندر پہنچ جانا معلوم ہو اور اگر چھاتی مونھ میں لی مگر یہ نہیں معلوم کہ دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں۔(2)

دودھ سے بھی حرام ہے۔(۴؎ الجوہرۃ النیرہ کتاب النکاح مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۶۸)

ان تمام نصوص جلیلہ میں بالاتفاق بلا خلاف صاف صاف واشگاف تصریحیں فرمائیں کہ رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں، بھانجی، بھتیجی نسبی کی طرح حرام قطعی ہیں، اور شک نہیں کہ اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے، جس طرح مرضعہ کا بیٹا رضیع کا بھائی ہوا، واجب کہ یوں ہی رضیع پسر مرضعہ کا بھائی ہو یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو، اور جب رضیع اولاد مرضعہ کا یقینا اجماعا بھائی ہے جس سے انکار کسی ذی عقل بلکہ فہیم بچہ کو بھی متصور نہیں۔ اور جملہ ائمہ ونصوص مذہب صریح قطعی تصریحیں فرما رہے ہیں کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کی اولاد کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے، یہ یقینا نصوص قطعیہ واجماع امت کے خلاف ہے، ائمہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے اور رضیع اور پسر مرضعہ دونوں یقینا آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔ تو ان میں ہر ایک کی بیٹی دوسرے پر حرام قطعی ہے، کیا کوئی عاقل یہ بھی گمان کرسکتا ہے کہ ایک بھائی کی بیٹی دوسرے پر حرام ہو اور اس دوسرے بھائی کی بیٹی اس بھائی کے لیے حلال ہو، شرع، عرف، عقل، نقل کسی میں بھی اس لغو بیہودہ فرق کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ حاشا ہرگز نہیں۔

نص ۳۰: شرح وقایہ میں فرمایا: از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند وز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع ا؎

(ا؎ شرح وقایہ کتاب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۷)

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیر خوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1A) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۸۹

(2) الہدایہ، کتاب الرضاع، ج ۱، ص ۲۱۷

والجوھرۃ النیرۃ، کتاب الرضاع، الجزء الثانی، ص ۳۴، وغیرہما

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی،

درمختار میں ہے:

یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر دخل اللبن فی حلقہ ام ←

مسئلہ ۴: عورت کا دودھ اگر حقنہ سے (یعنی پیچھے کے مقام سے بطور علاج) اندر پہنچایا گیا یا کان میں ٹپکایا گیا یا پیشاب کے مقام سے پہنچایا گیا یا پیٹ یا دماغ میں زخم تھا اس میں ڈالا کہ اندر پہنچ گیا تو ان صورتوں میں رضاع نہیں۔(3)

مسئلہ ۵: کوآری (کنواری) یا بڑھیا کا دودھ پیا بلکہ مردہ عورت کا دودھ پیا، جب بھی رضاعت ثابت ہے۔(4) مگر نو برس سے چھوٹی لڑکی کا دودھ پیا تو رضاع نہیں۔(5)

مسئلہ ۶: عورت نے بچہ کے مونھ میں چھاتی دی اور یہ بات لوگوں کو معلوم ہے مگر اب کہتی ہے کہ اس وقت میرے دودھ نہ تھا اور کسی اور ذریعہ سے بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ دودھ تھا یا نہیں تو اس کا کہنا مان لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ ۷: بچہ کو دودھ پینا چھڑا دیا گیا ہے مگر اُس کو کسی عورت نے دودھ پلا دیا، اگر ڈھائی برس کے اندر ہے تو رضاع ثابت ورنہ نہیں۔(7)

لانہ یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیۃ ا؎۔

اس سے ثابت ہوا کہ دودھ کا حلق یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں پہنچنے کا علم ہو، اس کے بغیر نہیں، اور اگر بچے نے پستان کا سر منہ میں ڈالا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بچے کے حلق سے دودھ اترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے مانع میں شک پایا گیا، ولوالجیہ

(ا؎ درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲)

دودھ اتر آنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے۔ کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کنواری کے اتر آتا ہے،

درمختار میں ہے: الرضاع المص من ثدی اٰدمیۃ ولو بکرا ۲؎۔ عورت خواہ باکرہ ہو، کے پستان کو چوسنا رضاع کہلاتا ہے۔

(۲؎ درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲)

یہ معاملہ عمر بھر کے حلال اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے۔ عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفاء نہ کرے، واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۹۱ ۔ ۴۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الرضاع، الجزء الثانی، ص ۳۴

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۹۹

(5) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الرضاع، الجزء الثانی، ص ۳۷

(6) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۹۲

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع، ج ۱، ص ۳۴۲ ۔ ۳۴۳

یہ یاد رہے کہ ہجری سن کے حساب سے دو برس کے بعد بچہ یا بچی کو اگرچہ عورت کا دودھ پلانا حرام ہے۔ مگر ڈھائی برس کے اندر ←

مسئلہ ۸: عورت کو طلاق دے دی اس نے اپنے بچہ کو دو ۲ برس کے بعد تک دودھ پلایا تو دو ۲ برس کے بعد کی اُجرت کا مطالبہ نہیں کرسکتی یعنی لڑکے کا باپ اُجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور دو ۲ برس تک کی اُجرت اس سے جبراً لی جاسکتی ہے۔(8)

مسئلہ ۹: دو ۲ برس کے اندر بچہ کا باپ اس کی ماں کو دودھ چھڑانے پر مجبور نہیں کرسکتا اور اس کے بعد کرسکتا ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: عورتوں کو چاہیے کہ بلاضرورت ہر بچہ کو دودھ نہ پلا دیا کریں اور پلائیں تو خود بھی یاد رکھیں اور لوگوں سے یہ بات کہہ بھی دیں، عورت کو بغیر اجازت شوہر کسی بچہ کو دودھ پلانا مکروہ ہے، البتہ اگر اس کے ہلاک کا اندیشہ ہے تو کراہت نہیں۔(10) مگر میعاد کے اندر رضاعت بہر صورت ثابت۔(11)

مسئلہ ۱۱: بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچہ کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر (جس کا یہ دودھ ہے یعنی اُس کی وطی سے بچہ پیدا ہوا جس سے عورت کو دودھ اترا) اس دودھ پینے والے بچہ کا باپ ہو جائے گا اور اس عورت کی تمام اولادیں اس کے بھائی بہن خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے، اس کے دودھ پینے سے پہلے کی ہیں یا بعد کی یا ساتھ کی اور عورت کے بھائی، ماموں اور اس کی بہن خالہ۔ یوہیں اس شوہر کی اولادیں اس کے بھائی بہن اور اُس کے بھائی اس کے چچا اور اُس کی بہنیں، اس کی پھوپیاں خواہ شوہر کی یہ اولادیں اسی عورت سے ہوں یا دوسری سے۔ یوہیں ہر ایک کے باپ، ماں اس کے دادا دادی، نانا، نانی۔(12)

اگر دودھ پلائے گی تو رضاعت (یعنی دودھ کا رشتہ) ثابت ہو جائے گی۔

(8) المرجع السابق، ص ۳۴۳

(9) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۹۱

(10) المرجع السابق، ص ۳۹۲

(11) یعنی ڈھائی سال یا اس سے کم عمر کے بچے کو دودھ پلایا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع، ج ۱، ص ۳۴۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تفسیر نیشاپوری میں ہے: امك من الرضاع کل انثی ارضعتك او ارضعت من ارضعتك ۲؎۔

تیری رضاعی ماں سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ عورت جس نے تجھے یا تیری رضاعی ماں کو دودھ پلایا ہو

(۲؎ غرائب القرآن (نیشاپوری) تحت آیت حرمت علیکم امھاتکم الخ مصطفی البابی مصر ۵/۸)

ہندیہ میں ہے:

المحرمات بالصھریة اربع فرق الرابعة نساء الآباء والاجداد من جهة الاب والام وان علوا کذا فی الحاوی القدسی ا؎۔

نکاح کی وجہ سے محرمات کے چار گروہ ہیں، چوتھا ماں باپ کی طرف سے سگے باپ دادوں کی بیویاں اگرچہ یہ باپ دادے اوپر تک ہوں، حاوی القدسی میں ایسے ہی ہے۔ (ا؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۴)

پھر لکھا:

المحرمات بالرضاع کل من تحرم بالقرابة والصھریه کذا فی محیط للسرخسی ۲؎۔

رضائی محرمات وہ تمام جو قرابت اور نکاح سے حرام ہوتے ہیں۔ محیط سرخسی میں یوں ہی ہے۔

(۲؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۷)

تبیین الحقائق میں ہے:

لایجوز له ان یتزوج بامه ولا بموطوة ابیه ولا ببنت امراته کل ذٰلك من الرضاع ۳؎۔

اس کو یہ جائز نہیں کہ وہ ماں، باپ کی وطی کردہ (بیوی) اور اپنی بیوی کی بیٹی ان رضائی رشتوں سے نکاح کرے۔

(۳؎ تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الکبری الامیریہ مصر ۲/ ۱۸۳)

غرض فقیر نے نہ دیکھا کہ اس شعر کا ایضاح کسی نے کیا ہو۔ اور اہل زمانہ کو اس کی فہم میں دقتیں بلکہ سخت لغزشیں ہوتی ہیں لہذا بقدر حاجت اس کی شرح کردینی مناسب۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اصل علت حرمت جزئیت ہے کہ نسب میں ظاہر اور رضاع میں کراہت انسان کے لیے شرع کریم نے معتبر فرمائی اور عرف میں بھی معروف ومشتہر ہوئی جس کے لحاظ سے "امھتکم التی ارضعنکم" فرمایا، اور زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے کما حققه فی الھدایه والکافی والتبیین وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) مگر زوجیت میں اس کا تحقق نہایت غموض میں ہے کہ مدارک عامہ اس تک وصول سے قاصر، لہذا صاحب ضابطہ نے شعر میں دو علاقے رکھے، ایک زوجیت دوسرا جزئیت، عام ازیں کہ یہ نسبا ہو یا رضاعا، پھر دو شخصوں میں علاقہ جزئیت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان میں ایک دوسرے کا جز ہو، دوسرے یہ کہ دونوں تیسرے کے جز ہوں، صورت اولٰی میں دو قسمیں پیدا ہوئیں، اصول، جن کا تو جز ہے یعنی باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی جہاں تک بلند ہوں نسبا خواہ رضاعا، اور فروع جو تیرے جز میں ہیں یعنی بیٹا، پوتا، نواسا، بیٹی، پوتی، نواسی جہاں تک نیچے جائیں، اور صورت ثانیہ میں تین صورتیں ہیں:

(۱) دونوں ثالث کے جز قریب ہوں، یہ عینی یا علاقی یا اخیافی بھائی یا بہنیں یا بہن بھائی ہوئے، عام ازیں کہ دونوں اس کے جز نسبی ہوں یا دونوں رضائی یا ایک نسبی ایک رضاعی۔

(۲) ان میں ایک تو ثالث کا جز قریب ہو اور دوسرا بعید، یہ اپنی تعمیوں کے ساتھ عمومت اور خلت کا رشتہ ہوا جو قریب ... یا

اس کی ماں ہو جائے گی مگر شوہر اس کا باپ نہیں، لہٰذا شوہر کی اولاد جو دوسری بی بی سے ہے اس سے اس کا نکاح ہوسکتا

اپنے ماں یا باپ یا دادا یا داری یا نانا نانی کے چچا ماموں خالہ پھوپھی، اور جزء بعید انہی نسبتوں پر ان کے مقابل بھتیجا بھانجا بھتیجی بھانجی، (۳) دونوں ثالث کے جز بعید ہوں جیسے ایک شخص کا پوتا اور نواسی، یہ تیسری صورت تحریم سے ساقط ہے خالص نسب میں بھی حلال ہے تو حرمت میں چار صورتیں ہیں:

اول اصل، دوم فرع، یہ دونوں کتنے ہی نزدیک یا دور ہوں تو فروع میں فروع الفروع اور فروع فروع الفروع لاالٰی نہایہ سب داخل ہیں۔ یونہی اصول میں اصول الاصول اور اصول اصول الاصول الٰی غایۃ المنتہی، سوم اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو جیسے ماں یا باپ کی پوتی نواسی اور ان کی اولاد و اولاد و اولاد۔ چہارم اصل بعید کی فرع قریب جیسے پھوپھی کہ دادا کی بیٹی ہے یا خالہ کہ نانا کی یا دادا کی پھوپھی کہ پردادا کے باپ کی بیٹی ہے یا اس کی خالہ کہ دادا کے نانا کی بیٹی ہے وقس علیہ (اور قیاس اسی پر ہے۔ت) چار یہ اور پانچواں علاقہ زوجیت انھیں شیردہ اور شیرخوارہ ہر ایک کی طرف نسبت کرنے سے دس ہوئے، پھر اصل تعلق رضیع اور مرضعہ میں پیدا ہوتا ہے، رضیع اس کا جزء ہوتا ہے اور مرضعہ اس کی اصل، اور جب وہ ماں ہوئی تو جس مرد کا دودھ تھا وہ ضرور باپ ہوگیا، اور ان کے فروع قریبہ اس کے اصل قریب کے فروع قریب، اور فروع بعیدہ اس کے اصل قریب کے فرع بعید، اور ان کے اصول اس کے اصول کہ اصل کی اصل اصل ہے، لاجرم جانب شیردہ سے سب علاقے متحقق و موجب تحریم ہوئے، مگر فرع کی اصل نہ اپنی اصل ہونا لازم نہ فرع، تو شیرخوارہ کے اصول کو شیردہ سے کچھ تعلق نہ ہوا، اور جب خود اصول غیر متعلق رہے تو اصول کے فروع قریبہ یا بعیدہ اس حیثیت سے کہ ان اصول کے فروع میں کیا علاقہ رکھیں گے کہ ان کا علاقہ تو بواسطہ اصول ہوتا۔ وہ خود بے تعلق ہیں، ہاں فرع کی فرع ضرور فرع ہوتی ہے تو جانب شیرخوارہ سے صرف دو علاقے ثابت و باعث حرمت ہوئے۔

زوجیت و فرعیت ـــــ اب ان کی تفصیل اور ہر ایک میں معنی خویش شوند سمجھئے (از جانب شیردہ)

اول زوجین یعنی مرضعہ کا شوہر کہ یہ دودھ جو رضیعہ نے پیا اس کا نہ تھا دوسرے شوہر کا تھا، یا مرضع کی زوجہ کہ رضیع نے اس کا دودھ نہ پیا بلکہ دوسری زوجہ کا، یا مرضع و مرضعہ کے اصول میں نزدیک و دور کسی کے زوج و زوجہ کہ سلسلہ شیر ان سے نہ ہوئے، یہ سب رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں اور یہاں خویش شوند کے معنی یہ ہیں کہ وہ رضیعین کے سوتیلے ماں باپ یا سوتیلے دادا دادی، نانا نانی ہو گئے۔

دوم اصل کہ خود مرضع و مرضعہ ہیں یعنی وہ عورت جس نے دودھ پلایا اور وہ مرد جس کا یہ دودھ تھا اور ان کے اصول نسبی و رضاعی پدری مادری منتہی تک اور یہاں خویش کے یہ معنی ہیں کہ مرضع و مرضعہ رضیعین کے ماں باپ ہو گئے، اور ان کے اصول ان کے سگے دادا دادی نانا نانی۔

سوم فرع کہ خود رضیعین ہیں اور رضیعین کے جملہ فروع نسبی و رضاعی پسری و دختری انتہا تک، اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب مرضع و مرضعہ کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی ہو گئے۔

چہارم اصل قریب کی فرع یعنی مرضعین کے نسبی، رضاعی فروع و فروع الفروع آخر تک اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین کے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی ہو گئے، پھر وہ اگر مرضع و مرضعہ دونوں کی فرع الفرع ہیں تو عینی اور صرف مرضع کے فروع ہیں تو علاتی اور صرف مرضعہ کے تو اخیافی۔

←

ہے۔(13)

مسئلہ ۱۳: پہلے شوہر سے عورت کی اولاد ہوئی اور دودھ موجود تھا کہ دوسرے سے نکاح ہوا اور کسی بچہ نے دودھ پیا، تو پہلا شوہر اس کا باپ ہوگا دوسرا نہیں اور جب دوسرے شوہر سے اولاد ہوگئی تو اب پہلے شوہر کا دودھ نہیں بلکہ دوسرے کا ہے اور جب تک دوسرے سے اولاد نہ ہوئی اگرچہ حمل ہو پہلے ہی شوہر کا دودھ ہے دوسرے کا نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۴: مولیٰ نے کنیز سے وطی کی اور اولاد پیدا ہوئی، تو جو بچہ اس کنیز کا دودھ پیے گا یہ اس کی ماں ہوگی اور مولیٰ اس کا باپ۔(15)

مسئلہ ۱۵: جو نسب میں حرام ہے رضاع (دودھ کا رشتہ) میں بھی حرام مگر بھائی یا بہن کی ماں کہ یہ نسب میں حرام ہے کہ وہ یا اس کی ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ (یعنی وہ عورت جس سے باپ نے صحبت کی ہو) اور دونوں حرام اور رضاع میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں، لہٰذا حرام نہیں اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ رضاعی بھائی کی رضاعی ماں یا رضاعی بھائی کی حقیقی ماں یا حقیقی بھائی کی رضاعی ماں۔ یوہیں بیٹے یا بیٹی کی بہن یا دادی کہ نسب میں پہلی صورت میں بیٹی ہوگی یا ربیبہ (سوتیلی بیٹی) اور دوسری صورت میں ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ۔ یوہیں چچا یا پھوپی کی ماں یا ماموں یا خالہ کی ماں کہ نسب میں دادی نانی ہوگی اور رضاع میں حرام نہیں اور ان میں بھی وہی تین صورتیں ہیں۔(16)

پنجم اصل بعید کی فرع قریب یعنی مرضعین کے اصول و اصول الاصول نسبی و رضاعی کے فروع قریب نسبی خواہ رضاعی، اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین یا رضیعین کے اصول رضاعی چچا ماموں پھوپھی خالہ ہو گئے۔

(از جانب شیر خوارہ) اول زوجین یعنی رضیع کی زوجہ اور رضیعہ کا شوہر یا رضیع و رضیعہ کے فروع نسبی رضاعی میں کسی کے زوج وزوجہ کہ یہ سب مرضعین پر حرام ہو گئے، اور یہاں یہ معنی کہ وہ مرضعین کے دور یا نزدیک کے داماد اور بہو ہو گئے۔

دوم فرع کہ رضیعین کی تمام اولاد و اولاد اولاد جہاں تک جائے، نسبی ہو یا رضاعی، سب مرضعین کی اولاد اولاد ہو گئے، مگر رضیعین کے اصول یا فروع قریبہ و بعیدہ اصول کو مرضعین سے کچھ علاقہ نہ ہوا۔ الحمد للہ شعر کے یہ معنی ہیں، ان تمام تاصیلات و تفریعات پر کہ ہم نے ذکر کیں اگر نصوص لائیں موجب اطالت ہو اور حاجت نہیں کہ اول بحمد اللہ تعالیٰ یہ سب مسائل خادم فقہ پر خود ظاہر، ثانیاً ان پر نصوص کتب مذہب میں دائر و سائر۔ والحمد للہ فی الاولیٰ ولا خر مسئلہ نے بحمد اللہ تعالیٰ وضوح تام پایا۔ اب فتوائے خلاف کی طرف چلئے اگرچہ حاجت نہ رہی:

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۹۸۔۵۰۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الرضاع، الجزء الثانی، ص ۳۵

(14) المرجع السابق

(15) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۰۵

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع، ج ۱، ص ۳۴۳

←

مسئلہ ۱۶: حقیقی بھائی کی رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن یا رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح

والدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۹۳۔۳۹۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی بزازیہ میں ہے:

الاصل الکلی فی الرضاع ان کل امرأۃ انتسبت الیک او انتسبت الیھا بالرضاع او انتسبتما الی شخص واحد بلا واسطۃ او احد کما بلا واسطۃ والاخر بواسطۃ فھی حرام ا۔

یعنی دودھ کے رشتوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں، اول وہ جو دودھ کے سبب تیری طرف منسوب ہو، یعنی تیری بیٹی پوتی نواسی کہلائے یہ رضاعی بیٹی ہوئی، دوسری وہ کہ دودھ کے سبب تو اس کی طرف منسوب ہو یعنی اس کا بیٹا پوتا نواسا ٹھہرے یہ رضاعی ماں ہوئی، تیسرے وہ کہ تو اور وہ دونوں ایک شخص کے بیٹا بیٹی قرار پائیں، یہ رضاعی بہن بھائی ہوئے، چوتھے وہ کہ تم میں ایک تو اس شخص کا بیٹا یا بیٹی ٹھہرے اور دوسرا اس شخص کا پوتا پوتی نواسا نواسی یہ رضاعی خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی ہوئے اور اگر تو پوتا نواسا ہے اور وہ بیٹی تو وہ تیری پھوپھی یا خالہ ہوئے، شک نہیں کہ صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی بہن کی اولاد بلاواسطہ اس کے بیٹا بیٹی ہے اور دودھ پینے والے بھائی کی اولاد اس مرضعہ بہن کی پوتا پوتی، تو یہ تحریم کی خاص چوتھی صورت ہے۔

(ا۔ فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ الرابع فی الرضاعنورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۵)

نص ۱۶: برجندی شرح نقایہ میں ہے:

بنت الاخ تشتمل البنت النسبیۃ للاخ الرضاعی ۲۔

رضاعی بھائی کی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔ (۲۔ شرح نقایہ للبرجندی کتاب النکاح مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۶)

نص ۱۷ و ۱۸: شرح وقایہ ودرر شرح غرر میں ہے:

بنت الاخت تشتمل البنت النسبیہ للاخت الرضاعیۃ ۳۔

رضاعی بہن کی بیٹی بھی بھانجی میں داخل ہے۔ (۳۔ شرح وقایہ کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲)

(درر شرح غرر کتاب النکاح احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادت بیروت ۱/ ۳۳۰)

نص ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵: متون معتمدہ مذہب کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر میں ہے:

واللفظ للغرر حرم تزوج اصلہ وفرعہ واختہ وبنتھا وبنت اخیہ والکل رضاعاً ۴۔ (ملخصا)

(غرر کے الفاظ میں) یعنی آدمی پر اس کے اصول وفروع اور بہن اور بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور یہ سب دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہیں۔ (۴۔ الدرر الحکام شرح غرر الحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادت بیروت ۱/ ۳۰۔۳۲۹)

نص ۲۶: یونہی متن وافی میں لایحل للرجل ان یتزوج بامہ وبنتہ واختہ وبنات اختہ وبنات اخیہ فرما کر شرح کافی میں فرمایا: اعلم ان من ذکرنا من المحرمات من اول الفصل الی ھنا تحرم من الرضاع ا۔ ایضاً۔

جائز ہے اور بھائی کی بہن سے نسب میں بھی ایک صورت جواز کی ہے، یعنی سوتیلے بھائی کی بہن جو دوسرے باپ سے

یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور بھانجی اور بھتیجی حرام ہیں اور یہ جتنی محرمات شروع سے یہاں تک ہم نے ذکر کیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔ (۱۔ کافی شرح وافی)

نص ۲۷: تبیین الحقائق میں ہے: یحرم علیه جمیع من تقدم ذکره من الرضاع وهی امه واخته وبنات اخوته ۲ الخ

یعنی جتنی عورتیں مذکور ہوئیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں رضاعی ماں اور بیٹی اور بہن اور رضاعی بہن اور بھائی کی بیٹیاں۔

(۲۔ تبیین الحقائق فصل فی المحرمات مطبع الکبری الامیریہ مصر ۲/۱۰۳)

نص ۲۸: درمختار میں ہے: حرم علی المتزوج ذکرا او انثی اصله وفرعه وبنت اخیه واخته وبنتها والکل رضاعا ۳۔

یعنی ہر مرد وعورت پر اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بہن اور بھائی کے بیٹا بیٹی خواہ یہ رشتے نسب سے ہوں یا دودھ سے، حرام ہیں۔ (۳۔ درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷)

نص ۲۹: جوہرنیرہ میں ہے:

کذلك بنات اخیه وبنات اخته من الرضاعة لقول رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یحرم من الرضاع مایحرم من النسب ۴۔

یعنی نسبی کی طرح رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔ (۴۔ الجوہرۃ النیرہ کتاب النکاح مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۶۸)

ان تمام نصوص جلیلہ میں بالاتفاق بلا خلاف صاف صاف واشگاف تصریحیں فرمائیں کہ رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں، بھانجی، بھتیجی نسبی کی طرح حرام قطعی ہیں، اور شک نہیں کہ اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے، جس طرح مرضعہ کا بیٹا رضیع کا بھائی ہوا، واجب کہ یوں ہی رضیع پسر مرضعہ کا بھائی ہو یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو، اور جب رضیع اولاد مرضعہ کا یقینا اجماعا بھائی ہے جس سے انکار کسی ذی عقل بلکہ فہیم بچہ کو بھی متصور نہیں۔ اور جملہ ائمہ ونصوص مذہب صریح قطعی تصریحیں فرمارہے ہیں کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کی اولاد کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے، یہ یقینا نصوص قطعیہ واجماع امت کے خلاف ہے، ائمہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے اور رضیع اور پسر مرضعہ دونوں یقینا آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔ توان میں ہر ایک کی بیٹی دوسرے پر حرام قطعی ہے، کیا کوئی عاقل یہ بھی گمان کرسکتا ہے کہ ایک بھائی کی بیٹی دوسرے پر حرام ہو اور اس دوسرے بھائی کی بیٹی اس بھائی کے لیے حلال ہو، شرع، عرف، عقل، نقل کسی میں بھی اس لغو وبیہودہ فرق کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ حاشا ہرگز نہیں۔

نص ۳۰: شرح وقایہ میں فرمایا: از جانب شیردہ همه خویش شوند وز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع ۱۔

(۱۔ شرح وقایہ کتاب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۶۷)

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیر خوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ اور اس کے فروع ←

ہو۔(17)

مسئلہ ۱۷: ایک عورت کا دو بچوں نے دودھ پیا اور ان میں ایک لڑکا، ایک لڑکی ہے تو یہ بھائی بہن ہیں اور نکاح حرام اگرچہ دونوں نے ایک وقت میں نہ پیا ہو بلکہ دونوں میں برسوں کا فاصلہ ہو اگرچہ ایک کے وقت میں ایک شوہر کا دودھ تھا اور دوسرے کے وقت میں دوسرے کا۔(18)

مسئلہ ۱۸: دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح پلانے والی کے بیٹوں، پوتوں سے نہیں ہوسکتا، کہ یہ ان کی بہن یا پھوپی ہے۔(19)

مسئلہ ۱۹: جس عورت سے زنا کیا اور بچہ پیدا ہوا، اس عورت کا دودھ جس لڑکی نے پیا وہ زانی پر حرام ہے۔(20)

مسئلہ ۲۰: پانی یا دوا میں عورت کا دودھ ملا کر پلایا تو اگر دودھ غالب ہے یا برابر تو رضاع ہے مغلوب ہے تو نہیں۔ یوہیں اگر بکری وغیرہ کسی جانور کے دودھ میں ملا کر دیا تو اگر یہ دودھ غالب ہے تو رضاع نہیں ورنہ ہے اور دو عورتوں کا دودھ ملا کر پلایا تو جس کا زیادہ ہے اس سے رضاع ثابت ہے اور دونوں برابر ہوں تو دونوں سے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بہرحال دونوں سے رضاع ثابت ہے۔(21)

مسئلہ ۲۱: کھانے میں عورت کا دودھ ملا کر دیا، اگر وہ پتلی چیز پینے کے قابل ہے اور دودھ غالب یا برابر ہے تو رضاع ثابت، ورنہ نہیں اور اگر پتلی چیز نہیں ہے تو مطلقاً ثابت نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۲: دودھ کا پنیر یا کھویا بنا کر بچہ کو کھلایا تو رضاع نہیں۔(23)

مسئلہ ۲۳: خنثیٰ مشکل کو دودھ اترا اُسے بچہ کو پلایا، تو اگر اُس کا عورت ہونا معلوم ہوا تو رضاع ہے اور مرد ہونا معلوم ہوا تو نہیں اور کچھ معلوم نہ ہوا تو اگر عورتیں کہیں اس کا دودھ مثلِ عورت کے دودھ کے ہے تو رضاع ہے ورنہ

حرام ہوں گے۔ ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۹۶۔ ۴۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۹۸

(18) المرجع السابق

(19) المرجع السابق، ص ۳۹۹

(20) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الرضاع، الجزء الثانی، ص ۳۵

(21) المرجع السابق، ص ۳۶، ۳۷

(22) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۰۱

(23) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۰۱

نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۴: کسی کی دو عورتیں ہیں بڑی نے چھوٹی کو جو شیر خوار (دودھ پیتی) ہے دودھ پلا دیا تو دونوں اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئیں بشرطیکہ بڑی کے ساتھ وطی کر چکا ہو اور وطی نہ کی ہو تو دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ بڑی کو طلاق دے دی ہے اور طلاق کے بعد اس نے دودھ پلایا تو بڑی ہمیشہ کو حرام ہوگئی اور چھوٹی بدستور نکاح میں ہے۔ دوم یہ کہ طلاق نہیں دی ہے اور دودھ پلا دیا تو دونوں کا نکاح فسخ ہوگیا مگر چھوٹی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اور بڑی سے وطی کی ہو تو پورا مہر پائے گی اور وطی نہ کی ہو تو کچھ نہ ملے گا مگر جب کہ دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا سوتی تھی سوتے میں چھوٹی نے دودھ پی لیا یا مجنونہ تھی حالتِ جنون میں دودھ پلا دیا یا اس کا دودھ کسی اور نے چھوٹی کے حلق میں ٹپکا دیا تو ان صورتوں میں نصف مہر بڑی بھی پائے گی اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا پھر اگر بڑی نے نکاح فسخ کرنے کے ارادہ سے پلایا تو شوہر یہ نصف مہر کہ چھوٹی کو دے گا، بڑی سے وصول کرسکتا ہے۔

یوہیں اُس سے وصول کرسکتا ہے جس نے چھوٹی کے حلق میں دودھ ٹپکا دیا بلکہ اُس سے تو چھوٹی اور بڑی دونوں کا نصف نصف مہر وصول کرسکتا ہے جب کہ اُس کا مقصد نکاح فاسد کر دینا ہو اور اگر نکاح فاسد کرنا مقصود نہ ہو تو کسی صورت میں کسی سے نہیں لے سکتا اور اگر یہ خیال کر کے دودھ پلایا ہے، کہ بھوکی ہے ہلاک ہو جائے گی تو اس صورت میں بھی رجوع نہیں۔ عورت کہتی ہے کہ فاسد کرنے کے ارادہ سے نہ پلایا تھا تو حلف (قسم) کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے۔(25)

مسئلہ ۲۵: بڑی نے چھوٹی کو بھوکی جان کر دودھ پلا دیا بعد کو معلوم ہوا کہ بھوکی نہ تھی، تو یہ نہ کہا جائے گا کہ فاسد کرنے کے ارادہ سے پلایا۔(26)

مسئلہ ۲۶: رضاع کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل گواہ ہوں اگرچہ وہ عورت خود دودھ پلانے والی ہو، فقط عورتوں کی شہادت سے ثبوت نہ ہوگا مگر بہتر یہ ہے کہ عورتوں کے کہنے سے بھی جدائی کر لے۔(27)

---

(24) الجوهرة النيرة، كتاب الرضاع، الجزء الثاني، ص ۳۷

(25) الجوهرة النيرة، كتاب الرضاع، الجزء الثاني، ص ۳۷، ۳۸

والدرالمختار وردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۰۲۔ ۴۰۵

(26) الجوهرة النيرة، كتاب الرضاع، الجزء الثاني، ص ۳۸

(27) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رہا مسئلہ رضاعت، ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو،

كما فصلناه في فتاوٰنا السابقة الواردة علينا من المسائل في هذا الباب ←

مسئلہ ۲۷: رضاع کے ثبوت کے لیے عورت کے دعویٰ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں مگر تفریق قاضی کے حکم سے ہوگی یا متارکہ سے مدخولہ میں کہنے کی ضرورت ہے، مثلاً یہ کہے کہ میں نے تجھے جدا کیا یا چھوڑا اور غیر مدخولہ میں محض اس سے علیحدہ ہوجانا کافی ہے۔(28)

مسئلہ ۲۸: کسی عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت نے آکر کہا، میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اگر شوہر یا دونوں اس کے کہنے کو سچ سمجھتے ہوں تو نکاح فاسد ہے اور وطی نہ کی ہو تو مہر کچھ نہیں اور اگر دونوں اس کی بات جھوٹی سمجھتے ہوں تو بہتر جدائی ہے اگر وہ عورت عادلہ ہے، پھر اگر وطی نہ ہوئی ہو تو مرد کو افضل یہ ہے کہ نصف مہر دے اور عورت کو افضل یہ ہے کہ نہ لے اور وطی ہوئی ہو تو افضل یہ ہے کہ پورا مہر دے اور نان نفقہ بھی اور عورت کو افضل یہ ہے کہ مہر مثل اور مہر مقرر شدہ میں جو کم ہے وہ لے اور اگر عورت کو جدا نہ کرے جب بھی حرج نہیں۔ یوہیں تصدیق کی اور شوہر نے تکذیب تو نکاح فاسد نہیں مگر زوجہ شوہر سے حلف لے سکتی ہے اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو تفریق کر دی جائے۔(29)

مسئلہ ۲۹: عورت کے پاس دو عادل نے شہادت دی اور شوہر منکر ہے (انکار کرتا ہے) مگر قاضی کے پاس شہادت نہیں گزری، پھر یہ گواہ مر گئے یا غائب ہوگئے تو عورت کو اس کے پاس رہنا جائز نہیں۔(30)

جیسا کہ ہم نے اس بارے میں پہلے سے آئے ہوئے مسائل کے جوابات میں اس کی تفصیل اپنے فتاوی میں بیان کردی ہے۔

اس سے احتیاطاً بچنا صرف مرتبہ استحباب میں ہے اور فعل غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ کہ نہ کرے تو بہتر، کرے تو کچھ گناہ نہیں، فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأة فاخبر رجل مسلم ثقة او امرأة انهما ارتضعا من امرأة واحدة قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ فیطلقها ویعطیها نصف المهر ان لم یدخل بها ولایثبت الحرمة بخبر الواحد عندنا مالم یشهد به رجلان اورجل وامرأتان اھ۔(اے فتاوی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یقبل قول الواحد الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۷)

ایک شخص کا عورت سے نکاح ہونے کے بعد ایک ثقہ مرد یا عورت نے یہ خبر دی کہ ان میاں بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، تو امام قاضی خان نے کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ وہ شخص بطور احتیاط عورت کو طلاق دے دے اور دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر ادا کرے، جبکہ رضاعت کی حرمت ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتی جب تک دو مرد، یا ایک مرد دو عورتیں شہادت نہ دیں حرمت ثابت نہ ہوگی۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۰۳۔ ۲۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(28) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۱۰

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع، ج ۱، ص ۳۴۷

(30) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۱۰

مسئلہ ۳۰: صرف دوعورتوں نے قاضی کے پاس رضاع کی شہادت دی اور قاضی نے تفریق کا حکم دے دیا تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا۔(31)

مسئلہ ۳۱: کسی عورت کی نسبت کہا کہ یہ میری دودھ شریک بہن ہے پھر اس اقرار سے پھر گیا (یعنی مکر گیا) اس کا کہنا مان لیا جائے اور اگر اقرار کے ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ بات ٹھیک ہے، سچی ہے، صحیح ہے، حق وہی ہے جو میں نے کہہ دیا تو اب اقرار سے پھر نہیں سکتا اور اگر اس عورت سے نکاح کر چکا تھا، اب اس قسم کا اقرار کرتا ہے تو جدائی کر دی جائے اور اگر عورت اقرار کر کے پھر گئی اگر چہ اقرار پر اصرار کیا اور ثابت رہی ہو تو اس کا قول بھی مان لیا جائے۔ دونوں اقرار کر کے پھر گئے جب بھی یہی احکام ہیں۔(32)

مسئلہ ۳۲: مرد نے اپنی عورت کی چھاتی چوسی (33) تو نکاح میں کوئی نقصان نہ آیا اگر چہ دودھ مونھ میں آگیا بلکہ حلق سے اتر گیا۔(34)

---

(31) المرجع السابق، ص ۴۱۱

(32) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۰۶۔۴۰۸

(33) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یجوز للرجل التمتع بعرسه کیف ماشاء من رأسها الی قدمها الاما نهی الله تعالی عنه. وکل ماذکر فی السؤال لانهی عنه. اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیه ان کان بنیة صالحة واما مص ثدیها فکذلك ان لم تکن ذات لبن. وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقه فلا باس به. وان شرب شیئا منه قصداً فهو حرام. وان کانت غزیرة اللبن وخشی ان لو مص ثدیها یدخل اللبن فی حلقه فالمص مکروه قال صلی الله تعالی علیه وسلم ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیه ا۔ والله سبحنه وتعالی اعلم.

(اے شرح السنة للامام البغوی باب مضاجعة الحائض المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۱۳۰)

مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر پاؤں تک جیسے چاہے لطف اندوز ہو سوائے اس کے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور سوال مذکورامور میں سے کسی سے منع نہیں کیا گیا۔ بوسہ تو مسنون و مستحب ہے اور اگر بہ نیت صالحہ ہو تو باعث اجر و ثواب ہے۔ رہا پستان کو منہ میں دبانا، تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جب کہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہوگا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چراگاہ کے اردگرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جاپڑے۔ اور اللہ سبحنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۶۷۔۲۶۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(34) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۴۱۱

ولی کا بیان

امام احمد و مسلم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ثیب ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے اور بکر (کوآری (کنواری)) سے اجازت لی جائے اور چپ رہنا بھی اس کا اذن ہے۔(1)

ابو داود انھیں سے راوی، کہ ایک جوان لڑکی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، کہ اس کے باپ نے نکاح کر دیا اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے اسے اختیار دیا۔(2) یعنی چاہے تو اس نکاح کو جائز کردے یا رد کردے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق ...إلخ، الحدیث: ۶۷۔(۱۴۲۱)، ص۷۳۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ بے خاوند والی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ اپنے نفس کی مختار ہے کہ اگر اس کا ولی کسی اور سے اس کا نکاح کردے اور یہ خود کسی دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا اپنا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا نہ کہ ولی کا کیا ہوا نکاح۔ معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ کے نکاح کے لیے اجازت ولی شرط نہیں اس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ من ولیہا سے معلوم ہوا۔

۲؎ یہاں باکرہ کا ذکر علیحدہ فرمانا اس حکم کو بیان کرنے کے لیے ہے یعنی باکرہ و ثیبہ کے حکم میں صرف یہ کہ باکرہ کی خاموشی اجازت ہے اور ثیبہ کی نہیں اسے صاف الفاظ میں اجازت دینا ہوگی، باقی مختار ہونے میں دونوں برابر ہیں یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے۔

۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سی روایات سے مروی ہے جن کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر معنی و منشاء سب کا یکساں ہے وہ یہ کہ عاقلہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ، خواہ طلاق والی اپنے نفس کی مختار ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، اور اس کے نکاح کے لیے ولی شرط نہیں اور باکرہ کی خاموشی اس کی اجازت ہے مگر خاموشی اس وقت اجازت مانی جائے گی جب کہ اذن لینے والا اس کا ولی یا ولی کا وکیل ہو اور دولہا کا نام پتہ وغیرہ بتا کر اجازت مانگی جائے جس سے اسے دولہا کا پورا پتہ لگ جائے اگر ان میں سے کوئی چیز کم رہی تو خاموشی اجازت نہ ہوگی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۴۸)

(2) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في البکر یزوجھا أبوھا ...إلخ، الحدیث: ۲۰۹۶، ج۲، ص۳۳۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ وہ لڑکی بالغہ تھی، جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ وہ خنساء بنت خذام تھیں جن کا واقعہ پہلے گزر چکا مگر یہ درست نہیں کہ وہ کنواری نہ تھیں۔ یہ لڑکی کنواری ہے بعض نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام والقہ ہے واللہ اعلم ←

....

❁❁❁❁❁

۲؎ صورت یہ تھی کہ باپ نے اس لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کردیا لڑکی دل سے ناراض تھی بوقت نکاح لڑکی نے انکار نہ کیا تھا، ورنہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور لڑکی کو اختیار نہ ملتا لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۳؎ یعنی وہ نکاح تیری رضا پر موقوف ہے اگر تو چاہے تو جائز رکھ اور چاہے فسخ کردے۔اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ لڑکی پر باپ وغیرہ جبر نہیں کرسکتے اگر اس سے بغیر پوچھے نکاح کردیں گے تو نکاح فضولی ہوگا لڑکی جائز رکھے یا نہ، ہمارے ہاں اس اختیار کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا امام شافعی کے ہاں اس کا باکرہ یعنی کنواری ہونا۔

۴؎ یہ حدیث، احمد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی نقل کی ابن قطان کہتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۵۶)

مسائلِ فقہیہ

ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، بچہ اور مجنون ولی نہیں ہوسکتا۔ مسلمان کے ولی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی اختیار نہیں، متقی ہونا شرط نہیں۔ فاسق بھی ولی ہوسکتا ہے۔ ولایت کے اسباب چار ہیں:

قرابت ۱ (یعنی قریبی رشتہ)، مِلک ۲، وِلا ۳، امامت ۴۔ (1)

مسئلہ ۱: قرابت کی وجہ سے ولایت عصبہ بنفسہٖ کے لیے ہے (1A) یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرابت کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو یا یوں سمجھو کہ وہ وارث کہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچے سب لے لے اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو سارا مال یہی لے۔ ایسی قرابت والا ولی ہے اور یہاں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت میں معتبر ہے یعنی سب میں مقدم بیٹا، پھر پوتا، پھر پرپوتا اگرچہ کئی پشت کا فاصلہ ہو، یہ نہ ہوں تو باپ، پھر دادا، پھر پردادا، وغیرہم اصول اگرچہ کئی پشت اوپر کا ہو، پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا۔

خلاصہ یہ کہ اُس خاندان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار جو مرد ہو، وہ ولی ہے اگر بیٹا نہ ہو تو جو حکم بیٹے کا ہے وہی پوتے کا ہے، وہ نہ ہو تو پرپوتے کا اور عصبہ کے ولی ہونے میں اُس کا آزاد ہونا شرط ہے اگر غلام ہے تو اس کو ولایت

---

(1) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۴۷۔۱۴۹، وغیرہ

(1A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر الابصار میں ہے: الولی فی النکاح العصبۃ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب ا۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہٖ یعنی وہ مرد شخص جس کی نسبت میں عورت کا واسطہ نہ ہو، یہ ولی وراثت کی ترتیب اور ایک دوسرے کے لیے مانع ہونے کی ترتیب سے ہوں گے۔ (ا۔ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳)

لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ ا۔ (ا۔ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴)

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نکاح کر دیا تو وہ نکاح قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۳۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نہیں بلکہ اس صورت میں ولی وہ ہوگا جو اُس کے بعد ولی ہوسکتا ہے۔(2)

مسئلہ ۲: کسی پاگل عورت کے باپ اور بیٹا یا دادا اور بیٹا ہیں تو بیٹا ولی ہے باپ اور دادا نہیں مگر اس عورت کا نکاح کرنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ باپ اس کے بیٹے (یعنی اپنے نواسے) کو نکاح کر دینے کا حکم کردے۔(3)

مسئلہ ۳: عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پر پوتی، پھر نواسی کی بیٹی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر سوتیلی بہن، پھر اخیافی بھائی بہن یہ دونوں ایک درجہ کے ہیں، ان کے بعد بہن وغیرہا کی اولاد اسی ترتیب سے پھر پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچازاد بہن، پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد۔(4)

مسئلہ ۴: جب رشتہ دار موجود نہ ہوں تو ولی مولی الموالاۃ ہے یعنی وہ جس کے ہاتھ پر اس کا باپ مشرف باسلام ہوا اور یہ عہد کیا کہ اس کے بعد یہ اس کا وارث ہوگا یا دونوں نے ایک دوسرے کا وارث ہونا ٹھہرا لیا ہو۔(5)

مسئلہ ۵: ان سب کے بعد بادشاہِ اسلام ولی ہے پھر قاضی جب کہ سلطان کی طرف سے اسے نابالغوں کے نکاح کا اختیار دیا گیا ہو اور اگر اس کے متعلق یہ کام نہ ہو اور نکاح کر دیا پھر سلطان کی طرف سے یہ خدمت بھی اسے سپرد ہوئی اور قاضی نے اس نکاح کو جائز کر دیا تو جائز ہوگیا۔(6)

---

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۳
والدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، ج۱۰، ص۵۵۰، وغیرہا

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۳

(4) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاولیاء، ج۱، ص۱۶۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر الابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبة فالولایة للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال اھ۔(اھ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳)

نکاح کا ولی، وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب کے مطابق عصبات بنفسہ ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی، پھر بہن کو پھر والدہ کی طرف سے بھائی پھر ذوی الارحام میں پھوپھی پھر ماموں کو حاصل ہوتی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص۶۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاولیاء، ج۱، ص۱۶۵
ودرالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: لایصح تولیۃ الصغیر شیخا علی خیرات، ج۴، ص۱۸۵

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاولیاء، ج۱، ص۱۶۵

←

مسئلہ ۶: قاضی نے اگر کسی نابالغہ لڑکی سے اپنا نکاح کرلیا تو یہ نکاح بغیر ولی کے ہوا یعنی اس صورت میں قاضی ولی نہیں۔ یوہیں بادشاہ نے اگر ایسا کیا تو یہ بھی بے ولی کے (ولی کے بغیر) نکاح ہوا اور اگر قاضی نے نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے باپ یا لڑکے سے کر دیا تو یہ بھی جائز نہیں۔(7)

مسئلہ ۷: قاضی کے بعد قاضی کا نائب ہے جب کہ بادشاہ اسلام نے قاضی کو یہ اختیار دیا ہو اور قاضی نے اس نائب کو اجازت دی ہو یا تمام امور میں اس کو نائب کیا ہو۔(8)

مسئلہ ۸: وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کا نکاح کر دے اگرچہ اس یتیم کے باپ دادا نے یہ وصیت بھی کی ہو کہ میرے بعد تم اس کا نکاح کر دینا، البتہ اگر وہ قریب کا رشتہ دار یا حاکم ہے تو کرسکتا ہے کہ اب وہ ولی بھی ہے۔(9)

مسئلہ ۹: نابالغ بچے کی کسی نے پرورش کی، مثلاً اسے متبنے کیا (منہ بولا بیٹا بنایا) یا لاوارث بچہ کہیں پڑا ملا، اُسے پال لیا تو یہ شخص اس کے نکاح کا ولی نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۰: لونڈی، غلام کے نکاح کا ولی ان کا مولیٰ ہے، اس کے سوا کسی کو ولایت نہیں اگر کسی اور نے یا اس نے خود نکاح کرلیا تو وہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف رہے گا جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا اور اگر غلام دو شخص میں مشترک ہے تو ایک شخص تنہا اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔(11)

مسئلہ ۱۱: مسلمان شخص کافرہ کے نکاح کا ولی نہیں مگر کافرہ باندی کا ولی اس کا مولیٰ ہے۔ یوہیں بادشاہِ اسلام

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے:

ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی له وهذه لها اولیاء ۳؎۔

(۳؎ ردالمحتار، باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵)

سلطان کو ولایت منتقل نہ ہوگی کیونکہ سلطان اس وقت ولی بنتا ہے جب دوسرا کوئی ولی نہ ہو جبکہ اس کے اولیاء موجود ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۹۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۳
والدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۸۷

(8) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: لا یصح تولیۃ الصغیر شیخا علی خیرات، ج ۴، ص ۱۸۵

(9) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولي، ج ۴، ص ۱۸۶

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۴

(11) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاولیاء، ج ۱، ص ۱۶۵

اور قاضی بھی کافروں کے ولی ہیں کہ ان کو اُس کا نکاح کرنے کی اجازت ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: لونڈی، غلام ولی نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ مکاتب اپنے لڑکے کا ولی نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: کافر اصلی، کافر اصلی کا ولی ہے اور مرتد کسی کا بھی ولی نہیں، نہ مسلم کا، نہ کافر کا یہاں تک کہ مرتد مرتد کا بھی ولی نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۴: ولی اگر پاگل ہوگیا تو اس کی ولایت جاتی رہی اور اگر اس قسم کا پاگل ہے کہ کبھی پاگل رہتا ہے اور کبھی

---

(12) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج۴، ص۱۸۳

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۴

(14) المرجع السابق

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کافر دو قسم ہے: اصلی ومرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ا۔ بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

(ا۔ القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵)

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود ونصاریٰ کہ دہریہ نہ ہوں،

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہوجائے گا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر ومنافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہوگیا چاہے دہریہ ہوجائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۲۸۔ ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہوش میں تو ولایت باقی ہے، افاقہ کی حالت میں جو کچھ تصرفات کریگا نافذ ہوں گے۔(15)

مسئلہ ۱۵: لڑکا معتوہ یا مجنون ہے اور اسی حالت میں بالغ ہوا تو باپ کی ولایت اب بھی بدستور باقی ہے اور اگر بلوغ کے وقت عاقل تھا پھر مجنون یا معتوہ ہوگیا تو باپ کی ولایت پھر عَود کر آئے گی (یعنی لوٹ آئے گی) اور کسی کا باپ مجنون ہوگیا تو اُس کا بیٹا ولی ہے اپنے باپ کا نکاح کرسکتا ہے۔(16)

مسئلہ ۱۶: اپنے بالغ لڑکے کا نکاح کر دیا اور ابھی لڑکے نے جائز نہ کیا تھا کہ پاگل ہوگیا، اب اس کے باپ نے نکاح جائز کر دیا تو جائز ہوگیا۔(17)

مسئلہ ۱۷: نابالغ نے اپنا نکاح خود کیا اور نہ اس کا ولی ہے، نہ وہاں حاکم تو یہ نکاح موقوف ہے بالغ ہو کر اگر جائز کردے گا ہو جائے گا اور اگر نابالغ نے بالغ عورت سے نکاح کیا پھر غائب ہوگیا پھر عورت نے دوسرا نکاح کیا اور نابالغ نے بلوغ کے وقت نکاح جائز کر دیا تھا اگر دوسرا نکاح اجازت سے پہلے کیا تو دوسرا ہوگیا اور بعد میں تو نہیں اور اب پہلا ہوگیا۔(18)

مسئلہ ۱۸: دو برابر کے ولی نے نکاح کر دیا۔ مثلاً اس کے دو ۲ حقیقی بھائی ہیں دونوں نے نکاح کر دیا، تو جس نے پہلے کیا وہ صحیح ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ کیا ہو یا معلوم نہ ہو کہ کون پیچھے ہے، کون پہلے تو دونوں باطل۔(19)

مسئلہ ۱۹: ولی اقرب غائب ہے اس وقت دُور والے ولی نے نکاح کر دیا تو صحیح ہے اور اگر اس کی موجودگی میں نکاح کیا تو اس کی اجازت پر موقوف ہے محض اس کا سکوت کافی نہیں بلکہ صراحۃً یا دلالۃً اجازت کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ اگر ولی اقرب مجلس میں موجود ہو تو یہ بھی اجازت نہیں اور اگر اس ولی اقرب نے نہ اجازت دی تھی، نہ رد کیا اور مر گیا یا غائب ہوگیا کہ اب ولایت اسی دُور والے ولی کو پہنچی تو وہ قبل میں اس کا نکاح کر دینا اجازت نہیں بلکہ اب اس کی جدید اجازت درکار ہے۔(20)

---

(15) المرجع السابق

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ج۱، ص ۲۸۴

(17) المرجع السابق

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: لا یصح تولیۃ الصغیر شیخا علی خیرات، ج۴، ص ۱۸۷۔

(19) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج۴، ص ۱۸۸

(20) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سکوت بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول اوکردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ

استیذان ولی ابعد قیام اقرب کردہ است اگرنہ بروجہ وکالت ورسالت از اقرب بود بسکوت زن اصلا کارے نکشود نکاح نکاح ←

مسئلہ ۲۰: ولی کے غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کا انتظار کیا جائے تو وہ جس نے پیغام دیا ہے اور کفو بھی ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا اگر ولی قریب مفقود الخبر ہو یا کہیں دورہ کرتا ہو کہ اس کا پتا معلوم نہ ہو یا وہ ولی اُسی شہر میں چھپا ہوا ہے مگر لوگوں کو اس کا حال معلوم نہیں اور ولی ابعد نے نکاح کر دیا اور وہ اب ظاہر ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا۔(21)

فضولی شدو براجازتے دیگر قولا یا فعلا یا سکوتا چنانکہ در فتاوائے خود وجہ آنہا روشن کردہ ایم از زن قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود واین خلوت برضائے او روئے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت فی الدرالمختار ان استاذنھا غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول اوما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینھا من الوطئ ا؎ (ملخصا)۔(ا؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲)

باکرہ کی خاموشی وہاں اجازت قرار دی جاتی ہے جب اجازت طلب کرنے والا خود یا ولی اقرب ہو یا اس کا وکیل یا قاصد ہو، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، یہاں کی صورت میں ولی ابعد نے اجازت ولی اقرب کی موجودگی میں طلب کی ہے تو اگر اس نے ولی اقرب کی وکالت یا قاصد ہونے کی حیثیت سے اجازت نہ طلب کی ہو تو اس صورت میں باکرہ کی خاموشی رضا کے لئے کارآمد نہیں ہے، یہ نکاح نکاح فضولی ہوا جو کہ عورت کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باکرہ نے خلوت سے قبل قولا یا فعلا یا خاموش رہ کر کسی قول یا فعل کے ذریعے نکاح کو رد نہ کیا ہو (جیسا کہ رد کے وجوہ ہم نے اپنے فتاوی میں واضح کئے ہیں) تو یہ خلوت جو باکرہ کی رضامندی سے ہوئی ہے اجازت قرار پائے گی اور موقوف نکاح نافذ ہوجائیگا، درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے غیر اقرب مثلا ولی ابعد نے اجازت طلب کی ہو تو لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ لڑکی کی طرف سے صراحۃ قول یا اس کے قائم مقام کسی اپنے فعل، جو رضا پر دلالت کرتا ہو، کا اظہار ضروری ہے مثلا وہ خاوند کو وطی کی اجازت دے دے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۶۱۳۔۶۱۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء، ج ۱، ص ۱۶۶، وغیرھا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی واوثق وہ ذیل آکد الفاظ فتیا صرف اول ودوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین وماخوذ ومعتمد علیہ یہی ہے کہ جب اس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اس پر اٹھا رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت غیبت منقطعہ ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نامعلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعث فوت کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت میں اس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئے گی اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا انتظار پر راضی، تو یہ غیبت منقطعہ نہیں، ولی بعید نکاح کرے گا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت اقرب پر موقوف رہے گا۔

فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر ۳؎ اھ

تنویر الابصار میں ہے ولی اقرب سفر کی مسافت پر غائب ہو تو ولی ابعد کو نکاح کر دینا جائز ہے اھ

(۳؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴)

وفی المجتبی نسبہ فی الہدایۃ لبعض المتاخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی ۴؎ اھ

....

ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں اس کو بعض متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی میں اس کو اکثر کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اس پر فتوی ہے اھ(۴۔ ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵)

قلت وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ کما فی مجمع الانھر قال القھستانی فی جامع الرموز ھو الصحیح وبہ یفتی ا۔اھ

قلت (میں کہتا ہوں) یوں ہی ولوالجیہ میں کہا اس پر فتوی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں قہستانی نے جامع الرموز میں کہا: یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اھ، (ا۔ جامع الرموز باب الولی والکفاءۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۶۹)

فی الدرواختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وثمرۃ الخلاف فی من اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ ۲۔اھ

در میں ہے: اور اس کو ملتقی میں پسندیدہ قرار دیا ہے منگنی کرنے والا کفو کے جواب کا انتظار نہ کرے، اور باقانی نے اس کو معتمد قرار دیا، اور ابن کمال نے اس پر فتوی کو نقل کیا اور ثمرہ اختلاف اس شخص کے متعلق ظاہر ہوگا جو شہر میں چھپ گیا ہو، تو کیا اس صورت میں غیبت منقطع ہوگی اھ (۲۔ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴)

قال الشامی قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ واستطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی البحر عن المجتبی والمبسوط انہ الاصح وفی النھایۃ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الھدایہ انہ اقرب الی الفقۃ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لاتعارض بین اکثر المتاخرین واکثر المشائخ ای لان المراد من المشائخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی اھ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النھر الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ ا۔ اھ کلام الشامی۔

(ا۔ ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۵)

شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر ایسی صورت ہو کہ حاضر کفو، اس کی انتظار اور اس کی رائے معلوم کرنے تک، ضائع اور فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو یہ غیبۃ منقطعہ ہوگی، اور کتاب میں اسی صورت کی طرف اشارہ ہے اھ، بحر میں مجتبی اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے، اور نہایہ میں ہے کہ اس کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ابن فضل نے اس کی تصحیح کی ہے، اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب فقہ ہے، اور فتح میں کہا کہ یہ فقہ کے اشبہ ہے اور یہ کہ اکثر متاخرین اور اکثر مشائخ میں کوئی تعارض نہیں ہے، یعنی اکثر مشائخ سے مراد متقدمین ہیں، اور شرح ملتقی میں حقائق سے منقول ہے کہ اقوال میں سے یہی اصح ہے اور اس پر فتوی ہے اھ، اور اختیار اور نقایہ میں اسی پر رجحان ہے، اور نہر کی کلام میں اس کے مختار ہونے کا اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ جس پر اکثر مشائخ ہوں اس پر فتوی بہتر ہے، شامی کا کلام ختم ہوا، (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۸۷۔۵۹۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

←

مسئلہ ۲۱: ولی اقرب صالح ولایت نہیں، مثلاً بچہ ہے یا مجنون تو ولی ابعد ہی نکاح کا ولی ہے۔ (22)

مسئلہ ۲۲: مولیٰ اگر غائب بھی ہو جائے اور اس کا پتا بھی نہ چلے، جب بھی لونڈی، غلام کے نکاح کی ولایت اسی کو ہے اس کے رشتہ دار ولی نہیں۔ (23)

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں بلکہ اس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ وہی جو اس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیاء میں کوئی اس سے اقرب نہ ہو سب اس سے نیچے ہوں یا برابر، مثلاً باپ غائب اور جد و برادران وعم موجود ہیں تو ولایت جد کے لئے ہے، نہ برادران وعم کے واسطے، اور جد نہ ہو تو سب برادران ہمسر کو، نہ عم کو،

فی ردالمحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبر به فی کافی الحاکم وعلیه فلو کان الغائب اباها ولها جد وعم فالولایة للجد لا للعم ا۔

ردالمحتار میں ہے کہ ابعد سے مراد ولی اقرب کے بعد دوسرے مرتبے والا ہے جیسا کہ اس کی تعبیر امام حاکم کی کافی میں ہے، اس بنا پر اگر والد غائب کے بعد لڑکی کا دادا اور چچا دونوں موجود ہوں تو ولایت دادا کو ہوگی، چچا کو نہ ہوگی۔

(۱؎ ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵)

اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلہ اولیاء میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب (جو قرب میں بعد والے مرتبہ پر ہو۔ت) انہیں بھی شامل، مثلاً والد ولی اقرب غائب ہے تو اس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں، اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو ان کی غیبت میں من الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا (جیسا کہ ترتیب کا تقاضا ہے، یہ بالکل ظاہر ہے۔ت)

درمختار میں ہے:

ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم للسلطان ۲؎ الخ۔

پھر والدہ کے بیٹے اور پھر ذوی الارحام کو پھر معاہدہ والے کو پھر سلطان کو حق ولایت ہے الخ (۲؎ درمختار، باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳)

اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے:

ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی له وھذه لها اولیاء ۳؎۔

(۳؎ ردالمحتار، باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵)

سلطان کو ولایت منتقل نہ ہوگی کیونکہ سلطان اس وقت ولی بنتا ہے جب دوسرا کوئی ولی نہ ہو جبکہ اس کے اولیاء موجود ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۹۱۔۵۹۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(23) المرجع السابق

مسئلہ ۲۳: لونڈی آزاد ہوگئی اور اس کا عصبہ کوئی نہ ہوتو وہ عصبہ ہے، جس نے اسے آزاد کیا اور اسی کی اجازت سے نکاح ہوگا، وہ مرد ہو یا عورت اور ذوی الارحام پر آزاد کنندہ (آزاد کرنے والا) مقدم ہے۔(24)

مسئلہ ۲۴: کفو نے پیغام دیا اور وہ مہر مثل بھی دینے پر تیار ہے مگر ولی اقرب لڑکی کا نکاح اس سے نہیں کرتا بلکہ بلاوجہ انکار کرتا ہے تو ولی ابعد نکاح کر سکتا ہے۔(25)

مسئلہ ۲۵: نابالغ اور مجنون اور لونڈی غلام کے نکاح کے لیے ولی شرط ہے، بغیر ولی ان کا نکاح نہیں ہوسکتا اور حرہ بالغہ عاقلہ نے بغیر ولی کفو سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور غیر کفو سے کیا تو نہ ہوا اگرچہ نکاح کے بعد راضی ہوگیا۔ البتہ اگر ولی نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہ دیا اور عورت کے بچہ بھی پیدا ہوگیا تو اب نکاح صحیح مانا جائے گا۔(26)

مسئلہ ۲۶: جس عورت کا کوئی عصبہ نہ ہو، وہ اگر اپنا نکاح جان بوجھ کر غیر کفو سے کرے تو نکاح ہو جائے گا۔(27)

مسئلہ ۲۷: جس عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دیں بعد عدت اس نے جان بوجھ کر غیر کفو سے نکاح کرلیا اور ولی راضی نہیں یا ولی کو اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہیں تو یہ عورت شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہوئی۔(28)

مسئلہ ۲۸: ایک درجہ کے چند ولی ہوں۔ بعض کا راضی ہوجانا کافی ہے اور اگر مختلف درجے کے ہوں تو اقرب کا راضی ہونا ضروری ہے کہ حقیقۃً یہی ولی ہے اور جس ولی کی رضا سے نکاح ہوا جب اس سے کہا گیا تو یہ کہتا ہے کہ یہ شخص کفو ہے تو اب اس کی رضا بے کار ہے اس کی رضا سے بقیہ ورثہ کا حق ساقط نہ ہوگا۔(29)

مسئلہ ۲۹: راضی ہونا دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ صراحۃً کہہ دے کہ میں راضی ہوں۔ دوسرے یہ کہ کوئی ایسا فعل پایا جائے جس سے راضی ہونا سمجھا جاتا ہو، مثلاً مہر پر قبضہ کرنا یا مہر کا مطالبہ یا دعویٰ کر دینا یا عورت کو رخصت کر دینا کہ یہ سب افعال راضی ہونے کی دلیل ہیں، اس کو دلالۃً رضا کہتے ہیں اور ولی کا سکوت رضا نہیں۔(30)

مسئلہ ۳۰: شافعیہ (امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیروکار) عورت بالغہ کو آری (کنواری) نے حنفی (امام اعظم

---

(24) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص ۱۳

(25) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۹۱

(26) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۴۹۔۱۵۱

(27) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۳، وغیرہ

(28) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۲

(29) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۳، وغیرہ

(30) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۴

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا پیروکار) سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تو نکاح صحیح ہوگیا۔ یوہیں اس کا عکس۔(31)

مسئلہ ۳۱: عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، کوآری (کنواری) ہو یا ثیب۔ یوہیں مرد بالغ آزاد اور مکاتب و مکاتبہ کا عقد نکاح بلا (بغیر) ان کی مرضی کے کوئی نہیں کر سکتا۔(32)

مسئلہ ۳۲: کوآری (کنواری) عورت سے اُس کے ولی یا ولی کے وکیل یا قاصد نے اذن مانگا یا ولی نے بلا اجازت لیے نکاح کر دیا۔ اب اس کے قاصد نے یا کسی فضولی عادل نے خبر دی اور عورت نے سکوت کیا یا ہنسی یا مسکرائی یا بغیر آواز کے روئی تو ان سب صورتوں میں اذن سمجھا جائے گا کہ پہلی صورت میں نکاح کر دینے کی اجازت ہے، دوسری میں نکاح کیا ہوا منظور ہے اور اگر اذن طلب کرتے وقت یا جس وقت نکاح ہو جانے کی خبر دی گئی، اس نے سُن کر کچھ جواب نہ دیا بلکہ کسی اور سے کلام کرنا شروع کیا مگر نکاح کو رد نہ کیا تو یہ بھی اذن ہے اور اگر چپ رہنا اس وجہ سے ہوا کہ اسے کھانسی یا چھینک آ گئی تو یہ رضا نہیں اس کے بعد رد کر سکتی ہے۔ یوہیں اگر کسی نے اس کا مونھ بند کر دیا کہ بول نہ سکی تو رضا نہیں۔ اور ہنسنا اگر بطورِ استہزا کے (مذاق کے طور پر) ہو یا رونا آواز سے ہو تو اذن نہیں۔(33)

---

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۷

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۷

والدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج۴، ص۱۵۵

(33) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج۴، ص۱۵۵

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج۱، ص۲۸۷، ۲۸۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سکوت بکر کہ بجائے اذن داشتہ اندوران صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد قیام اقرب کردہ است اگر نہ بروجہ وکالت و رسالت از اقرب بود بسکوت زن اصلا کارے نکشود نکاح نکاح فضولی شدہ براجازتے دیگر قولا یا فعلا یا سکوتا چنانکہ در فتاوائے خود وجہ آنہا روشن کردہ ایم از زن قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود واین خلوت برضائے او روئے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت فی الدر المختار ان استأذنہا غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینھا من الوطئ اھ (ملخصا)۔(اھ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲)

باکرہ کی خاموشی وہاں اجازت قرار دی جاتی ہے جب اجازت طلب کرنے والا خود یا ولی اقرب ہو یا اس کا وکیل یا قاصد ہو، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، یہاں کی صورت میں ولی ابعد نے اجازت ولی اقرب کی موجودگی میں طلب کی ہے تو اگر اس نے ولی اقرب کی ←

مسئلہ ۳۳: ایک درجہ کے دو ولی نے بیک وقت دو شخصوں سے نکاح کر دیا اور دونوں کی خبر ایک ساتھ پہنچی عورت نے سکوت کیا (یعنی خاموش رہی)، تو دونوں موقوف ہیں اپنے قول یا فعل سے جس ایک کو جائز کرے جائز ہے اور دوسرا باطل اور دونوں کو جائز کیا تو دونوں باطل اور دونوں نے اذن مانگا اور عورت نے سکوت کیا تو جو پہلے نکاح کر دے وہ ہوگا۔(34)

مسئلہ ۳۴: ولی نے نکاح کر دیا عورت کو خبر پہنچی اس نے سکوت کیا مگر اس وقت شوہر مر چکا تھا تو یہ اذن نہیں اور اگر شوہر کے مر جانے کے بعد کہتی ہے کہ میرے اذن سے میرے باپ نے اس سے نکاح کیا۔ اور شوہر کے ورثہ انکار کریں تو عورت کا قول مانا جائے گا لہٰذا وارث ہوگی اور عدّت واجب۔ اور اگر عورت نے یہ بیان کیا کہ میرے اذن کے بغیر نکاح ہوا مگر جب نکاح کی خبر پہنچی میں نے نکاح کو جائز کیا تو اب ورثہ کا قول معتبر ہے اب نہ مہر پائے گی نہ میراث۔ رہا یہ کہ عدّت گزارے گی یا نہیں اگر واقع میں سچی ہے تو عدّت گزارے ورنہ نہیں مگر نکاح کرنا چاہے تو عدّت تک روکی جائے گی کہ جب اس نے اپنا نکاح ہونا بیان کیا تو اب بغیر عدّت کیونکر نکاح کرے گی۔(35)

مسئلہ ۳۵: عورت سے اذن (اجازت) لینے گئے اس نے کہا کسی اور سے ہوتا تو بہتر تھا تو یہ انکار ہے اور اگر نکاح کے بعد خبر دی گئی اور عورت نے وہی لفظ کہے تو قبول سمجھا جائے گا۔(36)

مسئلہ ۳۶: ولی اس عورت سے خود اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے اور اجازت لینے گیا اس نے سکوت کیا تو یہ رضا ہے اور اگر نکاح اپنے سے کر لیا اب خبر دی اور سکوت کیا تو یہ رد ہے رضا نہیں۔(37)

وکالت یا قاصد ہونے کی حیثیت سے اجازت نہ طلب کی ہو تو اس صورت میں باکرہ کی خاموشی رضا کے لئے کارآمد نہیں ہے، یہ نکاح نکاح فضولی ہوا جو کہ عورت کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باکرہ نے خلوت سے قبل قولاً یا فعلاً یا خاموش رہ کر کسی قول یا فعل کے ذریعے نکاح کو رد نہ کیا ہو (جیسا کہ رد کے وجوہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں واضح کئے ہیں) تو یہ خلوت جو باکرہ کی رضامندی سے ہوئی ہے اجازت قرار پائے گی اور موقوف نکاح نافذ ہو جائیگا، درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے غیر اقرب مثلاً ولی ابعد نے اجازت طلب کی ہو تو لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ لڑکی کی طرف سے صراحۃً قول یا اس کے قائم مقام کسی اپنے فعل، جو رضا پر دلالت کرتا ہو، کا اظہار ضروری ہے مثلاً وہ خاوند کو وطی کی اجازت دے دے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱، ص ۶۱۱۔ ۶۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(34) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۶

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۹
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۷

(36) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۷

(37) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۸

مسئلہ ۳۷: کسی خاص کی نسبت عورت سے اذن مانگا اس نے انکار کر دیا مگر ولی نے اسی سے نکاح کر دیا۔ اب خبر پہنچی اور ساکت رہی تو یہ اذن ہو گیا اور اگر کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اُس سے نکاح نہیں چاہتی ہوں تو یہ رد ہے اور اگر جس وقت خبر پہنچی انکار کیا پھر بعد کو رضا ظاہر کی تو یہ نکاح جائز نہ ہوا۔(38)

مسئلہ ۳۸: اذن لینے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کا نام اس طرح لیا جائے جس کو وہ عورت جان سکے۔ اگر یوں کہا کہ ایک مرد سے تیرا نکاح کر دوں یا یوں کہ فلاں قوم کے ایک شخص سے نکاح کر دوں تو یوں اذن نہیں ہوسکتا۔ اور اگر یوں کہا کہ فلاں یا فلاں سے تیرا نکاح کر دوں اور عورت نے سکوت کیا تو اذن ہو گیا۔ ان دونوں میں جس ایک سے چاہے کر دے یا یوں کہا کہ پڑوس والوں میں سے کسی سے نکاح کر دوں یا یوں کہا کہ چچا زاد بھائیوں میں کسی سے نکاح کر دوں اور سکوت کیا اور ان دونوں صورتوں میں ان سب کو جانتی بھی ہو تو اذن ہو گیا۔ ان میں جس ایک سے کریگا ہو جائے گا اور سب کو جانتی نہ ہو تو اذن نہیں۔(39)

مسئلہ ۳۹: عورت نے اذنِ عام دے دیا، مثلاً ولی نے کہا کہ بہت سے لوگوں نے پیغام بھیجا ہے، عورت نے کہا جو تو کرے مجھے منظور ہے یا جس سے تو چاہے نکاح کر دے تو یہ اذنِ عام ہے جس سے چاہے نکاح کر دے مگر اس صورت میں بھی اگر کسی خاص شخص کی نسبت عورت پیشتر انکار کر چکی ہے تو اس کے بارے میں اذن نہ سمجھا جائے گا۔(40)

مسئلہ ۴۰: اذن لینے میں مہر کا ذکر شرط نہیں اور بعض مشائخ نے شرط بتایا لہٰذا ذکر ہو جانا چاہیے کہ اختلاف سے بچنا ہے اور اگر ذکر نہ کیا تو ضرور ہے کہ جو مہر باندھا جائے وہ مہر مثل سے کم نہ ہو اور کم ہو تو بغیر عورت کے راضی ہوئے عقد صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر زیادہ کمی ہو تو اگرچہ عورت راضی ہو اولیا کو اعتراض کا حق حاصل ہے یعنی جب کہ کسی غیر ولی نے نکاح کیا ہو اور ولی نے خود ایسا کیا تو اب کون اعتراض کرے۔(41)

مسئلہ ۴۱: ولی نے عورت بالغہ کا نکاح اس کے سامنے کر دیا اور اُسے اس کا علم بھی ہوا اور سکوت کیا تو یہ رضا ہے۔(42)

---

(38) الدر المختار و رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۸

(39) المرجع السابق، ص ۱۵۸

(40) المرجع السابق، ص ۱۵۹

(41) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۵۹

(42) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۶۰

مسئلہ ۴۲: یہ احکام جو مذکور ہوئے ولی اقرب کے ہیں، اگر ولی بعید یا اجنبی نے نکاح کا اذن طلب کیا تو سکوت اذن نہیں بلکہ اگر عورت کوآری (کنواری) ہے تو صراحۃً اذن کے الفاظ کہے یا کوئی ایسا فعل کرے جو قول کے حکم میں ہو، مثلاً مہر یا نفقہ طلب کرنا، خوشی سے ہنسنا، خلوت پر راضی ہونا، مہر یا نفقہ قبول کرنا۔(43)

مسئلہ ۴۳: ولی نے عورت سے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ فلاں سے تیرا نکاح کردوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، جب چلا گیا تو کہنے لگی میں راضی نہیں اور ولی کو اس کا علم نہ ہوا اور نکاح کر دیا تو صحیح ہو گیا۔(44)

مسئلہ ۴۴: بکر (کنواری) وہ عورت ہے جس سے نکاح کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو، لہٰذا اگر زینہ (سیڑھی) پر چڑھنے یا اترنے یا کودنے یا حیض یا زخم یا بلا نکاح زیادہ عمر ہو جانے یا زنا کی وجہ سے بکارت (یعنی کنوار پن) زائل ہوگئی جب بھی وہ کوآری (کنواری) ہی کہلائے گی۔ یوہیں اگر اس کا نکاح ہوا مگر شوہر نامرد ہے یا اس کا عضو تناسل مقطوع (کٹا ہوا) ہے اس وجہ سے تفریق ہوگئی بلکہ اگر شوہر نے وطی سے پہلے طلاق دے دی یا مرگیا اگرچہ ان سب صورتوں میں خلوت ہو چکی ہو جب بھی بکر ہے مگر جب چند بار اس نے زنا کیا کہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو گیا یا اُس پر حدزنا قائم کی گئی اگرچہ ایک ہی بار واقع ہوا ہو تو اب وہ عورت بکر نہیں قرار دی جائے گی اور جو عورت کوآری (کنواری) نہ ہو اس کو ثیب کہتے ہیں۔(45)

مسئلہ ۴۵: لڑکی کا نکاح نابالغہ سمجھ کر اس کے باپ نے کر دیا وہ کہتی ہے میں بالغہ ہوں میرا نکاح صحیح نہ ہوا اور اس کا باپ یا شوہر کہتا ہے نابالغہ ہے اور نکاح صحیح ہے تو اگر اس کی عمر نو برس کی ہو اور مراہقہ ہو تو لڑکی کا قول مانا جائے گا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو بلوغ کے گواہ کو ترجیح ہے۔ یوہیں اگر لڑکے مراہق (46) نے اپنے بلوغ کا دعویٰ کیا تو اسی کا قول معتبر ہے، مثلاً اس کے باپ نے اس کی کوئی چیز بیچ ڈالی، یہ کہتا ہے میں بالغ ہوں اور بیع صحیح نہ ہوئی اس کا باپ یا خریدار کہتا ہے نابالغ ہے تو بالغ ہونا قرار پائے گا جب کہ اس کی عمر اس قابل ہو۔(47)

مسئلہ ۴۶: نابالغ لڑکا اور لڑکی اگرچہ ثیب ہو اور مجنون و معتوہ کے نکاح پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے یعنی اگرچہ یہ لوگ نہ چاہیں ولی نے جب نکاح کر دیا ہو گیا۔ پھر اگر باپ دادا یا بیٹے نے نکاح کر دیا ہے تو اگرچہ مہرِ مثل سے بہت کم یا زیادہ پر نکاح کیا یا غیر کفو سے کیا جب بھی ہو جائے گا بلکہ لازم ہو جائے گا کہ ان کو بالغ ہونے کے بعد یا

(43) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۶۰

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۸، ۲۸۹

(45) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۶۱۔ ۱۶۳

(46) یعنی وہ لڑکا کہ ہنوز بالغ نہ ہوا مگر اس کے ہم عمر بالغ ہو گئے ہوں، اس کی مقدار بارہ برس کی عمر ہے۔

(47) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۶۵

مجنون کو ہوش آنے کے بعد اُس نکاح کے توڑنے کا اختیار نہیں۔ یوہیں مولیٰ کا نکاح کیا ہوا بھی فسخ نہیں ہو سکتا، ہاں اگر باپ، دادا یا لڑکے کا سوء اختیار معلوم ہو چکا ہو مثلاً اس سے پیشتر اس نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو فاسق وغیرہ سے کر دیا اور اب یہ دوسرا نکاح غیر کفو سے کریگا تو صحیح نہ ہوگا۔

یوہیں اگر نشہ کی حالت میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں زیادہ کمی کے ساتھ نکاح کیا تو صحیح نہ ہوا اور اگر باپ، دادا یا بیٹے کے سوا کسی اور نے کیا ہے اور غیر کفو یا مہر مثل میں زیادہ کمی بیشی کے ساتھ ہوا تو مطلقاً صحیح نہیں اور اگر کفو سے مہر مثل کے ساتھ کیا ہے تو صحیح ہے مگر بالغ ہونے کے بعد اور مجنون کو افاقہ کے بعد اور معتوہ کو عاقل ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ہوگا اگرچہ خلوت (یعنی خلوت صحیحہ) بلکہ وطی ہو چکی ہو یعنی اگر نکاح ہونا پہلے سے معلوم ہے تو بکر بالغ ہوتے ہی فوراً اور اگر معلوم نہ تھا تو جس وقت معلوم ہوا اسی وقت فوراً فسخ کر سکتی ہے اگر کچھ بھی وقفہ ہوا تو اختیار فسخ جاتا رہا۔ یہ نہ ہوگا کہ آخر مجلس تک اختیار باقی رہے مگر نکاح فسخ اس وقت ہوگا جب قاضی فسخ کا حکم بھی دیدے لہٰذا اسی اثنا میں قبل حکم قاضی اگر ایک کا انتقال ہو گیا تو دوسرا وارث ہوگا اور پورا مہر لازم ہوگا۔ (48)

مسئلہ ۷۴: عورت کو خیار بلوغ حاصل تھا جس وقت بالغ ہوئی، اسی وقت اسے یہ خبر بھی ملی کہ فلاں جائداد فروخت ہوئی جس کا شفعہ یہ کر سکتی ہے، ایسی حالت میں اگر شفعہ کرنا ظاہر کرتی ہے تو خیار بلوغ جاتا ہے اور اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے تو شفعہ جاتا ہے اور چاہتی یہ ہے کہ دونوں حاصل ہوں لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ کہے میں دونوں حق طلب کرتی ہوں، پھر تفصیل میں پہلے خیار بلوغ کو ذکر کرے اور ثیب کو ایسا معاملہ پیش آئے تو شفعہ کو مقدم کرے اور اس کی وجہ سے خیار بلوغ باطل نہ ہوگا۔ (49)

---

(48) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۷۱۔۱۶۹

والفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح، ج ۱، ص ۱۹۰

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص ۱۰، ۱۱، وغیرھا

(49) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص ۱۷۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور بحال ولایت نکاح منعقد ونافذ ہوتا مگر صغیرہ کو خیار بلوغ ملتا ہے یعنی اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر نکاح کا حال اسے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامت بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے، اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہہ دے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں۔ اس صورت میں حاکم مطلقاً نکاح فسخ کردے گا اگرچہ شوہر نامرد ومخنث نہ بھی ہو، مگر اس خیار میں کنواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے، اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد ومخنث سہی، اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اسے اختیار وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد ←

مسئلہ ۴۸: عورت جس وقت بالغہ ہوئی اسی وقت کسی کو گواہ بنائے کہ میں ابھی بالغ ہوئی اور اپنے نفس کو اختیار کرتی ہوں اور رات میں اگر اسے حیض آیا تو اسی وقت اپنے نفس کو اختیار کرے اور صبح کو گواہوں کے سامنے اپنا بالغ ہونا اور اختیار کرنا بیان کرے مگر یہ نہ کہے کہ رات میں بالغ ہوئی بلکہ یہ کہ میں اس وقت بالغ ہوئی اور اپنے نفس کو اختیار کیا اور اس لفظ سے یہ مراد لے کہ میں اس وقت بالغ ہوں تاکہ جھوٹ نہ ہو۔(50)

مسئلہ ۴۹: عورت کو یہ معلوم نہ تھا کہ اسے خیارِ بلوغ حاصل ہے اس بنا پر اس نے اس پر عملدرآمد بھی نہ کیا، اب اسے یہ مسئلہ معلوم ہوا تو اب کچھ نہیں کرسکتی کہ اس کے لیے جہل عذر نہیں اور لونڈی کسی کے نکاح میں ہے اب آزاد ہوئی تو اسے خیارِ عتق حاصل ہے کہ بعد آزادی چاہے اس نکاح پر باقی رہے یا فسخ کرالے۔ اس کے لیے جہل عذر ہے کہ باندیوں کو مسائل سیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور حرّہ کو ہر وقت حاصل ہے اور نہ سیکھنا خود اسی کا قصور ہے لہٰذا قابلِ معذوری نہیں۔(51)

مسئلہ ۵۰: لڑکا یا ثیب بالغ ہوئے تو سکوت سے خیارِ بلوغ باطل نہ ہوگا، جب تک صاف طور پر اپنی رضا یا کوئی ایسا فعل جو رضا پر دلالت کرے (مثلاً بوسہ لینا، چھونا، مہر لینا دینا، وطی پر راضی ہونا) نہ پایا جائے، مجلس سے اٹھ جانا بھی

جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کردیا جائے گا جب تک کہ وہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثل بوسہ لینے یا نان ونفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے، اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلا اختیار فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفاءت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر ومقدارِ مہر معین کرکے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھادیا مگر جب باپ یا دادا ولی اقرب کو خبر ہوئی تو باوصف علم عدم کفاءت وغبن فاحش اسے نافذ کردیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ نکاح باپ دادا کا بذات خود ہی کیا ہوا ٹھہرے گا اور صغیرہ کو اصلا اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے بچے کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکے ہوں تو یہ نکاح ان کا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۷۰۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(50) الفتاوی البزازیۃ ہامش علی الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، نوع فی خیار البلوغ، ج ۴، ص ۱۲۵، وغیرہا

(51) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اس نکاح کو فسخ چاہے تو فسخ کردیا جائے گا اگر بعد بلوغ ذرا دیر گزری اور اس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام ولازم ہوگیا کہ اب اس کی رضا وعدم رضا کچھ دخل نہ رہا، اس صورت اخیرہ اور نیز اس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کردینے سے لازم ہوچکا ہو، رضیہ اگر جدائی چاہے تو اس کے ہاتھ کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں بہ عوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے اگر وہ دے دے گا قطع تعلق ہوجائے گا ورنہ صبر لازم ہے،

فتح القدیر میں ہے:

←

خیار کو باطل نہیں کرتا کہ اس کا وقت محدود نہیں عمر بھر اس کا وقت ہے۔(52) رہا یہ امر کہ فسخِ نکاح سے مہر لازم آئے گا یا نہیں اگر اُس سے وطی نہ ہوئی تو مہر بھی نہیں اگرچہ فرقت جانب زوج سے ہو اور وطی ہو چکی ہے تو مہر لازم ہوگا اگرچہ فرقت جانب زوجہ سے ہو۔(53)

مسئلہ ۵۱: اگر وطی ہو چکی ہے تو فسخ کے بعد عورت کے لیے عدت بھی ہے ورنہ نہیں اور اس زمانہ عدت میں اگر شوہر اسے طلاق دے تو واقع نہ ہوگی اور یہ فسخ طلاق نہیں، لہٰذا اگر پھر انھیں دونوں کا باہم نکاح ہو تو شوہر تین طلاق کا مالک ہوگا۔(54)

مسئلہ ۵۲: ثیب کا نکاح ہوا اس کے بعد شوہر کے یہاں سے کچھ تحفہ آیا، اس نے لے لیا رضا ثابت نہ ہوئی۔ یوہیں اگر اس کے یہاں کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی اور پہلے بھی خدمت کرتی تھی تو رضا نہیں۔(55)

مسئلہ ۵۳: نابالغ غلام کا نکاح نابالغہ لونڈی سے ان کے مولٰی نے کر دیا پھر ان کو آزاد کر دیا۔ اب بالغ ہوئے تو ان کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں اور اگر لونڈی کو آزاد کرنے کے بعد نکاح کیا تو بالغہ ہونے کے بعد اسے خیار حاصل ہے۔(56)

الصبی اذا باع أواشتری اوتزوج یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانہا کانت متوقفۃ ولاتنفذ بمجرد بلوغہ [۱] اھ مختصرا وفی تنویر الابصار بطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی المجلس وان جہلت بہ [۲] وباقی المسائل مشہورۃ وفی الکتب مذکورۃ۔

(۱ ـ فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۸)(۲ ـ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳)

بچے نے جب خرید و فروخت یا نکاح کرلیا تو یہ امور ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے، اور اگر اس ولی نے بچے کے بلوغ سے قبل اجازت نہ دی ہو تو لڑکا اپنے بلوغ کے بعد ان امور کو نافذ کر سکتا ہے کیونکہ موقوف تھے اس لئے صرف لڑکے کے بلوغ سے نافذ نہ ہوں گے اھ مختصرا۔ اور تنویر الابصار میں ہے باکرہ بالغہ اگر اپنے نکاح کا علم ہو جانے پر خاموش رہے تو اس کا حق فسخ باطل ہو جاتا ہے اور جس مجلس میں علم ہوا اس مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ میں جاہل ہو، باقی مسائل مشہور اور کتب میں مذکور ہیں،

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۶۲۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(52) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء، ج۱، ص۱۶۶

(53) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۲۹

(54) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ج۴، ص۱۷۲

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ج۱، ص۲۸۹۔۲۹۰

(56) المرجع السابق، ص۲۸۶

کفو کا بیان

حدیث ۱: ترمذی و حاکم و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایسا شخص پیغام بھیجے، جس کے خُلق و دین کو پسند کرتے ہو تو نکاح کر دو، اگر نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فسادِ عظیم ہوگا۔(1)

حدیث ۲: ترمذی شریف میں مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ (۱) نماز کا جب وقت آجائے، (۲) جنازہ جب موجود ہو، (۳) بے شوہر والی کا جب کفو ملے۔(2)

کفو کے یہ معنی ہیں کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیا کے لیے باعثِ

---

(1) جامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ماجاء کم من ترضون دینہ إلخ، الحدیث: ۱۰۸۶، ج ۲، ص ۳۴۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس میں خطاب لڑکی کے اولیاء کو ہے چونکہ عادۃً عورت خصوصاً باکرہ لڑکی کے اولیاء سے ہی نکاح کی گفت وشنید کی جاتی ہے اس لیے ان سے خطاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لڑکے والے پیغام دیں لڑکی والوں کو اگرچہ اس کے عکس بھی جائز ہے۔

۲۔ یعنی جب تمہاری لڑکی کے لیے دیندار عادات وطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھ پتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو، لڑکے کے خلق سے مراد تندرستی، عادت کی خوبی، نفقہ پر قدرت سب ہی داخل ہیں۔

۳۔ اس لیے کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کیے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے، قتل و غارت ہوں گے، جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ کفایت میں صرف دین کا لحاظ ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں، دیگر امام فرماتے ہیں کہ کفایت میں چار چیزیں ملحوظ ہیں: دین، حریت نسب، پیشہ، لہذا مسلم کا نکاح کافر سے نہیں ہوسکتا، یوں ہی صالحہ لڑکی کا نکاح فاسق و بدکار مرد سے نہ کرنا چاہیے۔ حرہ کا نکاح غلام سے، اعلیٰ خاندان والی کا نکاح خسیس ذلیل خاندان والے سے، اعلیٰ پیشہ والے کا نکاح ذلیل پیشہ والے سے نہ ہونا چاہیے۔ اگر لڑکی خلاف کفو سے نکاح کرلے جس سے اس کے اولیاء کو ذلت ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔ (مرقات ولمعات واشعہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۱)

(2) جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازۃ، الحدیث: ۱۰۷۷، ج ۲، ص ۳۳۹

ننگ و عار (بے عزتی ورسوائی کا سبب) ہو، کفاءت (حسب ونسب میں ہم پلہ ہونا) صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت اگرچہ کم درجہ کی ہو اس کا اعتبار نہیں۔(3)

مسئلہ ۱: باپ، دادا کے سوا کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو نکاح صحیح نہیں اور بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر کفو عورت سے کر سکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفاءت معتبر نہیں اور نابالغ میں دونوں طرف سے کفاءت کا اعتبار ہے۔(4)

مسئلہ ۲: کفاءت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے:

1-نسب، 2-اسلام، 3-حرفہ، (یعنی پیشہ) 4-حریت، (آزاد ہونا) 5-دیانت، 6-مال۔

قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔ قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، انصار و مہاجرین سب اس میں برابر ہیں، عجمی النسل عربی کا کفو نہیں مگر عالم دین کہ اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔(5)

---

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص۱۹۴

(4) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص۱۹۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرہ ای غیر الاب وابیہ لا یصح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح اھ الخ اھ ملخصا۔(۱۔ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲)

اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا نہ ہو تو غیر کفو یا مہر مثل سے صریح کم کی صورت میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا۔ اور کفو اور مہر مثل ہو تو نکاح صحیح ہوگا الخ اھ ملخصا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء، ج۱، ص۱۶۳

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج۱، ص۲۹۰، ۲۹۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی، رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریشی کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے کئے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو ←

مسئلہ ۳: جو خود مسلمان ہوا یعنی اس کے باپ، دادا مسلمان نہ تھے وہ اس کا کفو نہیں جس کا باپ مسلمان ہو اور

وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاوی میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جب تک وہ عالم دین نہ ہوں اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم واعلٰی ہے اور غیر قریش قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذاللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جب تک اس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہوکر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی باطل و مردود ہوگا۔ اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو ان کا کیا ہوا بھی باطل ہوگا۔

کل ذٰلک معروف فی کتب الفقۃ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ تمام کتب فقہ میں معروف ہے جیسے درمختار وغیرہ اور ہم نے تفصیل کے طور پر اپنا قول اپنے فتاوی میں بیان کردیا ہے، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۷۱۸۔۷۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عجم کی قوموں (یعنی غیر عربیوں) میں نسب کے علاوہ باقی اُمور کا کفاءت میں لحاظ کیا جائے گا اور عجمی قوموں (کو رذیل یعنی گھٹیا قرار دینے) کا اکثر مدار (یعنی دارومدار) پیشوں (یعنی دھندے روزگار) پر ہے۔ (فتاوی امجدیہ ج ۲ ص ۱۳۲)

لہٰذا عُرف میں کسی قوم کو اس کے پیشے کی بنا پر کم حیثیت کا سمجھا جاتا ہو تو یہ بات بھی لڑکے کے کفو نہ ہونے کا باعث ہوگی۔

(فتاوی فیض الرسول ج ا ص ۷۰۵)

عالم کی ایک بہت بڑی فضیلت

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنٰی پر۔ بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: اس لئے کہ علم کی شرافت نسب و مال کی شرافت سے اولٰی ہے۔ جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم فرمایا ہے اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظ مندرجہ بالا سے طعن و تحقیر کے طور پر مخاطب کرے تو دائرہ کفر میں پاؤں رکھے گا۔

حررہ العاجز الفاقر الجانی محمد لطف الرحمن البردوانی الخاطب شمس العلماء مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگال) (۳ے اتحاف السادۃ المتقین دار الفکر بیروت ۷/ ۷۷ و ۲۸۱) (صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۴ و کنز العمال حدیث ۵۳ ۲۷ ۱۶۳۳/ ۱۹) (۴ے القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱) ←

جس کا صرف باپ مسلمان ہو اس کا کفو نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہو اور باپ دادا دو پشت سے اسلام ہو تو اب دوسری طرف اگرچہ زیادہ پشتوں سے اسلام ہو کفو ہیں مگر باپ دادا کے اسلام کا اعتبار غیر عرب میں ہے، عربی کے لیے خود مسلمان ہوا یا باپ، دادا سے اسلام چلا آتا ہو سب برابر ہیں۔ (6)

مسئلہ ۴: مرتد اگر اسلام لایا تو وہ اس مسلمان کا کفو ہے جو مرتد نہ ہوا تھا۔ (7)

مسئلہ ۵: غلام، حرّہ کا کفو نہیں، نہ وہ جو آزاد کیا گیا حرّہ اصلیہ (یعنی جو کبھی لونڈی نہ بنی ہو) کا کفو ہے اور جس کا باپ آزاد کیا گیا، وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا آزاد کیا گیا اور جس کا دادا آزاد کیا گیا وہ اس کا کفو ہے جس کی آزادی کئی پشت سے ہے۔ (8)

مسئلہ ۶: جس لونڈی کے آزاد کرنے والے اشراف ہوں، اس کا کفو وہ نہیں جس کے آزاد کرنے والے غیر اشراف ہوں۔ (9)

مسئلہ ۷: فاسق شخص متقی کی لڑکی کا کفو نہیں اگرچہ وہ لڑکی خود متقیہ نہ ہو۔ (10) اور ظاہر کہ فسق اعتقادی

(۱ـ القرآن الکریم ۳۵/۲۷) (۲ـ سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰) (۳ـ جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۳) (۴ـ الدرالمختار کتاب النکاح باب الکفائۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۲۰۲ـ ۲۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاکفاء، ج۱، ص ۱۶۳

والدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص ۱۹۸

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص ۲۰۰

(8) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاکفاء، ج۱، ص ۱۶۳

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس في الاکفاء، ج۱، ص ۲۹۰، ۲۹۱

(10) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

لیس فاسق کفوا الصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر ۱ـ

فاسق صالحہ لڑکی ایسی فاسقہ جو صالح کی بیٹی ہو کا کفو نہیں ہے، وہ فاسق اعلانیہ فسق کرتا ہو یا مخفی طور پر ظاہر روایت پر یہی حکم ہے، نہر۔

(۱ـ درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵)

عامہ شروح میں ہے: لایکون الفاسق کفوا البنت الصالحین ۲ـ فاسق نیک لوگوں کی بیٹی کا کفو نہیں۔

(۲ـ ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۰) ←

(عقیدے کا برا ہونا) فسقِ عملی (عمل کے لحاظ سے برا ہونا) سے بدر جہا بدتر، لہٰذا سُنی عورت کا کفو وہ بدمذہب نہیں ہوسکتا جس کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو اور جو بدمذہب ایسے ہیں کہ ان کی بدمذہبی کفر کو پہنچی ہو، ان سے تو نکاح ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفو ہونا تو بڑی بات ہے جیسے روافض و وہابیہ زمانہ کہ ان کے عقائد و اقوال کا بیان حصہ اوّل میں ہو چکا ہے۔

مسئلہ ۸: مال میں کفاءت کے یہ معنی ہیں کہ مرد کے پاس اتنا مال ہو کہ مہر معجّل اور نفقہ (کپڑے، کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات) دینے پر قادر ہو۔ اگر پیشہ نہ کرتا ہو تو ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو، ورنہ روز کی مزدوری اتنی ہو کہ عورت کے روز کے ضروری مصارف (یعنی ضروری اخراجات) روز دے سکے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ مال میں یہ اس کے برابر ہو۔ (11)

متن مجمع میں ہے:

لایکون الفاسق کفوا للصالحۃ ۳؎۔ فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہے۔

(۳؎ ردالمحتار بحوالہ المجمع باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۰)

فتاوی امام فقیہ النفس میں ہے:

قال بعض المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی الفاسق لایکون کفوا لبنت الصالحین معلنا کان اولم یکن وھو اختیار الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل ۴؎۔

بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا: فاسق معلن ہو یا غیر معلن وہ صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں ہے، یہی امام شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل کا مختار ہے۔ (۴؎ فتاوی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۱)

اسی میں ہے:

لایکون الفاسق کفو البنت الصالحین ۵؎۔ (۵؎ ردالمحتار بحوالہ خانیۃ باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۰)

فاسق صالحین کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۸۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء، ج ۱، ص ۱۶۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نیز ایسا معسر کہ نہ روزانہ کما تا ہو نہ ایک مہینے کے اپنے ہی قوت کا مالک ہو نفقہ در کنار کفو نہیں ہوسکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو، درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف اھ۔

کفو میں جس چیز کا عرب وعجم میں اعتبار کیا جاتا ہے وہ دیانت یعنی تقوی، اور مال جس سے مہر معجّل اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو ـــــ

مسئلہ ۹: مرد کے پاس مال ہے مگر جتنا مہر ہے اتنا ہی اس پر قرض بھی ہے اور مال اتنا ہے کہ قرض ادا کردے یا دَین مہر تو کفو ہے۔(12)

مسئلہ ۱۰: عورت محتاج ہے اور اس کے باپ، دادا بھی ایسے ہی ہیں تو اس کا کفو بھی بحیثیت مال وہی ہوگا کہ مہر معجل اور نفقہ دینے پر قادر ہو۔(13)

مسئلہ ۱۱: مالدار شخص کا نابالغ لڑکا اگرچہ وہ خود مال کا مالک نہیں مگر مالدار قرار دیا جائے گا کہ چھوٹے بچے، باپ، دادا کے تمول (یعنی مالداری) سے غنی کہلاتے ہیں۔(14)

مسئلہ ۱۲: محتاج نے نکاح کیا اور عورت نے مہر معاف کر دیا تو وہ کفو نہیں ہو جائے گا، کہ کفاءت کا اعتبار وقتِ عقد ہے اور عقد کے وقت وہ کفو نہ تھا۔(15)

مسئلہ ۱۳: نفقہ پر قدرت کفو ہونے میں اس وقت ضروری ہے کہ عورت قابلِ جماع ہو، ورنہ جب تک اس قابل نہ ہو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں، لہٰذا اُس پر قدرت بھی ضروری نہیں، صرف مہر معجل پر قدرت کافی ہے۔(16)

اگر کاریگر نہ ہو۔(۱ے درمختار باب الکفاۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵)

ردالمحتار میں ہے:

شمل مالو کانت فقیرۃ بنت فقراء کما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المھر والنفقۃ علیہ فیعتبر ھذا الوصف فی حقہ ۲ے۔(۲ے ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۱)

یہ فقیر کی بیٹی کو شامل ہے، جیسا کہ واقعات میں تصریح کی گئی ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مہر اور نفقہ خاوند پر ہی ہوتا ہے لہذا اس کا مالدار ہونا معتبر ہوگا۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۶۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۲

(13) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء، ج ۱، ص ۱۶۳

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء، ج ۱، ص ۱۶۳، وغیرہا

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۱

(16) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مال میں کفاءت کو صرف اس قدر کفایت کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اس عورت غنیہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے، اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے، اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اس کے ادا پر قدرت بہر حال درکار ہے۔

فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب والعجم مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع ۱ے ملخصاً۔(۱ے درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵)

←

مسئلہ ۱۴: جن لوگوں کے پیشے ذلیل سمجھے جاتے ہوں وہ اچھے پیشہ والوں کے کفو نہیں، مثلاً جوتا بنانے والے، چمڑا پکانے والے، سائیس (یعنی گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والا شخص)، چرواہے یہ ان کے کفو نہیں جو کپڑا بیچتے، عطر فروشی کرتے، تجارت کرتے ہیں اور اگر خود جوتا نہ بناتا ہو بلکہ کارخانہ دار ہے کہ اس کے یہاں لوگ نوکر ہیں یہ کام کرتے ہیں یا دکاندار ہے کہ بنے ہوئے جوتے لیتا اور بیچتا ہے تو تاجر وغیرہ کا کفو ہے۔ یوہیں اور کاموں میں۔(17)

مسئلہ ۱۵: ناجائز محکموں کی نوکری کرنے والے یا وہ نوکریاں جن میں ظالموں کا اتباع کرنا ہوتا ہے، اگرچہ یہ سب پیشوں سے رذیل (گھٹیا) پیشہ ہے اور علمائے متقدمین نے اس بارہ میں یہی فتویٰ دیا تھا کہ اگرچہ یہ کتنے ہی مالدار ہوں، تاجر وغیرہ کے کفو نہیں مگر چونکہ کفاءت کا مدار (انحصار) عرف دنیوی پر ہے اور اس زمانہ میں تقویٰ و دیانت پر عزت کا مدار نہیں بلکہ اب تو دنیوی وجاہت (دنیوی مقام ومرتبہ) دیکھی جاتی ہے اور یہ لوگ چونکہ عرف میں وجاہت والے کہے جاتے ہیں، لہٰذا علمائے متاخرین نے ان کے کفو ہونے کا فتویٰ دیا جب کہ ان کی نوکریاں عرف میں ذلیل نہ ہوں۔(18)

مسئلہ ۱۶: اوقاف کی نوکری بھی منجملہ پیشہ کے ہے، اگر ذلیل کام پر نہ ہو تو تاجر وغیرہ کا کفو ہوسکتا ہے۔ یوہیں علم دین پڑھانے والے تاجر وغیرہ کے کفو ہیں، بلکہ علمی فضیلت تو تمام فضیلتوں پر غالب ہے کہ تاجر وغیرہ عالم کے کفو نہیں۔(19)

مسئلہ ۱۷: نکاح کے وقت کفو تھا، بعد میں کفاءت جاتی رہی تو نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا اور اگر پہلے کسی کا پیشہ کم درجہ کا تھا جس کی وجہ سے کفو نہ تھا اور اس نے اس کام کو چھوڑ دیا اگر عار باقی ہے (یعنی ابھی تک اس کام کی وجہ سے ذلت ورسوائی ہورہی ہے) تو اب بھی کفو نہیں ورنہ ہے۔(20)

درمختار میں ہے کہ مال کے اعتبار سے عرب وعجم میں کفو کا اعتبار بایں طور ہے کہ مہر معجل دینے اور ایک روزانہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو جبکہ غیر کاروباری ہو ورنہ روزانہ کا خرچہ دینے پر قدرت رکھتا ہو بشرطیکہ بیوی جماع کی قدرت رکھتی ہو ملخصاً

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۱۴۔۲۱۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۳

(18) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۴

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۵

(20) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کفاءت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اس وقت کفو ہو پھر کفاءت جاتی رہے تو اس کا لحاظ نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوا ثم

مسئلہ ۱۸: کفاءت میں شہری اور دیہاتی ہونا معتبر نہیں جبکہ شرائط مذکورہ پائے جائیں۔(21)

مسئلہ ۱۹: حسن و جمال کا اعتبار نہیں مگر اولیا کو چاہیے کہ اس کا بھی خیال کر لیں، کہ بعد میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔(22)

مسئلہ ۲۰: امراض و عیوب مثلاً جذام، جنون، برص، گندہ دہنی (یعنی منہ سے بدبو آنے کی بیماری) وغیرہا کا اعتبار نہیں۔(23)

مسئلہ ۲۱: کسی نے اپنا نسب چھپایا اور دوسرا نسب بتا دیا بعد کو معلوم ہوا تو اگر اتنا کم درجہ ہے کہ کفو نہیں تو عورت اور اس کے اولیا کو حق فسخ حاصل ہے اور اگر اتنا کم نہیں کہ کفو نہ ہو تو اولیا کو حق نہیں ہے عورت کو ہے اور اگر اس کا نسب اس سے بڑھ کر ہے جو بتایا تو کسی کو نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۲: عورت نے شوہر کو دھوکا دیا اور اپنا نسب دوسرا بتایا تو شوہر کو حق فسخ نہیں، چاہے رکھے یا طلاق دیدے۔(25)

مسئلہ ۲۳: اگر غیر کفو سے عورت نے خود یا اس کے ولی نے نکاح کر دیا مگر اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا اور کفو ہونا اس نے ظاہر بھی نہ کیا تھا تو فسخ کا اختیار نہیں۔ پہلی صورت میں عورت کو نہیں، دوسری میں کسی کو نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۴: عورت مجہولۃ النسب (یعنی وہ عورت جس کا نسب معلوم نہ ہو) سے کسی غیر شریف نے نکاح کیا، بعد میں کسی قرشی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور قاضی نے اس کی بیٹی ہونے کا حکم دے دیا تو اُس شخص کو نکاح فسخ

فجر لم یفسخ اھ۔(اھ درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵)

درمختار میں ہے کہ کفو کا اعتبار ابتداء نکاح کے وقت ہے لہذا نکاح کے بعد اگر کفو ختم ہو جائے تو مضر نہیں جیسا کہ نکاح کے وقت صالح ہونے کی وجہ سے کفو تھا اور بعد میں وہ فاسق بن گیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۰۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۷

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۲

(23) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۴، ص ۲۰۸

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۳

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۳

(26) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء، ج ۱، ص ۱۶۴

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۲، ۲۹۳

کرنے کا اختیار ہے۔(27)

❁❁❁❁❁

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ج۱، ص۲۹۳

نکاح کی وکالت کا بیان

مسئلہ ۱: نکاح کی وکالت میں گواہ شرط نہیں۔(1) بغیر گواہوں کے وکیل کیا اور اُس نے نکاح پڑھا دیا ہوگیا۔گواہ کی یوں ضرورت ہے کہ اگر انکار کر دیا کہ میں نے تجھ کو وکیل نہیں بنایا تھا تو اب وکالت ثابت کرنے کے لیے گواہوں کی حاجت ہے۔

مسئلہ ۲: عورت نے کسی کو وکیل بنایا کہ تو جس سے چاہے میرا نکاح کر دے تو وکیل خود اپنے نکاح میں اسے نہیں لاسکتا۔ یوہیں مرد نے عورت کو وکیل بنایا تو وہ عورت اپنا نکاح اس سے نہیں کرسکتی۔(2)

مسئلہ ۳: مرد نے عورت کو وکیل کیا کہ تو اپنے ساتھ میرا نکاح کر دے یا عورت نے مرد کو وکیل کیا کہ میرا نکاح اپنے ساتھ کرلے، اُس نے کہا میں نے فلاں مرد (موکل کا نام لے کر) یا فلانی عورت (موکلہ کا نام لے کر) سے اپنا نکاح کیا، ہوگیا قبول کی بھی حاجت نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: کسی کو وکیل کیا کہ فلانی عورت سے اتنے مہر پر میرا نکاح کر دے۔ وکیل نے اس مہر پر اپنا نکاح اس عورت سے کرلیا تو اسی وکیل کا نکاح ہوا، پھر وکیل نے اسے مہینے بھر رکھ کر دخول کے بعد اُسے طلاق دے دی اور عدت گزرنے پر موکل سے نکاح کر دیا تو موکل کا نکاح جائز ہوگیا۔(4)

---

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، ج۱، ص ۲۹۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں، اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھا دیا نکاح ہوگیا، ہاں اگر عورت انکار کرے گی میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی، یہ تو کوئی غلطی نہیں۔ ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور۔ نکاح پڑھاتا ہے دوسرا، مذہب صحیح وظاہر الروایہ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا، اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوی میں ہے۔ لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اس کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے واللہ تعالی اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) المرجع السابق، ص ۲۹۴، ۲۹۵

(3) المرجع السابق، ص ۲۹۵

(4) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، ج۱، ص ۲۹۵، ۲۹۶

مسئلہ ۵: وکیل سے کہا کسی عورت سے میرا نکاح کردے، اس نے باندی سے کیا صحیح نہ ہوا۔ یوہیں اپنی بالغہ یا نابالغہ لڑکی یا نابالغہ بہن یا بھتیجی سے کردیا، جس کا یہ ولی ہے تو نکاح صحیح نہ ہوا اور اگر بالغہ بہن یا بھتیجی سے کیا تو صحیح ہے۔ یوہیں عورت کے وکیل نے اس کا نکاح اپنے باپ یا بیٹے سے کردیا تو صحیح نہ ہوا۔(5)

مسئلہ ٦: عورت نے اپنے کاموں میں تصرفات کا کسی کو وکیل کیا۔ اس نے اس وکالت کی بنا پر اپنا نکاح اس سے کرلیا، عورت کہتی ہے میں نے تو خرید و فروخت کے لیے وکیل بنایا تھا، نکاح کا وکیل نہیں کیا تھا تو یہ نکاح صحیح نہ ہوا کہ اگر نکاح کا وکیل ہوتا بھی تو اسے کب اختیار تھا کہ اپنے ساتھ نکاح کرلے۔(6)

مسئلہ ۷: وکیل سے کہا فلاں عورت سے میرا نکاح کردے، اس نے دوسری سے کردیا یا حرہ سے کرنے کو کہا تھا باندی سے کیا، یا باندی سے کرنے کو کہا تھا آزاد عورت سے کیا، یا جتنا مہر بتا دیا تھا اس سے زیادہ باندھا، یا عورت نے نکاح کا وکیل کردیا تھا اس نے غیر کفو سے نکاح کردیا، ان سب صورتوں میں نکاح صحیح نہ ہوا۔(7)

مسئلہ ۸: عورت کے وکیل نے اس کا نکاح کفو سے کیا، مگر وہ اندھا یا اپاہج یا بچہ یا معتوہ (دیوانہ) ہے تو ہو گیا۔ یوہیں مرد کے وکیل نے اندھی یا لنجھی (8) یا مجنونہ یا نابالغہ سے نکاح کردیا صحیح ہو گیا اور اگر خوبصورت عورت سے نکاح کرنے کو کہا تھا، اس نے کالی حبشن سے کردیا یا اس کا عکس، تو نہ ہوا اور اندھی سے نکاح کرنے کے لیے کہا تھا، وکیل نے آنکھ والی سے کردیا تو صحیح ہے۔(9)

مسئلہ ۹: وکیل سے کہا کسی عورت سے میرا نکاح کردے، اُس نے اُس عورت سے کیا جس کی نسبت موکل کہہ چکا تھا کہ اس سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے تو نکاح ہو گیا اور طلاق پڑ گئی۔(10)

مسئلہ ۱۰: وکیل سے کہا کسی عورت سے نکاح کردے، وکیل نے اُس عورت سے کیا جس کو موکل تو کیل سے پہلے چھوڑ چکا ہے، اگر موکل نے اسکی بد خلقی (بد اخلاقی) وغیرہ کی شکایت وکیل سے نہ کی ہو تو نکاح ہو جائے گا اور اگر جس سے

---

(5) المرجع السابق

والدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص۲۱۰

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۵

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، مطلب: في الوکیل والفضولي في النکاح، ج۴، ص۲۱۱

(8) وہ عورت جس کے ہاتھ یا پاؤں شل (بے کار) ہو گئے ہوں۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۵

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۵

نکاح کیا اسے وکیل بنانے کے بعد چھوڑا ہے تو نہ ہوا۔(11)

مسئلہ ۱۱: وکیل سے کہا فلانی یا فلانی سے کردے تو جس ایک سے کریگا ہو جائے گا اور اگر دونوں سے ایک عقد میں کیا (یعنی دونوں عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کیا) تو کسی سے نہ ہوا۔(12)

مسئلہ ۱۲: وکیل سے کہا ایک عورت سے نکاح کردے، اس نے دو سے ایک عقد میں کیا تو کسی سے نافذ نہ ہوا پھر اگر موکل ان میں سے ایک کو جائز کردے تو جائز ہو جائے گا اور دونوں کو تو دونوں، اور اگر دو عقد میں دونوں سے نکاح کیا تو پہلا لازم ہو جائے گا اور دوسرا موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر دو عورتوں سے ایک عقد کے ساتھ نکاح کرنے کو کہا تھا، اس نے ایک سے کیا یا دو سے دو عقدوں میں کیا تو جائز ہو گیا اور اگر کہا تھا فلانی سے کردے، وکیل نے اس کے ساتھ ایک عورت ملا کر دونوں سے ایک عقد میں کیا تو جس کو بتا دیا تھا اس کا ہو گیا۔(13)

مسئلہ ۱۳: وکیل سے کہا اس سے میرا نکاح کردے، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ شوہر والی ہے پھر اس عورت کا شوہر مرگیا یا اس نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اب وکیل نے اس سے نکاح کر دیا تو ہو گیا۔(14)

مسئلہ ۱۴: وکیل سے کہا میری قوم کی عورت سے نکاح کردے، اس نے دوسری قوم کی عورت سے کیا، جائز نہ ہوا۔(15)

مسئلہ ۱۵: وکیل سے کہا اتنے مہر پر نکاح کردے اور اس میں اتنا معجل ہو، وکیل نے مہر تو وہی رکھا مگر معجل کی مقدار بڑھا دی تو نکاح شوہر کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر شوہر کو علم ہو گیا اور عورت سے وطی کی تو اجازت ہو گئی اور لاعلمی میں کی تو نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۶: کسی کو بھیجا کہ فلانی سے میری منگنی کر آ۔ وکیل نے جا کر اس سے نکاح کر دیا ہو گیا اور اگر وکیل سے کہا فلاں کی لڑکی سے میری منگنی کردے، اس نے لڑکی کے باپ سے کہا اپنی لڑکی مجھے دے، اس نے کہا دی، اب وکیل کہتا ہے میں نے اس لفظ سے اپنے موکل کا نکاح مراد لیا تھا تو اگر وکیل کا لفظ منگنی کے طور پر تھا اور لڑکی کے باپ کا جواب بھی عقد کے طور پر نہ تھا تو نکاح نہ ہوا اور اگر جواب عقد کے طور پر تھا تو نکاح ہو گیا مگر وکیل سے ہوا موکل سے نہ ہوا اور اگر

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۵

(12) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الوکالۃ، ج۱، ص۱۶۲

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، مطلب: فی الوکیل والفضولی فی النکاح، ج۴، ص۲۱۲

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی الوکالۃ، ج۱، ص۱۶۲

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۶

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۶

وکیل اور لڑکی کے باپ میں موکل سے نکاح کے متعلق بات چیت ہو چکنے کے بعد لڑکی کے باپ نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر کر دیا، یہ نہ کہا کہ کس سے وکیل سے یا موکل سے، وکیل نے کہا میں نے قبول کی تو لڑکی کا نکاح اس وکیل سے ہو گیا۔(17)

مسئلہ ۱۷: یہ بات تو پہلے بتا دی گئی ہے کہ نکاح کے وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے سے نکاح پڑھوا دے۔ ہاں اگر عورت نے وکیل سے کہہ دیا کہ تو جو کچھ کرے منظور ہے تو اب وکیل دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے یعنی دوسرے سے پڑھوا سکتا ہے اور اگر دو شخصوں کو مرد یا عورت نے وکیل بنایا، ان میں ایک نے نکاح کر دیا جائز نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۸: عورت نے نکاح کا کسی کو وکیل بنایا پھر اُس نے بطور خود نکاح کر لیا تو وکیل کی وکالت جاتی رہی، وکیل کو اس کا علم ہوا یا نہ ہوا اور اگر اس نے وکالت سے معزول کیا تو جب تک وکیل کو اس کا علم نہ ہو معزول نہ ہوگا، یہاں تک کہ معزول کرنے کے بعد وکیل کو علم نہ ہوا تھا، اس نے نکاح کر دیا ہو گیا اور اگر مرد نے کسی خاص عورت سے نکاح کا وکیل کیا تھا پھر موکل نے اس عورت کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا تو وکالت ختم ہو گئی۔(19)

مسئلہ ۱۹: جس کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہیں اُس نے نکاح کا وکیل کیا تو یہ وکالت معطل رہے گی، جب ان میں سے کوئی بائن ہو جائے، اس وقت وکیل اپنی وکالت سے کام لے سکتا ہے۔(20)

مسئلہ ۲۰: کسی کی زبان بند ہو گئی اس سے کسی نے پوچھا، تیری لڑکی کے نکاح کا وکیل ہو جاؤں، اس نے کہا ہاں ہاں، اس کے سوا کچھ نہ کہا اور وکیل نے نکاح کر دیا صحیح نہ ہوا۔(21)

مسئلہ ۲۱: جس مجلس میں ایجاب ہوا اگر اُسی میں قبول نہ ہوا تو وہ ایجاب باطل ہو گیا، بعد مجلس قبول کرنا بے کار ہے اور یہ حکم نکاح کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بیع وغیرہ تمام عقود (یعنی معاملات) کا یہی حکم ہے، مثلاً مرد نے لوگوں سے کہا، گواہ ہو جاؤ میں نے فلانی عورت سے نکاح کیا اور عورت کو خبر پہنچی اس نے جائز کر دیا تو نکاح نہ ہوا، یا عورت نے کہا، گواہ ہو جاؤ کہ میں نے فلاں شخص سے جو موجود نہیں ہے نکاح کیا اور اسے جب خبر پہنچی تو جائز کر دیا نکاح نہ ہوا۔(22)

---

(17) المرجع السابق، ص۲۹۷۔۲۹۸

(18) المرجع السابق، ص۲۹۸

(19) المرجع السابق، ص۲۹۸

(20) المرجع السابق

(21) المرجع السابق

(22) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص۲۱۳

مسئلہ ۲۲: پانچ صورتوں میں ایک شخص کا ایجاب قائم مقام قبول کے بھی ہوگا:

1- دونوں کا ولی ہو مثلاً یہ کہے میں نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی بھتیجی سے کر دیا یا پوتے کا نکاح پوتی سے کر دیا۔

2- دونوں کا وکیل ہو، مثلاً میں نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کر دیا اور اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جو دو گواہ مرد کے وکیل کرنے کے ہوں، وہی عورت کے وکیل بنانے کے ہوں اور وہی نکاح کے بھی گواہ ہوں۔

3- ایک طرف سے اصیل (یعنی جو اپنا معاملہ خود طے کرے)، دوسری طرف سے وکیل، مثلاً عورت نے اسے وکیل بنایا کہ میرا نکاح تو اپنے ساتھ کر لے اس نے کہا میں نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کیا۔

4- ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی، مثلاً چچا زاد بہن نابالغہ سے اپنا نکاح کرے اور اس لڑکی کا یہی ولی اقرب بھی ہے اور اگر بالغہ ہو اور بغیر اجازت اس سے نکاح کیا تو اگرچہ جائز کر دے نکاح باطل ہے۔

5- ایک طرف سے ولی ہو دوسری طرف سے وکیل، مثلاً اپنی لڑکی کا نکاح اپنے موکل سے کرے۔

اور (۱) اگر ایک شخص دونوں طرف سے فضولی ہو یا ایک (۲) طرف سے فضولی ہو، دوسری طرف سے وکیل یا ایک (۳) طرف سے فضولی ہو، دوسری طرف سے ولی یا ایک (۴) طرف سے فضولی ہو، دوسری طرف سے اصیل تو ان چاروں صورتوں میں ایجاب وقبول دونوں نہیں کرسکتا اگر کیا تو نکاح نہ ہوا۔(23)

مسئلہ ۲۳: فضولی نے ایجاب کیا اور قبول کرنے والا کوئی دوسرا ہے، جس نے قبول کیا خواہ وہ اصیل ہو یا وکیل یا ولی یا فضولی تو یہ عقد اجازت پر موقوف رہا، جس کی طرف سے فضولی نے ایجاب یا قبول کیا اس نے جائز کر دیا، جائز ہو گیا اور رد کر دیا، باطل ہو گیا۔(24)

---

(23) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج۴، ص۲۱۳

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان فضولیا منھما اومن احدھما ومن الأخر اصیلا او وکیلا او ولیا ففی ھذہ الاربع لایتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی اٰخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا وردہ فی الفتح بأن الحق خلافہ ولا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب ۲؎ اھ مختصراً۔

(۲؎ ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶)

اگر کوئی شخص دونوں جانب سے فضولی ہو یا ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل ہو یا وکیل یا ولی ہو تو ان چاروں صورتوں میں ←

مسئلہ ۲۴: فضولی نے جو نکاح کیا اُس کی اجازت قول وفعل دونوں سے ہوسکتی ہے، مثلاً کہا تم نے اچھا کیا یا اللہ (عزوجل) ہمارے لیے مبارک کرے یا تو نے ٹھیک کیا اور اگر اُس کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اجازت کے الفاظ استہزا کے طور پر کہے تو اجازت نہیں۔ اجازتِ فعلی مثلاً مہر بھیج دینا، اُس کے ساتھ خلوت کرنا۔(25)

مسئلہ ۲۵: فضولی نے نکاح کیا اور مر گیا، اس کے مرنے کے بعد جس کی اجازت پر موقوف تھا، اس نے اجازت دی صحیح ہوگیا اگرچہ دونوں طرف سے دو فضولیوں نے ایجاب وقبول کیا ہو اور فضولی نے بیع کی ہو تو اس کے مرنے کے بعد جائز نہیں کرسکتا۔(26)

مسئلہ ۲۶: فضولی اپنے کیے ہوئے نکاح کو فسخ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، نہ قول سے فسخ کرسکتا ہے مثلاً کہے میں نے فسخ کردیا، نہ فعل سے مثلاً اُسی شخص کا نکاح اس عورت کی بہن سے کردیا تو پہلا فسخ نہ ہوگا اور اگر فضولی نے مرد کی بغیر اجازت نکاح کردیا، اس کے بعد اسی شخص نے اس فضولی کو وکیل کیا کہ میرا کسی عورت سے نکاح کردے، اس نے اس پہلی عورت کی بہن سے نکاح کیا تو پہلا فسخ ہوگیا اور کہتا کہ میں نے فسخ کیا تو فسخ نہ ہوتا۔(27)

مسئلہ ۲۷: فضولی نے چار عورتوں سے ایک عقد میں کسی کا نکاح کردیا، اُس نے ان میں سے ایک کو طلاق دیدی تو باقیوں کے نکاح کی اجازت ہوگئی اور پانچ عورتوں سے متفرق عقد کے ساتھ نکاح کیا تو شوہر کو اختیار ہے کہ ان میں سے چار کو اختیار کرلے اور ایک کو چھوڑ دے۔(28)

مسئلہ ۲۸: غلام اور باندی کا نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، وہ جائز کرے تو جائز، رد کرے تو باطل۔ خواہ مدبر ہوں یا مکاتب یا ام ولد یا وہ غلام جس میں کا کچھ حصہ آزاد ہوچکا اور باندی کو جو مہر ملے گا اُس کا مالک مولیٰ

نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک باطل ہوگا، امام یوسف اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک یہ موقوف ہوگا جس طرح ایک فضولی کی طرف سے ایجاب کو دوسرا فضولی قبول کرلے تو بالاتفاق موقوف ہوتا ہے، قولہ (اس کا قول) کہ اگرچہ دو کلاموں سے ایجاب وقبول کرے، یہ خلاف ہے اس کے جو ہدایہ کے بعض حواشی اور کافی کی شرح میں ہے کہ اگر دو کلاموں سے اس نے ادا کیا تو بالاتفاق نکاح موقوف ہوگا، اس کو فتح میں رد کردیا گیا ہے کیونکہ حق اس کے خلاف ہے اور اس قید کا اصحاب مذہب میں کوئی وجود نہیں ہے اھ مختصراً۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۱۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۹

(26) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، مطلب: في الوکیل والفضولي في النکاح، ج۴، ص۲۱۸

(27) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في فسخ عقد الفضولي، ج۱، ص۱۶۱

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السادس في الوکالۃ بالنکاح وغیرھا، ج۱، ص۲۹۹

ہے مگر مکاتبہ اور جس باندی کا بعض آزاد ہوا ہے ان کو جو مہر ملے گا انھیں کا ہوگا۔(29)

❁❁❁❁❁

(29) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في نکاح الممالیک، ج۱، ص۱۶۰،۱۶۱

مہر کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةًؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا)(1)

جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مہر مقرر شدہ اُنھیں دو اور قرار داد کے بعد تمھارے آپس میں جو رضا مندی ہو جائے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ (عزوجل) علم و حکمت والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا)(2)

عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوشی دل سے اس میں سے کچھ تمھیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

اور فرماتا ہے:

(لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

---

(1) پ ۵، النسآء: ۲۴

(2) پ ۴، النسآء: ۴

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے اولیاء اگر اولیاء نے مہر وصول کر لیا ہو تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچادیں۔

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مہر کا کوئی جز ہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لئے انہیں مجبور کرنا اُن کے ساتھ بد خلقی کرنا نہ چاہئے کیونکہ اللہ تعالٰی نے طِبْنَ لَكُمْ فرمایا جس کے معنی ہیں دل کی خوشی سے معاف کرنا

بصیرپ۲،البقرۃ (3)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مالدار پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور برتنے کی چیز واجب ہے، بھلائی والوں پر اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی اور ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اے مردو! تمھارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ (عزوجل) تمھارے کام دیکھ رہا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ہے ابو سلمہ کہتے ہیں، میں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا؟ فرمایا: حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مہر ازواجِ مطہرات کے لیے ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔(4) یعنی پانسو ۵۰۰ درم۔

---

(3) پ ۲، البقرۃ: ۲۳۶۔ ۲۳۷

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری کے باب میں نازل ہوئی جنھوں نے قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی مہر معین نہ کیا پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اگر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو مہر لازم نہیں ہاتھ لگانے سے مجامعت مراد ہے اور خلوت صحیحہ اسی کے حکم میں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ذکر مہر بھی نکاح درست ہے مگر اس صورت میں بعد نکاح مہر معین کرنا ہوگا اگر نہ کیا تو بعد دخول مہر مثل لازم ہو جائے گا۔

(مزید یہ کہ)

تین کپڑوں کا ایک جوڑا۔

(مزید یہ کہ)

جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو قبل دخول طلاق دی ہو اس کو تو جوڑا دینا واجب ہے اور اس کے سوا ہر مطلقہ کے لئے مستحب ہے۔(مدارک)

(4) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق ...الخ، الحدیث: ۷۸۔(۱۴۲۶)، ص ۷۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ سوال عام ازواج پاک کے مہر کے متعلق تھا ورنہ بی بی ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا جو نجاشی شاہ حبشہ نے ادا کیا تھا۔

۲۔ یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ مہر تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کل پانچ سو درہم یعنی تقریباً ایک سو پینسٹھ روپے ہوئے درہم ←

حدیث ۲: ابوداود ونسائی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور چار ہزار مہر کے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے خود ادا کیے اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ انھیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھیج دیا۔(5)

ساڑھے چار آنہ کا ہوتا ہے۔

۳۔ نَش ن کے پیش اور شین کے شد سے بمعنی نصف روئی اور ہر نصف کو نَش کہتے ہیں مشکوۃ کے بعض نسخوں میں نُشاً فتح سے ہے، مگر پیش کی روایت شرح وغیرہ کتب کے موافق ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۱۲۴)

(5) سنن النسائی، کتاب النکاح، باب القسط فی الاصدقۃ، الحدیث: ۳۳۴۷، ص ۵۴۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ام حبیبہ کا نام شریف رملہ ہے ابوسفیان کی صاحبزادی امیر معاویہ کی بہن مسلمانوں کی والدہ یعنی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی ماں کا نام صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان کی پھوپھی آپ کا انتقال مدینہ منورہ ۴۴ھ میں ہوا، فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے، رضی اللہ عنہا۔

۲۔ یہاں صاحب مشکوۃ سے غلطی ہوئی عبداللہ ابن جحش تو صحابی ہیں جنگ احد میں شریک ہوئے، حضرت ام حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں۔ یہ عبیداللہ پہلے تو مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کر گئے مگر وہاں جا کر عیسائی ہو گئے اور عیسائیت پر ہی مرے یہ دونوں بھائی حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔(مرقات واشعہ وغیرہ)

۳۔ عبیداللہ ابن جحش زمین حبشہ میں عیسائیت کی حالت میں فوت ہوئے، حضرت ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

۴۔ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں تشریف فرما رہے اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں، نجاشی بادشاہ نے ام حبیبہ سے اجازت لے کر مجمع کے سامنے ان کا نکاح حضور انور سے کر دیا اور نکاح کی اطلاع حضور کو بھیج دی حضور نے یہ نکاح مجمع صحابہ میں قبول فرما لیا اسے غائبانہ نکاح کہتے ہیں اب بھی جائز ہے نجاشی شاہ حبش کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا حضور کا زمانہ پایا زیارت نہ کر سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں انہوں نے مسلمانوں کی بڑی خدمات انجام دیں، اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو اپنا وکیل نکاح کرا کے حبشہ بھیج دیا تھا اس صورت میں تو نجاشی ام حبیبہ کے وکیل نکاح ہوئے اور عمرو ابن امیہ حضور کے وکیل مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے۔

۵۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس نکاح کے موقعہ پر خالد ابن سعید ابن عاص کے ذریعہ نجاشی نے بی بی ام حبیبہ کو حضور کی طرف سے پیغام نکاح دیا۔ ابرہہ لونڈی حضرت جعفر ابن ابی طالب اور دوسرے مسلمان نکاح میں شریک ہوئے حضور کی طرف سے نجاشی نے اور ام حبیبہ کی طرف سے خالد نے خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو دینار یعنی چار ہزار درہم اپنی جیب سے نجاشی نے مہر ادا کیا بعد میں تمام حاضرین کو کھانا کھلایا پھر حضرت شرحبیل کے ساتھ حضور کی خدمت میں ام حبیبہ کو بھیج دیا، خیال رہے کہ یہ خالد بی بی ام حبیبہ کے والد یعنی ابوسفیان کے چچا ہیں اور نجاشی نے یہ نکاح اس لیے کیا تا کہ ابوسفیان حضور کی طرف مائل ہوں جنگ ہلکی پڑ جائے یہ نکاح ۶ھ میں ہوا، حسنہ شرحبیل کی والدہ کا نام ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۱۲۵)

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و دارمی راوی، کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں بندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت کو مہرِ مثل ملے گا، نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدّت ہے اور اُسے میراث ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا تھا۔ یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے۔ (6)

(6) جامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأۃ الخ، الحدیث: ۱۱۴۸، ج ۲، ص ۳۷۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ غالبًا یہ علقمہ ابن ابی علقمہ ہیں علقمہ کا نام بلال ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں مشہور تابعی ہیں واللہ اعلم۔ علقمہ ابن ابی وقاص نہیں وہ تو صحابی ہیں۔

۲؎ صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی ایک عورت سے بغیر مہر نکاح کیا یا تو مہر کا ذکر ہی نہیں کیا یا مہر کی نفی کردی کہ مہر کچھ نہ دوں گا یا ایسی چیز مہر مقرر کی جو مہر بننے کے قابل نہیں مثلًا ہوا یا پانی کے گلاس پر نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ سے پہلے مرگیا تو اس کی عورت کو مہر ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کیا؟

۳؎ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اس عورت کو پورا مہر مثل ملے گا عدت وفات واجب ہوگی یعنی چار ماہ دس دن اور چوتھائی متروکہ مال میراث میں ملے گا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فتویٰ تو دیا مگر دل میں خیال کرتا تھا کہ نہ معلوم صحیح ہے یا غلط کیونکہ آپ نے اس کے متعلق حدیث نہیں سنی تھی، قرآن کریم سے یہ حکم مستنبط کیا تھا کہ کیا یہ خبر استنباط صحیح ہے یا نہیں۔ (مرقات مع زیادت)

۴؎ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن غزوہ میں شریک تھے قوم اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں جنگ حرہ کے دن اپنے بیٹے کے ساتھ شہید ہوئے (اشعہ)

۵؎ یعنی یہ ہی صورت مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہ ہی حکم دیا تھا، آپ کا اجتہاد حدیث کے موافق ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم وفات کی صورت میں ہے، اگر ایسی عورت کو خلوت سے پہلے طلاق ہوجائے تو نہ اس پر عدت ہے نہ مہر بلکہ کپڑوں کا ایک جوڑا ملے گا طلاق کی عدت خلوت سے واجب ہوتی ہے اور مہر مثل کبھی بھی آدھا ہو کر نہیں ملتا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ان کا مذہب بعینہ وہی ہے بعض اماموں کے ہاں اس صورت میں عورت کو مہر نہیں ملتا۔

۶؎ روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود یہ سن کر ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد ایسی خوشی آپ کو کبھی نہ ہوئی تھی۔

۷؎ بیہقی نے فرمایا کہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب صحیح ہیں۔ واللہ اعلم!

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۲۸)

حدیث ۴: حاکم و بیہقی عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو۔(7)

حدیث ۵: ابویعلی وطبرانی صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا، تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور یہ نیت ہو کہ قیمت میں سے اُسے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا، خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔(8)

❁❁❁❁❁

---

(7) المستدرک للحاکم کتاب النکاح، خیر الصداق ایسرہ، الحدیث: ۲۷۹۶، ج۲، ص ۵۳۷

(8) المعجم الکبیر، باب الصاد، الحدیث: ۷۳۰۲، ج۸، ص ۳۵

مسائل فقہیہ

مہر کم سے کم دس ۱۰ درم (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (618.30 گرام) چاندی یا اُس کی قیمت) ہے اس سے کم نہیں ہوسکتا، جس کی مقدار آج کل کے حساب سے ۵۳ پائی ہے خواہ سکہ ہو یا ویسی ہی چاندی یا اُس قیمت کا کوئی سامان، اگر درہم کے سوا کوئی اور چیز مہر ٹھہری تو اُس کی قیمت عقد کے وقت دس ۱۰ درہم سے کم نہ ہو اور اگر اُس وقت تو اسی قیمت کی تھی مگر بعد میں قیمت کم ہوگئی تو عورت وہی پائے گی پھیرنے کا اُسے حق نہیں اور اگر اس وقت دس ۱۰ درہم سے کم قیمت کی تھی اور جس دن قبضہ کیا قیمت بڑھ گئی تو عقد کے دن جو کمی تھی وہ لے لے گی، مثلاً اُس روز اس کی قیمت آٹھ درہم تھی اور آج دس ۱۰ درہم ہے تو عورت وہ چیز لے گی اور دو درہم اور اگر اُس چیز میں کوئی نقصان آگیا تو عورت کو اختیار ہے کہ دس درہم لے یا وہ چیز۔(1)

مسئلہ ۱: نکاح میں دس ۱۰ درہم یا اس سے کم مہر باندھا گیا، تو دس ۱۰ درہم واجب اور زیادہ باندھا ہو تو جو مقرر ہوا واجب۔(2)

مسئلہ ۲: وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت ہو ان سب سے مہر مؤکد (یعنی لازم) ہو جاتا ہے (2A) کہ جو مہر ہے اب اس میں کمی نہیں ہوسکتی۔ یوہیں اگر عورت کو طلاق بائن دی تھی اور عدت کے اندر اس سے

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الاول، ج۱، ص ۳۰۲، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس ۱۰ درم سے کم نہ ہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیا کم دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے بھر چاندی ہُوئی یعنی دو ۲ روپے بارہ ۱۲ آنے ۹-۳/۵ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کائی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے، یہ ان قاضیوں کی گھڑت ہے سہ ۶۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے، اکثر ازواجِ مطہرات کا مہر پانسو ۵۰۰ درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ۱۴۰ ہُوئے، اور حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چارسو ۴۰۰ مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سوبیس ۱۱۲۰ یا گیارہ ہزار دوسو ۱۱۲۰۰ روپے ہُوئے، مہر معیّن کر دینا چاہیے، فقط شرع پیغمبری یا اس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۶۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص ۲۔

(2A) وفی الدرالمختار المھر یتاکد بعند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما ۱ھ۔

پھر نکاح کر لیا تو یہ مہر بغیر دخول وغیرہ کے مؤکد ہو جائیگا۔ ہاں اگر صاحب حق نے کل یا جز معاف کر دیا تو معاف ہو جائے گا اور اگر مہر مؤکد نہ ہوا تھا اور شوہر نے طلاق دے دی تو نصف واجب ہوگا اور اگر طلاق سے پہلے پورا مہر ادا کر چکا تھا تو نصف تو عورت کا ہوا ہی اور نصف شوہر کو واپس ملے گا مگر اس کی واپسی میں شرط یہ ہے کہ یا عورت اپنی خوشی سے پھیر دے یا قاضی نے واپسی کا حکم دے دیا ہو اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شوہر کا کوئی تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا، مثلاً اس کو بیچنا، ہبہ کرنا (تحفہ دینا)، تصدق کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

اور اگر وہ مہر غلام ہے تو شوہر اس کو آزاد نہیں کر سکتا اور قاضی کے حکم سے پیشتر (پہلے) عورت اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے مگر بعد حکم قاضی اس کی آدھی قیمت دینی ہوگی اور اگر مہر میں زیادتی ہو، مثلاً گائے، بھینس وغیرہ کوئی جانور مہر میں تھا، اس کے بچہ ہوا یا درخت تھا، اس میں پھل آئے یا کپڑا تھا، رنگا گیا یا مکان تھا، اس میں کچھ نئی تعمیر ہوئی یا غلام تھا، اس نے کچھ کمایا تو اگر زوجہ کے قبضہ سے پیشتر اس مہر میں زیادتی (3) متولد ہے، اس کے نصف کی عورت مالک ہے اور نصف کا شوہر ورنہ کل زیادتی کی بھی عورت ہی مالک ہے۔ (4)

مسئلہ ۳: جو چیز مال متقوم نہیں وہ مہر نہیں ہو سکتی اور مہر مثل واجب ہوگا، مثلاً مہر یہ ٹھہرا کہ آزاد شوہر عورت کی سال بھر تک خدمت کریگا یا یہ کہ اسے قرآن مجید یا علم دین پڑھا دے گا یا حج و عمرہ کرا دے گا یا مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے ہوا اور مہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر آیا یا یہ کہ شوہر اپنی پہلی بی بی کو طلاق دے دے تو ان سب صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا۔ (5)

مسئلہ ۴: اگر شوہر غلام ہے اور ایک مدت معینہ تک عورت کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا اور مالک نے اس کی اجازت بھی دے دی ہو تو صحیح ہے ورنہ عقد صحیح نہیں۔ آزاد شخص عورت کے مولیٰ یا ولی کی خدمت کریگا یا شوہر کا غلام یا اس کی

اور درمختار میں ہے کہ وطی، خلوت صحیحہ اور خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے سے مہر لازم ہو جاتا ہے اھ

(۴۔ الدر المختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷)

(3) زیادت دو قسم ہے متولدہ اور غیر متولدہ اور ہر ایک کی دو قسم متصلہ و منفصلہ، متولدہ متصلہ مثلاً درخت کے پھل جبکہ درخت میں لگے ہوں۔ متولدہ منفصلہ مثلاً جانور کا بچہ یا ٹوٹے ہوئے پھل۔ غیر متولدہ متصلہ جیسے کپڑے کو رنگنا یا مکان میں تعمیر۔ غیر متولدہ منفصلہ جیسے غلام نے کچھ کمایا اور ہر ایک عورت کے قبضہ سے پیشتر ہے یا بعد تو یہ سب آٹھ قسمیں ہوئیں اور تنصیف صرف زیادت متولدہ قبل القبض کی ہے باقی کی نہیں (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۲۷)

(4) الدر المختار و ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۲۳۔ ۲۲۷

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۰۲، ۳۰۳ والدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۲۹۔ ۲۳۲

باندی عورت کی خدمت کرے گی تو یہ مہر صحیح ہے۔(6)

مسئلہ ۵: اگر مہر میں کسی دوسرے آزاد شخص کا خدمت کرنا ٹھہرا تو اگر نہ اُس کی اجازت سے ایسا ہوا، نہ اس نے جائز رکھا تو اس خدمت کی قیمت مہر ہے اور اگر اُس کے حکم سے ہوا اور خدمت وہ ہے جس میں عورت کے پاس رہنا سہنا ہوتا ہے تو واجب ہے کہ خدمت نہ لے بلکہ اس کی قیمت لے اور اگر وہ خدمت ایسی نہیں تو خدمت لے سکتی ہے اور اگر خدمت کی نوعیت معین نہیں تو اگر اُس قسم کی لے گی تو وہ حکم ہے اور اِس قسم کی تو یہ۔(7)

مسئلہ ۶: شغار یعنی ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرا نکاح ہے تو ایسا کرنا گناہ و منع ہے اور مہرِ مثل واجب ہوگا۔(8)

مسئلہ ۷: کسی شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے نکاح کیا بعوض اس غلام کے، حالانکہ وہ آزاد تھا یا مٹکے کی طرف اشارہ کر کے کہا بعوض اس سرکہ کے اور وہ شراب ہے تو مہرِ مثل واجب ہے۔ یوہیں اگر کپڑے یا جانور یا مکان کے عوض کہا اور جنس نہیں بیان کی یعنی یہ نہیں کہا کہ فلاں قسم کا کپڑا یا فلاں جانور تو مہرِ مثل واجب ہے۔(9)

---

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج۴، ص۲۲۹، وغیرہ

(7) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب المہر، ج۳، ص۲۲۳، ۲۲۴

(8) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج۴، ص۲۲۸

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

یعنی دورِ جاہلیت میں عرب میں نکاح شغار ہوتا تھا اسلام نے اسے منع فرمادیا، خیال رہے کہ اگر یہ شرط درست رہتی تو شغار بنتا جب احناف نے اس شرط کو باطل قرار دیا اور ہر لڑکی کو مہر مثل دلوایا تو شغار نہ رہا، لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں جیسے دیگر فاسد شروط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد ہوجاتی ہے ایسے ہی یہ نکاح بھی بالشرط ہے، جس میں نکاح درست اور شرط فاسد ہے جیسے کوئی شخص سور یا شراب کے عوض نکاح کرے تو نکاح درست ہے یہ شرط فاسد ہے مہر مثل دیا جائے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶)

(9) المرجع السابق، ص۲۲۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عالمگیریہ میں ہے:

فاذا تزوجها علی هذا العبد وهو ملك الغير او علی هذه الدار وهی ملك الغير فالنكاح جائز والتسمية صحيحة فبعد ذلك ينتظر ان اجاز صاحب الدر وصاحب العبد ذلك فلها عين المسمی وان لم يجز المستحق لايبطل النكاح ولاالتسمية حتی لايجب مهر المثل وانما تجب قيمة المسمی كذافی المحيط[۱]۔

(۱؎ فتاوی ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۰۴) ←

مسئلہ ۸: نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہوگئی یا دونوں سے کوئی مر گیا تو مہر مثل واجب ہے بشرطیکہ بعد عقد آپس میں کوئی مہر طے نہ پا گیا ہو اور اگر طے ہو چکا تو وہی طے شدہ ہے۔ یوہیں اگر قاضی نے مقرر کر دیا تو جو مقرر کر دیا وہ ہے اور ان دونوں صورتوں میں مہر جس چیز سے مؤکد ہوتا ہے، مؤکد ہو جائے گا اور مؤکد نہ ہوا بلکہ خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایک جوڑا کپڑا واجب ہے یعنی کرتہ، پاجامہ، دوپٹا جس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور زیادہ ہو تو مہر مثل کا نصف دیا جائے اگر شوہر مالدار ہو اور ایسا جوڑا بھی نہ ہو جو پانچ درہم سے کم قیمت کا ہو اگر شوہر محتاج ہو اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجہ کا ہو اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو درمیانی۔ (10)

جب کسی نے ایک خاص عبد یا ایک مکان بطور مہر پر نکاح کیا جبکہ وہ عبد اور مکان کسی غیر کی ملکیت ہوں تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور مہر کے طور پر ان کا ذکر صحیح ہے، بعد میں دیکھا جائے کہ اس عبد یا مکان کا مالک دینے پر تیار ہے تو وہی عبد یا مکان مذکورہ دیا جائے گا اور مالک دینے پر تیار نہ ہو تو پھر بھی نکاح اور مہر باطل نہ ہوگا حتی کہ مہر مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اب اس عبد یا مکان کی قیمت دی جائے۔ محیط میں یونہی ہے۔

آمدنی خانقاہ جیسے نذ ور وغیرہا کہ فی الحال معدوم ہیں وہ داخل مہر نہ ہوئیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کیے گئے اُن پر اثر نہ پڑے گا وہ مہر میں ہو چکے، نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دیے جائیں گے۔

عالمگیری میں ہے:

واذا سمی فی العقد ماھو معدوم فی الحال بان تزوجھا علی مایثمر نخیلہ العام او علی ما تخرج ارضہ العام او علی مایکتسب غلامہ لایصح التسمیۃ وکان لھا مھر المثل ۲؎۔

اگر نکاح میں ایسی چیز کو مہر ذکر کیا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً اس سال کھجوریں یا زمین جو فصل دیں گی، یا میرا غلام اس سال جو کمائے گا وغیرہ، تو مہر میں ان کا ذکر صحیح نہیں لہذا مہر مثل واجب ہوگا۔ (۲؎ فتاوی ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۰۳)

ردالمحتار میں ہے:

لو سمی عشرۃ دراھم ورطل خمر فلھا المسمی ولا یکمل مھر المثل بحر ۳؎۔

(۳؎ ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۵)

اگر مہر میں دس ۱۰ درم اور ایک رطل شراب مقرر کیا ہو تو بیوی کو مقررہ مہر دیا جائیگا اور مہر مثل کو پورا نہ کیا جائے گا، بحر۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۹۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(10) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص ۱۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۳۰۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۹: جوڑا دینا اس وقت واجب ہے جب فرقت (جدائی) زوج کی جانب سے ہو، مثلاً طلاق، ایلا، لعان، نامرد ہونا، شوہر کا مرتد ہونا، عورت کی ماں یا لڑکی کو شہوت کے ساتھ بوسہ دینا اور اگر فرقت جانب زوجہ سے ہو تو واجب نہیں، مثلاً عورت کا مرتد ہوجانا یا شوہر کے لڑکے کو بشہوت بوسہ دینا، سوت (سوکن) کو دودھ پلا دینا، بلوغ یا آزادی کے بعد اپنے نفس کو اختیار کرنا۔ یوہیں اگر زوجہ کنیز تھی، شوہر نے یا اس کے وکیل نے مولیٰ سے خرید لی تو اب وہ جوڑا

پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہائی یکجائی نہ کی یا زوجہ کی ابھی وہ ۱۰ سالہ ہے قابلیت جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جوتا سب کچھ ہو، اور مرد عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر دُوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ دس ۱۰ سالہ لڑکی قابل جماع ہے اور خلوت ہوچکی تو پُورا مہر لازم ہوگا ___

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

تجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة (قال فخر الاسلام هذا في ديارهم اما في ديارنا فيزاد على انوار و مكعب كذا في الدراية. قلت مقتضى هذا ان يعتبر عرف كل بلدة لا هلها فيما تكتسي به المرأة عند الخروج اهـ ش) لا تزيد على نصف مهر المثل لو الزوج غنيا. ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقيرا او تعتبر المتعة حالهما كالنفقة. به يفتي (فان كان غنيين فلها الا على من الثياب. او فقيرين فالادنى. او مختلفين فالوسط. وما ذكره قول الخصاف وفي الفتح انه الاشبه بالفقة قال في البحر قول الخصاف لان الولوالجي صححه وقال وعليه الفتوى كما افتوا به في النفقة اهـ ش) الكل ملخص والله تعالى اعلم۔

(ا۔ ردالمحتار معہ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۳۳۶)

مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کے لئے پُورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے (فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے، لیکن ہمارے ہاں اس پر تہبند اور جوتا مزید دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہوگا یعنی جو لباس عورت باہر نکلتے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا اھ ش) اور وُہ جوڑا قیمت میں مہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہو اگر خاوند امیر ہو، اور اگر وہ غریب ہو تو پھر کم از کم پانچ درہم سے کم نہ ہو، اور اس جوڑے میں خاوند بیوی کی حیثیت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے پھر اگر دونوں امیر ہیں تو عورت کو اس کا اعلیٰ لباس اور اگر دونوں فقیر ہوں تو ادنیٰ لباس، اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول مذکور ہے۔ اور فتح میں اس کو اشبہ بالفقہ کہا ہے۔ بحرالرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارجح ہے کیونکہ ولوالجیہ نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر فتویٰ ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے فتویٰ دیا ہے، اھ ش) یہ تمام عبارت ملخص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ساقط ہوگیا اور اگر مولیٰ نے کسی اور کے ہاتھ بیچی، اُس سے خریدی تو واجب ہے۔(11)

مسئلہ ۱۰: جوڑے کی جگہ اگر قیمت دیدے، تو یہ بھی ہوسکتا ہے اور عورت قبول کرنے پر مجبور کی جائے گی۔(12)

مسئلہ ۱۱: جس عورت کا مہر معین ہے اور خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی گئی، اُسے جوڑا دینا مستحب بھی نہیں اور دخول کے بعد طلاق ہوئی تو مہر معین ہو یا نہ ہو جوڑا دینا مستحب ہے۔(13)

مسئلہ ۱۲: مہر مقرر ہو چکا تھا، بعد میں شوہر یا اس کے ولی نے کچھ مقدار بڑھا دی، تو یہ مقدار بھی شوہر پر واجب ہوگئی بشرطیکہ اسی مجلس میں عورت نے یا نابالغہ ہو تو اس کے ولی نے قبول کر لی ہو اور زیادتی کی مقدار معلوم ہو اور اگر زیادتی کی مقدار معین نہ کی ہو تو کچھ نہیں، مثلاً کہا میں نے تیرے مہر میں زیادتی کر دی اور یہ نہ بتایا کہ کتنی، اس کے صحیح ہونے کے لیے گواہوں کی بھی حاجت نہیں۔ ہاں اگر شوہر انکار کر دے تو ثبوت کے لیے گواہ درکار ہوں گے اگر عورت نے مہر معاف کر دیا یا ہبہ کر دیا ہے جب بھی زیادتی ہوسکتی ہے۔(14)

مسئلہ ۱۳: پہلے خفیہ نکاح ہوا اور ایک ہزار کا مہر باندھا پھر اعلانیہ ایک ہزار پر نکاح ہوا تو دو ہزار واجب ہو گئے اور اگر محض احتیاطاً تجدید نکاح کی تو دوبارہ نکاح کا مہر واجب نہ ہوا اور اگر مہر ادا کر چکا تھا پھر عورت نے ہبہ کر دیا پھر اس کے بعد شوہر نے اقرار کیا کہ اس کا مجھ پر اتنا ہے تو یہ مقدار لازم ہوگئی، خواہ یہ اقرار بقصدِ زیادتی ہو یا نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۴: مہر مقرر شدہ پر شوہر نے اضافہ کیا مگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی، تو اصل مہر کا نصف عورت پائے گی اس اضافہ کا بھی نصف لینا چاہے تو نہیں ملے گا۔(16)

مسئلہ ۱۵: عورت کل مہر یا جز معاف کرے تو معاف ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو۔(17) اگر وہ عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۰۴

(12) المرجع السابق

(13) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۳۶

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب: في أحکام المتعۃ، ج۴، ص۲۳۷

(15) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۳۸

والفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب في ذکر مسائل المھر، ج۱، ص۱۷۵

(16) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۳۹

(17) المرجع السابق

←

ہے۔(18)

❀❀❀❀❀

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کردیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من نفس عن غریمہ او محی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیامۃ [۱]۔ جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کردے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔ رواہ الامام احمد و مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والامام البغوی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ھذا حدیث حسن۔

(اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ت) (۱؎ مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دار الفکر ۵ / ۳۰۸)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی [۲]۔ رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اور اُسے جنت میں جگہ بخشی [۳]۔ رویاہ عنہ و عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما (انہوں نے اس سے اور ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں [۴]۔ رواہ مسلم عن ابی مسعود و عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۲؎ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۸) (۳؎ و ۴؎ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۸)

(اس کو مسلم نے ابومسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: فی حط المھر والابراء منہ، ج ۴، ص ۲۳۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور باپ نے مہر معاف کیا تو یہ معافی محض باطل ہے اور مہر کا اپنی دختر کے لئے اسے مطالبہ پہنچتا ہے، یونہی اگر وقت معافی مہر دختر بالغہ تھی اور باپ نے اس کی اجازت کے بغیر معاف کیا بعد معافی عورت نے اسے جائز کہا، جب بھی مہر معاف نہ ہوا اور مطالبہ صحیح ہے ہاں اگر وقت معافی دختر بالغہ تھی اور اس کی اجازت سے باپ نے معاف کیا یا بعد کو اس نے یہ معافی منظور کرلی تو مہر معاف ہوگیا اب اس کا مطالبہ نہیں ہوسکتا، نہ اب اس کے لئے چڑھاوا روک سکتا ہے (فتاوی رضویہ، جلد ۱۹، ص ۲۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

خلوتِ صحیحہ کس طرح ہوگی

مسئلہ ۱۶: خلوتِ صحیحہ یہ ہے(1) کہ زوج زوجہ ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو(یعنی جماع کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو)۔ یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے اور موانع تین ہیں:

حسی ۱، شرعی ۲، طبعی ۳۔

مانع حسی جیسے مرض کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور زوجہ بیمار ہو تو اس حد کی بیمار ہو کہ وطی سے ضرر(تکلیف) کا اندیشہ صحیح ہو اور ایسی بیماری نہ ہو تو خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔

مانع طبعی جیسے وہاں کسی تیسرے کا ہونا، اگرچہ وہ سوتا ہو یا نابینا ہو، یا اس کی دوسری بی بی ہو یا دونوں میں کسی کی باندی ہو، ہاں اگر اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ کسی کے سامنے بیان نہ کر سکے گا تو اس کا ہونا مانع نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔ مجنون و معتوہ بچہ کے حکم میں نہیں اگر عقل کچھ رکھتے ہیں تو خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر وہ شخص بے ہوشی میں ہے تو خلوت ہو جائے گی۔ اگر وہاں عورت کا کُتا ہے تو خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی اور اگر مرد کا ہے اور کٹکھنا(کاٹنے والا) ہے جب بھی نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی۔

مانع شرعی مثلاً عورت حیض یا نفاس میں ہے یا دونوں میں کوئی مُحرم ہو(یعنی حالت احرام میں ہو)، احرام فرض کا ہو یا نفل کا، حج کا ہو یا عمرہ کا، یا ان میں کسی کا رمضان کا روزہ ادا ہو یا نمازِ فرض میں ہو، ان سب صورتوں میں خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی اور اگر نفل یا نذر یا کفارہ یا قضا کا روزہ ہو یا نفلی نماز ہو تو یہ چیزیں خلوتِ صحیحہ سے مانع نہیں اور اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوئے مگر کوئی مانع شرعی یا طبعی یا حسی پایا جاتا ہے تو خلوت فاسدہ ہے۔(1A)

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن وشو تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت وقابلیتِ صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز میں فرض یا ماہِ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذٰلک فی الخانیۃ والدر المختار وحواشیۃ (یہ تمام بحث خانیہ، درمختار اور اس کے حواشی میں ہے۔ت)(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۴۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1A) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی، ج۱، ص ۳۰۴، ۳۰۵

←

مسئلہ ۱۷: عورت مرد کے پاس تنہائی میں گئی مرد نے اسے نہ پہچانا، تھوڑی دیر ٹھہر کر چلی آئی یا مرد عورت کے پاس گیا اور اسے نہیں پہچانا، چلا آیا تو خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، لہٰذا اگر عورت خلوتِ صحیحہ کا دعویٰ کرے اور مرد یہ عذر پیش کرے تو مان لیا جائے گا اور اگر مرد نے پہچان لیا اور عورت نے نہ پہچانا تو خلوتِ صحیحہ ہوگئی۔(2)

مسئلہ ۱۸: لڑکا جو اس قابل نہیں کہ صحبت کر سکے مگر اپنی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہا یا زوجہ اتنی چھوٹی لڑکی ہے کہ اس قابل نہیں اس کے ساتھ اس کا شوہر رہا تو دونوں صورتوں میں خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی۔(3)

مسئلہ ۱۹: عورت کے اندامِ نہانی (شرمگاہ) میں کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے وطی نہیں ہوسکتی، مثلاً وہاں گوشت آگیا یا مقام جُڑ گیا یا ہڈی پیدا ہوگئی یا غدود (گلٹی) ہوگیا تو ان صورتوں میں خلوتِ صحیحہ نہیں ہوسکتی۔(4)

مسئلہ ۲۰: جس جگہ اجتماع ہوا (یعنی جس جگہ میاں اور بیوی جمع ہوئے) وہ جگہ اس قابل نہیں کہ وہاں وطی کی جائے تو خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی، مثلاً مسجد اگرچہ اندر سے بند ہو اور راستہ اور میدان اور حَمام میں جب کہ اس میں کوئی ہو یا اس کا دروازہ کھلا ہو اور اگر بند ہو تو ہو جائے گی اور جس چھت پر پردہ کی دیوار نہ ہو یا ٹاٹ وغیرہ موٹی چیز کا پردہ نہ ہو یا ہے مگر اتنا نیچا ہے کہ اگر کوئی کھڑا ہو تو ان دونوں کو دیکھ لے تو اس پر بھی نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر مکان ایسا ہے جس کا دروازہ کھلا ہوا ہے کہ اگر کوئی باہر کھڑا ہو تو ان دونوں کو دیکھ سکے یا یہ اندیشہ ہے کہ کوئی آجائے تو خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی۔(5)

مسئلہ ۲۱: خیمہ میں ہو جائے گی۔ یوہیں باغ میں اگر دروازہ ہے اور وہ بند ہے تو ہو جائے گی، ورنہ نہیں اور محل اگر اس قابل ہے کہ اس میں صحبت ہو سکے تو ہو جائے گی ورنہ نہیں۔(6)

والدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۴۰۔۲۴۵، وغیرہما

(2) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۱۹

وتبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المھر، ج۲، ص۵۴۹

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۰۵

(4) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۴۱

(5) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۱۹

والدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۴۳

(6) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۱۹

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، ج۱، ص۳۰۵

مسئلہ ۲۲: شوہر کا عضوِ تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین (خصیے) نکال لیے گئے ہیں یا عنین (یعنی نامرد) ہے یا خنثیٰ ہے اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔ (7)

مسئلہ ۲۳: خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دی تو مہر پورا واجب ہوگا (7A)، جبکہ نکاح بھی صحیح ہو اور اگر نکاح فاسد ہے یعنی نکاح کی کوئی شرط مفقود ہے، مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہوا یا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کیا یا عورت کی عدّت میں اس کی بہن سے نکاح کیا یا جو عورت کسی کی عدّت میں ہے اس سے نکاح کیا یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کیا یا حرّہ نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کیا تو ان سب صورتوں میں فقط خلوت سے واجب نہیں بلکہ اگر وطی ہوئی تو مہر مثل واجب ہوگا اور مہر مقرر نہ تھا تو خلوتِ صحیحہ سے نکاحِ صحیح میں مہر مثل مؤکد ہو جائے گا۔

خلوتِ صحیحہ کے یہ احکام بھی ہیں:

(۱) طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب، بلکہ عدّت میں نان ونفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔ بلکہ نکاحِ صحیح میں عدّت تو مطلقاً خلوت سے واجب ہوتی ہے صحیحہ ہو یا فاسدہ البتہ نکاحِ فاسد ہو تو بغیر وطی کے عدّت واجب نہیں۔ (۲) خلوت کا یہ حکم بھی ہے کہ جب تک عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (۳) اور اس کے علاوہ چار عورتیں نکاح میں نہیں ہوسکتیں۔ (۴) اگر وہ آزاد ہے تو اس کی عدّت میں باندی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (۵) اور اس عورت کو جس سے خلوت صحیحہ ہوئی اس زمانہ میں طلاق دے جو موطوءہ کے طلاق کا زمانہ ہے۔ (۶) اور عدّت میں اسے طلاق بائن دے سکتا ہے مگر اس سے رجعت نہیں کرسکتا، نہ طلاق رجعی دینے کے بعد فقط خلوتِ صحیحہ سے رجعت ہوسکتی ہے۔ (۷) اور اس کی عدّت کے زمانہ میں شوہر مر گیا تو وارث نہ ہوگی۔ (۸) خلوت سے جب مہر مؤکد ہو چکا تو اب ساقط نہ ہوگا اگرچہ جدائی عورت کی جانب سے ہو۔ (8)

---

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج۴، ص۲۴۶

(7A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور خلوتِ صحیحہ وجوب مہر کی شرط نہیں، وجوب مہر تو عقد نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متاکد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی دخلوتِ صحیحہ طلاق تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہوگئی کُل لازم آئے گا۔

نقایہ میں ہے:

یجب نصفہ بطلاق قبلہا ای قبل خلوۃ الصحیحۃ ۲؎ اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲؎ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۵)

نصف مہر، طلاق قبل از خلوتِ صحیحہ سے واجب ہوتا ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، ص۱۹

مسئلہ ۲۴: اگر میاں بی بی میں تفریق ہوگئی، مرد کہتا ہے کہ خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، عورت کہتی ہے ہوگئی تو عورت کا قول معتبر ہے اور اگر خلوت ہوئی مگر عورت مرد کے قابو میں نہ آئی اگر کوآری (کنواری) ہے مہر پورا واجب ہو جائے گا اور ثیب ہے تو مہر مؤکد نہ ہوا۔(9)

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، ج۱، ص۳۰۶

والدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۶۶، وغیرہا

(9) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر عورت خلوتِ صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے،

تنویر میں ہے:

ولوافترقا: قالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لھا ا۔

جب دونوں میں مفارقت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ دخول کے بعد ہوئی ہے اور خاوند نے کہا دخول سے قبل مفارقت ہوئی ہے، تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ (اـ درمختار شرح تنویر الابصار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۰)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فقالت بعد الدخول المراد ھنا الاختلاف فی الخلوۃ ۲ـ

اس کے قول کہ بیوی نے دخول کے بعد کہا سے مراد خلوت میں اختلاف ہے۔

(۲ـ ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۳)

اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجۂ اولیٰ معتبر ہے کہ وہ مقر ہے اور عورت انکار سے متعنت

درمختار میں ہے:

والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق ا۔

ضابطہ یہ ہے کہ جو بھی اپنے مفاد کے خلاف بات کرے تو دُوسرے فریق کی بات معتبر ہوگی بالاتفاق۔

(اـ درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۹)

ردالمحتار میں ہے:

تعنتا بان ینکر ماینفعہ ۲ـ (تعنت یہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کے خلاف بات کرے۔ت)

(۲ـ ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۱۱)

بہر حال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہیے، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل ۳ـ (۳ـ صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹)

(حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کیا کیا جائے جب بات کہہ دی گئی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۹۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مسئلہ ۲۵: جو رقم مہر کی مقرر ہوئی وہ شوہر نے عورت کو دے دی، عورت نے قبضہ کرنے کے بعد شوہر کو ہبہ کر دی اور قبل وطی کے طلاق ہوئی تو شوہر نصف اس رقم کا عورت سے اور وصول کریگا اور اگر بغیر قبضہ کیے کُل کو ہبہ کر دیا یا صرف نصف پر قبضہ کیا اور کُل کو ہبہ کر دیا یا نصف باقی کو تو اب کچھ نہیں لے سکتا۔ یوہیں اگر مہر اسباب (یعنی ساز وسامان) تھا قبضہ کرنے کے بعد یا بغیر قبضہ ہبہ کر دے تو بہر صورت کچھ نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر قبضہ کرنے کے بعد اسے عیب دار کر دیا اور عیب بھی بہت ہے اس کے بعد ہبہ کیا، تو جس دن قبضہ کیا اس دن اس چیز کی جو قیمت تھی اس کا نصف شوہر وصول کریگا اور اگر عورت نے شوہر کے ہاتھ وہ چیز بیچ ڈالی جب بھی نصف قیمت لے گا۔(10)

مسئلہ ۲۶: خلوت سے پہلے زن وشوہر میں ایک نے دوسرے کو یا کسی دوسرے نے ان میں سے کسی کو مار ڈالا یا شوہر نے خودکشی کر لی یا زوجہ حرہ نے خودکشی کر لی تو مہر پورا واجب ہوگا اور اگر زوجہ باندی تھی، اس نے خودکشی کر لی تو نہیں۔ یوہیں اگر اس کے مولیٰ نے جو عاقل بالغ ہے اس کنیز کو مار ڈالا تو مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر نابالغ یا مجنون تھا تو ساقط نہ ہوا۔(11)

❁❁❁❁❁

---

(10) الدر المختار ورد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب في أحکام الخلوۃ، ج۴، ص۲۵۴

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۰۶

مہرِ مثل کا بیان

مسئلہ ۲۷: عورت کے خاندان کی اس جیسی عورت کا جو مہر ہو، وہ اس کے لیے مہرِ مثل ہے(1)، مثلاً اس کی بہن، پھوپی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر۔ اس کی ماں کا مہر اس کے لیے مہر مثل نہیں جبکہ وہ دوسرے گھرانے کی ہو اور اگر اس کی ماں اسی خاندان کی ہو، مثلاً اس کے باپ کی چچا زاد بہن ہے تو اس کا مہر اس کے لیے مہر مثل ہے اور وہ عورت جس کا مہر اس کے لیے مہر مثل ہے وہ کن امور میں اس جیسی ہو ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)عمر، (۲)جمال، (۳)مال میں مشابہ ہو، (۴)دونوں ایک شہر میں ہوں، (۵)ایک زمانہ ہو، (۶)عقل و (۷)تمیز و (۸)دیانت و (۹)پارسائی و (۱۰)علم و (۱۱)ادب میں یکساں ہوں، (۱۲)دونوں کوآری (کنواری) ہوں یا دونوں ثیب، (۱۳)اولاد ہونے نہ ہونے میں ایک سی ہوں کہ ان چیزوں کے اختلاف سے مہر میں اختلاف ہوتا ہے۔ شوہر کا حال بھی ملحوظ ہوتا ہے، مثلاً جوان اور بوڑھے کے مہر میں اختلاف ہوتا ہے۔ عقد کے وقت ان امور میں یکساں ہونے کا اعتبار ہے، بعد میں کسی بات کی کمی بیشی ہوئی تو اس کا اعتبار نہیں، مثلاً ایک کا جب نکاح ہوا تھا اس وقت جس حیثیت کی تھی، دوسری بھی اپنے نکاح کے وقت اسی حیثیت کی ہے مگر پہلی میں بعد کو کمی ہوگئی اور دوسری میں زیادتی یا برعکس ہوا تو اس کا اعتبار نہیں۔(1A)

---

(1) فقہاءِ کرام نے جہاں مہر مثل کہا ہے اُس سے مراد لڑکی کے ددھیالی خاندان کی اس جیسی عورتوں کا مہر ہے، یعنی مہر مثل لڑکی کی بہنوں، پھوپیوں وغیرہ کے مہر کی مقدار کے برابر ہوتا ہے، خاندان کی اس جیسی عورتوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت عقد کے وقت عمر، جمال، مال، شہر، زمانہ، عقل، دینداری، پاکدامنی، ادب، خوش اخلاقی میں لڑکی کے برابر ہو اور دونوں کنواری ہونے یا ثیبہ ہونے و نیز اولاد والی ہونے یا نہ ہونے میں برابر ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ اُس عورت کا شوہر تمام صفات میں اِس لڑکی کے شوہر کی طرح ہو۔

درمختار میں ہے:

يعتبر بأخواتها وعماتها. فإن لم يكن فبنت الشقيقة وبنت العم انتهى ومفاده اعتبار الترتيب فليحفظ .وتعتبر المماثلة فى الاوصاف (وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودينا وبكارة وثيوبة وعفة وعلما وأدبا وكمال خلق) وعدم ولد. ويعتبر حال الزوج أيضا. ذكره الكمال.

(درمختار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب فی بیان مھر المثل)

(1A) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص ۲۷۳۔۲۷۶

مسئلہ ۲۸: اگر اس خاندان میں کوئی ایسی عورت نہ ہو، جس کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل ہو سکے تو کوئی دوسرا خاندان جو اس کے خاندان کے مثل ہے اس میں کوئی عورت اس جیسی ہو، اُس کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل ہوگا۔(2)

مسئلہ ۲۹: مہرِ مثل کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہانِ عادل چاہیے، جو بلفظ شہادت بیان کریں اور گواہ نہ ہوں تو زوج کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔(3)

مسئلہ ۳۰: ہزار روپے کا مہر باندھا گیا اس شرط پر کہ اس شہر سے عورت کو نہیں لے جائے گا یا اس کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہ کریگا تو اگر شرط پوری کی تو وہ ہزار مہر کے ہیں اور اگر پوری نہ کی بلکہ اسے یہاں سے لے گیا یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرلیا تو مہر مثل ہے اور اگر یہ شرط ہے کہ یہاں رکھے تو ایک ہزار مہر اور باہر لے جائے تو دو ہزار اور یہیں رکھا تو وہی ایک ہزار ہیں اور باہر لے گیا تو مہرِ مثل واجب مگر مہر مثل اگر دو ہزار سے زیادہ ہے تو دو ہی ہزار پائے گی زیادہ نہیں اور اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہے تو پورے ایک ہزار لے گی کم نہیں اور اگر دخول سے پہلے طلاق ہوئی تو بہر صورت جو مقرر ہوا اس کا نصف لے گی یعنی یہاں رکھا تو پانسو اور باہر لے گیا تو ایک ہزار۔

یوہیں اگر کوآری (کنواری) اور ثیب میں دو ہزار اور ایک ہزار کی تفریق تھی تو ثیب میں ایک ہزار مہر رہے گا اور کوآری (کنواری) ثابت ہوئی تو مہر مثل۔ یہ شرط ہے کہ خوبصورت ہے تو دو ہزار اور بدصورت ہے تو ایک ہزار تو اگر خوبصورت ہے، دو ہزار لے گی اور بدصورت ہے تو ایک ہزار اس صورت میں مہرِ مثل نہیں۔(4)

مسئلہ ۳۱: نکاح فاسد میں جب تک وطی نہ ہو مہر لازم نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ کافی نہیں اور وطی ہوگئی تو مہرِ مثل واجب ہے، جو مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہے تو جو مقرر ہوا وہی دیں گے اور نکاحِ فاسد کا حکم یہ ہے کہ اُن میں ہر ایک پر فسخ کر دینا واجب ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے اور اگر خود فسخ نہ کریں تو قاضی پر واجب ہے کہ تفریق کر دے اور تفریق ہوگئی یا شوہر مر گیا تو عورت پر عدّت واجب ہے جبکہ وطی ہو چکی ہو مگر موت میں بھی عدّت وہی تین حیض ہے، چار مہینے دس دن نہیں۔(5)

مسئلہ ۳۲: نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدّت ہے، اگرچہ عورت کو اس کی خبر نہ ہو۔ متارکہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کرلے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے اور فقط

---

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۰۶

(3) المرجع السابق، ص۳۰۶

(4) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۵۵۔۲۵۷، وغیرہ

(5) المرجع السابق، ص۲۶۶۔۲۶۸

جانا، آنا، چھوڑنے سے متارکہ نہ ہوگا، جب تک زبان سے نہ کہے اور لفظ طلاق سے بھی متارکہ ہوجائے گا مگر اس طلاق سے یہ نہ ہوگا کہ اگر پھر اس سے نکاح صحیح کرے، تو تین طلاق کا مالک نہ رہے بلکہ نکاح صحیح کرنے کے بعد تین طلاق کا اسے اختیار رہے گا۔ نکاح سے انکار کر بیٹھا متارکہ نہیں اور اگرچہ تفریق وغیرہ میں اس کا وہاں ہونا ضرور نہیں مگر کسی کا جاننا ضروری ہے اگر کسی نے نہ جانا تو عدت پوری نہ ہوگی۔(6)

مسئلہ ۳۳: نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں، اگر نفقہ پر مصالحت ہوئی جب بھی نہیں۔(7)

مسئلہ ۳۴: آزاد مرد نے کنیز سے نکاح کر کے پھر اپنی عورت کو خرید لیا تو نکاح فاسد ہوگیا اور غلام ماذون نے اپنی زوجہ کو خریدا تو نہیں۔(8)

❀❀❀❀❀

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الدر المختار و یجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیره ولم یزد علی المسمی لرضاها بالحط، ولو کان دون المسمی لزم مهر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد ولو لم یسم او جهل لزم بالغا ما بلغ ا ہ انتھی ملخصا وفیه ایضا یستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا۲ ا ہ انتھی ملتقطا.

(۱ے درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱)(۲ے درمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۲)

درمختار میں ہے اور نکاح فاسد میں صرف وطی کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر نہیں، پھر وہ مہر مثل مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت مقررہ کم مہر پر راضی تھی، اور اگر مہر مثل مقرر مہر سے کم ہو تو ایسی صورت میں مہر مثل ہی واجب ہوگا کیونکہ نکاح کے فساد کی وجہ سے مقررہ مہر فاسد ہوجاتا ہے، اور اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو یا مقدار معلوم نہ ہوسکے تو پھر مہر مثل جتنا بھی ہو وہی لازم ہوگا اھ ملخصا اور اسی میں ہے کہ وراثت کا استحقاق رشتہ اور صحیح نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا محض نکاح فاسد یا باطل کی بناء پر استحقاق وراثت بالاجماع نہ ہوگا اھ ملخصا

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه، ج۱، ص ۳۳۰
والدر المختار ورد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب: فی النکاح الفاسد، ج۴، ص ۲۶۹

(7) الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه، ج۱، ص ۳۳۰

(8) المرجع السابق

مہرِ مُسَمّٰی کی صورتیں

مسئلہ ۳۵: مہرِ مسمی تین قسم کا ہے:

اوّل: مجہول الجنس والوصف، مثلاً کپڑا یا چوپایہ یا مکان یا باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے یا بکری کے پیٹ میں جو بچہ ہے یا اس سال باغ میں جتنے پھل آئیں گے، ان سب میں مہرِ مثل واجب ہے۔

دوم: معلوم الجنس مجہول الوصف، مثلاً غلام یا گھوڑا یا گائے یا بکری ان سب میں متوسط درجہ کا واجب ہے یا اس کی قیمت۔

سوم: جنس، وصف دونوں معلوم ہوں تو جو کہا وہی واجب ہے۔ (1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المہر، الفصل الخامس، ج۱، ص۳۰۹، وغیرہ

مہر کی ضمانت

مسئلہ ۳۶: عورت کا ولی اس کے مہر کا ضامن ہوسکتا ہے، اگرچہ نابالغہ ہو اگرچہ خود ولی نے نکاح پڑھوایا ہو مگر شرط یہ ہے کہ وہ ولی مرض الموت میں مبتلا نہ ہو۔ اگر مرض الموت میں ہے تو دو صورتیں ہیں، وہ عورت اس کی وارث ہے تو کفالت صحیح نہیں اور اگر وارث نہ ہو تو اپنے تہائی مال میں کفالت کرسکتا ہے۔ یوہیں شوہر کا ولی بھی مہر کا ضامن ہوسکتا ہے اور اس میں بھی وہی شرط ہے اور وہی صورتیں ہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت یا اس کا ولی یا فضولی اُسی مجلس میں قبول بھی کرلے، ورنہ کفالت صحیح نہ ہوگی اور عورت بالغہ ہو تو جس سے چاہے مطالبہ کرے شوہر سے یا ضامن سے، اگر ضامن سے مطالبہ کیا اور اس نے دیدیا تو ضامن شوہر سے وصول کرے اگر اُس کے حکم سے ضمانت کی ہو اور اگر بطورِ خود ضامن ہوگیا تو نہیں لے سکتا اور اگر شوہر نابالغ ہے تو جب تک بالغ نہ ہو اس سے مطالبہ نہیں کرسکتی اور اگر شوہر نابالغ کے باپ نے کفالت کی اور مہر دے دیا تو بیٹے سے نہیں وصول کرسکتا۔ ہاں اگر ضامن ہونے کے وقت یہ شرط لگادی تھی کہ وصول کرلے گا تو اب لے سکتا ہے۔ (1)

مسئلہ ۳۷: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح عمرو سے دو ہزار مہر پر کیا۔ یوں کہ ہزار میں دوں گا اور ہزار عمرو پر اور عمرو نے قبول بھی کرلیا تو دونوں ہزار عمرو پر ہیں اور زید ہزار کا ضامن قرار دیا جائے گا۔ اگر عورت نے اپنے باپ زید سے لے لیے تو زید عمرو سے وصول کرلے اور اگر عورت نے زید کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں سے ہزار لے لیے تو زید کے ورثہ عمرو سے وصول کریں۔ (2)

مسئلہ ۳۸: شوہر کے باپ کے کہنے سے کسی اجنبی نے ضمانت کرلی پھر ادا کرنے سے پہلے باپ مرگیا تو عورت کو اختیار ہے شوہر سے لے یا اس کے باپ کے ترکہ سے، اگر ترکہ سے لیا تو باقی ورثہ شوہر سے وصول کریں۔ (3)

مسئلہ ۳۹: نکاح کے وکیل نے مہر کی ضمانت کرلی، اگر شوہر کے حکم سے ہے تو واپس لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الرابع عشر، ج۱، ص۳۲۶
والدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۷۹

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الرابع عشر، ج۱، ص۳۲۶

(3) المرجع السابق، ص۳۲۶

(4) المرجع السابق، ص۳۲۷

مسئلہ ۴۰: شوہر نابالغ محتاج ہے تو اس کے باپ سے مہر کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اور اگر مالدار ہے تو یہ مطالبہ ہوسکتا ہے کہ لڑکے کے مال سے مہر ادا کردے، یہ نہیں کہ اپنے مال سے ادا کرے۔(5)

مسئلہ ۴۱: باپ نے بیٹے کا مہر ادا کردیا اور ضامن نہ تھا تو اگر دیتے وقت گواہ بنالیے کہ واپس لے لے گا تو لے سکتا ہے، ورنہ نہیں۔(6)

❁❁❁❁❁

(5) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج۴، ص۲۸۰

(6) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب: فی ضمان الولی المہر، ج۴، ص۲۸۱

مہر کی قسمیں

مسئلہ ۴۲: مہر تین قسم ہے:

(۱) معجّل کہ خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہے۔اور (۲) مؤجل جس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔اور (۳) مطلق جس میں نہ وہ ہو، نہ یہ (1) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ حصہ معجّل ہو، کچھ مؤجل یا مطلق یا کچھ مؤجل ہو، کچھ مطلق یا کچھ معجّل اور کچھ مؤجل اور کچھ مطلق۔

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مہر تین قسم ہے:

معجّل کہ پیش از رخصت دینا قرار پالیا ہو اُس کے لئے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو، اور اگر رخصت ہوگئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہو۔

دوسرا مؤجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا اس میں جب تک وُہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کرسکتی ہے۔

تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، یُونہی مطلق ومبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہریوں ہی بندھتے ہیں اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو، عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں، مہر معجّل ومؤجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی، جتنا پیشگی دینا ٹھرے اس قدر معجّل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا مؤجل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار دار تصریح بھی اُتنا معجّل ہوجائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا۔

درمختار میں ہے:

لھا منعہ من الوطی ودواعیۃ ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتھما لاخذ مابیّن تعجیلہ من المھر کلہ اوبعضہ او اخذ قدر مایعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی ان لم یؤجل اوریعجل کلہ فکما شرطا ۱؎۔

بیوی کو مہر معجّل کل یا بعض جتنا بیان ہُوا یا عرف میں جتنی مقدار معجّل ہوتی ہے وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی اور اس کے دواعی سے منع کرنے کا حق ہے اگرچہ زوجہ کی رضامندی سے پہلے وطی یا خلوت ہوچکی ہے اسی پر فتوی ہے (یعنی رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدّت یا تعجیل مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدّت یا تعجیل مقرر ہوچکی ہو) تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا۔

(۱؎ درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲) ←

مہرِ معجّل وصول کرنے کے لیے عورت اپنے کو شوہر سے روک سکتی ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ وطی و مقدمات وطی (وطی سے پہلے بوس و کنار وغیرہ۔) سے باز رکھے، خواہ کل معجّل ہو یا بعض اور شوہر کو حلال نہیں کہ عورت کو مجبور کرے، اگرچہ اس کے پیشتر عورت کی رضامندی سے وطی و خلوت ہوچکی ہو یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے، جب تک وصول نہ کر لے۔ یوہیں اگر شوہر سفر میں لے جانا چاہتا ہے تو مہرِ معجّل وصول کرنے کے لیے جانے سے انکار کرسکتی ہے۔

یوہیں اگر مہر مطلق ہو اور وہاں کا عرف ہے کہ ایسے مہر میں کچھ قبل خلوت ادا کیا جاتا ہے تو اس کے خاندان میں جتنا پیشتر ادا کرنے کا رواج ہے، اس کا حکم مہرِ معجّل کا ہے یعنی اس کے وصول کرنے کے لیے وطی و سفر سے منع کرسکتی ہے۔

اور اگر مہرِ مؤجل یعنی میعادی ہے اور میعاد مجہول ہے، جب بھی فوراً دینا واجب ہے۔ ہاں اگر مؤجل ہے اور میعاد یہ ٹھہری کہ موت یا طلاق پر وصول کرنے کا حق ہے تو جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو وصول نہیں کرسکتی، (2) جیسے عموماً ہندوستان میں یہی رائج ہے کہ مہرِ مؤجل سے یہی سمجھتے ہیں۔

مسئلہ ۴۳: زوجہ نابالغہ ہے تو اس کے باپ یا دادا کو اختیار ہے کہ مہرِ معجّل لینے کے لیے رخصت نہ کریں اور زوجہ خود اپنے کو شوہر کے قبضہ میں نہیں دے سکتی اور نابالغہ کا مہرِ معجّل لینے سے پہلے صرف باپ یا دادا رخصت کرسکتے ہیں، ان کے سوا اور کسی ولی کو اختیار نہیں کہ رخصت کردے۔ (3)

مسئلہ ۴۴: عورت نے جب مہرِ معجّل پالیا تو اب شوہر اسے پردیس کو بھی لے جاسکتا ہے، عورت کو اب انکار کا حق نہیں اور اگر مہرِ معجّل میں ایک روپیہ بھی باقی ہے تو وطی و سفر سے باز رہ سکتی ہے۔ یوہیں اگر عورت کا باپ مع اہل و عیال

ردالمحتار میں ہے:

لومات زوج المرأة او طلقها عبد عشرين سنة مثلا من وقت النكاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او لطلاق لا من وقت النكاح ا ھ۔ والله تعالیٰ اعلم۔

(ا ھ ردالمحتار کتاب القضاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳)

اگر خاوند فوت ہوجائے یا نکاح سے بیس سال بعد فوت ہو یا اس نے طلاق دی ہو تو بیوی کو مؤخر مہر طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کے لئے موت یا طلاق کے بعد ہی مہر کے مطالبہ کا حق ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقتِ نکاح سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۷۰۔ ۱۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۸۳

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الحادی عشر، ج ۱، ص ۳۱۷۔ ۳۱۸

(3) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب: فی منع الزوجۃ نفسہا لقبض المہر، ج ۴، ص ۲۸۳

پردیس کو جانا چاہتا ہے اور اپنے ساتھ اپنی جوان لڑکی کو لے جانا چاہتا ہے جس کی شادی ہو چکی ہے اور شوہر نے مہرِ معجّل ادا نہیں کیا ہے تو لے جا سکتا ہے اور مہر وصول ہو چکا ہے تو بغیر اجازت شوہر نہیں لے جا سکتا۔ اگر مہرِ معجّل کُل ادا ہو چکا ہے صرف ایک درہم باقی ہے تو لے جا سکتا ہے اور شوہر یہ چاہے کہ جو دیا ہے واپس کر لے، تو واپس نہیں لے سکتا۔(4)

---

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وقایہ میں ہے:

لہا منعہ من الوطی والسفر بہا والنفقۃ لو منعت ولو بعد وطی او خلوۃ برضاھا ۱؎۔

معجّل مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع سے اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روکنے اور نفقہ وصول کرنے کا بیوی کو حق ہے اگرچہ وطی اور خلوت رضامندی سے ہوجانے کے بعد روک دے۔(۱؎ شرح الوقایۃ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۴۵)

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لہا منعہ من الوطی والسفر بہا ولو بعد وطئ برضاھا بلا سقوط النفقۃ ۲؎۔

مہرِ معجّل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔(۲؎ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ باب المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶)

کنز میں ہے:

لہا منعہ من الوطی والاخراج للمہر وان وطئہا ۳؎۔

بیوی کو مہر کے لئے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے(۳؎ کنز الدقائق باب المہر ایچ ایم کمپنی کراچی ص ۱۰۴)

تنویر الابصار میں ہے: لہا منعہ من الوطی والسفر بہا ولو وطی او خلوۃ رضتہما ۴؎۔

خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔

(۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۲۰۲)

درمختار میں ہے:

لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی ۱؎۔

ہر وطی مہر کے بدلے میں ہے (ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔

(۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۲۰۲)

اسی میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ۲؎ اھ ملخصاً۔

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصاً

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۲۶۹-۲۷۰)

مسئلہ ۴۵: نابالغہ کی رخصت ہوچکی مگر مہرِ معجّل وصول نہیں ہوا ہے، تو اس کا ولی روک سکتا ہے اور شوہر کچھ نہیں کرسکتا جب تک مہرِ معجّل ادا نہ کرلے۔(5)

مسئلہ ۴۶: باپ اگر لڑکی کا مہر شوہر سے وصول کرنا چاہے تو اس کی ضرورت نہیں کہ لڑکی بھی وہاں حاضر ہو، پھر اگر شوہر لڑکی کے باپ سے رخصت کے لیے کہے اور لڑکی اپنے باپ کے گھر موجود ہو تو رخصت کردے اور اگر وہاں نہ ہو اور بھیجنے پر بھی قدرت نہ ہو تو مہر پر قبضہ کرنے کا بھی اسے حق نہیں، اگر شوہر مہر دینے پر تیار ہے مگر یہ کہتا ہے کہ لڑکی کا باپ لڑکی کو نہیں دے گا خود لے لے گا تو قاضی حکم دے گا کہ لڑکی کا باپ ضامن دے کہ مہر لڑکی کے پاس پہنچ جائے گا اور شوہر کو حکم دے گا مہر ادا کردے۔(6)

مسئلہ ۴۷: مہرِ مؤجل یعنی میعادی تھا اور میعاد پوری ہوگئی تو عورت اپنے کو روک سکتی ہے یا بعض معجّل تھا، بعض میعادی اور میعاد پوری ہوگئی تو عورت اپنے کو روک سکتی ہے۔(7)

مسئلہ ۴۸: اگر مہر مؤجل (جس کی میعاد موت یا طلاق تھی) یا مطلق تھا اور طلاق یا موت واقع ہوئی تو اب یہ بھی معجّل ہوجائے گا یعنی فی الحال مطالبہ کرسکتی ہے اگرچہ طلاقِ رجعی ہو مگر رجعی میں رجوع کے بعد پھر مؤجل ہوگیا(8) اور

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجّل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہوجانا صاحب مذہب امام اقدم قدوۂ اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حق منع نفس ومنع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں، اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضامندی ہوچکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہوجانا بھی حق منع نفس ومنع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابوالقاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار درباره سفر قول امام اور دربارہ وطی قولِ صاحبین پر فتوے دیتے تھے اصل معنٰی اس تفصیل کے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انہیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں:

وانہ حسن ۳؎ (۳؎ حاشیۃ الجامع الصغیر باب فی المھور مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱)

(بیشک وہ حسن ہے۔) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) المرجع السابق

(6) المرجع السابق،ص ۳۱۷،۳۱۸

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الحادی عشر، ج۱، ص ۳۱۸
والدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص ۲۸۳

(8) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
جب طلاق یا زن وشوہر میں کسی کی موت واقع ہو اس وقت واجب الادا ہوگا اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کرسکتی، ←

اگر مہر منجم ہے یعنی قسط بقسط وصول کرے گی اور طلاق ہوئی تو اب بھی قسط ہی کے ساتھ لے گی۔ (9)

مسئلہ ۹۴: مہر معجل لینے کے لیے عورت اگر وطی سے انکار کرے تو اس کی وجہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا اور اس صورت میں بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر بلکہ سفر میں بھی جا سکتی ہے جبکہ ضرورت سے ہو اور اپنے میکے والوں سے ملنے کے لیے بھی بلا اجازت جا سکتی ہے اور جب مہر وصول کرلیا تو اب بلا اجازت نہیں جا سکتی مگر صرف ماں باپ کی ملاقات کو ہر ہفتہ میں ایک بار دن بھر کے لیے جا سکتی ہے اور محارم (10) کے یہاں سال بھر میں ایک بار اور محارم کے سوا اور رشتہ داروں یا غیروں کے یہاں غمی یا شادی کی کسی تقریب میں نہیں جا سکتی، نہ شوہر ان موقعوں پر جانے کی اجازت دے، اگر اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوئے۔ (11)

ھو المتعارف فی بلاد فی ردالمحتار حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح ۲؎ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲؎ ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۳۴۳)

ہمارے علاقہ میں یہی متعارف ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق طلاق یا موت کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۳۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الحادي عشر، ج ۱، ص ۳۱۸

وردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب: في منع الزوجة نفسها لقبض المهر، ج ۴، ص ۲۸۴

(10) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تا ادائے مہر معجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل، ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازتِ شوہر بھی جا سکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر الصحیح المفتی بہ انھا تخرج للوالدین فی کل جمعۃ باذنہ وبدونہ وللمحارم فی کل سنۃ مرۃ باذنہ وبدونہ ا؎۔ (ا؎ ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۶۶۴)

بحر میں ہے: صحیح مفتی بہ یہ ہے کہ بیوی ہر ہفتہ میں (شرعی اصطلاح جمعہ میں) خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو والدین کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے اور اپنے باقی محارم کی ملاقات کے لئے سال میں ایک مرتبہ جا سکتی ہے خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۴۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج ۴، ص ۲۸۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اجنبی مردوں کے پاس بے ضرورت شرعیہ باذن شوہر جانے کی اجازت نہیں۔

....

❁❁❁❁❁

حتی لو اذن کانا عاصیین کما فی الخلاصۃ والاشباہ ا؎ والدر وغیرھا من الاسفار الغر وان بغیت التفصیل فعلیک بفتاونا ومن لم یعرف اناس زمانہ فھو جاھل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(ا؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲ / ۵۳)

حتی کہ اگر شوہر بیوی کو بغیر ضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو بصورت عمل میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے جیسا کہ خلاصہ، الاشباہ، الدر اور دوسری بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر تمھیں تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے فتاوٰی سے رجوع کریں۔ اور جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کی معرفت نہیں رکھتا وہ نرا جاہل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۲، ص ۲۰۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مہر میں اختلاف کی صورتیں

مسئلہ ۵۰: مہر میں اختلاف ہو تو اس کی چند صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ نفسِ مہر میں اختلاف ہوا، ایک کہتا ہے مہر بندھا تھا، دوسرا کہتا ہے نکاح کے وقت مہر کا ذکر ہی نہ آیا تو جو کہتا ہے بندھا تھا، گواہ پیش کرے، نہ پیش کر سکے تو انکار کرنے والے کو حلف دیا جائے اگر حلف (قسم) اٹھانے سے انکار کرے تو مدعی (دعوٰی کرنے والا) کا دعوٰی ثابت اور حلف اٹھالے تو مہرِ مثل واجب ہوگا یعنی جبکہ نکاح باقی ہو یا خلوت کے بعد طلاق ہوئی ہو اور اگر خلوت سے پہلے طلاق ہوئی تو کپڑے کا جوڑا واجب ہوگا۔ اس کا حکم پیشتر بیان ہو چکا۔

دوسری صورت یہ کہ مقدار میں اختلاف ہو تو اگر مہرِ مثل اتنا ہے جتنا عورت بتاتی ہے یا زائد تو عورت کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے اور اگر مہرِ مثل شوہر کے کہنے کے مطابق ہے یا کم تو قسم کے ساتھ شوہر کی بات مانی جائے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کا قول مانا جائے، مہرِ مثل کچھ بھی ہو تو اگر دونوں نے پیش کیے تو جس کا قول مہرِ مثل کے خلاف ہے، اس کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مہرِ مثل دونوں دعووں کے درمیان ہے، مثلاً زوج کا دعوٰی ایک ہزار کا ہے اور عورت کا دو ۲ ہزار کا اور مہرِ مثل ڈیڑھ ہزار ہے تو دونوں کو قسم دیں گے جو قسم کھا جائے، اس کا قول معتبر ہے یا جو گواہ پیش کرے، اس کا قول مانا جائے اور اگر دونوں قسم کھا جائیں یا دونوں گواہ پیش کریں تو مہرِ مثل پر فیصلہ ہوگا۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ نکاح باقی ہو دخول ہوا ہو یا نہیں یا دونوں میں ایک مر چکا ہو۔ یوہیں اس صورت میں کہ دخول کے بعد طلاق دے دی ہو اور اگر قبل دخول طلاق دی ہو تو متعہ مثل (یعنی جوڑا) جس کے قول کے موافق ہو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور اگر متعہ مثل دونوں کے درمیان ہو تو دونوں پر حلف رکھیں جو حلف اٹھالے اس کی بات معتبر ہے اور دونوں اٹھالیں تو متعہ مثل دیں گے اور اگر کوئی گواہ پیش کرے تو اس کا قول معتبر ہے اور دونوں نے پیش کیے تو جس کا قول متعہ مثل کے خلاف ہے وہ معتبر ہے اور اگر دونوں کا انتقال ہو چکا اور دونوں کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مقدار میں زوج کے ورثہ کا قول مانا جائے اور نفسِ مہر میں اختلاف ہوا کہ مقرر ہوا تھا یا نہیں تو مہرِ مثل پر فیصلہ کریں گے۔ (1)

مسئلہ ۵۱: شوہر اگر کابین نامہ (مہر کی تحریر) لکھنے سے انکار کرے تو مجبور نہ کیا جائے اور اگر مہر روپے کا باندھا گیا اور کابین نامہ میں اشرفیاں لکھی گئیں تو شوہر پر روپے واجب ہیں مگر قاضی اشرفیاں دلوائے گا، جبکہ اسے علم نہ ہو کہ روپے

---

(1) البحرالرائق، کتاب النکاح، باب المہر، ج۳، ص۲۹۰۔۲۹۵، وغیرہ

کا مہر بندھا تھا۔(2)

❁❁❁❁❁

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الثانی عشر، ج۱، ص۳۲۲

شوہر کا عورت کے یہاں کچھ بھیجنا

مسئلہ ۵۲: شوہر نے کوئی چیز عورت کے یہاں بھیجی اگر یہ کہہ دیا کہ ہدیہ ہے تو اب نہیں کہہ سکتا کہ وہ مہر میں تھی اور اگر کچھ نہ کہا تھا اور اب کہتا ہے کہ مہر میں بھیجی اور عورت کہتی ہے کہ ہدیہ ہے اور وہ چیز کھانے کی قسم سے ہے، مثلاً روٹی، گوشت، حلوا، مٹھائی وغیرہ تو عورت سے قسم لے کر اس کا قول مانا جائے اور اگر کھانے کی قسم سے نہیں یعنی باقی رہنے والی چیز ہو، مثلاً کپڑے، بکری، گھی، شہد وغیرہا تو شوہر کو حلف دیا جائے، قسم کھا لے تو اس کی بات مانیں اور عورت کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چیز از قسم مہر نہیں اور باقی ہے تو واپس دے اور اپنا مہر وصول کرے۔(1)

مسئلہ ۵۳: شوہر نے عورت کے یہاں کوئی چیز بھیجی اور عورت کے باپ نے شوہر کے یہاں کچھ بھیجا، شوہر کہتا ہے وہ چیز میں نے مہر میں بھیجی تھی تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا اور عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ شے واپس کرے یا مہر میں محسوب (شمار) کرے اور عورت کے باپ نے جو بھیجا تھا، اگر وہ شے ہلاک ہوگئی تو کچھ واپس نہیں لے سکتا اور موجود ہے تو واپس لے سکتا ہے۔(2)

مسئلہ ۵۴: جس لڑکی سے منگنی ہوئی اس کے پاس لڑکے کے یہاں سے شکر اور میوے وغیرہ آئے، پھر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا تو اگر وہ چیزیں تقسیم ہوگئیں اور بھیجنے والے نے تقسیم کی اجازت بھی دے دی تھی تو واپس نہیں لے سکتا، ورنہ واپس لے سکتا ہے۔(3) تقسیم کی اجازت صراحۃً ہو یا عرفاً، مثلاً ہندوستان میں اس موقع پر ایسی چیزیں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ لڑکی والا اپنے کنبہ اور رشتہ داروں میں بانٹے گا یہ چیزیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ رکھ لے گا یا خود کھا جائے گا۔

مسئلہ ۵۵: شوہر نے عورت کے یہاں عیدی بھیجی، پھر یہ کہتا ہے کہ وہ روپے مہر میں بھیجے تھے، اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔(4)

مسئلہ ۵۶: عورت مرگئی، شوہر نے گائے، بکری وغیرہ کوئی جانور بھیجا کہ ذبح کر کے تیجہ میں کھلایا جائے اور اس کی

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الثاني عشر، ج۱، ص۳۲۲
والدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۲۹۷۔۳۰۰

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع في المھر، الفصل الثاني عشر، ج۱، ص۳۲۲

(3) المرجع السابق

(4) المرجع السابق، ص۳۲۳

قیمت نہیں بتائی تھی تو نہیں لے سکتا اور قیمت بتا دی تھی تو لے سکتا ہے اور اگر اختلاف ہو وہ کہتا ہے کہ بتا دی تھی اور لڑکی والا کہتا ہے کہ نہیں بتائی تھی تو اگر لڑکی والا قسم کھا لے تو اس کی بات مان لی جائے گی۔(5)

مسئلہ ۵۷: کوئی عورت عدّت میں تھی اسے خرچ دیتا رہا، اس امید پر کہ بعد عدت اس سے نکاح کریگا اگر نکاح ہو گیا تو جو کچھ خرچ کیا ہے، واپس نہیں لے سکتا اور عورت نے نکاح سے انکار کر دیا تو جو اسے بطور تملیک دیا ہے، واپس لے سکتا ہے اور جو بطورِ اباحت دیا ہے، مثلاً اس کے یہاں کھانا کھاتی رہی تو یہ واپس نہیں لے سکتا۔(6)

مسئلہ ۵۸: لڑکی کو جو کچھ جہیز میں دیا ہے، وہ واپس نہیں لے سکتا اور ورثہ کو بھی اختیار نہیں جبکہ مرض الموت میں نہ دیا ہو۔ یوہیں جو کچھ سامان نابالغہ لڑکی کے لیے خریدا اگرچہ ابھی نہ دیا ہو یا مرض الموت میں دیا، اس کی مالک بھی تنہا لڑکی ہے۔(7)

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی عشر، ج۱، ص ۳۲۳

(6) تنویر الابصار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۳۰۲۔۳۰۳

(7) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۳۰۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص مِلک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجھاز للمرأۃ وانہ اذا طلقھا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنھا ا ھ۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ (۱؎ ردالمحتار باب النفقہ احیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۶۵۳)

ہاں مرد بحالت بھاگتی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف وفروش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن وشو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُس کی ملک نہ ہو گئے۔

عقود الدریہ کتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے:

لایکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذٰلک دلیلا علی انہ ملکھا ذٰلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذٰلک مرارا ۲؎۔

شوہر کے خریدے ہوئے مال سے عورت کا نفع حاصل کرنا اور شوہر کا اس پر رضامند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت اس مال کی ہے۔

مسئلہ ۵۹: لڑکی والوں نے نکاح یا رخصت کے وقت شوہر سے کچھ لیا ہو یعنی بغیر لیے نکاح یا رخصت سے انکار کرتے ہوں اور شوہر نے دے کر نکاح یا رخصت کرائی تو شوہر اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور وہ نہ رہی تو اس کی قیمت لے سکتا ہے کہ یہ رشوت ہے۔ (8) رخصت کے وقت جو کپڑے بھیجے اگر بطور تملیک ہیں، جیسے ہندوستان میں عموماً رواج ہے کہ ڈال بری (شادی بیاہ کی ایک رسم) میں جوڑے بھیجے جاتے ہیں اور عرف یہی ہے کہ لڑکی کو مالک کر دیتے ہیں تو انھیں واپس نہیں لے سکتا اور تملیک (مالک بنانا) نہ ہو تو لے سکتا ہے۔ (9)

مالک ہوگئی جیسا کہ عورتیں اور عام لوگ سمجھتے ہیں اور تحقیق میں اس پر متعدد بار فتوی دے چکا ہوں۔

(۲ـ العقود الدریہ تنقیح فی فتاوی حامدیہ، کتاب الدعوی ۲/ ۳۵، کتاب الفرائض ۲/ ۳۵۰ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان)

یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگر چہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیاء اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برائے نام بھیج دیتے ہوں کہ ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوئی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دلہن کو اس گئے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ ہم یہ دے کر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کے بسبب انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع و انتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب و آرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقتِ حاجت ہر گونہ کا برآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگامِ ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں، یہ وجوہ اُس باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دوسو ۲ کا جائے گا تو چارسو ۴۰۰ کا آئے گا جیسے بلادِ شام وغیرہ میں اسی اُمید پر مہر بڑھاتے ہیں۔

فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجهاز ملک المرأة ولا یختص بشیئ منه وانما المعروف انه یزید فی المهر لتأتی بجهاز کثیر لیزین به بیته وینتفع به باذنها ویرثه هو و اولاده اذا ماتت کما یزید فی مهر الغنیة لاجل ذٰلک لالیکون الجهاز کله او بعضه ملکاله ولا لیملک الافتقاع به وان لم تأذن ا ـ

(ا ـ ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲)

ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور شوہر اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، اور بیشک متعارف ہے کہ شوہر مہر میں اس توقع پر اضافہ کرتا ہے کہ عورت بھی زیادہ جہیز لائے گی تاکہ اس سے گھر کی زینت و آرائش ہو اور عورت کی اجازت سے شوہر اس سے نفع اٹھائے گا اور عورت کے مرنے کے بعد وہ اور اس کی اولاد جہیز کی وارث بنے گی، جیسا کہ اسی غرض سے وہ غنی عورت کے مہر میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ تمام یا بعض جہیز کا مالک بن جائے گا یا عورت کی اجازت کے بغیر اس سے نفع حاصل کر سکے گا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۰۳ ـ ۲۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) البحرالرائق، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۳، ص ۳۲۵، وغیرہ

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل السادس عشر، ج ۱، ص ۳۲۷

مسئلہ ۶۰: لڑکی کو جہیز دیا پھر یہ کہتا ہے کہ میں نے بطورِ عاریت (یعنی عارضی طور پر) دیا ہے اور لڑکی یا اُس کے مرنے کے بعد شوہر کہتا ہے کہ بطورِ تملیک دیا ہے تو اگر وہ چیز ایسی ہے کہ عموماً لوگ اسے جہیز میں دیا کرتے ہیں تو لڑکی یا اس کے شوہر کا قول مانا جائے اور اگر عموماً یہ بات نہ ہو بلکہ عاریت و تملیک دونوں طرح دی جاتی ہو تو اس کے باپ یا ورثہ کا قول معتبر ہے۔(10)

مسئلہ ۶۱: جس صورت میں لڑکی کا قول معتبر ہے اگر اس کے باپ نے گواہ پیش کیے، جو اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ دیتے وقت اس نے کہہ دیا تھا کہ عاریت ہے تو گواہ مان لیے جائیں گے۔(11)

مسئلہ ۶۲: بالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا اور جہیز کے اسباب بھی معین کر دیے مگر ابھی دیے نہیں اور وہ عقد فسخ ہو گیا پھر دوسرے سے نکاح ہوا تو لڑکی اُس جہیز کا باپ سے مطالبہ نہیں کر سکتی۔(12)

مسئلہ ۶۳: لڑکی نے ماں باپ کے مال اور اپنی دستکاری سے کوئی چیز جہیز کے لیے تیار کی اور اس کی ماں مر گئی، باپ نے وہ چیز جہیز میں دے دی تو اُس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس چیز میں ماں کی طرف سے میراث کا دعویٰ کریں۔ یوہیں اس کا باپ جو کپڑے لاتا رہا اس میں سے یہ اپنے جہیز کے لیے بنا کر رکھتی رہی اور بہت کچھ جمع کر لیا اور باپ مر گیا تو یہ اسباب سب لڑکی کا ہے۔(13)

مسئلہ ۶۴: ماں نے بیٹی کے لیے اس کے باپ کے مال سے جہیز تیار کیا یا اس کا کچھ اسباب جہیز میں دے دیا اور اسے علم ہوا اور خاموش رہا اور لڑکی رخصت کر دی گئی تو اب باپ اس جہیز کو لڑکی سے واپس نہیں لے سکتا۔(14)

مسئلہ ۶۵: جس گھر میں زن و شو رہتے ہیں اس میں کچھ اسباب ہے، جس کا ہر ایک مدعی ہے تو اگر وہ ایسی شے ہے جو عورتیں برتتی ہیں، مثلاً دوپٹہ، سنگاردان، خاص عورتوں کے پہننے کے کپڑے تو ایسی چیز عورت کو دی جائے گی۔ ہاں اگر شوہر ثبوت دے کہ یہ چیز اس کی ہے تو اسے دیدیں گے اور اگر وہ خاص مردوں کے برتنے کی ہے، مثلاً ٹوپی، عمامہ، انگرکھا (ایک قسم کا مردانہ لباس) اور ہتھیار وغیرہ تو ایسی چیز مرد کو دیں گے مگر جب عورت گواہ سے اپنی مِلک ثابت کرے تو اسے دیں گے اور اگر دونوں کے کام کی وہ چیز ہو، مثلاً بچھونا تو یہ بھی مرد ہی کو دیں مگر جب عورت گواہ پیش کرے تو

---

(10) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۳۰۵

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل السادس عشر، ج۱، ص۳۲۷

(12) المرجع السابق

(13) المرجع السابق، ص۳۲۸

(14) تنویر الابصار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۳۰۷

اُسے دیدیں اور اگر ان دونوں میں ایک کا انتقال ہو چکا ہے اس کے ورثہ اور اس میں اختلاف ہوا جب بھی وہی تفصیل ہے مگر جو چیز دونوں کے برتنے کی ہو وہ اسے دیں جو زندہ ہے وارث کو نہیں اور اگر مکان میں مالِ تجارت ہے اور مشہور ہے کہ وہ شخص اس چیز کی تجارت کرتا تھا تو مرد کو دیں۔(15)

مسئلہ ٦٦: جو چیز مسلمان کے نکاح میں مہر ہو سکتی ہے، وہ کافر کے نکاح میں بھی ہو سکتی ہے اور جو مسلمان کے نکاح میں مہر نہیں ہو سکتی، کافر کے نکاح میں بھی نہیں ہو سکتی سوا شراب و خنزیر کے کہ یہ کافر کے مہر میں ہو سکتے ہیں، مسلمان کے نہیں۔(16)

مسئلہ ٦٧: کافر کا نکاح بغیر مہر کے ہوا یعنی مہر کا ذکر نہ آیا یا کہا کہ مہر نہیں دیا جائے گا یا مردار کا مہر باندھا اور یہ ان کے مذہب میں جائز بھی ہو یعنی ان صورتوں میں ان کے یہاں مہرِ مثل کا حکم نہ دیا جاتا ہو تو ان صورتوں میں عورت کو مہر نہ ملے گا اگرچہ وطی ہو چکی ہو یا قبل وطی طلاق ہوگئی ہو یا شوہر مر گیا ہو اگرچہ وہ دونوں اب مسلمان ہوگئے یا مسلمانوں کے پاس اس کا مقدمہ پیش کیا ہو، ہاں باقی احکام نکاح ثابت ہوں گے، مثلاً وجوب نفقہ، وقوع طلاق، عدت، نسب، خیار بلوغ وغیرہ وغیرہ۔(17)

مسئلہ ٦٨: نابالغ نے بغیر اجازت ولی نکاح کیا اور وطی بھی کر لی پھر ولی نے رد کر دیا تو مہر لازم نہیں۔(18)

مسئلہ ٦٩: نابالغہ کے باپ کو حق ہے کہ اپنی لڑکی کا مہرِ معجل شوہر سے طلب کرے اور اگر لڑکی قابلِ جماع ہے تو شوہر رخصت کرا سکتا ہے اور اس کے لیے کسی سن (عمر) کی تخصیص نہیں اور اگر اس قابل نہیں اگرچہ بالغہ ہو تو رخصت پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔(19)

❀❀❀❀❀

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل السادس عشر، ج۱، ص۳۲۹

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، الفصل الخامس عشر، ج۱، ص۳۲۷

(17) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المھر، ج۴، ص۳۰۹

(18) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی النکاح علی الشرط، ج۱، ص۱۶۰

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب: فی لابی الصغیرۃ المطالبۃ بالمھر، ج۴، ص۳۱۲

لونڈی غلام کے نکاح کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(1)

اورتم میں قدرت نہ ہونے کے سبب جس کے نکاح میں آزادعورتیں مسلمان نہ ہوں تو اس سے نکاح کرے، جس کوتمھارے ہاتھ مالک ہیں، ایمان والی باندیاں اور اللہ (عزوجل) تمھارے ایمان کو خوب جانتا ہے، تم میں ایک دوسرے سے ہے تو اُن سے نکاح کرواُن کے مالکوں کی اجازت سے اورحسب دستوران کے مہر اُنھیں دو۔

✿✿✿✿✿

---

(1) پ۵،النسآء:۲۵

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سیدمحمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشادفرماتے ہیں کہ یعنی مسلمانوں کی ایماندارکنیزیں کیونکہ نکاح اپنی کنیز سے نہیں ہوتا وہ بغیرنکاح ہی مولیٰ کے لئے حلال ہے معنٰی یہ ہیں کہ جوشخص حُرّہ مؤمنہ سے نکاح کی مَقدِرت ووُسعت نہ رکھتا ہو وہ ایماندارکنیز سے نکاح کرے یہ بات عار کی نہیں ہے۔

مسئلہ: جوشخص حُرّہ سے نکاح کی وسعت رکھتا ہواُس کوبھی مسلمان باندی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس آیت میں تونہیں ہے مگراُوپر کی آیت وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ سے ثابت ہے

مسئلہ: ایسے ہی کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے اورمؤمنہ کے ساتھ افضل ومستحب ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوا۔

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ باندی کواپنے مولیٰ کی اجازت بغیرنکاح کا حق نہیں اسی طرح غلام کو۔

(مزید یہ کہ)

اگرچہ مالک اُن کے مہر کے مولیٰ ہیں لیکن باندیوں کو دینا مولیٰ ہی کو دینا ہے کیونکہ خودوہ اور جو کچھ اُن کے قبضہ میں ہوسب مولیٰ کی مِلک ہے یا یہ معنٰی ہیں کہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے مہراُنہیں دو

احادیث

حدیث ۱: امام احمد و ابو داود و ترمذی و حاکم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غلام بغیر مولیٰ کی اجازت کے نکاح کرے، وہ زانی ہے۔(1)

حدیث ۲: ابو داود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب غلام نے بغیر اجازت مولیٰ کے نکاح کیا، تو اس کا نکاح باطل ہے۔(2)

حدیث ۳: امام شافعی و بیہقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، انھوں نے فرمایا: غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے، زیادہ نہیں۔(3)

مسئلہ ۱: لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کر لیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا نافذ ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وطی بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کر سکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔(4) یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبّر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔(5)

---

(1) جامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ماجاء في نکاح العبد ...إلخ، الحدیث: ۱۱۱۳، ج ۲، ص ۳۵۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ امام شافعی و احمد کے ہاں غلام کا نکاح بغیر مولیٰ کی اجازت کے منعقد ہی نہیں ہوتا لہٰذا اگر بعد میں مولیٰ اجازت بھی دے دے تب بھی درست نہیں مگر امام اعظم اور امام مالک کے ہاں نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر جائز رکھے تو جائز ورنہ باطل جیسے نکاح فضولی کا حکم ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مالک کے انکار کے باوجود غلام نکاح کرے تو نکاح باطل ہے اور وطی حرام، یا مالک کی اجازت سے پہلے وطی درست نہیں جیسے تمام موقوف نکاحوں کا حکم ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۵۵)

(2) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في نکاح العبد ...إلخ، الحدیث: ۲۰۷۹، ج ۲، ص ۳۳۱

(3) السنن الکبری، للبیهقي، کتاب النکاح، باب نکاح العبد ...إلخ، الحدیث: ۱۳۸۹۷، ج ۷، ص ۲۵۶

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۶

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۶

مسئلہ ۲: مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کر سکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کر سکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کر سکتا۔ (6)

مسئلہ ۳: مولیٰ کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولیٰ پر نہیں اور مر گیا تو مہر و نفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انھیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کر دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (7)

مسئلہ ۴: مہر میں فروخت ہوا مگر وہ دام ادائے مہر کے لیے کافی نہ ہوں تو اب دوبارہ فروخت نہ کیا جائے بلکہ بقیہ مہر بعد آزادی طلب کر سکتی ہے اور اگر خود اسی عورت کے ہاتھ بیچا گیا تو بقیہ مہر ساقط ہو گیا اور نفقہ میں بیچا گیا اور اُن داموں سے نفقہ ادا نہ ہوا تو باقی بعد عتق (یعنی آزادی کے بعد) لے سکتی ہے اور بیع کے بعد پھر اور نفقہ (کھانے، پینے وغیرہ کے اخراجات) واجب ہوا تو دوبارہ بیع ہو، اس میں بھی اگر کچھ باقی رہا تو بعد آزادی۔ یوہیں ہر جدید نفقہ میں بیع ہو سکتی ہے اور بقیہ میں نہیں۔ (8)

مسئلہ ۵: کسی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا تو اصح یہ ہے کہ مہر واجب ہی نہ ہوا یعنی جب کنیز ماذونہ (9)، مدیونہ (مقروض) نہ ہو، ورنہ مہر میں بیچا جائے گا۔ (10)

مسئلہ ۶: غلام کا نکاح اس کے مولیٰ نے کر دیا پھر فروخت کر ڈالا، تو مہر غلام کی گردن سے وابستہ ہے یعنی عورت جب چاہے اسے فروخت کرا کر مہر وصول کرے اور عورت کو یہ بھی اختیار ہے کہ پہلی بیع فسخ کرا دے۔ (11)

مسئلہ ۷: مولیٰ کو اپنے غلام اور لونڈی پر جبری ولایت ہے یعنی جس سے چاہے نکاح کر دے، ان کو منع کا کوئی حق نہیں مگر مکاتب و مکاتبہ کا نکاح بغیر اجازت نہیں کر سکتا اگرچہ نابالغ ہوں کر دے گا تو ان کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر نابالغ مکاتب و مکاتبہ نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گئے تو اب مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ اور کوئی

---

(6) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۶

(7) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۷

(8) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۸۔ ۳۲۰

(9) خرید و فروخت کے معاملے میں اجازت یافتہ۔

(10) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۱۹

(11) المرجع السابق، ص ۳۲۰

عصبہ نہ ہو کہ یہ بوجہ نابالغی اجازت کے اہل نہیں اور اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئے تو مکاتب غلام کا نکاح اجازت مولیٰ پر موقوف ہے اور مکاتبہ کا باطل۔(12)

مسئلہ ۸: غلام نے بغیر اذن مولیٰ نکاح کیا، اب مولیٰ سے اجازت مانگی اس نے کہا طلاق رجعی دیدے تو اجازت ہوگئی اور پہلا نکاح صحیح ہوگیا اور کہا طلاق دیدے یا اُسے علیحدہ کردے تو یہ اجازت نہیں بلکہ پہلا نکاح رد ہوگیا۔(13)

مسئلہ ۹: مولیٰ سے نکاح کی اجازت لی اور نکاح فاسد کیا تو اجازت ختم ہوگئی یعنی پھر نکاح صحیح کرنا چاہے تو دوبارہ اجازت لینی ہوگی اور نکاح فاسد میں وطی کرلی ہے تو مہر غلام پر واجب یعنی غلام مہر میں بیچا جاسکتا ہے اور اگر اجازت دینے میں مولیٰ نے نکاحِ صحیح کی نیت کی تھی تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور نکاحِ فاسد کی اجازت دی تو یہی نکاحِ صحیح کی بھی اجازت ہے بخلاف وکیل کہ اس نے اگر پہلی صورت میں نکاح فاسد کردیا، تو ابھی وکالت ختم نہ ہوئی دوبارہ صحیح نکاح کرسکتا ہے اور اگر اسے نکاحِ فاسد کا وکیل بنایا ہے تو نکاحِ صحیح کا وکیل نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۰: غلام کو نکاح کی اجازت دی تھی، اس نے ایک عقد میں دو ۲ عورتوں سے نکاح کیا تو کسی کا نہ ہوا۔ ہاں اگر اجازت ایسے لفظوں سے دی جن سے تعمیم (یعنی عام اجازت) سمجھی جاتی ہے تو ہوجائے گا۔(15)

مسئلہ ۱۱: کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے مکاتب سے کردیا پھر مرگیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ ہاں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو اب فاسد ہوجائے گا کہ لڑکی اسکی مالکہ ہوگئی۔(16)

مسئلہ ۱۲: مکاتب یا مکاتبہ نے نکاح کیا اور مولیٰ مرگیا تو وارث کی اجازت سے صحیح ہوجائے گا۔(17)

مسئلہ ۱۳: لونڈی کا نکاح ہوا تو جو کچھ مہر ہے مولیٰ کو ملے گا، خواہ عقد سے مہر واجب ہوا ہو یا دخول سے، مثلاً نکاح فاسد کہ اس میں نفسِ نکاح سے مہر واجب نہیں ہوتا مگر مکاتبہ یا جس کا کچھ حصہ آزاد ہوچکا ہے، کہ ان کا مہر انھیں کو ملے گا مولیٰ کو نہیں۔ کنیز کا نکاح کردیا تھا پھر آزاد کردیا اب اُس کے شوہر نے مہر میں کچھ اضافہ کیا تو یہ بھی مولیٰ ہی کو ملے گا۔(18)

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج۱، ص۳۳۱، ۳۳۲

(13) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج۴، ص۳۲۱

(14) المرجع السابق، ص۳۲۳۔۳۲۵

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج۱، ص۳۳۲

(16) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج۴، ص۳۲۶

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج۱، ص۳۳۳

(18) المرجع السابق، ص۳۳۲

مسئلہ ۱۴: بغیر اجازت مولیٰ نکاح کیا اور اجازت سے پہلے طلاق دے دی تو اگرچہ یہ طلاق نہیں مگر اب مولیٰ کی اجازت سے بھی جائز نہ ہوگا۔(19)

مسئلہ ۱۵: کنیز نے بغیر اذن (یعنی اجازت کے بغیر) نکاح کیا تھا اور مولیٰ (مالک) نے اسے بیچ ڈالا اور وطی ہو چکی ہے تو مشتری (خریدار) کی اجازت سے صحیح ہو جائے گا، ورنہ نہیں اور اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ اُس کنیز سے وطی اس کے لیے حلال نہ ہو تو اگرچہ وطی نہ ہوئی ہو اجازت دے سکتا ہے۔ یوہیں غلام نے بغیر اذن نکاح کیا تھا، مولیٰ نے اسے بیچ ڈالا اور مشتری نے جائز کر دیا یا مولیٰ مر گیا اور وارث نے جائز کر دیا ہو گیا اور آزاد کر دیا گیا تو خود صحیح ہو گیا، اجازت کی حاجت ہی نہ رہی۔(20)

مسئلہ ۱۶: لونڈی نے بغیر اجازت نکاح کیا تھا اور مولیٰ نے اجازت دے دی تو مہر مولیٰ کو ملے گا اگرچہ اجازت کے بعد آزاد کر دیا ہو اگرچہ اجازت کے بعد صحبت ہوئی اور اگر مولیٰ نے اجازت سے پہلے آزاد کر دیا اور بالغہ ہے تو نکاح جائز ہو گیا پھر اگر آزادی سے پہلے وطی ہو چکی ہے تو مہر مولیٰ کو ملے گا ورنہ لونڈی کو اور اگر نابالغہ ہے تو آزادی کے بعد اجازت مولیٰ پر موقوف ہے جبکہ کوئی اور عصبہ نہ ہو ورنہ اس کی اجازت پر۔(21)

مسئلہ ۱۷: بغیر گواہوں کے نکاح ہوا اور مولیٰ نے گواہوں کے سامنے جائز کیا تو نکاح صحیح نہ ہوا۔(22)

مسئلہ ۱۸: باپ یا وصی نے نابالغ کی کنیز کا نکاح اس کے غلام سے کیا تو صحیح نہ ہوا۔(23)

مسئلہ ۱۹: لونڈی نے بغیر اجازت مولیٰ نکاح کیا اس کے بعد مولیٰ نے وطی کی یا شہوت سے بوسہ لیا تو نکاح فسخ ہو گیا مولیٰ کو نکاح کا علم ہو یا نہ ہو۔(24)

مسئلہ ۲۰: کنیز خریدی اور قبضہ سے پہلے اس کا نکاح کر دیا تا اگر بیع تمام ہو گئی نکاح ہو گیا اور اگر بیع فسخ ہو گئی تو نکاح باطل۔(25)

مسئلہ ۲۱: باپ کی کنیز کا بیٹے نے نکاح کر دیا پھر باپ مر گیا تو اب یہ نکاح باپ کی بیٹے کی اجازت پر موقوف ہے

---

(19) المرجع السابق، ص ۳۳۲

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج ۱، ص ۳۳۳

(21) المرجع السابق، ص ۳۳۵

(22) المرجع السابق، ص ۳۳۳

(23) المرجع السابق

(24) المرجع السابق، ص ۳۳۴

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج ۱، ص ۳۳۴

رد کردے گا تو رد ہو جائے گا اور اگر بیٹے نے باپ کے مرنے کے بعد اپنا نکاح اس کی کنیز سے کیا تو صحیح نہ ہوا۔(26)

مسئلہ ۲۲: مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہ ہوا اور اگر طلاق بائن دیدی پھر نکاح کرنا چاہے تو بغیر اجازت نہیں کرسکتا۔(27)

مسئلہ ۲۳: لونڈی کا نکاح کر دیا تو مولیٰ پر یہ واجب نہیں کہ اسے شوہر کے حوالے کر دے اور خدمت نہ لے (اور اس کو تَبْوِیَہ کہتے ہیں۔) ہاں اگر شوہر کے پاس آتی جاتی ہے اور مولیٰ کی خدمت بھی کرتی ہے تو یوں کر سکتی ہے اور شوہر کو موقع ملے تو وطی کر سکتا ہے اور اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا ہے تو مولیٰ پر یہ ضرور ہے کہ اتنا کہہ دے اگر تجھے موقع ملے تو وطی کر سکتا ہے اور اگر عقد میں بتویہ کی شرط تھی جب بھی مولیٰ پر واجب نہیں۔(28)

مسئلہ ۲۴: اگر کنیز کو اس کے شوہر کے حوالے کر دیا جب بھی مولیٰ کو اختیار ہے، جب چاہے اس سے خدمت لے اور زمانہ بتویہ میں نفقہ اور رہنے کو مکان شوہر کے ذمہ ہے اور اگر مولیٰ واپس لے تو مولیٰ پر ہے، شوہر سے ساقط ہو گیا اور اگر خود کسی وقت اپنے آقا کا کام کر جاتی ہے، مولیٰ نے حکم نہیں دیا ہے تو نفقہ وغیرہ شوہر ہی پر ہے۔ یوہیں اگر مولیٰ دن میں کام لیتا ہے مگر رات کو شوہر کے مکان پر بھیج دیتا ہے جب بھی نفقہ شوہر پر ہے۔(29)

مسئلہ ۲۵: زمانہ تَبْوِیَہ میں طلاق بائن دی تو نفقہ وغیرہ شوہر کے ذمہ ہے اور واپس لینے کے بعد دی تو مولیٰ پر۔(30)

مسئلہ ۲۶: جس کنیز کا نکاح کر دیا اسے سفر میں لے جانا چاہتا ہے، تو مطلقاً اسے اختیار ہے اگرچہ شوہر منع کرے بلکہ اگرچہ شوہر نے پورا مہر دے دیا ہو۔(31)

مسئلہ ۲۷: جس کنیز سے وطی کرتا ہے اب اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے تو استبرا واجب ہے، اگر نکاح کر دیا اور چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ مولیٰ کا قرار دیا جائے گا یعنی جبکہ وہ کنیز ام ولد ہو اور مولیٰ نے انکار نہ کیا ہو اور ام ولد نہ ہو تو وہ بچہ مولیٰ کا اس وقت ہے جب اس نے دعویٰ کیا ہو اور اگر لاعلمی میں نکاح کیا تو بہر صورت نکاح فاسد ہے۔ شوہر

---

(26) المرجع السابق

(27) المرجع السابق، ص ۳۳۴

(28) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۲۷۔۳۲۹

(29) المرجع السابق، ص ۳۲۹، وغیرہ

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج ۱، ص ۳۳۵

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب في الفرق بین الاذن والاجازۃ، ج ۴، ص ۳۲۹

نے وطی کی ہے تو مہر واجب ہے، ورنہ نہیں اور دانستہ (جان بوجھ کر) نکاح کر دیا تو نکاح ہو جائے گا۔(32)

مسئلہ ۲۸: کنیز کا نکاح کر دیا تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا، وہ آزاد نہیں مگر جبکہ نکاح میں آزادی کی شرط لگا دی ہو تو اس نکاح سے جتنی اولادیں پیدا ہوئیں آزاد ہیں اور اگر طلاق دے کر پھر نکاح کیا تو اس نکاحِ ثانی کی اولاد آزاد نہیں۔(33)

مسئلہ ۲۹: کنیز کا نکاح کر دیا اور وطی سے پہلے مولیٰ نے اس کو مار ڈالا، اگرچہ خطاً قتل واقع ہوا تو مہر ساقط ہو گیا جبکہ وہ مولیٰ عاقل بالغ ہو اور اگر لونڈی نے خودکشی کی یا مرتدہ ہو گئی یا اس نے اپنے شوہر کے بیٹے کا بشہوت بوسہ لیا یا شوہر کی وطی کے بعد مولیٰ نے قتل کیا تو ان صورتوں میں مہر ساقط نہیں۔(34)

مسئلہ ۳۰: وطی کرنے میں اگر انزال باہر کرنا چاہتا ہے تو اس میں اجازت کی ضرورت ہے، اگر عورت حرّہ یا مکاتبہ ہے تو خود اسکی اجازت سے اور کنیز بالغہ ہے تو مولیٰ کی اجازت سے اور اپنی کنیز سے وطی کی تو اصلاً اجازت کی حاجت نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۱: کنیز جو کسی کے نکاح میں ہے اگرچہ اس کا شوہر آزاد ہو جب وہ آزاد ہوگی تو اسے اختیار ہے چاہے اپنے نفس کو اختیار کرے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور وطی نہ ہوئی ہو تو مہر بھی نہیں اور چاہے شوہر کو اختیار کرے تو نکاح برقرار رہے گا اور نابالغہ ہے تو وقتِ بلوغ اسے یہ اختیار ہوگا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو۔(36)

مسئلہ ۳۲: خیارِ عتق سے نکاح فسخ ہونا حکمِ قاضی پر موقوف نہیں اور اگر آزادی کی خبر سن کر ساکت رہی تو خیار (اختیار) باطل نہ ہوگا، جب تک کوئی فعل ایسا نہ پایا جاوے جس سے نکاح کا اختیار کرنا سمجھا جائے اور مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو اب اختیار نہ رہا اور اگر اب یہ کہتی ہے کہ مجھے یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ آزادی کے بعد اختیار ملتا ہے تو اس کا یہ جہل عذر قرار دیا جائے گا، لہٰذا مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اپنے نفس کو اختیار کیا نکاح فسخ ہو گیا اور یہ اختیار صرف باندی کے لیے ہے، غلام کو نہیں اور خیارِ بلوغ یعنی نابالغ کا نکاح اگر اس کے باپ یا دادا کے سوا کسی اور ولی نے کیا ہو تو وقتِ بلوغ اسے فسخِ نکاح کا اختیار ملتا ہے مگر خیارِ بلوغ سے نکاح فسخ ہونا حکمِ قاضی پر موقوف ہے اور بالغ ہوتے وقت اگر

---

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب: في الفرق بین الاذن والاجازۃ، ج ۴، ص ۳۳۰

(33) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج ۴، ص ۳۲۷

(34) المرجع السابق، ص ۳۳۲

(35) المرجع السابق، ص ۳۳۳۔ ۳۳۵، وغیرہ

(36) المرجع السابق، ص ۳۲۶

سکوت کیا تو خیار جاتا رہا، جبکہ نکاح کا علم ہو اور یہ آخر مجلس تک نہیں رہتا بلکہ فوراً فسخ کرے تو فسخ ہوگا ورنہ نہیں اور اس میں جہل عذر نہیں اور خیارِ بلوغ عورت و مرد دونوں کے لیے حاصل ہے۔(37)

مسئلہ ۳۳: نکاح کنیز کی خوشی سے ہوا تھا، جب بھی خیارِ عتق اسے حاصل ہے اور اگر بغیر اجازت مولیٰ نکاح کیا تھا اور مولیٰ نے نہ اجازت دی، نہ رد کیا اور آزاد کر دیا تو نکاح صحیح ہو گیا اور خیار عتق نہیں ہے۔(38)

مسئلہ ۳۴: بیٹے کی کنیز سے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو یہ اولاد اپنے بھائی کی طرف سے آزاد ہے مگر وہ کنیز ام ولد نہ ہوئی۔ یونہیں اگر باپ کی کنیز سے نکاح کیا تو اولاد باپ کی طرف سے آزاد ہوگی اور کنیز ام ولد نہیں۔(39)

مسئلہ ۳۵: بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اولاد نہ ہوئی تو عقر واجب ہے اور وطی حرام ہے اور عقر یہ ہے کہ صرف باعتبارِ جمال جو اس کی مثل کا مہر ہونا چاہیے، وہ دینا ہوگا اور اولاد ہوئی اور باپ نے اس کا دعویٰ بھی کیا اور وہ باپ حُر، مسلم، عاقل ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ وقتِ وطی سے وقتِ دعویٰ تک لڑکا اس کنیز کا مالک رہے اور کنیز باپ کی ام ولد ہو جائے گی اور اولاد آزاد اور باپ کنیز کی قیمت لڑکے کو دے، عقر اور اولاد کی قیمت نہیں اور اگر اس درمیان میں لڑکے نے اس کنیز کو اپنے بھائی کے ہاتھ بیچ ڈالا، جب بھی نسب ثابت ہوگا اور یہی احکام ہوں گے۔ لڑکے نے اپنی ام ولد کی اولاد کی نفی کر دی یعنی یہ کہ یہ میری نہیں اور باپ نے دعویٰ کیا کہ یہ میری اولاد ہے یا لڑکے کی مدبرہ یا مکاتبہ کی اولاد کا باپ نے دعویٰ کیا تو ان سب صورتوں میں محض باپ کے دعویٰ کرنے سے نسب ثابت نہ ہوگا جب تک لڑکا باپ کی تصدیق نہ کرے۔(40)

مسئلہ ۳۶: دادا باپ کے حکم میں ہے جبکہ باپ مر چکا ہو یا کافر یا مجنون یا غلام ہو بشرطیکہ وقتِ علوق سے (یعنی حاملہ ہونے کے وقت سے) وقتِ دعویٰ تک دادا کو ولایت حاصل ہو۔(41)

❀❀❀❀❀

(37) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في الاولیاء، ج۱، ص۱۵۷، وغیرہ

(38) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج۴، ص۲۳۹

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب التاسع في نکاح الرقیق، ج۱، ص۳۳۶

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب في حکم اسقاط الحمل، ج۴، ص۳۴۰۔۳۴۳

(41) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج۴، ص۳۴۳

نکاح کافر کا بیان

زہری نے مرسلاً روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زمانہ میں کچھ عورتیں اسلام لائیں اور ان کے شوہر کافر تھے پھر جب شوہر بھی مسلمان ہو گئے، تو اسی پہلے نکاح کے ساتھ یہ عورتیں ان کو واپس کی گئیں۔(1) یعنی جدید نکاح نہ کیا گیا۔

مسئلہ ۱: جس قسم کا نکاح مسلمانوں میں جائز ہے اگر اُس طرح کافر نکاح کریں تو ان کا نکاح بھی صحیح ہے مگر بعض اس قسم کے نکاح ہیں جو مسلمان کے لیے ناجائز اور کافر کرلے تو ہو جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو، مثلاً بغیر گواہ نکاح ہوا یا عورت کافر کی عدّت میں تھی، اس سے نکاح کیا مگر شرط یہ ہے کہ کفار ایسے نکاح کے جائز ہونے کے معتقد ہوں۔ پھر ایسے نکاح کے بعد اگر دونوں مسلمان ہو گئے تو اسی نکاحِ سابق پر باقی رکھے جائیں (یعنی اسی پہلے نکاح پر باقی رکھے جائیں) جدید نکاح کی حاجت نہیں۔ یوہیں اگر قاضی کے پاس مقدمہ دائر کیا تو قاضی تفریق نہ کریگا۔(2)

مسئلہ ۲: کافر نے محارم سے نکاح کیا، اگر ایسا نکاح ان لوگوں میں جائز ہو تو نکاح کے لوازم نفقہ وغیرہ ثابت ہو جائیں گے مگر ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر دونوں اسلام لائے یا ایک تو تفریق کر دی جائے گی۔ یوہیں اگر قاضی یا کسی مسلمان کے پاس دونوں نے اس کا مقدمہ پیش کیا تو تفریق کردے گا اور ایک نے کیا تو نہیں۔(3)

مسئلہ ۳: دو بہنوں کے ساتھ ایک عقد میں نکاح کیا، پھر ایک کو جدا کر دیا پھر مسلمان ہوا تو جو باقی ہے اس کا نکاح صحیح ہے، اُسی نکاح پر برقرار رکھے جائیں اور جدا نہ کیا ہو تو دونوں باطل اور اگر دو عقد کے ساتھ نکاح ہوا تو پہلی کا صحیح ہے، دوسری کا باطل۔(4)

مسئلہ ۴: کافر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں، پھر اس کے ساتھ بدستور رہتا رہا نہ اس سے دوسرے نے نکاح کیا، نہ اس نے دوبارہ نکاح کیا یا عورت نے خلع کرایا اور بعد خلع بغیر تجدید نکاح بدستور رہا کیا تو ان دونوں صورتوں میں

---

(1) کنزالعمال، کتاب النکاح، الحدیث: ۴۵۸۴۲، ج۱۶، ص۲۳۰

(2) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۴۷۔۳۵۱، وغیرہ

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص۳۳۷، وغیرہ

(4) المرجع السابق

قاضی تفریق کردے گا اگرچہ نہ مسلمان ہوا، نہ قاضی کے پاس مقدمہ آیا اور اگر تین طلاقیں دینے کے بعد عورت کا دوسرے سے نکاح نہ ہوا مگر اس شوہر نے تجدید نکاح کی تو تفریق نہ کی جائے۔(5)

مسئلہ ۵: کتابیہ سے مسلمان نے نکاح کیا تھا اور طلاق دے دی، ہنوز (ابھی) عدت ختم نہ ہوئی تھی کہ اس سے کسی کافر نے نکاح کیا تو تفریق (جدائی) کردی جائے۔(6)

مسئلہ ۶: زوج و زوجہ دونوں کافر غیر کتابی تھے، ان میں سے ایک مسلمان ہوا تو قاضی دوسرے پر اسلام پیش کرے اگر مسلمان ہوگیا فبہا (یعنی نکاح سابق پر باقی رکھے جائیں نئے نکاح کی ضرورت نہیں) اور انکار یا سکوت کیا تو تفریق کردے، سکوت کی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ تین بار پیش کرے۔ یوہیں اگر کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی تو مرد پر اسلام پیش کیا جائے، اسلام قبول نہ کیا تو تفریق کردی جائے اور اگر دونوں کتابی ہیں اور مرد مسلمان ہوا تو عورت بدستور اس کی زوجہ ہے۔(7)

مسئلہ ۷: نابالغ لڑکا یا لڑکی سمجھ دار ہوں تو ان کا بھی وہی حکم ہے اور ناسمجھ ہوں تو انتظار کیا جائے، جب تمیز آجائے تو اسلام پیش کیا جائے اور اگر شوہر مجنون ہے تو اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ ہوش میں آئے تو اس پر اسلام پیش کریں بلکہ اس کے باپ ماں پر اسلام پیش کریں ان میں جو کوئی مسلمان ہو جائے وہ مجنون اس کا تابع ہے اور مسلمان قرار دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان نہ ہوا تو تفریق کردیں اور اگر اس کے والدین نہ ہوں تو قاضی کسی کو اس کے باپ کا وصی قرار دے کر تفریق کردے۔ یہ سب تفصیل جنون اصلی (وہ جنون جو بالغ ہونے سے پہلے لاحق ہوا اور بالغ ہونے کے وقت بھی موجود رہا ہو) میں ہے اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو وہ مسلمان ہی ہے اگرچہ اس کے ماں باپ کافر ہوں۔(8)

مسئلہ ۸: شوہر مسلمان ہوگیا اور عورت مجوسیہ تھی اور یہودیہ یا نصرانیہ ہوگئی تو تفریق نہیں۔ یوہیں اگر یہودیہ تھی اب نصرانیہ ہوگئی یا بالعکس تو بدستور زوجہ ہے۔ یوہیں اگر مسلمان کی عورت نصرانیہ تھی، یہودیہ ہوگئی یا یہودیہ تھی، نصرانیہ ہوگئی تو بدستور اس کی عورت ہے۔ یوہیں اگر نصرانی کی عورت مجوسیہ ہوگئی تو وہ اس کی عورت ہے۔(9)

مسئلہ ۹: یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں کہ دارالاسلام میں اسلام قبول کیا ہو اور اگر دارالحرب میں مسلمان ہوا تو

---

(5) المرجع السابق

(6) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۲

(7) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۴، ۳۵۵، ۳۶۰

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۴

(9) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: في الکلام علی ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، ج۴، ص۳۵۴

عورت تین حیض گزرنے پر نکاح سے خارج ہوگئی اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے گزرنے پر۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا بڑھیا ہوگئی کہ حیض بند ہوگیا اور حاملہ ہو تو وضع حمل سے نکاح جاتا رہا اور یہ تین حیض یا تین مہینے عدّت کے نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۰: جو جگہ ایسی ہو کہ نہ دارالاسلام ہو، نہ دارالحرب وہ دارالحرب کے حکم میں ہے۔(11) اور اگر وہ جگہ دارالاسلام ہو مگر کافر کا تسلط ہو جیسے آج کل ہندوستان تو اس معاملہ میں یہ بھی دارالحرب کے حکم میں ہے، یعنی تین حیض یا تین مہینے گزرنے پر نکاح سے باہر ہوگی۔

مسئلہ ۱۱: ایک دارالاسلام میں آکر رہنے لگا، دوسرا دارالحرب میں رہا جب بھی عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی، مثلاً مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دارالاسلام میں آیا یا یہاں آکر مسلمان یا ذمی ہوا یا قید کر کے دارالحرب سے دارالاسلام میں لایا گیا تو نکاح سے باہر ہوگئی اور اگر دونوں ایک ساتھ قید کر کے لائے گئے یا دونوں ایک ساتھ مسلمان یا ذمی بن کر وہاں سے آئے یا یہاں آکر مسلمان ہوئے یا ذمہ قبول کیا تو نکاح سے باہر نہ ہوئی یا حربی امن لے کر دارالاسلام میں آیا یا مسلمان یا ذمی دارالحرب کو امان لے کر گیا تو عورت نکاح سے باہر نہ ہوگی۔(12)

---

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصبی والمجنون لیسا باھل ...الخ، ج۴، ص۳۵۸

(11) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۹

(12) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دارحرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہو جاتی ہے اور عیاذاً باللہ عکس کے لئے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعائر اسلام اُس سے بالکل بند کر دیے جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ جب شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی۔

تنویر میں ہے: لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا باجراء احکام الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لایبقی فیها مسلم او ذمی بالامان الاول ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اهل الاسلام فیها وان بقی فیها کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام[۲]۔

دارالاسلام اس وقت دارالحرب بنتا ہے جب وہاں احکامِ شرک جاری ہوں (یعنی معاذ اللہ وہاں شعائرِ اسلام بالکل ختم کر دیے جائیں) اور وہ جگہ کسی طرف سے دارالحرب سے متصل ہو اور وہاں کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور دارالحرب اس وقت دارالاسلام بنتا ہے جب وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اگرچہ وہاں کافر اصلی موجود ہوں اور اگرچہ وہ کسی طرف سے دارالاسلام کے ساتھ متصل بھی نہ ہو۔

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۷) ←

مسئلہ ۱۲: باغی کی حکومت سے نکل کر امام برحق کی حکومت میں آیا یا بالعکس تو نکاح پر کوئی اثر نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: مسلمان یا ذمی نے دارالحرب میں حربیہ کتابیہ سے نکاح کیا تھا۔ وہ وہاں سے قید کر کے لائی گئی تو نکاح سے خارج نہ ہوئی۔ یوہیں اگر وہ شوہر سے پہلے خود آئی، جب بھی نکاح باقی ہے اور اگر شوہر پہلے آیا اور عورت بعد میں تو نکاح جاتا رہا۔(14)

مسئلہ ۱۴: ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئی، مسلمان ہوکر یا ذمی بن کر یا یہاں آکر مسلمان یا ذمیہ ہوئی تو اگر حاملہ نہ ہو، فوراً نکاح کرسکتی ہے اور حاملہ ہو تو بعد وضع حمل مگر یہ وضع حمل اس کے لیے عدت نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۵: کافر نے عورت اور اس کی لڑکی دونوں سے نکاح کیا، اب مسلمان ہوا، اگر ایک عقد میں نکاح ہوا تو دونوں کا باطل اور علیحدہ علیحدہ نکاح کیا اور دخول کسی سے نہ ہوا تو پہلا نکاح صحیح ہے دوسرا باطل اور دونوں سے وطی کر لی ہے تو دونوں باطل اور اگر پہلے ایک سے نکاح ہوا اور دخول بھی ہو گیا، اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو پہلا جائز دوسرا باطل اور اگر پہلی سے صحبت نہ کی، مگر دوسری سے کی تو دونوں باطل، مگر جبکہ پہلی عورت ماں ہو اور دوسری اسکی بیٹی اور فقط

جامع الرموز میں ہے:

لا خلاف ان دار الحرب یصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیہا واما صیرورتہا دار الحرب نعوذ باللہ منہ فعندہ بشروط احدہا اجراء احکام الکفر اشتہارا بان یحکم الحاکم بحکمہم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی الحیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب والثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیہا کما فی العمادی وغیرہ اھ۔

(اے جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض احکام اسلامی کے اجراء سے دارالحرب دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن دارالاسلام کا نعوذ باللہ دارالحرب بننے کے لئے امام صاحب کے ہاں کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ احکام کفر اعلانیہ جاری ہوں مثلاً حاکم کفر کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگ مسلمان قاضیوں سے رجوع نہ کرسکیں جیسا کہ خیریہ میں ہے، دوسری یہ کہ وہ جگہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو، تیسری یہ کہ پہلی امان ختم ہوجائے، شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی کہتے ہیں اگر وہاں ایک حکم بھی اسلام کا باقی ہے تو اسے دارالاسلام ہی کہا جائے گا جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۳۶۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص ۳۳۸

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص ۳۳۸

(15) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص ۳۶۱

اس دوسری سے وطی کی تو اس لڑکی سے پھر نکاح کرسکتا ہے اور اس کی ماں سے نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۶: عورت مسلمان ہوئی اور شوہر پر اسلام پیش کیا گیا، اس نے اسلام لانے سے انکار یا سکوت کیا تو تفریق کی جائے گی اور یہ تفریق طلاق قرار دی جائے، یعنی اگر بعد میں مسلمان ہوا اور اسی عورت سے نکاح کیا تو اب دو ہی طلاق کا مالک رہے گا، کہ منجملہ تین طلاقوں کے ایک پہلے ہوچکی ہے اور یہ طلاق بائن ہے اگرچہ دخول ہو چکا ہو یعنی اگر مسلمان ہوکر رجعت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، بلکہ جدید نکاح کرنا ہوگا اور دخول ہو چکا ہو تو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت کا نفقہ شوہر سے لے گی اور پورا مہر شوہر سے لے سکتی ہے اور قبل دخول ہو تو نصف مہر واجب ہوا اور عدت نہیں اور اگر شوہر مسلمان ہوا اور عورت نے انکار کیا تو تفریق فسخ نکاح ہے، کہ عورت کی جانب سے طلاق نہیں ہوسکتی ہے پھر اگر وطی ہوچکی ہے تو پورا مہر لے سکتی ہے ورنہ کچھ نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۷: زن وشو میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو نکاح فوراً ٹوٹ گیا اور یہ فسخ ہے طلاق نہیں، عورت موطوءہ (ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو) ہے تو مہر بہر حال پورا لے سکتی ہے اور غیر موطوءہ ہے تو اگر عورت مرتد ہوئی کچھ نہ پائے گی اور شوہر مرتد ہوا تو نصف مہر لے سکتی ہے اور عورت مرتدہ ہوئی اور زمانہ عدت میں مرگئی اور شوہر مسلمان ہے تو ترکہ پائے گا۔(18)

مسئلہ ۱۸: دونوں ایک ساتھ مرتد ہوگئے پھر مسلمان ہوئے تو پہلا نکاح باقی رہا اور اگر دونوں میں ایک پہلے مسلمان ہوا پھر دوسرا تو نکاح جاتا رہا اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرتد ہوا تو دونوں کا مرتد ہونا ایک ساتھ قرار دیا جائے۔(19)

مسئلہ ۱۹: عورت مرتدہ ہوگئی تو اسلام لانے پر مجبور کی جائے یعنی اسے قید میں رکھیں، یہاں تک کہ مرجائے یا اسلام لائے اور جدید نکاح ہو تو مہر بہت تھوڑا رکھا جائے۔(20)

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص۳۳۹

(17) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۵۴

والبحرالرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۳، ص۳۶۷-۳۷۰

(18) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج۴، ص۳۶۲

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص۳۳۹

(20) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مگر مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام وکمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معین ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور کی جائے گی۔

مسئلہ ۲۰: عورت نے زبان سے کلمہ کفر جاری کیا تاکہ شوہر سے پیچھا چھوٹے یا اس لیے کہ دوسرا نکاح ہوگا تو اس کا مہر بھی وصول کرے گی تو ہر قاضی کو اختیار ہے کہ کم سے کم مہر پر اسی شوہر کے ساتھ نکاح کر دے، عورت راضی ہو یا ناراض اور عورت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے سے نکاح کرلے۔(21)

مسئلہ ۲۱: مسلمان کے نکاح میں کتابیہ عورت تھی اور مرتد ہوگیا، یہ عورت بھی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔(22)

مسئلہ ۲۲: بچہ اپنے باپ ماں میں اس کا تابع ہوگا جس کا دین بہتر ہو، مثلاً اگر کوئی مسلمان ہوا تو اولاد مسلمان ہے، ہاں اگر بچہ دارالحرب میں ہے اور اس کا باپ دارالاسلام میں مسلمان ہوا تو اس صورت میں اس کا تابع نہ ہوگا اور اگر ایک کتابی ہے، دوسرا مجوسی یا بت پرست تو بچہ کتابی قرار دیا جائے۔(23)

درمختار میں ہے:

تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی اھ۔

اسلام پر مجبور کی جائے گی اور بطور زجر کمترین مہر مثلاً ایک دینار کے بدلے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اور اسی پر فتوی ہے۔

(اـــ درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰)

ردالمحتار میں ہے: فلکل قاض ان یجددہ بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا ۲؎۔

یہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اس عورت سے کمترین مہر کے عوض تجدید نکاح کرائے اگرچہ ایک دینار ہو چاہے وہ عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔

(۲ـــ ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۲)

مہر کی اقل مقدار دس ۱۰ درم ہے کہ یہاں کے دو ۲ روپے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۱۲/۹-۳/۵ پائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج ۱، ص ۳۳۹

(22) المرجع السابق

(23) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وفی نکاحہ: الولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ا ھ الخ۔

درمختار کتاب النکاح میں ہے: باعتبار دین ماں باپ میں سے جو بہتر ہو بچہ اسی کا تابع ہوتا ہے اگر دار ایک ہو الخ

(اـــ الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰)

جب یہ امر منقح ہولیا اب یہاں اس نرے ناسمجھ کی عمر پر بھی یہ ناگوار و ناسزا خیال دو امر کے ثبوت کافی کا محتاج:

امر اول حضرت فاطمہ (عہ ۱) بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوطالب دونوں کا اس وقت تک کافر ہونا کہ ان میں ایک بھی موحد ہو تو بچہ اس کی تبعیت سے موحد کہا جائے گا کافر کی تبعیت ہرگز نہ کرے گا، لما نصوا علیہ قاطبۃ من ان الولد یتبع خیر الابوین دینا ۲؎

(۲ـــ الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰)

مسئلہ ۲۳: مسلمان کا کسی لڑکی سے نکاح ہوا اور اس لڑکی کے والدین مسلمان تھے، پھر مرتد ہو گئے تو وہ لڑکی نکاح سے باہر نہ ہوئی اور اگر لڑکی کے والدین مرتد ہو کر لڑکی کو لے کر دارالحرب کو چلے گئے تو اب باہر ہو گئی اور اگر اس کے والدین میں سے کوئی حالتِ اسلام میں مر چکا ہے یا مرتد ہونے کی حالت میں مرا پھر دوسرا مرتد ہو کر لڑکی کو دارالحرب میں لے گیا تو باہر نہ ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ والدین کے مرتد ہونے سے چھوٹے بچے مرتد نہ ہوں گے، جب تک دونوں مرتد ہو کر اسے دارالحرب کو نہ لے جائیں۔ نیز یہ کہ ایک مر گیا تو دوسرے کے تابع نہ ہوں گے اگرچہ یہ مرتد ہو کر دارالحرب کو لے جائے اور تابع ہونے میں یہ شرط ہے کہ خود وہ بچہ اس قابل نہ ہو کہ اسلام و کفر میں تمیز کر سکے اور سمجھ وال ہے تو اسلام و کفر میں کسی کا تابع نہیں۔

مجنون بھی بچہ ہی کے حکم میں ہے کہ وہ تابع قرار دیا جائے گا، جبکہ جنون اصلی ہو اور بلوغ سے پہلے یا بعد بلوغ مسلمان تھا پھر مجنون ہو گیا تو کسی کا تابع نہیں، بلکہ یہ مسلمان ہے۔ بوہرے کا بھی یہی حکم ہے، کہ اصلی ہے تو تابع اور عارضی ہے تو نہیں۔ (24)

مسئلہ ۲۴: بالغ ہو اور سمجھ بھی رکھتا ہو مگر اسلام سے واقف نہیں تو مسلمان نہیں یعنی جبکہ ایمان اجمالی بھی نہ ہو۔

مسئلہ ۲۵: مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ مسلمان سے، نہ کافر سے، نہ مرتدہ و مرتد سے۔ (25)

مسئلہ ۲۶: زبان سے کلمہ کفر نکلا، اس نے تجدید اسلام و تجدید نکاح کی، اگر معاذ اللہ کئی بار یوہیں ہوا جب بھی

(کیونکہ تمام علماء نے نص فرمایا کہ ماں باپ میں سے باعتبار دین جو بہتر ہو بچہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج ۴، ص ۳۷۱

والفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج ۱، ص ۳۳۹۔ ۳۴۰، وغیرہما

(25) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج ۴، ص ۳۷۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی سے نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ و کذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذافی المبسوط اھ۔ واللہ تعالی اعلم۔ (اے فتاوی ہندیہ باب فی المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲)

مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں یونہی ہے۔

واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسے حلالہ کی اجازت نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۷: نشہ والا جس کی عقل جاتی رہی اور زبان سے کلمہ کفر نکلا تو عورت نکاح سے باہر نہ ہوئی۔(27) مگر تجدیدِ نکاح کی جائے۔

❁❁❁❁❁

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ج۱، ص۳۴۰

(27) المرجع السابق

باری مقرر کرنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (1)

اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو یا وہ باندیاں جن کے تم مالک ہو، یہ زیادہ قریب ہے اس سے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (2)

تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو، اگرچہ حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو اور اگر نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

---

(1) پ۴، النساء: ۳

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ بی بیوں کے درمیان عدل فرض ہے نئی پرانی باکرہ ثیبہ سب اِس اِستحقاق میں برابر ہیں یہ عدل لباس میں کھانے پینے میں سُکنیٰ یعنی رہنے کی جگہ میں اور رات کو رہنے میں لازم ہے ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

(2) پ۵، النساء: ۱۲۹

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی اگر کئی بیبیاں ہوں تو یہ تمہاری مقدرت میں نہیں کہ ہر امر میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی امر میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہونے دو نہ میل و محبت میں نہ خواہش و رغبت میں نہ عشرت و اختلاط میں نہ نظر و توجہ میں تم کوشش کر کے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہارے مقدور میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بار تم پر نہیں رکھا گیا اور محبت قلبی اور میل طبعی جو تمہارا اختیاری نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔

(مزید یہ کہ)

بلکہ یہ ضرور ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت حسن و اخلاق کھانے پہننے پاس رکھنے اور ایسے امور میں برابری کرنا اختیاری ہے ان امور میں دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا لازم و ضروری ہے۔

احادیث

حدیث ۱: امام احمد و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی دو عورتیں ہوں، ان میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کا آدھا دھڑ مائل ہوگا۔(1)

ترمذی اور حاکم کی روایت ہے، کہ اگر دونوں میں عدل نہ کریگا تو قیامت کے دن حاضر ہوگا، اس طرح پر کہ آدھا دھڑ ساقط (بیکار) ہوگا۔(2)

حدیث ۲: ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باری میں عدل فرماتے اور کہتے: الٰہی! میں جس کا مالک ہوں، اس میں میں نے یہ تقسیم کردی اور جس کا مالک تو ہے میں مالک نہیں (یعنی محبتِ قلب) اس میں ملامت نہ فرما۔(3)

---

(1) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في القسم بین النساء، الحدیث: ۲۱۳۳، ج۲، ص۳۵۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس کروٹ ٹیڑھی ہونے سے اسے چلنے پھرنے میں سخت تکلیف بھی اور تمام محشر میں بدنامی بھی کہ ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ ظالم خاوند ہے جس نے اپنی بیویوں میں انصاف نہ کیا تھا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر تمام بیویاں آزاد ہوں یا لونڈیاں تو سب میں یکسانیت کرے، اور اگر ایک بیوی آزاد ہو، دوسری لونڈی، تو آزاد کے ہاں دو دن رہے، لونڈی کے پاس ایک دن، نیز عبادات میں مشغول ہو کر بیوی بچوں سے بے خبر ہو جانا سخت منع ہے۔ عبادت بھی کرو بیوی بچوں میں بھی مشغول رہو، ہفتہ میں دو بار ضرور ان کی خبر گیری کرے (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۷)

(2) جامع الترمذي، أبواب النکاح، باب ماجاء في التسویۃ بین الضرائر، الحدیث: ۱۱۴۴، ج۲، ص۳۷۵

(3) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في القسم بین النساء، الحدیث: ۲۱۳۴، ج۲، ص۳۵۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ہر طرح عدل فرماتے تھے باری میں، خرچہ میں، ہدیہ و عطیہ میں، یہ ایک کلمہ تمام قسم کے عدل اور انصاف کو شامل ہے مگر باری کا عدل استحبابًا تھا نہ کہ وجوبًا کیونکہ آپ پر باری واجب نہ تھی۔

۲۔ یعنی برتاوے میں تو ہر طرح برابری کرتا ہوں رہا میلان قلبی اور دلی محبت وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے، دل تیرے قبضہ میں ہے اور زیادتی میلان تیری طرف سے ہے، اس میں مجھ پر عتاب نہ فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند پر برتاوے اور ادائے حقوق میں

حدیث ۳: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک عدل کرنے والے اللہ (عزوجل) کے نزدیک رحمن کی دہنی طرف نور کے منبر پر ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دہنے ہیں، وہ لوگ جو حکم کرتے اور اپنے گھر والوں میں عدل کرتے ہیں۔ (4)

حدیث ۴: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

برابری کرنا لازم ہے، میلان قلبی اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ ہو تو اس کا گناہ نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ"۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۶)

(4) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل ...إلخ، الحدیث: ۱۸۔ (۱۸۲۷)، ص۱۰۱۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا مادہ قسط ہے بمعنی حصہ مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنی ظالم آتا ہے یعنی دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنی عادل آتا ہے یعنی لوگوں کو انکا حصہ دینے والا، رب تعالٰی فرماتا ہے: "اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا" بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہٰذا اقساط کے معنے رفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل یا قاسط بنا قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"۔ غرضکہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔

۲۔ منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے نبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ۔ محشر میں مؤمنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنے میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳۔ داہنا فرمانا صرف سمجھانے کے لیے ہے، بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں، قرب وعزت کے بیان کے لیے یمین فرمایا گیا اور ظاہری معنے سے براءت کے لیے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال میں بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت، شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے۔ (از مرقات)

۴۔ حکمھم سے مراد ہے سلطنت وحکومت وقضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اھلھم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ماولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے۔ غرضکہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل وانصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل واحسان دونوں جمع کرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۵۹۰)

جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواجِ مطہرات میں قرعہ ڈالتے، جن کا قرعہ نکلتا انھیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ (5)

❁❁❁❁❁

(5) صحیح البخاري، کتاب الشھادات، باب القرعۃ في المشکلات، الحدیث: ۲۶۸۸، ج۲، ص ۲۰۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعہ ایک گولی اٹھواتے، اس میں جس کا نام نکل آتا، اس کو سفر میں لے جاتے، قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، مگر یہ زیادہ مروج ہے۔

۲۔ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ گھر کی طرح سفر میں لے جانے میں بھی باری واجب ہے اور قرعہ کے ذریعہ لے جانا واجب ہے، مگر یہ دلیل نہایت ہی ضعیف ہے چند وجہ سے: ایک یہ کہ اگر سفر میں باری واجب ہوتی تو قرعہ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ ترتیب دار لے جانا واجب ہوتا کہ پہلے سفر میں ساتھ فلاں بی بی گئی تھی اب فلاں چلے، دوسرے یہ کہ یہ حضور انور کا فعل شریف ہے اور فعل سے بغیر امر وجوب ثابت نہیں ہوتا حضور نے اس کا حکم نہ دیا۔ تیسرے یہ کہ یہ عمل شریف بھی حضور نے اپنی طرف سے کیا حکم خداوندی نہ تھا، آپ پر بیویوں میں عدل گھر میں ہی واجب نہ تھا چہ جائیکہ سفر میں واجب ہوتا لہذا حق یہ ہی ہے کہ سفر میں باری مقرر کرنا واجب نہیں، جسے چاہے لے جائے، جسے چاہے چھوڑ دے، بعض بیویاں گھر کے انتظام کے لیے موزوں ہوتی ہیں بعض سفر کے انتظام کے لیے مناسب، ہاں مستحب ہے کہ قرعہ ڈال کر لے جائے، سرکار عالی کا یہ عمل شریف بیان استحباب کے لیے ہے دیکھو مرقات، لمعات فتح القدیر وغیرہ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۱۵۳)

مسائلِ فقہیہ

جس کی دو یا تین یا چار عورتیں ہوں اس پر عدل فرض ہے، یعنی جو چیزیں اختیاری ہوں، اُن میں سب عورتوں کا یکساں لحاظ کرے یعنی ہر ایک کو اس کا پورا حق ادا کرے۔ پوشاک (لباس) اور نان نفقہ اور رہنے سہنے میں سب کے حقوق پورے ادا کرے اور جو بات اس کے اختیار کی نہیں اس میں مجبور و معذور ہے، مثلاً ایک کی زیادہ محبت ہے، دوسری کی کم۔ یوہیں جماع سب کے ساتھ برابر ہونا بھی ضروری نہیں۔ (1)

مسئلہ ۱: ایک مرتبہ جماع قضاءً واجب ہے اور دیانۃً یہ حکم ہے کہ گاہے گاہے (یعنی کبھی کبھی) کرتا رہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں مگر اتنا تو ہو کہ عورت کی نظر اوروں کی طرف نہ اُٹھے اور اتنی کثرت بھی جائز نہیں کہ عورت کو ضرر پہنچے اور یہ اس کے جُثّہ (جسامت) اور قوت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ (2)

مسئلہ ۲: ایک ہی بی بی ہے مگر مرد اس کے پاس نہیں رہتا بلکہ نماز روزہ میں مشغول رہتا ہے، تو عورت شوہر سے مطالبہ کرسکتی ہے اور اسے حکم دیا جائے گا کہ عورت کے پاس بھی رہا کرے، کہ حدیث میں فرمایا: ((وَاِنَّ لِزَوْجِكَ

(1) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج۴، ص ۳۷۵

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں

خیال رہے کہ چند بیویوں میں عدل و انصاف کرنا نہایت ہی اہم واجب ہے۔ دل کے میلان میں تو برابری ناممکن ہے اس کا حساب نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ"۔ رہا عطیہ، خرچہ کپڑے، زیور، ہدیہ، سوغات اور شب باشی ان تمام میں عدل و انصاف واجب ہے، ہاں بچوں والی عورت کو تنہا عورت سے زیادہ خرچ دیا جائے بچوں کی وجہ سے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ چار عورتوں سے نکاح کرنا اس وقت حلال ہے جب ظلم کا خطرہ نہ ہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً" اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خطرہ بھی ہو تو ایک ہی نکاح کرو اس خطرہ پر تعدد نکاح سخت ممنوع ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ صحبت یعنی جماع میں برابری واجب نہیں بلکہ ہر بیوی کے پاس رات گزارنے میں برابری ضروری ہے، رات اصل مقصود ہے، دن اس کے تابع، اگر کوئی آدمی رات میں نوکری کرتا ہو تو دن میں رہنے میں برابری کرے، ایک کی باری میں دوسری کے پاس نہ رہے، نہ چند بیویوں کو اکٹھا رہنے پر مجبور کرے، وہ جو احادیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا، یہ یا تو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر بیویوں میں عدل واجب نہ تھا یا عدل واجب ہونے سے پہلے ہے یا ان ازواج کی اجازت سے تھا۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۰)

(2) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج۴، ص۳۷۶، وغیرہ

عَلَيْكَ حَقًّا))(3) تیری بی بی کا تجھ پر حق ہے۔ روز مرّہ شب بیداری اور روزے رکھنے میں اس کا حق تلف ہوتا ہے۔ رہا یہ کہ اس کے پاس رہنے کی کیا میعاد ہے اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے، کہ چار دن میں ایک دن اس کے لیے اور تین دن عبادت کے لیے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اسے حکم دیا جائے کہ عورت کا بھی لحاظ رکھے، اس کے لیے بھی کچھ وقت دے اور اس کی مقدار شوہر کے متعلق ہے۔(4)

مسئلہ ۳: نئی اور پرانی، کوآری (کنواری) اور ثیب، تندرست اور بیمار، حاملہ اور غیر حاملہ اور وہ نابالغہ جو قابلِ وطی ہو، حیض ونفاس والی اور جس سے ایلا یا ظہار کیا ہو اور جس کو طلاق رجعی دی اور رجعت کا ارادہ ہو اور احرام والی اور وہ مجنونہ جس سے ایذا کا خوف نہ ہو، مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں، سب کی باریاں برابر ہوں گی۔ یوہیں مرد عنین (یعنی نامرد) ہو یا خصی (وہ شخص جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں)، مریض ہو یا تندرست، بالغ ہو یا نابالغ قابلِ وطی ان سب کا ایک حکم ہے۔(5)

مسئلہ ۴: ایک زوجہ کنیز ہے دوسری حرّہ تو آزاد کے لیے دو دن اور دو راتیں اور کنیز کے لیے ایک دن رات اور اگر اس عورت کے پاس جو کنیز ہے، ایک دن رات رہ چکا تھا کہ آزاد ہوگئی تو حرّہ کے پاس چلا جائے۔ یوہیں حرّہ کے پاس ایک دن رات رہ چکا تھا اب کنیز آزاد ہوگئی، تو کنیز کے پاس چلا جائے کہ اب اس کے یہاں دو دن رہنے کی کوئی وجہ نہیں، جو کنیز اس کی مِلک میں ہے اس کے لیے باری نہیں۔(6)

مسئلہ ۵: باری میں رات کا اعتبار ہے لہٰذا ایک کی رات میں دوسری کے یہاں بلاضرورت نہیں جاسکتا۔ دن میں کسی حاجت کے لیے جاسکتا ہے اور دوسری بیمار ہے تو اس کے پوچھنے کو رات میں بھی جاسکتا ہے اور مرض شدید ہے تو اس کے یہاں رہ بھی سکتا ہے یعنی جب اس کے یہاں کوئی ایسا نہ ہو جس سے اس کا جی بہلے اور تیمارداری کرے۔ ایک کی باری میں دوسری سے دن میں بھی جماع نہیں کرسکتا۔(7)

مسئلہ ۶: رات میں کام کرتا ہے مثلاً پہرہ دینے پر نوکر ہے تو باریاں دن کی مقرر کرے۔(8)

---

(3) صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب لزوجک علیک حق، الحدیث:۵۱۹۹، ج۳، ص۴۶۳

(4) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثاني، ص۳۳

والفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في القسم، ج۱، ص۲۰۱

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر في القسم، ج۱، ص۳۴۰

(6) المرجع السابق

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثاني، ص۳۲

(8) الدرالمختار، کتاب ... القسم، ج۴، ص۳۸۵

مسئلہ ۷: ایک عورت کے یہاں آفتاب کے غروب کے بعد آیا۔ دوسری کے یہاں بعد عشا تو باری کے خلاف ہوا۔ یعنی رات کا حصہ دونوں کے پاس برابر صرف کرنا چاہیے۔ رہا دن اس میں برابری ضروری نہیں ایک کے پاس دن کا زیادہ حصہ گزرا، دوسری کے پاس کم تو اس میں حرج نہیں۔ (9)

مسئلہ ۸: شوہر بیمار ہوا اور عورتوں کے مکانات سکونت کے علاوہ بھی اس کا کوئی مکان ہے۔ اور اسی گھر میں ہے تو ہر ایک کو اس کی باری پر اس مکان میں بلائے اور اگر ان میں سے کسی کے مکان میں ہے تو دوسری کی باری میں اس کے مکان پر چلا جائے۔ اور اگر اتنی طاقت نہیں کہ دوسری کے یہاں جائے تو صحت کے بعد دوسری کے یہاں اتنے ہی دن ٹھہرے جتنے دن بیماری میں اس کے یہاں تھا۔ (10)

مسئلہ ۹: یہ اختیار شوہر کو ہے کہ ایک ایک دن کی باری مقرر کرے یا تین تین دن کی بلکہ ایک ایک ہفتہ کی بھی مقرر کرسکتا ہے اور یہ بھی شوہر ہی کو اختیار ہے کہ شروع کس کے پاس سے کرے ایک ہفتہ سے زیادہ نہ رہے۔ اور اگر ایک کے پاس جو مقرر کیا ہے اس سے زیادہ رہا تو دوسری کے پاس بھی اتنے ہی دنوں رہے۔ (11)

مسئلہ ۱۰: جب سب عورتوں کی باریاں پوری ہوگئیں تو کچھ دنوں ان میں کسی کے پاس نہ رہنے بلکہ کسی کنیز کے پاس رہنے یا تنہا رہنے کا شوہر کو اختیار ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ کسی نہ کسی کے یہاں رہے۔ (12)

مسئلہ ۱۱: ایک عورت کے پاس مہینے بھر رہا اور دوسری کے پاس نہ رہا۔ اس نے دعویٰ کیا تو آئندہ کے لیے قاضی حکم دے گا کہ دونوں کے پاس برابر برابر رہے اور پہلے جو ایک مہینہ رہ چکا ہے اس کا معاوضہ نہیں اگرچہ عدل نہ کرنے

---

(9) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۴، ص ۳۸۳

(10) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۴، ص ۳۸۳

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۴، ص ۳۸۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

باکرہ جدیدہ بیوی کے پاس سات دن ٹھہرے، پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی قیام کرے، اور بیوہ جدیدہ کے پاس تین دن ٹھہرے، پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی قیام کرے، غرضکہ یہ سات یا تین دن باریوں میں شمار ہوں گے یہ ہی احناف کا مذہب ہے قرآن کریم فرماتا ہے: "فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً"۔ آئندہ احادیث بھی اسی معنے کی تائید کررہی ہیں، امام شافعی کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ نئی بیوی کے پاس سات یا تین دن قیام کرکے پھر باری مقرر کرے، یہ قیام ان باریوں میں شمار نہ ہوگا مگر احناف کا قول بہت قوی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۵۴)

(12) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۴، ص ۳۸۵

سے گنہگار ہوا اور قاضی کے منع کرنے پر بھی نہ مانے تو سزا کا مستحق ہے۔(13)

مسئلہ ۱۲: سفر کو جانے میں باری نہیں بلکہ شوہر کو اختیار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈالے جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے لے جائے اور سفر سے واپسی کے بعد اور عورتوں کو یہ حق نہیں کہ اس کا مطالبہ کریں کہ جتنے دن سفر میں رہا۔ اُتنے ہی اُتنے دنوں ان باقیوں کے پاس رہے بلکہ اب سے باری مقرر ہوگی۔(14) سفر سے مراد شرعی سفر ہے جس کا بیان نماز میں گزرا۔ عرف میں پردیس میں رہنے کو بھی سفر کہتے ہیں یہ مراد نہیں۔

مسئلہ ۱۳: عورت کو اختیار ہے کہ اپنی باری سَوت (سوکن) کو ہبہ کردے اور ہبہ کرنے کے بعد واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتی ہے۔(15)

---

(13) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج۴، ص۳۸۰

(14) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۳۳

مراۃ المناجیح میں ہے:

روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج پاک کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے ۱؎ پھر ان میں سے جس کا حصہ نکل آیا اسے اپنے ساتھ لیجاتے ۲؎ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں

۱؎ اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعہ ایک گولی اٹھواتے، اس میں جس کا نام نکل آتا، اس کو سفر میں لے جاتے، قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، مگر یہ زیادہ مروج ہے۔

۲؎ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ گھر کی طرح سفر میں لے جانے میں بھی باری واجب ہے اور قرعہ کے ذریعہ لے جانا واجب ہے، مگر یہ دلیل نہایت ہی ضعیف ہے چند وجہ سے: ایک یہ کہ اگر سفر میں باری واجب ہوتی تو قرعہ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ ترتیب وار لے جانا واجب ہوتا کہ پہلے سفر میں ساتھ فلاں بی بی گئی تھی اب فلاں چلے، دوسرے یہ کہ یہ حضور انور کا فعل شریف ہے اور فعل سے بغیر امر وجوب ثابت نہیں ہوتا حضور نے اس کا حکم نہ دیا۔ تیسرے یہ کہ یہ عمل شریف بھی حضور نے اپنی طرف سے کیا حکم خداوندی نہ تھا، آپ پر بیویوں میں عدل گھر میں ہی واجب نہ تھا چہ جائیکہ سفر میں واجب ہوتا لہذا حق یہ ہی ہے کہ سفر میں باری مقرر کرنا واجب نہیں، جسے چاہے لے جائے، جسے چاہے چھوڑ دے، بعض بیویاں گھر کے انتظام کے لیے موزوں ہوتی ہیں بعض سفر کے انتظام کے لیے مناسب، ہاں مستحب ہے کہ قرعہ ڈال کر لے جائے، سرکار عالی کا یہ عمل شریف بیان استحباب کے لیے ہے دیکھو مرقات، لمعات فتح القدیر وغیرہ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۳)

(15) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، الجزء الثانی، ص۳۳، وغیرہا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

←

مسئلہ ۱۴: دوعورتوں سے نکاح کیا اس شرط پر کہ ایک کے یہاں زیادہ رہے گا یا عورت نے کچھ مال دیا یا مہر میں سے کچھ کم کر دیا کہ اس کے پاس زیادہ رہے یا شوہر نے ایک کو مال دیا کہ وہ اپنی باری سَوت کو دے دے یا ایک عورت نے دوسری کو مال دیا کہ یہ اپنی باری اسے دے دے یہ سب صورتیں باطل ہیں اور جو مال دیا ہے واپس ہوگا۔(16)

مسئلہ ۱۵: وطی و بوسہ ہر قسم کے تمتع سب عورتوں کے ساتھ یکساں کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۶: ایک مکان میں دو یا چند عورتوں کو اکٹھا نہ کرے اور اگر عورتیں ایک مکان میں رہنے پر خود راضی ہوں تو رہ سکتی ہیں مگر ایک کے سامنے دوسری سے وطی نہ کرے اگر ایسے موقع پر عورت نے انکار کر دیا، تو نافرمان نہیں قرار دی جائے گی۔(18)

مسئلہ ۱۷: عورت کو جنابت وحیض ونفاس کے بعد نہانے پر مجبور کر سکتا ہے مگر عورت کتابیہ ہو تو جبر نہیں۔ خوشبو استعمال کرنے اور موئے زیرِ ناف (یعنی ناف کے نیچے کے بال) صاف کرنے پر بھی مجبور کر سکتا ہے اور جس چیز کی بُو سے اسے نفرت ہے مثلاً کچا لہسن، کچی پیاز، مولی وغیرہ کھانے، تمباکو کھانے حقہ پینے کو منع کر سکتا ہے بلکہ ہر مباح چیز جس سے شوہر منع کرے عورت کو اس کا ماننا واجب۔(19)

مسئلہ ۱۸: شوہر بناؤ سنگار کو کہتا ہے یہ نہیں کرتی یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور یہ نہیں آتی اس صورت میں شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے اور نماز نہیں پڑھتی تو طلاق دینی جائز ہے اگرچہ مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔(20)

کیونکہ حقوق کا ہبہ درست ہے لیکن بعد میں اگر چاہے تو اس سے رجوع بھی کرسکتی ہے، اسی طرح اپنا نفقہ مہر وغیرہ معاف کرسکتی ہے، اس کی تفصیل کتب فقہ خصوصاً فتح القدیر میں ملاحظہ کیجئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۱)

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر في القسم، ج۱، ص۳۴۱

(17) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب القسم، ج۳، ص۳۰۲

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر في القسم، ج۱، ص۳۴۱

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر في القسم، ج۱، ص۳۴۱

و درالمختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج۴، ص۳۸۵

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر في القسم، ج۱، ص۳۴۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ عورت اگر مارے سے بھی نماز نہ پڑھے طلاق دے دے اگرچہ اس کا مہر دینے پر قادر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال پر ملنا کہ اس کا مطالبہ مہر اس کی گردن پر ہو اس سے بہتر ہے کہ ایک بے نمازی عورت سے صحبت کرے۔ ←

مسئلہ ۱۹: عورت کو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو، تو اگر شوہر عالم ہو تو اس سے پوچھ لے اور عالم نہیں تو اس سے کہے وہ پوچھ آئے اور ان صورتوں میں اسے خود عالم کے یہاں جانے کی اجازت نہیں اور یہ صورتیں نہ ہوں تو جاسکتی ہے۔(21)

مسئلہ ۲۰: عورت کا باپ اپاہج ہو اور اس کا کوئی نگران نہیں تو عورت اس کی خدمت کے لیے جاسکتی ہے اگرچہ شوہر منع کرتا ہو۔(22)

❁❁❁❁❁

فی الغنیۃ الزوج لہ ان یضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ وان لم تنتہ عن ترکھا بالضرب یطلقھا ولو لم یکن قادرا علی مھرھا ولان یلقی اللہ تعالٰی ومھرھا فی ذمتہ خیرلہ من ان یطأ امرأۃ لاتصلی ۲ ۔

(۲ ۔ غنیۃ المستملی احکام المساجد مسائل شتی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۲)

غنیہ میں ہے کہ شوہر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نماز چھوڑنے پر مارے اور اگر مارنے کے باوجود وہ نماز چھوڑنے سے باز نہیں آتی تو طلاق دے دے اگرچہ اس کو مہر کی ادائیگی پر قدرت نہ ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کو اس حال میں ملنا کہ اس کی بیوی کا مہر اسکے ذمہ پر ہو بہتر ہے اس سے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے جو نماز نہیں پڑھتی ۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۷، ص ۳۰۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر فی القسم، ج ۱، ص ۳۴۱

(22) المرجع السابق، ص ۳۴۱۔۳۴۲

حقوق الزّوجین

آج کل عام شکایت ہے کہ زن وشو (میاں بیوی) میں نا اتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی، ہر ایک دوسرے کے لیے بلائے جان (یعنی مصیبت) ہے اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ (تکلیف دہ) اور نتائج نہایت خراب۔ آپس کی نا اتفاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے اور اس نا اتفاقی کا اثرِ بد (برا اثر) انھیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت اس نا اتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین (میاں بیوی) میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے (1) اور باہم رواداری

---

(1) شوہر کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے یاد رکھو کہ اپنے شوہر کو راضی وخوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو ناخوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔

(جامع الترمذی، کتاب الرضاع (۱۰) باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۱۶۲، ج۲، ص۳۸۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴۔۴۔ باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۴، ج۲، ص۴۱۲)

اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولھے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔ (جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ (ت:۱۰) رقم ۱۱۶۳، ج۲، ص۳۸۶)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنادے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنادے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجالانا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴/۴۔ باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۲، ج۲، ص۴۱۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لیے اپنی طاقت بھر کر بستہ رہنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ←

سے کام نہیں لیتے مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے جو عورت

فرض ہے کہ شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کردے اور اس کا شوہر اس بات سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، رقم ۱۴۳۶، ص ۷۵۳)

پیاری بہنو! ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں ان میں سے نیچے لکھے ہوئے چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر نہ کسی دوسرے کے گھر۔

۲۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال و سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

۳۔ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کردیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

۴۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

۵۔ بچوں کی نگہداشت ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

۶۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ میلی کچیلی نہ بنی رہے بلکہ بناؤ سنگھار سے رہا کرے تاکہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کردے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس قسم کو پوری کردے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، رقم ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ

یاد رکھو کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک ایسا مضبوط تعلق ہے کہ ساری عمر اسی بندھن میں رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔ اگر میاں بیوی میں پورا پورا اتحاد اور ملاپ رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اور اگر خدا نہ کرے میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور جھگڑے تکرار کی نوبت آگئی تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ میاں بیوی دونوں کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور دونوں عمر بھر گھٹن اور جلن کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

اس زمانے میں میاں بیوی کے جھگڑوں کا فساد اس قدر زیادہ پھیل گیا ہے کہ ہزاروں مرد اور ہزاروں عورتیں اس بلا میں گرفتار ہیں اور مسلمانوں کے ہزاروں گھر اس اختلاف کی آگ میں جل رہے ہیں اور میاں بیوی دونوں اپنی زندگی سے بیزار ہو کر دن رات موت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں [illegible] لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ [illegible] چند ایسی نصیحتیں لکھ دیں [illegible] عمل کر [illegible] زندگی

چاہوں وہ ہو، چاہے کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے جب ایسے خیالاتِ فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر

تو انشاء تعالیٰ سے امید ہے کہ میاں بیوی کے جھگڑوں سے مسلم معاشرہ پاک ہو جائے گا اور مسلمانوں کا ہر گھر امن، سکون اور آرام و راحت کی جنت بن جائے گا۔

(۱) ہر عورت شوہر کے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لے وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے شوہر کا دل اپنے ہاتھ میں لئے رہے اور اس کے اشاروں پر چلتی رہے اگر شوہر حکم دے کہ دن بھر دھوپ میں کھڑی رہو یا رات بھر جاگتی ہوئی مجھے پنکھا جھلتی رہو تو عورت کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تھوڑی تکلیف اٹھا کر اور صبر کر کے اس حکم پر بھی عمل کرے اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔

(۲) ہر عورت کو چاہے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج کو پہچان لے اور بغور دیکھتی رہے کہ اس کے شوہر کو کیا کیا چیزیں اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں اور وہ کن کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کون کون سی باتوں سے ناراض ہوتا ہے اٹھنے بیٹھنے ✲ سونے جاگنے ✲ پہننے اوڑھنے اور بات چیت میں اس کی عادت اور اس کا ذوق کیا اور کیسا ہے؟ خوب اچھی طرح شوہر کا مزاج پہچان لینے کے بعد عورت کو لازم ہے کہ وہ ہر کام شوہر کے مزاج کے مطابق کرے ہرگز ہرگز شوہر کے مزاج کے خلاف نہ کوئی بات کرے نہ کوئی کام۔

(۳) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کو کبھی جلی کٹی باتیں نہ سنائے نہ کبھی اس کے سامنے غصہ میں چلا چلا کر بولے نہ اس کی باتوں کا کڑوا تیکھا جواب دے نہ کبھی اس کو طعنہ مارے نہ کوسنے دے نہ اس کی لائی ہوئی چیزوں میں عیب نکالے نہ شوہر کے مکان و سامان وغیرہ کو حقیر بتائے نہ شوہر کے ماں باپ یا اس کے خاندان یا اس کی شکل و صورت کے بارے میں کوئی ایسی بات کہے جس سے شوہر کے دل کو ٹھیس لگے اور خواہ مخواہ اس کو سن کر برا لگے اس قسم کی باتوں سے شوہر کا دل دکھ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شوہر کو بیوی سے نفرت ہونے لگتی ہے جس کا انجام جھگڑے لڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا یہاں تک کہ میاں بیوی میں زبردست بگاڑ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو طلاق کی نوبت آجاتی ہے یا بیوی اپنے میکے میں بیٹھ رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اپنی بھاوجوں کے طعنے سن سن کر کوفت اور گھٹن کی بھٹی میں جلتی رہتی ہے اور میکے اور سسرال والوں کے دونوں خاندانوں میں بھی اسی طرح اختلاف کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ کبھی کورٹ کچہری کی نوبت آجاتی ہے اور کبھی مار پیٹ ہو کر مقدمات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور دونوں خاندان لڑ بھڑ کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

(۴) عورت کو چاہے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آجائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے ✲ نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود پوچھے کہ میں تمہارے لئے کیا لاؤں تو عورت کو چاہے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے

نبھ سکے۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔

ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا اور اس میں عیب نکالا یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آگے چل کر جھگڑے لڑائی کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی۔

(۵) عورت پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی صورت و سیرت پر نہ طعنہ مارے نہ کبھی شوہر کی تحقیر اور اس کی ناشکری کرے اور ہرگز ہرگز کبھی اس قسم کی جلی کٹی بولیاں نہ بولے کہ ہائے اللہ! میں کبھی اس گھر میں سکھی نہیں رہی۔ ہائے ہائے میری تو ساری عمر مصیبت ہی میں کٹی۔ اس اجڑے گھر میں آکر میں نے کیا دیکھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا کہ مجھے اس گھر میں بیاہ دیا مجھ نگوڑی کو اس گھر میں کبھی آرام نصیب نہیں ہوا۔ ہائے میں کس پھکڑ اور دلدر سے بیاہی گئی۔ اس گھر میں تو ہمیشہ اُلّو ہی بولتا رہا۔ اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں سے شوہر کی دل شکنی یقینی طور پر ہوگی جو میاں بیوی کے نازک تعلقات کی گردن پر چھری پھیر دینے کے برابر ہے ظاہر ہے کہ شوہر اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں کو سن سن کر عورت سے بیزار ہو جائے گا اور محبت کی جگہ نفرت و عداوت کا ایک ایسا خطرناک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا کہ میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کی ناؤ ڈوب جائے گی جس پر تمام عمر پچھتانا پڑے گا مگر افسوس کہ عورتوں کی یہ عادت بلکہ فطرت بن گئی ہے کہ وہ شوہروں کو طعنے اور کوسنے دیتی ہی رہتی ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرتی رہتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو بکثرت دیکھا۔ یہ سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں بکثرت جہنم میں نظر آئیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں دو بری خصلتوں کی وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ عورتیں دوسروں پر بہت زیادہ لعن طعن کرتی رہتی ہیں دوسری یہ کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں چنانچہ تم عمر بھر ان عورتوں کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرتے رہو لیکن اگر کبھی ایک ذرا سی کمی تمہاری طرف سے دیکھ لیں گی تو یہی کہیں گی کہ میں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان۔ ۲۱۔ باب کفران العشیر وکفر دون کفر، رقم ۲۹، ج ا، ص ۲۳ وایضاًفی کتاب النکاح ۸۹، باب کفران العشیر وھوالزوج الخ، رقم ۵۱۹۱، ج ۳، ص ۴۶۳)

(۶) بیوی کو لازم ہے کہ ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے بات چیت میں ہر حالت میں شوہر کے سامنے باادب رہے اور اس کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھے۔ شوہر جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آئے تو عورت کو چاہے کہ سب کام چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہو اور شوہر کی طرف متوجہ ہو جائے اس کی مزاج پرسی کرے اور فوراً ہی اس کے آرام و راحت کا انتظام کرے اور اسکے ساتھ دلجوئی کی باتیں کرے اور ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات نہ سنائے نہ کوئی ایسا سوال کرے جس سے شوہر کا دل دکھے۔

(۷) اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آجائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہو جائے اور اس وقت ہرگز کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہو جائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہو جائے تو عورت کو چاہے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے اور ہاتھ جوڑ کر، پاؤں پکڑ کر جس طرح بھی وہ مانے اسے منالے اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ شوہر ہی کا

....

قصور ہو جب بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر بیٹھے نہیں رہنا چاہیے بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر کر کے شوہر کو خوش کر لینا چاہیے کیونکہ شوہر کا حق بہت بڑا ہے اس کا مرتبہ بہت بلند ہے اپنے شوہر سے معافی تلافی کرنے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے بلکہ یہ عورت کے لیے عزت اور فخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کر لے۔

(۸) عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیوں کہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہر کو چڑ پیدا ہو جاتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے اسی طرح عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد وخرابی پیدا ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۹) جب تک ساس اور خسر زندہ ہیں عورت کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کی بھی تابعداری اور خدمت گزاری کرتی رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان دونوں کو راضی اور خوش رکھے۔ ورنہ یاد رکھو! کہ شوہر ان دونوں کا بیٹا ہے اگر ان دونوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر چانپ چڑھادی تو یقیناً شوہر عورت سے ناراض ہو جائے گا اور میاں بیوی کے درمیان باہمی تعلقات تہس نہس ہو جائیں گے اسی طرح اپنے جیٹھوں، دیوروں اور نندوں، بھاوجوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی برتتے اور ان سبھوں کی دل جوئی میں لگی رہے اور کبھی ہرگز ہرگز ان میں سے کسی کو ناراض نہ کرے۔ ورنہ دھیان رہے کہ ان لوگوں سے بگاڑ کا نتیجہ میاں بیوی کے تعلقات کی خرابی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عورت کو سسرال میں ساس اور خسر سے الگ تھلگ رہنے کی ہرگز کبھی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ مل جل کر رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ کیونکہ ساس اور خسر سے بگاڑ اور جھگڑے کی یہی جڑ ہے اور یہ خود سوچنے کی بات ہے کہ ماں باپ نے لڑکے کو پالا پوسا اور اس امید پر اس کی شادی کی کہ بڑھاپے میں ہم کو بیٹے اور اس کی دلہن سے سہارا اور آرام ملے گا لیکن دلہن نے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ بیٹا اپنے ماں باپ سے الگ تھلگ ہو جائے تو تم خود ہی سوچو کہ دلہن کی اس حرکت سے ماں باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور کتنی جھنجھلاہٹ پیدا ہوگی اس لئے گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور قسم قسم کے فتنہ وفساد شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ میاں بیوی کے دلوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑے تکرار کی نوبت آجاتی ہے اور پھر سارے گھر والوں کی زندگی تلخ اور تعلقات درہم برہم ہو جاتے ہیں لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ساس اور خسر کی زندگی بھر ہرگز کبھی عورت کو الگ رہنے کا خیال بھی نہیں کرنا چاہیے ہاں اگر ساس اور خسر خود ہی اپنی خوشی سے بیٹے کو اپنے سے الگ کر دیں تو پھر الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن الگ رہنے کی صورت میں بھی الفت ومحبت اور میل جول رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ہر مشکل میں پورے کنبے کو ایک دوسرے کی امداد کا سہارا ملتا رہے اور اتفاق واتحاد کے ساتھ پورے کنبے کی زندگی جنت کا نمونہ بنی رہے۔

(۱۰) عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز میکے میں آکر چغلی نہ کھائے کیونکہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں کی شکایت میکے میں آکر ماں باپ سے کرنی یہ بہت خراب اور بری بات ہے سسرال والوں کو

عورت کی اس حرکت سے بے حد تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابل نفرت ہو جاتی ہے اور پھر میاں بیوی کی زندگی لڑائی جھگڑوں سے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

(۱۱) عورت کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھے۔ میلی کچیلی اور پھوہڑ نہ بنی رہے بلکہ اپنے شوہر کی مرضی اور مزاج کے مطابق بناؤ سنگھار بھی کرتی رہے۔ کم سے کم ہاتھ پاؤں میں مہندی، کنگھی چوٹی، سرمے کاجل وغیرہ کا اہتمام کرتی رہے۔ بال بکھرے اور میلے کچیلے چڑیل بنی نہ پھرے کہ عورت کا پھوہڑ پن عام طور پر شوہر کی نفرت کا باعث ہوا کرتا ہے خدا نہ کرے کہ شوہر عورت کے پھوہڑ پن کی وجہ سے متنفر ہو جائے اور دوسری عورتوں کی طرف تاک جھانک شروع کر دے تو پھر عورت کی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور پھر اس کو عمر بھر رونے دھونے اور سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔

(۱۲) عورت کے لئے یہ بات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جب تک شوہر اور ساس اور خسر وغیرہ نہ کھا پی لیں خود نہ کھائے بلکہ سب کو کھلا پلا کر خود سب سے اخیر میں کھائے۔ عورت کی اس ادا سے شوہر اور اس کے سب گھر والوں کے دل میں عورت کی قدر و منزلت اور محبت بڑھ جائے گی۔

(۱۳) عورت کو چاہیے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکے والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے کیونکہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے اس لئے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

(۱۴) گھر کے اندر ساس، نندیں یا جیٹھانی، دیورانی یا کوئی دوسری عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو چاہیے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہی ہیں اور بلاوجہ یہ بدگمانی بھی نہ کرے کہ کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

(۱۵) عورت کو یہ بھی چاہیے کہ سسرال میں اگر ساس یا نندوں کو کوئی کام کرتے دیکھے تو جھٹ پٹ اٹھ کر خود بھی کام کرنے لگے اس سے ساس نندوں کے دل میں یہ اثر پیدا ہوگا کہ وہ عورت کو اپنا غمخوار اور رفیق کار بلکہ اپنا مددگار سمجھنے لگیں گی جس سے خود بخود ساس نندوں کے دل میں ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہو جائے گی خصوصاً ساس، خسر اور نندوں کی بیماری کے وقت عورت کو بڑھ چڑھ کر خدمت اور تیمارداری میں حصہ لینا چاہیے کہ ایسی باتوں سے ساس، خسر، نندوں بلکہ شوہر کے دل میں عورت کی طرف سے جذبۂ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور عورت سارے گھر کی نظروں میں وفادار و خدمت گزار سمجھی جانے لگتی ہے اور عورت کی نیک نامی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

(۱۶) عورت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ اگر شوہر غریب ہو اور گھریلو کام کاج کے لئے نوکرانی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے گھر کا گھریلو کام کاج خود کر لیا کرے اس میں ہرگز ہرگز نہ عورت کی کوئی ذلت ہے نہ شرم۔ بخاری شریف کی بہت سی روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج

....

خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں خود ہی چکی چلا کر آٹا بھی پیس لیتی تھیں اسی وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں کبھی کبھی چھالے پڑ جاتے تھے اسی طرح امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ اپنے غریب شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اپنے گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتی تھیں یہاں تک کہ اونٹ کو کھلانے کے لئے باغوں میں سے کھجوروں کی گٹھلیاں چن چن کر اپنے سر پر لاتی تھیں اور گھوڑے کے لئے گھاس چارہ بھی لاتی تھیں اور گھوڑے کی مالش بھی کرتی تھیں۔

(۱۷) ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے۔ اس لئے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالیا اور خدا نہ کرے اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہو گیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہو جائے گا اور میاں بیوی کی زندگی تنگ ہو جائے گی اس لئے ہر عورت کو لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو کچھ بھی ملے خدا کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے اور گھر کے اخراجات کو ہرگز ہرگز آمدنی سے بڑھنے نہ دے۔

(۱۸) عورت کو لازم ہے کہ سسرال میں پہنچنے کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کی عادت بالکل ہی چھوڑ دے۔ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف ہوئی فوراً غصہ میں آگ بگولا ہو کر الٹ پلٹ شروع کر دیتی ہیں یہ بہت بری عادت ہے لیکن میکے میں چونکہ ماں باپ اپنی بیٹی کا ناز اٹھاتے ہیں اس لئے میکے میں تو ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ وغیرہ سے عورت کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا لیکن سسرال میں ماں باپ سے نہیں بلکہ ساس ※ خسر اور شوہر سے واسطہ پڑتا ہے ان میں سے کون ایسا ہے جو عورت کے ناز اٹھانے کو تیار ہوگا۔ اس لئے سسرال میں عورت کی ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ اور چڑچڑاپن عورت کے لئے بے حد نقصان کا سبب بن جاتا ہے کہ پورے سسرال والے عورت کی ان خراب عادتوں کی وجہ سے بالکل ہی بیزار ہو جاتے ہیں اور عورت سب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔

(۱۹) عموماً سسرال کا ماحول میکے کے ماحول سے الگ تھلگ ہوتا ہے اور سب نئے نئے لوگوں سے عورت کا واسطہ پڑتا ہے اس لئے سچ پوچھو تو سسرال ہر عورت کے لئے ایک امتحان گاہ ہے جہاں اس کی ہر حرکت و سکون پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ہر عمل پر تنقید کی جائے گی۔ نیا ماحول ہونے کی وجہ سے ساس اور نندوں سے کبھی کبھی خیالات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور اس موقع پر بعض وقت ساس اور نندوں کی طرف سے جلی کٹی اور طعنوں کوسنوں کی کڑوی کڑوی باتیں بھی سننی پڑیں گی ایسے موقعوں پر صبر اور خاموشی عورت کی بہترین ڈھال ہے عورت کو چاہئے کہ ساس اور نندوں کو ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی رہے اور ان کے طعنوں کوسنوں پر صبر کر کے بالکل ہی جواب نہ دے اور چپ سادھ لے یہ بہترین طریقہ عمل ہے ایسا کرتے رہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ ساس اور نندیں خود ہی شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گی۔

←

(۲۰) عورت کو سسرال میں خاص طور پر بات چیت میں اس چیز کا دھیان رکھنا چاہیے کہ نہ تو اتنی زیادہ بات چیت کرے جو سسرال والوں اور پڑوسیوں کو ناگوار گزرے اور نہ اتنی کم بات کرے کہ منت و خوشامد کے بعد بھی کچھ نہ بولے اس لئے کہ یہ غرور و گھمنڈ کی علامت ہے تو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے اور اتنی نرم اور پیار بھرے لہجوں میں بات کرے کہ کسی کو ناگوار نہ گزرے اور کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے کسی کے دل پر بھی ٹھیس لگے تاکہ عورت سسرال والوں اور رشتہ ناتا والوں اور پڑوسیوں سب کی نظروں میں ہر دلعزیز بنی رہے۔

بہترین بیوی کی پہچان

اوپر لکھی ہوئی ہدایتوں کے مطابق سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہترین بیوی کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:-

بہترین بیوی وہ ہے!

(۱) جو اپنے شوہر کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھے۔

(۲) جو اپنے شوہر کے تمام حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے!

(۳) جو اپنے شوہر کی خوبیوں پر نظر رکھے اور اس کے عیوب اور خامیوں کو نظر انداز کرتی رہے۔

(۴) جو خود تکلیف اٹھا کر اپنے شوہر کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی رہے۔

(۵) جو اپنے شوہر سے اس کی آمدنی سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے اور جو مل جائے اس پر صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

(۶) جو اپنے شوہر کے سوا کسی اجنبی مرد پر نگاہ نہ ڈالے اور نہ کسی کی نگاہ اپنے اوپر پڑنے دے۔

(۷) جو پردے میں رہے اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔

(۸) جو شوہر کے مال اور مکان و سامان اور خود اپنی ذات کو شوہر کی امانت سمجھ کر ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرتی رہے۔

(۹) جو اپنے شوہر کی مصیبت میں اپنی جانی و مالی قربانی کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔

(۱۰) جو اپنے شوہر کی زیادتی اور ظلم پر ہمیشہ صبر کرتی رہے۔

(۱۱) جو میکا اور سسرال دونوں گھروں میں ہر دلعزیز اور باعزت ہو!

(۱۲) جو پڑوسیوں اور ملنے جلنے والی عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور شرافت و مروت کا برتاؤ کرے اور سب اس کی خوبیوں کے مداح ہوں!

(۱۳) جو مذہب کی پابند اور دیندار ہو اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرتی رہے۔

(۱۴) جو سسرال والوں کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرتی رہے۔

(۱۵) جو سب گھر والوں کو کھلا پلا کر سب سے آخر میں خود کھائے پیئے۔

بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر لازم فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرا دیئے ہیں۔ ←

....

جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

یعنی عورتوں کے مردوں کے اوپر اسی طرح کچھ حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر، اچھے برتاؤ کے ساتھ (پ2، البقرۃ:228) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق، رقم ۳۲۶۴، ج ۲، ص ۲۴۰)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میں تم لوگوں کو عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں لہٰذا تم لوگ میری وصیت کو قبول کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ الخ، رقم ۳۳۳۱، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض و نفرت نہ رکھے کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہو تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع۔ ۱۸۔ باب الوصیۃ بالنساء، رقم ۱۴۶۹، ص ۷۷۵)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی عورت کی تمام عادتیں خراب ہی ہوں بلکہ اس میں کچھ اچھی کچھ بری ہر قسم کی عادتیں ہوں گی تو مرد کو چاہیے کہ عورت کی صرف خراب عادتوں ہی کو نہ دیکھتا رہے بلکہ خراب عادتوں سے نظر پھرا کر اس کی اچھی عادتوں کو بھی دیکھا کرے۔ بہر حال اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے اوپر لازم قرار دے دیے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد پر ضروری ہے کہ نیچے لکھی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرتا رہے ورنہ خدا کے دربار میں بہت بڑا گنہگار اور برادری اور سماج کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوگا۔

(۱) ہر شوہر کے اوپر اس کی بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے، پہننے اور رہنے اور دوسری ضروریات زندگی کا اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں، باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز و اقارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے اس لئے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو! جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیویوں کے نان و نفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار، حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہیں۔

(۲) عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا چاہے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خدا نہ کرے شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس کے اس حق کو معاف کرا لے بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے اس بارے میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے۔ منقول ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے اچانک ایک ←

مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے تو ایک عورت یہ شعر بڑے ہی دردناک لہجہ میں پڑھ رہی تھی کہ۔

فَوَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ تُخْشٰی عَوَاقِبُهٗ ۔ لَزُحْزِحَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

یعنی خدا کی قسم اگر خدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلاشبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہو جاتے۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے اور عورت اس کو یاد کر کے رنج و غم میں یہ شعر پڑھتی رہتی ہے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ فوراً ہی آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جدا نہ رہے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، فصل فی نبذ من اخبارہ وقضایاہ، ص ۱۱۰)

(۳) عورت کو بلا کسی بڑے قصور کے کبھی ہرگز ہرگز نہ مارے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص عورت کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے غلام کو مارا کرتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے صحبت بھی کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح۔ ۹۴۔ باب ما یکرہ من ضرب النساء، رقم ۵۲۰۴، ج ۳، ص ۴۶۵)

ہاں البتہ اگر عورت کوئی بڑا قصور کر بیٹھے تو بدلہ لینے یا دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ عورت کی اصلاح اور تنبیہ کی نیت سے شوہر اس کو مار سکتا ہے مگر مارنے میں اس کا پوری طرح دھیان رہے کہ اس کو شدید چوٹ یا زخم نہ پہنچے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر سزا دے سکتا ہے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

(۱) شوہر اپنی بیوی کو بناؤ سنگھار اور صفائی ستھرائی کا حکم دے لیکن پھر بھی وہ پھوہڑ اور میلی کچیلی بنی رہے۔

(۲) شوہر صحبت کرنے کی خواہش کرے اور بیوی بلا کسی عذر شرعی منع کرے۔

(۳) عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔

(۴) بلا وجہ نماز ترک کرتی ہو۔ (الفتاوی القاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی حقوق الزوجیۃ، ج ۱، ص ۲۰۳)

ان چاروں صورتوں میں شوہر کو چاہیے کہ پہلے بیوی کو سمجھائے اگر مان جائے تو بہتر ہے ورنہ ڈرائے دھمکائے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو اس شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے کہ منہ پر نہ مارے۔ اور ایسی سخت مار نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم ہو جائے۔

(۴) میاں بیوی کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کے لئے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اس طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی سیرت و صورت پر طعنہ نہ مارے اور عورت کے میکا والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے۔ نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کو عورت کے سامنے برا بھلا کہے کیونکہ ←

....

ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہوجاتی ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب جان بن جاتی ہے۔

(۵) مرد کو چاہے کہ خبردار خبردار کبھی بھی اپنی عورت کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی خوبیوں کا ذکر نہ کرے ورنہ بیوی کو فوراً ہی بدگمانی اور یہ شبہ ہوجائے گا کہ شاید میرے شوہر کا اس عورت سے کوئی سانٹھ گانٹھ ہے یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال عورت کے دل کا ایک ایسا کانٹا ہے کہ عورت کو ایک لمحہ کے لئے بھی صبر وقرار نصیب نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو! کہ جس طرح کوئی شوہر اس کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو اسی طرح کوئی عورت بھی ہرگز ہرگز کبھی اس بات کی تاب نہیں لاسکتی کہ اس کے شوہر کا کسی دوسری عورت سے تعلق ہو بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات مرد کے جذبات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت احتیاط رکھے ورنہ بدگمانیوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ و برباد کردے گا۔

(۶) مرد بلاشبہ عورت پر حاکم ہے۔ لہٰذا مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی پر اپنا حکم چلائے مگر پھر مرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی بیوی سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرے جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا وہ کام اس کو انتہائی ناپسند ہو۔ کیونکہ اگرچہ عورت جبراً قہراً وہ کام کردے گی۔ مگر اس کے دل میں ناگواری ضرور پیدا ہوجائے گی جس سے میاں بیوی کی خوش مزاجی کی زندگی میں کچھ نہ کچھ تلخی ضرور پیدا ہوجائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہوجائے گا۔

(۷) مرد کو چاہے کہ عورت کی غلطیوں پر اصلاح کے لئے روک ٹوک کرتا رہے۔ کبھی سختی اور غصہ کے انداز میں اور کبھی محبت اور پیار اور ہنسی خوشی کے ساتھ بھی بات چیت کرے جو مرد ہر وقت اپنی مونچھ میں ڈنڈا باندھے پھرتے ہیں۔ ماسوائے ڈانٹ پھٹکار اور مار پیٹ کے اپنی بیوی سے کبھی کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ تو ان کی بیویاں شوہروں کی محبت سے مایوس ہوکر ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں۔ اور جو لوگ ہر وقت بیویوں کا ناز اٹھاتے رہتے ہیں اور بیوی لاکھ غلطیاں کرے مگر پھر بھی بھیگی بلی کی طرح اس کے سامنے میاؤں میاؤں کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کی بیویاں گستاخ اور شوخ ہوکر شوہروں کو اپنی انگلیوں پر نچاتی رہتی ہیں۔ اس لئے شوہروں کو چاہے کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس قول پر عمل کریں کہ

درشتی و نرمی بہم در بہ است چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

یعنی سختی اور نرمی دونوں اپنے اپنے موقعے پر بہت اچھی چیز ہیں جیسے فصد کھولنے والا زخم بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھ دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ شوہر کو چاہے کہ نہ بہت ہی کڑوا بنے نہ بہت ہی میٹھا۔ بلکہ سختی اور نرمی موقع موقع سے دونوں پر عمل کرتا رہے۔

(۸) شوہر کو یہ بھی چاہے کہ سفر میں جاتے وقت اپنی بیوی سے انتہائی پیار و محبت کے ساتھ ہنسی خوشی سے ملاقات کرکے مکان سے نکلے اور سفر سے واپس ہوکر کچھ نہ کچھ سامان بیوی کے لئے ضرور لائے کچھ نہ ہوتو کچھ کھٹا میٹھا ہی لیتا آئے اور بیوی سے کہے کہ یہ خاص ــــــ

تمہارے لئے ہی لایا ہوں۔ شوہر کی اس ادا سے عورت کا دل بڑھ جائے گا اور وہ اس خیال سے بہت ہی خوش اور مگن رہے گی کہ میرے شوہر کو مجھ سے ایسی محبت ہے کہ وہ میری نظروں سے غائب رہنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھتا ہے اور اس کو میرا خیال لگا رہتا ہے ظاہر ہے کہ اس سے بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کس قدر زیادہ محبت کرنے لگے گی۔

(۹) عورت اگر اپنے میکا سے کوئی چیز لا کر یا خود بنا کر پیش کرے۔ تو مرد کو چاہے کہ اگرچہ وہ چیز بالکل ہی گھٹیا درجے کی ہو۔ مگر اس پر خوشی کا اظہار کرنے اور نہایت ہی پرتپاک اور انتہائی چاہ کے ساتھ اس کو قبول کرے اور چند الفاظ تعریف کے بھی عورت کے سامنے کہہ دے تا کہ عورت کا دل بڑھ جائے اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے۔ خبردار خبردار عورت کے پیش کئے ہوئے تحفوں کو کبھی ہرگز ہرگز نہ ٹھکرائے نہ ان کو حقیر بتائے نہ ان میں عیب نکالے۔ ورنہ عورت کا دل ٹوٹ جائے گا اور اس کا حوصلہ پست ہو جائے گا۔ یاد رکھو کہ ٹوٹا ہوا شیشہ تو جوڑا جا سکتا ہے مگر ٹوٹا ہوا دل بڑی مشکل سے جڑتا ہے اور جس طرح شیشہ جڑ جانے کے بعد بھی اس کا داغ نہیں مٹتا اسی طرح ٹوٹا ہوا دل جڑ جائے پر بھی دل میں داغ دھبہ باقی ہی رہ جاتا ہے۔

(۱۰) عورت اگر بیمار ہو جائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غم خواری اور تیمارداری میں ہرگز ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے بلکہ اپنی دلداری و دلجوئی اور بھاگ دوڑ سے عورت کے دل پر نقش بٹھا دے کہ میرے شوہر کو مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت شوہر کے اس احسان کو یاد رکھے گی۔ اور وہ بھی شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑا دے گی۔

(۱۱) شوہر کو چاہے کہ اپنی بیوی پر اعتماد اور بھروسا کرے اور گھریلو معاملات اس کے سپرد کرے تا کہ بیوی اپنی حیثیت کو پہچانے اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے اور وہ نہایت ہی دلچسپی اور کوشش کے ساتھ گھریلو معاملات کے انتظام کو سنبھالے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران اور محافظ ہے اور اس معاملہ میں عورت سے قیامت میں خداوند قدوس پوچھ گچھ فرمائے گا۔

بیوی پر اعتماد کرنے کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو گھر کے انتظامی معاملات میں ایک شعبہ کی ذمہ دار خیال کرے گی اور شوہر کو بڑی حد تک گھریلو بکھیڑوں سے نجات مل جائے گی اور سکون و اطمینان کی زندگی نصیب ہوگی!

(۱۲) عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کے بستر کی راز والی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک بد ترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے۔ پھر اس کے پردہ کی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رسوا کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح۔۲۱۔ باب تحریم افشاء سر المرأۃ، رقم ۱۴۳۷، ص ۷۵۳)

(۱۳) شوہر کو چاہے کہ بیوی کے سامنے آئے تو میلے کچیلے گندے کپڑوں میں نہ آئے بلکہ بدن اور لباس و بستر وغیرہ کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھے کیونکہ شوہر جس طرح یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے اسی طرح عورت بھی یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر میلا کچیلا نہ رہے۔ لہٰذا میاں بیوی دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے جذبات [illegible] کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے سخت نفرت تھی کہ آدمی میلا کچیلا بنا رہے اور اس کے بال الجھے رہیں۔ اس حدیث پر میاں بیوی دونوں کو عمل کرنا چاہیے۔

(۱۴) عورت کا اس کے شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ شوہر عورت کی نفاست اور بناؤ سنگھار کا سامان یعنی صابن ※ تیل کنگھی ※ مہندی ※ خوشبو وغیرہ فراہم کرتا رہے۔ تاکہ عورت اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے۔ اور بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے۔

(۱۵) شوہر کو چاہیے کہ معمولی معمولی بے بنیاد باتوں پر اپنی بیوی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے بلکہ اس معاملہ میں ہمیشہ احتیاط اور سمجھداری سے کام لے یاد رکھو کہ معمولی شبہات کی بنا پر بیوی کے اوپر الزام لگانا یا بدگمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ میری بیوی کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کالا ہے اور میرا ہم شکل نہیں ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ دیہاتی کی بات سن کر حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا۔ کہ میرے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ان میں کچھ خاکی رنگ کے بھی ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں کچھ اونٹ خاکی رنگ کے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ سرخ اونٹوں کی نسل میں خاکی رنگ کے اونٹ کیسے اور کہاں سے پیدا ہو گئے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ میرے سرخ رنگ کے اونٹوں کے باپ داداؤں میں کوئی خاکی رنگ کا اونٹ رہا ہوگا۔ اس کی رگ نے اس کو اپنے رنگ میں کھینچ لیا ہوگا۔ اس لئے سرخ اونٹوں کا بچہ خاکی رنگ کا ہوگیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ممکن ہے تمہارے باپ داداؤں میں بھی کوئی کالے رنگ کا ہوا ہو۔ اور اس کی رگ نے تمہارے بچے کو کھینچ کر اپنے رنگ کا بنا لیا ہو۔ اور یہ بچہ اس کا ہم شکل ہوگیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، رقم ۵۳۰۵، ج ۳، ص ۴۹۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ محض اتنی سی بات پر کہ بچہ اپنے باپ کا ہم شکل نہیں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس دیہاتی کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے اس بچے کے بارے میں یہ کہہ سکے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض شبہ کی بنا پر اپنی بیوی کے اوپر الزام لگا دینا جائز نہیں ہے بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(۱۶) اگر میاں بیوی میں کوئی اختلاف یا کشیدگی پیدا ہو جائے تو شوہر پر لازم ہے کہ طلاق دینے میں ہرگز ہرگز جلدی نہ کرے۔ بلکہ اپنے غصہ کو ضبط کرے اور غصہ اتر جانے کے بعد ٹھنڈے دماغ سے سوچ سمجھ کر اور لوگوں سے مشورہ لے کر یہ غور کرے کیا میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر بناؤ اور نباہ کی کوئی شکل نکل آئے تو ہرگز ہرگز طلاق نہ دے۔ کیونکہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب کراہیۃ الطلاق، رقم ۲۱۷۸، ج ۲، ص ۳۷۰)

اگر خدانخواستہ ایسی سخت ضرورت پیش آجائے کہ طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہے۔ ←

....

ورنہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے!

بعض جاہل ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں اور پھر پچھتاتے ہیں اور عالموں کے پاس جھوٹ بول بول کر مسئلہ پوچھتے پھرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دی تھی، کبھی کہتے ہیں کہ طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، غصہ میں بلا اختیار طلاق کا لفظ منہ سے نکل گیا، کبھی کہتے ہیں کہ عورت ماہواری کی حالت میں تھی، کبھی کہتے ہیں کہ میں نے طلاق دی مگر بیوی نے طلاق لی نہیں۔ حالانکہ ان گنواروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سب صورت میں طلاق پڑ جاتی ہے اور بعض تو ایسے بدنصیب ہیں کہ تین طلاق دے کر جھوٹ بولتے ہیں کہ میں نے ایک ہی بار کہا تھا اور یہ کہہ کر بیوی کو رکھ لیتے ہیں اور عمر بھر زنا کاری کے گناہ میں پڑے رہتے ہیں۔ ان ظالموں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ تین طلاق کے بعد عورت بیوی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ وہ ایک ایسی اجنبی عورت ہو جاتی ہے کہ بغیر حلالہ کرائے اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم ان لوگوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

(۱۷) اگر کسی کے پاس دو بیویاں یا اس سے زیادہ ہوں تو اس پر فرض ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کا سلوک اور برتاؤ کرے کھانے، پینے، مکان، سامان، روشنی، بناؤ سنگھار کی چیزوں غرض تمام معاملات میں برابری برتے۔ اسی طرح ہر بیوی کے پاس رات گزارنے کی باری مقرر کرنے میں بھی برابری کا خیال ملحوظ رکھے۔ یاد رکھو! کہ اگر کسی نے اپنی تمام بیویوں کے ساتھ یکساں اور برابر سلوک نہیں کیا تو وہ حق العباد میں گرفتار اور عذاب جہنم کا حق دار ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے درمیان عدل اور برابری کا برتاؤ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن میدان محشر میں اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا آدھا بدن مفلوج (فالج لگا ہوا) ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، رقم ۱۱۴۴، ج۲، ص۳۷۵)

(۱۸) اگر بیوی کے کسی قول و فعل، بدخوئی، بداخلاقی، سخت مزاجی، زبان درازی وغیرہ سے شوہر کو کبھی کبھی کچھ اذیت اور تکلیف پہنچ جائے تو شوہر کو چاہیے کہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے۔ کیونکہ عورتوں کا ٹیڑھا پن ایک فطری چیز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت حضرت آدم علیہ السلام کی سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی اگر کوئی شخص ٹیڑھی پسلی کو سیدھی کرنے کی کوشش کریگا تو پسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی مگر وہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکے گی۔ ٹھیک اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بالکل ہی سیدھی کرنے کی کوشش کریگا تو یہ ٹوٹ جائے گی یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی۔ لہٰذا اگر عورت سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھالو یہ بالکل سیدھی کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ جس طرح ٹیڑھی پسلی کی ہڈی کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، رقم ۵۱۸۵، ج۳، ص۴۵۷)

(۱۹) شوہر کو چاہیے کہ عورت کے اخراجات کے بارے میں بہت زیادہ بخیل اور کنجوسی نہ کرے نہ حد سے زیادہ فضول خرچی کرے۔ اپنی آمدنی کو دیکھ کر بیوی کے اخراجات مقرر کرے۔ نہ اپنی طاقت سے بہت کم، نہ اپنی طاقت سے بہت زیادہ۔

(۲۰) شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کر کے نہ رکھے بلکہ کبھی کبھی والدین اور رشتہ داروں کے یہاں

قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ: (اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ) (2) جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ: (وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) (3) جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو۔

اس موقع پر ہم بعض حدیثیں ذکر کریں جن سے ہر ایک کے حقوق کی معرفت حاصل ہو مگر مرد کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں انھیں ادا کرے اور عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے، یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے اور یہ بہت ضرور ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بیجا باتوں کا تحمل کرے (یعنی ان باتوں کو برداشت کرے) اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو آمادہ بفساد (یعنی لڑائی جھگڑے کے لئے تیار) نہ ہو کہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات الجھ جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁

آنے جانے کی اجازت دیتا رہے اور اس کی سہیلیوں اور رشتہ داری والی عورتوں اور پڑوسنوں سے بھی ملنے جلنے پر پابندی نہ لگائے۔ بشرطیکہ ان عورتوں کے میل جول سے کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو اور اگر ان عورتوں کے میل ملاپ سے بیوی کے بدچلن یا بداخلاق ہو جانے کا خطرہ ہو تو ان عورتوں سے میل جول پر پابندی لگا دینا ضروری ہے اور یہ شوہر کا حق ہے۔ (جنتی زیور)

(2) پ۵، النساء: ۳۴

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اُن کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کو حق ہے کہ وہ عورتوں پر رعایا کی طرح حکمرانی کریں اور اُن کے مصالح اور تدابیر اور تادیب وحفاظت کا سرانجام کریں

شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع نے اپنی بی بی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا اُن کے والد انہیں سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور انکے شوہر کی شکایت کی اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(3) پ۴، النساء: ۱۹

احادیث

حدیث ۱: حاکم نے امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پر سب آدمیوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اس کی ماں کا۔(1)

حدیث ۲ تا ۵: نسائی ابوہریرہ سے اور امام احمد معاذ سے اور حاکم بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی شخص کو کسی مخلوق کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔(2) اسی کے مثل ابوداود اور حاکم کی روایت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، اس میں سجدہ کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا حق عورتوں کے ذمہ کر دیا ہے۔(3)

حدیث ۶: امام احمد و ابن ماجہ و ابن حبان عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کے لیے سجدہ کرے تو حکم دیتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے، قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے! عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی

(1) المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، باب أعظم الناس حقا ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۷۴۱۸، ج۵، ص۲۴۴
وکنز العمال، کتاب النکاح، الحدیث: ۴۴۷۷۴، ج۱۶، ص۱۴۱

(2) المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، باب حق الزوجۃ، الحدیث: ۷۴۰۶، ج۵، ص۲۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی ہمارے شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے، سجدہ عبادت کفر ہے، سجدہ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدہ تعظیم جائز تھا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے۔ یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا۔

۲۔ کیونکہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لیے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے، اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا۔ خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے۔ شعر

اے جوش دل گران کو یہ سجدہ روا نہیں ۔۔۔ اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۷۵)

(3) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۲۱۴۰، ج۲، ص۳۳۵

جب تک شوہر کے کُل حق ادا نہ کرے۔(4)

حدیث ۷: امام احمد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اگر آدمی کا آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ اس کا اس کے ذمہ بہت بڑا حق ہے قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو (پیپ ملا ہوا خون) بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو حقِ شوہر ادا نہ کیا۔(5)

حدیث ۸: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شوہر نے عورت کو بلایا اس نے انکار کر دیا اور غصہ میں اس نے رات گزاری تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔(6) اور دوسری روایت میں ہے کہ: جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو، اللہ عزوجل اُس عورت سے ناراض رہتا ہے۔(7)

حدیث ۹: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے، اِسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔(8)

---

(4) سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، الحدیث: ۱۸۵۳، ج۲، ص۴۰۷

(5) المسند، للإمام أحمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۶۱۴، ج۱، ص۳۱۸

(6) صحیح البخاري، کتاب بدء الخلق، الحدیث: ۳۲۳۷.

(7) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم إلخ، الحدیث: ۱۲۱

(8) ترمذی، ابواب الرضاع، رقم ۱۱۸۸،

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جو اس کے نکاح میں آچکی ہے ملے گی بعد قیامت رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ"۔

۲۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں، دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور حور دیکھ رہی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں۔ دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مؤمن متقی مرے گا۔ تیسرے یہ ہے کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا۔ چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں، پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں۔ جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ حور ←

حدیث ۱۰: طبرانی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت ایمان کا مزہ نہ پائے گی جب تک حقِ شوہر ادا نہ کرے۔ (9)

حدیث ۱۱: طبرانی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ فرمایا: جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا، پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے، ورنہ شہدا میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (10)

حدیث ۱۲: ابوداود وطیالسی و ابن عساکر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوا فرض کے کسی دن بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا تو گنہگار ہوئی اور بدون اجازت (بغیر اجازت) اس کا کوئی عمل مقبول نہیں اگر عورت نے کرلیا تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت پر گناہ اور بغیر اجازت اس کے گھر سے نہ جائے، اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ (عزوجل) اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی اگرچہ شوہر ظالم ہو۔ فرمایا: اگرچہ ظالم ہو۔ (11)

حدیث ۱۳: طبرانی تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے اور اسکی قسم کو سچا کرے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور

حاضر ناظر ہے، چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرمارہے ہیں وہ ہے حور، حضور ہیں نور، صلی اللہ علیہ وسلم ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو۔

۳۔ یعنی ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں کیونکہ اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے، رب تعالیٰ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے: "یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ" تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: "اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ" جب حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہوجائے تو ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۷۸)

(9) المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۰، ج۲۰ ص۵۲

(10) المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۸، ج۲۴، ص۱۶

(11) کنز العمال، کتاب النکاح، رقم: ۴۴۸۰۱، ج۱۶، ص۱۴۴

ایسے شخص کو مکان میں آنے نہ دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔(12)

حدیث ۱۴: ابونعیم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو، اس لیے کہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک اس کے پاس کھانا حاضر رہتا یہ کھڑی رہتی۔(13)

حدیث ۱۵: ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔(14)

حدیث ۱۶: ترمذی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو عورت اس حال میں مری کہ شوہر راضی تھا، وہ جنت میں داخل ہوگی۔(15)

---

(12) المعجم الکبیر، باب النساء، الحدیث:۱۲۵۸، ج۲، ص۵۲

(13) کنز العمال، کتاب النکاح، رقم:۴۴۸۰۹، ج۱۶، ص۱۴۵

(14) حلیۃ الاولیاء، الحدیث:۸۸۳۰، ج۶، ص۳۳۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یہاں خصوصیت سے عورت کا ذکر اس لیے ہے کہ آگے خاوند کی اطاعت کا بھی ذکر آرہا ہے جو صرف عورت پر فرض ہے، نمازوں سے مراد پاکی کے زمانہ کی نمازیں ہیں، روزوں سے مراد رمضان کے روزے اداء ہوں یا قضاء کہ ناپاکی کی حالت میں عورت روزے ادا نہیں کرسکتی، قضاء کرے گی۔

۲۔اس طرح کہ زنا اور اسباب زنا سے بچے بے پردگی گانا ناچنا وغیرہ حرام کام کے اسباب بھی حرام ہیں جیسے فرض کے اسباب و شرائط فرض نماز کی وجہ سے وضو وغیرہ بھی فرض ہے۔

۳۔کہ اس کا ہر جائز حکم مانے بشرطیکہ قادر ہو۔

۴۔چونکہ اس صالحہ بی بی نے ہر قسم کی عبادات کی ہیں اس لیے اسے ہر قسم کے دروازے سے جنت میں جانے کی اجازت ہے، جنت کے بہت دروازے ہیں ہر دروازہ خاص عبادت والے کے لیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۷۴)

(15) جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث:۱۱۶۴، ج۲، ص۳۸۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یہاں خاوند سے مراد مسلمان عالم متقی خاوند ہے (مرقات) یہ قیود بہت ہی مناسب ہیں، بعض بے دین خاوند تو عورت کی نماز سے ناراض ہوتے ہیں اس کے گانے بجانے، سینما جانے، بے پردہ پھرنے سے راضی ہوتے ہیں یہ رضا بے ایمانی ہے۔

←

حدیث ۱۷: بیہقی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی بلند نہیں ہوتی: (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کے پاس لوٹ نہ آئے اور اپنے کو ان کے قابو میں نہ دے دے۔ اور (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور (۳) نشہ والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔(16)

یہ چند حدیثیں حقوقِ شوہر کی ذکر کی گئیں عورتوں پر لازم ہے کہ حقوقِ شوہر کا تحفظ کریں اور شوہر کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا وبال اپنے سر نہ لیں کہ اس میں دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہے نہ دنیا میں چین نہ آخرت میں راحت۔

اب بعض وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے، مردوں پر ضرور ہے کہ ان کا لحاظ کریں اور ان ارشاداتِ عالیہ کی پابندی کریں۔

حدیث ۱۸: بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت فرماتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر ویسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی باقی رہے گی۔(17)

اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے، کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی، وہ تیرے لیے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر

۳؎ مرتے ہی روحانی طور پر یا بعد قیامت جسمانی طور پر، کیونکہ اس نیک بی بی نے اللہ کے حقوق بھی ادا کیے بندے کے حقوق بھی۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۷۶)

(16) شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاہلین، الحدیث: ۸۷۲۷، ج۶، ص۴۱۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کے لیے نہیں چڑھتی رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ"۔

۲؎ جب کہ اس غلام کے مولیٰ بہت سے ہوں اور اگر ایک ہی مولیٰ ہو تو اس ایک ہی کے پاس حاضر ہو جائے ہاتھ میں دینے سے مراد ہے کہ اس کی فرماں برداری کرنا اپنے کو اس کے حوالے کر دینا۔

۳؎ یا اس طرح کہ نشہ پینے سے توبہ کرے یا اس طرح کہ نشہ اتر جائے، پہلی صورت بہت ہی اعلیٰ ہے مقصد یہ ہے کہ گناہ کی حالت میں غضب الٰہی متوجہ ہوتا ہے توبہ کرنے سے رحمت الٰہی بندے کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۹۰)

(17) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، الحدیث: ۵۱۸۶، ج۳، ص۴۵۷

تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔(18)

حدیث ۱۹: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مرد عورت مومنہ کو مبغوض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے دوسری پسند ہوگی۔(19) یعنی تمام عادتیں خراب نہیں ہوں گی جب کہ اچھی بری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب ہی عادت کو دیکھتا رہے بلکہ بری عادت سے

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس جملہ کے چند مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ میں تم کو اپنی بیویوں سے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں، تم لوگ قبول کرو ان سے اچھا برتاؤ کرو، یا تم لوگ اپنی بیویوں کے متعلق اچھی وصیت کیا کرو کہ ان کے ساتھ تمہارے عزیز و اقارب اچھا سلوک کریں، یا اپنی بیویوں کو بھلائی کا حکم کرو، غرضکہ یہاں باب استفعال کئی احتمال رکھتا ہے۔(اشعہ مرقات، لمعات)

۲۔ یعنی حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پسلی کے اوپری حصہ سے ہوئی جو ٹیڑھا ہے اور تمام عورتیں انہی حوا کی اولاد سے ہیں فطری طور پر سب میں قدرے کج سخت مزاجی ہے اور رہے گی۔ حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے۔

۳۔ یعنی جو چیز ٹیڑھی بھی ہو خشک بھی وہ سیدھی نہیں ہوسکتی، پسلی کا اوپر حصہ ٹیڑھا اور خشک ہے اور وہ سیدھا نہیں ہوسکتا اسی طرح عورت بالکل سیدھی نہیں ہوسکتی، معلوم ہوا کہ اصل کا اثر شاخ میں ہوتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۹)

(18) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، الحدیث: ۶۱۔(۱۴۶۸)، ص۷۷۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کیونکہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت میں داخل ہے تعلیم و تربیت سے کچھ درست ہوجاتی ہے مگر بالکل سیدھی نہیں ہوتی۔

۲۔ یعنی اسے اس کی حالت پر رہنے دو، اس کی بدخلقی ناشکری وغیرہ کی برداشت کرو اور اپنا کام نکالو، اس کے بغیر تمہارے کام نہیں چل سکتے، وہ تمہاری وزیر اور گھر کی منتظم ہے۔

۳۔ اگر تم اسے ہر بات پر ملامت کرو، اس کے ہر عمل کی نگرانی کرو تو تمہارا گھر میدان جنگ بن جائے گا، اور آخر طلاق دینا پڑے گی۔ لہذا بعض باتوں میں چشم پوشی کیا کرو۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۶۰)

(19) المرجع السابق، الحدیث: ۶۳۔(۱۴۶۹)، ص۷۷۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم، مقصد یہ ہے کہ بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے، لہذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزار ہا برائیوں کا چشمہ ہیں، ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو، اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۶۱)

چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔

حدیث ۲۰: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔(20)

حدیث ۲۱: صحیحین میں عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی عورت کو نہ مارے جیسے غلام کو مارتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے مجامعت کریگا۔(21)

دوسری روایت میں ہے، عورت کو غلام کی طرح مارنے کا قصد کرتا ہے (یعنی ایسا نہ کرے) کہ شاید دوسرے وقت اسے اپنا ہم خواب کرے۔(22) یعنی زوجیت کے تعلقات اس قسم کے ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے کی حاجت اور باہم

---

(20) سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، الحدیث: ۱۹۷۸، ج ۲، ص ۴۷۸

(21) صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، الحدیث: ۵۲۰۴، ج ۳، ص ۴۶۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے زمعہ آپ کے والد کا نام ہے قرشی ہیں اسدی ہیں۔

۲۔ سختی و بے دردی کے ساتھ، اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کے لیے بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: "اضْرِبُوْھُنَّ" کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے، استاذ شاگرد کو، باپ بیٹے کو مار سکتا ہے۔

۳۔ یہ کلمہ یا تو گزشتہ حکم کی علت ہے یا اظہار تعجب کے لیے ہے یعنی چونکہ آخر اس عورت سے صحبت و محبت بھی کرتا ہے لہذا اسے غلاموں کی طرح نہ مارو پیٹو، ماتعجب ہے کہ اب تو تم اسے اسی طرح مارو اور پھر عنقریب گلے بھی لگاؤ گے، بزرگ فرماتے ہیں ایک آنکھ لڑنے کی رکھو دوسری ملنے کی۔(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۶۳)

(22) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، سورۃ (والشمس وضحھا)، الحدیث: ۴۹۴۲، ج ۳، ص ۳۷۸

مردوں کو عورتوں پر فضیلت

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہر چند اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

الرجال قوامون علی النساء بما فضل بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم ۱۔

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔

(۱۔ القرآن الکریم ۴ / ۳۴)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا ←

ایسے مراسم کہ ان کو چھوڑنا دشوار لہٰذا جوان باتوں کا خیال کریگا مارنے کا ہرگز قصد نہ کریگا۔

❀❀❀❀❀

دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے:

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ ا۔

بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ حسن اخلاق والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔

(ا۔ شعب الایمان حدیث ۸۷۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۱۵)

اور فرماتے ہیں: خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی ۲۔

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حسنِ سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (۲۔ شعب الایمان ۸۷۱۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۱۵)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعاشروھن بالمعروف ۳۔ (اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ت) (۳۔ القرآن الکریم ۴/ ۱۹)

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

واعلم انہ لیس من حسن الخلق معھا کف الاذی عنھا بل احتمال الاذی منھا والحلم عند طیشھا وغضبھا اقتداءً برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۴۔ الخ

اور تُو جان لے کہ عورت کے ساتھ حُسنِ خلق یہ ہی نہیں کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ اس کی طرف سے اذیتیں برداشت کرنا ہے اور رسولِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اُس (عورت) کے طیش وغضب کے وقت تحمل اختیار کرنا ہے۔

(۴۔ احیاء العلوم الباب الثالث فی آداب المعاشرۃ المکتبۃ المشہد الحسینی ایران ۲/ ۴۳)

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ۵۔ (۵۔ القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸)

(اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۲۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شادی کے رسوم

شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں برتی جاتی ہیں، ہر ملک میں نئی رسوم ہر قوم و خاندان کے رواج اور طریقے جداگانہ جو رسمیں ہمارے ملک میں جاری ہیں ان میں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ رسوم کی بنا عرف پر ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اُس وقت تک اُسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اسی حد تک کرسکتا ہے کہ کسی فعل حرام میں مبتلا نہ ہو۔

بعض لوگ اِس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے مگر رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں، مثلاً لڑکی جوان ہے اور رسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ ہوگا کہ رسوم چھوڑ دیں اور نکاح کر دیں کہ سبکدوش (یعنی بری الذمہ) ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو۔ اب رسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگنے طرح طرح کی فکریں کرتے، اس خیال میں کہ کہیں سے مل جائے تو شادی کریں برسیں (یعنی کئی سال) گزار دیتے ہیں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ قرض لے کر رسوم کو انجام دیتے ہیں، یہ ظاہر کہ مفلس کو قرض دے کون پھر جب یوں قرض نہ ملا تو بنیوں (یعنی ہندو تاجروں) کے پاس گئے اور سودی قرض کی نوبت آئی سود لینا جس طرح حرام اسی طرح دینا بھی حرام حدیث میں دونوں پر لعنت آئی اللہ (عزوجل) و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی لعنت کے مستحق ہوتے اور شریعت کی مخالفت کرتے ہیں مگر رسم چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ پھر اگر باپ دادا کی کمائی ہوئی کچھ جائداد ہے تو اُسے سودی قرض میں مکفول کیا ورنہ رہنے کا جھونپڑا ہی گروی رکھا تھوڑے دنوں میں سود کا سیلاب سب کو بہالے گیا۔ جائداد نیلام ہوگئی مکان بیچنے کے قبضہ میں گیا دربدر مارے مارے پھرتے ہیں نہ کھانے کا ٹھکانہ، نہ رہنے کی جگہ اسکی مثالیں ہر جگہ بکثرت ملیں گی کہ ایسے ہی غیر ضروری مصارف کی وجہ سے مسلمانوں کی بیشتر جائدادیں سود کی نذر ہوگئیں، پھر قرضخواہ کے تقاضے اور اُسکے تشدد آمیز (سخت) لہجہ سے رہی سہی عزت پر بھی پانی پڑ جاتا ہے۔ یہ ساری تباہی بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں مگر اب بھی عبرت نہیں ہوتی اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے، یہی نہیں کہ اسی پر بس ہو اس کی خرابیاں اسی زندگی دنیا ہی تک محدود ہوں بلکہ آخرت کا وبال الگ ہے۔ بموجب حدیث صحیح لعنت کا استحقاق والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا مزید براں عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے

اشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چلّا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں کتنی ہی دُور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں نیز ایسے گانے میں جوان جوان کوآری (کنواری) لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے اشعار پڑھنا یا سننا کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کریگا اور اخلاق و عادات پر اس کا کہاں تک اثر پڑے گا۔ یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔

نیز اسی ضمن میں رت جگا (ایک رسم جس میں رات بھر جاگتے ہیں) بھی ہے کہ رات بھر گاتی ہیں اور گلگلے پکتے ہیں، صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے۔ نیاز گھر میں بھی ہوسکتی ہے اور اگر مسجد ہی میں ہو تو مرد لے جاسکتے ہیں عورتوں کی کیا ضرورت، پھر اگر اس رسم کی ادا کے لیے عورت ہی ہونا ضرور ہو تو اس جمگھٹے (ہجوم) کی کیا حاجت، پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے، پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لیے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے اسی شان سے مسجد تک پہنچتی ہیں ہاتھ میں ایک چومک ہوتا ہے یہ سب ناجائز جب صبح ہوگئی چراغ کی کیا ضرورت اور اگر چراغ کی حاجت تو مٹی کا کافی ہے آٹے کا چراغ بنانا اور تیل کی جگہ گھی جلانا فضول خرچی ہے۔

دولھا، دلھن کو بٹنا لگانا (1)، مائیوں بٹھانا، جائز ہے ان میں کوئی حرج نہیں۔ دولھا کو مہندی لگانا، ناجائز ہے۔ یوہیں کنگنا باندھنا، ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جائز۔ دولھا کو ریشمی کپڑے پہنانا حرام۔ یوہیں مغرق جوتے (2) بھی ناجائز اور خالص پھولوں کا سہرا جائز بلاوجہ ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔

ناچ باجے آتش بازی حرام ہیں (3)۔ کون اس کی حرمت سے واقف نہیں مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ابٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں ابٹن ملنا بھی گناہ وممنوع نہیں۔ ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ اور عورت ومرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۲، ص ۲۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) وہ جوتے جس پر مکمل سونے چاندی کا کام کیا ہوا ہو۔

(3) آتشبازی کا موجد کون

مفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں:

آتشبازی نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی ←

یہ نہ ہوں تو گویا شادی ہی نہ ہوئی، بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ محرمات (ممنوعات شرعیہ) نہ ہوں تو اُسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے، دوسرے مال ضائع کرنا ہے، تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ۔ آتش بازی میں کبھی کپڑے جلتے کبھی کسی کے مکان یا چھپر میں آگ لگ جاتی ہے کوئی جل جاتا ہے۔

ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق (اخلاق بگاڑنے والی) باتوں کا اجتماع ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں، ایسی ہی مجلسوں سے اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور گھر والی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیسے بُرے بُرے نتائج رونما ہوتے ہیں اور اگر ان بیہودہ کاریوں سے کوئی محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا وغیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ بعضوں کو یہاں تک سنا گیا ہے کہ خود بھی دیکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ جوان بیٹوں کو دکھاتے ہیں۔ ایسی بدتہذیبی کے مجمع میں باپ بیٹے کا ساتھ ہونا کہاں تک حیا وغیرت کا پتا دیتا ہے۔

تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر ان میں آگ لگا کر حضرتِ خلیل اللہ علٰی نبینا و علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف پھینکے۔

(اسلامی زندگی ص ۶۳)

آتش بازی حرام ہے

افسوس! آتشبازی کی ناپاک رسم اب مسلمانوں میں زور پکڑتی جارہی ہے، مسلمانوں کا کروڑہا کروڑ روپیہ ہر سال آتشبازی کی نذر ہو جاتا ہے اور آئے دن یہ خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ آتشبازی سے اتنے گھر جل گئے اور اتنے آدمی جھلس کر مر گئے وغیرہ وغیرہ۔ اس میں جان کا خطرہ، مال کی بربادی اور مکان میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے، پھر یہ کام اللہ عزَّ وجلَّ کی نافرمانی بھی ہے۔ حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں، آتشبازی بنانا، بیچنا، خریدنا اور خریدوانا، چلانا اور چلوانا سب حرام ہے۔ (اسلامی زندگی ص ۶۳)

ناچ گانا

شادیوں میں دو قسم کے ناچ کرائے جاتے ہیں۔ ایک رنڈیوں کا ناچ جو مردوں کی محفل میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ناچ جو خاص عورتوں کی محفل میں ہوتا ہے کہ کوئی ڈومنی یا مراثن ناچتی ہے اور کمر کو لچکا مٹکا کر اور ہاتھوں سے چمکا چمکا کر تماشا کرتی ہے۔ یہ دونوں قسم کے ناچ ناجائز وحرام ہیں۔ رنڈی کے ناچ میں جو گناہ اور خرابیاں ہیں ان کو سب جانتے ہیں۔ کہ ایک نامحرم عورت کو سب مرد بے پردہ دیکھتے ہیں۔ یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ اس کی شہوت انگیز آواز کو سنتے ہیں۔ یہ کانوں کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ یہ زبان کا زنا ہے۔ بعض اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں یہ ہاتھوں کا زنا ہے۔ بعض اس کی طرف چل کر داد دیتے ہیں اور انعام کا روپیہ دیتے ہیں۔ یہ پاؤں کا زنا ہے۔ بعض بدکاری بھی کر لیتے ہیں۔ یہ اصل زنا ہے۔ (اسلامی زندگی ص ۱۵۱)

شادی میں ناچ باجے کا ہونا بعض کے نزدیک اتنا ضروری امر ہے کہ نسبت (یعنی منگنی) کے وقت طے کر لیتے ہیں کہ ناچ لانا ہوگا ورنہ ہم شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والا یہ نہیں خیال کرتا کہ بیجا صرف نہ ہوتو اُسی کی اولاد کے کام آئے گا۔ ایک وقتی خوشی میں یہ سب کچھ کر لیا مگر یہ نہ سمجھا کہ لڑکی جہاں بیاہ کر گئی وہاں تو اب اُس کے بیٹھنے کا بھی ٹھکانا نہ رہا۔ ایک مکان تھا وہ بھی سود میں گیا اب تکلیف ہوئی تو میاں بی بی میں لڑائی ٹھنی اور اس کا سلسلہ دراز ہوا تو اچھی خاصی جنگ قائم ہوگئی، یہ شادی ہوئی یا اعلانِ جنگ۔ ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے بے شک خوشی کرو مگر حد سے گزرنا اور حدودِ شرع سے باہر ہو جانا کسی عاقل کا کام نہیں۔

ولیمہ سنت ہے(4) بنیت اتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیمہ کرو خویش واقارب اور دوسرے مسلمانوں کو

---

(4) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

دعی الی الولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام وفی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوۃ وقال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یأکل لو غیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول وانشاء الحمد او ما اشبھہ فلا ینبغی اجابتھا لاسیما اھل العلم اھ ومقتضاہ انھا سنۃ مؤکدۃ بخلاف غیرھا وصرح شراح الھدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب وفی التاتارخانیۃ عن الینابیع لو دعی الی دعوۃ فالواجب الاجابۃ ان لم یکن ھنالک معصیۃ ولا بدعۃ والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا ان لا بدعۃ ولا معصیۃ اھ والظاھر حملہ علی غیر الولیمۃ لما مر تأمل اھ ۱؎ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱؎ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۱)

کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی، اور ولیمہ شادی کی دعوت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوت طعام ولیمہ کہلاتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں امام تمرتاشی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت ونوعیت میں ماہرین قانون فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعاً واجب ہے، لہذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن علماء کرام نے فرمایا کہ وہ سنت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوت طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوت ولیمہ ہو ورنہ اسے اختیار ہے کہ ←

کھانا کھلاؤ۔ بالجملہ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے، اللہ (عزوجل) و رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی مخالفت سے بچے اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

❁❁❁❁❁

(یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خود مختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے) اور جب دعوت قبول کرلے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے کھانا خواہ کھائے یا نہ کھائے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے، اور البنایہ شرح الھدایہ میں ہے کہ اجابت دعوت طعام سنت ہے خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو، رہی وہ دعوت کہ جس سے نام و نمود، نمائش اور فخر وریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو، تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کردینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصا اہل علم حضرات کے لئے (یہی زیادہ موزوں ہے) اھ اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دعوت ولیمہ سنت مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں البتہ شارحین ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تاتارخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کسی کو شمولیت دعوت کے لئے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو، اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر ولیمہ پر حمل کیا جائے۔ اس وجہ سے جو بات گزر چکی۔ غور و فکر کیجئے اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۶۵۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد ہشتم

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیضانِ شریعت
شرح
بہارِ شریعت

مصنف
حضرت مولانا محمد امجد علی

شارح
محمد ناصر الدین ناصر

جلد ہشتم

بار اول	....	مئی 2017
پرنٹرز	....	آر۔ آر پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	600/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

ملنے کے پتے

فہرست

صریح کا بیان

اضافت کا بیان

کنایہ کا بیان

تعلیق کا بیان

استثنا کا بیان

رجعت کا بیان

ایلا کا بیان

خلع کا بیان

ظہار کا بیان

کفّارہ کابیان

لعان کابیان

عِنّین کابیان

عدّت کابیان

سوگ کابیان

ثبوت نسب کا بیان

نفقہ کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

طلاق کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ)(1)

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھائی) کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اور فرماتا ہے:

(فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴿۲۳۰﴾)(2)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کرلیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ اللہ (عزوجل) کے حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو سمجھ دار ہیں۔

اور فرماتا ہے:

(وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ لَا

---

(1) پ۲، البقرۃ: ۲۲۹

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اس کو طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی رجعت کرلے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھر اس کو قید رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمادیا کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔

(2) پ۲، البقرۃ: ۲۳۰

تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ (3)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہونے لگے تو اُنہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دو اور اُنہیں ضرر دینے کے لیے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ اور جو ایسا کریگا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ (عزوجل) کی آیتوں کو ٹھٹانہ بناؤ اور اللہ (عزوجل) کی نعمت جو تم پر ہے اُسے یاد کرو اور وہ جو اُس نے کتاب وحکمت تم پر اُتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) ہر شے کو جانتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾) (4)

اور جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! اُنہیں شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضا مند ہو جائیں۔ یہ اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

❀❀❀❀❀

---

(3) پ۲، البقرۃ:۲۳۱

(4) پ۲، البقرۃ:۲۳۲

احادیث

حدیث ۱: دارقطنی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔(1)

حدیث ۲: ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔(2)

حدیث ۳: امام احمد جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔(3)

---

(1) سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق، الحدیث:۳۹۳۹، ج۴، ص۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے مگر دیگر مستحبات سے افضل واعلیٰ ہے کیونکہ اس سے ایک جان کو غلامی سے نجات دینا ہے اسے جانوروں کی حد سے نکال کر انسانی حدود میں داخل کرنا ہے۔

۲۔ یعنی بلاضرورت طلاق دینا اگرچہ جائز ہے مگر رب تعالیٰ کو ناپسند ہے ورنہ کبھی طلاق دینا مستحب یا واجب بھی ہوتی ہے، چنانچہ فاسقہ فاجرہ رب کی ناشکری بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے، حضرت ابوحفص بخاری فرماتے ہیں کہ کل قیامت میں اگر میں رب تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ میری مطلقہ بیوی کا مہر میرے گلے میں لٹکا ہو اس سے بہتر ہے کہ بے نمازی بیوی میرے نکاح میں رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا دوسرے دنیاوی کاروبار بلکہ نوافل عبادت سے افضل ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔(مرقات) لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر طلاق رب تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی کو طلاق کیوں دلوائی تھی؟ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا، یا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت نکاح کیوں کیے اور بہت طلاقیں کیوں دیں کیونکہ طلاق رب تعالیٰ کو ناپسند بھی ہے اور پسند بھی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۱۲)

(2) سنن أبي داود، کتاب الطلاق، باب کراھیۃ الطلاق، الحدیث:۲۱۷۸، ج۲، ص۳۷۰

(3) المسند، للإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث:۱۴۳۸۴، ج۵، ص۵۲

حدیث ۴: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہر طلاق واقع ہے مگر معتوہ (یعنی بوہرے) کی اور اُس کی جس کی عقل جاتی رہی یعنی مجنون کی۔ (4)

حدیث ۵: امام احمد و ترمذی و ابوداود و ابن ماجہ و دارمی ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (5)

حدیث ۶: بخاری و مسلم عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو ذکر کیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس پر غضب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اُس سے رجعت کرلے اور روکے رکھے یہاں تک کہ پاک ہوجائے۔ پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہے تو طہارت کی حالت میں جماع سے پہلے طلاق دے۔ (6)

---

(4) جامع الترمذي، أبواب الطلاق ۔۔۔ إلخ، باب ماجاء في طلاق المعتوه، الحديث: ۱۱۹۵، ج ۲ ص ۴۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غالباً مغلوب العقل معتوہ کی تفسیر ہے اور یہ عطف تفسیری ہے ہوسکتا ہے کہ معتوہ وہ جس کی عقل میں فتور ہو اور مغلوب العقل بالکل دیوانہ حضرت علی امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، سفیان ثوری امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہوجاوے گی اگر چہ وہ بے عقل ہوچکا ہو جب کہ اس نے گناہ کے طور پر نشہ کیا اسی لیے اسپر نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ بچے، دیوانہ، سوتے ہوئے بے ہوش کی طلاق نہیں ہوتی۔

۲۔ اس حدیث کی تائید میں بہت زیادہ احادیث بخاری ابن ابی شیبہ وغیرہ میں آئی ہیں اگر تفصیل دیکھنا ہو تو یہاں مرقات کا مطالعہ کیجئے، لہذا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہو مگر دوسری احادیث کی تائید سے قوی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۰۵)

(5) جامع الترمذي، أبواب الطلاق ۔۔۔ إلخ، باب ماجاء في المختلعات، الحديث: ۱۱۹۰، ج ۲ ص ۴۰۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں باس سے مراد سختی ہے، ما زائدہ ہے یعنی جو بغیر سخت تکلیف کے طلاق مانگے۔

۲۔ یعنی ایسی عورت کا جنت میں جانا تو کیا ہی ہوگا وہاں کی خوشبو بھی نہ پائے گی اس سے مراد ہے اولی داخلہ ورنہ آخر کار سارے مؤمن جنت میں پہنچیں گے اگرچہ کیسے ہی گنہگار ہوں لہذا یہ حدیث شفاعت کے خلاف نہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ایسی عورت جنت میں پہنچ کر بھی وہاں کی خوشبو سے محروم رہے گی جیسے یہاں نزلہ و زکام والا آدمی پھول ناک پر رکھ کر بھی خوشبو نہیں پاتا۔ (مرقات) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۹۸)

(6) صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة الطلاق، الحديث: ۴۹۰۸، ج ۳ ص ۳۵۷

حدیث ۷: نسائی نے محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں اس کو سُن کر غصہ میں کھڑے ہو گئے اور یہ فرمایا کہ کتاب

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی اس حالت میں طلاق دی جب بیوی کو حیض آ رہا تھا۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

۳؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بحالت حیض طلاق دینا اگرچہ حرام ہے مگر وہ طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ رجوع کرنے کے کیا معنی؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک یا دو طلاق رجعی ہوتی ہیں کہ عدت کے اندر خاوند رجوع کر سکتا ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۴؎ یعنی طلاق والے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق نہ دیں بلکہ اس طہر کے بعد حیض آئے پھر اس دوسرے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق دیں۔ بعض علماء کا یہ ہی مذہب ہے کہ حیض میں طلاق دینے والا اس طلاق سے رجوع کرے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو اس کے متصل طہر میں بھی طلاق نہ دے یہ طہر اس طلاق والے حیض کے تابع ہے اگر طہر میں طلاق دے گا تو گویا حیض ہی میں طلاق دے رہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس متصل طہر میں طلاق دے سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی اس لیے تھا کہ شاید اس طہر میں ساتھ رہنے بسنے سے دل مل جائے اور پھر طلاق کی ضرورت پیش نہ آئے یہ مشورہ مصلحت کی بنا پر ہے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ قوی ہے۔(از نووی شرح مسلم و مرقات ولمعات) غرضکہ یہ حکم شرعی نہیں بلکہ رائے ہے جس پر عمل مستحب ہے۔

۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس طہر میں طلاق دینا ہو اس میں عورت سے صحبت نہ کرے یہ ہی فقہاء فرماتے ہیں۔

۶؎ یعنی قرآن کریم جو فرماتا ہے: "فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ طلاق طہر میں دو اور طہر بھی وہ ہے جس میں صحبت نہ کی ہو۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لِعِدَّتِهِنَّ کا لام بمعنی فی نہیں بلکہ بمعنی اجل ہے یعنی انہیں عدت کے لحاظ سے طلاق دو صحبت سے خالی طہر میں تاکہ عدت معلوم رہے کہ اس کی عدت حیض ہے یا وضع حمل، امام شافعی کے ہاں یہ لام بمعنی فی ہے یعنی انہیں عدت کے زمانہ میں طلاق دو اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ عدت غیر حاملہ کی طہر ہے ہمارے ہاں حیض۔

۷؎ معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اس کی عدت حمل جن دینا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ رجعت میں عورت کی رضا ضروری نہیں اگر عورت رجوع سے ناراض بھی ہو خاوند رجوع کر سکتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ"۔ خیال رہے کہ بہتر یہ ہی ہے کہ مرد صرف ایک ہی طلاق دے وہ بھی ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ ہوئی ہو اور اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے، عدت پہلی طلاق سے شروع ہوگی، ایک دم تین طلاقیں دے دینا حرام ہے لیکن اگر دے دیں تو واقع ہو جائیں گی جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام لیکن اگر دے تو واقع ہو جائے گی اس کے لیے ہماری کتاب "علاق الادلہ فی الطلاق الثلثہ" کا مطالعہ کیجئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۱۹۴)

اللہ سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر ابھی موجود ہوں۔(7)

حدیث ۸: امام مالک مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہا میں نے اپنی عورت کو سو ۱۰۰ طلاقیں دے دیں آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ تیری عورت تین طلاقوں سے بائن

(7) سنن النسائي، كتاب الطلاق، الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، الحديث: ۳۳۹۸، ص ۵۵۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ انصاری اشہلی ہیں، بعض نے فرمایا کہ صحابی ہیں، بعض نے فرمایا کہ تابعی ہیں، ۹۶ھ میں وفات پائی، شیخ نے فرمایا کہ امام بخاری نے انہیں صحابی فرمایا ہے امام مسلم نے تابعی کہا صحیح قول امام بخاری کا ہے۔(اشعہ)

۲۔ اس طرح کہ ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دیں یا اس طرح کہہ دیا تجھے تین طلاق یا اس طرح کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق۔

۳۔ کیونکہ اس طرح طلاق دینا بدعت ہے چاہیے یہ کہ اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے تین طہروں میں تین طلاقیں اور بہتر یہ ہے کہ صرف ایک ہی طلاق دے تین طلاق دے ہی نہیں۔

۴۔ اس میں انتہائی غضب کا اظہار ہے یعنی تین طلاقیں یکدم دینا کتاب اللہ کا مذاق اڑانا ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" اور یہ ایک دم طلاقیں دے رہا ہے۔ خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد، مالک اور جمہور علماء کے نزدیک بیک وقت تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں مگر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، طاؤس کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق ہوتی ہے، جمہور علماء کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے "وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا" دیکھو قرآن کریم نے طلاقیں جمع کرنے کو ظلم قرار دیا اور باعث ندامت مگر طلاقیں واقع مان لیں نیز بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے یک دم تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں ابھی گزر چکا کہ ابو رکانہ سے حضور نے قسم لی کہ کیا تم نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ اس کی پوری اور نفیس تحقیق ہماری کتاب طلاق الادلۃ میں دیکھیے۔

۵۔ شاید یہ صاحب اجازت قتل مانگنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے آپ کا خیال یہ ہوا ہوگا کہ کتاب اللہ سے کھیلنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانا کفر ہے اور مسلمان کا کفر ارتداد ہوتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے مگر ان کے قتل کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ حضور کو دکھ پہنچانا اور آپ کو رنجیدہ کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا تو کفر ہے مگر کسی کے کسی کام سے حضور کو دکھ پہنچ جانا کفر نہیں دکھ پہنچانے اور پہنچ جانے میں بڑا فرق ہے، مسلمان کے گناہ سے حضور کو صدمہ ہوتا ہے "عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ" مگر گناہ کفر نہیں ہوتا اس شخص نے یہ کام نادانی سے کیا تھا نہ کہ حضور کو صدمہ پہنچانے کے لیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک دم دے دینا برا ہے لیکن اس سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے مگر اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے ایک دم تین طلاقیں دینا اس لیے بھی برا ہے کہ اس میں پھر دوبارہ رجوع کا موقع نہیں ملتا پھر خاوند پچھتاتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۱۰)

ہوگئی اور ستانوے طلاق کے ساتھ تو نے اللہ (عزوجل) کی آیتوں سے ٹھٹا کیا۔ (8)

❀❀❀❀❀

(8) الموطا لامام مالک، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی البتۃ، الحدیث: ۱۱۹۲، ج۲، ص۹۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور اگر کوئی شخص ہزار یا لاکھ طلاقیں دے دیں تو تین تو واقع ہو جائیں گی باقی لغو جائیں گی یہ ہی علماء امت کا قول ہے اس پر تمام آئمہ متفق ہیں وہ جو مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نیز صدیق اکبر کے زمانہ اور شروع خلافت فاروقی میں ایک دم تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں پھر فاروق اعظم نے انہیں تین طلاق قرار دیا وہاں تو یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تین طلاق اس طرح دیتا کہ تجھے طلاق ہے، طلاق، طلاق، دوسری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکیدیں کرتا تھا اور کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی جس سے صرف نکاح ہوا ہو رخصت نہ ہوئی ہو اس سے کہے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تجھے طلاق تو اس سے صرف ایک طلاق پہلی ہی واقع ہوگی دوسری دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ غیر مدخولہ عورت پر عدت نہیں ہوگی وہ پہلی طلاق سے ہی نکاح سے بالکل ہی خارج ہوگئی، عہد فاروقی میں حالات بدل چکے تھے لوگ اپنی مدخولہ بی بی کو تین طلاقیں ہی دیا کرتے تھے لہذا حضرت فاروق اعظم کا فرمان عالی نہایت ہی درست وصحیح تھا ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قانون جاری فرماتے اور تمام صحابہ کرام خاموش رہتے لہذا حکم یہ ہی ہے کہ جو شخص اپنی مدخولہ بیوی کو جس سے خلوت کر چکا ہو تین طلاقیں ایک دم دے تو تین ہی واقع ہوں گی۔ اس جگہ مرقات نے اس کے متعلق قریبًا پندرہ بیس حدیثیں نقل فرمائیں کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور اس کے خلاف متعدد جوابات دیئے، نیز ہم نے اپنی کتاب طلاق الادلۃ فی احکام الطلاق الثلثۃ میں اس کی بہت تحقیق کی ہے وہاں ملاحظہ فرمایئے غرض یہ ہی حق ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۱۱)

احکام فقہیہ

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے۔ اس پابندی کے اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس کے لیے کچھ الفاظ مقرر ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔ اس کی دو ۲ صورتیں ہیں ایک یہ کہ اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ عدت گزرنے پر باہر ہوگی، اسے رجعی کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے (1) اور وجہ شرعی ہو تو مباح (جائز) (1A) بلکہ بعض

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شے واحد میں حسن وقبح کا دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں، طلاق فی نفسہٖ حلال ہے، اور از انجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے، بے حاجت یہ رخصت محظور ہے، حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ۱؎۔

حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے (ت)

(۱؎ سنن ابوداؤد باب کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

در اباحت طلاق علماء را سہ ۳ قول ست: یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گو بے سبب محض باشد مشی علیہ العلامۃ الغزی فی متن التنویر وزعم شارحہ العلامۃ العلائی انہ ھو قول العلامۃ وادعی العلامۃ انہ المذھب۔ دوم آنکہ جز بوجہ پیری زن یا آوارگی وبدوضعی او اباحت نہ دارد وھو قول ضعیف کما فی ردالمحتار سوم آنکہ حاجتے باشد مباح ست ورنہ ممنوع ہمیں صحیح ومؤید بدلائل ست صححہ العلامۃ المحقق علی الاطلاق فی الفتح واختصر لہ خاتم المحققین العلامۃ الشامی برا ہیمین استفادتہ ایں جا کہ آوارگی زناں محقق نیست ہر سہ قول بر اباحت طلاق متفق آمد بلکہ چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی الدرالمختار بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلٰوۃ کذا فی الغایۃ ۱؎ وفی ردالمحتار الظاھر ان ترک الفرائض غیر الصلٰوۃ کالصلٰوۃ ۲؎ اما واجب نیست اگر شوے دادن نخواہد بدفی الدرالمختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ۳؎ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱؎ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵) (۲؎ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۶)

(۳؎ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰)

طلاق کے مباح ہونے میں علماء کے تین قول ہیں: ایک (۱) یہ کہ طلاق مطلقاً مباح ہے اگرچہ بلاوجہ دی جائے۔ علامہ غزی نے تنویر کے متن میں اس کو بیان کیا ہے جس کے متعلق اس کے شارح علامہ علائی کا خیال ہے کہ علامہ غزی کا یہی موقف ہے اور علامہ بحر نے ←

صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اُس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو، اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔(2)

مسئلہ ۲: طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) حسن۔ (۲) اَحسن۔ (۳) بدعی۔ جس طہر میں (پاکی کے ایام میں) وطی نہ کی ہو اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے، یہ احسن ہے۔

اور غیر موطؤہ کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو یا موطؤہ (ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو) کو تین

اپنی کتاب بحر میں دعوٰی کیا ہے کہ یہی حق اور یہی مذہب ہے۔ دوسرا (۲) یہ کہ بیوی کے بڑھاپے یا اس کی آوارگی یا بدوضعی کے بغیر شوہر کے لئے طلاق دینا مباح نہیں ہے، یہ ضعیف قول ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ تیسرا (۳) قول یہ ہے کہ اگر شوہر کو طلاق کی کوئی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے مؤید ہے۔ علامہ محقق نے فتح القدیر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ خاتمۃ المحققین شامی نے اس کا دفاع کیا ہے جس سے اس کی صحت مستفاد ہوتی ہے، مسئولہ صورت میں جب آوارگی پائی جاتی ہے تو تینوں اقوال پر طلاق کا مباح ہونا محقق ہے بلکہ عورت کا فسق اور کسی حرام فعل کا ارتکاب ثابت ہے تو طلاق مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: بلکہ عورت اگر موذی ہے یا نماز کو ترک کرنے کی عادی ہے تو مستحب ہے غایہ میں اسی طرح ہے، اور ردالمحتار میں ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر فرائض کا ترک بھی نماز کی طرح ہے، تاہم اس صورت میں طلاق دینا واجب نہیں ہے اگر خاوند طلاق نہ دینا چاہے تو نہ دے۔ درمختار میں ہے کہ فاسقہ عورت کا طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۲۱۔ ۳۲۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج ۴، ص ۴۱۴۔ ۴۱۷، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز ومباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب، علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہئے کہ

لان (ف۱) یلقی اللہ ومہرھا فی عنقہ خیر لہ من ان یعاشر امرأۃ لا تصلی کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما[۴]۔

(۴۔ ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی میں بیوہ کا مہر شوہر کے گلے میں پڑا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے معاشرت جاری رکھے، جیسا کہ خانیہ، غنیہ وغیرہما میں ہے۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۳۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

طہر میں تین طلاقیں دیں۔ بشرطیکہ نہ ان طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اُس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر کو پہنچ گئی تو یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سن ایاس (ایسی عمر جس میں حیض آنا بند ہوجائے) والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں۔ یوہیں اگر اُس کی عمر نو سال سے کم کی ہو تو کراہت نہیں اور نو برس یا زیادہ کی عمر ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو افضل یہ ہے کہ وطی و طلاق میں ایک مہینے کا فاصلہ ہو۔(2A)

بدعی یہ کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دیدے، تین دفعہ میں یا دو ۲ دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں وطی کر چکا ہے یا موطوءہ کو حیض میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق دی مگر اُس سے پہلے جو حیض آیا تھا اُس میں وطی کی تھی یا اُس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر

(2A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں

فی الدر طلقة رجعية فقط فی طهر لا وطی فيه احسن، وطلقة لغير موطوءة ولو فی حيض، ولموطوئة تفريق الثلث فی ثلاثة أطهار لا وطی فيها ولا فی حيض قبلها ولا طلاق فيه فيمن تحيض وفی ثلثة اشهر فی حق غيرها حسن وسنی، وحل طلاق الأيسة والصغيرة والحامل عقب وطی لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل. والبدعی ماخالفهما والخلع فی الحيض لايكره والنفاس كالحيض اھ ملخصا. قال الشامی قوله لا وطء فيه لم يقل منه ليدخل فی كلامه مالو وطئت بشبهة فان طلاقها فيه حينئذ بدعی نص عليه الاسبيجابی.

(اے درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵تا۲۱۷)

اور دُر میں ہے کہ ایک رجعی طلاق ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو فقط وہی احسن طلاق ہے اور غیر موطوءہ بیوی کو اگرچہ حیض کے دوران ایک طلاق اور وطی شدہ کو تین طہروں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہوا اور نہ طلاق ہو حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی ہوا اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہوا اور نہ طلاق ہو، حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جس کو حیض نہ آتا ہو، تو ایسی طلاقیں حسن اور سنی ہوں گی۔ اور بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ کو وطی کے بعد طلاق دینا حلال ہے کیونکہ وطی کے بعد طلاق دینا اسلئے مکروہ ہے کہ حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ جوان حیض والی میں ہوسکتا ہے، اور بدعی طلاق وُہ ہے جو ان مذکورہ دو ۲ قسموں (احسن اور حسن) کے خلاف ہو، اور حیض میں خلع مکروہ نہیں اور نفاس بھی حیض کا حکم رکھتا ہے اھ ملخصا۔ علامہ شامی نے فرمایا: ماتن کا قول وُہ طہر جس میں وطی نہ ہو کہا، یہ نہ کہا کہ اس خاوند سے وطی نہ ہوئی ہو، یہ اس لئے تاکہ کلام شبہہ سے وطی کو بھی شامل ہوسکے، کیونکہ ایسی صورت میں بھی طلاق بدعی ہوگی جیسا کہ اس پر اسبیجابی نے نص کی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۵۵۳۔۵۵۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

میں طلاق بائن دی۔(3)

مسئلہ ۴۳: حیض میں طلاق دی تو رجعت (رجوع کرنا) واجب ہے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس حیض کے بعد طہر گزر جائے پھر حیض آکر پاک ہو اب دے سکتا ہے۔ یہ اُس وقت ہے کہ جماع سے رجعت کی ہو اور اگر قول یا بوسہ لینے یا چھونے سے رجعت کی ہو تو اس حیض کے بعد جو طہر ہے اس میں بھی طلاق دے سکتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے طہر کے انتظار کی حاجت نہیں۔(4)

مسئلہ ۴۴: موطؤہ سے کہا تجھے سنت کے موافق دو یا تین طلاقیں۔ اگر اُسے حیض آتا ہے تو ہر طہر میں ایک واقع ہوگی پہلی اُس طہر میں پڑے گی جس میں وطی نہ کی ہو اور اگر یہ کلام اُس وقت کہا کہ پاک تھی اور اس طہر میں وطی بھی نہیں کی ہے تو ایک فوراً واقع ہوگی۔ اور اگر اس وقت اُسے حیض ہے یا پاک ہے مگر اس طہر میں وطی کر چکا ہے تو اب حیض کے بعد پاک ہونے پر پہلی طلاق واقع ہوگی اور غیر موطؤہ ہے یا اُسے حیض نہیں آتا تو ایک فوراً واقع ہوگی، اگرچہ غیر موطؤہ کو اس وقت حیض ہو پھر اگر غیر موطؤہ ہے تو باقی اُس وقت واقع ہوگی کہ اُس سے نکاح کرے کیونکہ پہلی ہی طلاق

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج ۴، ص ۴۱۹ ۔ ۴۲۴، وغیرہ

چاراماموں چاروں مذہب کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بانت امرأتك وعصيت ربك ان لم تتق الله فلم يجعل لك مخرجا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تیری بیوی بائنہ طلاق والی ہوگئی ہے اور تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف نہ کرے گا تو پھر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کوئی سبیل نہ فرمائے گا۔(ت) (اے سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث، آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۹ /۱) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۰۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثانی، ص ۴۱، وغیرہا

رجوع کرنا واجب

حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے اور اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہوں تو رجوع کرنا واجب ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی تو نبی کریم رؤف رّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رجوع کر کے پھر طہر یعنی پاکی کے دن گزر جائیں۔ پھر حیض کے دن آئیں پھر جو دن پاکی کے آئیں ان میں طلاق دے (بخاری و مسلم، مشکوۃ ص ۲۸۳) لہذا جو شخص حیض کی حالت میں عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے تو اس پر لازم ہے کہ رجوع کرے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینی ہے تو اس حیض کے بعد پاکی کے دن گزر جائیں پھر حیض آکر پاک ہو تو اب طلاق دے یہ حکم اُس وقت ہے کہ جماع سے رجعت کی ہو اور اگر قول یا بوسہ لینے یا چھونے سے رجعت کی ہو تو اس حیض کے بعد جو طہر ہے اس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اس کے بعد دوسرے طہر (پاکی کے دنوں) کے انتظار کی حاجت نہیں۔

سے بائن ہوگئی اورنکاح سے نکل گئی دوسری کے لیے محل نہ رہی اور اگر موطؤہ ہے مگر حیض نہیں آتا تو دوسرے مہینے میں دوسری اور تیسرے مہینے میں تیسری واقع ہوگی اور اگر اس کلام سے یہ نیت کی کہ تینوں ابھی پڑ جائیں یا ہر مہینے کے شروع میں ایک واقع ہوتو یہ نیت بھی صحیح ہے۔(5) مگر غیر موطؤہ میں یہ نیت کہ ہر ماہ کے شروع میں ایک واقع ہو، بیکار ہے کہ وہ پہلی ہی سے بائن ہوجائے گی (یعنی نکاح سے نکل جائے گی) اور محل نہ رہے گی (یعنی طلاق کا محل نہ رہے گی)۔

مسئلہ ۵: طلاق کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو،نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔ مگر نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہوجائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بنگ (بھنگ) وغیرہ کسی اور چیز سے۔ افیون کی پینک میں طلاق دے دی جب بھی واقع ہوجائے گی طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں نابالغہ ہو یا مجنونہ، بہر حال طلاق واقع ہوگی۔(6)

مسئلہ ٦: کسی نے مجبور کرکے اسے نشہ پلا دیا یا حالت اضطرار میں پیا اور نشہ میں طلاق دے دی تو صحیح یہ ہے کہ واقع نہ ہوگی۔(7)

---

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج۴، ص۴۲٦

(6) الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج۴، ص۴۲۷۔۴۲۸

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الاول، فصل فیمن یقع طلاقہ، ج۱، ص۳۵۳

عاقل، بالغ ہونا شرط

نابالغ اور پاگل نہ خود طلاق دے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے ان کے ولی (سرپرست) دے سکتے ہیں اور یہ طلاق واقع بھی نہ ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے شوہر کا عاقل، بالغ ہونا شرط ہے البتہ اگر لڑکی نابالغہ یا پاگل ہے لیکن طلاق دینے والا عاقل و بالغ ہے تو طلاق ہوجائے گی۔ نابالغ لڑکے کا باپ جس طرح اپنے بیٹے کا نکاح کرسکتا اس طرح طلاق نہیں دے سکتا۔

(7) ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی الحشیشۃ والافیون والبنج، ج۴، ص۴۳۳

نشہ میں طلاق

اگر کسی نے نشہ پی کر طلاق دی تو ہوجائے گی۔ نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ یا افیون یا چرس یا کسی اور چیز سے۔ بہر صورت طلاق ہوجائے گی۔ البتہ اگر کسی نے اُسے مجبور کرکے یعنی قتل یا عضو کاٹ دینے کی دھمکی یا دھوکے سے نشہ پلا دیا یا حالت اضطرار میں مثلاً پیاس سے مر رہا تھا اور کوئی حلال شے پینے کو نہ تھی تو ایسی حالت میں شراب وغیرہ نشہ کی چیز پی اور اس کے نشے میں طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور نیند میں دی جانے والی طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر واقع ہوجائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ←

مسئلہ ۷: یہ شرط نہیں کہ مرد آزاد ہو غلام بھی اپنی زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے اور مولیٰ اُس کی زوجہ کو طلاق نہیں

ہاتھ سے چھوٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظِ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔

تنویر الابصار میں ہے:

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا ا۔ وفی ردالمحتار عن البحران المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلوا کرہ علی ان کتب طلاق امرأته فتکتب لاتطلق لان الکتابه اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجة ولاحاجة ھنا ۲۔

(ا۔ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷) (۲۔ ردالمحتار، کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۱)

ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائیگی اگر چہ مجبور کیا گیا یا خطاء سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت کی بناء پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔ (ت)

مگر یہ سب اس صورت میں جبکہ اکراہ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور وہ ایذاء پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۸۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آگے مزید ارشاد فرماتے ہیں:

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دی بلاشبہہ بالاتفاق ہو گئی، ہاں اگر جبر و اکراہ شرعی ہو۔ مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اسے قادر جانتا ہو، یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔

درمختار میں ہے:

اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا ا۔

جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے (ت) (ا۔ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷)

ردالمحتار میں ہے:

صحح فی التحفة وغیرھا عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انه التحقیق ۲۔ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۔ ردالمحتار، کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۴)

تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی تصحیح بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہی تحقیق ہے۔

دے سکتا۔ اور یہ بھی شرط نہیں کہ خوشی سے طلاق دی جائے بلکہ اکراہ شرعی (8) کی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔(9)

مسئلہ ۸: الفاظ طلاق بطور ہزل کہے یعنی اُن سے دوسرے معنی کا ارادہ کیا جونہیں بن سکتے جب بھی طلاق ہوگئی۔ یوہیں خفیف العقل (کم عقل) کی طلاق بھی واقع ہے اور بوہرا مجنون کے حکم میں ہے۔(10)

مسئلہ ۹: گونگے نے اشارہ سے طلاق دی ہوگئی جبکہ لکھنا نہ جانتا ہو، اور لکھنا جانتا ہو تو اشارہ سے نہ ہوگی بلکہ لکھنے سے ہوگی۔(11)

مسئلہ ۱۰: کوئی اور لفظ کہنا چاہتا ہے، زبان سے لفظ طلاق نکل گیا یا لفظ طلاق بولا مگر اس کے معنی نہیں جانتا یا سہواً (بھول کر) یا غفلت میں کہا ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔(12)

واللہ تعالیٰ اعلم (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) یعنی کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو نے طلاق نہ دی تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا اور یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے کر گزرے گا۔

(9) الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطلاق، الجزء الثانی، ص ۴۱

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی المسائل التی تصح مع الاکراہ، ج ۴، ص ۴۳۱۔۴۳۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں فرمایا:

تلفظ به (ای بالطلاق) غیرعالم بمعناه اوغافلا اوساھیا اوبالفاظ مصحفة یقع قضاء فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه یقع قضاء ودیانة لان الشارع جعل هزله به جدا۱؎۔ فتح۔

(۱؎ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷)

معنی معلوم نہ ہونے یا غفلت یا بھول کر، یا غلط تلفظ کی صورت میں طلاق کا لفظ بولا تو صرف قضاءً طلاق ہوگی، اس کے برخلاف جبکہ مذاق اور کھیل کے طور پر لفظ طلاق بولے تو قضاءً ودیانۃً دونوں طرح طلاق ہوجائی گی کیونکہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے طلاق میں مذاق کو قصداً طلاق کا حکم دیا ہے۔ فتح۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل، ج ۳، ص ۳۴۸

(12) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی علم بمعنی دوم طلاق بھی ضرور ہے، اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس کے جہل میں معذور ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی،

نہر الفائق میں ہے:

اراد انہ شرط للوقوع قضاء ودیانۃ لتخرج مالا یقع بہ لاقضاء ولادیانۃ کمن کرر مسائل الطلاق ومایقع بہ قضاء فقط کمن سبق لسانہ لانہ لایقع فیہ دیانۃ ۲؎ اھ قلت فقولہ قضاء ودیانۃً ای معاً ای ھو شرط لان یقع دیانۃً ایضاً کما یقع قضاءً ولو بدونہ فافھم۔

ان کی مراد یہ ہے کہ وہ قضاء ودیانۃً وقوعِ طلاق کے لیے شرط ہے تو اس سے وہ صورت خارج ہے جس میں قضاء ودیانۃً واقع نہ ہو، جیسے کوئی شخص مسائل طلاق کا تکرار کرے اور وہ صورت بھی خارج ہے جس میں صرف قضاء واقع ہو، جیسے غلطی سے کہہ دیا ہو تو اس میں دیانۃً واقع نہ ہوگی، اھ قلت اس کے قول قضاء ودیانۃ کا مطلب یہ ہے کہ قضاء ودیانۃً دونوں اکٹھی یعنی یہ شرط دیانۃً وقوع کے لیے بھی ہے جس طرح قضاء بغیر دیانۃً کے لیے شرط ہے اسے سمجھو۔ت) (۲؎ نہر الفائق)

البتہ قاضی دعوٰی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک دلائل واضحہ سے اس کا عذر روشن نہ ہوجائے۔

ولہٰذا درمختار میں فرمایا:

تلفظ بہ (ای بالطلاق) غیر عالم بمعناہ اوغافلا اوساھیا اوبالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط بخلاف الھازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا ۱؎ فتح۔

معنٰی معلوم نہ ہونے یا غفلت یا بھول کر، یا غلط تلفظ کی صورت میں طلاق کا لفظ بولا تو صرف قضاء طلاق ہوگی، اس کے برخلاف جبکہ مذاق اور کھیل کے طور پر لفظ طلاق بولے تو قضاء ودیانۃً دونوں طرح طلاق ہوجائے گی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق میں مذاق کو قصداً طلاق کا حکم دیا ہے۔ فتح۔(ت) (۱؎ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷)

اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے۔

لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمایا:

ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق والبیع والتملیک فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذلک لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیہ الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذلک ۲؎۔

(۲؎ فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱)

اگر دونوں لفظ کا معنی نہیں جانتے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے تو طلاق عتاق، تدبیر، خلع، حقوق سے بری کرنا بیع اور تملیک یہ تمام مسائل ہیں ان میں سے طلاق، عتاق اور تدبیر (مدبر بنانا) حکم میں شامل ہیں، امام محمد نے اس حکم کو اصل کے باب ←

ہے یعنی جب کہ مسلمان کے پاس مقدمہ پیش ہو تو طلاق کا حکم دے گا۔(13)

مسئلہ ۱۲: مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہوگئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اُس گھر میں گیا تو طلاق ہوگئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔(14)

مسئلہ ۱۳: مجنون نامرد ہے یا اُس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا عورت مسلمان ہوگئی اور مجنون کے والدین اسلام سے منکر ہیں تو ان صورتوں میں قاضی تفریق (علیحدگی) کردے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی۔(15)

مسئلہ ۱۴: سرسام و برسام (بیماریوں کے نام) یا کسی اور بیماری میں جس میں عقل جاتی رہی یا غشی کی حالت میں یا سوتے میں طلاق دے دی تو واقع نہ ہوگی۔ یوہیں اگر غصہ اس حد کا ہو کہ عقل جاتی رہے تو واقع نہ ہوگی۔(16) آج کل اکثر لوگ طلاق دے بیٹھتے ہیں بعد کو افسوس کرتے اور طرح طرح کے حیلہ سے یہ فتویٰ لیا چاہتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہو۔ ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔ مفتی کو چاہیے یہ امر ملحوظ رکھے کہ مطلقاً غصہ کا اعتبار نہیں۔ معمولی غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے۔ وہ صورت کہ عقل غصہ سے جاتی رہے بہت نادر ہے، لہٰذا جب تک اس کا ثبوت نہ ہو محض سائل کے کہہ دینے پر اعتماد نہ کرے۔(16A)

مسئلہ ۱۵: عدد طلاق میں عورت کا لحاظ کیا جائے گا یعنی عورت آزاد ہو تو تین طلاقیں ہو سکتی ہیں اگرچہ اُس کا شوہر غلام ہو اور باندی ہو تو اُسے دو ہی طلاقیں دی جاسکتی ہیں اگرچہ شوہر آزاد ہو۔(17)

عتاق کی بحث تدبیر میں ذکر کیا ہے اور جب طلاق وعتاق کا حکم معلوم ہوگیا تو نکاح کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم قصد واختیار کے لیے معتبر ہوتا ہے تو جہاں قصد ومذاق کا حکم مساوی ہو وہاں یہ علم شرط نہیں ہوگا بخلاف بیع جیسے امور کے (وہاں علم مذکور شرط ہے)

(ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۲۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) الدر المختار، کتاب الطلاق، ج ۴، ص ۴۳۶

(14) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: في الحشيشة والافيون والبنج، ج ۴، ص ۴۳۷

(15) الدر المختار، کتاب الطلاق، ج ۴، ص ۴۳۷

(16) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: في طلاق المدهوش، ج ۴، ص ۴۳۸

(17) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

غضب اگر واقعی اس درجہ شدت ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا، یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ عادت معہود معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعویٰ معتبر نہیں، ←

مسئلہ ۱۶: نابالغ کی عورت مسلمان ہوگئی اور شوہر پر قاضی نے اسلام پیش کیا۔ اگر وہ سمجھ وال (سمجھدار) ہے اور اسلام سے انکار کرے تو طلاق ہوگئی۔ (18)

❁❁❁❁❁

یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب،

ردالمحتار میں خیریہ سے ہے:

الدھش من اقسام فلایقع واذا کان یعتادہ بان عرج ھذا الدھش مرّۃ یصدق بلا برھان اھ اھ وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا۔ (اے ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۴۲۷)

مدہوشی، جنون کی قسم ہے۔ لہذا طلاق نہ ہوگی۔ جب عادت بن چکی ہو اور ایک مرتبہ مدہوشی معلوم ہو چکی ہو تو خاوند کی بات بلادلیل مان لی جائے گی اھ اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی سے معلوم کی جائے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۷۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک جگہ فرماتے ہیں:

غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راسا ابطال ہے، ہاں اگر شدت غیظ وجوشِ غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے، خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے، تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی، (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۸۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الاول، فصل فیمن یقع طلاقہ الخ، ج ۱، ص ۳۵۴
ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی الحشیشۃ والافیون والبنج، ج ۴، ص ۴۳۸

مسائل طلاق بذریعہ تحریر

مسئلہ ۱۷: زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے مگر کسی ایسی چیز پر لکھے کہ حروف ممتاز (نمایاں) نہ ہوتے ہوں مثلاً پانی یا ہوا پر تو طلاق نہ ہوگی اور اگر ایسی چیز پر لکھے کہ حروف ممتاز ہوتے ہوں مثلاً کاغذ یا تختہ وغیرہ پر اور طلاق کی نیت سے لکھے تو ہو جائے گی اور اگر لکھ کر بھیجا یعنی اُس طرح لکھا جس طرح خطوط لکھے جاتے ہیں کہ معمولی القاب وآداب کے بعد اپنا مطلب لکھتے ہیں جب بھی ہوگئی بلکہ اگر نہ بھی بھیجے جب بھی اس صورت میں ہو جائے گی۔ اور یہ طلاق لکھتے وقت پڑے گی اور اُسی وقت سے عدّت شمار ہوگی۔ اور اگر یوں لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اُس وقت طلاق ہوگی عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے اور فرض کیجئے کہ عورت کو تحریر پہنچی ہی نہیں مثلاً اُس نے نہ بھیجی یا راستہ میں گم ہوگئی تو طلاق نہ ہوگی اور اگر یہ تحریر عورت کے باپ کو ملی اُس نے چاک کردی (پھاڑ دی) لڑکی کو نہ دی تو اگر لڑکی کے تمام کاموں میں یہ تصرف کرتا ہے اور وہ تحریر اُس شہر میں اُسکو ملی جہاں لڑکی رہتی ہے تو طلاق ہوگئی ورنہ نہیں مگر جب کہ تحریر آنے کی لڑکی کو خبر دی اور وہ پھٹی ہوئی تحریر بھی اُسے دی اور وہ پڑھنے میں آتی ہے تو واقع ہو جائے گی۔(1)

مسئلہ ۱۸: کسی پرچہ پر طلاق لکھی اور کہتا ہے کہ میں نے مشق کے طور پر لکھی ہے تو قضاءً اس کا قول معتبر نہیں۔(2)

مسئلہ ۱۹: دو پرچوں پر یہ لکھا کہ جب میری یہ تحریر تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے اور عورت کو دونوں پرچے پہنچے تو قاضی دو ۲ طلاقوں کا حکم دے گا۔(3)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج۴،ص ۴۴۲

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل السادس في الطلاق بالکتابۃ، ج۱،ص ۳۷۸، وغیرھما

خرید وفروخت، نکاح وطلاق وغیرہ عقود کے الفاظ لکھ کر دینے سے بھی یہ عقود اسی طرح درست قرار پاتے ہیں جس طرح بذریعہ زبان یہ عقود کیے جاتے ہیں لیکن کتابت کے ذریعے ان عقود میں یہ شرط ہے کہ عاقد یا تو خود اقرار کرے کہ یہ میری طرف سے ہے یا اس پر اور کوئی دلیل شرعی قائم ہو جائے۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص۹۹)

(2) ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: في الطلاق بالکتابۃ، ج۴،ص ۴۴۲

(3) المرجع السابق

مسئلہ ۲۰: دوسرے سے طلاق لکھوا کر بھیجی تو طلاق ہو جائے گی۔ لکھنے والے سے کہا میری عورت کو طلاق لکھ دے تو یہ اقرار طلاق ہے یعنی طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ نہ لکھے۔(4)

مسئلہ ۲۱: عورت کو بذریعہ تحریر طلاق سنت دینا چاہتا ہے تو اگر ایک طلاق دینی ہے۔ یوں لکھے کہ جب میری یہ تحریر تجھے پہنچے اس کے بعد حیض سے پاک ہونے پر تجھے طلاق ہے۔ اور تین دینی ہوں تو یوں لکھے میری تحریر پہنچنے کے بعد جب تو حیض سے پاک ہو تجھے طلاق پھر جب حیض سے پاک ہو تو طلاق پھر جب حیض سے پاک ہو تو طلاق یا یوں لکھ دے میری تحریر پہنچنے پر تجھے سنت کے موافق تین طلاقیں تو یہ بھی اُسی ترتیب سے واقع ہوں گی یعنی ہر حیض سے پاک ہونے پر ایک ایک طلاق پڑے گی اور اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو تو لکھ دے جب چاند ہو جائے تجھے طلاق پھر دوسرے مہینے میں طلاق پھر تیسرے مہینے میں طلاق یا وہی لفظ لکھ دے کہ سنت کے موافق تین طلاقیں۔(5)

مسئلہ ۲۲: شوہر نے عورت کو خط لکھا اُس میں ضرورت کی جو باتیں لکھنی تھیں لکھیں آخر میں یہ لکھ دیا کہ جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق پھر یہ طلاق کا جملہ مٹا کر خط بھیج دیا تو عورت کو خط پہنچتے ہی طلاق ہو گئی اور اگر خط کا تمام مضمون مٹا دیا اور طلاق کا جملہ باقی رکھا اور بھیج دیا تو طلاق نہ ہوئی اور اگر پہلے یہ لکھا کہ جب میرا یہ خط پہنچے تجھے طلاق اور اُس کے بعد اور مطلب کی باتیں لکھیں تو حکم بالعکس ہے یعنی الفاظ طلاق مٹا دیے تو طلاق نہ ہوئی اور باقی رکھے تو ہو گئی۔(6)

مسئلہ ۲۳: خط میں طلاق لکھی اور اُس کے بعد متصلاً (فوراً، ساتھ ہی) انشاء اللہ تعالیٰ لکھا تو طلاق نہ ہوئی اور اگر فصل کے ساتھ لکھا (یعنی اگر کچھ دیر کے بعد یا فاصلہ کے بعد لکھا) تو ہو گئی۔(7)

مسئلہ ۲۴: تحریر سے طلاق کے ثبوت میں یہ ضرور ہے کہ شوہر اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا لکھوائی یا عورت اس پر گواہ پیش کرے محض اُس کے خط سے مشابہ ہونا یا اُس کے سے دستخط ہونا یا اُس کی سی مُہر ہونا کافی نہیں۔ ہاں اگر عورت کو اطمینان اور غالب گمان ہے کہ یہ تحریر اُسی کی ہے تو اس پر عمل کرنے کی عورت کو اجازت ہے مگر جب شوہر انکار کرے تو بغیر شہادت چارہ نہیں۔(8)

مسئلہ ۲۵: کسی نے شوہر کو طلاق نامہ لکھنے پر مجبور کیا اُس نے لکھ دیا، مگر نہ دل میں ارادہ ہے، نہ زبان سے طلاق

---

(4) المرجع السابق، ص ۴۴۳

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیر ورکنہ الخ، ج۱، ص ۳۵۲

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، ج۱، ص ۳۷۸

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، ج۱، ص ۳۷۸

(8) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، باب ما یکرہ من الثیاب الخ، ج ۴، ص ۳۷۶، وغیرہا

کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے محض کسی کے اصرار کرنے پر لکھ دینا یا بڑا ہے اُس کی بات کیسے ٹالی جائے، یہ مجبوری نہیں۔(9)

مسئلہ ۲۶: طلاق دو ۲ قسم ہے صریح و کنایہ۔ صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو، اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو، اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔(10)

❁❁❁❁❁

---

(9) ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: في الاکراہ علی التوکیل ...إلخ، ج ۴، ص ۴۲۸

(10) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثاني، ص ۴۲، وغیرہا

صریح و کنایہ کا بیان

صریح کی تعریف: صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہو اس طور پر کہ جب وہ لفظ بولا جائے تو مراد سمجھ میں آجائے۔

صریح کی مثال: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: اَنْتِ طَالِقٌ تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ یہ کہے کہ غلطی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا یا میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی کیونکہ لفظ طالق، طلاق دینے میں بالکل صریح ہے اس میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ: صریح میں نیت و تاویل کا اعتبار اس لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح تو کوئی بھی شخص کچھ بھی صراحۃً کہہ کر مکر سکتا ہے حتی کہ معاذ اللہ کلمہ کفر تک بک کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میری یہ نیت نہیں تھی۔ فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۸۹ پر شفاء شریف کے حوالے سے ہے کہ: التاویل فی لفظ صراح لایقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں کی جاسکتی۔

صریح کا حکم:

صریح سے کلام کی مراد ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ خبر، صفت یا ندا ہی کیوں نہ ہو اور اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

کنایہ کی تعریف:

کنایہ وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو۔

کنایہ کی مثال:

اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا: اَنْتِ بَائِنٌ یعنی تو جدا ہے تو محض اس کے تکلم سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ بائن کے معنی تو معلوم ہیں یعنی عورت جدا ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ عورت مال سے جدا ہے یا خاندان سے یا شوہر سے۔ اس لئے طلاق کے واقع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شوہر طلاق کی نیت کرے یا مذاکرہ طلاق موجود ہو، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

کنایہ کا حکم:

نیت یا دلالتِ حال پائے جانے کے وقت کنایہ کا حکم ثابت ہوتا ہے جیسے: اَنتِ بَائِن سے اس وقت طلاق واقع ہوگی جب قائل نیتِ طلاق کرے یا پھر مذاکرہ طلاق ہو۔

صریح کا بیان

مسئلہ ۱: لفظ صریح مثلاً (۱) میں نے تجھے طلاق دی، (۲) تجھے طلاق ہے، (۳) تو مطلقہ ہے، (۴) تو طالق ہے، (۵) میں تجھے طلاق دیتا ہوں، (۶) اے مطلقہ۔ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو یا کہے میں نہیں جانتا تھا کہ طلاق کیا چیز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ طلاق کو نہ جانتا تھا دیانۃً واقع نہ ہوگی۔(1)

مسئلہ ۲: (۷) طلاغ، (۸) تلاغ، (۹) طلاک، (۱۰) تلاک، (۱۱) تلاکھ، (۱۲) تلّاکھ، (۱۳) تلاخ، (۱۴) تلاح، (۱۵) تلاق، (۱۶) طِلاق۔ بلکہ توتلے کی زبان سے، (۱۷) تلات۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو۔ (۱۸) طل اق، (۱۹) طالام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک

---

(1) الدر ...اق، باب الصریح، ج۴، ص ۴۴۳۔ ۴۴۸، وغیرہ

اعلیٰ ...ت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنوی...

صریحہ ...ت وانت طالق ومطلقة یقع بها واحدة رجعیة وان نوی خلافها اھ۔

صریح طلاق یہ ہے میں نے تجھے طلاق دی، تو طلاق والی ہے، تو مطلقہ ہے جیسے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق ہوگی اگرچہ نیت اس کے خلاف بھی کرے۔ (ت) (اے درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۸)

ہدایہ میں ہے:

انت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا یقع به الطلاق الرجعی ولایفتقر الی النیة وکذا اذا نوی الابانة لانه قصد التنجیز ماعلقه الشرع بانقضاء العدة فیرد علیه اھ (ملخصاً)

(اے الهدایة باب ایقاع الطلاق المکتبة العربیة کراچی ۱/ ۳۲۹)

تجھے طلاق، تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی، ان الفاظ سے رجعی طلاق ہوگی اور کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے، یونہی اگر ان الفاظ سے بائنہ طلاق کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی ہوگی کیونکہ شریعت نے ان الفاظ سے طلاق بائنہ کو عدت ختم ہونے تک معلق رکھا ہے جبکہ طلاق دینے والے نے فی الحال نافذ ہونے کی نیت کی ہے اس لئے بائنہ نہ ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۱۳۷۔ ۱۳۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

رجعی ہوگی۔(2)

مسئلہ ۳: اردو میں یہ لفظ کہ (۲۰) میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔ یوہیں یہ لفظ کہ (۲۱) میں نے فارغ خطی یا (۲۲) فارخطی یا (۲۳) فارکھتی دی، صریح ہے۔(3)

مسئلہ ۴: لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم و جاہل برابر ہیں۔ بہر حال طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائیگا۔(4)

مسئلہ ۵: کسی نے پوچھا تو نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اس نے کہا ہاں یا کیوں نہیں تو طلاق ہوگئی اگرچہ طلاق دینے کی نیت سے نہ کہا ہو۔(5) مگر جبکہ ایسی سخت آواز اور ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکار سمجھا جاتا ہو تو نہیں۔ (6) کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق نہیں کہا کیوں نہیں یا کہا کیوں تو طلاق ہوگئی اور اگر کہا نہیں یا ہاں تو نہیں۔(7)

مسئلہ ۶: عورت کو طلاق نہیں دی ہے مگر لوگوں سے کہتا ہے میں طلاق دے آیا تو قضاء ہو جائے گی اور دیانۃً نہیں اور اگر ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے تین دی ہیں تو دیانۃً ایک ہوگی قضاء تین، اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا۔(8)

مسئلہ ۷: عورت سے کہا اے مطلقہ، (۲۴) اے طلاق دی گئی، (۲۵) اے طالقن، (۲۶) اے طلاق شدہ، (۲۷) اے طلاق یافتہ، (۲۸) اے طلاق کردہ۔ طلاق ہوگئی اگرچہ کہے میرا مقصود گالی دینا تھا طلاق دینا نہ تھا۔ اور اگر یہ کہے کہ میرا مقصود یہ تھا کہ وہ پہلے شوہر کی مطلقہ ہے اور حقیقت میں وہ ایسی ہی ہے یعنی شوہر اول کی مطلقہ ہے تو دیانۃً اس کا قول مان لیا جائیگا اور اگر وہ عورت پہلے کسی کی منکوحہ تھی ہی نہیں یا تھی مگر اُس نے طلاق نہ دی تھی بلکہ مر گیا ہو تو یہ تاویل نہیں مانی جائیگی۔ یوہیں اگر کہا (۲۹) تیرے شوہر نے تجھے طلاق دی تو بھی وہی حکم ہے۔(9)

---

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج۴، ص ۴۴۴۔۴۴۸، وغیرہ

(3) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۲، ص ۵۵۹۔۵۶۰، وغیرہ

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج۴، ص ۴۴۶

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج۴، ص ۴۴۶

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج۱، ص ۲۰۷

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۲، ص ۵۳۸

(8) الفتاوی الخیریۃ، کتاب الطلاق، ص ۳۸

(9) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: فی قول البحران الصریح یحتاج الخ، ج۴، ص ۴۴۹

←

مسئلہ ۸: عورت سے کہا تجھے طلاق دیتا ہوں یا کہا (۳۰) تو مطلقہ ہو جا تو طلاق ہو گئی (10) مگر یہ لفظ کہ طلاق دیتا ہوں یا چھوڑتا ہوں اس کے یہ معنے لیے کہ طلاق دینا چاہتا ہوں یا چھوڑنا چاہتا ہوں تو دیانۃً نہ ہوگی قضاء ہو جائیگی۔ اور اگر یہ لفظ کہا کہ چھوڑے دیتا ہوں تو طلاق نہ ہوئی کہ یہ لفظ قصد وارادہ کے لیے ہے۔

مسئلہ ۹: (۳۱) تجھ پر طلاق (۳۲) تجھے طلاق (۳۳) طلاق ہو جا (۳۴) تو طلاق ہے (۳۵) تو طلاق ہو گئی (۳۶) طلاق لے، باہر جاتی تھی کہا (۳۷) طلاق لے جا (۳۸) اپنی طلاق اوڑھ اور روانہ ہو (۳۹) میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی (۴۰) جا تجھ پر طلاق۔ ان سب میں ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر فقط جا، بہ نیت طلاق کہتا تو بائن ہوتی۔ (11)

مسئلہ ۱۰: (۴۱) تجھے مسلمانوں کے چاروں مذہب یا (۴۲) مسلمانوں کے تمام مذہب پر طلاق یا (۴۳) تجھے یہود ونصاریٰ کے مذہب پر طلاق اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ یوہیں اگر کہا (۴۴) جا تجھے طلاق ہے سوٗروں یا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو تو رجعی ہوگی یعنی جبکہ اس لفظ سے (کہ مجھ پر حرام ہو) طلاق کی نیت نہ کی ہو ورنہ دو ۲ بائن واقع ہونگی۔ (12)

مسئلہ ۱۱: (۴۵) تو مطلقہ اور بائنہ یا (۴۶) مطلقہ پھر بائنہ ہے اس سے ایک رجعی ہوگی اور اگر لفظ بائنہ سے جدا طلاق کی نیت کی تو دو ۲ بائن اور تین کی تو تین۔ (13)

مسئلہ ۱۲: عورت کے بچہ کو دیکھ کر کہا (۴۷) اے مُطلقہ کے بچے یا (۴۸) اے مُطلقہ کے جنے تو طلاق رجعی ہوئی (14) ہاں اگر یہ نیت ہو کہ وہ پہلے شوہر کی مطلقہ ہے تو دیانۃً مان لیا جائیگا جبکہ پہلے شوہر نے طلاق دی ہو۔

مسئلہ ۱۳: عورت کی نسبت کہا (۴۹) اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا (۵۰) طلاق کی خوشخبری سُنادے یا (۵۱) اُس کی طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا یا (۵۲) اُسے لکھ بھیج یا (۵۳) اُس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا (۵۴) اُس کے

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني في ایقاع الطلاق، الفصل الاول، ج۱، ص۳۵۵

(10) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: ((سن بوش)) یقع بہ الرجعی، ج۴، ص۴۴۵

(11) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج۲، ص۲۰۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الاول في إیقاع الطلاق، الفصل الاول، ج۱، ص۳۵۵، وغیرھما

(12) الفتاوی الخیریۃ، کتاب الطلاق، ص۴۶۔۵۰

ودرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: فیما لو قال امرأتہ طالق إلخ، ج۴، ص۵۱۱

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قول الامام ایمانی إلخ، ج۴، ص۴۸۵۔۴۸۸

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني في ایقاع الطلاق، ج۱، ۳۵۵

لیے اُس کی طلاق کی سند یا یادداشت لکھدے تو طلاق ابھی پڑگئی اگرچہ نہ اُس نے اُس سے کہا نہ لکھا اور اگر یوں کہا کہ (۵۵) اُس سے کہہ کہ تو مطلقہ ہے یا (۵۶) اُسے طلاق دے آ تو جب جا کر کہے گا طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۴: (۵۷) تو فلانی سے زیادہ مُطلقہ ہے طلاق پڑگئی اگرچہ وہ فلانی مُطلقہ نہ بھی ہو۔(16)

مسئلہ ۱۵: (۵۸) اے مطلقہ (بسکون طا) (۵۹) میں نے تیری طلاق چھوڑ دی (۶۰) میں نے تیری طلاق روانہ کردی (۶۱) میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا (۶۲) میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کردی (۶۳) قرض دی (۶۴) تیرے پاس گروی (یعنی گروی رکھی) (۶۵) امانت رکھی (۶۶) میں نے تیری طلاق چاہی (۶۷) تیرے لیے طلاق ہے (۶۸) اللہ (عزوجل) نے تیری طلاق چاہی (۶۹) اللہ (عزوجل) نے تیری طلاق مقدر کردی، ان سب الفاظ سے اگر نیت طلاق ہو رجعی واقع ہوگی۔(17)

مسئلہ ۱۶: (۷۰) میں نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی عورت نے کہا میں نے خریدی اور کسی مال کے بدلے میں ہونا مذکور نہ ہوا تو رجعی ہوگی اور مال کے بدلے میں ہونا مذکور ہو تو بائن اور اگر یوں کہا (۷۱) میں نے اس عوض پر طلاق دی کہ تو اپنا مطالبہ اتنے دنوں کے لیے ہٹادے جب بھی رجعی ہوگی۔(18)

مسئلہ ۱۷: عورت کو کہا میں نے تجھے چھوڑا اور کہتا ہے میرا مقصود یہ تھا کہ بندھی ہوئی تھی اُس کی بندش کھولدی یا مقید تھی اب چھوڑ دی تو یہ تاویل سُنی نہ جائیگی ہاں اگر تصریح کردی کہ تجھے قید یا بندش سے چھوڑا تو قول مان لیا جائیگا۔(19)

مسئلہ ۱۸: اپنی عورت سے کہا (۷۲) تو مجھ پر حرام ہے تو ایک بائن طلاق ہوگی اگرچہ نیت نہ کی ہو اور اگر وہ اُس کی عورت نہ ہو تو یمین (قسم) ہے حانث ہونے پر (قسم توڑنے پر) کفارہ واجب۔ یوہیں اگر یہ کہا (۷۳) میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ میں حرام ہوں تو واقع نہ ہوگی۔(20)

---

(15) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج۲،ص۲۱۰

(16) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۲،ص۵۴۸

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: الاعتبار بالاعراب ھنا، ج۴،ص۴۵۵، ۵۲۳
والبحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق، ج۳،ص۴۳۸، ۵۲۱

(18) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: الاعتبار بالاعراب ھنا، ج۴،ص۵۲۴

(19) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج۴،ص۴۴۹

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج۴،ص۴۵۰، ۴۵۲

مسئلہ ۱۹: عورت سے کہا (۷۴) تیری طلاق مجھ پر واجب ہے تو بعض کے نزدیک طلاق ہو جائیگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔(21)

مسئلہ ۲۰: اگر کہا تجھے خدا طلاق دے تو واقع نہ ہوگی اور یوں کہا کہ (۷۵) تجھے خدا نے طلاق دی تو ہو گئی۔(22)

مسئلہ ۲۱: اگر کہا تجھے طلاق تو واقع نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیت ہو۔(23)

❀❀❀❀❀

(21) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب في قوله: علی الطلاق من ذراعی، ج ۴، ص ۴۵۴

(22) المرجع السابق

(23) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قوله: علی الطلاق من ذراعی، ج ۴، ص ۴۵۵

اضافت کا بیان

مسئلہ ۲۲: طلاق میں اضافت ضرور ہونی چاہیے بغیر اضافت طلاق واقع نہ ہوگی خواہ حاضر کے صیغہ سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے یا اشارہ کے ساتھ مثلاً اسے یا اُسے یا نام لے کر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے یا اُس کے جسم و بدن یا روح کی طرف نسبت کرے یا اُس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت کرے جو کل کے قائم مقام تصور کیا جاتا ہو مثلاً گردن یا سر یا شرمگاہ یا جزو شائع کی طرف نسبت کرے مثلاً نصف تہائی چوتھائی وغیرہ یہاں تک کہ اگر کہا تیرے ہزار حصوں میں سے ایک حصہ کو طلاق ہے تو طلاق ہو جائیگی۔(1)

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۵۶، ۴۶۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی خانیہ میں پھر فتاوی خلاصہ پھر فتاوی عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاولی رجل قال لامرأته فی الغضب اگر تو زن من سه طلاق وحذف الیاء لاتطلق لانه ما اضاف الطلاق الیها[۲]۔

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے حالتِ غضب میں کہا تو میری عورت ہے تو تین طلاق۔ اور یوں نہ کہا کہ تو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاق طلاق نہ ہوگی کہ جب اس نے تجھے کا لفظ نہ کہا تو طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کیا۔

(۲۔ فتاوی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵)

نیز فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

امرأة قالت لزوجها طلقنی ثلاثا فقال الزوج اینك هزار طلاق لاتطلق امرأته لانه کلام محتمل[۳]۔

یعنی عورت نے شوہر سے کہا مجھے تین طلاق دے دے اس نے کہا فی الحال ہزار طلاق طلاق نہ ہوگی کہ اس میں اپنی عورت کو طلاق دینا صاف نہیں۔(۳۔ فتاوی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵)

فتاوی خلاصہ میں ہے:

قالت طلقنی فضربها وقال اینك طلاق لایقع ولو قال اینك طلاق یقع[۱]۔

یعنی عورت نے کہا مجھے طلاق دے دے اس پر مرد نے اسے مارا اور کہا فی الحال طلاق طلاق نہ ہوگی اور اگر کہا فی الحال تجھے طلاق طلاق ہو جائیگی۔(۱۔ خلاصۃ الفتاوی کتاب الطلاق مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۷۶)

فتاوی قاضی خاں میں ہے:

مسئلہ ۲۳: اگر سر یا گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا تیرے اس سر یا اس گردن کو طلاق تو واقع نہ ہوگی اور اگر ہاتھ نہ رکھا

رجل قال نان خوردیم ونبیذ خوردیم زنان ما بسه ۳ ثم قال له رجل بعد ما سکت بسه ۳ طلاق فقال الرجل بسه طلاق لا تطلق امرأته لانه لما فرغ عن الکلام وسکت ساعة کان هذا ابتداء کلام لیس فیه اضافة الی شیئ ۲ ـ

ایک شخص نے کہا: ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پی ہماری عورتوں کو تین پھر جب چپ رہا دوسرے نے اس سے کہا تین طلاقیں تو جواب میں اس نے کہا تین طلاقیں طلاق نہ ہوگی کہ جب وہ پہلی بات کہہ کر کچھ دیر چپ رہا تو اب یہ ابتدائی کلام ہوا اور اس میں کسی طرف اضافت نہیں۔

محیط پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیه ابو نصر عن سکران قال لامرأته اتریدون ان اطلقك قالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن منی یك طلاق دو ۲ طلاق سه ۳ طلاق قومی واخرجی من عندی وهو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله ـ ۳ ـ

یعنی امام شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے نشہ میں کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں اس نے کہا ہاں مرد نے کہا اگر تو میری جورو ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دور ہو اور اس کا بیان ہے کہ اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی، تو اس کا قول معتبر ہے۔

(۳ ـ فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۳۸۳)

امام اجل قاضی خان نے فرمایا:

لانه لم یضف الطلاق الیها ۴ ـ اس کا قول اس لئے معتبر ہوا کہ اس نے ان لفظوں میں طلاق کو عورت کی طرف نسبت نہ کیا تھا یعنی یوں نہ کہا تھا کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔ (۴ ـ فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲ / ۲۱۹)

فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عمن قالت له امرأته مرا برگ باتو باشیدن نیست مرا طلاق ده فقال الزوج چوں تو روی طلاق داده شی وقال لم انو الطلاق هل یصدق قال نعم ۱ ـ

امام نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال ہوا ایک شخص سے اس کی عورت نے کہا تیرے ساتھ میرے رہنے کا فائدہ نہیں مجھے طلاق دے دے شوہر نے کہا تجھ جیسی کو طلاق دے دی گئی اور کہا میری نیت طلاق کی نہ تھی، کیا اس کا قول مانا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔

(۱ ـ فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۳۱۵)

فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی بزازیہ میں ہے: ←

اور یوں کہا اس سرکو طلاق اور عورت کے سر کی طرف اشارہ کیا تو واقع ہو جائے گی۔(2)

مسئلہ ۲۴: ہاتھ یا اُنگلی یا ناخن یا پاؤں یا بال یا ناک یا پنڈلی یا ران یا پیٹھ یا پیٹ یا زبان یا کان یا مونھ یا ٹھوڑی یا دانت یا سینہ یا پستان کو کہا کہ اسے طلاق تو واقع نہ ہوگی۔(3)

مسئلہ ۲۵: جزوِطلاق بھی پوری طلاق ہے اگرچہ ایک طلاق کا ہزارواں حصہ ہو مثلاً کہا تجھے آدھی یا چوتھائی طلاق ہے تو پوری ایک طلاق پڑے گی کہ طلاق کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اگر چند اجزا ذکر کیے جن کا مجموعہ ایک سے زیادہ نہ ہو تو ایک ہوگی اور ایک سے زیادہ ہو تو دوسری بھی پڑ جائے گی مثلاً کہا ایک طلاق کا نصف اور اُس کی تہائی اور چوتھائی کہ نصف اور تہائی اور چوتھائی کا مجموعہ ایک سے زیادہ ہے لہٰذا دو ۲ واقع ہوئیں اور اگر اجزا کا مجموعہ دو سے زیادہ ہے تو تین ہونگی۔ یوہیں ڈیڑھ میں دو ۲ اور ڈھائی میں تین اور اگر دو ۲ طلاق کے تین نصف کہے تو تین ہونگی اور ایک طلاق کے تین نصف میں دو ۲ اور اگر کہا ایک سے دو ۲ تک تو ایک، اور ایک سے تین تک تو دو۔(4)

مسئلہ ۲۶: اگر کہا (۷۶) تجھے طلاق ہے یہاں سے ملک شام تک تو ایک رجعی ہوگی۔ ہاں اگر یوں کہا کہ (۷۷)

قال لها لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له ۲؎

یعنی عورت سے کہا بے میری اجازت کے باہر نہ جانا کہ میں طلاق کا حلف کر چکا ہوں۔ عورت بے اجازت چلی گئی، طلاق نہ ہوگی کہ اس نے یہ نہ کہا کہ تیری طلاق کا حلف کر چکا ہوں ممکن ہے کہ اور کسی کی طلاق کا حلف کیا ہو تو جب وہ اس عورت کو طلاق دینے کی نیت سے منکر ہے تو اس کا قول معتبر ہے۔ (۲؎ فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰)

درمختار میں ہے:

لم یقع لترکه اضافة الیها۔ ۳؎ اس صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوئی کہ عورت کی طرف طلاق کی اضافت نہ کی۔

(۳؎ درمختار کتاب الطلاق باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۸)

کتب معتمدہ میں اس مسئلہ میں سندیں بہت بکثرت ہیں اور تمام تحقیق ہمارے رسالہ الکاس الدہاق باضافۃ الطلاق (۱۳۱۳ھ) میں ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۱۲۰ ۔ ۱۲۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۵۹، وغیرہ

(3) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثانی ص ۴۸

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۶۰

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۶۱، ۴۶۳، وغیرہ

اتنی بڑی یا اتنی لمبی کہ یہاں سے ملک شام تک تو بائن ہوگی۔(5)

مسئلہ ۲۷: اگر کہا(۷۸) تجھے مکہ میں طلاق ہے یا(۷۹) گھر میں یا(۸۰) سایہ میں یا(۸۱) دھوپ میں تو فوراً پڑ جائے گی، یہ نہیں کہ مکہ کو جائے جب پڑے ہاں اگر یہ کہے میرا مطلب یہ تھا کہ جب مکہ کو جائے طلاق ہے تو دیانۃً یہ قول معتبر ہے قضاءً نہیں اور اگر کہا تجھے قیامت کے دن طلاق ہے تو کچھ نہیں بلکہ یہ کلام لغو ہے اور اگر کہا(۸۲) قیامت سے پہلے تو ابھی پڑ جائے گی۔(6)

مسئلہ ۲۸: اگر کہا(۸۳) تجھے کل طلاق ہے تو دوسرے دن صبح چمکتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ یوہیں اگر کہا(۸۴) شعبان میں طلاق ہے تو جس دن رجب کا مہینہ ختم ہوگا، اُس دن آفتاب ڈوبتے ہی طلاق ہوگی۔(7)

مسئلہ ۲۹: اگر کہا تجھے میری پیدائش سے یا تیری پیدائش سے پہلے طلاق یا کہا میں نے اپنے بچپن میں یا جب سوتا تھا یا جب مجنون تھا تجھے طلاق دیدی تھی اور اس کا مجنون ہونا معلوم ہو تو طلاق نہ ہوگی بلکہ یہ کلام لغو ہے۔(8)

مسئلہ ۳۰: کہا کہ(۸۵) تجھے میرے مرنے سے دو ۲ مہینے پہلے طلاق ہے اور دو ۲ مہینے گزرنے نہ پائے کہ مر گیا تو طلاق واقع نہ ہوئی اور اس کے بعد مرا تو ہوگئی اور اُسی وقت سے مُطلقہ قرار پائے گی جب اُس نے کہا تھا۔(9)

مسئلہ ۳۱: اگر کہا میرے نکاح سے پہلے تجھے طلاق یا کہا کل گزشتہ میں حالانکہ اُس سے نکاح آج کیا ہے تو دونوں صورتوں میں کلام لغو ہے اور اگر دوسری صورت میں کل یا کل سے پہلے نکاح کر چکا ہے تو اس وقت طلاق ہو گئی۔(10) یوہیں اگر کہا(۸۶) تجھے دو ۲ مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہیں دی تھی تو اس وقت پڑ یگی بشرطیکہ نکاح کو دو ۲ مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں اور اگر جھوٹی خبر کی نیت سے کہا تو عنداللہ نہ ہوگی مگر قضاءً ہوگی۔

مسئلہ ۳۱: اگر کہا(۸۷) زید کے آنے سے ایک ماہ پہلے تجھے طلاق ہے اور زید ایک مہینے کے بعد آیا تو اس وقت طلاق ہوگی اس سے پہلے نہیں۔(11)

---

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۶۵

(6) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۶۵۔۴۶۷

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۶۸

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۷۱

(9) تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۷۲

(10) فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل فی اضافۃ الطلاق الخ، ج ۳، ص ۳۷۱، ۳۷۲، وغیرہ

(11) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۷۴

مسئلہ ۳۲: یہ کہا کہ (۸۸) جب کبھی تجھے طلاق نہ دوں تو طلاق ہے یا (۸۹) جب تجھے طلاق نہ دوں تو طلاق ہے تو چُپ ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔ اور یہ کہا کہ (۹۰) اگر تجھے طلاق نہ دوں تو طلاق ہے تو مرنے سے کچھ پہلے طلاق ہوگی۔ (12)

مسئلہ ۳۳: یہ کہا کہ (۹۱) اگر آج تجھے تین طلاقیں نہ دوں تو تجھے تین طلاقیں تو دیگا جب بھی ہونگی اور نہ دیگا جب بھی اور بچنے کی یہ صورت ہے کہ عورت کو ہزار روپے کے بدلے میں طلاق دیدے اور عورت کو چاہیے کہ قبول نہ کرے اب اگر دن گزر گیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (13)

مسئلہ ۳۴: کسی عورت سے کہا (۹۲) تجھے طلاق ہے جس دن تجھ سے نکاح کروں اور رات میں نکاح کیا تو طلاق

(12) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۷۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے:

العدم لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم اٰت البصرۃ ۲؎۔

عدم طلاق کا تحقق صرف زندگی سے مایوس ہوجانے پر ہوسکتا ہے جبکہ طلاق نہ دینا شرط ہے، جیسا کہ کوئی یوں کہے اگر میں بصرہ نہ آؤں تو بصرہ میں نہ آنا زندگی بھر میں متوقع رہتا ہے صرف موت سے ہی یہ توقع ختم ہوتی ہے۔ (ت)

(۲؎ الہدایۃ، فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳۳۵)

فتح القدیر میں ہے:

ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتی یموت باتفاق الفقہاء لان الشرط ان لا یطلقھا وذٰلك لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ لانہ متی طلقھا فی عمرہ لم یصدق انہ لم یطلقھا بل صدق نقیضہ وھو انہ طلقھا والیأس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ ۱؎۔

(۱؎ فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۷۔ ۳۷۲)

اگر خاوند نے کہا اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے کی صورت میں موت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ طلاق نہ دینے کی شرط ہے، اور یہ شرط تاحیات متحقق نہ ہوگی صرف زندگی سے مایوسی پر ہی متحقق ہوگی، کیونکہ زندگی میں جب طلاق دے گا تو طلاق نہ دینا صادق نہ آئے گا بلکہ اس کی نقیض صادق آئے گی، اور وہ یہ کہ اس نے طلاق دی ہے، اس لئے طلاق نہ دینا عمر کے آخری ادنیٰ جزء میں معلوم ہوسکے گا اور وہی زندگی سے مایوسی کا وقت ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۱۴۳۔ ۱۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۱، ص ۲۲۱، ۲۲۲

ہوگئی۔(14)

مسئلہ ۳۵: کسی عورت سے کہا(۹۳) اگر تجھ سے نکاح کروں یا(۹۴) جب، یا(۹۵) جس وقت تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے تو نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ یوہیں اگر خاص عورت کو معین نہ کیا بلکہ کہا اگر یا جب یا جس وقت میں نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے تو نکاح کرتے ہی طلاق ہو جائیگی مگر اسکے بعد دوسری عورت سے نکاح کریگا تو اُسے طلاق نہ ہوگی۔ ہاں اگر کہا(۹۶) جب کبھی میں کسی عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو جب کبھی نکاح کریگا طلاق ہو جائیگی۔ ان صورتوں میں اگر چاہے کہ نکاح ہو جائے اور طلاق نہ پڑے تو اسکی صورت یہ ہے کہ فضولی (یعنی جسے اس نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو) بغیر اس کے حکم کے اُس عورت یا کسی عورت سے نکاح کردے اور جب اسے خبر پہنچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اُس کے پاس بھیج دے یا اُس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے انکار نہ کرے تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑیگی اور اگر کوئی خود نہیں کر دیتا اسے کہنے کی ضرورت پڑے تو کسی کو حکم نہ دے بلکہ تذکرہ کرے کہ کاش کوئی میرا نکاح کردے یا کاش تو میرا نکاح کردے یا کیا اچھا ہوتا کہ میرا نکاح ہو جاتا اب اگر کوئی نکاح کردیگا تو نکاح فضولی ہوگا اور اس کے بعد وہی طریقہ برتے جو اوپر مذکور ہوا۔(15)

مسئلہ ۳۶: اس کی عورت کسی کی باندی ہے اس نے اُس سے کہا(۹۷) کل کا دن آئے تو تجھ کو دو ۲ طلاقیں اور مولیٰ نے کہا کل کا دن آئے تو تُو آزاد ہے تو دو ۲ طلاقیں ہو جائیں گی اور شوہر رجعت نہیں کرسکتا مگر اس کی عدت تین حیض ہے اور شوہر مریض تھا تو یہ وارث نہ ہوگی۔(16)

مسئلہ ۳۷: (۹۸) اُنگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تجھے اتنی طلاقیں تو ایک دو تین جتنی اُنگلیوں سے اشارہ کیا اُتنی طلاقیں ہوئیں یعنی جتنی اُنگلیاں اشارہ کے وقت کُھلی ہوں اُنکا اعتبار ہے بند کا اعتبار نہیں اور اگر وہ کہتا ہے میری مراد بند اُنگلیاں یا ہتھیلی تھی تو یہ قول دیانۃً معتبر ہوگا، قضاءً معتبر نہیں۔ اور(۹۹) اگر تین اُنگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تجھے اسکی مثل

---

(14) تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۷۸

(15) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۱۱

و ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: التعلیق المراد بہ الخ، ج ۴، ص ۵۸۳

والفتاوی الخیریۃ، کتاب النکاح، فصل فی نکاح الفضولی، الجزء الاول، ص ۲۷

(16) تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۸۲

طلاق اور نیت تین کی ہو تو تین ورنہ ایک بائن اور (١٠٠) اگر اشارہ کر کے کہا تجھے اتنی اور نیت طلاق ہے اور لفظ طلاق نہ کہا جب بھی طلاق ہو جائیگی۔(17)

مسئلہ ٣٨: طلاق کے ساتھ کوئی صفت ذکر کی جس سے شدت سمجھی جائے تو بائن ہوگی مثلاً (١٠١) بائن یا (١٠٢) البتہ (١٠٣) فحش طلاق (١٠٤) طلاق شیطان (١٠٥) طلاق بدعت (١٠٦) بدتر طلاق (١٠٧) پہاڑ برابر (١٠٨) ہزار کی مثل (١٠٩) ایسی کہ گھر بھر جائے۔(١١٠) سخت (١١١) لمبی (١١٢) چوڑی (١١٣) کھر کھری (١١٤) سب سے بُری (١١٥) سب سے کڑی (١١٦) سب سے گندی (١١٧) سب سے ناپاک (١١٨) سب سے کڑوی (١١٩) سب سے بڑی (١٢٠) سب سے چوڑی (١٢١) سب سے لمبی (١٢٢) سب سے موٹی پھر اگر تین کی نیت کی تو تین ہونگی ورنہ ایک اور اگر عورت باندی ہے تو دو ٢ کی نیت صحیح ہے۔(18)

مسئلہ ٣٩: اگر کہا (١٢٣) تجھے ایسی طلاق جس سے تو اپنے نفس کی مالک ہو جائے یا کہا (١٢٤) تجھے ایسی طلاق جس میں میرے لیے رجعت (عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق) نہیں تو بائن ہوگی اور اگر کہا (١٢٥) تجھے طلاق ہے اور میرے لیے رجعت نہیں تو رجعی ہوگی۔ یوہیں اگر کہا (١٢٦) تجھے طلاق ہے کوئی قاضی یا حاکم یا عالم تجھے واپس نہ کرے جب بھی رجعی ہوگی۔(19) اور اگر کہا (١٢٧) تجھے طلاق ہے اِس شرط پر کہ اُس کے بعد رجعت نہیں یا یوں کہا، (١٢٨) تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں یا کہا (١٢٩) تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی تو ان سب صورتوں میں رجعی ہو جانا چاہیے۔(20) اور اگر کہا (١٣٠) تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں ہوتی تو بائن ہونا چاہیے۔

مسئلہ ٤٠: عورت سے کہا (١٣١) اگر میں تجھے ایک طلاق دوں تو وہ بائن ہوگی یا کہا وہ تین ہوگی پھر اُسے طلاق دی تو نہ بائن ہوگی نہ تین بلکہ ایک رجعی ہوگی۔ یا کہا تھا کہ (١٣٢) اگر تو گھر میں جائیگی تو تجھے طلاق ہے پھر مکان میں جانے سے پہلے کہا کہ اُسے میں نے بائن یا تین کر دیا جب بھی ایک رجعی ہوگی اور یہ کہنا بے کار ہے۔(21)

مسئلہ ٤١: کہا (١٣٣) تجھے ہزاروں طلاق یا (١٣٤) چند بار طلاق تو تین واقع ہونگی اور اگر کہا (١٣٥) تجھے

---

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قولھم: الیوم إلخ، ج ٤، ص ٤٨٢۔٤٨٥

(18) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ٤، ص ٤٨٥۔٤٨٧، وغیرہ

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: فی قول الامام إلخ، ج ٤، ص ٤٨٨، ٤٩١

(20) الفتاوی الرضویۃ، ج ١٢، ص ٥٢٩

(21) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ٤، ص ٤٨٩

طلاق نہ کم نہ زیادہ تو ظاہر الروایۃ میں تین ہونگی اور امام ابوجعفر ہندوانی و امام قاضی خاں اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ دو واقع ہوں اور اگر کہا (۱۳۶) کمتر طلاق تو ایک رجعی ہوگی۔(22)

مسئلہ ۴۲: اگر کہا (۱۳۷) تجھے طلاق ہے پوری طلاق تو ایک ہوگی اور کہا کہ (۱۳۸) کُل طلاقیں تو تین۔(23)

مسئلہ ۴۳: اگر طلاق کے عدد میں وہ چیز ذکر کی جس میں تعدد نہ ہو جیسے کہا (۱۳۹) بعدد خاک (خاک کی تعداد کے برابر) یا معلوم نہ ہو کہ اس میں تعدد ہے یا نہیں مثلاً کہا (۱۴۰) ابلیس کے بال کی گنتی برابر تو دونوں صورتوں میں ایک واقع ہوگی اور ان دونوں مثالوں میں وہ بائن ہوگی۔ اور اگر معلوم ہے کہ اُس میں تعدد ہے تو اُس کی تعداد کے موافق ہوگی مگر تعداد تین سے زیادہ ہو تو تین ہی ہونگی باقی لغو مثلاً کہا (۱۴۱) اتنی جتنے میری پنڈلی یا کلائی میں بال ہیں یا اُتنی جتنی اس تالاب میں مچھلیاں ہیں اور اگر تالاب میں کوئی مچھلی نہ ہو جب بھی ایک واقع ہوگی اور پنڈلی یا کلائی کے بال اُڑا دیے ہوں اُس وقت کوئی بال نہ ہو تو طلاق نہ ہوگی اور اگر یہ کہا کہ (۱۴۲) جتنے میری ہتھیلی میں بال ہیں اور بال نہ ہو تو ایک ہوگی۔(24)

مسئلہ ۴۳: اس میں شک ہے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو کچھ نہیں اور اگر اس میں شک ہے کہ ایک دی ہے یا زیادہ تو قضاءً ایک ہے دیانۃً زیادہ۔ اور اگر کسی طرف غالب گمان ہے تو اُسی کا اعتبار ہے اور اگر اس کے خیال میں زیادہ ہے مگر اُس مجلس میں جو لوگ تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک دی تھی؛ اگر یہ لوگ عادل ہوں اور اِس بات میں اُنھیں سچا جانتا ہو تو اعتبار کر لے۔(25)

مسئلہ ۴۴: جس عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُس کو تین طلاقیں دیں تو بغیر حلالہ نکاح کر سکتا ہے کہ یہ حقیقۃً طلاق نہیں بلکہ متارکہ (عورت کو چھوڑ دینا) ہے۔(26)

❁❁❁❁❁

(22) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قول الامام ...الخ، ج ۴، ص ۴۹۱

(23) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ص ۴۹۳

(24) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۴، ص ۴۹۴

(25) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قول الامام ایمانی ...الخ، ج ۴، ص ۴۹۶

(26) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قول الامام ایمانی ...الخ، ج ۴، ص ۴۹۶

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

مسئلہ ۱: غیر مدخولہ کو کہا تجھے تین طلاقیں تو تین ہونگی اور اگر کہا تجھے طلاق تجھے طلاق تجھے طلاق یا کہا تجھے طلاق طلاق طلاق یا کہا تجھے طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک تو ان صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی باقی لغو و بیکار یعنی چند لفظوں سے واقع کرنے میں صرف پہلے لفظ سے واقع ہوگی اور باقی کے لیے محل نہ رہے گی اور موطؤہ میں بہر حال تین واقع ہونگی۔ (1)

مسئلہ ۲: کہا تجھے تین طلاقیں الگ الگ تو ایک ہوگی۔ یوہیں اگر کہا تجھے دو طلاقیں اُس طلاق کے ساتھ جو میں تجھے دوں پھر ایک طلاق دی تو ایک ہی ہوگی۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر کہا ڈیڑھ طلاق تو دو ۲ ہونگی اور اگر کہا آدھی اور ایک تو ایک۔ یوہیں ڈھائی کہا تو تین اور دو اور آدھی کہا تو دو ۲۔ (3)

مسئلہ ۴: جب طلاق کے ساتھ کوئی عدد یا وصف مذکور ہو تو اُس عدد یا وصف کے ذکر کرنے کے بعد واقع ہوگی صرف طلاق سے واقع نہ ہوگی مثلاً لفظ طلاق کہا اور عدد یا وصف کے بولنے سے پہلے عورت مرگئی تو طلاق نہ ہوئی اور اگر عدد یا وصف بولنے سے پہلے شوہر مرگیا یا کسی نے اُس کا مونھ بند کر دیا تو ایک واقع ہوگی کہ جب شوہر مرگیا تو ذکر نہ پایا گیا صرف ارادہ پایا گیا اور صرف ارادہ ناکافی ہے اور مونھ بند کر دینے کی صورت میں اگر ہاتھ ہٹاتے ہی اُسنے فوراً عدد یا وصف کو ذکر کر دیا تو اسکے موافق ہوگی ورنہ وہی ایک۔ (4)

مسئلہ ۵: غیر مدخولہ سے کہا تجھے ایک طلاق ہے، ایک کے بعد یا اسکے پہلے ایک یا اس کے ساتھ ایک تو دو ۲ ہونگی۔ (5)

مسئلہ ۶: تجھے ایک طلاق ہے اور ایک اگر گھر میں گئی تو گھر میں جانے پر دو ۲ ہونگی اور اگر یوں کہا کہ اگر تو گھر میں

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج ۴، ص ۴۹۶۔ ۴۹۹

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج ۴، ص ۴۹۹

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج ۴، ص ۴۹۹

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، مطلب: الطلاق یقع بعدد قرن بہ الخ، ج ۴، ص ۵۰۰

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج ۴، ص ۵۰۲ وغیرہ

گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک تو ایک ہوگی اور موطؤہ میں بہر حال دو ہونگی۔(6)

مسئلہ ۷: کسی کی دو ۲ یا تین عورتیں ہیں اُس نے کہا میری عورت کو طلاق تو اُن میں سے ایک پر پڑے گی اور یہ اُسے اختیار ہے کہ اُن میں سے جسے چاہے طلاق کے لیے معین کر لے اور ایک کو مخاطب کر کے کہا تجھ کو طلاق ہے یا تو مجھ پر حرام ہے تو صرف اُسی کو ہوگی جس سے کہا۔(7)

مسئلہ ۸: چار عورتیں ہیں اور یہ کہا کہ تم سب کے درمیان ایک طلاق تو چاروں پر ایک ایک ہوگی۔ یوہیں دو یا تین یا چار طلاقیں کہیں جب بھی ایک ایک ہوگی مگر اُن صورتوں میں اگر یہ نیت ہے کہ ہر ایک طلاق چاروں پر تقسیم ہو تو دو میں ہر ایک پر دو (۲) ہونگی اور تین یا چار میں ہر ایک پر تین، اور پانچ، چھ، سات، آٹھ میں ہر ایک پر دو اور تقسیم کی نیت ہے تو ہر ایک پر تین نو، دس وغیرہ میں بہر حال ہر ایک پر تین واقع ہونگی۔ یوہیں اگر کہا میں نے تم سب کو ایک طلاق میں شریک کر دیا تو ہر ایک پر ایک وعلی ہذا القیاس۔(8)

مسئلہ ۹: دو ۲ عورتیں ہیں اور دونوں غیر موطؤہ (یعنی دونوں میں سے کسی سے صحبت نہیں کی) اس نے کہا میری عورت کو طلاق میری عورت کو طلاق تو دونوں مطلقہ ہوگئیں اگر چہ وہ کہے کہ ایک ہی عورت کو میں نے دونوں بار کہا تھا اور اگر دونوں مدخولہ ہوں اور کہتا ہے کہ دونوں بار ایک ہی کی نسبت کہا تھا تو اُسکا قول مان لیا جائیگا۔ یوہیں اگر ایک مدخولہ ہو دوسری غیر مدخولہ اور مدخولہ کی نسبت دونوں مرتبہ کہا تو اُسی کو دو ۲ طلاقیں ہونگی اور غیر مدخولہ کی نسبت بیان کرے تو ہر ایک کو ایک ایک۔(9)

مسئلہ ۱۰: کہا میری عورت کو طلاق ہے اور اُسکا نام نہ لیا اور اُس کی ایک ہی عورت ہے جس کو لوگ جانتے ہیں تو اسی پر طلاق پڑے گی اگر چہ کہتا ہو کہ میری ایک عورت دوسری بھی ہے میں نے اُسے مراد لیا ہاں اگر گواہوں سے دوسری عورت ہونا ثابت کر دے تو اُسکا قول مان لیں گے اور دو ۲ عورتیں ہوں اور دونوں کو لوگ جانتے ہوں تو اسے اختیار ہے جسے چاہے مراد لے یا معین کرے۔ یوہیں اگر دونوں غیر معروف ہوں تو اختیار ہے۔(10)

---

(6) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج ۴، ص ۵۰۳

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، مطلب: فیما لو قال الخ، ج ۴، ص ۵۰۶

(8) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ۳، ص ۳۶۳

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج ۱، ص ۲۰۹ والبحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق، ج ۳، ص ۴۵۸ وغیرھا

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، مطلب: فیما لو قال الخ، ج ۴، ص ۵۰۹

(10) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج ۱، ص ۲۰۷

وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، مطلب: فیما لو قال الخ، ج ۴، ص ۵۰۹

مسئلہ ۱۱: مدخولہ کو کہا تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے یا میں نے تجھے طلاق دی میں نے تجھے طلاق دی تو دو ۲ طلاق کا حکم دیا جائے گا اگرچہ کہتا ہو کہ دوسرے لفظ سے تاکید کی نیت تھی طلاق دینا مقصود نہ تھا ہاں دیانۃً اُس کا قول مان لیا جائیگا۔(11)

مسئلہ ۱۲: اپنی عورت کو کہا اس کُتیا کو طلاق یا انکھیاری (درست آنکھوں والی) ہے اُس کو کہا اس اندھی کو طلاق تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کسی دوسری عورت کو دیکھا اور سمجھا کہ میری عورت ہے اور اپنی عورت کا نام لیکر کہا اے فلانی تجھے طلاق ہے بعد کو معلوم ہوا کہ یہ اُس کی عورت نہ تھی تو طلاق ہوگئی مگر جبکہ اُسکی طرف اشارہ کرکے کہا تو نہ ہوگی۔(12)

مسئلہ ۱۳: اگر کہا دُنیا کی تمام عورتوں کو طلاق تو اس کی عورت کو طلاق نہ ہوئی اور اگر کہا کہ اس محلہ یا اس گھر کی عورتوں کو تو ہوگئی۔(13)

مسئلہ ۱۴: عورت نے خاوند سے کہا مجھے تین طلاقیں دیدے اس نے کہا دی تو تین واقع ہوئیں اور اگر جواب میں کہا تجھے طلاق ہے تو ایک واقع ہوگی اگرچہ تین کی نیت کرے۔(14)

مسئلہ ۱۵: عورت نے کہا مجھے طلاق دیدے مجھے طلاق دیدے مجھے طلاق دیدے اس نے کہا دیدی تو ایک ہوئی اور تین کی نیت کی تو تین۔(15)

مسئلہ ۱۶: عورت نے کہا میں نے اپنے کو طلاق دے دی شوہر نے جائز کر دی تو ہوگئی۔(16)

مسئلہ ۱۷: کسی نے کہا تو اپنی عورت کو طلاق دیدے اس نے کہا ہاں ہاں طلاق واقع نہ ہوئی اگرچہ بہ نیت طلاق کہا کہ یہ ایک وعدہ ہے۔(17)

مسئلہ ۱۸: کسی نے کہا جس کی عورت اُس پر حرام ہے وہ یہ کام کرے اُن میں سے ایک نے وہ کام کیا تو عورت

---

(11) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج۴، ص۵۰۹

(12) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، ج۲، ص۲۰۸، وغیرہا

(13) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج۴، ص۵۱۱

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، الفصل الاول فی صریح الطلاق، ج۱، ص۲۰۷ وغیرہا

(15) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج۴، ص۵۱۲

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، ج۴، ص۵۱۲

(17) الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، ج۱۲، ص۳۷۹

حرام ہونے کا اقرار ہے۔ یوہیں اگر کہا جس کی عورت مُطلقہ ہو وہ تالی بجائے اور سب نے بجائی تو سب کی عورتیں مُطلقہ ہوجائیں گی۔ کسی نے کہا اب جو بات کرے اُس کی عورت کو طلاق ہے پھر خود اسی نے کوئی بات کہی تو اس کی عورت کو طلاق ہوگئی اور اوروں نے بات کی تو کچھ نہیں۔ یوہیں اگر آپس میں ایک دوسرے کو چپت (تھپڑ) مارتا تھا اور کسی نے کہا جواب چپت مارے اُس کی عورت کو طلاق ہے اور خود اسی نے چپت ماری تو اس کی عورت کو طلاق ہوگئی۔(18)

❁❁❁❁❁

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، مطلب: فیما لو ابرأ تخ، ج ۴، ص ۵۱۳

کنایہ کا بیان

کنایہ طلاق وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی اُن کا استعمال ہوتا ہو۔

مسئلہ ۱: کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں۔ بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے، بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ، (یعنی نہ گالی کا احتمال ہے نہ سوال رد کرنے کا احتمال) بلکہ جواب کے لیے متعین ہیں۔ اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں اور جن میں گالی کا احتمال ہے اُن سے طلاق ہونا خوشی اور غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب و مذاکرہ کے وقت بغیر نیت بھی طلاق واقع ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج۴، ص۵۱۶۔۵۲۲ وغیرہ

کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں

(۱) جا (۲) نکل (۳) چل (۴) روانہ ہو (۵) اٹھ (۶) کھڑی ہو (۷) پردہ کر (۸) دوپٹہ اوڑھ (۹) نقاب ڈال (۱۰) ہٹ سرک (۱۱) جگہ چھوڑ (۱۲) گھر خالی کر (۱۳) دُور ہو (۱۴) چل دُور (۱۵) اے خالی (۱۶) اے بَری (۱۷) اے جُدا (۱۸) تو جُدا ہے (۱۹) تو مجھ سے جُدا ہے (۲۰) میں نے تجھے بے قید کیا (۲۱) میں نے تجھ سے مفارقت (جدائی) کی (۲۲) رستہ ناپ (۲۳) اپنی راہ لے (۲۴) کالا مونھ کر (۲۵) چال دکھا (۲۶) چلتی بن (۲۷) چلتی نظر آ (۲۸) دفع ہو (۲۹) دال فے عین ہو (۳۰) رفو چکر ہو (۳۱) پنجرا خالی کر (۳۲) ہٹ کے سڑ (۳۳) اپنی صورت گما (۳۴) بستر اُٹھا (۳۵) اپنا سوجھتا دیکھ (۳۶) اپنی گٹھری باندھ (۳۷) اپنی نجاست الگ پھیلا (۳۸) تشریف لیجایئے (۳۹) تشریف کا ٹوکرا لیجایئے (۴۰) جہاں سینگ سمائے جا (۴۱) اپنا مانگ کھا (۴۲) بہت ہوچکی اب مہربانی فرمایئے (۴۳) اے بے علاقہ (۴۴) مونھ چھپا (۴۵) جہنم میں جا (۴۶) چولھے میں جا (۴۷) بھاڑ میں پڑ (۴۸) میرے پاس سے چل (۴۹) اپنی مُراد پر فتح مند ہو (۵۰) میں نے نکاح فسخ کیا (۵۱) تو مجھ پر مثل مُردار (۵۲) یا سوئر یا (۵۳) شراب کے ہے۔ (نہ مثل بنگ۔ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے) (۵۴) تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے (اور یوں کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں) (۵۵) تو خلاص ہے (۵۶) تیری گلوخلاصی ہوئی (۵۷) تو خالص ہوئی (۵۸) حلال خدا یا (۵۹) حلال مسلمانان یا (۶۰) ہر حلال مجھ پر حرام (۶۱) تو میرے ساتھ حرام میں ہے (۶۲) میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ آئے اگرچہ عورت نے یہ نہ کہا کہ میں نے

خریدا (۶۳) میں تجھ سے باز آیا (۶۴) میں تجھ سے درگزرا (۶۵) تو میرے کام کی نہیں (۶۶) میرے مطلب کی نہیں (۶۷)

میرے مصرف کی نہیں (۶۸) مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں (۶۹) کچھ قابو نہیں (۷۰) مِلک نہیں (۷۱) میں نے تیری راہ خالی کردی (۷۲) تو میری مِلک (ملکیت) سے نکل گئی (۷۳) میں نے تجھ سے خلع کیا (۷۴) اپنے میکے بیٹھ (۷۵) تیری باگ ڈھیلی کی (۷۶) تیری رسّی چھوڑ دی (۷۷) تیری لگام اُتارلی (۷۸) اپنے رفیقوں سے جامل (۷۹) مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں (۸۰) میں تجھ سے لا دعویٰ ہوتا ہوں (۸۱) میرا تجھ پر کچھ دعویٰ نہیں (۸۲) خاوند تلاش کر (۸۳) میں تجھ سے جُدا ہوں یا ہوا (فقط میں جُدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہا) (۸۴) میں نے تجھے جُدا کردیا

(۸۵) میں نے تجھ سے جدائی کی (۸۶) تو خود مختار ہے (۸۷) تو آزاد ہے (۸۸) مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں (۸۹) مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا (۹۰) میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا (۹۱) باپ یا (۹۲) ماں یا (۹۳) خاوندوں کو یا (۹۴) خود تجھ کو دیا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دینا کہا تو کچھ نہیں) (۹۵) مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا نہیں (۹۶) میں تیرے نکاح سے بیزار ہوں (۹۷) بری ہوں (۹۸) مجھ سے دور ہو (۹۹) مجھے صورت نہ دکھا (۱۰۰) کنارے ہو (۱۰۱) تو نے مجھ سے نجات پائی (۱۰۲) الگ ہو (۱۰۳) میں نے تیرا پاؤں کھولدیا (۱۰۴) میں نے تجھے آزاد کیا (۱۰۵) آزاد ہوجا (۱۰۶) تیری بندگی (۱۰۷) تو بے قید ہے (۱۰۸) میں تجھ سے بری ہوں (۱۰۹) اپنا نکاح کر (۱۱۰) جس سے چاہے نکاح کرلے (۱۱۱) میں تجھ سے بیزار ہوا (۱۱۲) میرے لیے تجھ پر نکاح نہیں (۱۱۳) میں نے تیرا نکاح فسخ کیا (۱۱۴) چاروں راہیں تجھ پر کھولدیں (اور اگر یوں کہا کہ چاروں راہیں تجھ پر کھلی ہیں تو کچھ نہیں جب تک یہ نہ کہے کہ (۱۱۵) جو راستہ چاہے اختیار کر) (۱۱۶) میں تجھ سے دست بردار ہوا (۱۱۷) میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں کو واپس دیا (۱۱۸) تو میری عصمت سے نکل گئی (۱۱۹) میں نے تیری مِلک سے شرعی طور پر اپنا نام اُتار دیا (۱۲۰) تو قیامت تک یا عمر بھر میرے لائق نہیں (۱۲۱) تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلی لکھنؤ سے۔(1)

مسئلہ ۱: ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کرے، مجھے تیری حاجت نہیں۔ مجھے تجھ سے سروکار نہیں۔ تجھ سے مجھے کام نہیں۔ غرض نہیں۔ مطلب نہیں۔ تو مجھے درکار نہیں۔ تجھ سے مجھے رغبت نہیں۔ میں تجھے نہیں چاہتا۔(2)

مسئلہ ۲: کنایہ کے اِن الفاظ سے ایک بائن طلاق ہوگی اگر بہ نیت طلاق بولے گئے اگرچہ بائن کی نیت نہ ہو اور دو ۲ کی نیت کی جب بھی وہی ایک واقع ہوگی مگر جبکہ زوجہ باندی ہو تو دو ۲ کی نیت صحیح ہے اور تین کی نیت کی تو تین واقع ہونگی۔(3)

مسئلہ ۳: مدخولہ (جس سے جماع کیا گیا ہو) کو ایک طلاق دی تھی پھر عدّت میں کہا کہ میں نے اُسے بائن کردیا یا تین تو بائن یا تین واقع ہوجائیں گی اور اگر عدّت یا رجعت کے بعد ایسا کہا تو کچھ نہیں۔(4)

مسئلہ ۴: صریح صریح کو لاحق ہوتی ہے یعنی پہلے صریح لفظوں سے طلاق دی پھر عدّت کے اندر دوسری مرتبہ

---

(1) الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب الکنایۃ، ج۱۲، ص۵۱۵۔۵۲۷

(2) الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب الکنایۃ، ج۱۲، ص۵۲۰

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: لا اعتبار بالاعراب ھنا، ج۴، ص۵۲۴

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج۴، ص۵۲۸

طلاق کے صریح لفظ کہے تو اس سے دوسری واقع ہوگی۔ یوہیں بائن کے بعد بھی صریح لفظ سے واقع کرسکتا ہے جبکہ عورت عدّت میں ہو اور صریح سے مراد یہاں وہ ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو اگرچہ اُس سے طلاق بائن پڑے اور عدّت میں صریح کے بعد بائن طلاق دے سکتا ہے۔ اور بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی جبکہ یہ ممکن ہو کہ دوسری کو پہلی کی خبر دینا کہہ سکیں مثلاً پہلے کہا تھا کہ تو بائن ہے اس کے بعد پھر یہی لفظ کہا تو اس سے دوسری واقع نہ ہوگی کہ یہ پہلی طلاق کی خبر ہے یا دوبارہ کہا میں نے تجھے بائن کر دیا اور اگر دوسری کو پہلی سے خبر دینا نہ کہہ سکیں مثلاً پہلے طلاق بائن دی پھر کہا میں نے دوسری بائن دی تو اب دوسری پڑے گی۔(5) یوہیں پہلی صورت میں بھی دو ۲ واقع ہونگی جبکہ دوسری سے دوسری طلاق کی نیت ہو۔(6)

مسئلہ ۵: بائن کو کسی شرط پر معلق کیا یا کسی وقت کی طرف مضاف کیا اور اُس شرط یا وقت کے پائے جانے سے پہلے طلاق بائن دیدی مثلاً یہ کہا اگر تو آج گھر میں گئی تو بائن ہے یا کل تجھے طلاق بائن ہے پھر گھر میں جانے اور کل آنے سے پہلے ہی طلاق بائن دیدی تو طلاق ہوگئی پھر عدّت کے اندر شرط پائی جانے اور کل آنے سے ایک طلاق اور پڑے گی۔(7)

مسئلہ ۶: اگر عورت کو طلاق بائن دی یا اُس سے خلع کیا اسکے بعد کہا تو گھر میں گئی تو بائن ہے تو اب طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دو شرطوں پر طلاق بائن معلق کی مثلاً کہا اگر تو گھر میں جائے تو بائن ہے اور اگر میں فلاں سے کلام کروں تو تو بائن ہے اِن دونوں باتوں کے کہنے کے بعد اب وہ گھر میں گئی تو ایک طلاق پڑی پھر اگر اُس شخص سے عدّت میں شوہر نے کلام کیا تو دوسری پڑی۔ یوہیں اگر پہلے کلام کیا پھر گھر میں گئی جب بھی دو واقع ہونگی اور اگر پہلے ایک شرط پر معلق کی پھر اس کے پائے جانے کے بعد دوسری شرط پر معلق کی دوسری کے پائے جانے پر طلاق نہ ہوگی۔(8)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ عورت کے پاس نہ جائے گا پھر چار مہینے گزرنے سے پہلے بہ نیت طلاق اُسے بائن کہا یا اُس سے خلع کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر قسم کھانے سے چار مہینے تک اُسکے پاس نہ گیا تو یہ دوسری طلاق ہوئی اور اگر پہلے

---

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: الصریح یلحق الخ، ج۴، ص۵۲۸۔ ۵۳۳

(6) بشرطیکہ اس نیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ بھی مذکور ہو۔ علمیہ، انظر منحۃ الخالق، ج۳، ص۵۳۲

والفتاوی الرضویہ، ج۱۲ص۵۷۸، ۵۸۲، ۵۸۵

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج۴، ص۵۳۴

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: الصریح یلحق الصریح والبائن، ج۴، ص۵۳۵

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الخامس، ج۱، ص۳۷۷

خلع کیا پھر کہا تو بائن ہے تو واقع نہ ہوگی۔(9)

مسئلہ ۸: یہ کہا کہ میری ہر عورت کو طلاق ہے یا اگر یہ کام کروں تو میری عورت کو طلاق ہے تو جس عورت سے خلع کیا ہے یا جو طلاق بائن کی عدّت میں ہے ان لفظوں سے اُسے طلاق نہ ہوگی۔(10)

مسئلہ ۹: جو فرقت (جدائی) ہمیشہ کے لیے ہو یعنی جس کی وجہ سے اُس سے کبھی نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسے حرمتِ مصاہرت وحرمتِ رضاع (دودھ کے رشتے کی وجہ سے نکاح کا حرام ہونا) تو اس عورت پر عدّت میں بھی طلاق نہیں ہوسکتی۔ یوہیں اگر اس کی عورت کنیز تھی اُس کو خرید لیا تو اب اُسے طلاق نہیں دے سکتا کہ وہ نکاح سے بالکل نکل گئی۔(11)

مسئلہ ۱۰: زن وشوہر (میاں بیوی) میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوا مگر دارالاسلام میں رہا تو طلاق ہوسکتی ہے اور اگر دارالحرب کو چلا گیا تو اب طلاق نہیں ہوسکتی اور مرد مرتد ہو کر دارالحرب کو چلا گیا تھا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت ابھی عدّت میں ہے تو طلاق دے سکتا ہے اور عورت اگرچہ واپس آجائے طلاق نہیں ہوسکتی۔(12)

مسئلہ ۱۱: خیار بلوغ یعنی بالغ ہوتے ہی نکاح سے ناراضی ظاہر کی اور خیار عتق کہ آزاد ہو کر تفریق چاہی ان دونوں کے بعد طلاق نہیں ہوسکتی۔(13)

❁❁❁❁❁

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس، ج۱، ص۳۷۷

(10) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج۴، ص۵۳۶

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس، ج۱، ص۳۷۸

(12) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: المختلعۃ والمبانۃ ... إلخ، ج۴، ص۵۳۷

(13) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج۴، ص۵۳۸

طلاق سپرد کرنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾﴾(1)

اے نبی! اپنی بی بیوں سے فرمادو کہ اگر تُم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں مال دوں اور تم کو اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر اللہ (عزوجل) و رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ (عزوجل) نے تم میں نیکی والوں کے لیے بڑا اجر طیار کر رکھا ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۲۱، الاحزاب: ۲۸،۲۹

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ سیدِ عالَم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے آپ سے دنیوی سامان طلب کیے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں تو کمال زہد تھا سامانِ دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو تخییر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قرشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہا) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمِّ سلمٰی بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زَمْعَہ اور چار غیر قرشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حُیَی بن اخطب خیبریہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالٰی عنھن۔ سیدِ عالَم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ میں تجھ پر ایک بات پیش کرتا ہوں، اُس میں جلدی نہ کرنا جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلینا جواب نہ دینا (اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو معلوم تھا کہ ان کے والدین جدائی کے لیے مشورہ نہ دینگے)۔ اُم المومنین نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ کیا بات ہے؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت کی۔ ام المومنین نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بارے میں مجھے والدین سے مشورہ کی کیا حاجت ہے، بلکہ میں اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں اور میں یہ چاہتی ہوں کہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو میرے جواب کی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خبر نہ دیں۔ ارشاد فرمایا: جو مجھ سے پوچھے گی کہ عائشہ نے کیا جواب دیا ہے، میں اُسے خبر کردونگا اللہ (عزوجل) نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا اور مشقت میں پڑنے والا بنا کر نہیں بھیجا ہے، اُس نے مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییرہ امراتہ...إلخ، الحدیث: ۲۹-۱۴۷۸، ص ۷۸۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر وفاقہ کی شکایت کرتے ہوئے زیادہ خرچہ دینے کے متعلق عرض کیا بعض نے یہ بھی کہا کہ فلاں فلاں کی بیویاں ایسے عمدہ لباس پہنتی ہیں ایسے عیش میں ہیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ایک ماہ تک تم میں سے کسی کے پاس نہ آئیں گے اور بالاخانہ پر تشریف فرما ہوگئے اور تمام صحابہ سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی۔ اس پر مشہور ہوگیا کہ حضور نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، لوگ گھبرا گئے، اسی گھبراہٹ میں حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق حاضر ہوئے، کیونکہ ان کی صاحبزادیاں بی بی عائشہ صدیقہ اور بی بی حفصہ حضور کے نکاح میں تھیں۔

۲۔ چونکہ اس وقت تک پردہ کی آیات نہ آئی تھیں اس لیے ان دونوں بزرگوں کو ازواج پاک کی موجودگی میں اجازت دے دی گئی۔

۳۔ غالبًا یہ اجتماع عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تھا۔

۴۔ یہ ہنسانا بھی عبادت تھا حضور کو خوش کرنا عبادت ہے، جیسے آپ کو غمگین کرنا گناہ، ایسے موقعوں پر جناب عمر ہمیشہ یہ عمل کرتے تھے۔

۵۔ بنت خارجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ پاک ہیں۔

←

حدیث ۲: صحیح بخاری شریف میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، فرماتی ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

۶؎ یعنی میری بیوی نے مجھ سے حاجت سے زیادہ جو خرچہ مانگا عیش وطرب کے لیے تو میں نے اسے یہ سزا دی کیونکہ بقدر ضرورت تو خرچہ میں دیتا ہوں۔

۷؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کا یہ عمل پسند فرمایا، پتہ لگا کہ خاوند اپنی زوجہ کو نافرمانی یا بے جا مطالبہ پر سزا دے سکتا ہے، مرد عورت کا حاکم ہے۔

۸؎ یعنی ہمارے ہاں بھی یہ ہی معاملہ درپیش ہے کہ ہماری بیازواج ہم سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کررہی ہیں۔

۹؎ معلوم ہوا کہ والد اپنی جوان شادی شدہ بیٹی کو سزا دے سکتا ہے ان دونوں حضرات نے حضور کی موجودگی میں اپنی صاحبزادیوں سے یہ برتاؤ کیا۔

۱۰؎ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

جہاں کو غنی فرمایا اپنے پاس کچھ نہ رکھا "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"۔

۱۱؎ یہ ماجرا دیکھ کر تمام ازواج پاک نے بیک زبان یہ وعدہ کیا۔

۱۲؎ کیونکہ حضور اس واقعہ سے پہلے علیحدگی کی قسم اٹھا چکے تھے اس لیے اگرچہ ان بیویوں نے یہ وعدہ کرلیا۔ مگر حضور نے اپنی قسم پوری فرمائی۔ (مرقات، لمعات)

۱۳؎ واقعہ کی ترتیب یہ ہوئی کہ اولاً ازواج مطہرات نے عرصہ تک زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کی قسم اٹھائی پھر حضرت صدیق و فاروق کا یہ واقعہ پیش آیا پھر ازواج پاک نے یہ وعدہ کیا جو یہاں مذکور ہے پھر حضور نے علیحدگی اختیار کی، مدت ایلاء ختم ہونے پر آیت کا نزول ہوا پھر ازواج پاک کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا۔

۱۴؎ کیونکہ عائشہ صدیقہ ان سب میں عالمہ عاقلہ تھیں۔

۱۵؎ چونکہ تم عمر میں چھوٹی ہو اور چھوٹی بچیاں کبھی دنیا کی زیب وزینت پر زیادہ مائل ہوتی ہیں اس لیے والدین سے مشورہ کرکے فیصلہ کرو (مرقات) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سرکار عائشہ صدیقہ کے اپنے پاس رہنے پر بہت ہی خوش ہیں۔

۱۶؎ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے نبی کی بیویو! اگر تم کو دنیاوی ٹیپ ٹاپ کا شوق ہے تو آؤ میں تم کو طلاق دے دوں اور اگر اللہ رسول اور قیامت کی بہتری چاہتی ہو تو میرے ساتھ فقر وفاقہ پر قناعت کرو تب ام المؤمنین نے یہ جواب دیا۔

۱۷؎ یہ ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فراست دانائی، علم وعقل اس سے معلوم ہوا کہ دین ودنیا کا اجتماع نہیں ہوتا۔

۱۸؎ تاکہ ہر بی بی پاک کے علم وعقل کا امتحان ہوجائے۔ ←

ہمیں اختیار دیا ہم نے اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اختیار کیا اور اس کو کچھ (یعنی طلاق) نہیں شمار کیا۔ اُسی میں ہے، مسروق کہتے ہیں مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ اُس کو ایک دفعہ اختیار دوں یا سو دفعہ جب کہ وہ مجھے اختیار کرے یعنی اس صورت میں طلاق نہیں ہوتی۔(2)

❁❁❁❁❁

۱۹؎ تاکہ وہ پوچھنے والی بی بی تمہاری پیروی کریں جس سے تم کو بھی ثواب ملے۔

۲۰؎ معنت بنا ہے عنۃ سے بمعنی گناہ مشقت، معنت دوسروں کو گناہ یا مشقت میں ڈالنے والا متعنت خود گناہ یا مشقت میں واقع ہونے والا، مطلب یہ ہے کہ دوسری بیویوں کو تمہارے جواب سے ضرور خبردار کروں گا تاکہ ان کے لیے تمہارا جواب مشعل راہ بنے اس جواب کی اشاعت مفید ہے چھپانا ان کے لیے مضر ہوگا۔ چنانچہ ان بیویوں نے وہ ہی جواب دیا جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے دیا تھا سب فقر وفاقہ پر راضی ہوگئیں۔ اور سب نے حضور کے ساتھ زندگی گزارنے کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھا۔

۲۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ضرورت کے وقت حاکم عالم سلطان اپنے دروازے پر ڈیوڑھی بان کو سنبھال سکتے ہیں ورنہ عموماً حضور کے دروازے پر حاجت ڈیوڑھی بان نہ ہوتے تھے، کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا چاہیے، خواہ خاص دوست ہو یا اجنبی، اپنی جوان اولاد کو باپ سزا دے سکتا ہے اگرچہ اولاد شادی شدہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک نے بخوشی اپنی زندگی مسکینیت میں گزار دی۔ بالا خانہ پر رہنا درست ہے، خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے یہ اختیار دینا طلاق نہ ہوگا بلکہ اگر بیوی طلاق کو اختیار کرے تب طلاق ہوگی حضرت علی اور زید ابن ثابت وحسن سے جو مروی ہے کہ اختیار طلاق دینا ہی طلاق ہے شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۷۰)

(2) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب من خیر نساءہ الخ، الحدیث: ۵۲۶۲، ۵۲۶۳، ج۳، ص۴۸۲

احکام فقہیّہ

مسئلہ ۱: عورت سے کہا تجھے اختیار ہے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے اور اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہے تو عورت اُس مجلس میں اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اگرچہ وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو اور مجلس بدلنے کے بعد کچھ نہیں کر سکتی اور اگر عورت وہاں موجود نہ تھی یا موجود تھی مگر سنا نہیں اور اُسے اختیار اُنھیں لفظوں سے دیا تو جس مجلس میں اُسے اسکا علم ہوا اُس کا اعتبار ہے۔ ہاں اگر شوہر نے کوئی وقت مقرر کر دیا تھا مثلاً آج اُسے اختیار ہے اور وقت گزرنے کے بعد اُسے علم ہوا تو اب کچھ نہیں کر سکتی اور اگر ان لفظوں سے شوہر نے طلاق کی نیت ہی نہ کی تو کچھ نہیں کہ یہ کنایہ ہیں اور کنایہ میں بے نیت طلاق نہیں ہاں اگر غضب کی حالت میں کہا یا اُس وقت طلاق کی بات چیت تھی تو اب نیت نہیں دیکھی جائے گی۔ اور اگر عورت نے ابھی کچھ نہ کہا تھا کہ شوہر نے اپنے کلام کو واپس لیا تو مجلس کے اندر واپس نہ ہوگا یعنی بعد واپسی شوہر بھی عورت اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اور شوہر اُسے منع بھی نہیں کر سکتا۔ اور اگر شوہر نے یہ لفظ کہے کہ تو اپنے کو طلاق دیدے یا تجھے اپنی طلاق کا اختیار ہے جب بھی یہی سب احکام ہیں مگر اس صورت میں عورت نے طلاق دیدی تو رجعی پڑے گی ہاں اس صورت میں عورت نے تین طلاقیں دیں اور مرد نے تین کی نیت بھی کر لی ہے تو تین ہوں گی اور مرد کہتا ہے میں نے ایک کی نیت کی تھی تو ایک بھی واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے تین کی نیت کی یا یہ کہا کہ تو اپنے کو تین طلاقیں دے لے اور عورت نے ایک دی تو ایک پڑے گی اور اگر کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو تین طلاقیں دے عورت نے ایک دی یا کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو ایک طلاق دے عورت نے تین دیں تو دونوں صورتوں میں کچھ نہیں مگر پہلی صورت میں اگر عورت نے کہا میں نے اپنے کو طلاق دی ایک اور ایک اور ایک تو تین پڑیں گی۔ (1)

مسئلہ ۲: اِن الفاظ مذکورہ کے ساتھ یہ بھی کہا کہ تو جب چاہے یا جس وقت چاہے تو اب مجلس بدلنے سے اختیار باطل نہ ہوگا اور شوہر کو کلام واپس لینے کا اب بھی اختیار نہ ہوگا۔ (2)

---

(1) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثانی، ص ۵۸

والدر المختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۱

والفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق الخ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۷۔۳۸۹، وغیرہا

(2) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۳

مسئلہ ۳: اگر عورت سے کہا تو اپنی سوت (3) کو طلاق دیدے یا کسی اور شخص سے کہا تو میری عورت کو طلاق دیدے تو مجلس کے ساتھ مقید نہیں بعد مجلس بھی طلاق ہوسکتی ہے اور اس میں رجوع کرسکتا ہے کہ یہ وکیل ہے اور مؤکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کردے مگر جبکہ مشیت (مرضی) پر معلق کردیا ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ اگر تو چاہے تو طلاق دیدے تو اب توکیل (وکیل بنانا) نہیں بلکہ تملیک (مالک بنانا) ہے لہٰذا مجلس کے ساتھ خاص ہے اور رجوع نہ کرسکے گا اور اگر عورت سے کہا تو اپنے کو اور اپنی سوت کو طلاق دیدے تو خود اُس کے حق میں تملیک ہے اور سوت کے حق میں توکیل اور ہر ایک کا حکم وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی اپنے کو مجلس بعد نہیں دے سکتی اور سوت کو دے سکتی ہے۔(4)

مسئلہ ۴: تملیک و توکیل میں چند باتوں کا فرق ہے تملیک میں رجوع نہیں کرسکتا۔ معزول نہیں کرسکتا بعد تملیک کے شوہر مجنون ہو جائے تو باطل نہ ہوگی۔ جس کو مالک بنایا اُسکا عاقل ہونا ضروری نہیں اور مجلس کے ساتھ مقید ہے اور توکیل میں اِن سب کا عکس ہے اگر بالکل ناسمجھ بچے سے کہا تو میری عورت کو اگر چاہے طلاق دیدے اور وہ بول سکتا ہے اُس نے طلاق دیدی واقع ہوگئی۔ یوہیں اگر مجنون کو مالک کردیا اور اُس نے دیدی تو ہوگئی اور وکیل بنایا تو نہیں اور مالک کرنے کی صورت میں اگر اچھا تھا اُس کے بعد مجنون ہوگیا تو واقع نہ ہوگی۔(5)

❀❀❀❀❀

(3) ایک خاوند کی دو یا زیادہ بیویاں آپس میں ایک دوسرے کی سوت کہلاتی ہیں۔

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۴
والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثانی، ص ۶۰

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۴

مجلس بدلنے کی صورتیں

مسئلہ ۵: بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا ایک کام کررہی تھی اُسے چھوڑ کر دوسرا کام کرنے لگی مثلاً کھانا منگوایا یا سوگئی یا غسل کرنے لگی یا مہندی لگانے لگی یا کسی سے خرید وفروخت کی بات کی یا کھڑی تھی جانور پر سوار ہوگئی یا سوار تھی اتر گئی یا ایک سواری سے اتر کر دوسری پر سوار ہوئی یا سوار تھی مگر جانور کھڑا تھا چلنے لگا تو اِن سب صورتوں میں مجلس بدل گئی اور اب طلاق کا اختیار نہ رہا اور اگر کھڑی تھی بیٹھ گئی یا کھڑی تھی اور مکان میں ٹہلنے لگی یا بیٹھی ہوئی تھی تکیہ لگالیا یا تکیہ لگائے ہوئے تھی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی یا اپنے باپ وغیرہ کسی کو مشورہ کے لیے بُلایا یا گواہوں کو بُلانے گئی کہ اُن کے سامنے طلاق دے بشرطیکہ وہاں کوئی ایسا نہیں جو بُلادے یا سواری پر جارہی تھی اُسے روک دیا یا پانی پیا یا کھانا وہاں موجود تھا کچھ تھوڑا سا کھالیا، ان سب صورتوں میں مجلس نہیں بدلی۔(1)

مسئلہ ۶: کشتی گھر کے حکم میں ہے کہ کشتی کے چلنے سے مجلس نہ بدلے گی اور جانور پر سوار ہے اور جانور چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے، ہاں اگر شوہر کے سکوت کرتے ہی فوراً اُسی قدم میں جواب دیا تو طلاق ہوگئی اور اگر محمل (یعنی کجاوہ) میں دونوں سوار ہیں جسے کوئی کھینچے لیے جاتا ہے تو مجلس نہیں بدلی کہ یہ کشتی کے حکم میں ہے۔(2) گاڑی پالکی (ڈولی) کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۷: بیٹھی ہوئی تھی لیٹ گئی اگر تکیہ وغیرہ لگا کر اُس طرح لیٹی جیسے سونے کے لیے لیٹتے ہیں تو اختیار جاتا رہا۔(3)

مسئلہ ۸: دو ۲ زانو بیٹھی تھی چار زانو بیٹھ گئی یا عکس کیا یا بیٹھی سوگئی تو مجلس نہیں بدلی۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الاول، ج۱،ص۳۸۷
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج۴،ص۵۴۵، وغیرھما

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج۴،ص۵۴۶

(3) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج۴،ص۵۴۶

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الاول، ج۱،ص۳۸۷،۳۸۸
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج۴،ص۵۴۵

مسئلہ ۹: شوہر نے اُسے مجبور کر کے کھڑا کیا یا جماع کیا تو اختیار نہ رہا۔(5)

مسئلہ ۱۰: شوہر کے اختیار دینے کے بعد عورت نے نماز شروع کر دی اختیار جاتا رہا نماز فرض ہو یا واجب یا نفل۔ اور اگر عورت نماز پڑھ رہی تھی اُسی حالت میں اختیار دیا تو اگر وہ نماز فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ ہے تو پوری کر کے جواب دے اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر نفل نماز ہے تو دو رکعت پڑھکر جواب دے اور اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑی ہوئی تو اختیار جاتا رہا اگرچہ سلام نہ پھیرا ہو۔ اور اگر سُبْحٰنَ اللہِ کہا یا کچھ تھوڑا سا قرآن پڑھا تو باطل نہ ہوا اور زیادہ پڑھا تو باطل ہو گیا۔(6) اور اگر عورت نے جواب میں کہا تُو اپنی زبان سے کیوں طلاق نہیں دیتا تو اس کہنے سے اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر یہ کہا اگر تُو مجھے طلاق دیتا ہے تو اتنا مجھے دیدے تو اختیار باطل ہو گیا۔(7)

مسئلہ ۱۱: اگر بیک وقت اس کی اور شفعہ کی خبر پہنچی اور عورت دونوں کو اختیار کرنا چاہتی ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ میں نے دونوں کو اختیار کیا ورنہ جس ایک کو اختیار کرے گی دوسرا جاتا رہے گا۔(8)

مسئلہ ۱۲: مرد نے اپنی عورت سے کہا تو اپنے نفس کو اختیار کر عورت نے کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا کہا میں نے اختیار کیا یا اختیار کرتی ہوں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور تین کی نیت صحیح نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۳: تفویضِ طلاق (طلاق کا سپرد کرنا) میں یہ ضرور ہے کہ زن و شو (میاں بیوی) دونوں میں سے ایک کے کلام میں لفظ نفس یا طلاق کا ذکر ہو اگر شوہر نے کہا تجھے اختیار ہے عورت نے کہا میں نے اختیار کیا طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر جواب میں کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا شوہر نے کہا تھا تو اپنے نفس کو اختیار کر عورت نے کہا میں نے اختیار کیا یا کہا میں نے کیا تو اگر نیت طلاق تھی تو ہوگئی اور یہ بھی ضرور ہے کہ لفظ نفس کو متصلاً (ساتھ ہی) ذکر کرے اور اگر اس لفظ کو کچھ دیر بعد کہا اور مجلس بدلی نہ ہو تو متصل ہی کے حکم میں ہے یعنی طلاق واقع ہوگی اور مجلس بدلنے کے بعد کہا تو بیکار ہے۔(10)

---

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۶

(6) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثاني، ص ۵۸

(7) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۸
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۶

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۸

(9) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۶

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق الخ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۸۔۳۸۹ وغیرہ

مسئلہ ۱۴: شوہر نے دو بار کہا اختیار کر اختیار کر یا کہا اپنی ماں کو اختیار کر تو اب لفظ نفس ذکر کرنے کی حاجت نہیں یہ اُس کے قائم مقام ہوگیا۔ یوہیں عورت کا کہنا کہ میں نے اپنے باپ یا ماں یا اہل یا ازواج کو اختیار کیا لفظ نفس کے قائم مقام ہے اور اگر عورت نے کہا میں نے اپنی قوم یا کنبہ والوں یا رشتہ داروں کو اختیار کیا تو یہ اسکے قائم مقام نہیں اور اگر عورت کے ماں باپ نہ ہوں تو یہ کہنا بھی کہ میں نے اپنے بھائی کو اختیار کیا کافی ہے اور ماں باپ نہ ہونے کی صورت میں اُس نے ماں باپ کو اختیار کیا جب بھی طلاق ہوجائے گی۔ عورت سے کہا تین کو اختیار کر عورت نے کہا میں نے اختیار کیا تو تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ (11)

مسئلہ ۱۵: عورت نے جواب میں کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا نہیں بلکہ اپنے شوہر کو تو واقع ہو جائے گی اور یوں کہا کہ میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا میں نے اپنے نفس یا شوہر کو اختیار کیا تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا اپنے نفس اور شوہر کو تو واقع ہوگی اور اگر کہا شوہر اور نفس کو تو نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۶: مرد نے عورت کو اختیار دیا تھا عورت نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ شوہر نے کہا اگر تو اپنے کو اختیار کر لے تو ایک ہزار دونگا عورت نے اپنے کو اختیار کیا تو نہ طلاق ہوئی نہ مال دینا واجب آیا۔ (13)

مسئلہ ۱۷: شوہر نے اختیار دیا عورت نے جواب میں کہا میں نے اپنے کو بائن کیا یا حرام کر دیا یا طلاق دی تو جواب ہوگیا اور ایک بائن طلاق پڑ گئی۔ (14)

مسئلہ ۱۸: شوہر نے تین بار کہا تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے عورت نے کہا میں نے اختیار کیا یا کہا پہلے کو اختیار کیا یا بیچ والے کو یا پچھلے کو یا ایک کو بہر حال تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور اگر اس کے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی یا میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کیا یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک بائن واقع ہوگی۔ (15)

مسئلہ ۱۹: شوہر نے تین مرتبہ کہا مگر عورت نے پہلی ہی بار کے جواب میں کہہ دیا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو بعد والے الفاظ باطل ہو گئے۔ یوہیں اگر عورت نے کہا میں نے ایک کو باطل کر دیا تو سب باطل ہو گئے۔ (16)

---

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۴۸، وغیرہما

(12) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۳، ص ۴۱۴

(13) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۳، ص ۴۱۴

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق ۔۔۔ إلخ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۹

(15) تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۵۰۔ ۵۵۲

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق ۔۔۔ إلخ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۸۹

مسئلہ ۲۰: شوہر نے کہا تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ تو طلاق دیدے عورت نے طلاق دی تو بائن واقع ہوئی۔(17)

مسئلہ ۲۱: عورت سے کہا تین طلاقوں میں سے جوتو چاہے تجھے اختیار ہے تو ایک یا دو کا اختیار ہے تین کا نہیں۔(18)

مسئلہ ۲۲: عورت کو اختیار دیا اُس نے جواب میں کہا میں تجھے نہیں اختیار کرتی یا تجھے نہیں چاہتی یا مجھے تیری حاجت نہیں تو یہ سب کچھ نہیں اور اگر کہا میں نے یہ اختیار کیا کہ تیری عورت نہ ہوں تو بائن ہوگئی۔(19)

مسئلہ ۲۳: کسی سے کہا تو میری عورت کو اختیار دیدے تو جب تک یہ شخص اُسے اختیار نہ دے گا عورت کو اختیار حاصل نہیں اور اگر اُس شخص سے کہا تو عورت کو اختیار کی خبر دے تو عورت کو اختیار حاصل ہو گیا اگرچہ خبر نہ کرے۔(20)

مسئلہ ۲۴: کہا تجھے اس سال یا اس مہینے یا آج دن میں اختیار ہے تو جب تک وقت باقی ہے اختیار ہے اگرچہ مجلس بدل گئی ہو۔ اور اگر ایک دن کہا تو چوبیس گھنٹے اور ایک ماہ کہا تو تیس دن تک اختیار ہے اور چاند جس وقت دکھائی دیا اُس وقت ایک مہینے کا اختیار دیا تو تیس دن ضرور نہیں بلکہ دوسرے ہلال (چاند) تک ہے۔(21)

مسئلہ ۲۵: نکاح سے پیشتر (پہلے) تفویضِ طلاق کی مثلاً عورت سے کہا اگر میں دوسری عورت سے نکاح کروں تو تجھے اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار ہے تو یہ تفویض نہ ہوئی کہ اضافت ملک کی طرف نہیں۔ یوہیں اگر ایجاب وقبول میں شرط کی اور ایجاب شوہر کی طرف سے ہو مثلاً کہا میں تجھے اس شرط پر نکاح میں لایا عورت نے کہا میں نے قبول کیا جب بھی تفویض نہ ہوئی۔ اور اگر عقد میں شرط کی اور ایجاب عورت یا اُس کے وکیل نے کیا مثلاً میں نے اپنے نفس کو یا اپنی فلاں موکلہ (وکیل بنانے والی) کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا مرد نے کہا میں نے اس شرط پر قبول کیا تو تفویض طلاق ہوگئی شرط پائی جائے تو عورت کو جس مجلس میں علم ہوا اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہے۔(22)

---

(17) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۵۲

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الخ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۹۰

(19) المرجع السابق

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۵۲

(21) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۴، ص ۵۵۳

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الاول، ج ۱، ص ۳۹۰

(22) ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی الحشیشۃ الخ، ج ۴، ص ۴۳۷

مسئلہ ۲۶: مرد نے عورت سے کہا تیرا امر (یعنی معاملہ) تیرے ہاتھ ہے تو اس میں بھی وہی شرائط واحکام ہیں جو اختیار کے ہیں کہ نیت طلاق سے کہا ہو اور نفس کا ذکر ہو اور جس مجلس میں کہا یا جس مجلس میں علم ہوا اُسی میں عورت نے طلاق دی ہو تو واقع ہو جائے گی اور شوہر رجوع نہیں کرسکتا صرف ایک بات میں فرق ہے وہاں تین کی نیت صحیح نہیں اور اس میں اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین واقع ہونگی اگرچہ عورت نے اپنے کو ایک طلاق دی یا کہا میں نے اپنے نفس کو قبول کیا یا اپنے امر کو اختیار کیا یا تو مجھ پر حرام ہے یا مجھ سے جدا ہے یا میں تجھ سے جُدا ہوں یا مجھے طلاق ہے۔ اور اگر مرد نے دو ۲ کی نیت کی یا ایک کی یا نیت میں کوئی عدد نہ ہو تو ایک ہوگی۔(23)

مسئلہ ۲۷: زوجہ نابالغہ ہے اُس سے یہ کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اُس نے اپنے کو طلاق دیدی ہوگئی اور اگر عورت کے باپ سے کہا کہ اُس کا امر تیرے ہاتھ ہے اس نے کہا میں نے قبول کیا یا کوئی اور لفظ طلاق کا کہا طلاق ہوگئی۔(24)

مسئلہ ۲۸: عورت کے لیے یہ لفظ کہا مگر اُسے اس کا علم نہ ہوا اور طلاق دے لی واقع نہ ہوئی۔(25)

مسئلہ ۲۹: شوہر نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اس کے جواب میں عورت نے کہا میرا امر میرے ہاتھ ہے تو یہ جواب نہ ہوا یعنی طلاق نہ ہوئی بلکہ جواب میں وہ لفظ ہونا چاہیے جس کی نسبت عورت کی طرف اگر زوج (شوہر) کرتا تو طلاق ہوتی۔(26) مثلاً کہے میں نے اپنے نفس کو حرام کیا، بائن کیا، طلاق دی، وغیرہا۔ یوہیں اگر جواب میں کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا کہا قبول کیا یا عورت کے باپ نے قبول کیا جب بھی طلاق ہوگئی۔ یوہیں اگر جواب میں کہا تو مجھ پر حرام ہے یا میں تجھ پر حرام ہوئی یا تو مجھ سے جدا ہے یا میں تجھ سے جدا ہوں یا کہا میں حرام ہوں یا میں جدا ہوں تو ان سب صورتوں میں طلاق ہے اور اگر کہا تو حرام ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھ پر یا تو جدا ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھ سے تو باطل ہے طلاق نہ ہوئی۔(27)

مسئلہ ۳۰: اس کے جواب میں اگرچہ رجعی کا لفظ ہو طلاق بائن پڑے گی ہاں اگر شوہر نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے طلاق دینے میں تو رجعی ہوگی یا شوہر نے کہا تین طلاق کا امر تیرے ہاتھ ہے اور عورت نے ایک یا دو دی تو رجعی

---

(23) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج ۴، ص ۵۵۴، وغیرہ

(24) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج ۴، ص ۵۵۵

(25) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق الذی یکون من الوکیل الخ، ج ۲، ص ۲۵۱

(26) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج ۴، ص ۵۵۴۔۵۵۶

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۳۹۰، ۳۹۱

ہے۔(28)

مسئلہ ۳۱: کہا تیرا امر تیری ہتھیلی میں ہے یا دہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ میں یا تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا یا تیرے ہاتھ کو سپرد کر دیا یا تیرے مونھ میں ہے یا زبان میں، جب بھی وہی حکم ہے۔(29)

مسئلہ ۳۲: اگر ان الفاظ کو بہ نیت طلاق نہ کہا تو کچھ نہیں مگر حالت غضب یا مذاکرہ طلاق (یعنی طلاق کے متعلق گفتگو) میں کہا تو نیت نہیں دیکھی جائے گی بلکہ حکم طلاق دیدیں گے۔ اور اگر مرد کو حالت غضب یا مذاکرہ طلاق سے انکار ہے تو عورت سے گواہ لیے جائیں گواہ نہ پیش کر سکے تو قسم لیکر شوہر کا قول مانا جائے۔ اور نیت طلاق پر اگر عورت گواہ پیش کرے تو مقبول نہیں ہاں اگر مرد نے نیت کا اقرار کیا ہو اور اقرار کے گواہ عورت پیش کرے تو مقبول ہیں۔(30)

مسئلہ ۳۳: شوہر نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے، آج اور پرسوں تو دونوں راتیں درمیان کی داخل نہیں اور یہ دو تفویضیں جدا جدا ہیں، لہٰذا اگر آج رد کر دیا تو پرسوں عورت کو اختیار رہے گا اور رات میں طلاق دیگی تو واقع نہ ہوگی اور ایک دن میں ایک ہی بار طلاق دے سکتی ہے اور اگر کہا آج اور کل تو رات داخل ہے اور آج رد کر دیگی تو کل کے لیے بھی اختیار نہ رہا کہ یہ ایک تفویض ہے اور اگر یوں کہا آج تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور کل تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو رات داخل نہیں اور جدا جدا دو تفویضیں ہیں اور اگر کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے آج اور کل اور پرسوں تو ایک تفویض ہے اور راتیں داخل ہیں اور جہاں دو تفویضیں ہیں، اگر آج اُس نے طلاق دے لی پھر کل آنے سے پہلے اُسی سے نکاح کر لیا تو کل پھر اُسے طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے۔(31)

مسئلہ ۳۴: عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ شوہر نے میرا امر میرے ہاتھ میں دیا تو یہ دعویٰ نہ سُنا جائے کہ بیکار ہے۔ ہاں عورت نے اس امر کے سبب اپنے کو طلاق دے دی پھر طلاق ہونے اور مہر لینے کے لیے دعویٰ کیا تو اب سُنا جائیگا۔(32)

مسئلہ ۳۵: اگر یہ کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے جس دن فلاں آئے تو صرف دن کے لیے ہے اگر رات میں آیا تو

---

(28) المرجع السابق

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۱

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۱

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۱،۳۹۲

والدر المختار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج۴، ص۵۵۷

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۱

طلاق نہیں دے سکتی اور اگر وہ دن میں آیا مگر عورت کو اُس کے آنے کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا تو اب اختیار نہ رہا۔(33)

مسئلہ ۳۶: اگر کوئی وقت معین نہ کیا تو مجلس بدلنے سے اختیار جاتا رہے گا جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر وقت معین کردیا ہو مثلاً آج یا کل یا اس مہینے یا اس سال میں تو اُس پورے وقت میں اختیار حاصل ہے۔

مسئلہ ۳۷: کاتب سے کہا تو لکھ دے اگر میں اپنی عورت کی بغیر اجازت سفر کو جاؤں تو وہ جب چاہے اپنے کو ایک طلاق دے لے، عورت نے کہا میں ایک طلاق نہیں چاہتی تین طلاقیں لکھو مگر شوہر نے انکار کردیا اور لکھنے کی نوبت نہ آئی تو عورت کو ایک طلاق کا اختیار حاصل رہا۔(34)

مسئلہ ۳۸: اجنبی شخص سے کہا کہ میری عورت کا امر تیرے ہاتھ ہے تو اُس کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے اور وہی احکام ہیں جو خود عورت کے ہاتھ میں اختیار دینے کے ہیں۔(35)

مسئلہ ۳۹: دو شخصوں کے ہاتھ میں دیا تو تنہا ایک کچھ نہیں کرسکتا اور اگر کہا میرے ہاتھ میں ہے اور تیرے اور مخاطب نے طلاق دے دی تو جب تک شوہر اُس طلاق کو جائز نہ کریگا نہ ہوگی اور اگر کہا اللہ (عزوجل) کے ہاتھ میں ہے اور تیرے ہاتھ میں اور مخاطب نے طلاق دیدی تو ہوگئی۔(36)

مسئلہ ۴۰: عورت کے اولیا (سرپرستوں) نے طلاق لینی چاہی شوہر عورت کے باپ سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ تم جو چاہو کرو اور والدِ زوجہ نے طلاق دیدی تو اگر شوہر نے تفویض کے ارادہ سے نہ کہا ہو طلاق نہ ہوگی۔(37)

مسئلہ ۴۱: عورت سے کہا اگر تیرے ہوتے ساتے (یعنی تیرے ہوتے ہوئے) نکاح کروں تو اُسکا امر تیرے ہاتھ میں ہے پھر کسی فضولی (وہ شخص جو دوسرے کے حق میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف (عمل دخل) کرے) نے اس کا نکاح کردیا اور اس نے کوئی کام ایسا کیا جس سے وہ نکاح جائز ہوگیا مثلاً مہر بھیج دیا یا وطی کی۔ زبان سے کہہ کر جائز نہ کیا تو پہلی عورت کو اختیار نہیں کہ اُسے طلاق دیدے۔ اور اگر اس کے وکیل نے نکاح کردیا یا فضولی کے نکاح کو زبان سے جائز کیا یا کہا تھا کہ میرے نکاح میں اگر کوئی عورت آئے تو ایسا ہے تو ان سب صورتوں میں عورت کو اختیار

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۲

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۳

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۳

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۹۳

(37) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج۴، ص۵۶۲

ہے۔(38)

مسئلہ ۴۲: اپنی دو ۲ عورتوں سے کہا کہ تمھارا امر تمھارے ہاتھ ہے تو اگر دونوں اپنے کو طلاق دیں تو ہوگی، ورنہ نہیں۔(39)

مسئلہ ۴۳: اپنی عورت سے کہا کہ میری عورتوں کا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو میری جس عورت کو چاہے طلاق دیدے تو خود اپنے کو وہ طلاق نہیں دے سکتی۔(40)

مسئلہ ۴۴: فضولی نے کسی کی عورت سے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے عورت نے کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور یہ خبر شوہر کو پہنچی اُس نے جائز کر دیا تو طلاق واقع نہ ہوئی مگر جس مجلس میں عورت کو اجازتِ شوہر کا علم ہوا اُسے اختیار حاصل ہوگیا یعنی اب چاہے تو طلاق دے سکتی ہے۔ یوہیں اگر عورت نے خود ہی کہا میں نے اپنا امر اپنے ہاتھ میں کیا پھر کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور شوہر نے جائز کر دیا تو طلاق نہ ہوئی مگر اختیار طلاق حاصل ہوگیا۔ اور اگر عورت نے یہ کہا کہ میں نے اپنا امر اپنے ہاتھ میں کیا اور اپنے کو میں نے طلاق دی شوہر نے جائز کر دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگئی اور عورت کو اختیار بھی حاصل ہوگیا یعنی اب اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو دوسری بائن طلاق واقع ہوگی۔ عورت نے کہا میں نے اپنے کو بائن کر دیا شوہر نے جائز کیا اور شوہر کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق بائن ہوگئی۔ اور عورت نے طلاق دینا کہا تو اجازت شوہر کے وقت اگر شوہر کی نیت نہ بھی ہو طلاق ہو جائیگی اور تین کی نیت صحیح نہیں۔ اور عورت نے کہا میں نے اپنے کو تجھ پر حرام کر دیا شوہر نے جائز کر دیا طلاق ہوگئی۔(41)

مسئلہ ۴۵: شوہر سے کسی نے کہا فلاں شخص نے تیری عورت کو طلاق دیدی اُس نے جواب میں کہا اچھا کیا تو طلاق ہوگئی اور اگر کہا بُرا کیا تو نہ ہوئی۔(42)

مسئلہ ۴۶: اپنی عورت سے کہا جب تک تو میرے نکاح میں ہے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اُس کا امر تیرے ہاتھ میں ہے پھر اِس عورت سے خلع کیا (یعنی مال کے بدلے نکاح سے آزاد کیا) یا طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں اب دوسری عورت سے نکاح کیا تو پہلی عورت کو کچھ اختیار نہیں اور اگر یہ کہا تھا کہ کسی عورت سے نکاح کروں تو اُس

---

(38) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الامر بالید، ج ۴، ص ۵۶۲

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۹۴

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۹۴

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۹۴

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۹۴

کا امر تیرے ہاتھ ہے تو خلع وغیرہ کے بعد بھی اس کو اختیار ہے۔(43)

مسئلہ ۴۷: عورت سے کہا تو اپنے کو طلاق دیدے اور نیت کچھ نہ ہو یا ایک یا دو ۲ کی نیت ہو اور عورت آزاد ہو تو عورت کے طلاق دینے سے ایک رجعی واقع ہوگی اور تین کی نیت کی ہو تو تین پڑیں گی اور عورت باندی ہو تو دو ۲ کی نیت بھی صحیح ہے۔ اور اگر عورت نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے کو بائن کیا یا جُدا کیا یا میں حرام ہوں یا بَری ہوں جب بھی ایک رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کچھ نہیں اگرچہ شوہر نے جائز کر دیا ہو۔(44) کسی اور سے کہا تو میری عورت کو رجعی طلاق دے اُس نے بائن دی جب بھی رجعی ہوگی اور اگر وکیل نے طلاق کا لفظ نہ کہا بلکہ کہا میں نے اُسے بائن کر دیا یا جُدا کر دیا تو کچھ نہیں۔(45)

مسئلہ ۴۸: عورت سے کہا اگر تو چاہے تو اپنے کو دس طلاقیں دے عورت نے تین دیں یا کہا اگر چاہے تو ایک طلاق دے عورت نے آدھی دی تو دونوں صورتوں میں ایک بھی واقع نہیں۔(46)

مسئلہ ۴۹: شوہر نے کہا تو اپنے کو رجعی طلاق دے عورت نے بائن دی یا شوہر نے کہا بائن طلاق دے عورت نے رجعی دی تو جو شوہر نے کہا وہ واقع ہوگی عورت نے جیسی دی وہ نہیں اور اگر شوہر نے اُس کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ تو اگر چاہے اور عورت نے اُس کے حکم کے خلاف بائن یا رجعی دی تو کچھ نہیں۔(47)

مسئلہ ۵۰: کسی کی دو عورتیں ہیں اور دونوں مدخولہ ہیں اُس نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا تم دونوں اپنے کو یعنی خود کو اور دوسری کو تین طلاقیں دو ہر ایک نے اپنے کو اور سوت کو آگے پیچھے تین طلاقیں دیں تو پہلی ہی کے طلاق دینے سے دونوں مُطلّقہ ہوگئیں اور اگر پہلے سَوت کو طلاق دی پھر اپنے کو تو سَوت کو پڑ گئی اسے نہیں کہ اختیار ساقط (ختم) ہو چکا لہٰذا دوسری نے اگر اسے طلاق دی تو یہ بھی مُطلّقہ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ اور اگر شوہر نے اس طرح اختیار دینے کے بعد منع کر دیا کہ طلاق نہ دو تو جب تک مجلس باقی ہے ہر ایک اپنے کو طلاق دے سکتی ہے سَوت کو نہیں کہ دوسری کے حق میں وکیل ہے اور منع کر دینے سے وکالت باطل ہوگئی۔ اور اگر اُس لفظ کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو فقط ایک کے طلاق دینے سے طلاق نہ ہوگی جب تک دونوں اُسی مجلس میں اپنے کو اور دوسری کو طلاق نہ دیں طلاق نہ ہوگی اور مجلس

---

(43) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۳۹۶، ۳۹۷

(44) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج ۴، ص ۵۶۳ ۔ ۵۶۵

(45) ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج ۴، ص ۵۶۹

(46) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۲، ص ۲۴۱

(47) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج ۴، ص ۵۶۹

کے بعد کچھ نہیں ہوسکتا۔(48)

مسئلہ ۵۱: کسی سے کہا اگر تو چاہے عورت کو طلاق دیدے اُس نے کہا میں نے چاہا تو طلاق نہ ہوئی اور اگر کہا اُس کو طلاق ہے اگر تو چاہے اُس نے کہا میں نے چاہا تو ہوگئی۔(49)

مسئلہ ۵۲: عورت سے کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو طلاق دیدے عورت نے جواب میں کہا میں نے چاہا کہ اپنے کو طلاق دیدوں تو کچھ نہیں۔ اگر کہا تو چاہے تو اپنے کو تین طلاقیں دیدے عورت نے کہا مجھے طلاق ہے تو طلاق نہ ہوئی جب تک یہ نہ کہے کہ مجھے تین طلاقیں ہیں۔(50)

مسئلہ ۵۳: عورت سے کہا اپنے کو تو طلاق دیدے جیسی تو چاہے تو عورت کو اختیار ہے بائن دے یا رجعی ایک دے یا دو یا تین مگر مجلس بدلنے کے بعد اختیار نہ رہے گا۔(51)

مسئلہ ۵۴: اگر کہا تو چاہے تو اپنے کو طلاق دیدے اور تو چاہے تو میری فلاں بی بی کو طلاق دیدے تو پہلے اپنے کو طلاق دے یا اُس کو دونوں مُطلقہ ہوجائیں گی۔(52)

مسئلہ ۵۵: عورت سے کہا تو جب چاہے اپنے کو ایک طلاق بائن دیدے پھر کہا تو جب چاہے اپنے کو ایک وہ طلاق دے جس میں رجعت کا میں مالک رہوں عورت نے کچھ دنوں بعد اپنے کو طلاق دی تو رجعی ہوگی اور شوہر کے پچھلے کلام کا جواب سمجھا جائیگا۔(53)

مسئلہ ۵۶: عورت سے کہا تجھ کو طلاق ہے اگر تو ارادہ کرے یا پسند کرے یا خواہش کرے یا محبوب رکھے جواب میں کہا میں نے چاہا یا ارادہ کیا ہوگئی۔ یوہیں اگر کہا تجھے موافق آئے جواب میں کہا میں نے چاہا ہوگئی اور جواب میں کہا میں نے محبوب رکھا تو نہ ہوئی۔(54)

مسئلہ ۵۷: عورت سے کہا اگر تو چاہے تو تجھ کو طلاق ہے جواب میں کہا ہاں یا میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوئی

---

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۳

(49) ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في المشیۃ، ج۴، ص۵۶۷

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۳

(51) المرجع السابق، ص۴۰۳

(52) المرجع السابق، ص۴۰۳

(53) المرجع السابق، ص۴۰۳

(54) المرجع السابق، ص۴۰۴

واقع نہ ہوئی اور اگر کہا تو اگر قبول کرے تو تجھ کو طلاق ہے جواب میں کہا میں نے چاہی تو ہوگئی۔(55)

مسئلہ ۵۸: عورت سے کہا تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے، جواب میں کہا میں نے چاہا اگر تو چاہے، مرد نے بہ نیتِ طلاق کہا میں نے چاہا، تو واقع نہ ہوئی اور اگر مرد نے آخر میں کہا میں نے تیری طلاق چاہی تو ہوگئی جبکہ نیت بھی ہو۔(56) اگر عورت نے جواب میں کہا میں نے چاہا اگر فلاں بات ہوئی ہو کسی ایسی چیز کے لیے جو ہو چکی ہو یا اُس وقت موجود ہو مثلاً اگر فلاں شخص آیا ہو یا میرا باپ گھر میں ہو اور واقع میں وہ آچکا ہے یا وہ گھر میں ہے تو طلاق واقع ہو گئی اور اگر وہ ایسی چیز ہے جواب تک نہ ہوئی ہو اگرچہ اُس کا ہونا یقینی ہو مثلاً کہا میں نے چاہا اگر رات آئے یا اُس کا ہونا محتمل ہو مثلاً اگر میرا باپ چاہے تو طلاق نہ ہوئی اگرچہ اُس کے باپ نے کہہ دیا کہ میں نے چاہا۔(57)

مسئلہ ۵۹: عورت سے کہا تجھ کو ایک طلاق ہے اگر تو چاہے، تجھ کو دو ۲ طلاقیں ہیں اگر تو چاہے، جواب میں کہا میں نے ایک چاہی میں نے دو چاہی اگر دونوں جملے متصل ہوں تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ یوہیں اگر کہا تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے ایک اور اگر تو چاہے دو اُس نے جواب میں کہا میں نے چاہی تو تین طلاقیں ہوگئیں۔(58)

مسئلہ ۶۰: شوہر نے کہا اگر تو چاہے اور نہ چاہے تو تجھ کو طلاق ہے۔ یا تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے اور نہ چاہے تو طلاق نہیں ہوسکتی چاہے یا نہ چاہے۔ اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو بہر حال طلاق ہے چاہے یا نہ چاہے۔ اگر عورت سے کہا تو طلاق کو محبوب رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق اور اگر تو اُس کو مبغوض رکھتی ہے (یعنی بُرا سمجھتی ہے) تو تجھ کو طلاق اگر عورت کہے میں محبوب رکھتی ہو یا بُرا جانتی ہوں تو طلاق ہو جائے گی اور اگر کچھ نہ کہے یا کہے میں نہ محبوب رکھتی ہوں نہ بُرا جانتی تو نہ ہوگی۔(59)

مسئلہ ۶۱: اپنی دو عورتوں سے کہا تم دونوں میں سے جسے طلاق کی زیادہ خواہش ہے اُس کو طلاق، دونوں نے اپنی خواہش دوسری سے زیادہ بتائی اگر شوہر دونوں کی تصدیق کرے تو دونوں مُطلقہ ہوگئیں ورنہ کوئی نہیں۔(60)

---

(55) المرجع السابق، ص ۴۰۴

(56) الھدایۃ، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج ۱، ص ۲۴۲

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۰۴

والدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج ۴، ص ۵۷۰

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۰۴

(59) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، مطلب: أنت طالق ان شئت الخ، ج ۴، ص ۵۷۶

(60) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: انت طالق الخ، ج ۴، ص ۵۷۷

مسئلہ ۶۲: عورت سے کہا اگر تو مجھ سے محبت یا عداوت رکھتی ہے تو تجھ پر طلاق، عورت نے اُسی مجلس میں محبت یا عداوت (دشمنی) ظاہر کی طلاق ہوگئی اگرچہ اُسکے دل میں جو کچھ ہے اُس کے خلاف ظاہر کیا ہو اور اگر شوہر نے کہا اگر دل سے تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو تجھ پر طلاق، عورت نے جواب میں کہا میں تجھے محبوب رکھتی ہوں طلاق ہو جائیگی اگرچہ جھوٹی ہو۔(61)

مسئلہ ۶۳: عورت سے کہا تجھ پر ایک طلاق اوراگر تجھے ناگوار (ناپسند) ہو تو دو، عورت نے ناگواری ظاہر کی تو تین طلاقیں ہوئیں اور چپ رہی تو ایک۔(62)

مسئلہ ۶۴: تجھ کو طلاق ہے جب تو چاہے یا جس وقت چاہے یا جس زمانہ میں چاہے، عورت نے رد کر دیا یعنی کہا میں نہیں چاہتی، تو رد نہ ہوا بلکہ آئندہ جس وقت چاہے طلاق دے سکتی ہے مگر ایک ہی دے سکتی ہے زیادہ نہیں۔ اور اگر یہ کہا کہ جب کبھی تو چاہے تو تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے مگر دو ایک ساتھ یا تینوں ایک ساتھ نہیں دے سکتی بلکہ متفرق طور پر اگرچہ ایک ہی مجلس میں تین بار میں تین طلاقیں دیں اور اس لفظ میں اگر دو یا تین اکٹھا دیں تو ایک بھی نہ ہوئی۔ اور اگر عورت نے متفرق طور پر اپنے کو تین طلاقیں دیکر دوسرے سے نکاح کیا اس کے بعد پھر شوہر اول سے نکاح کیا تو اب عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہ رہا۔ اور اگر خود طلاق نہ دی یا ایک یا دو دے کر بعد عدّت دوسرے سے نکاح کیا پھر شوہر اول کے نکاح میں آئی تو اب پھر اُسے تین طلاقیں متفرق طور پر دینے کا اختیار ہے۔(63)

مسئلہ ۶۵: تو طالق ہے جس جگہ چاہے تو اُسی مجلس تک اختیار ہے بعد مجلس چاہا کرے کچھ نہیں ہوسکتا۔(64)

مسئلہ ۶۶: اگر کہا جتنی تو چاہے یا جس قدر یا جو تو چاہے تو عورت کو اختیار ہے اُس مجلس میں جتنی طلاقیں چاہے دے اگرچہ شوہر کی کچھ نیت ہو اور بعد مجلس کچھ اختیار نہیں۔ اور اگر کہا تین میں سے جو چاہے یا جس قدر یا جتنی تو ایک اور دو ۲ کا اختیار ہے تین کا نہیں اور ان صورتوں میں تین یا دو طلاقیں دینا یا حالت حیض میں طلاق دینا بدعت نہیں۔(65)

مسئلہ ۶۷: شوہر نے کسی شخص سے کہا میں نے تجھے اپنے تمام کاموں میں وکیل بنایا۔ وکیل نے اُس کی عورت کو طلاق دے دی واقع نہ ہوئی اور اگر کہا تمام امور (معاملات) میں وکیل کیا جن میں وکیل بنانا جائز ہے تو تمام باتوں میں

(61) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۵

(62) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۵

(63) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج۴، ص۵۷۰۔ ۵۷۳

(64) الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج۴، ص۵۷۳

(65) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، مطلب: في مسألۃ الهدم، ج۴، ص۵۷۵

وکیل بن گیا۔(66) یعنی اُس کی عورت کو طلاق بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ ۶۸: ایک طلاق دینے کے لیے وکیل کیا، وکیل نے دو دیدیں تو واقع نہ ہوئی اور بائن کے لیے وکیل کیا وکیل نے رجعی دی تو بائن ہوگی اور رجعی کے لیے وکیل سے کہا اُس نے بائن دی تو رجعی ہوئی۔ اور اگر ایسے کو وکیل کیا جو غائب ہے اور اُسے ابھی تک وکالت کی خبر نہیں اور موکل کی عورت کو طلاق دیدی تو واقع نہ ہوئی کہ ابھی تک وکیل ہی نہیں۔ اور اگر کسی سے کہا میں تجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہیں کرتا تو اس کہنے سے وکیل نہ ہوا یا اس کے سامنے اسکی عورت کو کسی نے طلاق دی اور اس نے اُسے منع نہ کیا جب بھی وہ وکیل نہ ہوا۔(67)

مسئلہ ۶۹: طلاق دینے کے لیے وکیل کیا اور وکیل کے طلاق دینے سے پہلے خود موکل نے عورت کو طلاق بائن یا رجعی دے دی تو جب تک عورت عدّت میں ہے وکیل طلاق دے سکتا ہے۔ اور اگر وکیل نے طلاق نہیں دی اور موکل نے خود طلاق دیکر عدّت کے اندر اُس عورت سے نکاح کر لیا تو وکیل اب بھی طلاق دے سکتا ہے اور عدّت گزرنے کے بعد اگر نکاح کیا تو نہیں۔ اور اگر میاں بی بی میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا جب بھی عدّت کے اندر وکیل طلاق دے سکتا ہے ہاں اگر مرتد ہو کر دار الحرب کو چلا گیا اور قاضی نے حکم بھی دیدیا تو اب وکالت باطل ہوگئی۔ یوہیں اگر وکیل معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو وکالت باطل نہ ہوگی ہاں اگر دار الحرب کو چلا گیا اور قاضی نے حکم بھی دیدیا تو باطل۔(68)

مسئلہ ۷۰: طلاق کے وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل بنا دے۔(69)

مسئلہ ۷۱: کسی کو وکیل بنایا اور وکیل نے منظور نہ کیا تو وکیل نہ ہوا اور اگر چُپ رہا پھر طلاق دیدی ہوگئی۔ سمجھ وال بچہ اور غلام کو بھی وکیل بنا سکتا ہے۔(70)

مسئلہ ۷۲: وکیل سے کہا تو میری عورت کو کل طلاق دیدینا اُس نے آج ہی کہہ دیا تجھ پر کل طلاق ہے تو واقع نہ ہوئی۔ یوہیں اگر وکیل سے کہا طلاق دے دے اُس نے طلاق کو کسی شرط پر معلّق کیا مثلاً کہا اگر تو گھر میں جائے تو تجھ پر طلاق ہے اور عورت گھر میں گئی طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں وکیل سے تین طلاق کے لیے کہا وکیل نے ہزار طلاقیں دیدیں یا آدھی کے لیے کہا وکیل نے ایک طلاق دی تو واقع نہ ہوئی۔(71)

---

(66) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل في الطلاق الذي یکون من الوکیل أومن المرأۃ، ج۱، ص۲۵۳

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۸

(68) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل في الطلاق الذي یکون من الوکیل أومن المرأۃ، ج۱، ص۲۵۳

(69) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث في تفویض الطلاق، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۰۹

(70) المرجع السابق

(71) البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل في المشیئۃ، ج۳، ص۵۷۷

تعلیق کا بیان

تعلیق کے معنے یہ ہیں کہ کسی چیز کا ہونا دوسری چیز کے ہونے پر موقوف کیا جائے یہ دوسری چیز جس پر پہلی موقوف ہے اس کو شرط کہتے ہیں۔ تعلیق صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ شرط فی الحال معدوم ہو(یعنی موجود نہ ہو) مگر عادۃً ہوسکتی ہو لہٰذا اگر شرط معدوم نہ ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تجھ کو طلاق ہے یہ تعلیق نہیں بلکہ فوراً طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر شرط عادۃً محال ہو مثلاً یہ کہ اگر سوئی کے ناکے میں اونٹ چلا جائے تو تجھ کو طلاق ہے یہ کلام لغو (فضول) ہے اس سے کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ شرط متصلاً (یعنی ساتھ ہی) بولی جائے اور یہ کہ سزا دینا مقصود نہ ہو مثلاً عورت نے شوہر کو کمینہ کہا شوہر نے کہا اگر میں کمینہ ہوں تو تجھ پر طلاق ہے تو طلاق ہوگئی اگرچہ کمینہ نہ ہو کہ ایسے کلام سے تعلیق مقصود نہیں ہوتی بلکہ عورت کو ایذا (تکلیف) دینا، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فعل ذکر کیا جائے جسے شرط ٹھہرایا، لہٰذا اگر یوں کہا تجھے طلاق ہے اگر، اور اس کے بعد کچھ نہ کہا تو یہ کلام لغو ہے طلاق نہ واقع ہوئی نہ ہوگی۔ تعلیق کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت تعلیق کے وقت اُس کے نکاح میں ہو مثلاً اپنی منکوحہ سے یا جو عورت اُس کی عدّت میں ہے کہا اگر تو فلاں کام کرے یا فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر طلاق ہے یا نکاح کی طرف اضافت ہو مثلاً کہا اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اُس پر طلاق ہے یا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق ہے یا جس عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے اور کسی اجنبیہ سے کہا اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھ پر طلاق، پھر اُس سے نکاح کیا اور وہ عورت اُس کے یہاں گئی طلاق نہ ہوئی یا کہا جو عورت میرے ساتھ سوئے اُسے طلاق ہے پھر نکاح کیا اور ساتھ سوئی طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں اگر والدین سے کہا اگر تم میرا نکاح کرو گے تو اُسے طلاق پھر والدین نے اس کے بے کہے نکاح کر دیا طلاق واقع نہ ہوگی۔ یوہیں اگر طلاق ثبوت ملک (ملکیت کا ثابت ہونا) یا زوال ملک (ملکیت کا ختم ہونا) کے مقارن (متصل) ہو تو کلام لغو ہے طلاق نہ ہوگی، مثلاً تجھ پر طلاق ہے تیرے نکاح کے ساتھ یا میری یا تیری موت کے ساتھ۔(1)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: فیما لوحلف لایحلف فعلق، ج۴، ص۵۸۶۔۵۷۸، وغیرہما

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہوجانے سے واقع ہوجائے گی،

فی الھدایۃ اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق وھذا بالاتفاق اھ (اے الہدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲ /۳۶۵)

←

مسئلہ ۱: طلاق کسی شرط پر معلق کی تھی اور شرط پائی جانے سے پہلے تین طلاقیں دیدیں تو تعلیق باطل ہوگئی یعنی وہ عورت پھر اس کے نکاح میں آئے اور اب شرط پائی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دیں تو تعلیق باطل نہ ہوئی لہٰذا اب اگر عورت اس کے نکاح میں آئے اور شرط پائی جائے تو جتنی طلاقیں معلّق کی تھیں سب واقع ہوجائیں گی یہ اُس صورت میں ہے کہ دوسرے شوہر کے بعد اس کے نکاح میں آئی۔ اور اگر دو ایک طلاق دیدی پھر بغیر دوسرے کے نکاح کے خود نکاح کرلیا تو اب تین میں جو باقی ہے واقع ہوگی اگرچہ بائن طلاق دی ہو یا رجعی کی عدّت ختم ہوگئی ہو کہ بعد عدّت رجعی میں بھی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ملک نکاح جانے سے تعلیق باطل نہیں ہوتی۔(2)

مسئلہ ۲: شوہر مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا گیا تو تعلیق باطل ہوگئی یعنی اب اگر مسلمان ہوا اور اُس عورت سے نکاح کیا پھر شرط پائی گئی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(3)

مسئلہ ۳: شرط کا محل جاتا رہا تعلیق باطل ہوگئی مثلاً کہا اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق اب وہ شخص مرگیا تو تعلیق باطل ہوگئی لہٰذا اگر کسی ولی کی کرامت سے جی گیا (یعنی زندہ ہوگیا) اب کلام کیا طلاق واقع نہ ہوگی یا کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان منہدم ہوکر (گرکر) کھیت یا باغ بن گیا تعلیق جاتی رہی اگرچہ پھر دوبارہ اُس جگہ مکان بنایا گیا ہو۔(4)

مسئلہ ۴: یہ کہا اگر تو اس گلاس میں کا پانی پیے گی تو تجھ پر طلاق ہے اور گلاس میں اُس وقت پانی نہ تھا تو تعلیق باطل ہے اور اگر پانی اُس وقت موجود تھا پھر گرادیا گیا تو تعلیق صحیح ہے۔

مسئلہ ۵: زوجہ کنیز (لونڈی) ہے اُس سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر تین طلاقیں پھر اُس کے مالک نے اُسے آزاد کردیا اب گھر میں گئی تو دو طلاقیں پڑیں اور شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے کہ بوقت تعلیق تین طلاق کی اُس میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا دو ہی کی تعلیق ہوگی اور اب کہ آزاد ہوگئی تین کی صلاحیت اُس میں ہے مگر اُس تعلیق کے سبب دو ہی واقع ہونگی کہ ایک طلاق کا اختیار شوہر کو اب جدید حاصل ہوا۔(5)

ہدایہ میں ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو تو وہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوگی، مثلاً یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۱۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۵۸۹، وغیرہ

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۵۹۰

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب فی معنی قولھم: لیس للمقلد ان یخ، ج ۴، ص ۵۹۰

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۵۹۱

مسئلہ ۶: حروف شرط اُردو زبان میں یہ ہیں۔ اگر، جب، جس وقت، ہر وقت، جو، ہر، جس، جب کبھی، ہر بار۔

مسئلہ ۷: ایک مرتبہ شرط پائی جانے سے تعلیق ختم ہوجاتی ہے یعنی دوبارہ شرط پائی جانے سے طلاق نہ ہوگی مثلاً عورت سے کہا اگر تو فلاں کے گھر میں گئی یا تو نے فلاں سے بات کی تو تجھ کو طلاق ہے عورت اُس کے گھر گئی تو طلاق ہوگئی دوبارہ پھر گئی تو اب واقع نہ ہوگی کہ اب تعلیق کا حکم باقی نہیں مگر جب کبھی یا جب جب یا ہر بار کے لفظ سے تعلیق کی ہے تو ایک دوبار پر تعلیق ختم نہ ہوگی بلکہ تین بار میں تین طلاقیں واقع ہونگی کہ یہ کُلَّما کا ترجمہ ہے اور یہ لفظ عموم افعال کے واسطے آتا ہے مثلاً عورت سے کہا جب کبھی تو فلاں کے گھر جائے یا فلاں سے بات کرے تو تجھ کو طلاق ہے تو اگر اُس کے گھر تین بار گئی تین طلاقیں ہوگئیں اب تعلیق کا حکم ختم ہوگیا یعنی اگر وہ عورت بعد حلالہ پھر اُس کے نکاح میں آئی اب پھر اُس کے گھر گئی تو طلاق واقع نہ ہوگی ہاں اگر یوں کہا ہے کہ جب کبھی میں اُس سے نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے تو تین پر بس نہیں بلکہ سوبار بھی نکاح کرے تو ہر بار طلاق واقع ہوگی۔(6) یوہیں اگر یہ کہا کہ جس جس شخص سے تو کلام کرے تجھ کو طلاق ہے یا ہر اُس عورت سے کہ میں نکاح کروں اُسے طلاق ہے یا جس جس وقت تو یہ کام کرے تجھ پر طلاق ہے کہ یہ الفاظ بھی عموم کے واسطے ہیں، لہٰذا ایک بار میں تعلیق ختم نہ ہوگی۔

مسئلہ ۸: عورت سے کہا جب کبھی میں تجھے طلاق دوں تو تجھے طلاق ہے اور عورت کو ایک طلاق دی تو دو واقع ہوئیں ایک طلاق تو خود اب اُس نے دی اور ایک اُس تعلیق کے سبب اور اگر یوں کہا کہ جب کبھی تجھے طلاق ہو تو تجھ کو طلاق ہے اور ایک طلاق دی تو تین ہوئیں ایک تو خود اس نے دی اور ایک تعلیق کے سبب اور دوسری طلاق واقع ہونے سے طلاق ہونا پایا گیا لہٰذا ایک اور پڑ یگی کہ یہ لفظ عموم کے لیے ہے مگر بہر صورت تین سے متجاوز (زیادہ) نہیں ہوسکتی۔(7)

مسئلہ ۹: شرط پائی جانے سے تعلیق ختم ہوجاتی ہے اگرچہ شرط اُس وقت پائی گئی کہ عورت نکاح سے نکل گئی ہو البتہ اگر عورت نکاح میں نہ رہی تو طلاق واقع نہ ہوگی مثلاً عورت سے کہا تھا اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ کو طلاق ہے، اس کے بعد عورت کو طلاق دیدی اور عدّت گزر گئی اب عورت اُس کے گھر گئی پھر شوہر نے اُس سے نکاح کرلیا اب پھر گئی تو طلاق واقع نہ ہوگی کہ تعلیق ختم ہوچکی ہے لہٰذا اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر تین طلاقیں اور چاہتا ہو کہ اُس کے گھر آمدورفت شروع ہوجائے تو اُس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیدے پھر عدّت کے بعد عورت اُس کے گھر جائے پھر نکاح کرلے اب جایا آیا کرے طلاق واقع نہ ہوگی مگر عموم کے الفاظ استعمال کیے ہوں تو

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط الخ، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۱۵

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص ۵۹۷۔۶۰۱

یہ حیلہ کام نہیں دیگا۔(8)

مسئلہ ۱۰: یہ کہا کہ ہر اُس عورت سے کہ میں نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو جتنی عورتوں سے نکاح کریگا سب کو طلاق ہو جائے گی اور اگر ایک ہی عورت سے دوبار نکاح کیا تو صرف پہلی بار طلاق پڑیگی دوبارہ نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۱: یہ کہا کہ جب کبھی میں فلاں کے گھر جاؤں تو میری عورت کو طلاق ہے اور اُس شخص کی چار عورتیں ہیں اور چار مرتبہ اُس کے گھر گیا تو ہر بار میں ایک طلاق واقع ہوئی لہٰذا اگر عورت کو معین نہ کیا ہو تو اب اختیار ہے کہ چاہے تو سب طلاقیں ایک پر کردے یا ایک ایک، ایک ایک پر (یعنی ایک ایک طلاق ایک ایک عورت پر کردے)۔ اور اگر دوشخصوں سے یہ کہا جب کبھی میں تم دونوں کے یہاں کھانا کھاؤں تو میری عورت کو طلاق ہے اور ایک دن ایک کے یہاں کھانا کھایا دوسرے دن دوسرے کے یہاں، تو عورت کو تین طلاقیں پڑگئیں یعنی جبکہ تین لقمے یا زیادہ کھایا ہو۔(10)

مسئلہ ۱۲: یہ کہا کہ جب کبھی میں کوئی اچھا کلام زبان سے نکالوں تو تجھ پر طلاق ہے، اس کے بعد کہا سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر بغیر واو کے سُبْحٰنَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَللہُ اَکْبَرُ کہا تو تین۔(11)

مسئلہ ۱۳: یہ کہا کہ جب کبھی میں اِس مکان میں جاؤں اور فلاں سے کلام کروں تو میری عورت کو طلاق ہے، اُس کے بعد اُس گھر میں کئی مرتبہ گیا مگر اُس سے کلام نہ کیا تو عورت کو طلاق نہ ہوئی اور اگر جانا کئی بار ہوا اور کلام ایک بار تو ایک طلاق ہوئی۔(12)

مسئلہ ۱۴: شوہر نے دروازہ کی کنڈی بجائی کہ کھول دیا جائے اور کھولا نہ گیا اُس نے کہا اگر آج رات میں تو دروازہ نہ کھولے تو تجھ کو طلاق ہے اور گھر میں کوئی تھا ہی نہیں کہ دروازہ کھولتا، یوہیں رات گزرگئی تو طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں اگر جیب میں روپیہ تھا مگر ملا نہیں اس پر کہا اگر وہ روپیہ کہ تو نے میری جیب سے لیا ہے واپس نہ کرے تو تجھ کو طلاق ہے پھر دیکھا تو روپیہ جیب ہی میں تھا تو طلاق واقع نہ ہوئی۔(13)

---

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب مہم: الاضافۃ للتعریف الخ، ج۴، ص۶۰۰

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الاول، ج۱، ص۴۱۵

(10) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۱۶

(11) المرجع السابق

(12) المرجع السابق، ص۴۱۷

(13) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۲، ص۲۳۲، وغیرہا

مسئلہ ۱۵: عورت کو حیض ہے اور کہا اگر تو حائض ہو تو تجھ کو طلاق، یا عورت بیمار ہے اور کہا اگر تو بیمار ہو تو تجھ کو طلاق، تو اِس سے وہ حیض یا مرض مراد ہے کہ زمانہ آئندہ میں ہو اور اگر اس موجود کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ کل اگر تو حائض ہو تو تجھ کو طلاق اور اُسے علم ہے کہ حیض سے ہے تو یہی حیض مراد ہے، لہٰذا اگر صبح چمکتے وقت حیض رہا تو طلاق ہوگئی جبکہ اُس وقت تین دن پورے یا اس سے زائد ہوں۔ اور اگر اُسے اس حیض کا علم نہیں تو جدید حیض مراد ہوگا لہٰذا طلاق نہ ہوگی اور اگر کھڑے ہونے، بیٹھنے، سوار ہونے، مکان میں رہنے پر تعلیق کی اور کہتے وقت وہ بات موجود تھی تو اس کہنے کے کچھ بعد تک اگر عورت اُسی حالت پر رہی تو طلاق ہوگئی اور مکان میں داخل ہونے یا مکان سے نکلنے پر تعلیق کی تو آئندہ کا جانا اور نکلنا مراد ہے اور مارنے اور کھانے سے مراد وہ ہے جو اب کہنے کے بعد ہوگا اور روزہ رکھنے پر معلق کیا اور تھوڑی دیر بھی روزہ کی نیت سے رہی تو طلاق ہوگئی اور اگر یہ کہا کہ ایک دن اگر تو روزہ رکھے تو اُس وقت طلاق ہوگی کہ اُس دن کا آفتاب ڈوب جائے۔(14)

مسئلہ ۱۶: یہ کہا اگر تجھے حیض آئے تو طلاق ہے، تو عورت کو خون آتے ہی طلاق کا حکم نہ دینگے جب تک تین دن رات تک مُستمر (جاری) نہ ہو، اور جب یہ مدت پوری ہوگی تو اُسی وقت سے طلاق کا حکم دینگے جب سے خون دیکھا ہے اور یہ طلاق بدعی ہوگی کہ حیض میں واقع ہوئی۔ اور یہ کہا کہ اگر تجھے پورا حیض آئے یا آدھا یا تہائی یا چوتھائی تو ان سب صورتوں میں حیض ختم ہونے پر طلاق ہوگی پھر اگر دس دن پر حیض ختم ہو تو ختم ہوتے ہی اور کم میں منقطع (ختم) ہو تو نہانے یا نماز کا وقت گزر جانے پر ہوگی۔(15)

مسئلہ ۱۷: حیض اور احتلام وغیرہ مخفی (پوشیدہ) چیزیں عورت کے کہنے پر مان لی جائینگی مگر دوسرے پر اس کا کچھ اثر نہیں مثلاً عورت سے کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھ کو اور فلانی کو طلاق ہے، اور عورت نے اپنا حائض (حیض والی) ہونا بتایا تو خود اس کو طلاق ہوگئی دوسری کو نہیں ہاں اگر شوہر نے اُس کے کہنے کی تصدیق کی یا اُس کا حائض ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہوا تو دوسری کو بھی طلاق ہوگی۔(16)

مسئلہ ۱۸: کسی کی دو عورتیں ہیں دونوں سے کہا جب تم دونوں کو حیض آئے تو دونوں کو طلاق ہے، دونوں نے کہا ہمیں حیض آیا اور شوہر نے دونوں کی تصدیق کی تو دونوں مطلقہ ہوگئیں اور دونوں کی تکذیب کی تو کسی کو نہیں اور ایک کی

---

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۲۱

(15) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص۶۰۷۔۶۰۹

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص۶۰۴۔۶۰۷

تصدیق کی اور ایک کی تکذیب، تو جس کی تصدیق کی ہے اُسے طلاق ہوئی اور جس کی تکذیب کی اُس کو نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۹: یہ کہا کہ تو لڑکا جنے تو ایک طلاق اور لڑکی جنے تو دو ۲، اور لڑکا لڑکی دونوں پیدا ہوئے تو جو پہلے پیدا ہوا اُسی کے بموجب طلاق واقع ہوگی اور معلوم نہ ہو کہ پہلے کیا پیدا ہوا تو قاضی ایک طلاق کا حکم دیگا اور احتیاط یہ ہے کہ شوہر دو طلاقیں سمجھے اور عدت بھی دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے پوری ہوگئی لہٰذا اب رجعت بھی نہیں کرسکتا اور دونوں ایک ساتھ پیدا ہوں تو تین طلاقیں ہوں گی اور عدت حیض سے پوری کرے اور خنثیٰ (ہیجڑا) پیدا ہوا تو ایک ابھی واقع مانی جائے گی اور دوسری کا حکم اُس وقت تک موقوف رہیگا جب تک اُس کا حال نہ کھلے اور اگر ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں تو قاضی دو کا حکم دیگا اور احتیاط یہ ہے کہ تین سمجھے اور اگر دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی تو قاضی ایک کا حکم دیگا اور احتیاطاً تین سمجھے۔(18)

مسئلہ ۲۰: یہ کہا کہ جو کچھ تیرے شکم (پیٹ) میں ہے اگر لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق اور لڑکی ہے تو دو، اور لڑکا لڑکی دونوں پیدا ہوئے تو کچھ نہیں۔ یوہیں اگر کہا کہ بوری میں جو کچھ ہے اگر گیہوں ہیں تو تجھے طلاق یا آٹا ہے تو تجھے طلاق، اور بوری میں گیہوں اور آٹا دونوں ہیں تو کچھ نہیں اور یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو ایک طلاق اور لڑکی تو دو اور دونوں ہوئے تو تین طلاقیں ہوئیں۔(19)

مسئلہ ۲۱: عورت سے کہا اگر تیرے بچہ پیدا ہو تو تجھ کو طلاق، اب عورت کہتی ہے میرے بچہ پیدا ہوا اور شوہر تکذیب کرتا ہے (یعنی جھٹلاتا ہے) اور حمل ظاہر نہ تھا نہ شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو صرف جنائی (دائی) کی شہادت پر حکم طلاق نہ دینگے۔(20)

مسئلہ ۲۲: یہ کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو طلاق ہے اور مُردہ بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگئی اور کچا بچہ جنی اور بعض اعضا بن چکے تھے جب بھی طلاق ہوگئی ورنہ نہیں۔(21)

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۲۲

جس کی تصدیق کی ہے اُسے طلاق ہوئی اور جس کی تکذیب کی اُس کو نہیں۔ غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے، اصل کتاب میں مسئلہ اس طرح ہے جس کی تکذیب کی ہے اسے طلاق ہوئی اور جس کی تصدیق کی ہے اس کو نہیں۔ علمیہ

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: اختلاف الزوجین في وجود الشرط، ج۴، ص۶۱۰

(19) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص۶۱۱

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۲۴

(21) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، الجزء الثاني، ص۵۴، وغیرھا

مسئلہ ۲۳: عورت سے کہا اگر تو بچہ جنے تو تجھ کو طلاق، پھر کہا اگر تو اُسے لڑکا جنے تو دو طلاقیں، اور لڑکا ہوا تو تین واقع ہوگئیں۔(22) اور اگر یوں کہا کہ تو اگر بچہ جنے تو تجھ کو دو طلاقیں، پھر کہا وہ بچہ کہ تیرے شکم میں ہے لڑکا ہو تو تجھ کو طلاق، اور لڑکا ہوا تو ایک ہی طلاق ہوگی اور بچہ پیدا ہوتے ہی عدّت بھی گزر جائے گی۔(23)

مسئلہ ۲۴: حمل پر طلاق معلق کی ہو تو مستحب یہ ہے کہ استبرا یعنی حیض کے بعد وطی کرے کہ شاید حمل ہو۔(24)

مسئلہ ۲۵: اگر دو شرطوں پر طلاق معلق کی مثلاً جب زید آئے اور جب عمرو آئے یا جب زید و عمرو آئیں تو تجھ کو طلاق ہے تو طلاق اُس وقت واقع ہوگی کہ پچھلی شرط اس کی مِلک (ملکیت) میں پائی جائے اگرچہ پہلی اُس وقت پائی گئی کہ عورت ملک میں نہ تھی مثلاً اُسے طلاق دیدی تھی اور عدّت گزر چکی تھی اب زید آیا پھر اُس سے نکاح کیا اب عمرو آیا تو طلاق واقع ہوگئی اور دوسری شرط ملک میں نہ ہو تو پہلی اگرچہ ملک میں پائی گئی طلاق نہ ہوئی۔(25)

مسئلہ ۲۶: وطی پر تین طلاقیں معلق کی تھیں تو حشفہ داخل ہونے سے طلاق ہو جائے گی، اور واجب ہے کہ فوراً جدا ہو جائے۔(26)

مسئلہ ۲۷: اپنی عورت سے کہا جب تک تو میرے نکاح میں ہے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اُسے طلاق پھر عورت کو طلاق بائن دی اور عدّت کے اندر دوسری عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ ہوئی اور رجعی کی عدّت میں تھی تو ہوگئی۔(27)

مسئلہ ۲۸: کسی کی تین عورتیں ہیں، ایک سے کہا اگر میں تجھے طلاق دوں تو اُن دونوں کو بھی طلاق ہے، پھر دوسری اور تیسری سے بھی یوہیں کہا، پھر پہلی کو ایک طلاق دی، تو اُن دونوں کو بھی ایک ایک ہوئی اور اگر دوسری کو ایک طلاق دی تو پہلی کو ایک ہوئی اور دوسری اور تیسری پر دو دو، اور اگر تیسری عورت کو ایک طلاق دی تو اس پر تین ہوئیں اور دوسری پر دو، اور پہلی پر ایک۔(28)

---

(22) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: اختلاف الزوجین في وجود الشرط، ج ۴، ص ۶۱۱

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۲۴، ۴۲۵

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۲۵

(25) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۱۳، وغیرہ

(26) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۱۴

(27) المرجع السابق، ص ۶۱۵

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۲۶

مسئلہ ۲۹: یہ کہا کہ اگر اس شب میں تو میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق، عورت دروازہ تک آئی اندر نہ گئی، طلاق ہوگئی اور اگر اندر گئی مگر شوہر سو رہا تھا تو نہ ہوئی اور پاس آنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی قریب آجائے کہ شوہر ہاتھ بڑھائے تو عورت تک پہنچ جائے۔ مرد نے عورت کو بلایا اُس نے انکار کیا اس پر کہا اگر تو نہ آئی تو تجھ کو طلاق ہے، پھر شوہر خود زبردستی اُسے لے آیا طلاق نہ ہوئی۔(29)

مسئلہ ۳۰: کوئی شخص مکان میں ہے لوگ اُسے نکلنے نہیں دیتے، اُس نے کہا اگر میں یہاں سوؤں تو میری عورت کو طلاق ہے اُسکا مقصد خاص وہ جگہ ہے جہاں بیٹھا یا کھڑا ہے پھر اُسی مکان میں سویا مگر اُس جگہ سے ہٹ کر تو قضائً طلاق ہوجائے گی دیانۃً نہیں۔(30)

مسئلہ ۳۱: عورت سے کہا اگر تو اپنے بھائی سے میری شکایت کریگی تو تجھ کو طلاق ہے، اُس کا بھائی آیا عورت نے کسی بچہ کو مخاطب کر کے کہا میرے شوہر نے ایسا کیا ایسا کیا اور اُسکا بھائی سب سُن رہا ہے طلاق نہ ہوگی۔(31)

مسئلہ ۳۲: آپس میں جھگڑ رہے تھے مرد نے کہا اگر تو چپ نہ رہے گی تو تجھ کو طلاق ہے، عورت نے کہا نہیں چپ ہوں گی اس کے بعد خاموش ہوگئی طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں اگر کہا کہ تو چیخے گی تو تجھ کو طلاق ہے عورت نے کہا چیخوں گی تو مگر پھر چپ ہوگئی طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں اگر کہا کہ فلاں کا ذکر کرے گی تو ایسا ہے عورت نے کہا میں اُس کا ذکر نہ کروں گی یا کہا جب تو منع کرتا ہے تو اُس کا ذکر نہ کروں گی طلاق نہ ہوگی کہ اتنی بات مستثنیٰ ہے۔(32)

مسئلہ ۳۳: عورت نے فاقہ کشی کی شکایت کی، شوہر نے کہا اگر میرے گھر تو بھوکی رہے تو تجھے طلاق ہے، تو علاوہ روزے کے بھوکی رہنے پر طلاق ہوگی۔(33)

مسئلہ ۳۴: اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ کو طلاق ہے اور وہ شخص مر گیا اور مکان ترکہ میں چھوڑا اب وہاں جانے سے طلاق نہ ہوگی۔ یوہیں اگر بیع یا ہبہ (تحفہ) یا کسی اور وجہ سے اُس کی مِلک میں مکان نہ رہا جب بھی طلاق نہ ہوگی۔(34)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۳۰

(30) المرجع السابق، ص۴۳۱

(31) المرجع السابق، ص۴۳۲

(32) المرجع السابق، ص۴۳۲

(33) المرجع السابق، ص۴۳۲

(34) الفتاوی الھندیۃ، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۴۳

مسئلہ ۳۵: عورت سے کہا اگر تو بغیر میری اجازت کے گھر سے نکلی تو تجھ پر طلاق پھر سائل نے دروازہ پر سوال کیا شوہر نے عورت سے کہا اُسے روٹی کا ٹکڑا دے آ اگر سائل دروازہ سے اتنے فاصلہ پر ہے کہ بغیر باہر نکلے نہیں دے سکتی تو باہر نکلنے سے طلاق نہ ہوگی اور اگر بغیر باہر نکلے دے سکتی تھی مگر نکلی تو طلاق ہوگئی اور اگر جس وقت شوہر نے عورت کو بھیجا تھا اُس وقت سائل دروازہ سے قریب تھا اور جب عورت وہاں لے کر پہنچی تو ہٹ گیا تھا کہ عورت کو نکل کر دینا پڑا جب بھی طلاق ہوگئی۔ اور اگر عربی میں اجازت دی اور عورت عربی نہ جانتی ہو تو اجازت نہ ہوئی لہٰذا اگر نکلے گی طلاق ہو جائے گی۔ یوہیں سوتی تھی یا موجود نہ تھی یا اُس نے سُنا نہیں تو یہ اجازت ناکافی ہے یہاں تک کہ شوہر نے اگر لوگوں کے سامنے کہا کہ میں نے اُسے نکلنے کی اجازت دی مگر یہ نہ کہا کہ اُس سے کہہ دو یا خبر پہنچا دو اور لوگوں نے بطور خود عورت سے جا کر کہا کہ اُس نے اجازت دیدی اور اُن کے کہنے سے عورت نکلی طلاق ہوگئی۔ اگر عورت نے میکے جانے کی اجازت مانگی شوہر نے اجازت دی مگر عورت اُس وقت نہ گئی کسی اور وقت گئی تو طلاق ہوگئی۔ (35)

مسئلہ ۳۶: اس بچہ کو اگر گھر سے باہر نکلنے دیا تو تجھ کو طلاق ہے، عورت غافل ہوگئی یا نماز پڑھنے لگی اور بچہ نکل بھاگا تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر تو اس گھر کے دروازہ سے نکلی تو تجھ پر طلاق، عورت چھت پر سے پڑوس کے مکان میں گئی طلاق نہ ہوئی۔ (36)

مسئلہ ۳۷: تجھ پر طلاق ہے یا میں مرد نہیں، تو طلاق ہوگئی اور اگر کہا تجھ پر طلاق ہے یا میں مرد ہوں تو نہ ہوئی۔ (37)

مسئلہ ۳۸: اپنی عورت سے کہا اگر تو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاقیں اور اُس کے متصل ہی (38) اگر ایک طلاق بائن دیدی، تو یہی ایک پڑے گی ورنہ تین۔ (39)

❀❀❀❀❀

---

(35) الفتاوی الھندیۃ، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۳۸، ۴۳۹

(36) المرجع السابق، ص ۴۴۱

(37) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۲، ص ۲۲۴

(38) فوراً ہی یعنی درمیان میں کوئی اور کلام وغیرہ نہ کیا۔

(39) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۲، ص ۲۲۶

استثنا کا بیان

استثنا کے لیے شرط یہ ہے کہ کلام کے ساتھ متصل ہو یعنی بلاوجہ نہ سکوت کیا ہو نہ کوئی بیکار بات درمیان میں کہی ہو، اور یہ بھی شرط ہے کہ اتنی آواز سے کہے کہ اگر شوروغل وغیرہ کوئی مانع (یعنی رکاوٹ) نہ ہو تو خود سُن سکے بہرے کا استثنا صحیح ہے۔(1)

مسئلہ ۱: عورت نے طلاق کے الفاظ سُنے مگر استثنا نہ سنا تو جس طرح ممکن ہو شوہر سے علیحدہ ہو جائے اُسے جماع نہ کرنے دے۔(2)

مسئلہ ۲: سانس یا چھینک یا کھانسی یا ڈکار یا جماہی یا زبان کی گرانی (یعنی لُکنت) کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اس کا مونھ بند کر دیا اگر وقفہ ہوا تو اتصال (یعنی ملا ہوا ہونا) کے منافی نہیں۔ یوہیں اگر درمیان میں کوئی مفید بات کہی تو اتصال کے منافی نہیں مثلاً تاکید کی نیت سے لفظ طلاق دوبار کہہ کر استثنا کا لفظ بولا۔(3)

مسئلہ ۳: درمیان میں کوئی غیر مفید بات کہی پھر استثنا کیا تو صحیح نہیں مثلاً تجھ کو طلاق رجعی ہے ان شاء اللہ تو طلاق ہوگئی اور اگر کہا تجھ کو طلاق بائن ہے ان شاء اللہ تو واقع نہ ہوئی۔(4)

مسئلہ ۴: لفظ ان شاء اللہ اگرچہ بظاہر شرط معلوم ہوتا ہے مگر اس کا شمار استثنا میں ہے مگر انھیں چیزوں میں جن کا وجود بولنے پر موقوف ہے مثلاً طلاق و حلف وغیرہما اور جن چیزوں کو تلفظ سے خصوصیت نہیں وہاں استثنا کے معنی نہیں مثلاً یہ کہا نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (5) کہ یہاں نہ استثنا ہے نہ نیت روزہ پر اس کا اثر بلکہ یہ لفظ ایسے مقام پر برکت وطلب توفیق کے لیے ہوتا ہے۔(6)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: الاستثناء یطلق علی الشرط لغۃ واستعمالا، ج۴، ص۶۱۷ ـ ۶۱۹
والفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۲، ص۲۴۲

(2) الفتاوی الخانیۃ

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص۶۱۷ وغیرہ

(4) المرجع السابق، ص۶۱۷

(5) ترجمہ: میں نیت کرتا ہوں کہ کل روزہ رکھوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(6) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: مسائل الاستثناء، ومطلب: الاستثناء یثبت حکمہ الخ، ج۴، ص۶۱۶

مسئلہ ۵: عورت سے کہا تجھ کو طلاق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ طلاق واقع نہ ہوئی اگرچہ ان شاء اللہ کہنے سے پہلے مرگئی اور اگر شوہر اتنا لفظ کہہ کر کہ تجھ کو طلاق ہے مرگیا ان شاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی مگر اُس کا ارادہ اس کے کہنے کا بھی تھا تو طلاق ہوگئی رہا یہ کہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُس کا ارادہ ایسا تھا یہ یوں معلوم ہوا کہ پہلے سے اُس نے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی عورت کو طلاق دے کر استثنا کروں گا۔(7)

مسئلہ ٦: استثنا میں یہ شرط نہیں کہ بالقصد (ارادتاً) کہا ہو بلکہ بلا قصد (ارادہ کے بغیر) زبان سے نکل گیا جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی، بلکہ اگر اُس کے معنے بھی نہ جانتا ہو جب بھی واقع نہ ہوگی اور یہ بھی شرط نہیں کہ لفظ طلاق واستثنا دونوں بولے، بلکہ اگر زبان سے طلاق کا لفظ کہا اور فوراً لفظ ان شاء اللہ لکھ دیا یا طلاق لکھی اور زبان سے انشاء اللہ کہہ دیا جب بھی طلاق واقع نہ ہوئی یا

دونوں کو لکھا پھر لفظ استثنا مٹا دیا طلاق واقع نہ ہوئی۔(8)

مسئلہ ۷: دو شخصوں نے شہادت دی کہ تو نے انشاء اللہ کہا تھا مگر اسے یاد نہیں تو اگر اُس وقت غصہ زیادہ تھا اور لڑائی جھگڑے کی وجہ سے یہ احتمال ہے کہ بوجہ مشغولی یاد نہ ہوگا تو اُن کی بات پر عمل کر سکتا ہے اور اگر اتنی مشغولی نہ تھی کہ بھول جاتا تو اُن کا قول نہ مانے۔(9)

مسئلہ ۸: تجھ کو طلاق ہے مگر یہ کہ خدا چاہے یا اگر خدا نہ چاہے یا جو اللہ (عزوجل) چاہے یا جب خدا چاہے یا مگر جو خدا چاہے یا جب تک خدا نہ چاہے یا اللہ (عزوجل) کی مشیت (یعنی اگر اللہ نے چاہا) یا ارادہ یا رضا کے ساتھ یا اللہ (عزوجل) کی مشیت یا ارادہ یا اُس کی رضا یا حکم یا اذن (اجازت) یا امر میں، تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اللہ (عزوجل) کے امر یا حکم یا اذن یا علم یا قضا یا قدرت سے یا اللہ (عزوجل) کے علم میں یا اُس کی مشیت یا ارادہ یا حکم وغیرہا کے سبب تو ہو جائے گی۔(10)

مسئلہ ۹: ایسے کی مشیت پر طلاق معلق کی جس کی مشیت کا حال معلوم نہ ہو سکے یا اُس کے لیے مشیت ہی نہ ہو تو طلاق نہ ہوگی جیسے جن و ملائکہ اور دیوار اور گدھا وغیرہا۔ یوہیں اگر کہا کہ اگر خدا چاہے اور فلاں (11) تو طلاق نہ ہوگی

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: قال: انت طالق وسکت الخ، ج۴، ص۶۱۶، ۶۱۹

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج۴، ص۶۱۹

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب: فیما لوحلف وأسأله آخر، ج۴، ص۶۲۱

(10) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج۱، ص۴۵۴، ۴۵۵

(11) اس طرح کہنا ناجائز ہے کہ مشیت خدا کے ساتھ بندہ کی مشیت کو جمع کیا ۱۲ منہ

اگرچہ فلاں کا چاہنا معلوم ہو۔ یوہیں اگر کسی سے کہا تو میری عورت کو طلاق دیدے اگر اللہ (عزوجل) چاہے اور تو یا جو اللہ (عزوجل) چاہے اور تو اور اُس نے طلاق دیدی طلاق واقع نہ ہوئی۔(12)

مسئلہ ۱۰: عورت سے کہا تجھ کو طلاق ہے اگر اللہ (عزوجل) میری مدد کرے یا اللہ (عزوجل) کی مدد سے اور نیت استثنا کی ہے تو دیانۃً طلاق نہ ہوئی۔(13)

مسئلہ ۱۱: تجھ کو طلاق ہے اگر فلاں چاہے یا ارادہ کرے یا پسند کرے یا خواہش کرے۔ یا مگر یہ کہ فلاں اس کے غیر کا ارادہ کرے یا پسند کرے یا خواہش کرے یا چاہے یا مناسب جانے تو یہ تملیک (مالک بنانا) ہے لہٰذا جس مجلس میں اُس شخص کو علم ہوا اگر اُس نے طلاق چاہی تو ہوئی ورنہ نہیں یعنی اپنی زبان سے اگر طلاق چاہنا ظاہر کیا ہوگئی اگرچہ دل میں نہ چاہتا ہو۔(14)

مسئلہ ۱۲: تجھ کو طلاق اگر تیرا مہر نہ ہوتا یا تیری شرافت نہ ہوتی یا تیرا باپ نہ ہوتا یا تیرا حسن و جمال نہ ہوتا یا اگر میں تجھ سے محبت نہ کرتا ہوتا ان سب صورتوں میں طلاق نہ ہوگی۔(15)

مسئلہ ۱۳: اگر انشاء اللہ کو مقدم کیا یعنی یوں کہا انشاء اللہ تجھ کو طلاق ہے جب بھی طلاق نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے انشاء اللہ اگر تو گھر میں گئی تو مکان میں جانے سے طلاق نہ ہوگی۔ اور اگر انشاء اللہ دو جملے طلاق کے درمیان میں ہو مثلاً کہا تجھ کو طلاق ہے انشاء اللہ تجھ کو طلاق ہے تو استثنا پہلے کی طرف رجوع کریگا لہٰذا دوسرے سے طلاق ہوجائے گی۔ یوہیں اگر کہا تجھ کو تین طلاقیں ہیں انشاء اللہ تجھ پر طلاق ہے تو ایک واقع ہوگی۔(16)

مسئلہ ۱۴: اگر کہا تجھ پر ایک طلاق ہے اگر خدا چاہے اور تجھ پر دو طلاقیں اگر خدا نہ چاہے تو ایک بھی واقع نہ ہوگی اور اگر کہا تجھ پر آج ایک طلاق ہے اگر خدا چاہے اور اگر خدا نہ چاہے تو دو اور آج کا دن گزر گیا اور عورت کو طلاق نہ دی

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۵۵
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۲۲-۶۲۳

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۵۵

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۵۵

(15) المرجع السابق، ص ۴۵۶

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۲۴-۶۲۶
والبحرالرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۵
والفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۲، ص ۲۴۲

تو دو واقع ہوئیں اور اگر اُس دن ایک طلاق دیدی تو یہی ایک واقع ہوگی۔(17)

مسئلہ ۱۵: اگر تین طلاقیں دے کر اُن میں سے ایک یا دو کا استثنا کرے تو یہ استثنا صحیح ہے یعنی استثنا کے بعد جو باقی ہے واقع ہوگی مثلاً کہا تجھ کو تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو دو ہونگی اور اگر کہا مگر دو تو ایک ہوگی۔ اور کل کا استثنا صحیح نہیں خواہ اُسی لفظ سے ہو مثلاً تجھ پر تین طلاقیں مگر تین یا ایسے لفظ سے ہو جس کے معنی کل کے مساوی ہوں مثلاً کہا تجھ پر تین طلاقیں ہیں مگر ایک اور ایک اور ایک یا مگر دو اور ایک، تو ان صورتوں میں تینوں واقع ہونگی۔ یا اُس کی کئی عورتیں ہیں سب کو مخاطب کر کے کہا تم سب کو طلاق ہے مگر فلانی اور فلانی اور فلانی نام لیکر سب کا استثنا کر دیا تو سب مطلقہ ہو جائیں گی اور اگر باعتبار معنی کے وہ لفظ مساوی نہ ہو اگرچہ اس خاص صورت میں مساوی ہو تو استثنا صحیح ہے مثلاً کہا میری ہر عورت پر طلاق مگر فلانی اور فلانی پر، تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اُسکی یہی دو عورتیں ہوں۔(18)

مسئلہ ۱۶: تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے مگر ایک، یا کہا تجھ کو طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک مگر ایک، تو ان دونوں صورتوں میں تین پڑیں گی کہ ہر ایک مستقل کلام ہے اور ہر ایک سے استثنا کا تعلق ہو سکتا ہے اور استثنا چونکہ ہر ایک کا مساوی ہے لہٰذا صحیح نہیں۔(19)

مسئلہ ۱۷: اگر تین سے زائد طلاق دے کر اُن میں سے کم کا استثنا کیا تو صحیح ہے اور استثنا کے بعد جو باقی ہے واقع ہوگی مثلاً کہا تجھ پر دس طلاقیں ہیں مگر نو، تو ایک ہوگی اور آٹھ کا استثنا کیا تو دو ہوں گی۔(20)

مسئلہ ۱۸: استثنا اگر اصل پر زیادہ ہو تو باطل ہے مثلاً کہا تجھ پر تین طلاقیں مگر چار یا پانچ، تو تین واقع ہوں گی۔ یوہیں جزو طلاق کا استثنا بھی باطل ہے مثلاً کہا تجھ پر تین طلاقیں مگر نصف تو تین واقع ہوں گی اور تین میں سے ڈیڑھ کا استثنا کیا تو دو واقع ہوں گی۔(21)

مسئلہ ۱۹: اگر کہا تجھ کو طلاق ہے مگر ایک، تو دو واقع ہوں گی کہ ایک سے ایک کا استثنا تو ہو نہیں سکتا لہٰذا طلاق سے تین طلاقیں مراد ہیں۔(22)

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۵۶

(18) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۲۹ وغیرہ

(19) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۹

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۳۰

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۵۷ وغیرہ

(22) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۳۲

مسئلہ ۲۰: چند استثنا جمع کیے تو اس کی دو صورتیں ہیں، اُن کے درمیان اور کا لفظ ہے تو ہر ایک اُسی اول کلام سے استثنا ہے مثلاً تجھ پر دس طلاقیں ہیں مگر پانچ اور مگر تین اور مگر ایک، تو ایک ہوگی اور اگر درمیان میں اور کا لفظ نہیں تو ہر ایک اپنے ماقبل سے استثنا ہے، مثلاً تجھ پر دس طلاقیں مگر نو مگر آٹھ مگر سات، تو دو ہوں گی۔(23)

❁❁❁❁❁

(23) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ج ۴، ص ۶۳۱

طلاق مریض کا بیان

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا اگر مریض طلاق دے تو عورت جب تک عدّت میں ہے شوہر کی وارث ہے اور شوہر اُس کا وارث نہیں۔(1)

فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو مرض میں طلاق بائن دی اور عدّت میں اُن کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی زوجہ کو میراث دلائی اور یہ واقعہ مجمع صحابہ کرام کے سامنے ہوا اور کسی نے انکار نہ کیا۔لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا۔(2)

مسئلہ ۱: مریض سے مراد وہ شخص ہے جس کی نسبت غالب گمان ہو کہ اس مرض سے ہلاک ہوجائے گا کہ مرض نے اُسے اتنا لاغر (کمزور) کردیا ہے کہ گھر سے باہر کے کام کے لیے نہیں جاسکتا مثلاً نماز کے لیے مسجد کو نہ جاسکتا ہو یا تاجر اپنی دوکان تک نہ جاسکتا ہو اور یہ اکثر کے لحاظ سے ہے، ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ اُس مرض میں غالب گمان موت ہو اگرچہ ابتداءً جبکہ شدت نہ ہوئی ہو باہر جاسکتا ہو مثلاً ہیضہ وغیرہا امراض مہلکہ (ہلاک کردینے والی بیماریاں) میں بعض لوگ گھر سے باہر کے بھی کام کرلیتے ہیں مگر ایسے امراض میں غالب گمان ہلاکت ہے۔ یوہیں یہاں مریض کے لیے صاحب فراش ہونا بھی ضروری نہیں اور امراض مزمنہ مثلاً سل (بیماری کا نام ہے)۔ فالج اگر روز بروز زیادتی پر ہوں تو یہ بھی مرض الموت ہیں اور اگر ایک حالت پر قائم ہوگئے اور پُرانے ہوگئے یعنی ایک سال کا زمانہ گزر گیا تو اب اُس شخص کے تصرفات تندرست کی مثل نافذ ہونگے۔(3)

مسئلہ ۲: مریض نے عورت کو طلاق دی تو اُسے فار بالطلاق کہتے ہیں کہ وہ زوجہ کو ترکہ سے محروم کرنا چاہتا ہے(4) اور اس کے احکام آگے آتے ہیں۔

مسئلہ ۳: جو شخص لڑائی میں دشمن سے لڑ رہا ہو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اگرچہ مریض نہیں کہ غالب خوف ہلاک ہے۔ یوہیں جو شخص قصاص میں قتل کے لیے یا پھانسی دینے کے لیے یا سنگسار کرنے کے لیے لایا گیا یا شیر وغیرہ کسی

(1) المصنف لعبدالرزاق، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، الحدیث: ۱۲۲۴۸، ج ۷، ص ۴۷

(2) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۴، ص ۳

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۵۔ ۸

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۵

درندہ نے اُسے پچھاڑا یا کشتی میں سوار ہے اور کشتی موج کے طلاطم (پانی کے تھپیڑے) میں پڑگئی یا کشتی ٹوٹ گئی اور یہ اُس کے کسی تختہ پر بہتا ہوا جارہا ہے تو یہ سب مریض کے حکم میں ہیں جبکہ اُسی سبب سے مربھی جائیں اور اگر وہ سبب جاتا رہا پھر کسی اور وجہ سے مرگئے تو مریض نہیں اور اگر شیر کے مونھ سے چھوٹ گیا مگر زخم ایسا کاری لگا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ اُس سے مرجائیگا تو اب بھی مریض ہے۔(5)

مسئلہ ۴: مریض نے تبرع کیا مثلاً اپنی جائداد وقف کردی یا کسی اجنبی کو ہبہ کردیا یا کسی عورت سے مہرِ مثل سے زیادہ پر نکاح کیا تو صرف تہائی مال میں اُس کا تصرف (اس کا کیا ہوا معاملہ) نافذ ہوگا کہ یہ افعال وصیت کے حکم میں ہیں۔(6)

مسئلہ ۵: عورت کو طلاق رجعی دی اور عدّت کے اندر مرگیا تو مطلقاً عورت وارث ہے صحت میں طلاق دی ہو یا مرض میں، عورت کی رضامندی سے دی ہو یا بغیر رضا۔ یوہیں اگر عورت کتابیہ تھی یا باندی اور طلاق رجعی کی عدّت میں مسلمان ہوگئی یا آزاد کردی گئی اور شوہر مرگیا تو مطلقاً وارث ہے اگرچہ شوہر کو اُس کے مسلمان ہونے یا آزاد ہونے کی خبر نہ ہو۔(7)

مسئلہ ٦: اگر مرض الموت میں عورت کو بائن طلاق دی ایک دی ہو یا زیادہ اور اُسی مرض میں عدّت کے اندر مرگیا خواہ اُسی مرض سے مرا یا کسی اور سبب سے مثلاً قتل کرڈالا گیا تو عورت وارث ہے جبکہ باختیار خود اور عورت کی بغیر رضا مندی کے طلاق دی ہو بشرطیکہ بوقت طلاق عورت وارث ہونے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو اگرچہ شوہر کو اس کا علم نہ ہو مثلاً عورت کتابیہ تھی یا کنیز اور اُس وقت مسلمان یا آزاد ہوچکی تھی۔ اور اگر عدّت گزرنے کے بعد مرا یا اُس مرض سے اچھا ہوگیا پھر مرگیا خواہ اُسی مرض میں پھر مُبتلا ہوکر مرا یا کسی اور سبب سے یا طلاق دینے پر مجبور کیا گیا یعنی مار ڈالنے یا عضو کاٹنے کی صحیح دھمکی دی گئی ہو یا عورت کی رضا سے طلاق دی تو وارث نہ ہوگی اور اگر قید کی دھمکی دی گئی اور طلاق دیدی تو عورت وارث ہے اور اگر عورت طلاق پر راضی نہ تھی مگر مجبور کی گئی کہ طلاق طلب کرے اور عورت کی طلب پر طلاق دی تو وارث ہوگی۔(8)

---

(5) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۴، ص ۷-۸

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۵-۸، وغیرہما

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۹

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس في طلاق المریض، ج ۱، ص ۴۶۲

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۹-۱۱، وغیرہ

مسئلہ ۷: یہ حکم کہ مرض الموت میں عورت بائن کی گئی اور شوہر عدّت کے اندر مر جائے تو بشرائط سابقہ (ان شرائط کے مطابق جو گزر چکیں) عورت وارث ہوگی طلاق کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو فُرقت (جدائی) جانب زوج سے ہو سب کا یہی حکم ہے مثلاً شوہر نے بخیار بلوغ (بالغ ہونے پر ملنے والے اختیار کی وجہ سے) عورت کو بائن کیا یا عورت کی ماں یا لڑکی کا شہوت سے بوسہ لیا یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور جو فرقت جانب زوجہ سے ہو اُس میں وارث نہ ہوگی مثلاً عورت نے شوہر کے لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا مرتد ہوگئی یا خلع کرایا۔ یوہیں اگر غیر کی جانب سے ہو مثلاً شوہر کے لڑکے نے عورت کا بوسہ لیا اگرچہ عورت کو مجبور کیا ہو ہاں اگر اس کے باپ نے حکم دیا ہو تو وارث ہوگی۔(9)

مسئلہ ۸: مریض نے عورت کو تین طلاقیں دی تھیں اس کے بعد عورت مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی اب شوہر مرا تو وارث نہ ہوگی اگرچہ ابھی عدّت پوری نہ ہوئی ہو۔(10)

مسئلہ ۹: عورت نے طلاق رجعی یا طلاق کا سوال کیا تھا مرد مریض نے طلاق بائن یا تین طلاقیں دیدیں اور عدّت میں مر گیا تو عورت وارث ہے۔ یوہیں عورت نے بطور خود اپنے کو تین طلاقیں دے لی تھیں اور شوہر مریض نے جائز کر دیں تو وارث ہوگی۔ اور اگر شوہر نے عورت کو اختیار دیا تھا عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا شوہر نے کہا تھا تو اپنے کو تین طلاقیں دیدے عورت نے دیدیں تو وارث نہ ہوگی۔(11)

مسئلہ ۱۰: مریض نے عورت کو طلاق بائن دی تھی اور عورت ہی اَثنائے عدّت میں (عدت کے دوران) مر گئی تو یہ شوہر اُس کا وارث نہ ہوگا اور اگر رجعی طلاق تھی تو وارث ہوگا۔(12)

مسئلہ ۱۱: قتل کے لیے لایا گیا تھا مگر پھر قید خانہ کو واپس کر دیا گیا یا دشمن سے میدان جنگ میں لڑ رہا تھا پھر صف میں واپس گیا تو یہ اُس مریض کے حکم میں ہے کہ اچھا ہوگیا لہٰذا اُس حالت میں طلاق دی تھی اور عدّت کے اندر مارا گیا تو عورت وارث نہ ہوگی۔(13)

مسئلہ ۱۲: مریض نے طلاق دی تھی اور خود عورت نے اُسے عدّت کے اندر قتل کر ڈالا تو وارث نہ ہوگی کہ قاتل

(9) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۹

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج ۱، ص ۴۶۲

(11) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۱۱

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج ۱، ص ۴۶۲

(12) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۱۱

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج ۱، ص ۴۶۳

مقتول کا وارث نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۳: عورت مریضہ تھی اور اُس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے شوہر سے فرقت ہوگئی مثلاً خیار بلوغ و عتق یا شوہر کے لڑکے کا بوسہ لینا وغیرہا پھر مرگئی تو شوہر اس کا وارث ہوگا۔(15)

مسئلہ ۱۴: مریض نے عورت کو طلاق بائن دی تھی اور عورت نے ابن زوج (شوہر کا بیٹا) کا بوسہ لیا یا مطاوعت (یعنی خاوند کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا) کی یا مرض کی حالت میں لعان کیا یا مرض کی حالت میں ایلا کیا اور اس کی مدت گزر گئی تو عورت وارث ہوگی اور اگر رجعی طلاق میں ابن زوج کا بوسہ عدّت میں لیا تو وارث نہ ہوگی کہ اب فرقت جانب زوجہ سے ہے۔ یوہیں اگر بلوغ یا عتق یا شوہر کے نامرد ہونے یا عضوتناسل کٹ جانے کی بنا پر عورت کو اختیار دیا گیا اور عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو وارث نہ ہوگی کہ فرقت جانب زوجہ سے ہے اور اگر صحت میں ایلا کیا تھا اور مرض میں مدت پوری ہوئی تو وارث نہ ہوگی اور اگر عورت مریضہ سے لعان کیا اور عدّت کے اندر مرگئی تو شوہر وارث نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۵: عورت مریضہ تھی اور شوہر نامرد، عورت کو اختیار دیا گیا یعنی پہلے سال بھر کی شوہر کو میعاد دی گئی مگر اس مدت میں شوہر نے جماع نہ کیا پھر عورت کو اختیار دیا گیا اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور عدّت کے اندر مرگئی یا شوہر نے دخول کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر شوہر کا عضوتناسل کٹ گیا اس کے بعد اُسی عورت سے عدّت کے اندر نکاح کیا اب عورت کو اُس کا حال معلوم ہوا اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور مریضہ تھی عدّت کے اندر مرگئی تو ان دونوں صورتوں میں شوہر اس کا وارث نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۶: دشمنوں نے قید کرلیا ہے یا صف قتال (جنگ کرنے والوں کی صف) میں ہے مگر لڑتا نہیں ہے یا بخار وغیرہ کسی بیماری میں مبتلا ہے جس میں غالب گمان ہلاکت نہ ہو یا وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے یا کشتی پر سوار ہے اور ڈوبنے کا خوف نہیں یا شیروں کے بَن (شیروں کے جنگل) میں ہے یا ایسی جگہ ہے جہاں دشمنوں کا خوف ہے یا قصاص یا رجم کے لیے قید ہے تو اِن صورتوں میں مُریض کے حکم میں نہیں طلاق دینے کے بعد عدّت میں مارا جائے یا مرجائے تو عورت وارث نہیں۔(18)

---

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج۵، ص۱۲

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج۱، ص۴۶۳

(18) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج۵، ص۱۳۔۱۵

مسئلہ ۱۷: حمل کی حالت میں جانب زوجہ سے تفریق واقع ہوئی اور بچہ پیدا ہونے میں مرگئی تو شوہر وارث نہ ہوگا ہاں اگر دردزہ (بچہ پیدا ہونے کا درد) میں ایسا ہوا تو وارث ہوگا کہ اب عورت فارّہ ہے۔(19)

مسئلہ ۱۸: مریض نے طلاق بائن کسی غیر کے فعل پر معلق کی مثلاً اگر فلاں یہ کام کریگا تو میری عورت کو طلاق ہے اگرچہ وہ غیر خود انھیں دونوں کی اولاد ہو۔ یا کسی وقت کے آنے پر تعلیق ہو مثلاً جب فلاں وقت آئے تو تجھ کو طلاق ہے اور تعلیق اور شرط کا پایا جانا دونوں حالت مرض میں ہیں یا اپنے کسی کام کرنے پر طلاق معلق کی مثلاً اگر میں یہ کام کروں تو میری عورت کو طلاق ہے اور تعلیق وشرط دونوں مرض میں ہیں یا تعلیق صحت میں ہو اور شرط کا پایا جانا مرض میں۔ یا عورت کے کسی کام کرنے پر معلق کی اور وہ کام ایسا ہے جس کا کرنا شرعاً یا طبعاً ضروری ہے مثلاً اگر تو کھائے گی یا نماز پڑھے گی اور تعلیق وشرط دونوں مرض میں ہوں یا صرف شرط تو ان صورتوں میں عورت وارث ہوگی اور اگر فعل غیر یا کسی وقت کے آنے پر معلق کی اور تعلیق وشرط دونوں یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا عورت کے فعل پر معلق کیا اور وہ فعل ایسا نہیں جس کا کرنا عورت کے لیے ضروری ہو تو ان صورتوں میں وارث نہیں۔(20)

مسئلہ ۱۹: صحت کی حالت میں عورت سے کہا اگر میں اور فلاں شخص چاہیں تو تجھ کو تین طلاقیں ہیں پھر شوہر مریض ہوگیا اور دونوں نے ایک ساتھ طلاق چاہی یا پہلے شوہر نے چاہی پھر اُس شخص نے تو عورت وارث نہ ہوگی اور اگر پہلے اُس شخص نے چاہی پھر شوہر نے تو وارث ہوگی۔ (21) اور اگر مرض کی حالت میں کہا تھا تو بہر صورت وارث ہوگی۔(22)

مسئلہ ۲۰: مریض نے عورت مدخولہ کو طلاق بائن دی پھر اُس سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر تین طلاقیں اور عدّت کے اندر نکاح کرلیا تو طلاقیں پڑ جائیں گی اور اب سے نئی عدّت ہوگی اور عدّت کے اندر شوہر مر جائے تو عورت وارث نہ ہوگی۔(23)

مسئلہ ۲۱: مریض نے اپنی عورت سے جو کسی کی کنیز ہے یہ کہا کہ تجھ پر کل تین طلاقیں اور اُس کے مولیٰ نے کہا تو کل آزاد ہے تو دوسرے دن کی صبح چمکتے ہی طلاق وآزادی دونوں ایک ساتھ ہونگی اور عورت وارث نہ ہوگی۔ اور اگر

---

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس في طلاق المریض، ج۱، ص ۴۶۳

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج۵، ص ۱۵

(21) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی المعتدۃ التی ترث، ج۲، ص ۲۷۳

(22) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، مطلب: حال فشو الطاعون الخ، ج۵، ص ۱۷

(23) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی المعتدۃ التی ترث، ج۲، ص ۲۷۳

مولیٰ نے پہلے کہا تھا پھر شوہر نے، جب بھی یہی حکم ہے ہاں اگر شوہر نے یوں کہا کہ جب تو آزاد ہو تو تجھ کو تین طلاقیں تو اب وارث ہوگی۔ اور اگر مولیٰ نے کہا تو کل آزاد ہے اور شوہر نے کہا تجھے پرسوں طلاق ہے اگر شوہر کو مولیٰ کا کہنا معلوم تھا تو فار بالطلاق ہے ورنہ نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۲: عورت سے کہا جب میں بیمار ہوں تو تجھ پر طلاق شوہر بیمار ہوا تو طلاق ہوگئی اور عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی۔(25)

مسئلہ ۲۳: مسلمان مریض نے اپنی عورت کتابیہ سے کہا جب تو مسلمان ہو جائے تو تجھ کو تین طلاقیں ہیں وہ مسلمان ہوگئی اور شوہر عدت کے اندر مرگیا تو وارث ہوگی اور اگر کہا کل تجھ کو تین طلاقیں ہیں اور وہ عورت آج ہی مسلمان ہوگئی تو وارث نہ ہوگی اور اگر مسلمان ہونے کے بعد طلاق دی تو وارث ہوگی اگرچہ شوہر کو علم نہ ہو۔(26)

مسئلہ ۲۴: مریض نے اپنی دو عورتوں سے کہا تم دونوں اپنے کو طلاق دے لو ہر ایک نے اپنے کو اور سَوت(27) کو آگے پیچھے طلاق دی تو پہلی ہی کے طلاق دینے سے دونوں مطلّقہ ہوگئیں اور اس کے بعد دوسری کا طلاق دینا بیکار ہے اور دوسری وارث ہوگی پہلی نہیں اور اگر پہلی نے صرف سَوت کو طلاق دی اپنے کو نہیں یا ہر ایک نے دوسری کو طلاق دی اپنے کو نہ دی تو دونوں وارث ہونگی۔ اور اگر ہر ایک نے اپنے کو اور سَوت کو معاً (یعنی ایک ساتھ) طلاق دی تو دونوں مطلّقہ ہوگئیں اور وارث نہ ہوں گی اور اگر ایک نے اپنے کو طلاق دی اور دوسری نے بھی اسی کو طلاق دی تو یہی مطلقہ ہوگی۔ اور یہ وارث نہ ہوگی۔ اور اگر ایک نے سَوت کو طلاق دی پھر اس کے بعد دوسری نے خود اپنے ہی کو طلاق دی تو وارث ہوگی۔ یہ سب صورتیں اُس وقت ہیں کہ اُسی مجلس میں ایسا ہوا اور اگر مجلس بدلنے کے بعد ہر ایک نے اپنے کو اور سَوت کو معاً طلاق دی یا آگے پیچھے یا ہر ایک نے دوسری کو طلاق دی بہر حال دونوں وارث ہیں اور ہر ایک نے اپنے کو طلاق دی تو طلاق ہی نہ ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ جس صورت میں عورت خود اپنے طلاق دینے سے مطلقہ ہوئی ہو تو وارث نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔(28)

مسئلہ ۲۵: دو عورتیں مدخولہ ہیں شوہر نے صحت میں کہا تم دونوں میں سے ایک کو تین طلاقیں اور یہ بیان نہ کیا کہ

---

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج۱، ص۴۶۵

(25) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی المعتدۃ التی ترث، ج۲، ص۲۷۴

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج۱، ص۴۶۶

(27) خاوند کی دو یا زیادہ بیویاں آپس میں ایک دوسرے کی سَوت کہلاتی ہیں۔

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج۱، ص۴۶۶

کس کو پھر جب مریض ہوا تو بیان کیا کہ وہ مطلّقہ فلاں عورت ہے تو یہ عورت میراث سے محروم نہ ہوگی اور اگر اس شخص کی ان دو کے علاوہ کوئی اور عورت بھی ہے تو اس کے لیے نصف میراث ہے اور وہ عورت جس کا مطلّقہ ہونا بیان کیا اگر شوہر سے پہلے مرگئی تو شوہر کا بیان صحیح مانا جائیگا اور دوسری جو باقی ہے میراث لے گی لہٰذا اگر کوئی تیسری عورت بھی ہے تو دونوں حق زوجیت میں برابر کی حقدار ہیں۔ اور اگر جس کا مطلّقہ ہونا بیان کیا زندہ ہے اور دوسری شوہر کے پہلے مرگئی تو یہ نصف ہی کی حقدار ہے لہٰذا اگر کوئی اور عورت بھی ہے تو اُسے تین ربع (چار حصوں میں سے تین حصے) ملیں گے اور اسے ایک ربع (چار حصوں میں سے ایک حصہ) اور اگر شوہر کے بیان کرنے اور مرنے سے پہلے اُن میں کی ایک مرگئی تو اب جو باقی ہے وہی مطلّقہ سمجھی جائے گی اور میراث نہ پائے گی اور اگر ایک کے مرنے کے بعد شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے اُسی کو طلاق دی تھی تو شوہر اُس کا وارث نہ ہوگا مگر جو موجود ہے وہ مطلّقہ سمجھی جائے گی اور اگر دونوں آگے پیچھے مریں اب یہ کہتا ہے کہ پہلے جو مری ہے اُسے طلاق دی تھی تو کسی کا وارث نہیں۔ اور اگر دونوں ایک ساتھ مریں مثلاً اُن پر دیوار ڈھ پڑی (گر پڑی) یا دونوں ایک ساتھ ڈوب گئیں یا آگے پیچھے مریں مگر یہ نہیں معلوم کہ کون پہلے مری کون پیچھے تو ہر ایک کے مال میں جتنا شوہر کا حصہ ہوتا ہے اُس کا نصف نصف اسے ملے گا اور اس صورت میں کہ ایک ساتھ مریں یا معلوم نہیں کہ پہلے کون مری اس نے ایک کا مطلقہ ہونا معین کیا تو اس کے مال میں سے شوہر کو کچھ نہ ملے گا اور دوسری کے ترکہ میں سے نصف حق پائے گا۔(29)

مسئلہ ۲۶: صحت میں کسی کو طلاق کی تفویض کی اُس نے مرض کی حالت میں طلاق دی تو اگر اُسے طلاق کا مالک کردیا تھا تو عورت وارث نہ ہوگی اور اگر وکیل کیا تھا اور معزول کرنے پر قادر تھا تو وارث ہوگی۔(30)

مسئلہ ۲۷: عورت سے مرض میں کہا میں نے صحت میں تجھے طلاق دیدی تھی اور تیری عدّت بھی پوری ہوچکی عورت نے اس کی تصدیق کی پھر شوہر نے اقرار کیا کہ عورت کا مجھ پر اتنا دَین (قرض) ہے یا اُس کی فلاں شے مجھ پر ہے یا اُس کے لیے کچھ مال کی وصیت کی تو اُس اقرار و میراث یا وصیت و میراث میں جو کم ہے عورت وہ پائیگی اور اس بارے میں عِدّت وقت اقرار سے شروع ہوگی یعنی اب سے عدّت پوری ہونے تک کے درمیان میں شوہر مرا تو یہی اقل (یعنی جو کم ہے وہ) پائے گی اور اگر عدّت گزرنے پر مرا تو جو کچھ اقرار کیا یا وصیت کی کل پائے گی۔ اور اگر صحت میں ایسا کہا تھا اور عورت نے تصدیق کرلی یا وہ مرض مرض الموت نہ تھا یعنی وہ بیماری جاتی رہی تو اقرار وغیرہ صحیح ہے اگرچہ

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج۱، ص۴۶۷۔۴۶۸

(30) المرجع السابق، ص۴۶۸

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج۵، ص۱۵-۱۶

عدّت میں مرگیا۔ اور اگر عورت نے تکذیب کی (یعنی جھٹلایا) اور شوہر اُسی مرض میں وقت اقرار سے عدّت میں مرگیا تو اقرار و وصیت صحیح نہیں اور اگر بعد عدّت مرا یا اُس مرض سے اچھا ہوگیا تھا اور عدّت میں مرا تو عورت وارث نہ ہوگی اور اقرار و وصیت صحیح ہیں۔ اور اگر مرض میں عورت کے کہنے سے طلاق دی پھر اقرار یا وصیت کی جب بھی وہی حکم ہے کہ دونوں میں جو کم ہے وہ پائے گی۔(31)

مسئلہ ۲۸: عورت نے شوہر مریض پر دعویٰ کیا کہ اُس نے اسے طلاق بائن دی اور شوہر انکار کرتا ہے قاضی نے شوہر کو حلف دیا اُس نے قسم کھالی پھر عورت نے بھی شوہر کے مرنے سے پہلے اُس کی تصدیق کی تو وارث ہوگی اور مرنے کے بعد تصدیق کی تو نہیں جبکہ یہ دعویٰ ہو کہ صحت میں طلاق بائن دی تھی۔(32)

مسئلہ ۲۹: شوہر کے مرنے کے بعد عورت کہتی ہے کہ اُس نے مجھے مرض الموت میں بائن طلاق دی تھی اور میں عدّت میں تھی کہ مرگیا لہٰذا مجھے میراث ملنی چاہیے اور ورثہ کہتے ہیں کہ صحت میں طلاق دی تھی لہٰذا نہ ملنی چاہیے تو قول عورت کا معتبر ہے۔(33)

مسئلہ ۳۰: عورت کو مرض الموت میں تین طلاقیں دیں اور مرگیا عورت کہتی ہے میری عدّت پوری نہیں ہوئی تو قسم کے ساتھ اُس کا قول معتبر ہے اگرچہ زمانہ دراز ہوگیا ہو اگر قسم کھالے گی وارث ہوگی قسم سے انکار کرے گی تو نہیں اور اگر عورت نے ابھی کچھ نہیں کہا مگر اتنے زمانے کے بعد جس میں عدّت پوری ہوسکتی ہے اُس نے دوسرے سے نکاح کیا اب کہتی ہے کہ عدّت پوری نہیں ہوئی تو وارث نہ ہوگی اور وہ دوسرے ہی کی عورت ہے۔ اور اگر ابھی نکاح نہیں کیا ہے مگر کہتی ہے میں آئسہ ہوں تین مہینے کی عدّت پوری کی اور شوہر مرگیا اب دوسرے سے نکاح کیا اور عورت کے بچہ ہوا یا حیض آیا تو وارث ہوگی اور دوسرے سے جو نکاح کیا ہے یہ نکاح نہیں ہوا۔(34)

مسئلہ ۳۱: کسی نے کہا پچھلی عورت جس سے نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے اور ایک سے نکاح کرنے کے بعد دوسری سے مرض میں نکاح کیا اور شوہر مرگیا تو اس عورت کو نکاح کرتے ہی طلاق ہوگئی اور وارث نہ ہوگی۔(35)

❁❁❁❁❁

---

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، مطلب: حال فشو الطاعون الخ، ج ۵، ص ۱۷۔۱۹

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، مطلب: حال فشو الطاعون الخ، ج ۵، ص ۱۹

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المریض، ج ۱، ص ۴۶۴

(34) المرجع السابق، ص ۴۶۴، ۴۶۵

(35) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ج ۵، ص ۲۴

رجعت کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا) (1)

مطلقات رجعیہ کے شوہروں کو عدّت میں واپس کر لینے کا حق ہے، اگر اصلاح مقصود ہو۔

اور فرماتا ہے:

(وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) (2)

جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی عدّت پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو اُن کو خوبی کے ساتھ روک سکتے ہو۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی زوجہ کو طلاق دی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اسکی خبر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: کہ اُن کو حکم کرو کہ رجعت کرلیں۔(3)

مسئلہ ۱: رجعت کے یہ معنیٰ ہیں کہ جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدّت کے اندر اُسے اُسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔(4)

مسئلہ ۲: رجعت اُسی عورت سے ہوسکتی ہے جس سے وطی کی ہو، اگر خلوت صحیحہ ہوئی مگر جماع نہ ہوا تو نہیں ہوسکتی اگرچہ اُسے شہوت کے ساتھ چُھوا یا شہوت کے ساتھ فرجِ داخل (عورت کی شرمگاہ کا اندرونی حصہ) کی طرف نظر کی ہو۔(5)

مسئلہ ۳: شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ یہ عورت میری مدخولہ ہے تو اگر خلوت ہوچکی ہے رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔(6)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۸

(2) پ ۲، البقرۃ: ۲۳۱

(3) سنن النسائي، کتاب الطلاق، باب وقت الطلاق للعدۃ إلخ، الحدیث: ۳۳۸۶، ص ۵۵۲

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۲۶

(5) الدرالمختار وردالمحتار، المرجع السابق

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعۃ الخ، ج ۱، ص ۴۷۰

مسئلہ ۴: رجعت کو کسی شرط پر معلق کیا یا آئندہ زمانہ کی طرف مضاف کیا مثلاً اگر تو گھر میں گئی تو میرے نکاح میں واپس ہو جائے گی یا کل تو میرے نکاح میں واپس آجائے گی تو یہ رجعت نہ ہوئی اور اگر مذاق یا کھیل یا غلطی سے رجعت کے الفاظ کہے تو رجعت ہوگئی۔(7)

مسئلہ ۵: کسی اور نے رجعت کے الفاظ کہے اور شوہر نے جائز کر دیا تو ہوگئی۔(8)

مسئلہ ۶: رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے اور اگر کرلیا تو تفریق کر دی جائے اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہوگئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔(9)

مسئلہ ۷: شوہر نے رجعت کرلی مگر عورت کو خبر نہ کی اُس نے عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرلیا اور رجعت ثابت ہو جائے تو تفریق کر دی جائے گی اگرچہ دوسرا دخول بھی کر چکا ہو۔(10)

مسئلہ ۸: رجعت کے الفاظ یہ ہیں میں نے تجھ سے رجعت کی یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یا تجھ کو واپس لیا۔ یا روک لیا یہ سب صریح الفاظ ہیں کہ ان میں بلا نیت بھی رجعت ہو جائیگی۔ یا کہا تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسی تھی یا تو میری عورت ہے تو اگر بہ نیت رجعت یہ الفاظ کہے ہوگئی ورنہ نہیں اور نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے۔(11)

مسئلہ ۹: مطلقہ سے کہا تجھ سے ہزار روپے مہر پر میں نے رجعت کی، اگر عورت نے قبول کیا تو ہوگئی، ورنہ نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۰: جس فعل سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائیگی مثلاً وطی کرنا یا شہوت کے ساتھ مونھ

---

(7) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۴، ص ۸۳

(8) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۲۷

(9) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الرجعۃ، الجزء الثانی، ص ۶۵

(10) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۳۰

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج ۱، ص ۴۶۸، وغیرہ

(12) المرجع السابق، ص ۴۶۹

یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا بلا حائل (بغیر آڑ کے) بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا حائل ہو تو بدن کی گرمی محسوس ہو یا فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا اور اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہ ہوگی اور شہوت کے ساتھ بلا قصد رجعت (رجعت کے ارادہ کے بغیر) ہوں جب بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جبکہ رجعت کا ارادہ نہ ہو تو یوہیں اُسے برہنہ (بے لباس) دیکھنا بھی مکروہ ہے۔(13)

مسئلہ ۱۱: عورت نے مرد کا بوسہ لیا یا چھوا خواہ مرد نے عورت کو اس کی قدرت دی تھی یا غفلت میں یا زبردستی عورت نے ایسا کیا یا مرد سو رہا تھا یا بوہرا یا مجنون ہے اور عورت نے ایسا کیا جب بھی رجعت ہوگئی جبکہ مرد تصدیق کرتا ہو کہ اُس وقت شہوت تھی اور اگر مرد شہوت ہونے یا نفسِ فعل ہی سے انکار کرتا ہو تو رجعت نہ ہوئی اور مرد مر گیا ہو تو اُس کے ورثہ کی تصدیق یا انکار کا اعتبار ہے۔(14)

مسئلہ ۱۲: مجنون کی رجعت فعل سے ہوگی قول سے نہیں اور اگر مرد سو رہا تھا یا مجنون ہے اور عورت نے اپنی شرمگاہ میں اُس کا عضو داخل کر لیا تو رجعت ہوگئی۔(15)

مسئلہ ۱۳: عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے رجعت کر لی تو یہ رجعت نہ ہوئی۔(16)

مسئلہ ۱۴: محض خلوت سے رجعت نہ ہوگی اگرچہ صحیحہ ہو اور پیچھے کے مقام میں وطی کرنے سے بھی رجعت ہو جائے گی اگرچہ یہ حرام اور سخت حرام ہے اور اس کی طرف بشہوت (شہوت کے ساتھ) نظر کرنے سے نہ ہوگی۔(17)

مسئلہ ۱۵: عدّت میں اُس سے نکاح کر لیا جب بھی رجعت ہو جائے گی۔(18)

مسئلہ ۱۶: رجعت میں عورت کی رضا کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار بھی کرے جب بھی ہو جائے گی بلکہ اگر شوہر نے طلاق دینے کے بعد کہہ دیا ہو کہ میں نے رجعت باطل کر دی یا مجھے رجعت کا اختیار نہیں جب بھی رجعت کر سکتا ہے۔(19)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۲۷، ۲۸

(14) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۲۸

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج۱، ص۴۶۹، ۴۷۰

(16) المرجع السابق، ص۴۶۹

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج۱، ص۴۶۹، ۴۷۰

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۲۶، ۲۸

(18) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۲۸

(19) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۲۹

مسئلہ ۱۷: عورت کا مہر مؤجل بطلاق تھا (یعنی طلاق ہونے کے بعد مہر کا مطالبہ کریگی) ایسی صورت میں اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تو اب میعاد پوری ہوگئی، عورت عدّت کے اندر مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے اور رجعت کر لینے سے مطالبہ ساقط نہ ہوگا۔(20)

مسئلہ ۱۸: زوج وزوجہ (میاں اور بیوی) دونوں کہتے ہیں کہ عدّت پوری ہوگئی مگر رجعت میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے کہ رجعت ہوئی اور دوسرا منکر ہے (انکار کرتا ہے) تو زوجہ کا قول معتبر ہے اور قسم کھلانے کی حاجت نہیں اور عدّت کے اندر یہ اختلاف ہوا تو زوج کا قول معتبر ہے اور اگر عدّت کے بعد شوہر نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میں نے عدّت میں کہا تھا کہ میں نے اُسے واپس لیا یا کہا تھا کہ میں نے اُس سے جماع کیا تو رجعت ہوگئی۔(21)

مسئلہ ۱۹: عدّت پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے عدّت میں رجعت کر لی ہے اور عورت تصدیق کرتی ہے تو رجعت ہوگئی اور تکذیب کرتی ہے تو نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۰: زوج وزوجہ متفق ہیں کہ جمعہ کے دن رجعت ہوئی مگر عورت کہتی ہے میری عدت جمعرات کو پوری ہوئی تھی اور شوہر کہتا ہے ہفتہ کے دن، تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہے۔(23)

مسئلہ ۲۱: عورت سے عدت میں کہا میں نے تجھے واپس لیا اُس نے فوراً کہا میری عدت ختم ہو چکی اور طلاق کو اتنا زمانہ ہو چکا ہے کہ اتنے دنوں میں عدت پوری ہوسکتی ہے تو رجعت نہ ہوئی مگر عورت سے قسم لی جائے گی کہ اُس وقت عدت پوری ہو چکی تھی اگر قسم کھانے سے انکار کریگی تو رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر طلاق کو اتنا زمانہ نہیں ہوا کہ عدت پوری ہوسکے تو رجعت ہوگئی البتہ اگر عورت کہتی ہے کہ میرے بچہ پیدا ہوا اور اسے ثابت بھی کردے تو مدت کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور اگر جس وقت شوہر نے رجعت کے الفاظ کہے عورت چپ رہی پھر بعد میں کہا کہ میری عدت پوری ہو چکی تو رجعت ہوگئی۔(24)

مسئلہ ۲۲: باندی کے شوہر نے عدت گزرنے کے بعد کہا میں نے عدت میں رجعت کر لی تھی مولیٰ (مالک) اس

---

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵،ص۲۹

(21) الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۲،ص۲۵۴،۲۵۵

والبحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۴،ص۸۵،۸۶، وغیرہما

(22) الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۲،ص۲۵۴

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج۱،ص۴۷۰

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵،ص۳۲

کی تصدیق کرتا ہے اور باندی تکذیب اور شوہر کے پاس گواہ نہیں یا باندی کہتی ہے میری عدت گزر چکی تھی اور شوہر و مولیٰ دونوں انکار کرتے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں باندی کا قول معتبر ہے اور اگر مولیٰ شوہر کی تکذیب کرتا ہے اور باندی تصدیق تو مولیٰ کا قول معتبر ہے۔ اور اگر دونوں شوہر کی تصدیق کرتے ہیں تو کوئی اختلاف ہی نہیں۔ اور دونوں تکذیب کرتے ہوں تو رجعت نہیں ہوئی۔(25) اور اگر مولیٰ کہتا ہے تو نے رجعت کی ہے اور شوہر منکر ہے تو مولیٰ کا قول معتبر نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۳: عورت نے پہلے یہ کہا کہ میری عدت پوری ہو چکی اب کہتی ہے کہ پوری نہیں ہوئی تو شوہر کو رجعت کا اختیار ہے۔(27)

مسئلہ ۲۴: عورت عدت پوری ہونا بتائے تو مدت کا لحاظ ضروری ہے یعنی اتنا زمانہ گزر چکا ہو کہ عدت پوری ہو سکتی ہو یعنی اُس زمانہ میں تین حیض پورے ہو سکیں اور اگر وضع حمل سے عدت ہو تو اُس کے لیے کوئی مدت نہیں اگر کچا بچہ ہوا جس کے اعضا بن چکے ہوں جب بھی عدت پوری ہو جائیگی مگر اس میں عورت سے قسم لی جائیگی کہ اُس کے اعضا بن چکے تھے اور اگر ولادت کا دعویٰ کرتی ہے تو گواہ ہونے چاہیے۔(28)

مسئلہ ۲۵: عورت سے کہا اگر میں تجھے چھوؤں تو تجھ کو طلاق ہے اور چھوا تو طلاق ہو گئی پھر دوبارہ چھوا تو رجعت ہو گئی جبکہ یہ شہوت کے ساتھ ہو۔(29)

مسئلہ ۲۶: اپنی عورت سے کہا اگر میں تجھ سے رجعت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو مراد رجعت حقیقی ہے یعنی اگر اُسے طلاق دی پھر نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر رجعت کی تو ہو جائے گی۔ اور طلاق رجعی کی عدت میں اُس سے کہا کہ اگر میں رجعت کروں تو تجھ کو تین طلاقیں اور عدت پوری ہونے کے بعد اُس سے نکاح کیا تو طلاق نہیں ہوگی اور بائن کی عدت میں کہا تو ہو جائے گی۔(30)

مسئلہ ۲۷: رجعت اُس وقت تک ہے کہ پچھلے حیض سے پاک نہ ہوئی ہو اُس کے بعد نہیں ہو سکتی یعنی اگر باندی

(25) الدرالمختار وردالمحتار، المرجع السابق، ص ۴۳

(26) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الرجعۃ، الجزء الثانی، ص ۶۷

(27) تنویر الابصار، کتاب الطلاق باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۴۳

(28) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۴۳، وغیرہ

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج ۱، ص ۴۶۹

(30) المرجع السابق

ہے تو دوسرے حیض سے پاک ہونے تک اور آزاد عورت ہے تو تیسرے سے پاک ہونے تک رجعت ہے اب اگر پچھلا حیض پورے دس دن پر ختم ہوا ہے تو دس دن رات پورے ہوتے ہی رجعت کا بھی خاتمہ ہے اگرچہ غسل ابھی نہ کیا ہو اور دس دن رات سے کم میں پاک ہوئی تو جب تک نہا نہ لے یا نماز کا ایک وقت نہ گزر لے رجعت ختم نہیں ہوئی اور اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے نہائی جب بھی رجعت نہیں کرسکتا مگر اُس غسل سے نماز نہیں پڑھ سکتی نہ ابھی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے جب تک غیر مشکوک پانی (31) سے نہانہ لے یا نماز کا وقت نہ گزر لے اور اگر وقت اتنا باقی ہے کہ نہا کر تحریمہ باندھ لے تو اُس وقت کے ختم ہونے پر رجعت بھی ختم ہے اور اگر اتنا خفیف (تھوڑا) وقت باقی ہے کہ نہا نہیں سکتی یا نہا سکتی ہے مگر غسل اور کپڑا پہننے کے بعد اللہ اکبر کہنے کا بھی وقت نہ رہے گا تو اُس وقت کا اعتبار نہیں بلکہ یا نہا لے یا اس کے بعد کا دوسرا وقت گزر لے۔ اور اگر ایسے وقت میں خون بند ہوا کہ وہ وقت فرض نماز کا نہیں یعنی آفتاب نکلنے سے ڈھلنے تک تو اس کا بھی اعتبار نہیں بلکہ اسکے بعد کا وقت ختم ہوجائے یعنی ظہر کا۔ اور اگر دس دن رات سے کم میں خون بند ہوا اور عورت نے غسل کرلیا پھر خون جاری ہوگیا اور دس دن سے متجاوز نہ ہوا تو ابھی رجعت ختم نہ ہوئی تھی اور اگر عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا تھا تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ یوہیں اگر غسل یا نماز کا وقت گزرنے سے پہلے اس صورت میں نکاح دوسرے سے کیا جب بھی نکاح نہ ہوا۔(32)

مسئلہ ۲۸: کسی عورت کو کبھی پانچ دن خون آتا ہے اور کبھی چھ ۶ دن اور اس بار استحاضہ ہوگیا یعنی دس ۱۰ دن سے زیادہ آیا تو رجعت کے حق میں پانچ دن کا اعتبار ہے کہ پانچ دن پورے ہونے پر رجعت نہ ہوگی اور دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس حیض کے چھ ۶ دن پورے ہونے پر کرسکتی ہے۔(33)

مسئلہ ۲۹: عورت اگر کتابیہ ہے تو پچھلا حیض ختم ہوتے ہی رجعت ختم ہوگئی غسل و نماز کا وقت گزرنا شرط نہیں۔(34) مجنونہ اور معتوہہ کا بھی یہی حکم ہے۔(35)

مسئلہ ۳۰: دس ۱۰ دن رات سے کم میں منقطع ہوا اور نہ نہائی نہ نماز کا وقت ختم ہوا بلکہ تیمم کرلیا تو رجعت منقطع نہ ہوئی ہاں اگر اس تیمم سے پوری نماز پڑھ لی تو اب رجعت نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ نماز نفل ہو اور اگر ابھی نماز پوری نہیں ہوئی

---

(31) یعنی وہ پانی جس کے پاک ہونے اور پاک کرنے میں شک نہ ہو۔

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۳۴

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج۱، ص۴۷۱

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ، ج۱، ص۴۷۱

(35) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۳۵

ہے، بلکہ شروع کی ہے تو رجعت کرسکتا ہے اور اگر تیمم کرکے قرآن مجید پڑھا یا مصحف شریف چھوایا مسجد میں گئی تو رجعت ختم نہ ہوئی۔(36)

مسئلہ ۳۱: غسل کیا اور کوئی جگہ ایک عضو سے کم مثلاً بازو یا کلائی کا کچھ حصہ یا دو ایک اونگلی بھول گئی جہاں پانی پہنچنے نہ پہنچنے میں شک ہے تو رجعت ختم ہوگئی مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت کرسکتی ہے کہ اُس جگہ کو دھولے یا نماز کا وقت گزر جائے اور اگر یقین ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچا ہے یا قصداً اُس جگہ کو چھوڑ دیا تو رجعت ہوسکتی ہے اور اگر پورا عضو جیسے ہاتھ یا پاؤں بھولی تو رجعت ہوسکتی ہے، کُلّی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا دونوں ملکر ایک عضو ہیں اور ہر ایک ایک عضو سے کم۔(37)

مسئلہ ۳۲: حاملہ کو طلاق دی اور اُس کی وطی سے منکر ہے اور رجعت کرلی پھر چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو مگر وقت نکاح سے چھ ۶ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہوئی تو رجعت ہوگئی۔(38)

مسئلہ ۳۳: نکاح کے بعد چھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہوا پھر اُسے طلاق دی اور وطی سے انکار کرتا ہے تو رجعت کرسکتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو چکا شرعاً وطی ثابت ہے اُس کا انکار بیکار ہے۔(39)

مسئلہ ۳۴: اگر خلوت ہوچکی ہے مگر وطی سے انکار کرتا ہے پھر طلاق دی تو رجعت نہیں کرسکتا اور اگر شوہر وطی کا اقرار کرتا ہے مگر عورت منکر ہے اور خلوت ہوچکی ہے تو رجعت کرسکتا ہے اور خلوت نہیں ہوئی تو نہیں۔(40)

مسئلہ ۳۵: عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے اُس کے بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگئی پھر چھ ۶ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ پیدا ہوا تو رجعت ہوگئی اگرچہ دوسرا بچہ دو ۲ برس (41) سے زیادہ میں پیدا ہوا کہ اکثر مدت حمل دو ۲ برس ہے اور اس صورت میں عدت حیض سے ہے تو ہوسکتا ہے کہ زیادہ زیادہ دنوں کے بعد حیض آیا اور عدت ختم ہونے سے پیشتر شوہر نے وطی کی ہو۔ ہاں اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کرچکی ہو تو مجبوری ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچہ سے چھ ۶ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد رجعت نہیں۔(42)

---

(36) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۴، ص ۲۱، وغیرہ

(37) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۳۵، وغیرہما

(38) شرح الوقایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۱، الجزء الثانی، ص ۱۱۲۔ ۱۱۴

(39) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۳۶

(40) المرجع السابق، ص ۳۹

(41) غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے۔ اصل کتاب میں دو برس کے بجائے دس برس کا ذکر ہے۔ علمیہ

(42) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج ۵، ص ۴۰

مسئلہ ۳۶: طلاق رجعی کی عدت میں عورت بناؤ سنگار کرے جبکہ شوہر موجود ہو اور عورت کو رجعت کی امید ہو اور اگر شوہر موجود نہ ہو یا عورت کو معلوم ہو کہ رجعت نہ کریگا تو تزیّن (بناؤ سنگار) نہ کرے۔ اور طلاق بائن اور وفات کی عدت میں زینت حرام ہے اور مطلّقہ رجعیہ کو سفر میں نہ لیجائے بلکہ سفر سے کم مسافت تک بھی نہ لیجائے جب تک رجعت پر گواہ نہ قائم کرلے یہ اُس وقت ہے کہ شوہر نے صراحۃً رجعت کی نفی کی ہو ورنہ سفر میں لے جانا ہی رجعت ہے۔(43)

مسئلہ ۳۷: شوہر کو چاہیے کہ جس مکان میں عورت ہے جب وہاں جائے تو اُسے خبر کردے یا کھنکار کر جائے یا اس طرح چلے کہ جوتے کی آواز عورت سُنے یہ اُس صورت میں ہے کہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔ یوہیں جب رجعت کا ارادہ نہ ہو تو خلوت بھی مکروہ ہے اور رجعت کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں اور رجعت کا ارادہ ہو تو اس کی باری بھی ہے ورنہ نہیں۔(44)

مسئلہ ۳۸: عورت باندی تھی اُسے طلاق دیدی اور حرہ سے نکاح کرلیا تو اُس سے رجعت کرسکتا ہے۔(45)

مسئلہ ۳۹: جس عورت کو تین سے کم طلاق بائن دی ہے اُس سے عدت میں بھی نکاح کرسکتا ہے اور بعد عدت بھی اور تین طلاقیں دی ہوں یا لونڈی کو دو تو بغیر حلالہ نکاح نہیں کرسکتا اگرچہ دخول نہ کیا ہو البتہ اگر غیر مدخولہ ہو (دخول نہ کیا گیا ہو) تو تین طلاق ایک لفظ سے ہوگی تین لفظ سے ایک ہی ہوگی جیسا پہلے معلوم ہو چکا اور دوسرے سے عدت کے اندر مطلقاً نکاح نہیں کرسکتی تین طلاقیں دی ہوں یا تین سے کم۔(46)

❁❁❁❁❁

(43) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۴۱، وغیرہ

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ، ج۱، ص۴۷۲
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۴۲، وغیرہما

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ، ج۱، ص۴۷۲

(46) الفتاوی الھندیۃ، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ، ج۱، ص۴۷۲، وغیرہ

حلالہ کے مسائل

مسئلہ ۴۰: حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے (دخول کیا گیا ہو) تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی (دوسرا شوہر) اُس عورت سے وطی بھی کرلے اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے کہ اس کے لیے عدت نہیں۔(1)

مسئلہ ۴۱: پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے میں نکاح صحیح نافذ کی شرط ہے اگر نکاح فاسد ہوا یا موقوف اور وطی بھی ہوگئی تو حلالہ نہ ہوا مثلاً کسی غلام نے بغیر اجازت مولیٰ اُس سے نکاح کیا اور وطی بھی کرلی پھر مولیٰ نے جائز کیا تو اجازت مولیٰ کے بعد وطی کرکے چھوڑے گا تو پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے اور بلا وطی طلاق دی تو وہ پہلے کی وطی کافی نہیں۔ یوہیں زنا یا وطی بالشبہ سے بھی حلالہ نہ ہوگا۔ یوہیں اگر وہ عورت کسی کی باندی تھی عدت پوری ہونے کے بعد مولیٰ نے اُس سے جماع کیا تو شوہر اول کے لیے اب بھی حلال نہ ہوئی اور اگر زوجہ باندی تھی اُسے دو ۲ طلاقیں دیں پھر اُس کے مالک سے خرید لی یا اور کسی طرح سے اُس کا مالک ہوگیا تو اُس سے وطی نہیں کرسکتا جب تک دوسرے سے نکاح نہ ہولے اور وہ دوسرا وطی بھی نہ کرلے۔ یوہیں اگر عورت معاذ اللہ مُرتدہ ہوکر دارالحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے جہاد میں پکڑ آئی اور شوہر اُس کا مالک ہوگیا تو اس کے لیے حلال نہ ہوئی۔ حلالہ میں جو وطی شرط ہے، اس سے مراد وہ وطی ہے جس سے غسل فرض ہوجاتا ہے یعنی دخول حشفہ (آلہ تناسل کا داخل ہونا) اور انزال (منی کا نکلنا) شرط نہیں۔(2)

مسئلہ ۴۲: عورت حیض میں ہے یا احرام باندھے ہوئے ہے اس حالت میں شوہر ثانی نے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لیے کافی ہے اگرچہ حیض کی حالت میں وطی کرنا بہت سخت حرام ہے۔(3)

مسئلہ ۴۳: دوسرا نکاح مراہق سے ہوا (یعنی ایسے لڑکے سے جو نابالغ ہے مگر قریب بلوغ ہے اور اُس کی عمر والے جماع کرتے ہیں) اور اُس نے وطی کی اور بعد بلوغ طلاق دی تو وہ وطی کہ قبل بلوغ کی تھی حلالہ کے لیے کافی ہے

---

(1) البحرالرائق، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ، ج۴، ص۹۷، ۹۸

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۴۵۔۴۸

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ الخ، ج۱، ص۴۷۳، وغیرھما

(3) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مطلب: حیلۃ اسقاط عدۃ المحلل، ج۵، ص۵۰

مگر طلاق بعد بلوغ ہونی چاہیے کہ نابالغ کی طلاق واقع ہی نہ ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ کی وطی ہو کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انزال شرط ہے اور نابالغ میں انزال کہاں۔(4)

مسئلہ ۴۴: اگر مطلقہ چھوٹی لڑکی ہے کہ وطی کے قابل نہیں تو شوہر ثانی اُس سے وطی کر بھی لے جب بھی شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوئی اور اگر نابالغہ ہے مگر اُس جیسی لڑکی سے وطی کی جاتی ہے یعنی وہ اس قابل ہے تو وطی کافی ہے۔(5)

مسئلہ ۴۵: اگر عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہوگیا ہے تو محض وطی کافی نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ حاملہ ہو جائے۔ یوہیں اگر ایسے شخص سے نکاح ہوا جس کا عضوتناسل کٹ گیا ہے تو اس میں بھی حمل شرط ہے۔(6)

مسئلہ ۴۶: مجنون یا خصی (جس کے خصیے نہ ہوں) سے نکاح ہوا اور وطی کی تو شوہر اول کے لیے حلال ہوگئی۔(7)

مسئلہ ۴۷: کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں تھی اُسے طلاق دی اور اُس نے کسی کتابی سے نکاح کیا اور حلالہ کے تمام شرائط پائے گئے تو شوہر اول کے لیے حلال ہوگئی۔(8)

مسئلہ ۴۸: پہلے شوہر نے تین طلاقیں دیں عورت نے دوسرے سے نکاح کیا بغیر وطی اُس نے بھی تین طلاقیں دیدیں پھر عورت نے تیسرے سے نکاح کیا اس نے وطی کر کے طلاق دی تو پہلے اور دوسرے دونوں کے لیے حلال ہوگئی یعنی اب پہلے یا دوسرے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔(9)

مسئلہ ۴۹: بہت زیادہ عمر والے سے نکاح کیا جو وطی پر قادر نہیں ہے اُس نے کسی ترکیب سے عضوتناسل داخل کر دیا تو یہ وطی حلالہ کے لیے کافی نہیں ہاں اگر آلہ میں کچھ انتشار پایا گیا اور دخول ہوگیا تو کافی ہے۔(10)

مسئلہ ۵۰: عورت سورہی تھی یا بیہوش تھی شوہر ثانی نے اس حالت میں اُس سے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لیے کافی ہے۔(11)

---

(4) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مطلب: فی العقد علی المبانۃ، ج۵، ص ۴۴

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مطلب: فی العقد علی المبانۃ، ج۵، ص ۴۷

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ الخ، ج۱، ص ۴۷۳

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص ۴۵

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ الخ، ج۱، ص ۴۷۳

(9) المرجع السابق

(10) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، فصل فیما تحل لہ بہ المطلقۃ، ج۴، ص ۳۳، وغیرہ

(11) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص ۵۰

مسئلہ ۵۱: عورت کو تین طلاقیں دی تھیں اب وہ آکر شوہر اول سے یہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد میں نے نکاح کیا اور اُس نے جماع بھی کیا اور طلاق دیدی اور یہ عدت بھی پوری ہو چکی اور پہلے شوہر کو طلاق دیے اتنا زمانہ گزر چکا ہے کہ یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں تو اگر عورت کو اپنے گمان میں سچی سمجھتا ہے تو اُس سے نکاح کر سکتا ہے۔(12) اور اگر عورت فقط اتنا ہی کہے کہ میں حلال ہو گئی تو اُس سے نکاح حلال نہیں، جب تک سب باتیں پوچھ نہ لے۔(13)

مسئلہ ۵۲: عورت کہتی ہے کہ شوہر ثانی نے جماع کیا ہے اور شوہر ثانی انکار کرتا ہے تو شوہر اول کو نکاح جائز ہے اور شوہر ثانی کہتا ہے کہ میں نے جماع کیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے تو نکاح جائز نہیں اور اگر عورت اقرار کرتی ہے اور شوہر اول نے نکاح کے بعد کہا کہ شوہر ثانی نے جماع نہیں کیا ہے تو دونوں میں تفریق کردی جائے اور اگر شوہر اول سے نکاح ہو جانے کے بعد عورت کہتی ہے میں نے دوسرے سے نکاح کیا ہی نہ تھا اور شوہر کہتا ہے کہ تو نے دوسرے سے نکاح کیا اور اُس نے وطی بھی کی تو عورت کی تصدیق نہ کی جائے اور اگر شوہر ثانی عورت سے کہتا ہے کہ میرا نکاح تجھ سے فاسد ہوا کہ میں نے تیری ماں سے جماع کیا ہے اگر عورت اُسکے کہنے کو سچ سمجھتی ہے تو عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوئی۔(14)

مسئلہ ۵۳: کسی عورت سے نکاح فاسد کر کے تین طلاقیں دے دیں تو حلالہ کی حاجت نہیں بغیر حلالہ اُس سے نکاح کر سکتا ہے۔(15)

مسئلہ ۵۴: نکاح بشرط التحلیل (حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنا) جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی وہ یہ ہے کہ عقدِ نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے زوج اول وثانی (یعنی پہلا شوہر جس نے طلاق دی اور دوسرا جس سے نکاح کیا) اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اِس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اول کے لیے حلال ہو جائیگی۔ اور شرط باطل ہے۔ اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں۔ اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے۔(16)

مسئلہ ۵۵: اگر نکاح اس نیت سے کیا جارہا ہے کہ شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے اور عورت یا شوہر اول کو یہ

---

(12) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ، ج۲، ص۲۵۸، ۲۵۹

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ... إلخ، ج۱، ص۴۷۴

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ... إلخ، ج۱، ص۴۷۴

(15) المرجع السابق

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۵۱، وغیرہ

←

اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے طلاق نہ دے تو دقت (پریشانی) ہوگی تو اس کے لیے بہتر حیلہ یہ ہے کہ اُس

{1}......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی۔''

(سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب احلال المطلقۃ ثلاثا ومافیہ من التغلیظ، الحدیث:۳۴۴۵،ص۲۳۱۱)

{2}......تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:''میں تمہیں ادھار لئے ہوئے سانڈ کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن نے عرض کی:''کیوں نہیں! یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! (ضرور بتائیں)'' تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی۔'' (سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب المحلل والمحلل لہ، الحدیث:۱۹۳۶،ص۲۵۹۲)

حضرت سیِّدُنا امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۲۷۹ھ) اس حدیثِ پاک کے ضمن میں فرماتے ہیں:''جن اہلِ علم کا اس پر عمل ہے، ان میں امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم، ان کے صاحبزادے اور امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم شامل ہیں۔یہی تابعین میں سے فقہا کا قول ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہ،تحت الحدیث:۱۱۲۰،ص۱۷۶۰۔)

{3}......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حلالہ کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''(یہ جائز) نہیں، بلکہ نکاح تو رغبت سے ہوتا ہے نہ کہ مکر وفریب سے اور نہ ہی کتاب اللہ (کے احکام) کا مذاق اڑاتے ہوئے کہ پھر تم ذائقہ چکھنے لگو۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث:۱۱۵۶۷،ج۱۱،ص۱۸۰، بتغیرقلیل)

{4}......امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا:''میرے پاس جو حلالہ کرنے والا اور کرانے والا لایا گیا میں اس کو رجم کروں گا۔'' (المصنف لعبدالرزاق، کتاب النکاح، باب التحلیل، الحدیث:۱۰۸۱۹،۱۰۸۲۰،ج۶،ص۲۱۱)

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے صاحبزادے سے اس کی وضاحت دریافت فرمائی تو ارشاد فرمایا:''وہ دونوں زانی ہیں۔''

{5}......ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہ مسئلہ دریافت کیا:''آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے اس لئے نکاح کیا تا کہ اسے اس کے سابقہ شوہر کے لئے حلال کر دوں حالانکہ اس کے شوہر نے نہ تو مجھے اس کا حکم دیا اور نہ ہی اسے اس کا علم ہے۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا:''(ایسا کرنا صحیح) نہیں، بلکہ نکاح تو رغبت سے ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت تجھے پسند آئے تو اسے اپنے پاس روک لے اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دے اور سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں ہم اسے (یعنی حلالہ کے عمل کو) جہالت شمار کرتے تھے۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث:۶۲۴۶،ج۴،ص۳۶۱، بتغیرقلیل) ←

سے یہ کہلوالیں کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے جماع کروں یا نکاح کر کے ایک رات سے زیادہ رکھوں تو اس پر بائن طلاق ہے اب عورت سے جماع کرتے ہی یا رات گزرنے پر طلاق پڑ جائے گی یا یوں کرے کہ عورت یا اُسکا وکیل یہ کہے کہ میں نے یا میری مؤکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے وہ کہے میں نے قبول کیا اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے۔اور اگر پہلے زوج کی جانب سے الفاظ کہے گئے کہ میں نے اُس عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اُسے اُس کے نفس کا اختیار ہے تو یہ شرط لغو (فضول) ہے عورت کو اختیار نہ ہوگا۔(17)

مسئلہ ۵۶: دوسرے سے عورت نے نکاح کیا اور اُس نے دخول بھی کیا پھر اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد شوہر اول سے اسکا نکاح ہوا تو اب شوہر اول تین طلاقوں کا مالک ہو گیا پہلے جو کچھ طلاق دے چکا تھا اُس کا اعتبار اب نہ ہوگا۔اور اگر شوہر ثانی نے دخول نہ کیا ہو اور شوہر اول نے تین طلاقیں دی تھیں جب تو ظاہر ہے کہ حلالہ ہوا ہی نہیں پہلے شوہر سے نکاح ہی نہیں ہو سکتا اور تین سے کم دی تھی تو جو باقی رہ گئی ہے اُسی کا مالک ہے تین کا مالک نہیں اور زوجہ لونڈی ہو تو اس کی دو طلاقیں حرہ کی تین کی جگہ ہیں۔(18)

{6}......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اپنے شوہرِ اول کے لئے (حلال ہونے کے لئے) عورت کے حلالہ کرانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ جہالت ہے۔''

(المصنف لعبد الرزاق، کتاب النکاح، باب التحلیل، الحدیث: ۱۰۸۱۸، ج۶، ص۲۱۰)

{7}......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی چچا زاد بہن کو طلاق دے دی پھر شرمسار ہو کر اس کی طرف راغب ہوا اور ارادہ کیا کہ کوئی شخص اس کی چچا زاد سے نکاح کر کے اس کے لئے اسے حلال کر دے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دونوں زانی ہیں، اگر چہ 20 سال تک یا جتنا عرصہ اس حالت میں رہیں بشرطیکہ وہ (یعنی حلالہ کرنے والا) جانتا ہو کہ اس کا حلالہ کرانے کا ارادہ تھا۔'' (المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۸۲۰)

{8}......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں پھر اس پر نادم ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے شرمسار کیا اور شیطان کی پیروی کی تو اپنے لئے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ پائے گا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: ''آپ حلالہ کرنے والے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟'' فرمایا: ''جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے وہ خود دھوکے میں رہتا ہے۔''

(المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۸۲۱)

(17) الدرالمختار وردالمحتار، باب الرجعة، مطلب: حیلة اسقاط عدة المحلل، ج۵، ص۵۱

(18) الفتاوی الھندیة، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة ...الخ، ج۱، ص۴۷۵

←

مسئلہ ۵۷: عورت کے پاس دوشخصوں نے گواہی دی کہ اُس کے شوہر نے اُسے تین طلاقیں دیدیں اور شوہر غائب ہے تو عورت بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر ایک شخص ثقہ نے طلاق کی خبر دی ہے جب بھی عورت نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر شوہر کا خط آیا جس میں اسے طلاق لکھی ہے اور عورت کا غالب گمان ہے کہ خط اُسی کا ہے تو نکاح کرنے کی عورت کے لیے گنجائش ہے اور اگر شوہر موجود ہے اور دونوں میاں بی بی کی طرح رہتے ہیں تو اب نکاح نہیں کرسکتی۔(19)

مسئلہ ۵۸: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اُس سے پیچھا چھڑائے، مہر معاف کرکے یا اپنا مال دیکر اُس سے علیحدہ ہو جائے، غرض جس طرح بھی ممکن ہو اُس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اِسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے(20)۔عورت جب اِن باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہرحال گنہگار ہے۔(21)

مسئلہ ۵۹: عورت کو اب تین طلاقیں دیں اور کہتا یہ ہے کہ اس سے پیشتر ایک طلاق دے چکا تھا اور عدت بھی ہو

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵،ص۵۵

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ الخ، ج۱،ص۴۷۵

وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مطلب: الاقدام علی النکاح الخ، ج۵،ص۶۰

(20) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور عورت جانتی ہو کہ اس نے جھوٹا کیا، تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اس سے اعلانیہ طلاق لے، اگر طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے،

ردالمحتار میں ہے:

اذا سمعت اواخبرھا عدل لایحل لھا تمکینہ بل تفدی نفسھا بمال اوتھرب فان حلف ولابینۃ لھا فالاثم علیہ اذالم تقدر علی الفداء اوالھرب ۲۔(باختصار)(۲۔ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۲)

اگر خود عورت، مرد کی طرف سے تین طلاقیں سن لے، یا کسی عادل شخص نے اس کو یہ اطلاع دے دی تو پھر بیوی کو حلال (جائز) نہیں کہ وہ خاوند کو اپنے پر جماع کا موقعہ دے بلکہ جیسے بن پڑے مال دے کر اعلانیہ طلاق لے یا بھاگ کر اپنے کو بچائے، اور اگر خاوند طلاق نہ دینے کی قسم کھالے اور طلاق پر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور بیوی مال کے بدلے یا بھاگ کر اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو اب گناہ خاوند پر ہوگا (باختصار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳،ص ۲۴۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

چکی تھی یعنی اُس کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عدت گزرنے پر عورت اجنبیہ ہوگئی لہٰذا یہ طلاقیں واقع نہ ہوئیں اور عورت بھی تصدیق کرتی ہے تو کسی کی تصدیق نہ کیجائے دونوں جھوٹے ہیں کہ ایسا تھا تو میاں بی بی کی طرح رہتے کیونکر تھے ہاں اگر لوگوں کو اُسکا طلاق دینا اور عدت گزر جانا معلوم ہو تو اور بات ہے۔(22)

مسئلہ ۶۰: شوہر تین طلاقیں دے کر انکاری ہوگیا عورت نے گواہ پیش کیے اور تین طلاق کا حکم دیا گیا اب کہتا ہے کہ پہلے ایک طلاق دے چکا تھا اور عدت گزر چکی تھی اور گواہ بھی پیش کرتا ہے تو گواہ بھی مقبول نہیں۔(23)

مسئلہ ۶۱: غیر مدخولہ کو دو ۲ طلاقیں دیں اور کہتا ہے کہ ایک پہلے دے چکا ہے تو تین قرار پائیں گی۔(24)

خودکشی کی مَذمَّت میں چار فرامین مصطفےٰ:

1......تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جو زخمی ہوگیا اور وہ اس زخم سے گھبرا گیا، اس نے چھری لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا مگر اس کا خون نہ تھما حتّٰی کہ اس نے دم توڑ دیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میرے بندے نے اپنی جان کے ساتھ مجھ پر جلدی کی، میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ...الخ، ص۷۶، حدیث:۱۱۳)

یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

2......جو خود کو کسی لوہے (کے ہتھیار) سے قتل کرے تو وہ اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ جہنّم کی آگ میں اسے اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خود کو مار ڈالا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، وہ جہنم کی آگ میں اسے پیتا رہے گا اور ہمیشہ جہنّم میں رہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرلیا، وہ جہنم کی آگ میں (بلندی سے) گرتا رہے گا اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ...الخ، ص۶۹، حدیث:۱۰۹)

صحیح حدیث میں ہے:

3......ایک شخص کو اس کے زخم نے سخت تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس نے موت کی طرف جلدی کی اور اپنی تلوار کی تیز دھار سے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا تو نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''یہ شخص جہنمی ہے۔''

(مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ...الخ، ص۷۰، حدیث:۱۱۲)

4......مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے اور جو جس چیز کے ذریعے خُودکُشی کرے گا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت اسے اسی چیز کے ذریعہ عذاب دے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ...الخ، ص۶۹، حدیث:۱۱۰)

(21) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۵۹، مع زیادۃ

(22) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۶۰

(23) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مطلب: الاقدام علی النکاح ...الخ، ج۵، ص۶۱

(24) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ج۵، ص۶۱

مسئلہ ۶۲: تین طلاقیں کسی شرط پر معلق تھیں اور وہ شرط پائی گئی لہٰذا تین طلاقیں پڑ گئیں عورت ڈرتی ہے کہ اگر اُس سے کہے گی تو وہ سرے سے تعلیق ہی سے انکار کر جائے گا تو عورت کو چاہیے خفیہ حلالہ کرائے اور عدت پوری ہونے کے بعد شوہر سے تجدید نکاح کی درخواست کرے۔(25)

❁❁❁❁❁

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ إلخ، ج۱، ص۴۷۵

ایلا کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾﴾ (1)

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھالیتے ہیں اُن کے لیے چار مہینے کی مدت ہے پھر اگر اِس مدت میں واپس ہوگئے (قسم توڑ دی) تو اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا پکا ارادہ کرلیا (رجوع نہ کی) تو اللہ (عزوجل) سننے والا، جاننے والا ہے (طلاق ہوجائے گی)۔

مسئلہ ۱: ایلا کے معنی یہ ہیں کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت (ہمبستری) نہ کریگا یا چار مہینے قربت نہ کریگا عورت باندی ہے تو اس کے ایلا کی مدت دو ۲ ماہ ہے۔(2)

---

(1) پ۲، البقرۃ: ۲۲۶، ۲۲۷

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال دو سال تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھالیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لئے یا غیر معین مدت کے لئے ترک صحبت کی قسم کھالے جس کو ایلا کہتے ہیں تو اس کے لئے چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔

مسئلہ: اگر مرد صحبت پر قادر ہو تو رجوع صحبت ہی سے ہوگا اور اگر کسی وجہ سے قدرت نہ ہو تو بعد قدرت صحبت کا وعدہ رجوع ہے۔

(تفسیرِ احمدی)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۷۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ایلاء کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے، ←

مسئلہ ۲: قسم کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے ان صفات کی قسم کھائی جن کی قسم کھائی جاتی ہے مثلاً

اور یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم، یا مؤبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب، یا کسی خاص مدت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر دو رکعت نماز لازم، اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلہ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک، اور وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، طلاق، کفارہ، وغیرہا، نہ مثل وضو و غسل و تلاوت قرآن وسجدہ تلاوت واتباع جنازہ وغیرہ کے یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہوجاتیں، اور یہ قسم و تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلا مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں، مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق، خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے، مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلاء ہے، یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہے تو ایلاء نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں، اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں، اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم، اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس مکان میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو حج لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لے جاکر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علی ہذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلاء نہیں، ان سب قیود واحکام کی تصریح و تفصیل درمختار وردالمحتار میں ہے من شاء فلیراجعھما (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے ـت) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک نہیں پہنچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کردیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جس سے وہ خود مختار ہوجائے گی،

فی الدر حکمه وقوع طلقة بائنة ان بر ولم یطأ ولزم الکفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان اھ

درمیں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائنہ ہوجائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر ←

اس کی عظمت وجلال کی قسم، اس کی کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، دوسری تعلیق مثلاً یہ کہ اگر اس سے وطی

کی یعنی جو معلق کیا تھا تو حانث ہونے پر وہ جزا لازم ہوگی۔ (۱؎ درمختار باب الیمین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۲)

فی ردالمحتار قوله وحرمت عطف تفسیر والمراد بالوطئ حقیقته عند القدرة او ما یقوم مقامه کالقول عند العجز فالمراد وحرمت الوطئ ای تحریما ینحل بالحنث فیما حلف علیه ۱؎ اھ

ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ متن کا قول وحرمت (اور وطی حرام کی) عطف تفسیری ہے، اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اور قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام مثلاً یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا اھ (۱؎ ردالمحتار باب الیمین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۶)

وفی الدر عجز حقیقیا لا حکمیا کالاحرام لکونه باختیاره عن وطئها لمرض باحدهما او صغرها او جبه او عنته او بمسافة لایقدر علی قطعها فی مدة الایلاء او لحبسه لا بحق ففیئه نحو قوله بلسانه فئت الیها او راجعتك او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوه ۲؎ اھ ملخصا۔

اور در میں ہے عاجز ہوجائے اس سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں جیسے کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے، بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو، یا بیوی صغیرہ ہو، یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہے، یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے، یا ناحق قید میں ہے، تو ان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کرے اور یوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کردیا ہے، یا کہے میں نے قسم کھائی اس سے میں نے رجوع کرلیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے، اھ ملخصا (۲؎ درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۳)

مگر یہ طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے بھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہوگئیں یہ جدا بات ہے یا اگر (مدت عہ) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھی اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کرلیا اور یونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا۔

(عہ: اصل میں کرم خوردہ ہے)

فی التنویر فی الحلف بالله وجبت الکفارة وفی غیره وجب الجزاء وسقط الایلاء والا بانت بواحدة وسقط الحلف لو موقتا لا لو کان موبدا فلو نکحها ثانیا وثالثا ومضت المدتان من وقت التزوج فان نکحها بعد زوج آخر لم تطلق وان وطئها کفر لبقاء الیمین ۱؎ اھ۔ والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔

(۱؎ درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۲، ۴۳)

تنویر میں ہے: ایلاء میں، اگر اللہ کی قسم، کہ تو اس سے رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی، ←

کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مجھ پر اتنے دنوں کا روزہ ہے یا حج ہے۔(3)

مسئلہ ۳: ایلا دو ۲ قسم ہے ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مؤبد یعنی چار مہینے کی قید اُس میں نہ ہو بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔اور اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہوجائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہوگیا اور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہوگئی۔ پھر اگر ایلائے موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمین (قسم) ساقط ہوگئی یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُسکا کچھ اثر نہیں۔اور اگر مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی اُس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا تو ان صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑگئی پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا بدستور آگیا اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کرلیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلیق تھی تو جزا واقع ہوجائیگی۔اور اگر چار مہینے گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی مگر یمین بدستور باقی ہے سہ بارہ (یعنی تیسری مرتبہ) نکاح کیا تو پھر ایلا آگیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑجائیگی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلا نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کریگا کفارہ واجب ہوگا۔اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اُس کے بعد پھر اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر ایلا رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہوجائے گی پھر نکاح کیا پھر وہی حکم ہے

اور ایلاء ساقط ہوجائیگا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہوجائیگی اور حلف مقررہ وقت کیلئے ہوتو ختم ہوجائے گا اور اگر حلف ابدی ہوتو ختم نہ ہوگا، لہذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت ہوگا لہذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۵۷۔۲۵۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے تنہا زوجہ کے لئے نہیں ہوسکتا،

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۷۶

والبحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۴، ص۱۰۰

پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم ہے یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ایلا بدستور باقی رہے گا۔(4)

مسئلہ ۴: ذمی نے ذات وصفات (یعنی اللہ عزوجل کی ذات وصفات) کی قسم کے ساتھ ایلا کیا یا طلاق و عتاق (یعنی غلام آزاد کرنے) پر تعلیق کی تو ایلا ہے اور حج و روزہ و دیگر عبادات پر تعلیق کی تو ایلا نہ ہوا اور جہاں ایلا صحیح ہے وہاں مسلمان کے حکم میں ہے، مگر صحبت کرنے پر کفارہ واجب نہیں۔(5)

مسئلہ ۵: یوں ایلا کیا کہ اگر میں قربت کروں تو میرا فلاں غلام آزاد ہے اسکے بعد غلام مر گیا تو ایلا ساقط ہو گیا۔ یوہیں اگر اُس غلام کو بیچ ڈالا جب بھی ساقط ہے مگر وہ غلام اگر قربت سے پہلے پھر اس کی مِلک میں آ گیا تو ایلا کا حکم لوٹ آئیگا۔(6)

مسئلہ ۶: ایلا صرف منکوحہ سے ہوتا ہے یا مطلقہ رجعی سے کہ وہ بھی منکوحہ ہی کے حکم میں ہے اجنبیہ (یعنی نامحرمہ عورت) سے اور جسے بائن طلاق دی ہے اُس سے ابتداءً نہیں ہوسکتا۔ یوہیں اپنی لونڈی سے بھی نہیں ہوسکتا ہاں دوسرے کی کنیز اس کے نکاح میں ہے تو ایلا کرسکتا ہے یوہیں اجنبیہ کا ایلا اگر نکاح پر معلق کیا تو ہو جائیگا مثلاً اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا۔(7)

مسئلہ ۷: ایلا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہٰذا مجنون و نابالغ کا ایلا صحیح نہیں کہ یہ اہل طلاق نہیں۔(8)

مسئلہ ۸: غلام نے اگر قسم کے ساتھ ایلا کیا مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے قُربت نہ کروں گا یا ایسی چیز پر معلق کیا جسے مال سے تعلق نہیں مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر اتنے دنوں کا روزہ ہے یا حج یا عمرہ ہے یا میری عورت کو طلاق ہے تو ایلا صحیح ہے۔ اور اگر مال سے تعلق ہے تو صحیح نہیں مثلاً مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا یا اِتنا صدقہ دینا لازم ہے تو ایلا نہ ہوا کہ وہ مال کا مالک ہی نہیں۔(9)

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۷۶

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۷۶

(6) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۲

(7) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۲

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۲

(9) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۲

مسئلہ ۹: یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے سے کم کی مدت نہ ہو اور زوجہ کنیز ہے تو دو ماہ سے کم کی نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں اور زوجہ کنیز تھی اس کے شوہر نے ایلا کیا تھا اور مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ آزاد ہوگئی تو اب اس کی مدت آزاد عورتوں کی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی مثلاً واللہ فلاں جگہ تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ایلا نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ کے ساتھ کسی باندی یا اجنبیہ کو نہ ملائے مثلاً تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کرونگا۔ اور یہ کہ بعض مدت کا استثنا نہ ہو مثلاً چار مہینے تجھ سے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن۔ اور یہ کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلا نہیں۔ (10)

مسئلہ ۱۰: اس کے الفاظ بعض صریح ہیں بعض کنایہ صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن معنی جماع کی طرف سبقت (11) کرتا ہو اس معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہو اس میں نیت درکار نہیں بغیر نیت بھی ایلا ہے اور اگر صریح لفظ میں یہ کہے کہ میں نے معنی جماع کا ارادہ نہ کیا تھا تو قضاءً اُس کا قول معتبر نہیں دیانۃً معتبر ہے۔ کنایہ وہ جس سے معنی جماع متبادر نہ ہوں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو اس میں بغیر نیت ایلا نہیں اور دوسرے معنی مراد ہونا بتاتا ہے تو قضاءً بھی اس کا قول مان لیا جائیگا۔ (12)

مسئلہ ۱۱: صریح کے بعض الفاظ یہ ہیں واللہ میں تجھ سے جماع نہ کرونگا، قربت نہ کرونگا، صحبت نہ کروں گا، وطی (جماع) نہ کرونگا اور اُردو میں بعض اور الفاظ بھی ہیں جو خاص جماع ہی کے لیے بولے جاتے ہیں اُن کے ذکر کی حاجت نہیں ہر شخص اُردوداں جانتا ہے۔ علامہ شامی نے اس لفظ کو کہ میں تیرے ساتھ نہ سوؤں گا صریح کہا ہے اور اصل یہ ہے کہ مدار (انحصار) عرف پر ہے عرفاً جس لفظ سے معنی جماع متبادر ہوں (ذہن میں فوراً آجاتا ہو) صریح ہے، اگرچہ یہ معنی مجازی ہوں۔ کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں: تیرے بچھونے کے قریب نہ جاؤنگا، تیرے ساتھ نہ لیٹوں گا، تیرے بدن سے میرا بدن نہ ملے گا، تیرے پاس نہ رہوں گا، وغیرہا۔ (13)

مسئلہ ۱۲: ایسی بات کی قسم کھائی کہ بغیر جماع کیے قسم ٹوٹ جائے تو ایلا نہیں مثلاً اگر میں تجھ کو چھوؤں تو ایسا ہے کہ محض بدن پر ہاتھ رکھنے ہی سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ (14)

---

(10) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۱، ص۲۶۵۔۲۶۶
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۴

(11) یعنی پہلے پہل، ابتداءً ذہن جماع کے معنی کی طرف جاتا ہو۔

(12) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۵، وغیرہ

(13) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۶۵، ۶۷، وغیرہا

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۷۷

مسئلہ ۱۳: اگر کہا میں نے تجھ سے ایلا کیا ہے اب کہتا ہے کہ میں نے ایک جھوٹی خبر دی تھی تو قضائً ایلا ہے اور دیانۃً اُس کا قول مان لیا جائیگا اور اگر یہ کہے کہ اس لفظ سے ایلا کرنا مقصود تھا تو قضاء و دیانۃً ہر طرح ایلا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۴: یہ کہا کہ واللہ تجھ سے قربت نہ کرونگا جب تک تو یہ کام نہ کرلے اور وہ کام چار مہینے کے اندر کرسکتی ہے تو ایلا نہ ہوا اگرچہ چار مہینے سے زیادہ میں کرے۔(16)

مسئلہ ۱۵: ایلا اگر تعلیق سے ہو تو ضرور ہے کہ جماع پر کسی ایسے فعل کو معلق کرے جس میں مشقت ہو لہٰذا اگر یہ کہا کہ اگر میں قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت نفل ہے تو ایلا نہ ہوا اور اگر کہا کہ مجھ پر سو رکعتیں نفل کی ہیں تو ایلا ہوگیا اور اگر وہ چیز ایسی ہے جس کی منت نہیں جب بھی ایلا نہ ہوا مثلاً تلاوت قرآن، نماز جنازہ، تکفین میّت (میت کو کفن دینا)، سجدہ تلاوت، بیت المقدس میں نماز۔(17)

مسئلہ ۱۶: اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر فلاں مہینے کا روزہ ہے اگر وہ مہینہ چار مہینے پورے ہونے سے پہلے پورا ہوجائے تو ایلا نہیں، ورنہ ہے۔(18)

مسئلہ ۱۷: اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر ایک مسکین کا کھانا ہے یا ایک دن کا روزہ تو ایلا ہوگیا یا کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک اپنے غلام کو آزاد نہ کروں یا اپنی فلاں عورت کو طلاق نہ دوں یا ایک مہینے کا روزہ نہ رکھ لوں تو ان سب صورتوں میں ایلا ہے۔(19)

مسئلہ ۱۸: تو مجھ پر ویسی ہے جیسے فلاں کی عورت اور اُس نے ایلا کیا ہے اور اِس نے بھی ایلا کی نیت کی تو ایلا ہے ورنہ نہیں۔ یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تُو مجھ پر حرام ہے اور نیت ایلا کی ہے تو ہوگیا۔(20)

مسئلہ ۱۹: ایک عورت سے ایلا کیا پھر دوسری سے کہا تجھے میں نے اُس کے ساتھ شریک کردیا تو دوسری سے ایلا نہ ہوا۔(21)

---

(15) المرجع السابق، ص ۴۷۸

(16) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۵، ص ۶۶

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۵، ص ۶۷

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج ۱، ص ۴۷۸

(19) المرجع السابق

(20) المرجع السابق

(21) المرجع السابق

مسئلہ ۲۰: دوعورتوں سے کہا واللہ میں تم دونوں سے قربت نہ کرونگا تو دونوں سے ایلا ہوگیا اب اگر چار مہینے گزر گئے اور دونوں سے قربت نہ کی تو دونوں بائن ہوگئیں اور اگر ایک سے چار مہینے کے اندر جماع کرلیا تو اس کا ایلا باطل ہوگیا اور دوسری کا باقی ہے، مگر کفارہ واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر ایک مرگئی تو دونوں کا ایلا باطل ہے اور کفارہ نہیں اور اگر ایک کو طلاق دی تو ایلا باطل نہیں اور اگر مدت میں دونوں سے جماع کیا تو دونوں کا ایلا باطل ہوگیا اور ایک کفارہ واجب ہے۔(22)

مسئلہ ۲۱: اپنی چار عورتوں سے کہا خدا کی قسم میں تم سے قربت نہ کرونگا مگر فلانی یا فلانی سے، تو ان دونوں سے ایلا نہ ہوا۔(23)

مسئلہ ۲۲: اپنی دوعورتوں کو مخاطب کر کے کہا خدا کی قسم تم میں سے ایک سے قربت نہ کرونگا تو ایک سے ایلا ہوا۔ پھر اگر ایک سے وطی کرلی ایلا باطل ہوگیا اور کفارہ واجب ہے۔ اور اگر ایک مرگئی یا مرتدہ ہوگئی یا اُس کو تین طلاقیں دیدیں تو دوسری ایلا کے لیے معیّن ہے۔ اور اگر کسی سے وطی نہ کی یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو ایک کو بائن طلاق پڑ گئی اُسے اختیار ہے جسے چاہے اس کے لیے معین کرے۔ اور اگر چار مہینے کے اندر ایک کو معین کرنا چاہتا ہے تو اسکا اُسے اختیار نہیں اگر معین کر بھی دے جب بھی معین نہ ہوئی مدت کے بعد معین کرنے کا اُسے اختیار ہے۔ اگر ایک سے بھی جماع نہ کیا اور چار مہینے اور گزر گئے تو دونوں بائن ہوگئیں اس کے بعد اگر پھر دونوں سے نکاح کیا ایک ساتھ یا آگے پیچھے تو پھر ایک سے ایلا ہے مگر غیر معین اور دونوں مدتیں گزرنے پر دونوں بائن ہوجائیں گی۔(24)

مسئلہ ۲۳: اگر کہا تم دونوں میں کسی سے قربت نہ کرونگا تو دونوں سے ایلا ہے چار مہینے گزر گئے اور کسی سے قربت نہ کی تو دونوں کو طلاق بائن ہوگئی اور ایک سے وطی کرلی تو ایلا باطل ہے اور کفارہ واجب۔(25)

مسئلہ ۲۴: اپنی عورت اور باندی سے کہا تم میں ایک سے قربت نہ کرونگا تو ایلا نہیں ہاں اگر عورت مراد ہے تو ہے اور ان میں ایک سے وطی کی تو قسم ٹوٹ گئی کفارہ دے۔ پھر اگر لونڈی کو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا جب بھی ایلا نہیں اور اگر دو زوجہ ہوں ایک حرہ (آزاد عورت) دوسری باندی اور کہا تم دونوں سے قربت نہ کرونگا تو دونوں سے ایلا ہے دو ۲ مہینے گزر گئے اور کسی سے قربت نہ کی تو باندی کو بائن طلاق ہوگئی اسکے بعد دو ۲ مہینے اور گزرے تو حرہ بھی

---

(22) المرجع السابق،ص۴۷۹

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱،ص۴۷۹

(24) المرجع السابق

(25) المرجع السابق

بائن۔(26)

مسئلہ ۲۵: اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم میں ایک سے قربت کروں تو دوسری کو طلاق ہے اور چار مہینے گزر گئے مگر کسی سے وطی نہ کی تو ایک بائن ہوگئی اور شوہر کو اختیار ہے جس کو چاہے طلاق کے لیے معین کرے اور اب دوسری سے ایلا ہے اگر پھر چار مہینے گزر گئے اور ہنوز (ابھی تک) پہلی عدت میں ہے تو دوسری بھی بائن ہوگئی ورنہ نہیں اور اگر معین نہ کیا یہاں تک کہ اور چار مہینے گزر گئے تو دونوں بائن ہوگئیں۔(27)

مسئلہ ۲۶: جس عورت کو طلاق بائن دی ہے اُس سے ایلا نہیں ہوسکتا اور رجعی دی ہے تو عدت میں ہوسکتا ہے مگر وقت ایلا سے چار مہینے پورے نہ ہوئے تھے کہ عدت ختم ہوگئی تو ایلا ساقط ہوگیا اور اگر ایلا کرنے کے بعد طلاق بائن دی تو طلاق ہوگئی اور وقت ایلا سے چار مہینے گزر رہے اور ہنوز طلاق کی عدت پوری نہ ہوئی تو دوسری طلاق پھر پڑی اور اگر عدت پوری ہونے پر ایلا کی مدت پوری ہوئی تو اب ایلا کی وجہ سے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر ایلا کے بعد طلاق دی اور عدت کے اندر اُس سے پھر نکاح کرلیا تو ایلا بدستور باقی ہے یعنی وقت ایلا سے چار مہینے گزرنے پر طلاق واقع ہوجائے گی اور عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا جب بھی ایلا ہے مگر وقت نکاح ثانی سے چار ماہ گزرنے پر طلاق ہوگی۔(28)

مسئلہ ۲۷: یہ کہا کہ خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا دو مہینے اور دو مہینے تو ایلا ہوگیا۔ اور اگر یہ کہا کہ واللہ دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر ایک دن بعد بلکہ تھوڑی دیر بعد کہا واللہ اُن دو مہینوں کے بعد دو مہینے قربت نہ کرونگا تو ایلا نہ ہوا مگر اس مدت میں جماع کریگا تو قسم کا کفارہ لازم ہے۔ اگر کہا قسم خدا کی تجھ سے چار مہینے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن، پھر فوراً کہا واللہ اُس دن بھی قربت نہ کرونگا تو ایلا ہوگیا۔(29)

مسئلہ ۲۸: اپنی عورت سے کہا تجھ کو طلاق ہے قبل اس کے کہ تجھ سے قربت کروں تو ایلا ہوگیا اگر قربت کی تو فوراً طلاق ہوگئی اور چار مہینے تک نہ کی تو ایلا کی وجہ سے بائن ہوگئی۔(30)

---

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۷۹

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۸۰

(28) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۱، ص۲۶۶، ۲۶۷

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۸۱، ۴۸۲

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۷۰

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع في الایلاء، ج۱، ص۴۸۲

مسئلہ ۲۹: یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر اپنے لڑکے کو قربانی کر دینا ہے تو ایلا ہو گیا۔(31)

مسئلہ ۳۰: یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو میرا یہ غلام آزاد ہے، چار مہینے گزر گئے اب عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا قاضی نے تفریق کردی (یعنی جدائی ڈال دی) پھر اُس غلام نے دعویٰ کیا کہ میں غلام نہیں بلکہ اصلی آزاد ہوں اور گواہ بھی پیش کردیے قاضی فیصلہ کریگا کہ وہ آزاد ہے اور ایلا باطل ہو جائیگا اور عورت واپس ملے گی کہ ایلا تھا ہی نہیں۔(32)

مسئلہ ۳۱: اپنی عورت سے کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک دن بعد پھر یہی کہا ایک دن اور گزرا پھر یہی کہا تو یہ تین ایلا ہوئے اور تین قسمیں۔ چار مہینے گزرنے پر ایک بائن طلاق پڑی پھر ایک دن اور گزرا تو ایک اور پڑی، تیسرے دن پھر ایک اور پڑی اب بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، حلالہ کے بعد اگر نکاح اور قربت کی تو تین کفارے ادا کرے اور اگر ایک ہی مجلس میں یہ لفظ تین بار کہے اور نیت تاکید کی ہے تو ایک ہی ایلا ہے اور ایک ہی قسم اور اگر کچھ نیت نہ ہو یا بار بار قسم کھانا تشدد کی نیت سے ہو تو ایلا ایک ہے مگر قسم تین، لہٰذا اگر قربت کریگا تو تین کفارے دے اور قربت نہ کرے تو مدت گزرنے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔(33)

مسئلہ ۳۲: خدا کی قسم میں تجھ سے ایک سال تک قربت نہ کرونگا مگر ایک دن یا ایک گھنٹا تو فی الحال ایلا نہیں مگر جبکہ سال میں کسی دن جماع کرلیا اور ابھی سال پورا ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہیں تو اب ایلا ہو گیا۔ اور اگر جماع کرنے کے بعد سال میں چار مہینے سے کم باقی ہے یا اُس سال قربت ہی نہ کی تو اب بھی ایلا نہ ہوا۔ اور اگر صورت مذکورہ میں ایک دن کی جگہ ایک بار کہا جب بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اگر ایک دن کہا ہے تو جس دن جماع کیا ہے اُس دن آفتاب ڈوبنے کے بعد سے اگر چار مہینے باقی ہیں تو ایلا ہے ورنہ نہیں اگرچہ وقت جماع سے چار مہینے ہوں اور اگر ایک بار کا لفظ کہا تو جماع سے فارغ ہونے سے چار ماہ باقی ہیں تو ایلا ہو گیا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں ایک سال تک جماع نہ کرونگا مگر جس دن جماع کروں تو ایلا کسی طرح نہ ہوا اور اگر یہ کہا کہ تجھ سے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن یعنی سال کا لفظ نہ کہا تو جب کبھی جماع کریگا اُسوقت سے ایلا ہے۔(34)

مسئلہ ۳۳: عورت دوسرے شہر یا دوسرے گاؤں میں ہے شوہر نے قسم کھائی کہ میں وہاں نہیں جاؤنگا تو ایلا نہ ہوا

---

(31) المرجع السابق

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۸۲

(33) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۷۰

(34) المرجع السابق، ص۷۲، وغیرہ

اگرچہ وہاں تک چار مہینے یا زیادہ کی راہ ہو۔(35)

مسئلہ ۳۴: جماع کرنے کو کسی ایسی چیز پر موقوف کیا جسکی نسبت یہ امید نہیں ہے کہ چار مہینے کے اندر ہو جائے تو ایلا ہو گیا مثلاً رجب کے مہینے میں کہے واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا جب تک محرم کا روزہ نہ رکھ لوں یا میں تجھ سے جماع نہ کرونگا مگر فلاں جگہ اور وہاں تک چار مہینے سے کم میں نہیں پہنچ سکتا یا جب تک بچہ کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آئے اور ابھی دو ۲ برس پورے ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہے تو ان سب صورتوں میں ایلا ہے۔ یوہیں اگر وہ کام مدت کے اندر تو ہو سکتا ہے مگر یوں کہ نکاح نہ رہیگا جب بھی ایلا ہے مثلاً قربت نہ کرونگا یہاں تک کہ تو مرجائے یا میں مرجاؤں یا تو قتل کی جائے یا میں مار ڈالا جاؤں یا تو مجھے مار ڈالے یا میں تجھے مار ڈالوں یا میں تجھے تین طلاقیں دیدوں۔(36)

مسئلہ ۳۵: یہ کہا کہ تجھ سے قیامت تک قربت نہ کرونگا یا یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یا دجال لعین کا خروج ہو (یعنی نکلے) یا دابۃ الارض (37) ظاہر ہو یا اونٹ سوئی کے ناکے میں چلا جائے یہ سب ایلائے مؤبد ہے۔(38)

مسئلہ ۳۶: عورت نابالغہ ہے اُس سے قسم کھا کر کہا کہ تجھ سے قربت نہ کرونگا جب تک تجھے حیض نہ آجائے، اگر معلوم ہے کہ چار مہینے تک نہ آئیگا تو ایلا ہے۔ یوہیں اگر عورت آئسہ ہے اُس سے کہا جب بھی ایلا ہے۔(39)

مسئلہ ۳۷: قسم کھا کر کہا تجھ سے قربت نہ کرونگا جب تک تو میری عورت ہے پھر اسے بائن طلاق دیکر نکاح کیا تو ایلا نہیں اور اب قربت کریگا تو کفارہ بھی نہیں۔(40)

مسئلہ ۳۸: قربت کرنا ایسی چیز پر معلق کیا جو کر نہیں سکتا مثلاً یہ کہا جب تک آسمان کو نہ چھولوں تو ایلا ہو گیا اور اگر

---

(35) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص۷۰

(36) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الایلاء، الجزء الثانی ص ۷۱، وغیرہا

(37) دابۃ الارض ایک عجیب شکل کا جانور ہے جو کوہِ صفا سے ظاہر ہو کر تمام شہروں میں نہایت جلد پھرے گا۔ فصاحت کے ساتھ کلام کریگا۔ ہر شخص پر ایک نشانی لگائے گا۔ ایمانداروں کی پیشانی پر عصائے موسیٰ علیہ السلام سے ایک نورانی خط کھینچے گا۔ کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری (۳) سے کالی مُہر کریگا۔

(38) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الایلاء، الجزء الثانی ص ۷۱

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۸۵

(40) المرجع السابق

کہا کہ جماع نہ کرونگا جب تک یہ نہر جاری ہے اور وہ نہر بارہوں مہینے جاری رہتی ہے تو ایلا ہے۔(41)

مسئلہ ۳۹: صحت کی حالت میں ایلا کیا تھا اور مدت کے اندر وطی کی مگر اس وقت مجنون ہے تو قسم ٹوٹ گئی اور ایلا ساقط۔(42)

مسئلہ ۴۰: ایلا کیا اور مدت کے اندر قسم توڑنا چاہتا ہے مگر وطی کرنے سے عاجز ہے کہ وہ خود بیمار ہے یا عورت بیمار ہے یا عورت صغیر سن (چھوٹی عمر والی) ہے یا عورت کا مقام بند ہے کہ وطی ہو نہیں سکتی یا یہی نامرد ہے یا اسکا عضو کاٹ ڈالا گیا ہے یا عورت اتنے فاصلہ پر ہے کہ چار مہینے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا یا خود قید ہے اور قید خانہ میں وطی نہیں کرسکتا اور قید بھی ظلماً ہو یا عورت جماع نہیں کرنے دیتی یا کہیں ایسی جگہ ہے کہ اسکو اُسکا پتا نہیں تو ایسی صورتوں میں زبان سے رجوع کے الفاظ کہہ لے مثلاً کہے میں نے تجھے رجوع کرلیا یا ایلا کو باطل کردیا یا میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا واپس لیا تو ایلا جاتا رہیگا یعنی مدت پوری ہونے پر طلاق واقع نہ ہوگی اور احتیاط یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے کہے مگر قسم اگر مطلق ہے یا مؤبد تو وہ بحالہ (اسی طرح) باقی ہے جب وطی کریگا کفارہ لازم آئیگا۔ اور اگر چار مہینے کی تھی اور چار مہینے کے بعد وطی کی تو کفارہ نہیں مگر زبان سے رجوع کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ مدت کے اندر یہ عجز (عذر، مجبوری) قائم رہے اور اگر مدت کے اندر زبانی رجوع کے بعد وطی پر قادر ہوگیا تو زبانی رجوع ناکافی ہے وطی ضرور ہے۔(43)

مسئلہ ۴۱: اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وطی نہیں کرسکتا مثلاً خود یا عورت نے حج کا احرام باندھا ہے اور ابھی حج پورے ہونے میں چار مہینے کا عرصہ ہے تو زبان سے رجوع نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر کسی کے حق کی وجہ سے قید ہے تو زبانی رجوع کافی نہیں کہ یہ عاجز نہیں کہ حق ادا کرکے قید سے رہائی پاسکتا ہے اور اگر جہاں عورت ہے وہاں تک چار مہینے سے کم میں پہنچے گا مگر دشمن یا بادشاہ جانے نہیں دیتا تو یہ عذر نہیں۔(44)

مسئلہ ۴۲: وطی سے عاجز نے دل سے رجوع کرلیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو رجوع نہیں۔(45)

مسئلہ ۴۳: جس وقت ایلا کیا اُس وقت عاجز نہ تھا پھر عاجز ہوگیا تو زبانی رجوع کافی نہیں مثلاً تندرست نے ایلا

---

(41) المرجع السابق

(42) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۴، ص ۵۷

(43) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۵، ص ۷۴، ۷۶

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الایلاء، الجزء الثانی ص ۷۵، وغیرہما

(44) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۵، ص ۷۴

(45) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج ۵، ص ۷۵

کیا پھر بیمار ہوگیا تو اب رجوع کے لیے وطی ضرور ہے، مگر جبکہ ایلا کرتے ہی بیمار ہوگیا اتنا وقت نہ ملا کہ وطی کرتا تو زبان سے کہہ لینا کافی ہے اور اگر مریض نے ایلا کیا تھا اور ابھی اچھا نہ ہوا تھا کہ عورت بیمار ہوگئی، اب یہ اچھا ہوگیا تو زبانی رجوع ناکافی ہے۔(46)

مسئلہ ۴۴: زبان سے رجوع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وقت رجوع نکاح باقی ہو اور اگر بائن طلاق دیدی تو رجوع نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اگر مدت کے اندر نکاح کرلیا پھر مدت پوری ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوگئی۔(47)

مسئلہ ۴۵: شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا یا آگے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ وطی کرنا رجوع نہیں۔(48)

مسئلہ ۴۶: اگر حیض میں جماع کرلیا تو اگرچہ یہ بہت سخت حرام ہے مگر ایلا جاتا رہا۔(49)

مسئلہ ۴۷: اگر ایلا کسی شرط پر معلق تھا اور جس وقت شرط پائی گئی اُس وقت عاجز ہے تو زبانی رجوع کافی ہے ورنہ نہیں، تعلیق کے وقت کا لحاظ نہیں۔(50)

مسئلہ ۴۸: مریض نے ایلا کیا پھر دس دن کے بعد دوبارہ ایلا کے الفاظ کہے تو دو ۲ ایلا ہیں اور دو ۲ قسمیں اور دونوں کی دو مدتیں اگر دونوں مدتیں پوری ہونے سے پہلے زبانی رجوع کرلیا اور دونوں مدتیں پوری ہونے تک بیمار رہا تو زبانی رجوع صحیح ہے دونوں ایلا جاتے رہے۔ اور اگر پہلی مدت پوری ہونے سے پہلے اچھا ہوگیا تو وہ رجوع کرنا بیکار گیا اور اگر زبانی رجوع نہ کیا تھا تو دونوں مدتیں پوری ہونے پر دو ۲ طلاقیں واقع ہونگی اور اگر جماع کرلے گا تو دونوں قسمیں ٹوٹ جائیں گی اور دو کفارے لازم اور اگر پہلی مدت پوری ہونے سے پہلے زبانی رجوع کیا اور مدت پوری ہونے پر اچھا ہوگیا تو اب دوسرے کے لیے وہ کافی نہیں بلکہ جماع ضرور ہے۔(51)

مسئلہ ۴۹: مدت میں اگر زوج و زوجہ کا اختلاف ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے مگر عورت کو جب اُس کا جھوٹا ہونا معلوم ہو تو اُسے اجازت نہیں کہ اُس کے ساتھ رہے جس طرح ہوسکے مال وغیرہ دیکر اُس سے علیحدہ ہو جائے۔ اور اگر مدت

---

(46) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵ص۷۶، ۷۷

(47) المرجع السابق، ص۷۷

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص۴۸۵

(49) المرجع السابق، ص۴۸۶

(50) المرجع السابق، ص۴۸۶

(51) المرجع السابق، ص۴۸۶

کے اندر جماع کرنا بتاتا ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ اثنائے مدت (مدت کے دوران) میں جماع کیا ہے تو جب تک عورت اُس کی تصدیق نہ کرے اُس کا قول نہ مانیں۔(52)

مسئلہ ۵۰: عورت سے کہا اگر تو چاہے تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا اُسی مجلس میں عورت نے کہا میں نے چاہا تو ایلا ہو گیا۔ یوہیں اگر اور کسی کے چاہنے پر ایلا معلق کیا تو مجلس میں اُس کے چاہنے سے ایلا ہو جائیگا۔(53)

مسئلہ ۵۱: عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اس لفظ سے ایلا کی نیت کی تو ایلا ہے اور ظہار کی، تو ظہار ورنہ طلاق بائن اور تین کی نیت کی تو تین۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یمین ہے شوہر نے زبردستی یا اُس کی خوشی سے جماع کیا تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔(54)

مسئلہ ۵۲: اگر شوہر نے کہا تو مجھ پر مثلِ مُردار یا گوشتِ خنزیر یا خون یا شراب کے ہے اگر اس سے جھوٹ مقصود ہے تو جھوٹ ہے اور حرام کرنا مقصود ہے تو ایلا ہے اور طلاق کی نیت ہے تو طلاق۔(55)

مسئلہ ۵۳: عورت کو کہا تو میری ماں ہے اور نیت تحریم کی ہے تو حرام نہ ہوگی، بلکہ یہ جھوٹ ہے۔(56)

مسئلہ ۵۴: اپنی دو عورتوں سے کہا تم دونوں مجھ پر حرام ہو اور ایک میں طلاق کی نیت ہے، دوسری میں ایلا کی یا ایک میں ایک طلاق کی نیت کی، دوسری میں تین کی تو جیسی نیت کی، اُس کے موافق حکم دیا جائے گا۔(57)

❀❀❀❀❀

---

(52) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۴۸۷

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الایلاء، الجزء الثانی، ص ۷۵

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص ۴۸۷

(54) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، مطلب فی قولہ: أنت علیّ حرام، ج۵، ص ۷۷۔۸۱

(55) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الایلاء، الجزء الثانی، ص ۷۶

(56) المرجع السابق

(57) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ج۵، ص ۸۵

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء، ج۱، ص ۴۸۷

خلع کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۲۹﴾﴾(1)

تمھیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اُس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ (عزوجل) کی حدیں قائم نہ رکھیں گے پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ (عزوجل) کی حدیں قائم نہ رکھیں گے تو اُن پر کچھ گناہ نہیں، اس میں کہ بدلا دیکر عورت چھٹی لے، یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ (عزوجل) کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۹

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اس کو طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی رجعت کرلے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھر اس کو قید رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمادیا کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔

یہ آیت جمیلہ بنت عبداللہ کے باب میں نازل ہوئی یہ جمیلہ ثابت بن قیس ابن شماس کے نکاح میں تھیں اور شوہر سے کمال نفرت رکھتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنے شوہر کی شکایت لائیں اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں تب ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارا نہیں کرتیں اور مجھ سے علیحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں میں ان کو آزاد کردوں جمیلہ نے اس کو منظور کیا ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی اس طرح کی طلاق کو خُلع کہتے ہیں

مسئلہ: خُلع طلاق بائن ہوتا ہے۔

مسئلہ: خُلع میں لفظ خلع کا ذکر ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر جدائی کی طلب گار عورت ہو تو خُلع میں مقدار مہر سے زائد لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے نشوز نہ ہو مرد ہی علیحدگی چاہے تو مرد کو طلاق کے عوض مال لینا مطلقاً مکروہ ہے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی اُن کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں) ارشاد فرمایا: اُس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا ہے) تو واپس کر دیگی؟ عرض کی، ہاں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ثابت بن قیس سے فرمایا: باغ لے لو اور طلاق دیدو۔ (2)

مسئلہ ۱: مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہوسکتا اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔ (2A)

---

(2) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، الحدیث: ۵۲۷۳، ج۳، ص۴۸۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

خلع خ کے پیش لام کے فتح سے بمعنی کپڑے یا جوتے اتارنا، رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"۔ شریعت میں عورت کو مال کے عوض طلاق دینا بہ لفظ خلع، اسے خلع کہتے ہیں مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھ سے ایک ہزار روپیہ پر خلع کیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کہے تو مجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کرلے مرد کہے کرلیا یہ ہے خلع۔ ہمارے ہاں خلع طلاق بائنہ ہے اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک و امام شافعی کے ایک قول میں خلع فسخ نکاح ہے چونکہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے لباس ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" اسی لیے اس طلاق کو خلع کہا گیا کہ دونوں خاوند بیوی اس کے ذریعہ اپنا لباس زوجیت اتار دیتے ہیں، طلاق کے معنی ہیں کھل جانا اسی لیے تیز زبانی کو طلاقۃ اللسان کہتے ہیں اور خندہ پیشانی کو طلاقۃ وجہ، چونکہ طلاق کے ذریعہ عورت مرد کی قید نکاح سے کھل جاتی ہے لہذا اسے طلاق کہا جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۹۳)

(2A) بلا عذر شرعی شوہر سے طلاق مانگنا

{1}......حضرت سیدنا ثوبان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس عورت نے بغیر کسی شرعی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، الحدیث: ۲۲۲۶، ص۱۳۸۷) (جامع الترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، الحدیث: ۱۱۸۷، ص۱۷۶۹)

{2}......رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک طلاق کا مطالبہ کرنے والیاں منافق ہیں اور کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے شوہر سے بغیر کسی شرعی عذر کے طلاق کا مطالبہ کرے پھر جنت کی ہوا پائے۔ یا فرمایا: جنت کی خوشبو پائے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، الحدیث: ۵۵۰۳، ج۴، ص۳۹۰) ←

مسئلہ ۲: اگر زوج و زوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع میں مضایقہ نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اُس کا دینا لازم ہے۔(3)

مسئلہ ۳: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔(4)

مسئلہ ۴: جو چیز مہر ہوسکتی ہے وہ بدل خلع بھی ہوسکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہوسکتی وہ بھی بدل خلع ہوسکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو بدل خلع کرسکتے ہیں مگر مہر نہیں کرسکتے۔(5)

مسئلہ ۵: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول کرنے پر معلق کرنا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کر لیا تو طلاق بائن ہوجائے گی لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔(6)

مسئلہ ۶: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کرسکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ بخلاف بیع (خرید و فروخت) کے کہ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہوجائیگا۔(7)

مسئلہ ۷: خلع چونکہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اُس لفظ کے معنےٰ سمجھ کر ہو، بغیر معنےٰ سمجھے اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔(8)

مسئلہ ۸: چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے نابالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتا کہ اہل طلاق نہیں (یعنی طلاق دینے کی اہلیت نہیں رکھتا) اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو لہٰذا اگر عورت کو

{3}... حضور نبی مکرّم، نُورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔
(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، الحدیث: ۵۲۷۳، ص ۵۶۲، "خذ" بدلہ "اقبل")

(3) الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۲، ص ۲۶۱

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۴۸۸

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص ۸۹

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۱، ص ۲۵۶

(7) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۱، ص ۲۵۶

(8) ... کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص ۹۱

طلاق بائن دیدی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو اُس سے خلع نہیں ہوسکتا۔ یوہیں اگر نکاح فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہوگئی جب بھی خلع نہیں ہوسکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہوسکتا ہے۔(9)

مسئلہ ۹: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۰: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہیں ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا یہ کہا تو صحیح ہوگیا۔ یوہیں اگر عورت نے کہا مجھے ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق دیدے شوہر نے کہا ہاں تو یہ بھی کچھ نہیں اور اگر عورت نے کہا مجھ کو ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق ہے شوہر نے کہا ہاں تو ہوگئی۔(11)

مسئلہ ۱۱: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہوجاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کردی گئی تو یہ بھی ساقط ہوجائیگا۔ یوہیں عورت کے بچہ ہو تو اُس کا نفقہ اور دودھ پلانے کے مصارف (اخراجات) ساقط نہ ہوں گے اور اگر ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین کر دیا گیا ہے تو ساقط ہوجائیں گے ورنہ نہیں اور بصورت وقت معین کرنے کے اگر اُس وقت سے پیشتر بچہ کا انتقال ہوگیا تو باقی مدت میں جو صرف ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ عورت اپنے مال سے دس برس تک بچہ کی پرورش کریگی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے۔ اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرا ہے تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی اگرچہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی اور بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بلوغ تک اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہوسکتی ہے لڑکے میں نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۲: خلع کسی مقدار معین پر ہوا اور عورت مدخولہ ہے اور مہر پر عورت نے قبضہ کرلیا ہے تو جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اس کے علاوہ شوہر کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے تو اب عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے۔ اور اگر غیر مدخولہ ہے اور پورا مہر لے چکی ہے تو شوہر نصف مہر کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور مہر عورت کو

---

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵،ص۸۷،۸۹

(10) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل رکن الخلع، ج۳،ص۲۲۹

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الاول، ج۱،ص۴۸۸

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الاول، ج۱،ص۴۸۸۔۴۹۰

نہیں ملا ہے تو عورت نصف مہر کا شوہر پر دعویٰ نہیں کرسکتی اور دونوں صورتوں میں جوٹھہرا ہے دینا ہوگا اور اگر مہر پر خلع ہوا اور مہر لے چکی ہے تو مہر واپس کرے اور مہر نہیں لیا ہے تو شوہر سے مہر ساقط ہوگیا اور عورت سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اور اگر مثلاً مہر کے دسویں حصہ پر خلع ہوا اور مہر مثلاً ہزار روپے کا ہے اور عورت مدخولہ ہے اور کل مہر لے چکی ہے تو شوہر اُس سے سو روپے لے گا اور مہر بالکل نہیں لیا ہے تو شوہر سے کل مہر ساقط ہوگیا اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو شوہر اُس سے پچاس روپے لے سکتا ہے اور عورت کو کچھ مہر نہیں ملا ہے تو کل ساقط ہوگیا۔(13)

مسئلہ ۱۳: عورت کا جو مہر شوہر پر ہے اُسکے بدلے میں خلع ہوا پھر معلوم ہوا کہ عورت کا کچھ مہر شوہر پر نہیں تو عورت کو مہر واپس کرنا ہوگا۔ یوہیں اگر اُس اسباب (سامان) کے بدلے میں خلع ہوا جو عورت کا مرد کے پاس ہے پھر معلوم ہوا کہ اُس کا اسباب اسکے پاس کچھ نہیں ہے تو مہر کے بدلے میں خلع قرار پائیگا مہر لے چکی ہے تو واپس کرے اور شوہر پر باقی ہے تو ساقط۔(14)

مسئلہ ۱۴: جو مہر عورت کا شوہر پر ہے اُس کے بدلے میں خلع ہوا یا طلاق اور شوہر کو معلوم ہے کہ اُس کا کچھ مجھ پر نہیں چاہیے تو اُس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے خلع کی صورت میں طلاق بائن ہوگی اور طلاق کی صورت میں رجعی۔(15)

مسئلہ ۱۵: یوں خلع ہوا کہ جو کچھ شوہر سے لیا ہے واپس کرے اور عورت نے جو کچھ لیا تھا فروخت کرڈالا یا ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا کہ وہ چیز شوہر کو واپس نہیں کرسکتی تو اگر وہ چیز قیمتی ہے تو اُس کی قیمت دے اور مثلی ہے تو اُس کی مثل۔(16)

مسئلہ ۱۶: عورت کو طلاق بائن دے کر پھر اُس سے نکاح کیا پھر مہر پر خلع ہوا تو دوسرا مہر ساقط ہوگیا پہلا نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۷: بغیر مہر نکاح ہوا تھا اور دخول سے پہلے خلع ہوا تو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) ساقط اور اگر عورت نے مال معین پر خلع کیا اس کے بعد بدل خلع میں زیادتی کی (اضافہ کیا) تو یہ زیادتی باطل ہے۔(18)

---

(13) المرجع السابق، ص۴۸۹

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص۲۵۷

(15) الفتاوی الخانیۃ کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص۲۵۷

(16) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص۲۵۸

(17) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الخلع، الجزء الثانی، ص۸۱

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فیا لخلع وما فی حکمہ، الفصل الاول، ج۱، ص۴۹۰

مسئلہ ۱۸: خلع اس پر ہوا کہ کسی عورت سے زوجہ اپنی طرف سے نکاح کرادے اور اُسکا مہر زوجہ دے تو زوجہ پر صرف وہ مہر واپس کرنا ہوگا جو زوج سے لے چکی ہے اور کچھ نہیں۔(19)

مسئلہ ۱۹: شراب وخنزیر و مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائن پڑگئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے میں طلاق دی تو رجعی واقع ہوئی۔ یوہیں اگر عورت نے یہ کہا میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اُس کے بدلے میں خلع کر اور ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو کچھ واجب نہیں اور اگر یوں کہا کہ اُس مال کے بدلے میں جو میرے ہاتھ میں ہے اور ہاتھ میں کچھ نہ ہوتو اگر مہر لے چکی ہے تو واپس کرے ورنہ مہر ساقط ہو جائیگا اور اس کے علاوہ کچھ دینا نہیں پڑیگا۔ یوہیں اگر شوہر نے کہا میں نے خلع کیا اُس کے بدلے میں جو میرے ہاتھ میں ہے اور ہاتھ میں کچھ نہ ہوتو کچھ نہیں اور ہاتھ میں جواہرات ہوں تو عورت پر دینا لازم ہوگا اگرچہ عورت کو یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کے ہاتھ میں کیا ہے۔(20)

مسئلہ ۲۰: میرے ہاتھ میں جو روپے ہیں اُن کے بدلے میں خلع کر اور ہاتھ میں کچھ نہیں تو تین روپے دینے ہوں گے۔(21) مگر اُردو میں چونکہ جمع دو پر بھی بولتے ہیں لہٰذا دو ہی روپے لازم ہوں گے اور صورت مذکورہ میں اگر ہاتھ میں ایک ہی روپیہ ہے، جب بھی دو دے۔

مسئلہ ۲۱: اگر یہ کہا کہ اِس گھر میں یا اس صندوق میں جو مال یا روپے ہیں اُن کے بدلے میں خلع کر اور حقیقۃً ان میں کچھ نہ تھا تو یہ بھی اُسی کے مثل ہے کہ ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ یوہیں اگر یہ کہا کہ اس جاریہ (لونڈی) یا بکری کے پیٹ میں جو ہے اُس کے بدلے میں اور کمتر مدت حمل میں نہ جنی تو مفت طلاق واقع ہوگئی اور کمتر مدت حمل میں جنی تو وہ بچہ خلع کے بدلے ملے گا۔ کمتر مدت حمل عورت میں چھ مہینے ہے اور بکری میں چار مہینے اور دوسرے چوپایوں میں بھی وہی چھ ۶ مہینے۔ یوہیں اگر کہا اس درخت میں جو پھل ہیں اُن کے بدلے اور درخت میں پھل نہیں تو مہر واپس کرنا ہوگا۔(22)

مسئلہ ۲۲: کوئی جانور گھوڑا خچر بیل وغیرہ بدل خلع قرار دیا اور اُس کی صفت بھی بیان کر دی تو اوسط (درمیانہ)

---

(19) المرجع السابق

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص۹۶

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الخلع، الجزء الثانی، ص۷۹

(21) الدرالمختار، کتاب الطلاق، اب الخلع، ج۵، ص۹۷، وغیرہ

(22) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص۹۸

درجہ کا دینا واجب آئیگا اور عورت کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُس کی قیمت دیدے اور جانور کی صفت نہ بیان کی ہوتو جو کچھ مہر میں لے چکی ہے وہ واپس کرے۔(23)

مسئلہ ۲۳: عورت سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو اگر وہ لفظ شوہر نے بہ نیت طلاق کہا تھا طلاق بائن واقع ہوگئی اور مہر ساقط نہ ہوگا بلکہ اگر عورت نے قبول نہ کیا ہو جب بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک عورت قبول نہ کرے۔ اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں چیز کے بدلے میں نے تجھ سے خلع کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہوگی اور عورت کے قبول کرنے کے بعد اگر شوہر کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو اُس کی بات نہ مانی جائے۔(24)

مسئلہ ۲۴: بھاگے ہوئے غلام کے بدلے میں خلع کیا اور عورت نے یہ شرط لگادی کہ میں اُس کی ضامن نہیں یعنی اگر مل گیا تو دیدوں گی اور نہ ملا تو اس کا تاوان میرے ذمہ نہیں تو خلع صحیح ہے اور شرط باطل یعنی اگر نہ ملا تو عورت اُس کی قیمت دے اور اگر یہ شرط لگائی کہ اگر اُس میں کوئی عیب ہو تو میں بری ہوں تو شرط صحیح ہے۔(25) جانور گم شدہ کے بدلے میں ہو جب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۲۵: عورت نے شوہر سے کہا ہزار روپے پر مجھ سے خلع کر شوہر نے کہا تجھ کو طلاق ہے تو یہ اُس کا جواب سمجھا جائیگا۔ ہاں اگر شوہر کہے کہ میں نے جواب کی نیت سے نہ کہا تھا تو اُس کا قول مان لیا جائیگا اور طلاق مفت واقع ہوگی۔ اور بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی شوہر سے دریافت کرلیا جائے۔ یوہیں اگر عورت کہتی ہے میں نے خلع طلب کیا تھا اور شوہر کہتا ہے میں نے تجھے طلاق دی تھی تو شوہر سے دریافت کریں اگر اُس نے جواب میں کہا تھا تو خلع ہے ورنہ طلاق۔(26)

مسئلہ ۲۶: خرید وفروخت کے لفظ سے بھی خلع ہوتا ہے مثلاً مرد نے کہا میں نے تیرا امر یا تیری طلاق تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی عورت نے اُسی مجلس میں کہا میں نے قبول کی طلاق واقع ہوگئی۔ یوہیں اگر مہر کے بدلے میں بیچی اور اُس نے قبول کی ہاں اگر اُس کا مہر شوہر پر باقی نہ تھا اور یہ بات شوہر کو معلوم تھی پھر مہر کے بدلے بیچی تو طلاق رجعی ہوگی۔(27)

---

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثانی، ج۱، ص۴۹۵

(24) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص۲۵۷، وغیرہ

(25) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: فی معنی المجتھد فیہ، ج۵، ص۹۹

(26) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص۲۵۹

(27) المرجع السابق، فصل فی الخلع بلفظ الخ، ص۲۶۲

مسئلہ ۲۷: لوگوں نے عورت سے کہا تو نے اپنے نفس کو مہر و نفقہ عدّت (28) کے بدلے خریدا عورت نے کہا ہاں خریدا پھر شوہر سے کہا تو نے بیچا اُس نے کہا ہاں تو خلع ہو گیا اور شوہر تمام حقوق سے بَری ہو گیا۔ اور اگر خلع کرانے کے لیے لوگ جمع ہوئے اور الفاظ مذکورہ دونوں سے کہلائے اب شوہر کہتا ہے میرے خیال میں یہ تھا کہ کسی مال کی خرید و فروخت ہو رہی ہے جب بھی طلاق کا حکم دیں گے۔(29)

مسئلہ ۲۸: لفظ بیع سے خلع ہو تو اُس سے عورت کے حقوق ساقط نہ ہوں گے جب تک یہ ذکر نہ ہو کہ اُن حقوق کے بدلے بیچا۔(30)

مسئلہ ۲۹: شوہر نے عورت سے کہا تو نے اپنے مہر کے بدلے مجھ سے تین طلاقیں خریدیں عورت نے کہا خریدیں تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک مرد اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے بیچیں اور اگر شوہر نے پہلے یہ لفظ کہے کہ مہر کے بدلے مجھ سے تین طلاقیں خرید اور عورت نے کہا خریدیں تو واقع ہوگئیں، اگرچہ شوہر نے بعد میں بیچنے کا لفظ نہ کہا۔(31)

مسئلہ ۳۰: عورت نے شوہر سے کہا میں نے اپنا مہر اور نفقہ عدّت تیرے ہاتھ بیچا تو نے خریدا، شوہر نے کہا میں نے خریدا، اُٹھ جا، وہ چلی گئی تو طلاق واقع نہ ہوئی مگر احتیاط یہ ہے کہ اگر پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو تو تجدید نکاح کرے۔(32)

مسئلہ ۳۱: عورت سے کہا میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بیچی اور عوض کا ذکر نہ کیا عورت نے کہا میں نے خریدی تو رجعی پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اور عورت نے کہا خریدا تو بائن پڑے گی۔(33)

مسئلہ ۳۲: عورت سے کہا میں نے تیرے ہاتھ تین ہزار کو طلاق بیچی اس کو تین بار کہا آخر میں عورت نے کہا میں نے خریدی پھر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے تکرار کے ارادہ سے تین بار کہا تھا تو قضاءً اُس کا قول معتبر نہیں اور تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور عورت کو صرف تین ہزار دینے ہونگے نو ۹ ہزار نہیں کہ پہلی طلاق تین ہزار کے عوض ہوئی اور اب دوسری

---

(28) نفقہ عدت یعنی وہ اخراجات جو دورانِ عدت شوہر کی طرف سے عورت کو دیے جاتے ہیں۔

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۹۳

(30) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی الخلع بلفظ البیع والشراء، ج۱، ص ۲۶۲ - ۲۶۳

(31) المرجع السابق، ص ۲۶۲

(32) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۱، ص ۲۶۲

(33) المرجع السابق

اور تیسری پر مال واجب نہیں ہوسکتا اور چونکہ صریح ہیں، لہٰذا بائن کو لاحق ہونگی۔(34)

مسئلہ ۳۳: مال کے بدلے میں طلاق دی اور عورت نے قبول کرلیا تو مال واجب ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی۔(35)

مسئلہ ۳۴: عورت نے کہا ہزار روپے کے عوض مجھے تین طلاقیں دیدے شوہر نے اُسی مجلس میں ایک طلاق دی تو بائن واقع ہوئی اور ہزار کی تہائی کا مستحق ہے اور مجلس سے اُٹھ گیا پھر طلاق دی تو بلا معاوضہ واقع ہوگی۔ اور اگر عورت کے اس کہنے سے پہلے دو ۲ طلاقیں دے چکا تھا اور اب ایک دی تو پورے ہزار پائیگا۔ اور اگر عورت نے کہا تھا کہ ہزار روپے پر تین طلاقیں دے اور ایک دی تو رجعی ہوئی اور اگر اس صورت میں مجلس میں تین طلاقیں متفرق کرکے دیں تو ہزار پائے گا اور تین مجلسوں میں دیں تو کچھ نہیں پائیگا۔(36)

مسئلہ ۳۵: شوہر نے عورت سے کہا ہزار کے عوض یا ہزار روپے پر تو اپنے کو تین طلاقیں دیدے عورت نے ایک طلاق دی تو واقع نہ ہوئی۔(37)

مسئلہ ۳۶: عورت سے کہا ہزار کے عوض یا ہزار روپے پر تجھ کو طلاق ہے عورت نے اُسی مجلس میں قبول کرلیا تو ہزار روپے واجب ہوگئے اور طلاق ہوگئی۔ ہاں اگر عورت سفیہہ (بیوقوف، کم عقل) ہے یا قبول کرنے پر مجبور کی گئی تو بغیر مال طلاق پڑجائے گی اور اگر مریضہ ہے تو تہائی سے یہ رقم ادا کی جائے گی۔(38)

مسئلہ ۳۷: اپنی دو عورتوں سے کہا تم میں ایک کو ہزار روپے کے عوض طلاق ہے اور دوسری کو سو اشرفیوں کے بدلے اور دونوں نے قبول کرلیا تو دونوں مطلّقہ ہوگئیں اور کسی پر کچھ واجب نہیں ہاں اگر شوہر دونوں سے روپے لینے پر راضی ہو تو روپے لازم ہوں گے اور راضی نہ ہو تو مفت مگر اس صورت میں رجعی ہوگی۔(39) اور اگر یوں کہا کہ ایک کو ہزار روپے پر طلاق اور دوسری کو پانسو روپے پر تو دونوں مطلقہ ہوگئیں اور ہر ایک پر پان پانسو لازم۔(40)

---

(34) المرجع السابق

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الاول، ج۱، ص۴۹۵

(36) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: في معنی المجتھد فیہ، ج۵، ص۹۹

(37) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص۱۰۰

(38) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص۱۰۰، ۱۱۷

(39) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: تستعمل ((علی)) إلخ، ج۵، ص۱۰۱

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹۸

مسئلہ ۳۸: عورت غیر مدخولہ کو ہزار روپے پر طلاق دی اور اُس کا مہر تین ہزار کا تھا جو سب ابھی شوہر کے ذمہ ہے تو ڈیڑھ ہزار تو یوں ساقط ہوگئے کہ قبل دخول (جماع سے پہلے) طلاق دی ہے باقی رہے ڈیڑھ ہزار ان میں ہزار طلاق کے بدلے وضع ہوئے اور پانسو شوہر سے واپس لے۔(41)

مسئلہ ۳۹: مہر کی ایک تہائی کے بدلے ایک طلاق دی اور دوسری تہائی کے بدلے دوسری اور تیسری کے بدلے تیسری تو صرف پہلی طلاق کے عوض ایک تہائی ساقط ہوجائے گی اور دو تہائیاں شوہر پر واجب ہیں۔(42)

مسئلہ ۴۰: عورت کو چار طلاقیں ہزار روپے کے عوض دیں اُس نے قبول کرلیں تو ہزار کے بدلے میں تین ہی واقع ہونگی اور اگر ہزار کے بدلے میں تین قبول کیں تو کوئی واقع نہ ہوگی۔ اور اگر عورت نے شوہر سے ہزار کے بدلے میں چار طلاقیں دینے کو کہا اور شوہر نے تین دیں تو یہ تین طلاقیں ہزار کے بدلے میں ہوگئیں اور ایک دی تو ایک ہزار کی تہائی کے بدلے میں۔(43)

مسئلہ ۴۱: عورت نے کہا ہزار روپے پر یا ہزار کے بدلے میں مجھے ایک طلاق دے شوہر نے کہا تجھ پر تین طلاقیں اور بدلے کو ذکر نہ کیا تو بلا معاوضہ تین ہوگئیں۔ اور اگر شوہر نے ہزار کے بدلے میں تین دیں تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے قبول نہ کیا تو کچھ نہیں اور قبول کیا تو تین طلاقیں ہزار کے بدلے میں ہوئیں۔(44)

مسئلہ ۴۲: عورت سے کہا تجھ پر تین طلاقیں ہیں جب تو مجھے ہزار روپے دے تو فقط اس کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ جب عورت ہزار روپے دے گی یعنی شوہر کے سامنے لاکر رکھ دیگی اُس وقت طلاقیں واقع ہونگی اگرچہ شوہر لینے سے انکار کرے اور شوہر روپے لینے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔(45)

مسئلہ ۴۳: دونوں راہ چل رہے ہیں اور خلع کیا اگر ہر ایک کا کلام دوسرے کے کلام سے متصل ہے تو خلع صحیح ہے ورنہ نہیں اور اِس صورت میں طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔(46)

مسئلہ ۴۴: عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے تین طلاقوں کو کہا تھا اور تو نے ایک دی اور شوہر کہتا ہے تو نے

---

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹۵

(42) المرجع السابق، ص۴۹۵

(43) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۴، ص۶۹

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹۶

(45) المرجع السابق، ص۴۹۷

(46) المرجع السابق، ص۴۹۹

ایک ہی کو کہا تھا تو اگر شوہر گواہ پیش کرے فبہا (تو ٹھیک ہے) ورنہ عورت کا قول معتبر ہے۔(47)

مسئلہ ۴۵: شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تجھے طلاق دی تو نے قبول نہ کیا عورت کہتی ہے میں نے قبول کیا تھا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تیرے ہاتھ طلاق بیچی تو نے قبول نہ کی عورت کہتی ہے میں نے قبول کی تھی تو عورت کا قول معتبر ہے۔(48)

مسئلہ ۴۶: عورت کہتی ہے میں نے سو روپے میں طلاق دینے کو کہا تھا شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار کے بدلے تو عورت کا قول معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو شوہر کے گواہ قبول کیے جائیں۔ یوہیں اگر عورت کہتی ہے بغیر کسی بدلے کے خلع ہوا اور شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار روپے کے بدلے میں تو عورت کا قول معتبر ہے اور گواہ شوہر کے مقبول۔(49)

مسئلہ ۴۷: عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے میں تین طلاق کو کہا تھا تو نے ایک دی شوہر کہتا ہے میں نے تین دیں اگر اُسی مجلس کی بات ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور وہ مجلس نہ ہو تو عورت کا اور عورت پر ہزار کی تہائی واجب مگر عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔(50)

مسئلہ ۴۸: عورت نے خلع چاہا پھر یہ دعویٰ کیا کہ خلع سے پہلے بائن طلاق دے چکا تھا اور اس کے گواہ پیش کیے تو گواہ مقبول ہیں اور بدلِ خلع واپس کیا جائے۔(51)

مسئلہ ۴۹: شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ اتنے پر خلع ہوا عورت کہتی ہے خلع ہوا ہی نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی رہا مال اُس میں عورت کا قول معتبر ہے کہ وہ منکر ہے اور اگر عورت خلع کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر منکر ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(52)

مسئلہ ۵۰: زن وشو (بیوی اور شوہر) میں اختلاف ہوا عورت کہتی ہے تین بار خلع ہو چکا اور مرد کہتا ہے کہ دو بار اگر یہ اختلاف نکاح ہو جانے کے بعد ہوا اور عورت کا مطلب یہ ہے کہ نکاح صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ تین طلاقیں ہو چکیں اب

---

(47) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۴۹۹

(48) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص ۱۰۱

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمہ، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۹۹

(50) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمہ، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۹۹

(51) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمہ، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۹۹

(52) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص ۱۰۲

بغیر حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا اور مرد کی غرض یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگیا اس واسطے کہ دو ہی طلاقیں ہوئی ہیں تو اس صورت میں مرد کا قول معتبر ہے اور اگر نکاح سے پہلے عدت میں یا بعد عدت یہ اختلاف ہوا تو اس صورت میں نکاح کرنا جائز نہیں دوسرے لوگوں کو بھی یہ جائز نہیں کہ عورت کو نکاح پر آمادہ کریں نہ نکاح ہونے دیں۔(53)

مسئلہ ۵۱: مرد نے کسی سے کہا کہ تو میری عورت سے خلع کر تو اُس کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر مال خلع کرے۔(54)

مسئلہ ۵۲: عورت نے کسی کو ہزار روپے پر خلع کے لیے وکیل بنایا تو اگر وکیل نے بدل خلع مطلق رکھا مثلاً یہ کہا کہ ہزار روپے پر خلع کریا اس ہزار پر یا وکیل نے اپنی طرف اضافت (نسبت) کی مثلاً یہ کہا کہ میرے مال سے ہزار روپے پر یا کہا ہزار روپے پر اور میں ہزار روپے کا ضامن ہوں تو دونوں صورتوں میں وکیل کے قبول کرنے سے خلع ہو جائیگا پھر اگر روپے مطلق ہیں جب تو شوہر عورت سے لے گا ورنہ وکیل سے بدل خلع کا مطالبہ کریگا عورت سے نہیں پھر وکیل عورت سے لے گا اور اگر وکیل کے اسباب کے بدلے خلع کیا اور اسباب ہلاک ہوگئے تو وکیل اُن کی قیمت ضمان دے۔(55)

مسئلہ ۵۳: مرد نے کسی سے کہا کہ تو میری عورت کو طلاق دیدے اُس نے مال پر خلع کیا یا مال پر طلاق دی اور عورت مدخولہ ہے تو جائز نہیں اور غیر مدخولہ ہے تو جائز ہے۔(56)

مسئلہ ۵۴: عورت نے کسی کو خلع کے لیے وکیل کیا پھر رجوع کرگئی اور وکیل کو رجوع کا حال معلوم نہ ہوا تو رجوع صحیح نہیں اور اگر قاصد بھیجا تھا اور اُس کے پہنچنے سے قبل رجوع کرگئی تو رجوع صحیح ہے اگرچہ قاصد کو اس کی اطلاع نہ ہوئی۔(57)

مسئلہ ۵۵: لوگوں نے شوہر سے کہا تیری عورت نے خلع کا ہمیں وکیل بنایا شوہر نے دو ہزار پر خلع کیا عورت وکیل بنانے سے انکار کرتی ہے تو اگر وہ لوگ مال کے ضامن ہوئے تھے تو طلاق ہوگئی اور بدل خلع اُنھیں دینا ہوگا اور اگر ضامن نہ ہوئے تھے اور زوج مدعی ہے (دعویٰ کرتا ہے) کہ عورت نے اُنھیں وکیل کیا تھا تو طلاق ہوگئی مگر مال واجب نہیں اور اگر زوج مدعی وکالت نہ ہو تو طلاق نہ ہوگی۔(58)

---

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۰۰

(54) المرجع السابق، ص۵۰۱

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۰۱

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، ج۱، الفصل الثالث، ص۵۰۱

(57) المرجع السابق

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، ج۱، الفصل الثالث، ص۵۰۱۔۵۰۲

مسئلہ ۵۶: باپ نے لڑکی کا اُس کے شوہر سے خلع کرایا اگر لڑکی بالغہ ہے اور باپ بدل خلع کا ضامن ہوا (یعنی جس مال پر خلع ہوا ہے اُس کا ضامن ہوا) تو خلع صحیح ہے اور اگر مہر پر خلع ہوا اور لڑکی نے اذن دیا تھا جب بھی صحیح ہے اور اگر بغیر اذن (اجازت کے بغیر) ہوا اور خبر پہنچنے پر جائز کر دیا جب بھی ہو گیا اور اگر جائز نہ کیا نہ باپ نے مہر کی ضمانت کی تو نہ ہوا اور مہر کی ضمانت کی ہے تو ہو گیا۔ پھر جب لڑکی کو خبر پہنچی اُس نے جائز کر دیا تو شوہر مہر سے بری ہے اور جائز نہ کیا تو عورت شوہر سے مہر لے گی اور شوہر اُس کے باپ سے۔ اور اگر نابالغہ لڑکی کا اُس لڑکی کے مال پر خلع کرایا تو صحیح یہ ہے کہ طلاق ہو جائے گی مگر نہ تو مہر ساقط ہوگا نہ لڑکی پر مال واجب ہوگا اور اگر ہزار روپے پر نابالغہ کا خلع ہوا اور باپ نے ضمانت کی تو ہو گیا اور روپے باپ کو دینے ہوں گے اور اگر باپ نے یہ شرط کی کہ بدل خلع لڑکی دیگی تو اگر لڑکی سمجھ وال ہے یہ سمجھتی ہے کہ خلع نکاح سے جدا کر دیتا ہے تو اُس کے قبول پر موقوف ہے قبول کر لے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر مال واجب نہ ہوگا اور اگر نابالغہ کی ماں نے اپنے مال سے خلع کرایا یا ضامن ہوئی تو خلع ہو جائیگا اور لڑکی کے مال سے کرایا تو طلاق نہ ہوگی۔ یوہیں اگر اجنبی نے خلع کرایا تو یہی حکم ہے۔(59)

مسئلہ ۵۷: نابالغہ نے اپنا خلع خود کرایا اور سمجھ وال ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر مال واجب نہ ہوگا اور اگر مال کے بدلے طلاق دلوائی تو طلاق رجعی ہوگی۔(60)

مسئلہ ۵۸: نابالغ لڑکا نہ خود خلع کر سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا باپ۔(61)

مسئلہ ۵۹: عورت نے اپنے مرض الموت میں خلع کرایا اور عدت میں مر گئی تو تہائی مال اور میراث اور بدل خلع ان تینوں میں جو کم ہے شوہر وہ پائیگا۔ اور اگر اُس بدلِ خلع کے علاوہ کوئی مال ہی نہ ہو تو اُس کی تہائی اور میراث میں جو کم ہے وہ پائیگا۔ اور اگر عدت کے بعد مری تو بدلِ خلع لے لیگا جبکہ تہائی مال کے اندر ہو اور عورت غیر مدخولہ ہے اور مرض الموت میں پورے مہر کے بدلے خلع ہوا تو نصف مہر بوجہ طلاق کے ساقط ہے رہا نصف اب اگر عورت کے اور مال نہیں ہے تو اس نصف کی چوتہائی کا شوہر حقدار ہے۔(62)

---

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، ج۱، الفصل الثالث، ص ۵۰۳
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص ۱۱۲، ۱۱۶، وغیرہما

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، ج۱، ص ۵۰۴
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: في خلع الصغیرۃ، ج۵، ص ۱۱۲، ۱۱۳

(61) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: في خلع الصغیرۃ، ج۵، ص ۱۱۳

(62) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حکمہ، الفصل الثالث، ج۱، ص ۵۰۵
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: في خلع الصغیرۃ، ج۵، ص ۱۱۷

ظہار کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ) (1)

---

(1) پ ۲۸، المجادلۃ: ۲

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی ظہار کرتے ہیں، ظہار اس کو کہتے ہیں کہ اپنی بی بی کو محرماتِ نسبی یا رضائی کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دی جائے جس کو دیکھنا حرام ہے مثلاً بی بی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے یا بی بی کے ایسے عضو کو جس سے وہ تعبیر کی جاتی ہو یا اس کے جزوِ شائع کو محرمات کے ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا حرام ہے مثلاً یہ کہے کہ تیرا سر یا تیرا نصف بدن میری ماں کی پیٹھ یا اس کے پیٹ یا اس کی ران یا میری بہن یا پھوپھی یا دودھ پلانے والی کی پیٹھ یا پیٹ کے مثل ہے تو ایسا کہنا ظہار کہلاتا ہے۔

شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر مکی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

آیتِ مبارکہ کی مختصر وضاحت

"اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ" میں مِنْكُمْ فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ عربوں کو ظہار کو اہم نہ سمجھنے کی عادت بنا لینے پر ڈانٹا جائے۔ کیونکہ ظہار زمانہ جاہلیت کی ایسی قسم ہے جو دنیا کی دیگر کسی قوم میں نہیں پائی جاتی تھی۔ اور فرمایا: "مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ" یعنی ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہوتیں اب کے باجود وہ انہیں ان کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ ظہار کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے کہے: ''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔'' یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہے۔ "اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ" یعنی ان کی مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنا یا جو ان کے حکم میں ہیں جیسے دودھ پلانے والی۔ "وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا" اس سے مراد یہ ہے کہ برا اور جھوٹا قول کہتے ہیں یعنی بہتان اور جھوٹ بکتے ہیں۔ کیونکہ مُنکَر وہ ہوتا ہے جو شرع میں معروف نہ ہو اور زُور سے مراد جھوٹ ہے۔ "وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ" یعنی ''بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔'' کیونکہ اس نے کفارے کو اس برے قول اور جھوٹ سے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

اعتراض: ظہار کرنے والے نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کی مثل کہا تو اس میں کون سی برائی اور جھوٹ ہے؟

جواب: کسی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا دو طرح ہو سکتا ہے یا تو یہ جملہ خبریہ ہوگا یا انشائیہ۔ بہرحال دونوں صورتوں میں حکم ایک ہے یعنی اس کا جھوٹا ہونا واضح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی اس بات کو درحقیقت حرمت کا سبب خود بنایا ہے حالانکہ شریعت نے ایسا کوئی ←

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں (اُنھیں ماں کی مثل کہہ دیتے) وہ اُن کی مائیں نہیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جن سے پیدا ہوئے اور وہ بیشک بُری اور نِری جھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ (عزوجل) ضرور معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

❁❁❁❁❁

حکم نہیں دیا۔ یہ مخالفت اور قباحت کی انتہا ہے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ظہار کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اللہ عزَّ وَجَلَّ نے اسے جھوٹ قرار دیا ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تعالٰی عنہما کا فرمان بھی اس کی موافقت کرتا ہے کہ "ظہار کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" (الزَّواجرعَنِ اقتِرافِ الکَبائِر،ص۱۸۹)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: ظہار کے یہ معنے ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔(1)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج ۵، ص ۱۲۵، ۱۲۹.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج ۱، ص ۵۰۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی العالمگیریۃ لو قال لھا انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل کذا فی فتاوٰی قاضی خاں اھ ملخصا،

عالمگیری میں ہے: اگر خاوند نے کہا تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے اھ ملخصا،

(اے فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۰۷)

وفی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی ۲ے اھ اقول وانت تعلم ان "سمجھتا ہوں" بلساننا یودی مؤدی "عندی" بلسان العرب۔

اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ اگر تو مجھ پر کی بجائے مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ کے الفاظ کہے تو وہ بھی مجھ پر کے حکم میں ہوں گے۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہماری زبان میں سمجھتا ہوں کا لفظ عربی زبان میں عندی کے قائم مقام ہے۔(ت)

(۲ے ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۵۷۵)

پس صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی جب تک کفارہ ادا نہ کرے، فی تنویر الابصار والدر المختار وردالمحتار یصیر بہ مظاھر افیحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ من القبلۃ والمس والنظر الی فرجھا بشھوۃ اما المس بغیر شھوۃ فخارج بالاجماع نھر. و کذا یحرم علیھا تمکینہ ولایحرم النظر الی ظھرھا او بطنھا ولاالی الشعر والصدر بحرای ولو بشھوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشھوۃ. عن محمد لوقدم من سفرلہ تقبیلھا للشفقۃ. حتی یکفر غایۃ لقولہ فیحرم اے اھ ملخصۃ. ←

مسئلہ ۲: ظہار کے لیے اسلام وعقل وبلوغ شرط ہے کافر نے اگر کہا تو ظہار نہ ہوا یعنی اگر کہنے کے بعد مشرف با سلام ہوا تو اُس پر کفارہ لازم نہیں۔ یوہیں نابالغ ومجنون یا بوہرے یا مدہوش یا سرسام وبرسام کے بیمار نے یا بیہوش یا

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہوجائیں گے، وطی کے دواعی بوس وکنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں لیکن بغیر شہوت چھونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے، نہر اور یونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے، اور بیوی کی پشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتی یکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے (ت) (۱؎ ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۶۔۵۷۵)

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے، جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے،

فی الدر المختار، ھی تحریر رقبۃ فان لم یجد مایعتق، صام شھرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوماً بالھلال والا فستین یوما متتابعین قبل المسیس، فان افطر بعذر او بغیرہ او وطئھا فی الشھرین مطلقا لیلا او نھارا عامدا اوناسیا استأنف الصوم۔ لاالاطعام فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرۃ او قیمۃ ذٰلک، وان غداھم وعشاھم واشبعھم جازا کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ ۲؎ اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲؎ درمختار باب الکفارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۰۔۵۱)

درمختار میں ہے: کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو جماع سے قبل دو ماہ کے روزے رکھے، اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے اٹھاون ۵۸ بنیں، ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے، پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بناء پر خواہ بغیر عذر، یا ان دو ماہ میں بیوی سے جماع کرلیا، دن یا رات میں، قصداً یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے، اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کرلیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا، پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے برأت کی امید نہیں، روزہ نہ رکھ سکے، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگرچہ کھلانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح وشام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کردیا تو یہ جائز ہوجائیگا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح وشام سیر کرکے کھلا دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۶۸۔۲۷۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سونے والے نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوا اور ہنسی مذاق میں یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔(2)

مسئلہ ۳: زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں، آزاد ہو یا باندی، مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ، نابالغہ ہو یا بالغہ، بلکہ اگر عورت غیر کتابیہ ہے اور اُسکا شوہر اسلام لایا مگر ابھی عورت پر اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا کہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا عورت مسلمان ہوئی تو شوہر پر کفارہ دینا ہوگا۔(3)

مسئلہ ۴: اپنی باندی سے ظہار نہیں ہوسکتا موطؤہ ہو یا غیر موطؤہ (یعنی اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو)۔ یوہیں اگر کسی عورت سے بغیر اذن لیے نکاح کیا اور ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کر دیا تو ظہار نہ ہوا کہ وقتِ ظہار وہ زوجہ نہ تھی۔ یوہیں جس عورت کو طلاق بائن دے چکا ہے یا ظہار کو کسی شرط پر معلق کیا اور وہ شرط اُس وقت پائی گئی کہ عورت کو بائن طلاق دیدی تو ان صورتوں میں ظہار نہیں۔(4)

مسئلہ ۵: جس عورت سے تشبیہ دی اگر اُس کی حرمت عارضی ہے ہمیشہ کے لیے نہیں تو ظہار نہیں مثلاً زوجہ کی بہن یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں یا مجوسی یا بُت پرست عورت کہ یہ مسلمان یا کتابیہ ہوسکتی ہیں اور اُنکی حرمت دائمی نہ ہونا ظاہر۔(5)

مسئلہ ۶: اجنبیہ سے کہا کہ اگر تو میری عورت ہو یا میں تجھ سے نکاح کروں تو تُو ایسی ہے تو ظہار ہو جائیگا کہ ملک یا سببِ مِلک کی طرف اضافت ہوئی اور یہ کافی ہے۔(6)

مسئلہ ۷: عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ لغو ہیں۔(7)

مسئلہ ۸: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارِم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یوہیں اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۲۶
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱، ص۵۰۸

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱، ص۵۰۵
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۲۶

(4) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۲۶

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۲۷

(6) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۲۸

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، ص۸۳

چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔(8)

مسئلہ ۹: محارم سے مراد عام ہے نسبی ہوں یا رضاعی یا سُسرالی رشتہ سے لہٰذا ماں بہن پھوپھی لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہما اور زوجہ کی ماں اور لڑکی جبکہ زوجہ مدخولہ ہو اور مدخولہ نہ ہو تو اُس کی لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔ یوہیں جس عورت سے اُس کے باپ یا بیٹے نے معاذ اللہ زنا کیا ہے اُس سے تشبیہ دی یا جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے اُس کی ماں یا لڑکی سے تشبیہ دی تو ظہار ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاءً تصدیق نہ کرینگے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔(10)

مسئلہ ۱۱: عورت کو ماں یا بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہیں، مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت کی جائے اگر اُس کے اِعزاز (عزت واحترام) کے لیے کہا تو کچھ نہیں اور طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم (حرام کرنے) کی نیت ہے تو ایلا ہے اور کچھ نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۳: اپنی چند عورتوں کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں محارم کے ساتھ تشبیہ دی تو سب سے ظہار ہو گیا ہر ایک کے لیے الگ الگ کفارہ دینا ہوگا۔(13)

مسئلہ ۱۴: کسی نے اپنی عورت سے ظہار کیا تھا دوسرے نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر ویسی ہے جیسی فلاں کی

---

(8) المرجع السابق، ص ۸۴

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج ۲ص ۲۶۵، وغیرہما

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار، ج ۱ص ۵۰۵، ۵۰۶

(10) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج ۵ص ۱۲۹

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار، ج ۱ص ۵۰۷

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار، ج ۱ص ۵۰۷

(12) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، ص ۸۴

(13) المرجع السابق، ص ۸۵

عورت تو یہ بھی ظہار ہو گیا یا ایک عورت سے ظہار کیا تھا دوسری سے کہا تو مجھ پر اس کی مثل ہے یا کہا میں نے تجھے اُسکے ساتھ شریک کر دیا تو دوسری سے بھی ظہار ہو گیا۔(14)

مسئلہ ۱۵: ظہار کی تعلیق بھی ہو سکتی ہے مثلاً اگر فلاں کے گھر گئی تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائیگا۔(15)

مسئلہ ۱۶: ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔(16)

مسئلہ ۱۷: ظہار کے بعد عورت کو طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا تو اب بھی وہ چیزیں حرام ہیں اگرچہ دوسرے شوہر کے بعد اسکے نکاح میں آئی بلکہ اگرچہ اُسے تین طلاقیں دی ہوں۔ یوہیں اگر زوجہ کسی کی کنیز تھی ظہار کے بعد خرید لی اور اب نکاح باطل ہو گیا مگر بغیر کفارہ وطی وغیرہ نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر عورت مرتدہ ہو گئی اور دارالحرب کو چلی گئی پھر قید کر کے لائی گئی اور شوہر نے خریدی یا شوہر مرتد ہو گیا غرض کسی طرح کفارہ سے بچاؤ نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۸: اگر ظہار کسی خاص وقت تک کے لیے ہے مثلاً ایک ماہ یا ایک سال اور اس مدت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت گزر گئی اور قربت نہ کی تو کفارہ ساقط اور ظہار باطل۔(18)

مسئلہ ۱۹: شوہر کفارہ نہیں دیتا تو عورت کو یہ حق ہے کہ قاضی کے پاس دعویٰ کرے قاضی مجبور کریگا کہ یا کفارہ دیکر قربت کرے یا عورت کو طلاق دے اور اگر کہتا ہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اُس کا کہنا مان لیں جبکہ اُس کا جھوٹا ہونا معروف نہ ہو۔(19)

مسئلہ ۲۰: ایک عورت سے چند بار ظہار کیا تو اُتنے ہی کفارے دے اگرچہ ایک ہی مجلس میں متعدد بار الفاظ ظہار

---

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱،ص۵۰۹

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱،ص۵۰۹

(16) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثاني، ص۸۲

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵،ص۱۳۰

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱،ص۵۰۶، وغیرہ

(18) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثاني، ص۸۲

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع في الظہار، ج۱،ص۵۰۷

کہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ بار بار لفظ بولنے سے متعدد ظہار مقصود نہ تھے بلکہ تاکید مقصود تھی تو اگر ایک ہی مجلس میں ایسا ہوا مان لیں گے ورنہ نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۱: پورے رجب اور پورے رمضان کے لیے ظہار کیا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا خواہ رجب میں کفارہ دے یا رمضان میں، شعبان میں نہیں دے سکتا کہ شعبان میں ظہار ہی نہیں۔ یوہیں اگر ظہار کیا اور کسی دن کا استثنا کیا تو اُس دن کفارہ نہیں دے سکتا اُس کے علاوہ جس دن چاہے دے سکتا ہے۔(21)

❁❁❁❁❁

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج۵، ص۱۳۴

(21) [illegible]

کفّارہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴﴾﴾(1)

جولوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر یہ بات کہہ چکے تو اُن پر جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضرور ہے یہ وہ بات ہے جس کی تمہیں نصیحت دی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے خبردار ہے۔ پھر جو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لگا تار دو ۲ مہینے کے روزے جماع سے پہلے رکھے پھر جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ اس لیے کہ تم اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھو اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب۔

حدیث ۱: ترمذی و ابوداود و ابن ماجہ نے روایت کی کہ سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ سے رمضان گزرنے تک کے لیے ظہار کیا تھا اور آدھا رمضان گزرا کہ شب میں اُنھوں نے جماع کرلیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، ارشاد فرمایا: ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کی، مجھے میسر نہیں۔ ارشاد فرمایا: تو دو ۲ ماہ کے لگا تار روزے رکھو۔ عرض کی، اس کی بھی طاقت نہیں۔ ارشاد فرمایا: تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کی، میرے پاس اتنا نہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فروہ بن عمرو سے فرمایا: کہ وہ زنبیل (ٹوکرا) دیدو کہ مساکین کو کھلائے۔(2)

---

(1) پ ۲۸، المجادلۃ: ۳،۴

(2) جامع الترمذي، کتاب الطلاق ...الخ، باب ماجاء في کفارۃ الظھار، الحدیث: ۱۲۰۴، ج ۲، ص ۴۰۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ابوسلمہ تابعین میں سے ہیں ۷۲ سال عمر پائی، ۹۷ھ میں وفات ہوئی، حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوہریرہ و ابن عمر وغیرہم سے ملاقات ہے، ابواسخہ کا نام سلیمان بیاضہ ابن عامر کی اولاد سے ہیں، صحابی ہیں، خوفِ خدا میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔ ←

....

❁❁❁❁❁

۲؎ یعنی انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا یعنی یہ کہا کہ تو مجھ پر رمضان گزرنے پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یعنی حرام ہے،ظہار کے معنے ہیں اپنی بیوی کو اپنی ماں،بہن وغیرہ دائمی محرمات کے کسی عضو،شانے سے تشبیہ دینا۔ظہر سے بنا بمعنی پشت،اس میں دو شرطیں ہیں:ایک عورت کا اپنی بیوی ہونا لہذا لونڈی سے ظہار نہیں،دوسرے خاوند کا اہل کفارہ ہونا لہذا بچہ دیوانہ کا ظہار درست نہیں،ظہار کا حکم یہ ہے کہ ادائے کفارہ تک عورت حرام رہتی ہے۔

۳؎ یعنی قسم توڑ دی اگر یہ حضرت ماہ رمضان گزر جانے دیتے تو کفارہ واجب نہ ہوتا کہ وقتی ظہار کا یہ ہی حکم ہے دائمی ظہار میں جب بھی صحبت کرے کفارہ واجب ہے۔

۴؎ معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ترتیب یہ ہے کہ مظاہر غلام آزاد کرے اگر اس پر قادر نہ ہو تو روزے رکھے اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے۔رقبہ مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ہر قسم کا غلام آزاد کیا جاسکتا ہے،مومن ہو یا کافر۔

۵؎ یعنی میرے پاس نہ غلام ہے نہ اس کی قیمت کہ خرید کر آزاد کروں۔

۶؎ اس طرح کہ لگاتار ساٹھ روزے رکھے جاؤ اور دوران روزے میں اس بیوی سے صحبت ہرگز نہ کرو رب تعالٰی فرماتا ہے:"مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا"۔

۷؎ ضعف بدن کی وجہ سے اتنے روزے لگاتار نہیں رکھ سکتا یا ان دو ماہ میں عورت سے علیحدہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ بعض قوی جوانوں کا حال ہوتا ہے۔(مرقات)

۸؎ روزانہ ایک مسکین کو تاکہ کھانا دینا دو ماہ میں پورا ہو۔

۹؎ بعض نسخوں میں عروہ ابن عمر ہے یہ کاتب کی غلطی ہے فروہ ابن عمرو بیاضی انصاری ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۰؎ خیال رہے کہ کفارہ ظہار میں یا تیس صاع گندم ساٹھ مسکینوں کو دیا جائے فی مسکین آدھا صاع قریبًا سوا دو سیر یا ساٹھ صاع جو کھجوریں وغیرہ فی مسکین ایک صاع قریبًا ساڑھے چار سیر یہاں پندرہ وسولہ صاع کھجوریں دے دینے کا حکم دیا،یہ حضرت سلیمان کی خصوصیات سے ہے جیسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی گئی تھی حالانکہ ایک سالہ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس پابندی سے پہلے کی ہو۔(اشعہ)یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بطور امداد ان کو یہ مقدار عطا ہوئی باقی ان کے اپنے ذمہ رہی۔(مرقات)مگر پہلی توجیہ نہایت قوی ہے(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۵،ص۲۱۶)

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ وطی نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر ارادہ جماع تھا مگر زوجہ مرگئی تو واجب نہ رہا۔(1)

مسئلہ ۲: ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے مسلمان ہو یا کافر، بالغ ہو یا نابالغ یہاں تک کہ اگر دودھ پیتے بچہ کو آزاد کیا کفارہ ادا ہوگیا۔(2)

مسئلہ ۳: پہلے نصف غلام کو آزاد کیا اور جماع سے پہلے پھر نصف باقی کو آزاد کیا تو کفارہ ادا ہوگیا اور اگر درمیان میں جماع کرلیا تو ادا نہ ہوا اور اگر غلام مشترک (ایسا غلام جس کے مالک دو یا دو سے زیادہ ہوں) ہے اور اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو ادا نہ ہوا، اگرچہ یہ مالدار ہو یعنی جب غلام مشترک کو آزاد کرے اور مالدار ہو تو حکم یہ ہے کہ اپنے شریک کو اُس کے حصہ کی قدر دے اور کُل غلام اسکی طرف سے آزاد ہوگا مگر کفارہ ادا نہ ہوگا۔ یوہیں دو ۲ غلاموں میں آدھے آدھے کا مالک ہے اور دونوں کے نصف نصف کو آزاد کیا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔(3)

مسئلہ ۴: آدھا غلام آزاد کیا اور ایک مہینے کے روزے رکھ لیے یا تیس مسکین کو کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔(4)

مسئلہ ۵: غلام آزاد کرنے میں شرط یہ ہے کہ کفارہ کی نیت سے آزاد کیا ہو بغیر نیت کفارہ آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا اگرچہ آزاد کرنے کی نیت کیا کرے۔(5)

مسئلہ ۶: اسکا قریبی رشتہ دار یعنی وہ کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہوتا دوسرا عورت تو نکاح باہم حرام ہوتا مثلاً اس کا بھائی یا باپ یا بیٹا یا چچا یا بھتیجا ایسے رشتہ دار کا جب مالک ہوگا تو آزاد ہو جائیگا خواہ کسی طرح مالک ہو مثلاً اس نے خرید لیا یا کسی نے ہبہ یا تصدق کیا (بطور صدقہ دیا) یا وراثت میں ملا پھر ایسا غلام اگر بلا اختیار اسکی مِلک میں آیا مثلاً وراثت میں

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص۵۰۹

(2) المرجع السابق، ص۵۰۹، ۵۱۰

(3) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، ص۸۵
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۰

(4) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، ص۸۵

(5) المرجع السابق

ملا اور آزاد ہو گیا تو اگرچہ اس نے کفارہ کی نیت کی ادا نہ ہوا اور اگر باختیار خود اپنی ملک میں لایا (مثلاً خریدا) اور جس عمل کے ذریعہ سے ملک میں آیا اُس کے پائے جانے کے وقت (مثلاً خریدتے وقت) کفارہ کی نیت کی تو کفارہ ادا ہو گیا۔(6)

مسئلہ ۷: جو غلام گروی یا مدیون ہے اُسے آزاد کیا تو کفارہ ادا ہو گیا۔ یوہیں اگر بھاگا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ زندہ ہے تو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائیگا اور اگر بالکل اُس کا پتا نہ معلوم ہو، نہ یہ معلوم کہ زندہ ہے یا مر گیا تو نہ ہوگا۔(7)

مسئلہ ۸: اگر غلام میں کسی قسم کا عیب ہے تو اس کی دو ۲ صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ عیب اس قسم کا ہو جس سے جنسِ منفعت فوت ہوتی ہے یعنی دیکھنے، سُننے، بولنے، پکڑنے، چلنے کی اُس کو قدرت نہ ہو یا عاقل نہ ہو تو کفارہ ادا نہ ہوگا اور دوسرے یہ کہ اس حد کا نقصان نہیں تو ہو جائیگا، لہٰذا اتنا بہرا کہ چیخنے سے بھی نہ سُنے یا گونگا یا اندھا یا مجنون کہ کسی وقت اُسکو افاقہ نہ ہوتا ہو یا بوہرا یا وہ بیمار جس کے اچھے ہونے کی اُمید نہ ہو یا جس کے سب دانت گر گئے ہوں اور کھانے سے بالکل عاجز ہو یا جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں یا ہاتھ کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوں یا علاوہ انگوٹھے کے ہر ہاتھ کی تین تین اُنگلیاں یا دونوں پاؤں یا ایک جانب کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں نہ ہو یا لُنجھا (ہاتھ پاؤں سے معذور) یا فالج کا مارا ہو یا دونوں ہاتھ بیکار ہوں تو ان سب کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوا۔(8)

مسئلہ ۹: اگر ایسا بہرا ہے کہ چیخنے سے سُن لیتا ہے یا مجنون ہے مگر کبھی افاقہ بھی ہوتا ہے اور اسی حالت افاقہ میں آزاد کیا یا اُس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں یا ایک ہاتھ ایک پاؤں خلاف سے کٹا ہو یعنی ایک دہنا دوسرا بایاں یا ایک ہاتھ کا انگوٹھا یا پاؤں کے دونوں انگوٹھے یا ہر ہاتھ کی دو ۲ دو ۲ اُنگلیاں یا دونوں ہونٹ یا دونوں کان یا ناک کٹی ہو یا انثیین (خصیے) یا عضوِ تناسل کٹ گیا ہو یا لونڈی کا آگے کا مقام بند ہو یا بھوں یا داڑھی یا سر کے بال نہ ہوں یا کانا یا چندھا (کمزور بینائی والا) ہو یا ایسا بیمار ہو جس کے اچھے ہونے کی امید ہے اگرچہ موت کا خوف ہو یا سپید داغ کی بیماری (برص کی بیماری) ہو یا نامرد ہو تو ان کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائیگا۔(9)

---

(6) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، کتاب الظہار، الجزء الثاني، ص ۸۵، وغیرہا

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر في الکفارۃ، ج ۱، ص ۵۱۱۔۵۱۰

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج ۵، ص ۱۳۷

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثاني، ص ۸۵

(9) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج ۵، ص ۱۳۷۔۱۳۹

←

مسئلہ ۱۰: لونڈی کے شکم میں بچہ ہے اُس کو کفارہ میں آزاد کیا تو نہ ہوا۔ اس کے غلام کو کسی نے غصب کیا اِس مالک نے آزاد کر دیا تو ہوگیا اور ام ولد و مدبر و مکاتب (10) جس نے بدل کتابت (11) کچھ ادا نہ کیا ہو یا کچھ ادا کیا مگر پورا ادا کرنے سے عاجز ہوگیا تو اُسے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہوگیا۔(12)

مسئلہ ۱۱: اپنا غلام دوسرے کے کفارہ میں آزاد کر دیا اگر اُس کے بغیر حکم ہے تو ادا نہ ہوا اور اگر اُس کے کہنے سے مثلاً اُس نے کہا اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور کوئی عوض ذکر نہ کیا جب بھی ادا نہ ہوا اور اگر عوض کا ذکر ہے مثلاً اپنا غلام میری طرف سے اتنے پر آزاد کر دے تو ہو جائیگا۔(13)

مسئلہ ۱۲: ظہار کے دو ۲ کفارے اس کے ذمے تھے، اس نے دو ۲ غلام آزاد کیے اور یہ نیت نہ کی کہ فلاں غلام فلاں کفارہ میں آزاد کیا تو دونوں ادا ہوگئے۔(14)

مسئلہ ۱۳: کسی غلام کو کہا اگر میں تجھے خریدوں تو تُو آزاد ہے پھر اُسے کفارہ ظہار کی نیت سے خریدا تو آزاد ہوگا مگر کفارہ ادا نہ ہوا اور اگر پہلے کہہ دیا تھا کہ اگر تجھے خریدوں تو میرے ظہار کے کفارہ میں آزاد ہے تو ہو جائیگا۔(15)

مسئلہ ۱۴: جب غلام پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہوگا اور اگر غلام کی اِستطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اسکے پاس دام (قیمت) نہیں تو کفارہ میں پے در پے (مسلسل) دو ۲ مہینے کے روزے رکھے اور اگر اُس کے پاس خدمت کا غلام ہے یا مدیون (مقروض) ہے اور دَین (قرض) ادا کرنے کے لیے غلام کے سوا کچھ نہیں تو ان صورتوں میں بھی روزے وغیرہ سے کفارہ ادا نہیں کرسکتا بلکہ غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔(16)

مسئلہ ۱۵: روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اِس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو، نہ عید الفطر، نہ

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر في الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۰

(10) غالباً یہاں پر کاتب سے عبارت رہ گئی ہے۔ اصل کتاب میں یہ ہے کہ مدبر و مکاتب جس نے بعض بدل کتابت ادا کر دیا ہو اور بقیہ ادا کرنے سے عاجز نہ ہو، توان کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا، ہاں وہ مکاتب جس نے بدل کتابت۔۔۔۔۔الخ۔

(11) وہ مال جس کی ادائیگی کے عوض غلام یا لونڈی نے اپنے مالک سے اپنی آزادی کا معاہدہ کیا ہو۔

(12) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵، ص۱۳۷، ۱۳۹

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر في الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۱

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق

(16) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵، ص۱۳۹

عیداضحیٰ نہ ایام تشریق۔ ہاں اگر مسافر ہے تو ماہ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر ایامِ مَنْہِیَہ(17) میں اسے بھی اجازت نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۶: روزے اگر پہلی تاریخ سے رکھے تو دوسرے مہینہ کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ دونوں مہینے ۲۹ کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے نہ رکھے ہوں تو ساٹھ پورے رکھنے ہونگے اور اگر پندرہ روزے رکھنے کے بعد چاند ہوا پھراس مہینے کے روزے رکھ لیے اور یہ ۲۹ دن کا مہینہ ہوا اس کے بعد پندرہ دن اور رکھ لیے کہ ۵۹ دن ہوئے جب بھی کفارہ ادا ہو جائیگا۔(19)

مسئلہ ۱۷: روزوں سے کفارہ ادا ہونے میں شرط یہ ہے کہ پچھلے روزے کے ختم تک غلام آزاد کرنے پر قدرت نہ ہو یہاں تک کہ پچھلے روزے کی آخر ساعت میں بھی اگر قدرت پائی گئی تو روزے ناکافی ہیں بلکہ غلام آزاد کرنا ہوگا اوراب یہ روزہ نفل ہوا اس کا پورا کرنا مستحب رہے گا اگر فوراً توڑ دیگا تو اسکی قضا نہیں البتہ اگر کچھ دیر بعد توڑیگا تو قضا لازم ہے۔(20)

مسئلہ ۱۸: کفارہ کا روزہ توڑ دیا خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑا یا بغیر عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو ۲ مہینوں کے اندر دن یا رات میں اُس سے وطی کی قصداً کی ہو یا بھول کر تو سرے سے روزے رکھے کہ شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور ان صورتوں میں یہ شرط پائی نہ گئی۔(21)

مسئلہ ۱۹: یہ احکام جو کفارہ کے متعلق بیان کیے گئے یعنی غلام آزاد کرنے اور روزے رکھنے کے متعلق یہ ظہار کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کفارہ کے یہی احکام ہیں۔ مثلاً قتل کا کفارہ یا روزہ رمضان توڑنے کا کفارہ، قسم کا کفارہ مگر قسم کے کفارہ میں تین روزے ہیں۔ اور یہ حکم کہ روزہ توڑ دیا تو سرے سے رکھنے ہونگے کفارہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں پے در پے کی شرط ہو مثلاً پے در پے روزوں کی منت مانی تو یہاں بھی یہی حکم ہے البتہ اگر عورت نے رمضان کا

---

(17) عید، بقرعید اور ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخ ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم، ج۱،ص۲۰۱)

(18) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، ص۸۷

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵،ص۱۴۱

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: لا استحالۃ فی جعل الخ، ج۵، ص۱۴۱

(20) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵،ص۱۴۱، وغیرہ

(21) الدرالمختار وردالمحتار، المرجع السابق، ص۱۴۲

روزہ توڑ دیا اور کفارہ میں روزے رکھ رہی تھی اور حیض آ گیا تو سرے سے رکھنے کا حکم نہیں بلکہ جتنے باقی ہیں اُن کا رکھنا کافی ہے۔ ہاں اگر اس حیض کے بعد آئسہ ہوگئی یعنی اب ایسی عمر ہوگئی کہ حیض نہ آئے گا تو سرے سے رکھنے کا حکم دیا جائے گا کہ اب وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتی ہے اور اگر اثنائے کفارہ میں (کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران) عورت کے بچہ ہوا تو سرے سے رکھے۔ ظہار وغیر ظہار کے کفاروں میں ایک اور فرق ہے وہ یہ کہ غیر ظہار کے کفارے میں اگر رات میں وطی کی یا دن میں بھول کر کی تو سرے سے روزے رکھنے کی حاجت نہیں۔ یوہیں ظہار کے روزوں میں اگر بھول کر کھا لیا یا دوسری عورت سے بھول کر جماع کیا یا رات میں قصداً جماع کیا تو سرے سے رکھنے کی حاجت نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۰: غلام نے اگر اپنی عورت سے ظہار کیا اگرچہ مکاتب ہو یا اُسکا کچھ حصہ آزاد ہو چکا باقی کے لیے سعایت کرتا ہو (یعنی مالک کو ثمن ادا کرنے کے لئے محنت مزدوری کرتا ہو) یا آزاد نے ظہار کیا مگر بوجہ کم عقلی کے اُس کے تصرفات روک دیے گئے ہوں تو ان سب کے لیے کفارے میں روزے رکھنا معین ہے ان کے لیے غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا نہیں لہٰذا اگر غلام کے آقا نے اُس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا یا کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہیں اگرچہ غلام کی اجازت سے ہوا اور کفارہ کے روزوں سے اُسکا آقا منع نہیں کر سکتا اور اگر غلام نے کفارہ کے روزے ابتک نہیں رکھے اور اب آزاد ہو گیا تو اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو تو آزاد کرے ورنہ روزے رکھے۔(23)

مسئلہ ۲۱: روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقہ نفل ہوگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہونگے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت ان کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔(24)

مسئلہ ۲۲: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو اُن میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔(25)

---

(22) الدرالمختار وردالمحتار، المرجع السابق، ص ۱۴۲، وغیرہما

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۲۔۵۱۳

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: ای حر لیس لہ الخ، ج۵، ص۱۴۴

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۳

(25) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: ای حر لیس لہ الخ، ج۵، ص۱۴۴

مسئلہ ۲۳: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے مگر اباحت کافی نہیں اور انھیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنھیں صدقہ فطر دے سکتے ہیں جن کی تفصیل صدقہ فطر کے بیان میں مذکور ہوئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دیدے یا شام کو کھلاوے اور صبح کے کھانے کی قیمت دیدے یا دو ۲ دن صبح کو یا شام کو کھلاوے یا تیس کو کھلائے اور تیس کو دیدے غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے یا پاؤ صاع گیہوں اور نصف صاع جو دیدے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کی قیمت ہر طرح اختیار ہے۔(26)

مسئلہ ۲۴: کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگرچہ تھوڑے ہی کھانے میں آسودہ ہوجائیں (یعنی پیٹ بھر جائے) اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اُس کا کھانا کافی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہوتو اور بہتر اور جو کی روٹی ہوتو سالن ضروری ہے۔(27)

مسئلہ ۲۵: ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز بقدر صدقہ فطر اُسے دیدیا جب بھی ادا ہوگیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دیدیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے یا اُس کو سب بطور اباحت دیا تو صرف اُس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوہیں اگر تیس مساکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیے یا دو دو صاع جَو تو صرف تیس کو دینا قرار پائیگا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیے ہوں اور دو دنوں میں دیے تو جائز ہے۔(28)

مسئلہ ۲۶: ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع گیہوں دیے تو ضرور ہے کہ ان میں ہر ایک کو اور پاؤ پاؤ صاع دے اور اگر ان کی عوض میں اور ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع دیے تو کفارہ ادا نہ ہوا۔(29)

مسئلہ ۲۷: ایک سو بیس مساکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اُسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مساکین کو دونوں وقت کھلائے۔(30)

---

(26) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: أی حرلیس لہ ۔۔۔الخ، ج۵، ص ۱۴۴۔۱۴۶

(27) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: أی حرلیس لہ ۔۔۔الخ، ج۵، ص ۱۴۶

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص ۵۱۳، وغیرہ

(29) المرجع السابق

(30) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵، ص ۱۵۰

مسئلہ ۲۸: اس کے ذمہ دو ۲ ظہار تھے خواہ ایک ہی عورت سے دونوں ظہار کیے یا دو عورتوں سے اور دونوں کے کفارہ میں ساٹھ مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیدیے تو صرف ایک کفارہ ادا ہوا اور اگر پہلے نصف نصف صاع ایک کفارہ میں دیے پھر اُنھیں کو نصف نصف صاع دوسرے کفارہ میں دیے تو دونوں ادا ہوگئے۔(31)

مسئلہ ۲۹: دوظہار کے کفاروں میں دو غلام آزاد کر دیے یا چار مہینے کے روزے رکھ لیے یا ایک سوبیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو دونوں کفارے ادا ہوگئے اگرچہ معین نہ کیا ہو کہ یہ فلاں کا کفارہ ہے اور یہ فلاں کا۔ اور اگر دونوں دو قسم کے کفارے ہوں تو کوئی ادا نہ ہوا مگر جبکہ یہ نیت ہو کہ ایک کفارہ میں یہ اور ایک میں وہ اگرچہ معین نہ کیا ہو کہ کون سے کفارہ میں یہ اور کس میں وہ۔ اور اگر دونوں کی طرف سے ایک غلام آزاد کیا یا دو ماہ کے روزے رکھے تو ایک ادا ہوا اور اُسے اختیار ہے کہ جس کے لیے چاہے معین کرے اور اگر دونوں کفارے دو قسم کے ہیں مثلاً ایک ظہار کا ہے دوسرا قتل کا تو کوئی کفارہ ادا نہ ہوا مگر جبکہ کافر کو آزاد کیا ہو تو یہ ظہار کے لیے متعین ہے کہ قتل کے کفارہ میں مسلمان کا آزاد کرنا شرط ہے۔(32)

مسئلہ ۳۰: دو ۲ قسم کے دو کفارے ہیں اور ساٹھ مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دونوں کفاروں میں دیدیے تو دونوں ادا ہوگئے اگرچہ پورا پورا صاع ایک مرتبہ دیا ہو۔(33)

مسئلہ ۳۱: نصف غلام آزاد کیا اور ایک مہینے کے روزے رکھے یا تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔(34)

مسئلہ ۳۲: ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مساکین کو کھلا دے اور اگر ابھی پورے ساٹھ مساکین کو کھلا نہیں چکا ہے اور درمیان میں وطی کرلی تو اگرچہ یہ حرام ہے مگر جتنوں کو کھلا چکا ہے وہ باطل نہ ہوا، باقیوں کو کھلا دے، سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضرور نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۳: دوسرے نے بغیر اس کے حکم کے کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اور اس کے حکم سے ہے تو صحیح ہے مگر جو صَرف ہوا ہے وہ اس سے نہیں لے سکتا ہاں اگر اس نے حکم کرتے وقت یہ کہہ دیا ہو کہ جو صرف ہوگا میں دوں گا تو لے سکتا

---

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر في الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۴

(32) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج۵، ص۱۴۸

(33) المرجع السابق، ص۱۴۸

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر في الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۴

(35) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الظھار، الجزء الثاني، ص۸۹

ہے۔(36)

مسئلہ ۳۴: جس کے ذمہ کفارہ تھا اُس کا انتقال ہوگیا وارث نے اُس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا قسم کے کفارہ میں کپڑے پہنا دیے تو ہو جائیگا اور غلام آزاد کیا تو نہیں۔(37)

❁❁❁❁❁

(36) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج ۵، ص ۱۴۷

(37) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، مطلب: لا استحالۃ فی جعل زائغ، ج ۵، ص ۱۴۷

لعان کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾﴾ (1)

---

(1) پ ۱۸، النور: ۶۔۹

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

اس کو لعان کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب مرد اپنی بی بی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں شہادت کے اہل ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لعان سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا مُقِر ہو اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِ قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ کی لعنت مجھ پر اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِ قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب ہوگا انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے فرقت واقع ہوگی بغیر اس کے نہیں اور یہ تفریق طلاقِ بائنہ ہوگی اور اگر مرد اہلِ شہادت میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد اہلِ شہادت میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان۔

شانِ نزول: یہ آیت ایک صحابی کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ اگر آدمی اپنی عورت کو زنا میں مبتلا دیکھے تو کیا کرے نہ اس وقت گواہوں کے تلاش کرنے کی فرصت ہے اور نہ بغیر گواہی کے وہ یہ بات کہہ سکتا ہے ←

اور جولوگ اپنی عورتوں کو تہمت لگائیں اور اُن کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ (عزوجل) کے نام سے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ (عزوجل) کی لعنت ہو اُس پر اگر جھوٹا ہو اور عورت سے سزا یوں ٹلے گی کہ وہ اللہ (عزوجل) کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں باریوں کہ عورت پر اللہ (عزوجل) کا غضب اگر مرد سچا ہو۔

❁❁❁❁❁

کیونکہ اسے حدِ قذف کا اندیشہ ہے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور لعان کا حکم دیا گیا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مادہ لعن ہے بمعنی لعنت یعنی رحمت الٰہی سے دور ہو جانے کی بددعا۔لعان کے معنے ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔شریعت میں لعان یہ ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو ایسی تہمت لگائے کہ اگر اجنبی عورت کو لگاتا تو حدقذف واجب ہو جاتی اس پر حاکم مجمع کے سامنے ان دونوں خاوند و بیوی کو کھڑا کر کے چار چار قسمیں ایک ایک لعنت یا غضب کی بددعا کرائے پھر ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے جدا کردے کہ پھر یہ عورت اس مرد کے نکاح میں آ بھی نہ سکے مگر لعان توڑنے پر کہ مرد کہے میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی اس پر اسے تہمت کی سزا اسی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں پھر نکاح میں آئے ،ہمارے امام صاحب کے ہاں گوائیاں ہیں جن کی تاکید قسم سے کی گئی ہے۔امام شافعی کے ہاں لعان قسمیں ہیں جن کی تاکید گواہیوں سے کی گئی ہے لہذا امام صاحب کے ہاں لعان وہ ہی کرسکتا ہے کہ جس کی گواہی قبول ہوسکتی ہے جو گواہی کا اہل نہیں وہ لعان نہیں کرسکتا،اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔خیال رہے کہ کسی گنہگار مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ کیسا ہی گنہگار ہو سوائے لعان کے،لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ یزید یا حجاج یا فلاں زانی قاتل پر لعنت ہاں یہ کہہ سکتے ہیں حضرت حسین کے قاتل یا قتل سے راضی ہونے والے پر لعنت ہے کہ یہ لعنت بالوصف ہے دیکھو شامی باب اللعان۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۵،ص۲۲۱)

احادیث

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا کسی مرد کو اپنی بی بی کے ساتھ پاؤں تو اُسے چھوؤں بھی نہیں، یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اُنھوں نے عرض کی، ہرگز نہیں، قسم ہے اُس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں فوراً تلوار سے کام تمام کر دونگا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: سنو تمھارا سردار کیا کہتا ہے، بیشک وہ بڑا غیرت والا ہے اور میں اُس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ (عزوجل) مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ دوسری روایت میں ہے، کہ یہ اللہ (عزوجل) کی غیرت ہی کی وجہ سے ہے کہ فواحش (بے حیائی کی باتوں) کو حرام فرما دیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ (1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب اللعان، الحدیث: ۱۶۔ ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ص ۸۰۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ یعنی ہاں تم اس عورت و مرد سے کچھ تعرض نہ کرو تمہارا صرف یہ کام ہے کہ چار گواہ ان کے زنا پر بنالو اولاً ہم پر پیش کرو ہم بعد تحقیق انہیں زنا کی سزا دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قصاص، رجم وغیرہ صرف حاکم جاری کرسکتا ہے کسی دوسرے کو حق نہیں کہ خود قانون ہاتھ میں لے کر یہ کام کرے۔

۲ـ اس عرض و معروض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی تردید نہیں ہے بلکہ اپنی انتہائی غیرت کا اظہار ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر غصہ کی وجہ سے ایسے مدہوشی طاری ہوگی کہ مجھے گواہ لانے آدمیوں کو ڈھونڈنے کا دھیان ہی نہ رہے گا اس جنون میں اسے قتل ہی کردوں گا اسی لیے سرکار عالی نے ان کی عرض کی تردید نہ فرمائی بلکہ تعریف کی۔

۳ـ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں سیدنا ہے یعنی ہمارے سردار کی بات سنو، ہمارے سردار سے مراد ہے ہمارے مقرر کیے ہوئے سردار جیسے بادشاہ کسی امیر کی طرف اشارہ کر کے کہے ہمارا امیر یعنی ہمارا مقرر کردہ امیر سیدکم کے معنے بالکل ظاہر ہیں غالبًا انصار سے خطاب ہوگا اور اگر تمام صحابہ سے خطاب ہو تو خصوصی سرداری مراد ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت سعد جناب صدیق و فاروق سے افضل ہوں۔

۴ـ یعنی جو کچھ سعد کہہ رہے ہیں اپنی غیرت کے جوش میں [illegible]

حدیث ۲: صحیحین میں انھیں سے مروی، کہ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کی کہ میری عورت کے سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے اور مجھے اِس کا اچنبا ہے (یعنی معلوم ہوتا ہے میرا نہیں)۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تیرے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: اُن کے رنگ کیا ہیں؟ عرض کی، سُرخ۔ فرمایا: اُن میں کوئی بھورا بھی ہے؟ عرض کی، چند بھورے بھی ہیں۔ فرمایا: تو سُرخ رنگ والوں میں یہ بھورا کہاں سے آگیا؟ عرض کی، شاید رگ نے کھینچا ہو (یعنی اس کے باپ دادا میں کوئی ایسا ہوگا، اُس کا اثر ہوگا) فرمایا: تو یہاں بھی شاید رگ نے کھینچ لیا ہو، اتنی بات پر اُسے انکار نسب کی اجازت نہ دی۔ (2)

بنا پر ہے معلوم ہوا کہ سردار قوم غیرت مند ہی چاہیے۔

۵۔ اس فرمان عالی میں حضرت سعد کی غیرت کی تعریف ہے ان کے اس عمل کی تائید نہیں کیونکہ خود قتل کر دینا خلاف حکم شرع ہے اس کی تائید کیسی جب لفظ غیور اللہ رسول کی صفت ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے زجور سخت روکنے والا یعنی ہم اور رب تعالٰی ان بے حیائیوں کو نہایت سختی سے روکنے والے ہیں، اسی لیے زنا کی سزا ایسی سخت رکھی ہے کہ رب کی پناہ قصاص قتل میں تلوار سے مارا جاتا ہے مگر سزائے زنا میں سنگار کیا جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۲۵)

(2) صحیح البخاري، کتاب الاعتصام، باب من شبہ أصلا معلوما الخ، الحدیث: ۷۳۱۴، ج ۴، ص ۵۱۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں گورا ہوں میرا بچہ کالا کیسے ہو سکتا ہے اس لیے میں نے کہہ دیا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں میری بیوی نے کسی کالے آدمی سے زنا کرایا ہوگا اس کا یہ بچہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں انکار سے مراد دل سے انکار کرنا ہے، زبانی انکار کا ارادہ کرنا اگر زبان سے انکار کر دیتا تو لعان کرنا پڑتا۔

۲۔ سفید و سیاہ دھبے والے کو چکبرہ کہتے ہیں سرخ اونٹ رفتار اور طاقت میں بہت اچھا ہوتا ہے مگر چکبرہ اونٹ کا گوشت بہت نفیس ہوتا ہے اہل عرب سرخ اونٹ بہت پسند کرتے ہیں چکبرے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ ان سرخ اونٹوں سے کوئی اونٹ چکبرہ بھی پیدا ہوا ہے وہ بولا ہاں کہ ماں باپ سرخ ہیں اور ان کا بچہ چکبرہ۔

۳۔ جاء کا فاعل سرخ اونٹ ہیں اور ھا کا مرجع چکبرہ رنگ والا بچہ یعنی سرخ اونٹ چکبرہ بچہ کہاں سے لے آئے وہاں بچہ کا رنگ ماں باپ کے رنگ کے خلاف کیوں ہو گیا۔

۴۔ یعنی اس بچہ کے دادا پردادا، نانا پرنانا میں کوئی نر یا مادہ اونٹ چکبرہ گزرا ہوگا وہ دور والا رنگ اس بچہ میں آگیا ہوگا۔ مرقات نے فرمایا یہ لفظ عرق درخت کی جڑ کی رگوں سے ماخوذ ہے جو دور تک زمین میں پھیلی ہوتی ہیں، جیسے ان جڑ کی رگوں کا اثر درخت میں پہنچتا ہے ایسے ہی آباء واجداد کے رنگ بیماریاں اولاد میں پہنچ سکتی ہیں اس بدوی نے بہت تحقیقی بات کہی۔

۵۔ یعنی یہ ہی احتمال اس بچہ میں بھی ہے کہ تیرے باپ دادوں میں کوئی سیاہ فام گزرا ہوگا جس کا اثر اس بچہ میں آگیا ہوگا جو تا دیل تو ←

حدیث ۳: صحیح بخاری شریف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، ہلال بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بی بی پر تہمت لگائی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: گواہ لاؤ، ورنہ تمھاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ عرض کی یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے وہی جواب دیا۔ پھر ہلال نے کہا، قسم ہے اُس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائیگا جو میری پیٹھ کو حد سے بچاوے۔ اُس وقت جبریل علیہ السلام اُترے اور (وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَھُمۡ) نازل ہوئی، ہلال نے حاضر ہو کر لعان کا مضمون ادا کیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ (عزوجل) جانتا ہے کہ تم میں ایک جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں کوئی توبہ کرتا ہے۔ پھر عورت کھڑی ہوئی اُس نے بھی لعان کیا، جب پانچویں بار کی نوبت آئی تو لوگوں نے اُسے روک کر کہا، اب کہے گی تو ضرور غضب کی مستحق ہو جائیگی اس پر وہ کچھ رُکی اور جھجکی جس سے ہم کو خیال ہوا کہ رجوع کر یگی مگر پھر کھڑی ہو کر کہنے لگی میں تو اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے رسوا نہ کرونگی پھر وہ پانچواں کلمہ بھی اُس نے ادا کر دیا۔(3)

اونٹ کے بچہ میں کرتا ہے آدمی کے بچہ میں کیوں نہیں کرتا سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے۔ خیال رہے کہ بطور الزام یہ جواب دیا گیا ہے ورنہ بچہ کے رنگ روپ میں یہ ضروری نہیں کہ اس کے باپ دادوں کا اثر ہی آئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے اصول گورے بچہ کالا اور کبھی سارے اصول کالے بچہ گورا یہ تو رب کی قدرت ہے جیسے چاہے بنادے۔

۶ ۔ مقصد یہ ہے کہ رنگ روپ وغیرہ علامات ضعیفہ ہیں ان وجوہ سے بچہ کے نسب کا انکار نہ کرنا چاہیے کہ ثبوت زنا قوی علامات سے ہوسکتا ہے مثلاً کوئی عورت نکاح کے پانچ ماہ بعد بچہ جن دے یا جس کا خاوند پردیس ہی میں ہے اور عورت اقبالی بچے جنے یا خاوند نے عرصہ سے صحبت نہ کی ہو مگر بچہ پیدا ہو جائے ان صورت میں انکار کی گنجائش قوی ہے شریک ابن سحماء کی حدیث میں جو گزرا کہ اگر بچہ اسی شکل کا ہے تو وہ غیر باپ کا ہوگا، وہاں رنگت وحلیہ سے زنا ثابت نہ فرمایا گیا تھا نہ اس کے رنگ پر زنا کے احکام جاری کیے گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے لیے صریحی انکار اولاد ضروری ہے اس بدوی نے صاف صاف انکار نہ کیا تھا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۲۲۸)

(3) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب ویدرأ عنہا العذاب الخ، الحدیث: ۴۷۴۷، ج۳،ص۲۸۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ ۔ ہلال ابن امیہ وہ ہی صحابی ہیں جو حضرت کعب ابن مالک کے ساتھ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ تین حضرات کعب ابن مالک، ہلال ابن امیہ، مرارہ ابن لوی، ان تین صاحبوں کی توبہ کا ذکر سورہ توبہ میں ہے "وَّعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا" الآیہ۔

۲ ۔ حضرت شریک انصار کے حلیف تھے سحماء ان کی والدہ کا نام ہے آپ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں جیسے عبداللہ ابن ام مکتوم ←

حدیث ۴: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرد و عورت میں لعان کرایا پھر شوہر نے عورت کے لڑکے سے انکار کر دیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دونوں میں

اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہوا اور یہ لعن بھی پہلا لعان تھا۔ اسی واقعہ پر آیت لعان نازل ہوئی۔

۳۔ یعنی یا تو چار گواہ عینی پیش کرو جنہوں نے تمہاری بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو ورنہ تم کو حد قذف اسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

۴۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر کسی کو دیکھے تو اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ چار گواہ جمع کرلے اور انہیں اس حالت کا مشاہدہ کرائے یہ تکلیف طاقت سے زیادہ ہے۔

۵۔ سرکار عالی کا یہ فرمان قرآن کی اس آیت کی بنا پر ہے کہ زنا کے لیے چار گواہ پیش کیے جائیں، ورنہ الزام لگانے والے کو تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائی جائے یہ پابندی اس لیے ہے تاکہ لوگ تہمت زنا میں دلیر نہ ہوجائیں۔ چونکہ ابھی لعان کے احکام آئے نہ تھے اس لیے فرمایا گیا۔

۶۔ یہ ہے مؤمن کی فراست کہ آئندہ آنے والے احکام کے متعلق قسم کھائی کہ ایسے احکام ضرور نازل ہوں گے لطف یہ ہے کہ ان شاء اللہ بھی نہ کہا یعنی مجھے اپنے رب کی رحمت سے یقین ہے کہ وہ سچے کو تہمت کی سزا نہ لگنے دے گا، مجھے ضرور بچالے گا۔

۷۔ فنزل کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال مجلس شریف میں موجود تھے اور دربار عالی گرم تھا کہ آیت لعان نازل ہوگئی حضرت ہلال کا اندازہ سچا ہوگیا کیونکہ ف تعقیب بلا تراخی کے لیے آتی ہے۔

۸۔ ظاہر یہ ہے کہ جآء سے مراد حضور کی بارگاہ میں قسم کے لیے کھڑا ہونا کیونکہ ہلال وہاں ہی تھے ابھی غائب نہ ہوئے تھے اور ہوسکتا ہے کہ ہلال چلے گئے ہوں اور اس آیت کے نزول پر بلائے گئے ہوں مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں گواہی سے مراد ہلال کا قسم کھانا چونکہ یہ قسم گواہی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لیے اس قسم کو گواہی فرمایا قرآن کریم نے بھی اسے گواہی فرمایا۔

۹۔ اب بھی مستحب یہ ہے کہ حاکم اس قسم کے الفاظ لعان کرنے والوں سے کہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے خفیہ حالات پر مطلع فرمایا ہے مگر ساتھ ہی پردہ پوش بنایا ہے اس لیے نہ تو رب تعالیٰ نے کوئی آیت اتاری کہ فلاں سچا ہے نہ حضور نے اس کی خبر دی لہذا یہ فرمان پردہ پوشی کی بنا پر ہے نہ کہ بے علمی کی بنا پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ عبداللہ ابن حذافہ نے حضور سے پوچھا تھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم مولیٰ شیبہ۔ (بخاری شریف) اور باپ بیٹا ہونا وہ ہی جان سکتا ہے جو اندرونی حالات سے خبردار ہو لہذا ان کلمات سے حضور کی بے علمی ثابت کرنا سخت غلط ہے۔

۱۰۔ یعنی چار بار اشہد باللہ کہہ چکی جب پانچویں کی باری آئی صحابہ کرام نے اسے روک کر یہ تبلیغ کی۔

۱۱۔ یا سزا کو یا دوزخ کی آگ کو اگر یہ پانچویں قسم تو نہ کھائے تو رجم و سنگسار کی جائے گی اور اگر جھوٹی قسم کھا گئی تو عذاب نار کی مستحق ہوگی لہذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کو خبر تھی کہ مرد سچا ہے عورت سے خطا ہوئی ہے دیکھو صحابہ کرام نے ہلال کو یہ تبلیغ نہ کی صرف عورت کو کی۔

←

تفریق کر دی اور بچہ کو عورت کی طرف منسوب کر دیا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے لعان کے وقت پہلے مرد کو نصیحت و تذکیر کی اور یہ خبر دی کہ دُنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت آسان ہے پھر عورت کو بُلا کر نصیحت و تذکیر کی اور اُسے بھی یہی خبر دی۔ دوسری روایت میں ہے، کہ مرد نے اپنے مال (مہر) کا مطالبہ کیا۔ ارشاد فرمایا: کہ تم کو مال نہ ملے گا، اگر تم نے سچ کہا ہے تو جو منفعت اُس سے اُٹھا چکے ہو اُس کے بدلے میں ہو گیا اور اگر تم نے جھوٹ کہا ہے تو یہ مطالبہ بہت بعید و بعید تر ہے۔(4)

۱۲ے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی علامات سے معلوم ہو چکا تھا کہ ہلال سچے ہیں عورت خطا کار ہے مگر چونکہ اسلام میں ان جیسی علامات کا اعتبار نہیں خصوصاً حدود میں اس لیے ان علامات پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے۔

۱۳ے یعنی پانچویں قسم بھی کھالی اور چھوڑ دی گئی اس روکنے لوٹنے کے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہ کی گئی کہ تو پہلے رکی کیوں تھی۔

۱۴ے یعنی حرامی ہے غالباً شریک ابن سحماء اسی شکل کے ہوں گے اور بچہ اکثر باپ کی شکل پر ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ اکثریہ ہے مگر حضور کے فرمان عالی سے وہ یقینی ہو گیا مگر اس یقین پر شرعی سزا جاری نہیں ہوتی اس لیے عورت سے پھر بھی کچھ نہ کہا گیا۔

۱۵ے اس حکم سے مراد لعان کے احکام ہیں جو اس موقعہ پر قرآن کریم میں نازل ہو چکے تھے یعنی اگر یہ احکام لعان نہ آ گئے ہوتے اور صرف علامات پر حدود شرعیہ جاری ہو جاتیں تو ہم اس کو سنگسار کر دیتے۔

۱۶ے کہ ہم اس عورت کو سنگسار کر دیتے، خیال رہے کہ حضور نے اس عورت کو ہلال سے علیحدہ کر دیا مگر عدت کا خرچہ نہ دلوایا کیونکہ یہ علیحدگی طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ یہ بچہ زندہ رہا بعد میں مصر کا حاکم ہوا مگر اپنی ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا۔ (مرقات) مگر بعض روایات میں ہے کہ دو سال کی عمر پا کر وفات ہو گیا۔ واللہ اعلم! یہ عورت اور شریک بھی برے حال میں مرے (مرقات) خیال رہے کہ لعان کی صورت میں شرعاً کوئی فاسق نہیں کہا جاتا اسی لعان کرنے والے کی گواہی قبول ہے عند اللہ جو کچھ ہو وہ رب جانے لہٰذا شرعاً ان دونوں بلکہ تینوں میں کوئی فاسق نہیں نہ ہلال نہ یہ عورت نہ شریک لہٰذا یہ مسئلہ بالکل حق ہے کہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں سب جنتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۲۴)

(4) مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اللعان، الحدیث: ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ج۲، ص۲۵۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ے اس طرح کہ اپنی بیوی کے بچہ کا اپنے سے انکار کر دیا کہہ دیا کہ میرا نہیں بلکہ حرام کا ہے یہ بھی تہمت زنا کی ایک صورت ہے کہ زنا کا الزام نہ لگائے بچے کا انکار کر دے۔

۲ے لعان کرا کر اس طرح کہ پہلے دونوں سے لعان کرایا پھر فسخ نکاح فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لعان میں عورت و مرد کی علیحدگی حاکم کے فیصلہ سے ہوگی نہ کہ خاوند کی طلاق سے۔ امام اعظم کا یہ ہی مذہب ہے، امام زفر و امام شافعی کے ہاں خود لعان ہی طلاق یا فسخ نکاح کا سبب ہے لعان کیا تو علیحدگی ہوئی مگر امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے اولاً تو اس لیے کہ اگر لعان ہی طلاق ہوتا تو حضور تفریق کیوں کراتے ــــ

حدیث ۵: ابن ماجہ میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ چار عورتوں سے لعان نہیں ہوسکتا۔ (۱) نصرانیہ جو مسلمان کی زوجہ ہے۔ اور (۲) یہودیہ جو مسلمان کی عورت ہے۔ اور (۳) حرہ جو کسی غلام کے نکاح میں ہے۔ اور (۴) باندی جو آزاد مرد کے نکاح میں ہے۔ (5)

جیسا کہ یہاں فرق سے معلوم ہورہا ہے کہ لعان کے بعد حضور نے علیحدگی کا حکم دیا، دوسرے اس لیے کہ پہلے گزر چکا کہ عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں اگر لعان سے نکاح ختم ہوچکا تھا تو طلاق سے کیا فائدہ تھا وہ طلاقیں اور یہ تفریق بتارہی ہے کہ لعان فسخ نکاح نہیں۔ (مرقات)

۳ ۔ اس طرح کہ یہ بچہ اس عورت کا کہلایا نہ کہ مرد کا، نیز اس کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوا، نیز اس بچہ کو صرف عورت کی میراث ملی نہ کہ مرد کی لعان کا یہ ہی حکم ہے۔

۴ ۔ یہاں دنیا کی سزا سے مراد حد قذف تہمت کی سزا ہے یعنی اسی کوڑے یعنی اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اقرار کرلے اسی ۸۰ کوڑے کھا کر تیری رہائی ہوجائے گی، آخرت کا عذاب رسوائی و دوزخ کی آگ بہت سخت ہے۔

۵ ۔ یہاں عذاب سے مراد رجم یعنی سنگسار کرنا اور دنیا کی بدنامی ہے کہ اگر عورت زنا کا اقرار کرلے تو رجم کی جائے گی دنیا اسے برا کہے گی مگر یہ تکلیف چند منٹ کی ہے آخرت میں رسوائی اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے عقلمند وہ ہے جو دشوار سزا کے مقابل آسان کو اختیار کرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۲۲)

(5) سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب اللعان، الحدیث: ۲۰۷۱، ج۲، ص۵۲۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ ۔ یعنی اگر ان عورتوں کے خاوند انہیں زنا کا الزام دیں تو ان کے اور انکے خاوندوں کے درمیان لعان نہ ہوگا یہاں یمین ازواجھن پوشیدہ ہے۔

۲ ۔ خیال رہے کہ اگر الزام زنا لگانے والا خاوند غلام یا کافر ہو یا کبھی تہمت کی سزا پاچکا ہو جسے محدود فی القذف کہتے ہیں تب تو لعان نہ ہوگا مگر خاوند کو تہمت کی سزا اسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ ان صورتوں میں خاوند گواہی کا اہل نہیں اور خاوند تو گواہی کا اہل ہو مگر بیوی اہل نہ ہو مثلاً بیوی لونڈی یا کافرہ یا چھوٹی لڑکی یا مجنونہ یا زانیہ ہو اسے کبھی تہمت کی سزا لگ چکی ہو تو نہ تو لعان ہوگا نہ خاوند کو تہمت کی سزا لگے کیونکہ اس صورت میں لعان کی رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے۔ (دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ اور مرقات) غرضکہ لعان میں شرط یہ ہے کہ دونوں خاوند بیوی گواہی کے اہل ہوں کیونکہ لعان میں دونوں کی قسمیں مثل گواہی کے ہوتی ہیں۔

۳ ۔ معلوم ہوا کہ آزاد عورت غلام سے نکاح کرسکتی ہے مگر اپنے غلام سے نہیں دوسرے کے غلام سے، یہ نہیں ہوسکتا کہ مرد یہودی یا عیسائی ہو اور عورت مسلمان کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہیں ہوسکتا۔

۴ ۔ یہ حدیث دارقطنی نے بھی متعدد اسنادوں سے روایت کی اگر تمام اسنادیں ضعیف بھی ہوں تب بھی حدیث لائق عمل ہے کہ تعداد اسناد سے ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۳۸)

مسائلِ فقہیّہ

مسئلہ ۱: مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حدِ قذف (تہمتِ زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، حرہ، مسلمہ، عفیفہ (پاکدامن) ہو تو لعان کیا جائیگا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے حضور پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم! میں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اُس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہو اور ہر بار لفظ اس سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں خدا کی قسم! اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے، اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اُس پر اللہ (عزوجل) کا غضب ہو، اگر یہ اُس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔ لعان میں لفظ شہادت شرط ہے، اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔ (1)

مسئلہ ۲: لعان کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اُس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا ہے اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔

(۲) زوجیت قائم ہو (یعنی عورت نکاح میں موجود ہو) خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہٰذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہوسکتا اگرچہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کرلیا۔ یوہیں اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا زوجہ کے مرجانے کے بعد تو لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔

(۴) دونوں عاقل ہوں۔

(۵) دونوں بالغ ہوں۔

(۶) دونوں مسلمان ہوں۔

(۷) دونوں ناطق ہوں یعنی اُن میں کوئی گونگا نہ ہو۔

(۸) اُن میں کسی پر حدِ قذف نہ لگائی گئی ہو۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۱۵، ۵۱۶

(۹) مرد نے اپنے اِس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

(۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو اصطلاح شرع میں پارسا اُس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ ہوئی ہو نہ وہ اسکے ساتھ متہم ہو (نہ اُس پر وطی حرام کی تہمت لگی ہو) لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اُس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عفیفہ نہیں۔ یوہیں اگر نکاح فاسد کرکے اُس سے وطی کی تو عفت (پاکدامنی) جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقۃً وہ ولدالزنا (زنا سے پیدا ہونے والا بچہ) نہیں ہے یہ صورت متہم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔ اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اُس کی جو اولاد اسکے نکاح میں پیدا ہوئی اُس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اُس کو کہتا ہو کہ یہ اُس کا نہیں۔

(۱۲) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔

(۱۳) عورت قاضی کے پاس اُس کا مطالبہ کرے۔

(۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دو مرد گواہوں سے ثابت ہو۔ لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔(2)

مسئلہ ۳: عورت پر چند بار تہمت لگائی تو ایک ہی بار لعان ہوگا۔(3)

مسئلہ ۴: لعان میں تمادی نہیں یعنی اگر عورت نے زمانہ دراز تک مطالبہ نہ کیا تو لعان ساقط نہ ہوگا ہر وقت مطالبہ کا اُس کو اختیار باقی ہے۔ لعان معاف نہیں ہوسکتا یعنی اگر شوہر نے تہمت لگائی اور عورت نے اُس کو معاف کر دیا اور معاف کرنے کے بعد اب قاضی کے یہاں دعویٰ کرتی ہے تو قاضی لعان کا حکم دیگا اور عورت دعویٰ نہ کرے تو قاضی خود مطالبہ نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر عورت نے کچھ لے کر صلح کر لی تو لعان ساقط نہ ہوا جو لیا ہے اُسے واپس کرکے مطالبہ کرنے کا عورت کو حق حاصل ہے مگر عورت کے لیے افضل یہ ہے کہ ایسی بات کو چھپائے اور حاکم کو بھی چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم دے۔(4)

---

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۱۵
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۱، ۱۵۶

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۱۴

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۱۶

مسئلہ ۵: عورت کے مرجانے کے بعد اُس کو تہمت لگائی اور اُس عورت کی دوسرے شوہر سے اولاد ہے جس کے نسب میں اسکی تہمت کی وجہ سے خرابی پڑتی ہے اُس نے مطالبہ کیا اور شوہر ثبوت نہ دے سکا تو حد قذف قائم کی جائے اور اگر دوسرے سے اولاد نہیں بلکہ اسی کی اولادیں ہیں تو حد قائم نہیں ہوسکتی۔(5)

مسئلہ ۶: مرد وعورت دونوں کافر ہوں یا عورت کافرہ یا دونوں مملوک ہوں یا ایک یا دونوں میں سے ایک مجنون ہو یا نابالغ یا کسی پر حد قذف قائم ہوئی ہے تو لعان نہیں ہوسکتا اور اگر دونوں اندھے یا فاسق ہوں یا ایک تو ہوسکتا ہے۔(6)

مسئلہ ۷: شوہر اگر تہمت لگانے سے انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس دو ۲ مرد گواہ بھی نہ ہوں تو شوہر سے قسم نہ کھلائی جائے اور اگر قسم کھلائی گئی اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حد قائم نہ کریں۔(7)

مسئلہ ۸: شوہر نے تہمت لگائی اور اب لعان سے انکار کرتا ہے تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ لعان کرے یا کہے میں نے جھوٹ کہا تھا اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اُس پر حد قذف قائم کریں اور شوہر نے لعان کے الفاظ ادا کرلیے تو ضرور ہے کہ عورت بھی ادا کرے ورنہ قید کی جائیگی یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے اور اب لعان نہیں ہوسکتا نہ آئندہ تہمت لگانے سے شوہر پر حد قذف قائم ہوگی مگر عورت پر تصدیق شوہر کی وجہ سے حد زنا بھی قائم نہ ہوگی جبکہ فقط اتنا کہا ہو کہ وہ سچا ہے اور اگر اپنے زنا کا اقرار کیا تو بشرائط اقرار زنا حد زنا قائم ہوگی۔(8)

مسئلہ ۹: شوہر کے نا قابل شہادت ہونے کی وجہ سے اگر لعان ساقط ہو مثلاً غلام ہے یا کافر یا اُس پر حد قذف لگائی جاچکی ہے تو حد قذف قائم کی جائے بشرطیکہ عاقل بالغ ہو۔ اور اگر لعان کا ساقط ہونا عورت کی جانب سے ہے کہ وہ اس قابل نہیں مثلاً کافرہ ہے یا باندی یا محدودہ فی القذف یا وہ ایسی ہے کہ اُس پر تہمت لگانے والے کے لیے حد قذف نہ ہو یعنی عفیفہ نہ ہو تو شوہر پر حد قذف نہیں بلکہ تعزیر ہے مگر جبکہ عفیفہ نہ ہو اور علانیہ زنا کرتی ہو تو تعزیر بھی نہیں اور اگر دونوں محدود فی القذف (یعنی دونوں کو تہمت زنا کی سزا مل چکی ہو) ہوں تو شوہر پر حد قذف ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: اگر عورت سے کہا تو نے بچپن میں زنا کیا تھا یا حالت جنون میں اور یہ بات معلوم ہے کہ عورت کو جنون

والدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۴

(5) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۳

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۲

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۵

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۵

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۵۵، ۱۵۷

تھا تو نہ لعان ہے، نہ شوہر پر حد قذف، اور اگر کہا تو نے حالت کفر میں یا جب تو کنیز تھی اُس وقت زنا کیا تھا یا کہا چالیس (۴۰) برس ہوئے کہ تو نے زنا کیا حالانکہ عورت کی عمر اتنی نہیں تو ان صورتوں میں لعان ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: عورت سے کہا اے زانیہ یا تو نے زنا کیا یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ سب الفاظ صریح ہیں، ان میں لعان ہوگا اور اگر کہا تو نے حرامکاری کی یا تجھ سے حرام طور پر جماع کیا گیا یا تجھ سے لواطت کی گئی تو لعان نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۲: لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کر دیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اُسکا ترکہ پائیگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کر دی جائیگی۔(12)

مسئلہ ۱۳: اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کر دی تو ہوگئی۔(13)

مسئلہ ۱۴: لعان ہو جانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کرائے۔(14)

مسئلہ ۱۵: تین تین بار دونوں نے الفاظ لعان کہے تھے یعنی ابھی پورا لعان نہ ہوا تھا کہ قاضی نے غلطی سے تفریق کر دی تو تفریق ہوگئی مگر ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور اگر ایک ایک یا دو دو بار کہنے کے بعد تفریق کی تو تفریق نہ ہوئی اور اگر صرف شوہر نے الفاظ لعان ادا کیے عورت نے نہیں اور قاضی غیر حنفی نے (جس کا یہ مذہب ہو کہ صرف شوہر کے لعان سے تفریق ہو جاتی ہے) تفریق کر دی تو جدائی ہوگئی اور قاضی حنفی ایسا کریگا تو اُس کی قضا نافذ نہ ہوگی کہ یہ اُس کے مذہب کے خلاف ہے اور خلاف مذہب حکم کرنے کا اُسے حق نہیں۔(15)

---

(10) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵، ص ۱۵۸

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱، ص ۵۱۵

(12) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب اللعان، الجزء الثانی، ص ۹۲

(13) المرجع السابق

(14) المرجع السابق

(15) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵، ص ۱۶۰

مسئلہ ۱۶: لعان کے بعد ابھی تفریق نہیں ہوئی ہے اور دونوں یا ایک کو کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ لعان سے پیشتر ہوتا تو لعان ہی نہ ہوتا مثلاً ایک یا دونوں گونگے یا مرتد ہو گئے یا کسی کو تہمت لگائی اور حد قذف قائم ہوئی یا ایک نے اپنی تکذیب کی یا عورت سے وطی حرام کی گئی تو لعان باطل ہوگیا، لہٰذا قاضی اب تفریق نہ کریگا اور اگر دونوں میں سے کوئی مجنون ہوگیا تو لعان ساقط نہ ہوگا لہٰذا تفریق کر دیگا اور اگر بوہرا ہوگیا جب بھی تفریق کر دیگا اور اگر مرد نے الفاظ لعان کہہ لیے تھے اور عورت نے ابھی نہیں کہے تھے کہ بوہرا ہوگیا یا عورت بوہری ہوگئی تو تفریق نہ ہوگی نہ عورت سے لعان کرایا جائے۔(16)

مسئلہ ۱۷: لعان کے بعد شوہر یا عورت نے تفریق کے لیے کسی کو اپنا وکیل کیا اور غائب ہوگیا تو قاضی وکیل کے سامنے تفریق کر دیگا۔ یوہیں اگر بعد لعان چل دیے پھر کسی کو وکیل بنا کر بھیجا تو قاضی اس وکیل کے سامنے تفریق کر دیگا۔(17)

مسئلہ ۱۸: لعان کے بعد اگر ابھی تفریق نہ ہوئی ہو جب بھی اُس عورت سے وطی و دواعی وطی (یعنی وطی پر ابھارنے والے افعال مثلاً بوس وکنار وغیرہ) حرام ہیں اور تفریق ہوگئی تو عدت کا نفقہ و سکنٰے یعنی رہنے کا مکان پائے گی اور عدت کے اندر جو بچہ پیدا ہوگا اُسی شوہر کا ہوگا اگر دو ۲ برس کے اندر پیدا ہو۔ اور اگر عدت اُس عورت کے لیے نہ ہو اور چھ ۶ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوتو اسی شوہر کا قرار دیا جائیگا۔(18)

مسئلہ ۱۹: اگر شوہر نے اُس بچہ کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے اور زندہ بھی ہے یہ کہا کہ یہ میرا نہیں ہے اور لعان ہوا تو قاضی اُس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دیگا اور وہ بچہ اب ماں کی طرف منتسب ہوگا بشرطیکہ علوق (حمل ٹھہرنا) ایسے وقت میں ہوا کہ عورت میں صلاحیت لعان ہو، لہٰذا اگر اُس وقت باندی تھی اب آزاد ہے یا اُس وقت کافرہ تھی اب مسلمان ہے تو نسب منتفی نہ ہوگا، (یعنی نسب منقطع نہ ہوگا) اس واسطے کہ اِس صورت میں لعان ہی نہیں اور اگر وہ بچہ مر چکا ہے تو لعان ہوگا اور نسب منتفی نہیں ہوسکتا ہے۔ یوہیں اگر دو بچے ہوئے اور ایک مر چکا ہے اور ایک زندہ ہے اور دونوں سے شوہر نے انکار کر دیا یا لعان سے پہلے ایک مر گیا تو اُس مُردہ کا نسب منتفی نہ ہوگا۔ نسب منتفی ہونے کی چھ ۶ شرطیں ہیں:

(۱) تفریق۔

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر في اللعان، ج۱، ص۵۱۷

(17) المرجع السابق

(18) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، مطلب: فی الدعاء الخ، ج۵، ص۱۶۰

(۲) وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک ہو دو ۲ دن کے بعد انکار نہیں کرسکتا۔

(۳) اس انکار سے پہلے اقرار نہ کرچکا ہو اگرچہ دلالۃً اقرار ہو مثلاً اسکو مبارکباد کہی گئی اور اس نے سکوت کیا یا اُس کے لیے کھلونے خریدے۔

(۴) تفریق کے وقت بچہ زندہ ہو۔

(۵) تفریق کے بعد اُسی حمل سے دوسرا بچہ نہ پیدا ہو یعنی چھ ۶ مہینے کے اندر۔

(۶) ثبوت نسب کا حکم شرعاً نہ ہوچکا ہو، مثلاً بچہ پیدا ہوا اور وہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گرا اور یہ مرگیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اُس بچہ کے باپ کے عصبہ اس کی دیت ادا کریں اور اب باپ یہ کہتا ہے کہ میرا نہیں تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہ ہوگا۔(19)

مسئلہ ۲۰: لعان وتفریق کے بعد پھر اُس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک دونوں اہلیت لعان رکھتے ہوں اور اگر لعان کی کوئی شرط دونوں یا ایک میں مفقود ہوگئی تو اب باہم دونوں نکاح کرسکتے ہیں مثلاً شوہر نے اس تہمت میں اپنے کو جھوٹا بتایا اگرچہ صراحۃً یہ نہ کہا ہو کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی مثلاً وہ بچہ جس کا انکار کرچکا تھا مرگیا اور اُس نے مال چھوڑا ترکہ لینے کے لیے یہ کہتا ہے کہ وہ میرا بچہ تھا تو حد قذف قائم ہوگی اور اس کا نکاح اُس عورت سے اب ہوسکتا ہے اور اگر حد قذف نہ لگائی گئی جب بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ یوہیں اگر بعد لعان وتفریق کسی اور پر تہمت لگائی اور اس کی وجہ سے حد قذف قائم ہوئی یا عورت نے اُس کی تصدیق کی یا عورت سے وطی حرام کی گئی اگرچہ زنا نہ ہو مگر تصدیق زن سے نکاح اُس وقت جائز ہوگا جبکہ چار بار ہو اور حد ولعان ساقط ہونے کے لیے ایک بار تصدیق کافی ہے۔(20)

مسئلہ ۲۱: حمل کی نسبت اگر شوہر نے کہا کہ یہ میرا نہیں تو لعان نہیں ہاں اگر یہ کہے کہ تونے زنا کیا ہے اور یہ حمل اُسی سے ہے تو لعان ہوگا مگر قاضی اِس حمل کو شوہر سے نفی نہ کریگا۔(21)

مسئلہ ۲۲: کسی نے اس کی عورت پر تہمت لگائی اس نے کہا تو نے سچ کہا وہ ویسی ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو لعان ہوگا اور اگر فقط اتنا ہی کہا کہ تو سچا ہے تو لعان نہیں نہ حد قذف۔(22)

---

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، مطلب: فی الدعاء الخ، ج۵، ص۱۶۰

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۲۰

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۶۱

(21) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵، ص۱۶۲

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج۱، ص۵۱۷

مسئلہ ۲۳: عورت سے کہا تجھ پر تین طلاقیں اے زانیہ تو لعان نہیں بلکہ حد قذف ہے اور اگر کہا اے زانیہ تجھے تین طلاقیں تو نہ لعان ہے نہ حد۔(23)

مسئلہ ۲۴: عورت سے کہا اے زانیہ، زانیہ کی بچی تو عورت اور اُس کی ماں دونوں پر تہمت لگائی اب اگر ماں بیٹی دونوں ایک ساتھ مطالبہ کریں تو ماں کا مطالبہ مقدم قرار دیکر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط ہو جائیگا اور اگر ماں نے مطالبہ نہ کیا اور عورت نے کیا تو لعان ہوگا پھر بعد میں اگر ماں نے مطالبہ کیا تو حد قذف قائم کرینگے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں عورت کی ماں مرچکی ہے اور عورت نے دونوں مطالبے کیے تو ماں کی تہمت پر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط اور اگر صرف اپنا مطالبہ کیا تو لعان ہوگا۔ یوہیں اگر اجنبیہ پر تہمت لگائی پھر اُس سے نکاح کرکے پھر تہمت لگائی اور عورت نے لعان وحد دونوں کا مطالبہ کیا تو حد ہوگی اور لعان ساقط اور اگر لعان کا مطالبہ کیا اور لعان ہوا پھر حد کا مطالبہ کیا تو حد بھی قائم کرینگے۔(24)

مسئلہ ۲۵: اپنی عورت سے کہا میں نے جو تجھ سے نکاح کیا اس سے پہلے تو نے زنا کیا یا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ تہمت چونکہ اب لگائی لہٰذا لعان ہے اور اگر یہ کہا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہیں بلکہ حد قائم ہوگی۔(25)

مسئلہ ۲۶: عورت سے کہا میں نے تجھے بکر نہ پایا تو نہ حد ہے نہ لعان۔(26)

مسئلہ ۲۷: اولاد سے انکار اُس وقت صحیح ہے جب مبارکبادی دیتے وقت یا ولادت کے سامان خریدنے کے وقت نفی کی ہو ورنہ سکوت (خاموش رہنا) رضا سمجھا جائیگا اب پھر نفی نہیں ہوسکتی مگر لعان دونوں صورتوں میں ہوگا اور اگر ولادت کے وقت شوہر موجود نہ تھا تو جب اُسے خبر ہوئی نفی کے لیے وہ وقت بمنزلہ ولادت کے ہے۔ (ولادت کے قائم مقام ہے) شوہر نے اولاد سے انکار کیا اور عورت نے بھی اُس کی تصدیق کی تو لعان نہیں ہوسکتا۔(27)

مسئلہ ۲۸: دو ۲ بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہوا اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہوگا بشرطیکہ انکار

---

(23) المرجع السابق

(24) المرجع السابق

(25) المرجع السابق، ص ۵۱۸

(26) المرجع السابق.

(27) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵، ص ۱۶۳

سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔(28)

مسئلہ ۲۹: جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مرگیا اور اُس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اُس کو اپنا پوتا پوتی قرار دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔(29)

مسئلہ ۳۰: اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اُس بچہ کو حرامی کہا اس پر حدِ قذف قائم ہوئی تو اب اُسکا نسب ثابت ہے اور کبھی منتفی نہ ہوگا۔(30)

مسئلہ ۳۱: عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی وجہ سے لعان ساقط ہوگیا تو نسب منتفی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں۔ یوہیں اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منتفی نہ ہوگا۔(31)

مسئلہ ۳۲: نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہوا، شوہر نے اُس سے انکار کیا تو لعان ہوسکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور مہر پورا دینا ہوگا۔(32)

مسئلہ ۳۳: لعان کے سبب جس لڑکے کا نسب عورت کے شوہر سے منقطع کر دیا گیا ہے بعض باتوں میں اُس کے لیے نسب کے احکام ہیں مثلاً وہ اپنے باپ کے لیے گواہی دے تو مقبول نہیں، نہ باپ کی گواہی اُس کے لیے مقبول، نہ وہ اپنے باپ کو زکوۃ دے سکے، نہ باپ اُس کو، اور اس لڑکے کے بیٹے کا نکاح باپ کی اُس لڑکی سے جو دوسری عورت سے ہے نہیں ہوسکتا یا عکس ہو جب بھی نہیں ہوسکتا، اور اگر باپ نے اُس کو مار ڈالا تو قصاص نہیں، اور دوسرا شخص یہ کہے کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اُس کا نہیں ہوسکتا اگرچہ یہ لڑکا بھی اپنے کو اُس کا بیٹا کہے بلکہ تمام باتوں میں وہی احکام ہیں جو ثابت النسب کے ہیں صرف دو باتوں میں فرق ہے ایک یہ کہ ایک دوسرے کا وارث نہیں دوسرے یہ کہ ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں۔(33)

❁❁❁❁❁

---

(28) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵،ص۱۶۳

(29) المرجع السابق،ص۱۶۶

(30) المرجع السابق،ص۱۶۷

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشرفی اللعان، ج۱،ص۵۱۹

(32) المرجع السابق،ص۵۱۹۔۵۲۰

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشرفی اللعان، ج۱،ص۵۲۱

والدرالمختار کتاب الطلاق، باب اللعان، ج۵،ص۱۶۷

عِنّین کا بیان

حدیث: فتح القدیر میں ہے، عبدالرزاق نے روایت کی، کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عنین کو ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی، امیر المومنین نے قاضی شریح کے پاس لکھ بھیجا کہ یوم مرافعہ سے (دعویٰ کے دن سے) ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور حسن بصری و شعبی و ابراہیم نخعی و عطاء و سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج ۴، ص ۱۲۸

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: عنین اُس کو کہتے ہیں کہ آلہ موجود ہو اور زوجہ کے آگے کے مقام میں دخول نہ کرسکے اور اگر بعض عورت سے جماع کرسکتا ہے اور بعض سے نہیں یا ثیب کے ساتھ کرسکتا ہے اور بکر کے ساتھ نہیں تو جس سے نہیں کرسکتا اُس کے حق میں عنین ہے اور جس سے کرسکتا ہے اُس کے حق میں نہیں۔ اس کے اسباب مختلف ہیں مرض کی وجہ سے ہے یا خلقۃً (یعنی پیدائشی طور پر) ایسا ہے یا بُڑھاپے کی وجہ سے یا اس پر جادو کردیا گیا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر فقط حشفہ (آلہ تناسل کی سپاری) داخل کرسکتا ہے تو عنین نہیں اور حشفہ کٹ گیا ہو تو اُس کی مقدار عضو داخل کرسکنے پر عنین نہ ہوگا اور عورت نے شوہر کا عضو کاٹ ڈالا تو مقطوع الذکر (یعنی جس کا عضو مخصوص کاٹ دیا گیا ہو) کا حکم جاری نہ ہوگا۔(2)

مسئلہ ۳: شوہر عنین ہے اور عورت کا مقام بند ہے یا ہڈی نکل آئی ہے کہ مرد اُس سے جماع نہیں کرسکتا تو ایسی عورت کے لیے وہ حکم نہیں جو عنین کی زوجہ کو ہے کہ اس میں خود بھی قصور ہے۔(3)

مسئلہ ۴: مرد کا عضو تناسل و انثیین (خصیے) یا صرف عضو تناسل بالکل جڑ سے کٹ گیا ہو یا بہت ہی چھوٹا گھنڈی کی مثل ہو اور عورت تفریق چاہے تو تفریق کردی جائیگی اگر عورت حرہ بالغہ ہو اور نکاح سے پہلے یہ حال اُس کو معلوم نہ ہو نہ نکاح کے بعد جان کر اس پر راضی رہی اگر عورت کسی کی باندی ہے تو خود اس کو کوئی اختیار نہیں بلکہ اختیار اس کے مولی کو ہے اور نابالغہ ہے تو بلوغ تک انتظار کیا جائے بعد بلوغ راضی ہوگئی فبہا ورنہ تفریق کردی جائے عضو تناسل کٹ جانے کی صورت میں شوہر بالغ ہو یا نابالغ اس کا اعتبار نہیں۔(4)

مسئلہ ۵: اگر مرد کا عضو تناسل چھوٹا ہے کہ مقام معتاد (فرج داخل میں وہ جگہ جہاں تک عموماً، عادتاً آلہ تناسل پہنچتا ہے) تک داخل نہیں کرسکتا تو تفریق نہیں کی جائے گی۔(5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنین، ج۱، ص۵۲۲

(2) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۶۹

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۶۹، ۱۷۰

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۶۹، ۱۷۰

(5) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۶۹

مسئلہ ۶: لڑکی نابالغہ کا نکاح اُس کے باپ نے کر دیا اُس نے شوہر کو مقطوع الذکر پایا تو باپ کو تفریق کے دعوی کا حق نہیں جب تک لڑکی خود بالغہ نہ ہولے۔(6)

مسئلہ ۷: ایک بار جماع کرنے کے بعد اُس کا عضو کاٹ ڈالا گیا یا عنین ہو گیا تو اب تفریق نہیں کی جاسکتی۔(7)

مسئلہ ۸: شوہر کے انثیین کاٹ ڈالے گئے اور انتشار ہوتا ہے تو عورت کو تفریق کرانے کا حق نہیں اور انتشار نہ ہوتا ہو تو عنین ہے اور عنین کا حکم یہ ہے کہ عورت جب قاضی کے پاس دعوے کرے تو شوہر سے قاضی دریافت کرے اگر اقرار کرلے تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر سال کے اندر شوہر نے جماع کرلیا تو عورت کا دعویٰ ساقط ہوگیا اور جماع نہ کیا اور عورت جُدائی کی خواستگار (طلبگار) ہے تو قاضی اُس کو طلاق دینے کو کہے اگر طلاق دیدے فبہا (تو بہتر)، ورنہ قاضی تفریق کردے۔(8)

مسئلہ ۹: عورت نے دعویٰ کیا اور شوہر کہتا ہے میں نے اس سے جماع کیا ہے اور عورت ثیب ہے تو شوہر سے قسم کھلائیں قسم کھالے تو عورت کا حق جاتا رہا انکار کرے تو ایک سال کی مہلت دے اور اگر عورت اپنے کو بکر بتاتی ہے تو کسی عورت کو دکھائیں اور احتیاط یہ ہے کہ دو عورتوں کو دکھائیں، اگر یہ عورتیں اُسے ثیب بتائیں تو شوہر کو قسم کھلا کر اُس

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین، ج۱، ص۵۲۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رہا دعوی نامردی وہ بھی مجانب پدر زیتون اصلا مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوی دائر ہی نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے، اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار، باپ کو دعوی کا کوئی حق نہیں،

درمختار میں ہے:

فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ ۲؎ اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کے مطالبہ پر حاکم تفریق کردے گا۔(ت)

(۲؎ درمختار، باب العنین وغیرہ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴)

ردالمحتار میں ہے:

فلو صغیرۃ انتظر بلوغہا فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بہما بحر وغیرہ ۳؎۔

(۳؎ ردالمحتار، باب العنین وغیرہ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۹۳)

اگر نابالغہ ہو تو اس کے بلوغ تک نامرد اور شرمگاہ کٹے ہوئے خاوند کے معاملہ میں انتظار کیا جائیگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بالغہ ہونے کے بعد اس پر راضی ہوجائے۔ بحر وغیرہ۔(ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص۶۱۱۔۶۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۷۰

(8) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص۱۷۲۔۱۷۵

کی بات مانیں اور یہ عورتیں بکر کہیں تو عورت کی بات بغیر قسم مانی جائے گی اور اِن عورتوں کو شک ہو تو کسی طریقہ سے امتحان کرائیں اور اگر ان عورتوں میں باہم اختلاف ہے کوئی بکر کہتی ہے کوئی ثیب تو کسی اور سے تحقیق کرائیں، جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ شوہر نے جماع نہیں کیا ہے تو ایک سال کی مہلت دیں۔(9)

مسئلہ ۱۰: عورت کا دعویٰ قاضی شہر کے پاس ہوگا دوسرے قاضی یا غیر قاضی کے پاس دعویٰ کیا اور اُس نے مہلت بھی دیدی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ یوہیں عورت کا بطور خود بیٹھی رہنا بیکار ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: سال سے مُراد اس مقام پر شمسی سال ہے یعنی تین سو پینسٹھ دن اور ایک دن کا کچھ حصہ اور ایام حیض و ماہ رمضان اور شوہر کے حج اور سفر کا زمانہ اسی میں محسوب ہے اور عورت کے حج اور غیبت کا زمانہ (یعنی موجود نہ ہونے کا عرصہ) اور مرد یا عورت کے مرض کا زمانہ محسوب (یعنی شمار) نہ ہوگا اور اگر احرام کی حالت میں عورت نے دعویٰ کیا تو جب تک احرام سے فارغ نہ ہولے قاضی میعاد مقرر نہ کریگا۔(11)

مسئلہ ۱۲: اگر عنین نے عورت سے ظہار کیا ہے اور آزاد کرنے پر قادر ہے تو ایک سال کی مہلت دی جائیگی ورنہ چودہ ماہ کی یعنی جبکہ روزہ رکھنے پر قادر ہو اور اگر مہلت دینے کے بعد ظہار کیا تو اس کی وجہ سے مدت میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔(12)

مسئلہ ۱۳: شوہر بیمار ہے کہ بیماری کی وجہ سے جماع پر قادر نہیں تو عورت کے دعویٰ پر میعاد مقرر نہ کی جائے جب تک تندرست نہ ہولے اگرچہ مرض زمانہ دراز تک رہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: شوہر نابالغ ہے تو جب تک بالغ نہ ہولے میعاد نہ مقرر کی جائے۔(14)

مسئلہ ۱۵: عورت مجنونہ ہے اور شوہر عنین تو ولی کے دعوے پر قاضی میعاد مقرر کریگا اور تفریق کر دے گا اور اگر ولی بھی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو اُس کی طرف سے مدعی بنا کر یہ احکام جاری کریگا۔(15)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنین، ج۱،ص۵۲۲، ۵۲۳

(10) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل في العنین، ج۱،ص۱۸۸

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنین، ج۱،ص۵۲۳

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵،ص۱۷۳

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنین، ج۱،ص۵۲۳

(13) المرجع السابق

(14) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵،ص۱۷۴

(15) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵،ص۱۷۵

مسئلہ ۱۶: میعاد گزرنے کے بعد عورت نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے جماع نہیں کیا اور وہ کہتا ہے کیا ہے تو اگر عورت ثیب تھی تو شوہر کو قسم کھلائیں اُس نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہوگیا اور قسم کھانے سے انکار کرے تو عورت کو اختیار ہے تفریق چاہے تو تفریق کردینگے اور اگر عورت اپنے کو بکر (کنواری) کہتی ہے تو وہی صورتیں ہیں جو مذکور ہوئیں۔(16)

مسئلہ ۱۷: عورت کو قاضی نے اختیار دیا اُس نے شوہر کو اختیار کیا یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی یا لوگوں نے اُسے اُٹھادیا یا ابھی اُس نے کچھ نہ کہا تھا کہ قاضی اُٹھ کھڑا ہوا تو اِن سب صورتوں میں عورت کا خیار باطل ہوگیا۔(17)

مسئلہ ۱۸: تفریقِ قاضی طلاق بائن قرار دی جائیگی اور خلوت ہوچکی ہے تو پورا مہر پائیگی اور عدت بیٹھے گی ورنہ نصف مہر ہے اور عدت نہیں اور اگر مہر مقرر نہ ہوا تھا تو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) ملے گا۔(18)

---

(16) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين، ج۱، ص ۵۲۴

(17) المرجع السابق، وغيره

(18) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، ج۵، ص ۱۷۵، وغيره

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہائی یکجائی نہ کی یا زوجہ کی ابھی دہ ۱۰ سالہ ہے قابلیتِ جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جوتا سب کچھ ہو، اور مرد عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنی اور ایک فقیر دُوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ دس ۱۰ سالہ لڑکی قابلِ جماع ہے اور خلوت ہوچکی تو پُورا مہر لازم ہوگا

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

تجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة (قال فخر الاسلام هذا في ديارهم اما في ديارنا فيزاد على انوار و مكعب كذا في الدراية. قلت مقتضى هذا ان يعتبر عرف كل بلدة لا هلها فيما تكتسي به المرأة عند الخروج اه ش) لا تزيد على نصف مهر المثل لو الزوج غنيا. ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقيرا وتعتبر المتعة حالهما كالنفقة. به يفتي (فان كان غنيين فلها الا على من الثياب، او فقيرين فالادنى. او مختلفين فالوسط. وما ذكره قول الخصاف وفي الفتح انه الاشبه بالفقة قال في البحر قول الخصاف لان الولوالجي صححه وقال وعليه الفتوى كما افتوا به في النفقة اه ش) الكل ملخص والله تعالى اعلم۔

(ا۔ ردالمحتار معه درمختار شرح تنوير الابصار باب المهر دار احياء التراث العربي بيروت ۲/۳۳۶) ←

مسئلہ ۱۹: قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تھی سال گزرنے پر عورت نے دعویٰ نہ کیا تو حق باطل نہ ہوگا جب چاہے آکر پھر دعویٰ کرسکتی ہے اور اگر شوہر اور مہلت مانگتا ہے تو جب تک عورت راضی نہ ہو قاضی مہلت نہ دے اور عورت کی رضامندی سے قاضی نے مہلت دی تو عورت پر اس میعاد کی پابندی ضرور نہیں جب چاہے دعویٰ کرسکتی ہے اور یہ میعاد باطل ہوجائے گی اور اگر میعاد اول کے بعد قاضی معزول ہوگیا یا اُس کا انتقال ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ پر مقرر ہوا اور عورت نے گواہوں سے ثابت کردیا کہ قاضی اول نے مہلت دی تھی اور وہ زمانہ ختم ہو چکا تو یہ قاضی سرے سے مدت مقرر نہ کریگا بلکہ اُسی پر عمل کریگا جو قاضی اول نے کیا تھا۔(19)

مسئلہ ۲۰: قاضی کی تفریق کے بعد گواہوں نے شہادت دی کہ تفریق سے پہلے عورت نے جماع کا اقرار کیا تھا تو تفریق باطل ہے اور تفریق کے بعد اقرار کیا ہو تو باطل نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۱: تفریق کے بعد اسی عورت نے پھر اُسی شوہر سے نکاح کیا یا دوسری عورت نے جس کو یہ حال معلوم تھا تو اب دعویٰ تفریق کا حق نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۲: اگر شوہر میں اور کسی قسم کا عیب ہے مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت میں عیب ہو کہ اُس کا مقام بند ہو یا اُس جگہ گوشت یا ہڈی پیدا ہوگئی ہو تو فسخ کا اختیار نہیں۔(22)

مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کے لئے پورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے (فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے، لیکن ہمارے ہاں اس پر تہبند اور جوتا مزید دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہوگا یعنی جو لباس عورت باہر نکلتے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا اھ،ش) اور وہ جوڑا قیمت میں مہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہو اگر خاوند امیر ہو، اور اگر وہ غریب ہو تو پھر کم از کم پانچ درہم سے کم نہ ہو، اور اس جوڑے میں خاوند بیوی کی حیثیت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے پھر اگر دونوں امیر ہیں تو عورت کو اس کا اعلیٰ لباس اور اگر دونوں فقیر ہوں تو ادنیٰ لباس، اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول مذکور ہے۔ اور فتح میں اس کو اشبہ بالفقہ کہا ہے۔ بحر الرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارجح ہے کیونکہ ولوالجیہ نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر فتویٰ ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے فتویٰ دیا ہے، اھ ش) یہ تمام عبارت ملخص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین، ج۱، ص ۵۲۴، وغیرہ

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین، ج۱، ص ۵۲۴

(21) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، ج۵، ص ۱۷۹

(22) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۲۳: شوہر جماع کرتا ہے مگر منی نہیں ہے کہ انزال ہو تو عورت کو دعوے کا حق نہیں۔ (23)

❁❁❁❁❁

درمختار میں ہے:

لایتخیر احدالزوجین بعیب الاخرولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن ا۔

(ا۔ درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۴)

خاوند بیوی سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا پر فسخ کا اختیار نہیں ہے اگر وہ عیب واضح ہو مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا اس میں ہڈی یا غدود پیدا ہوگئی ہو۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشرفی العنین، ج۱، ص۵۲۵

عدّت کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ) (1)

---

(1) پ۲۸، الطلاق:۱

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے ایامِ مخصوصہ میں طلاق دی تھی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں، اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخول بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہروں کے پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔ آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔

مسئلہ: غیر مدخول بہا پر عدت نہیں ہے۔ باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئی تھیں انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ: غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔ آیت میں جو حکم دیا گیا اس سے مراد ایسی مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدت حیض سے شمار کی جائے انہیں طلاق دینا ہو تو ایسے طہر میں طلاق دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو، پھر عدت گذرنے تک ان سے تعرض نہ کریں اس کو طلاقِ احسن کہتے ہیں۔ طلاقِ حسن غیر موطوءہ عورت یعنی جس سے شوہر نے قربت نہ کی ہو اس کو ایک طلاق دینا طلاقِ حسن ہے خواہ یہ طلاق حیض میں ہو۔ اور موطوءہ عورت اگر صاحبِ حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں دینا جن میں اس سے قربت نہ کی ہو طلاقِ حسن ہے اور اگر موطوءہ صاحبِ حیض نہ ہو تو اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاقِ حسن ہے، طلاقِ بدعی حالتِ حیض میں طلاق دینا یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں قربت کی گئی ہو طلاقِ بدعی ہے، ایسے ہی ایک طہر میں تین یا دو طلاقیں یکبارگی یا دو مرتبہ میں دینا طلاقِ بدعی ہے اگرچہ اس طہر میں وطی نہ کی گئی ہو۔

مسئلہ: طلاقِ بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے اور ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

مسئلہ: عورت کو عدّت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے نہ شوہر کو جائز کہ مطلّقہ کو عدّت میں گھر سے نکالے، نہ ان عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا روا۔

ان سے کوئی فسق ظاہر صادر ہو جس پر حد آتی ہے مثل زنا اور چوری کے، اسلئے انہیں نکالنا ہی ہوگا۔ ←

اے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگوں سے فرمادو کہ جب عورتوں کو طلاق دو تو اُنھیں عدت کے وقت کے لیے طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ عدت میں عورتوں کو اُن کے رہنے کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی بات کریں۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (2)

طلاق والیاں اپنے کو تین حیض تک روکے رہیں اور اُنھیں یہ حلال نہیں کہ جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا اُسے چھپائیں، اگر وہ اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔیْ یَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (3)

مسئلہ: اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے لیکن شب گذارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ بائن کی عدت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو۔

مسئلہ: اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے۔

(2) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۸

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مطلقہ عورتوں کی عدت کا بیان ہے جن عورتوں کو ان کے شوہروں نے طلاق دی اگر وہ شوہر کے پاس نہ گئی تھیں اور ان سے خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی تھی جب تو ان پر طلاق کی عدت ہی نہیں ہے جیسا کہ آیہ مَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ میں ارشاد ہے اور جن عورتوں کو خورد سالی یا کبرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا جو حاملہ ہو ان کی عدت کا بیان سورہ طلاق میں آئے گا۔ باقی جو آزاد عورتیں ہیں یہاں ان کی عدت و طلاق کا بیان ہے کہ اُن کی عدت تین حیض ہے۔

(3) پ ۲۸، الطلاق: ۴

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بوڑھی ←

اور تمھاری عورتوں میں جو حیض سے نا امید ہوگئیں اگر تم کو کچھ شک ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اُن کی بھی جنھیں ابھی حیض نہیں آیا ہے اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنا حمل جن لیں۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۳۴﴾﴾ (4)

تم میں جو مرجائیں اور بی بیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں پھر جب اُن کی عدت پوری ہو جائے تو تم پر کچھ مؤاخذہ نہیں اُس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شرع کے موافق کریں اور اللہ (عزوجل) کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

❁❁❁❁❁

ہوجانے کی وجہ سے کہ وہ سنِ ایاس کو پہنچ گئی ہوں۔ سنِ ایاس ایک قول میں پچپن اور ایک قول میں ساٹھ سال کی عمر ہے اور اصح یہ ہے کہ جس عمر میں بھی حیض منقطع ہوجائے وہی سنِ ایاس ہے۔

شانِ نزول: صحابہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حیض والی عورتوں کی عدت تو ہمیں معلوم ہوگئی جو حیض والی نہ ہوں ان کی عدت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(4) پ۲، البقرۃ: ۲۳۴

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حاملہ کی عدت تو وضع حمل ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں مذکور ہے یہاں غیر حاملہ کا بیان ہے جس کا شوہر مرجائے اس کی عدت چار ماہ دس روز ہے۔ اس مدت میں نہ وہ نکاح کرے نہ اپنا مسکن چھوڑے نہ بے عذر تیل لگائے، نہ خوشبو لگائے، نہ سنگار کرے، نہ رنگین اور ریشمیں کپڑے پہنے نہ مہندی لگائے، نہ جدید نکاح کی بات چیت کھل کر کرے اور جو طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اس کو زینت اور سنگار کرنا مستحب ہے۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری شریف میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وفات شوہر کے چند دن بعد بچہ پیدا ہوا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نکاح کی اجازت طلب کی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اجازت دیدی۔(1) نیز اُس میں ہے، کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ طلاق (جس میں حمل کی عدت کا بیان ہے) سورہ بقرہ (کہ اس میں عدت وفات چار مہینے دس دن ہے) کے بعد نازل ہوئی (2) یعنی حمل والی کی عدت چار ماہ دس دن نہیں بلکہ وضع حمل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ میں اس پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ وہ اس کے بعد نازل ہوئی۔(3)

حدیث ۲: امام مالک و شافعی و بیہقی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ وفات کے بعد اگر بچہ پیدا ہو گیا اور ہنوز مُردہ چارپائی پر ہو تو عدت پوری ہو گئی۔(4)

❁❁❁❁❁

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الطلاق، باب واولات الاحمال اجلہن الخ، الحدیث: ۵۳۲۰، ج ۳، ص ۴۹۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس کے خاوند سعد ابن خولہ تھے جو حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ میں وفات پا گئے، بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ مسور ابن مخرمہ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ یہ عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجہ ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور ۸ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

۲۔ یعنی حاملہ تھیں اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہو گیا تھا نفاس آنے سے یہ ہی مراد ہے۔

۳۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ حاملہ کی عدت حمل جن دینا ہے، خواہ مطلقہ ہو یا وفات والی، اگرچہ طلاق یا وفات کے ایک منٹ بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے، اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی چار ماہ دس دن اور وضع حمل ہی سے جو بعد میں ہو وہ عدت ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۱۸۷)

(2) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب والذین یتوفون منکم الخ، الحدیث: ۴۵۳۲، ج ۳، ص ۱۸۳

(3) سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث: ۲۳۰۷، ج ۲، ص ۴۲۷

(4) الموطا للامام مالک، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنہا الخ، الحدیث: ۱۲۸۴، ج ۲، ص ۱۳۲

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: نکاح زائل ہونے یا شبہہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔(1)

مسئلہ ۲: نکاح زائل ہونے کے بعد اُسوقت عدت ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو۔ زانیہ کے لیے عدت نہیں اگرچہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کرسکتی ہے مگر جس کے زنا سے حمل ہے اُس کے سوا دوسرے سے نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو وطی جائز نہیں۔ نکاح فاسد میں دخول سے قبل تفریق ہوئی تو عدت نہیں اور دخول کے بعد ہوئی تو ہے۔(2)

مسئلہ ۳: جس عورت کا مقام بند ہے اُس سے خلوت ہوئی تو طلاق کے بعد عدت نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: عورت کو طلاق دی، بائن یا رجعی یا کسی طرح نکاح فسخ (یعنی ختم) ہوگیا، اگرچہ یوں کہ شوہر کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا اور اِن صورتوں میں دخول ہوچکا ہو یا خلوت ہوئی ہو اور اس وقت حمل نہ ہو اور عورت کو حیض آتا ہے تو عدت پورے تین حیض ہے جبکہ عورت آزاد ہو اور باندی ہو تو دو حیض اور اگر عورت ام ولد ہے اُس کے مولیٰ کا انتقال ہوگیا یا اُس نے آزاد کردیا تو اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، ج۱، ص۵۲۶

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

لغت میں عدت عین کے کسرہ سے بمعنی شمار و گنتی ہے، عین کے پیش سے بمعنی تیاری۔ شریعت میں اس انتظار کرنے کو عدت کہتے ہیں جو نکاح یا شبہ نکاح کے زائل ہونے کے بعد کیا جائے کہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنا ممنوع ہو۔ عدت عورت پر واجب ہے نہ کہ مرد پر ہاں مقامات ہیں جہاں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے جیسے مطلقہ بیوی کی بہن بھانجی خالہ وغیرہ سے اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک وہ عدت میں ہے۔ خیال رہے کہ عورت کی عدت تین قسم کی ہے: وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے، طلاق وغیرہ کی عدت حاملہ کے لیے حمل جن دینا غیر حاملہ بالغہ کے لیے تین حیض غیر حاملہ، نابالغہ اور بہت بوڑھی کے لیے تین ماہ۔ طلاق کے علاوہ فسخ نکاح میں بھی عدت واجب ہے خواہ فسخ خاوند کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے عدت بہر حال ہوگی۔ (شامی، مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۴۲)

(2) المرجع السابق

(3) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج۵، ص۱۸۳

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج۵، ص۱۸۱

مسئلہ ۵: ان صورتوں میں اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہے کہ ابھی ایسے سن کو نہیں پہنچی یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے یا عمر کے حسابوں بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو عدت تین مہینے ہے اور باندی ہے تو ڈیڑھ ماہ۔(5)

مسئلہ ۶: اگر طلاق یا فسخ پہلی تاریخ کو ہوا گرچہ عصر کے وقت تو چاند کے حساب سے تین مہینے ورنہ ہر مہینہ تیس دن کا قرار دیا جائے یعنی عدت کے کل دن نوے ہونگے۔(6)

مسئلہ ۷: عورت کو حیض آچکا ہے مگر اب نہیں آتا اور ابھی سن ایاس کو بھی نہیں پہنچی ہے اس کی عدت بھی حیض سے ہے جب تک تین حیض نہ آلیں یا سن ایاس کو نہ پہنچے اس کی عدت ختم نہیں ہوسکتی اور اگر حیض آیا ہی نہ تھا اور مہینوں سے عدت گزار رہی تھی کہ اثنائے عدت میں حیض آگیا تو اب حیض سے عدت گزارے یعنی جب تک تین حیض نہ آلیں عدت پوری نہ ہوگی۔(7)

مسئلہ ۸: حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہ کیا جائے بلکہ اس کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔(8)

مسئلہ ۹: جس عورت سے نکاح فاسد ہوا اور دخول ہو چکا ہو یا جس عورت سے شبہۃً وطی ہوئی اُس کی عدت فرقت وموت دونوں میں حیض سے ہے اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے۔(9) اور وہ عورت کسی کی باندی ہو تو عدت ڈیڑھ ماہ۔(10)

مسئلہ ۱۰: اس کی عورت کسی کی کنیز ہے اس نے خود خرید لی تو نکاح جاتا رہا مگر عدت نہیں یعنی اُس کو وطی کرنا جائز مگر دوسرے سے اسکا نکاح نہیں ہوسکتا جب تک دو حیض نہ گزر لیں۔(11)

مسئلہ ۱۱: اپنی عورت کو جو کنیز تھی خریدا اور ایک حیض آنے کے بعد آزاد کر دیا تو اِس حیض کے بعد دو حیض اور عدت میں رہے اور حرہ (آزاد عورت) کا سا سوگ کرے اور اگر ایک بائن طلاق دیکر خریدی تو ملکِ یمین (لونڈی کا مالک

---

(5) المرجع السابق،ص۱۸۶۔۱۹۲

(6) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطلاق،الباب الثالث عشرفي العدۃ،ج۱،ص۵۲۷
والجوہرۃ النیرۃ،کتاب العدۃ،الجزء الثاني،ص۹۶

(7) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطلاق،الباب الثالث عشرفي العدۃ،ج۱،ص۵۲۷

(8) المرجع السابق،ص۵۲۷

(9) الجوھرۃ النیرۃ،کتاب العدۃ،الجزء الثاني،ص۹۵،۹۶

(10) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطلاق،الباب الثالث عشرفي العدۃ،ج۱،ص۵۲۷

(11) المرجع السابق

ہونے) کی وجہ سے وطی کرسکتا ہے اور دو طلاقیں دیں تو بغیر حلالہ وطی نہیں کرسکتا اور اگر دو حیض کے بعد آزاد کردی تو نکاح کی وجہ سے عدت نہیں، ہاں عتق (آزاد ہونے) کی وجہ سے عدت گزارے۔(12)

مسئلہ ۱۲: جس عورت سے نابالغ نے شبہۃً یا نکاح فاسد میں وطی کی اُس پر بھی یہی عدت ہے۔ یوہیں اگر نابالغی میں خلوت ہوئی اور بالغ ہونے کے بعد طلاق دی جب بھی یہی عدت ہے۔(13)

مسئلہ ۱۳: نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدت شمار کی جائے گی متارکہ یہ کہ مرد نے یہ کہا کہ میں نے اُسے چھوڑا یا اُس سے وطی ترک کی یا اسی قسم کے اور الفاظ کہے جب تک متارکہ یا تفریق نہ ہو کتنا ہی زمانہ گزر جائے عدت نہیں اگرچہ دل میں ارادہ کرلیا کہ وطی نہ کریگا اور اگر عورت کے سامنے نکاح سے انکار کرتا ہے تو یہ متارکہ ہے ورنہ نہیں لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۴: طلاق کی عدت وقتِ طلاق سے ہے اگرچہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اُسے طلاق دی ہے اور تین حیض آنے کے بعد معلوم ہوا تو عدت ختم ہوچکی اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو اتنے زمانہ سے طلاق دی ہے تو عورت اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب، عدت وقت اقرار سے شمار ہوگی۔(15)

مسئلہ ۱۵: عورت کو کسی نے خبر دی کہ اُس کے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں یا شوہر کا خط آیا اور اُس میں اسے طلاق لکھی ہے، اگر عورت کا غالب گمان ہے کہ وہ سچ کہتا ہے یا یہ خط اُسی کا ہے تو عدت گزار کر نکاح کرسکتی ہے۔(16)

مسئلہ ۱۶: عورت کو تین طلاقیں دیدیں مگر لوگوں پر ظاہر نہ کیا اور دو حیض آنے کے بعد عورت سے وطی کی اور حمل رہ گیا اب اُس نے لوگوں سے طلاق دینا بیان کیا تو عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل تک نفقہ اُس پر واجب۔(17)

مسئلہ ۱۷: طلاق دیکر منکر گیا، عورت نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا اور گواہ سے طلاق دینا ثابت کردیا اور قاضی نے تفریق کا حکم دیا تو عدت وقت طلاق سے ہے، اس وقت سے نہیں۔(18)

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج۱،ص۵۲۷

(13) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب: فی عدۃ زوجۃ الصغیر، ج۵، ص۱۹۰

(14) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۵، ص۲۰۸۔۲۰۹

الجوہرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی، ص۱۰۲

(15) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی، ص۱۰۱۔۱۰۲

(16) المرجع السابق، ص۱۰۲

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج۱، ص۵۳۲

(18) المرجع السابق

مسئلہ ۱۸: پچھلا حیض اگر پورے دس دن پر ختم ہوا ہے تو ختم ہوتے ہی عدت ختم ہوگئی اگرچہ ابھی غسل نہ کیا بلکہ اگرچہ اتنا وقت بھی ابھی نہیں گزرا ہے کہ اُس میں غسل کرسکتی اور طلاق رجعی تھی تو شوہر اب رجعت نہیں کرسکتا اور اب یہ عورت نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر دس دن سے کم میں ختم ہوا ہے تو جب تک نہانہ لے یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزرلے عدت ختم نہ ہوگی یہ حکم مسلمان عورت کے ہیں اور کتابیہ ہوتو بہر حال حیض ختم ہوتے ہی عدت پوری ہوجائیگی۔(19)

مسئلہ ۱۹: وطی بالشبہہ کی چند صورتیں ہیں:

(۱) عورت عدت میں تھی اور شوہر کے سوا کسی اور کے پاس بھیج دی گئی اور یہ ظاہر کیا گیا کہ تیری عورت ہے اُس نے وطی کی بعد کو حال کھلا۔

(۲) عورت کو تین طلاقیں دیکر بغیر حلالہ اُس سے نکاح کرلیا اور وطی کی۔

(۳) عورت کو تین طلاقیں دیکر عدت میں وطی کی اور کہتا ہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ اس سے وطی حلال ہے۔

(۴) مال کے عوض یا لفظ کنایہ سے طلاق دی اور عدت میں وطی کی۔

(۵) خاوند والی عورت تھی اور شبہۃً اُس سے کسی اور نے وطی کی پھر شوہر نے اُس کو طلاق دیدی ان سب صورتوں میں عورت پر دو عدتیں ہیں اور بعد تفریق دوسری عدت پہلی عدت میں داخل ہوجائے گی یعنی اب جو حیض آئیگا دونوں عدتوں میں شمار ہوگا۔(20)

مسئلہ ۲۰: مطلقہ نے ایک حیض کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اُس سے وطی کی پھر دونوں میں تفریق کردی گئی اور تفریق کے بعد دو حیض آئے تو پہلی عدت ختم ہوگئی مگر ابھی دوسری ختم نہ ہوئی لہٰذا یہ شخص اُس سے نکاح کرسکتا ہے کوئی اور نہیں کرسکتا جب تک بعد تفریق تین حیض نہ آلیں اور تین حیض آنے پر دونوں عدتیں ختم ہو گئیں۔(21)

مسئلہ ۲۱: عورت کو طلاق بائن دی تھی ایک یا دو، اور عدت کے اندر وطی کی اور جانتا تھا کہ وطی حرام ہے اور حرام ہونے کا اقرار بھی کرتا ہے تو ہر بار کی وطی پر عدت ہے مگر سب متداخل ہونگی اور تین طلاقیں دے چکا ہے اور عدت میں وطی کی اور جانتا ہے کہ وطی حرام ہے اور مقر (اقرار کرنے والا) بھی ہے تو اس وطی کے لیے عدت نہیں ہے بلکہ مرد کو رجم کا

---

(19) المرجع السابق، ص۵۲۸

(20) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی، ص۱۰۱

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدۃ، ج۱، ص۵۳۲

حکم ہے اور عورت بھی اقرار کرتی ہے تو اُس پر بھی۔(22)

مسئلہ ۲۲: موت کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر لے بشرطیکہ نکاح صحیح ہو دخول ہوا ہو یا نہیں دونوں کا ایک حکم ہے اگرچہ شوہر نابالغ ہو یا زوجہ نابالغہ ہو۔ یوہیں اگر شوہر مسلمان تھا اور عورت کتابیہ تو اس کی بھی یہی عدت ہے مگر اس عدت میں شرط یہ ہے کہ عورت کو حمل نہ ہو۔(23)

مسئلہ ۲۳: عورت کنیز ہے تو اُس کی عدت دو ۲ مہینے پانچ دن ہے شوہر آزاد ہو یا غلام کہ عدت میں شوہر کے حال کا لحاظ نہیں بلکہ عورت کے اعتبار سے ہے پھر موت پہلی تاریخ کو ہو تو چاند سے مہینے لیے جائیں ورنہ حرہ کے لیے ایک

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق

(23) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی، ص۹۷، وغیرہا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسد ہو یا نکاح فاسد میں حقیقۃً وطی کر لی غیر حیض والی کے لئے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی۔

درمختار میں ہے:

العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشھر ان وطئت فی الکل ولو حکماً کالخلوۃ ولو فاسدۃ والعدۃ للموت اربعۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدافلم یخرج عنھا الاالحامل ۲؎ والخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ ۳؎ اھ ملتقطا۔

بچپن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو کہ وہ ابھی نو سال سے کم عمر ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ حیض والی نہیں ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی جبکہ حقیقۃً وطی یا حکماً یعنی خلوت ہو چکی ہو، اگرچہ خلوت فاسدہ ہو، اور موت والی کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں اگرچہ مسلمان غلام ہو موت کی عدت کا یہی حکم ہے اس حکم سے صرف حاملہ بیوی خارج ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے، اور فاسد نکاح میں خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اھ ملتقطا (ت)

(۲؎ درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵ـ۲۵۶)(۳؎ درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶ـ۲۵۵)

عورت کے لئے حد صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی، اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثار بلوغ حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے ورنہ جب ۱۵ سال کامل کی عمر ہو جائے گی جوانی کا حکم کر دیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں بہ قال وعلیہ الفتوی کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ در وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص۲۹۳۔۲۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوتیس دن اور باندی کے لیے پینسٹھ دن۔(24)

مسئلہ ۲۴: عورت حامل ہے تو عدت وضع حمل ہے عورت حرہ ہو یا کنیز مسلمہ ہو یا کتابیہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مرگیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضعِ حمل ہے۔(25)

مسئلہ ۲۵: وضعِ حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہوجائے گی اگرچہ ایک منٹ بعد حمل ساقط ہوگیا اور اعضابن چکے ہیں عدت پوری ہوگئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو پچھلے کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہوگی۔(26)

مسئلہ ۲۶: بچہ کا اکثر حصہ باہر آچکا تو رجعت نہیں کرسکتا مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت حلال ہوگا کہ پورا بچہ پیدا ہولے۔(27)

مسئلہ ۲۷: موت کے بعد اگر حمل قرار پایا تو عدت وضعِ حمل سے نہ ہوگی بلکہ دنوں سے۔(28)

مسئلہ ۲۸: بارہ برس سے کم عمر والے کا انتقال ہوا اور اُس کی عورت کے چھ مہینے سے کم کے اندر بچہ پیدا ہوا تو عدت وضعِ حمل ہے اور چھ مہینے یا زائد میں ہوا تو چار مہینے دس دن اور نسب بہر حال ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر مراہق ہو تو دونوں صورت میں وضعِ حمل سے عدت پوری ہوگی اور بچہ ثابت النسب ہے۔(29)

مسئلہ ۲۹: جو شخص خصی تھا اُس کا انتقال ہوا اور اُس کی عورت حاملہ ہے یا مرنے کے بعد حاملہ ہونا معلوم ہوا تو عدت وضعِ حمل ہے اور بچہ ثابت النسب ہے۔(30)

---

(24) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج۵، ص۱۹۰۔ ۱۹۲

(25) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج۵، ص۱۹۲

الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، ج۱، ص۵۲۸، وغیرہما

(26) الجوہرة النیرة، کتاب العدة، الجزء الثاني، ص۹۶

(27) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: فی عدة الموت، ج۵، ص۱۹۳

(28) الجوہرة النیرة، کتاب العدة، الجزء الثاني، ص۱۰۰

(29) الجوہرة النیرة، کتاب العدة، الجزء الثاني، ص۱۰۰

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج۵، ص۱۹۳

(30) الجوہرة النیرة، کتاب العدة، الجزء الثاني، ص۱۰۰

مسئلہ ۳۰: عورت کو طلاقِ رجعی دی تھی اور عدت میں مر گیا تو عورت موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت جاتی رہی خواہ صحت کی حالت میں طلاق دی ہو یا مرض میں۔ اور اگر بائن طلاق دی تھی یا تین تو طلاق کی عدت پوری کرے جبکہ صحت میں طلاق دی ہو اور اگر مرض میں دی ہو تو دونوں عدتیں پوری کرے یعنی اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض پورے ہو چکے تو عدت پوری ہو چکی اور اگر تین حیض پورے ہو چکے ہیں مگر چار مہینے دس دن پورے نہ ہوئے تو ان کو پورا کرے اور اگر یہ دن پورے ہو گئے مگر ابھی تین حیض پورے نہ ہوئے تو ان کے پورے ہونے کا انتظار کرے۔(31)

مسئلہ ۳۱: عورت کنیز تھی اُسے رجعی طلاق دی اور عدت کے اندر آزاد ہوگئی تو حرہ کی عدت پوری کرے یعنی تین حیض یا تین مہینے اور طلاقِ بائن یا موت کی عدت میں آزاد ہوئی تو باندی کی عدت یعنی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا دو مہینے پانچ دن۔(32)

مسئلہ ۳۲: عورت کہتی ہے کہ عدت پوری ہو چکی اگر اتنا زمانہ گزرا ہے کہ پوری ہو سکتی ہے تو قسم کے ساتھ اُس کا قول معتبر ہے اور اگر اتنا زمانہ نہیں گزرا تو نہیں۔ مہینوں سے عدت ہو جب تو ظاہر ہے کہ اُتنے دن گزرنے پر عدت ہو چکی اور حیض سے ہو تو آزاد عورت کے لیے کم از کم ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے لیے چالیس بلکہ ایک روایت میں حرہ کے لیے اُنتالیس دن کہ تین حیض کی اقل (کم سے کم) مدت نو دن ہے اور دو طہر کی تیس دن اور باندی کے لیے اکیس دن کہ دو حیض کے چھ دن اور ایک طہر درمیان کا پندرہ دن۔(33)

مسئلہ ۳۳: مطلقہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہوگئی کہ حمل تھا ساقط ہو گیا اگر حمل کی مدت اتنی تھی کہ اعضا بن چکے تھے تو مان لیا جائیگا ورنہ نہیں مثلاً نکاح سے ایک مہینے بعد طلاق دی اور طلاق کے ایک ماہ بعد حمل ساقط ہونا بتاتی ہے تو عدت پوری نہ ہوئی کہ بچے کے اعضا چار ماہ میں بنتے ہیں۔(34)

مسئلہ ۳۴: اپنی عورت مطلقہ سے عدت میں نکاح کیا اور قبل وطی طلاق دیدی تو پورا مہر واجب ہوگا اور سرے سے عدت بیٹھے۔ یوہیں اگر پہلا نکاح فاسد تھا اور دخول کے بعد تفریق ہوئی اور عدت کے اندر نکاح صحیح کر کے طلاق دیدی یا دخول کے بعد کفو نہ ہونے کی وجہ سے تفریق ہوئی پھر نکاح کر کے طلاق دی یا نابالغہ سے نکاح کر کے وطی کی پھر

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج۱، ص۵۳۰

(32) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۵، ص۱۹۶

(33) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب: فی وطء المعتدۃ بشبھۃ، ج۵، ص۲۱۰

(34) ردالمحتار، المرجع السابق، ص۲۱۱

طلاق دی اور عدت کے اندر نکاح کیا اب وہ لڑکی بالغہ ہوئی اور اپنے نفس کو اختیار کیا یا نا بالغہ سے نکاح کر کے وطی کی پھر لڑکی نے بالغہ ہوکر اپنے کو اختیار کیا اور عدت کے اندر پھر اُس سے نکاح کیا اور قبلِ دخول طلاق دیدی ان سب صورتوں میں دوسرے نکاح کا پورا مہر اور طلاق کے بعد عدت واجب ہے، اگرچہ دوسرے نکاح کے بعد وطی نہیں ہوئی کہ نکاح اول کی وطی نکاح ثانی میں بھی وطی قرار دی جائیگی۔(35)

مسئلہ ۳۵: بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو طلاق دی تو جب تک اُسے تین حیض نہ آلیں دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی یا سن ایاس کو پہنچ کر مہینوں سے عدت پوری کرے اگرچہ بچہ پیدا ہونے سے قبل اُسے حیض نہ آیا ہو۔(36)

❁❁❁❁❁

(35) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب: فی وطء المعتدۃ بشبھۃ، ج۵، ص۲۱۲

(36) الدرالمختار، المرجع السابق، ص۲۱۷

سوگ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ أَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾﴾ (1)

اورتم پر گناہ نہیں اس میں کہ اشارۃً عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اُن کی یاد کروگے ہاں اُن سے خفیہ وعدہ مت کرو مگر یہ کہ اُتنی ہی بات کرو جو شرع کے موافق ہے۔ اور عقد نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) اُس کو جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلم والا ہے۔

❀❀❀❀❀

(1) پ۲، البقرۃ: ۲۳۵

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ ایک عورت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی (یعنی وہ عدت میں ہے) اور اُس کی آنکھیں دُکھتی ہیں، کیا اُسے سرمہ لگائیں؟ ارشاد فرمایا: نہیں دو یا تین بار یہی فرمایا کہ نہیں پھر فرمایا: کہ یہ تو یہی چار مہینے دس دن ہیں اور جاہلیت میں تو ایک سال گزرنے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی۔ (1) (یہ جاہلیت کی رسم تھی کہ سال بھر کی عدت ایک جھونپڑے میں گزارتی اور نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنتی، جب سال پورا ہوتا تو وہاں سے مینگنی پھینکتی ہوئی نکلتی اور اب عدت پوری ہوتی)۔

(1) صحیح البخاري، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا إلخ، الحدیث: ۵۳۳۶، ج۳، ص۵۰۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی عورت پر عدت میں سوگ واجب ہے ترک زینت اور سرمہ بھی زینت میں داخل ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اس مجبوری میں سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں۔

۲۔ یعنی وہ بار بار سوال دھراتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انکار فرمادیتے تھے، اس حدیث کی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ سیاہ سرمہ جس میں زینت ہوتی ہے عدت وفات میں ہرگز جائز نہیں خواہ بیماری ہو یا نہ ہو، امام مالک کے ہاں بیماری میں جائز ہے، امام شافعی کے ہاں بیماری میں رات کو لگالے دن میں صاف کردے ہمارے ہاں بھی بیماری میں دواء لگانا درست ہے بشرطیکہ سرمہ کے سواء اور کوئی دوا مفید نہ ہو یہاں دوسری دوا مفید ہوگی اس لیے منع فرمایا۔

۳۔ اسلام سے پہلے عرب میں بیوہ عورت خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک برے مکان برے لباس میں رہتی اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی سال کے بعد اس کے قرابتدار جمع ہوتے اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے جسے وہ اپنی شرمگاہ سے لگاتی تھی اکثر وہ جانور مرجاتا تھا پھر اس کے قرابتدار اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی یہ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا اس ارشاد عالی میں اس جانب اشارہ ہے یعنی اب تو تم چار ماہ دس دن کی عدت میں صبر نہیں کرسکتیں مگر زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں۔ خیال رہے کہ اسلام میں بھی پہلے وفات کی عدت ایک سال تھی، رب تعالٰی فرماتا ہے: "مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ" پھر یہ حکم منسوخ ہو کر چار ماہ دس دن ہوا، اب بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے خواہ صحبت وخلوت ہوئی ہو یا نہ بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو حاملہ بیوہ کی عدت حمل جن دینا ہے عدت کے پورے مسائل ہمارے فتاوٰی نعیمیہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۴۶)

حدیث ۲: صحیحین میں ام المومنین ام حبیبہ و ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو عورت اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اُسے یہ حلال نہیں کہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے، مگر شوہر پر کہ چار مہینے دس دن سوگ کرے۔(2)

حدیث ۳: ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، مگر شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرے اور رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، مگر وہ کپڑا کہ بُننے سے پہلے اُس کا سوت جگہ جگہ باندھ کر رنگتے ہیں اور سرمہ نہ لگائے اور نہ خوشبو چھوئے، مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا عود استعمال کرسکتی ہے۔ اور ابوداود کی روایت میں یہ بھی ہے کہ منھدی نہ لگائے۔(3)

---

(2) صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب حد المرأۃ علی غیر زوجھا، الحدیث: ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ج۱، ص ۴۳۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ دونوں بیبیاں امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ انکے حالات پہلے بیان ہو چکے۔

۲۔ لاتحل اور اللہ قیامت پر ایمان فرمانا آئندہ حکم کی تائید کے لیے ہے یعنی یہ حکم اشد ضروری ہے اس پر عمل ہر مومن عورت کو چاہیے۔

۳۔ یعنی عورت کسی عزیز وقرابتدار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فوت ہوجائے اس پر تین دن تک سوگ یعنی ترک زینت کرسکتی ہے مگر خاوند کی موت پر پوری عدت کے زمانہ میں سوگ کرے کہ نہ خوشبو لگائے نہ زینت کا لباس پہنے یہ مدت غیر حاملہ کے لیے ہے حاملہ کی عدت تو حمل جن دینا ہے وہ اس وقت تک سوگ کرے۔ اس حدیث سے ان نادان سنیوں کو عبرت لینی چاہیے جو محرم میں دس دن کو سوگ منانے بیٹھتے ہیں چارپائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے کالے کپڑے پہنتے ہیں یہ سب حرام ہے اور روافض کی پیروی حضرات اہل بیت اطہار نے کبھی نہ کئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۴۲۷)

(3) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد في عدۃ الوفاۃ الخ، الحدیث: ۱۴۹۱، ص ۷۹۹

سنن أبي داود، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبہ المعتدۃ في عدتھا، الحدیث: ۲۳۰۲، ج ۲ ص ۴۲۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، کنیت ام عطیہ، اکثر غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں، بیماروں کی دوا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں آخر میں بصرہ میں رہیں وہاں ہی انتقال فرمایا۔

۲۔ عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ عصب ایک گھاس ہے جو عموماً یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے، اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنی بھکنا چونکہ یہ رنگ زینت میں داخل نہیں اس لیے اس کی اجازت دی گئی، اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے مگر اشعۃ اللمعات ولمعات میں فرمایا کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت رنگ لیا جائے بعد میں بنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا ہے

حدیث ۴: ابوداود ونسائی نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس عورت کا شوہر مرگیا ہے، وہ نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا اور نہ زیور پہنے اور نہ مہندی لگائے اور نہ سُرمہ۔(4)

حدیث ۵: ابوداود ونسائی اُنھیں سے راوی، کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے پاس تشریف لائے۔ اُس وقت میں نے مصبر (ایلوہ) لگا رکھا تھا، فرمایا: ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی، یہ ایلوہ ہے اس میں خوشبو نہیں۔ فرمایا: اس سے چہرہ میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے، اگر لگانا ہی ہے تو رات میں لگا لیا کرو اور دن میں صاف کر ڈالا کرو اور خوشبو اور مہندی سے بال نہ سنوارو۔ میں نے عرض کی، کنگھا

زینت ہے، امام شافعی کے ہاں ایسا کپڑا پہننا مطلقاً جائز ہے باریک ہو یا موٹا امام مالک کے ہاں موٹا جائز باریک ممنوع، ہمارے امام صاحب کے ہاں بہتر یہ ہے کہ عدت میں ایسے لباس سے بھی بچے۔

۳۔ زینت کے لیے سیاہ سرمہ نہ لگائے سفید سرمہ لگائے جس سے زینت نہ ہو، یوں ہی علاج کے لیے ضرورت کے موقعہ پر سرمہ لگالینا جائز ہے جب کہ آنکھ میں بیماری ہو اور سوا سرمہ کے اور کوئی علاج نہ ہو بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر سرمہ کو مطلقاً ممنوع قرار دیا۔

۴۔ قسط اور اظفار مشہور خوشبو دار لکڑیاں ہیں اظفار کی لکڑی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے کٹے ہوئے ناخن کے مشابہ اس لیے اسے اظفار کہتے ہیں یعنی عدت والی عورت جب حیض سے فارغ ہو تو یہ خوشبو شرمگاہ پر مل سکتی ہے کہ اس سے صرف بدبو کا دفع کرنا مقصود ہے نہ کہ جسم کا مہکانا۔ خیال رہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہی ہے کہ ہر وفات والی معتدہ عورت پر سوگ واجب ہے بعض احناف فرماتے ہیں کہ مؤمنہ بالغہ معتدہ پر عدت میں سوگ ہے کتابیہ یا نابالغہ پر سوگ نہیں وہ حضرات اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو وہ سوگ کرے۔ واللہ اعلم!

۵۔ یعنی نہ بالوں میں مہندی یا وسمہ لگائے نہ ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے اور زینت اس کے لیے ممنوع ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۴۸)

(4) سنن أبي داود، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبہ المعتدۃ في عدتھا، الحدیث: ۲۳۰۴، ج۲، ص۴۲۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مشقہ مشق سے بنا مشق سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں اور گیرو کو بھی۔ مطلب یہ ہے کہ عدت وفات والی عورت سرخ کپڑے نہ پہنے کہ یہ زینت ہے۔

۲۔ سیاہ سرمہ لگانا اسے منع ہے جس سے آنکھ میں زینت ہوتی ہے علماء فرماتے ہیں کہ خارش وغیرہ عذر کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہن سکتی ہے امام مالک کے ہاں ادنی ریشمی سیاہ کپڑا پہننا بہر حال جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۱)

کرنے کے لیے کیا چیز سر پر لگاؤں؟ فرمایا: کہ بیری کے پتے سر پر تھوپ لیا کرو پھر کنگھا کرو۔(5)

حدیث ۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن کے شوہر کو اُن کے غلاموں نے قتل کر ڈالا تھا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں، کہ مجھے میکے میں عدت گزارنے کی اجازت دی جائے کہ میرے شوہر نے کوئی اپنا مکان نہیں چھوڑا اور نہ خرچ چھوڑا۔ اجازت دیدی پھر بُلا کر فرمایا: اُسی گھر میں رہو جس میں رہتی ہو، جب تک عدت پوری نہ ہو۔ لہٰذا اُنھوں نے چار ماہ دس دن اُسی مکان میں پورے کیے۔(6)

(5) سنن أبي داود، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبه المعتدة في عدتها، الحدیث: ۲۳۰۵، ج۲، ص۴۲۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی کسی وجہ سے اپنے چہرے پر ایلو کا لیپ کیا ہوا تھا۔(مصبر) مشہور کڑوی دوا ہے۔

۲۔ یعنی عدت میں خوشبو لگانا منع ہے اور ایلوے میں خوشبو ہے نہیں اس وجہ سے میں نے اس کا لیپ کرلیا۔

۳۔ یعنی عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں بلکہ زینت بھی ممنوع ہے ایلوا خوشبودار تو نہیں مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے اسے رنگین بھی کردیتا ہے لہٰذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو تو رات میں لگالیا کرو کہ وہ وقت زینت کا نہیں، دن میں دھو ڈالا کرو یشب شیوب سے بنا بمعنی آگ بھڑکا دینا اسی لیے جوانی کو شباب کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں شہوت بھڑکی ہوتی ہے۔(اشعہ)

۴۔ یعنی زمانہ عدت میں خوشبودار تیل بدن کے کسی حصہ خصوصًا سر میں استعمال نہ کرو اور ہاتھ پاؤں اور سر میں مہندی نہ لگاؤ کہ مہندی میں بھینی خوشبو بھی ہے رنگت بھی۔

۵۔ یعنی عورت کو سر دھونے کنگھی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب یہ چیزیں مجھے ممنوع ہوگئیں تو یہ ضرورت کیسے پوری کروں۔

۶۔ تغلفین غلف سے بنا پردہ و غلاف یعنی بیری کے پتے اتنی تھوپ سکتی ہو کہ تمام بال چھپ جائیں اور بیری سر کا غلاف بن جائے۔

۷۔ یہ حدیث احمد نے بھی نقل کی مگر یہ اسناد ضعیف۔ خیال رہے کہ خوشبودار تیل لگانا معتدہ کے لیے بالاجماع ممنوع ہے مگر بغیر خوشبو کا تیل امام اعظم و شافعی کے ہاں ممنوع ہے امام احمد و مالک کے ہاں جائز وہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ اس تیل سے زینت حاصل ہوجاتی ہے ضرورۃً جائز ہے۔ مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۵۰)

(6) جامع الترمذي، أبواب الطلاق الخ، باب ماجاء این تعتد المتوفي عنها زوجها، الحدیث: ۱۲۰۸، ج۲، ص۴۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ زینب بنت کعب ابن عجرہ انصاریہ ہیں. بنی سالم ابن عوف قبیلہ سے ہیں تابعیہ ہیں بڑی عالمہ زاہدہ فقیہ تھیں۔

۲۔ یعنی انہیں اپنے خاوند کی وفات کی خبر اور گھر میں ملی تھی آپ چاہتی تھیں کہ اپنے میکہ جا کر عدت گزاریں ان کے میکہ کا گھر بنی خدرہ میں تھا اسی وجہ سے انکے بھائی کو ابو سعید خدری کہا جاتا ہے یعنی قبیلہ بنی خدرہ میں رہنے والے۔

←

....

✿✿✿✿✿

۳؎ یہ قتل کا واقعہ مقام قدوم میں ہوا جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر ہے، اس قتل کی خبر مدینہ میں ان بی بی صاحبہ کو پہنچی۔

۴؎ نفقۃ مجرور ہے کیونکہ منزل پر معطوف ہے یعنی میرے خاوند نے نہ تو اپنا مملوکہ مکان چھوڑا ہے جس میں اپنی عدت کا زمانہ گزار لوں، اور نہ خرچہ چھوڑا ہے جو وہاں بیٹھ کر کھاؤں، معلوم ہوتا ہے کہ کرایہ کے مکان میں تھیں یا کسی نے اپنا مکان انہیں عاریۃً دیا ہوگا۔

۵؎ یعنی جب ایسی مجبوری ہے تو اپنے میکے چلی جاؤ وہاں ہی عدت گزار دو۔

۶؎ یا خود ہی مجھے آواز دے کر بلالیا یا کسی خادم کو حکم دیا جس نے مجھے واپس لوٹایا۔

۷؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری فرمان عالی پہلے حکم کا ناسخ ہے۔ اولًا ان بی بی کو منتقل ہونے کی اجازت دی پھر اس اجازت کو منسوخ فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل سے پہلے بھی حکم منسوخ ہوسکتا ہے۔ شب معراج میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا مگر پینتالیس نمازیں عمل سے پہلے ہی منسوخ ہوگئیں۔ امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ پہلا حکم جواز کے لیے تھا دوسرا استحباب کے لیے کیونکہ ان کے ہاں معتدہ کو مکان نہیں ملتا۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ معتدہ اپنے اسی مکان میں عدت گزارے جہاں خاوند کی موت کی خبر پائے، ہوسکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں پتہ لگا ہو کہ مکان والا ان بی بی صاحبہ کو مکان سے نکالے گا نہیں تب یہ حکم دیا ہو، ورنہ اگر معتدہ کرایہ یا عاریۃً کے مکان میں ہو اور مالک مکان اب نہ رہنے دیتا ہو تو عورت کو منتقل ہوجانے کی اجازت ہے۔

۸؎ زمانہ عثمانی میں حضرت عثمان غنی نے ان بی بی صاحبہ کو بلا کر یہ حدیث ان سے سنی اور اس پر ہی عمل کا حکم دیا کہ معتدہ وفات کو عدت میں مکان سے نہ نکالا جائے۔ یہ ہی قول ہے حضرت عمر عثمان، عبداللہ ابن عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا۔ (مرقات)

۹؎ یہ حدیث ابن حبان و حاکم نے بھی نقل کی، حاکم نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح و محفوظ ہے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معتدہ جہاں چاہے غسل کرے اس کی اسناد میں ابو مالک نخعی اور محبوب ابن محرز ہیں یہ دونوں ضعیف ہیں، نیز اس میں عطاء ابن صائب مختلط ہے اور ابوبکر ابن مالک ضعیف تر ہے اسی لیے اسے دارقطنی نے ہی معلل فرمادیا۔ غرضکہ وہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۴۹)

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا۔ یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سُرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔(1) یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی۔ دھانی۔ چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین (یعنی بناؤ سنگار) ہوتا ہے سب کو ترک کرے۔

مسئلہ ۲: جس کپڑے کا رنگ پُرانا ہوگیا کہ اب اُسکا پہننا زینت نہیں اُسے پہن سکتی ہے۔ یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔(2)

مسئلہ ۳: عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں اُسکا استعمال زینت کے قصد (ارادہ) سے نہ ہو مثلاً دردسر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردسر ہو جائیگا تو لگانا جائز ہے۔ یا دردسر کے وقت کنگھا کرسکتی ہے مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔ یا سُرمہ لگانیکی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے۔ یا خارشت (ایک جلدی بیماری جس میں بدن پر پھنسیاں نکل آتی ہیں اور کھجلی ہوتی ہے) ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے۔ یا اُس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضرور ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے لہٰذا بقدر ضرورت اجازت ہے ضرورت سے زیادہ ممنوع مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانیکی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اُس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو

---

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۱

الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۳

والجوھرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثاني، ص۱۰۲

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۳

ون میں لگانے کی اجازت نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: سوگ اُس پر ہے جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو اور موت یا طلاق بائن کی عدت ہو اگرچہ عورت باندی ہو۔ شوہر کے عنین ہونے یا عضو تناسل کے کٹے ہونے کی وجہ سے فرقت ہوئی تو اُس کی عدت میں بھی سوگ واجب ہے۔(4)

مسئلہ ۵: طلاق دینے والا سوگ کرنے سے منع کرتا ہے یا شوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ سوگ نہ کرنا جب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔(5)

مسئلہ ۶: نابالغہ و مجنونہ و کافرہ پر سوگ نہیں۔ ہاں اگر اثنائے عدت میں نابالغہ بالغہ ہوئی مجنونہ کا جنون جاتا رہا اور کافرہ مسلمان ہوگئی تو جو دن باقی رہ گئے ہیں اُن میں سوگ کرے۔(6)

مسئلہ ۷: ام ولد کو اُس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا یا مولیٰ کا انتقال ہوگیا تو عدت بیٹھے گی مگر اس عدت میں سوگ واجب نہیں۔ یوہیں نکاح فاسد اور وطی بالشبہہ اور طلاق رجعی کی عدت میں سوگ نہیں۔(7)

مسئلہ ۸: کسی قریب کے مرجانے پر عورت کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے اس سے زائد کی نہیں اور عورت شوہر والی ہو تو شوہر اس سے بھی منع کرسکتا ہے۔(8)

مسئلہ ۹: کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں تو مطلقاً جائز ہیں۔(9)

---

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۳
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۲

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۱
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۴

(5) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۱

(6) ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۳

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثاني، ص۱۰۳
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۴

(8) ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۳

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۴

کالے کپڑے پہننا جائز ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ شریعت مطہرہ میں کالے کپڑے سے ممانعت ثابت نہیں ←

مسئلہ ۱۰: عدت کے اندر چار پائی پر سوسکتی ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

مسئلہ ۱۱: جو عورت عدت میں ہو اُس کے پاس صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اگرچہ نکاح فاسد یا عتق کی عدت میں ہو اور موت کی عدت ہو تو اشارۃً کہہ سکتے ہیں اور طلاق رجعی یا بائن یا فسخ کی عدت میں اشارۃً بھی نہیں کہہ سکتے اور وطی بالشبہہ یا نکاح فاسد کی عدت میں اشارۃً کہہ سکتے ہیں اشارۃً کہنے کی صورت یہ ہے کہ کہے میں نکاح کرنا

والاصل فی الاشیاء اباحۃ۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سیاہ عمامہ پہننا ان گنت احادیثِ طیبہ میں وارد ہوا۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے، فرمایا:

صنعت لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بردۃ من صوف سوداء فلبسھا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے اون کی سیاہ چادر بنائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے زیب تن فرمایا۔

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۰۷۶، مستدرک علی الصحیحین حدیث نمبر ۷۳۹۳)

امام حاکم نے اسے علی شرط الشیخین قرار دیا اور امام ذھبی نے آپ کی موافقت کی۔

تاہم محرم الحرام میں اہل تشیع سوگ منانے کے لیے کالے کپڑے اہتمام سے پہنتے ہیں، لہذا محرم الحرام کے دنوں میں ایسا کالا لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے جس کو دیکھنے سے گمان ہو کہ یہ لباس بطورِ سوگ پہنا گیا ہے، تاکہ اہل تشیع سے مشابہت لازم نہ آئے۔ حدیث پاک میں ہے:

من تشبہ بقوم فھو منھم

یعنی جو کسی قوم کا شعار اپنائے وہ انہیں میں سے ہے۔

کتب اہل تشیع میں مذکور ہے کہ مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

''سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے اس لیے مت پہنا کرو''۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ ص ۱۶۳ سطر نمبر ۱)

اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ:

بے شک سیاہ لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔ (فروع کافی جلد نمبر ۶ ص ۴۴۹)

جو روایات سائل نے اہل تشیع کی کتب کے حوالے سے بیان کیں ان روایات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرنے والے راوی اہل تشیع ہیں اور اہل تشیع تقیہ بازی (یعنی حق بات کو چھپا کر غلط بات کرنے) کو ایمان کا حصہ جانتے ہیں، لہذا اہل تشیع کی بیان کردہ روایات کا کوئی اعتبار نہیں۔

البتہ اہل تشیع کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ دعوی تو محبتِ اہل بیت کا کرتے ہیں مگر ان کی طرف اپنے ہی راویوں کی بیان کردہ روایات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

چاہتا ہوں مگر یہ نہ کہے کہ تجھ سے، ورنہ صراحت ہو جائیگی یا کہے میں ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ یہ وصف ہوں اور وہ اوصاف بیان کرے جو اس عورت میں ہیں یا مجھے تجھ جیسی کہاں ملیگی۔ (10)

مسئلہ ۱۲: جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہے یا کسی وجہ سے فرقت ہوئی اگرچہ شوہر کے بیٹے کا بوسہ

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۴

والدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۲۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: بنایہ کی پہلی عبارت لاینبغی ان تخطب المعتدۃ ش لان الخطبۃ للتزوج ونکاح المعتدۃ لایجوز ۳ ـــ (عدت والی عورت کو منگنی کا پیغام دینا مناسب نہیں، شرح میں ہے۔ کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جبکہ عدت والی کو نکاح جائز نہیں۔ ت) تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو لاینبغی کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری، یہاں کاتب نے لان چھوڑ دیا ہے متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا، شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام، دوسرا خطبہ بالکنایہ، اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبۃ ۴ ـــ (عدت والی کو کنایہ کے طور پر منگنی کے پیغام میں کوئی ممانعت نہیں۔ ت) (۳ ـــ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۴۳) (۴ ـــ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۴۳)

یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں۔ کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے حاش للہ!

دوسری عبارت: ای لایجوز ان یقول صریحا اریدان انکحک او اخطبک لان الخطبۃ للتزوج کما ذکرناہ ۵ ـــ یعنی صراحۃً یہ کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یا میں تجھے پیام نکاح دیتا ہوں، ناجائز ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا (ت) (۵ ـــ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۴۳)

جس میں کاتب نے ای کا ان اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں ان صاحبوں کو غالباً یہ دھوکا لگا کہ اخطب کہ منصوب پڑھا اور انکح پر معطوف اور اریں کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اس کا عطف ارید پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز ہے کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو اخطبک کے معنی بعینہٖ وہی ہوئے کہ ارید ان انکحک آیہ کریمہ کی مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے، یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات مکرمات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات میں حل مطلق ہے سخت جہل ہے کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حل مطلق کا اثبات، یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۳۰۷۔۳۰۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لینے سے اوراس کی عدت میں ہو یا خلع کی عدت میں ہو اگر چہ نفقہ عدت پر خلع ہوا ہو یا اس پر خلع ہوا کہ عدت میں شوہر کے مکان میں نہ رہے گی تو ان عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں نہ دن میں نہ رات میں جبکہ آزاد ہوں یا لونڈی ہو جو شوہر کے پاس رہتی ہے اور عاقلہ، بالغہ، مسلمہ ہو اگر چہ شوہر نے اُسے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہو۔ اور نابالغہ لڑکی طلاقِ رجعی کی عدت میں شوہر کی اجازت سے باہر جاسکتی ہے اور بغیر اجازت نہیں اور نا بالغہ بائن طلاق کی عدت میں اجازت و بے اجازت دونوں صورت میں جاسکتی ہے ہاں اگر قریب البلوغ (بالغ ہونے کے قریب) ہے تو بغیر اجازت نہیں جاسکتی اور عورت پگلی یا بوہری یا کتابیہ ہے تو جاسکتی ہے مگر شوہر کو منع کرنے کا حق ہے۔ مرد وعورت مجوسی (آگ کی پوجا کرنے والے) تھے شوہر مسلمان ہوگیا اور عورت نے اسلام لانے سے انکار کیا اور فرقت ہوگئی اور مدخولہ تھی لہٰذا عدت بھی واجب ہوئی تو عدت کے اندر اُس کا شوہر نکلنے سے منع کرسکتا ہے۔ مولیٰ نے ام ولد کو آزاد کیا تو اس عدت میں باہر جاسکتی ہے اور نکاحِ فاسد کی عدت میں نکلنے کی اجازت ہے مگر شوہر منع کرسکتا ہے۔(11)

مسئلہ ۱۳: چند مکان کا ایک صحن ہو اور وہ سب مکان شوہر کے ہوں تو صحن میں آسکتی ہے اور وں کے ہوں تو نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۴: اگر کرایہ کے مکان میں رہتی تھی جب بھی مکان بدلنے کی اجازت نہیں شوہر کے ذمہ زمانہ عدت کا کرایہ ہے اور اگر شوہر غائب ہے اور عورت خود کرایہ دے سکتی ہے جب بھی اُسی میں رہے۔(13)

مسئلہ ۱۵: موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائیگی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بقدر کفایت اس کے پاس خرچ موجود ہے تو اسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے اور اگر خرچ موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر کرے تو اس کے لیے بھی جاسکتی ہے مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہوگا۔(14) یوہیں کوئی سودا لانے والا نہ ہو تو اس کے لیے بھی جاسکتی ہے۔

---

(11) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص ۵۳۴

والدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص ۲۲۷

(12) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص ۲۲۷

(13) ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، مطلب: الحق ان علی المفتی ۔۔۔ إلخ، ج۵، ص ۲۲۸

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، مطلب: الحق ان علی المفتی ۔۔۔ إلخ، ج۵، ص ۲۲۸

←

مسئلہ ۱۶: موت یا فرقت (علیحدگی) کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت (رہائش) تھی اُسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کرسکتی مگر بضرورت اور ضرورت کی صورتیں ہم آگے لکھیں گے آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

مسئلہ ۱۷: عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لیے کہیں اور گئی تھی اُس وقت شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو فوراً بلا توقف وہاں سے واپس آئے۔(15)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اس کے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہوجائے گا رات یہیں آکر بسر کرے گی اگر بات یوں ہے تو صورت مذکورہ میں اسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔

درمختار میں ہے:

معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ ولایحل لھا الخروج فتح، وجوز فی القنیۃ خروجھا لاصلاح لابدلھا منہ کزراعۃ ولاوکیل لھا ا۔(اے درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰)

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے حتی کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح۔ اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔

ردالمحتار میں ہے: قال فی النھر ولابدان یقید ذلک بان تبیت زوجھا ۲ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲ ۔ ردالمحتار باب الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰)

نہر میں کہا ہے یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر میں واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج ۱، ص ۵۳۵

←

مسئلہ ۱۸: جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اُس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا، یا کرایہ کا مکان ہے اور عدت عدتِ وفات ہے مالک

اعلیٰ حضرت ،امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اس کے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لئے چند ماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ (جیسا کہ سائل نے خود اپنی زبان سے مجھے بیان کیا ہے۔ت) اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہوئی تھی کما بین ایضا (جیسا کہ اس نے یہ بھی کہا ہے۔ت) بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اس سے پردہ کرے، اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرایہ کا ہوتو اختتامِ عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے، اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اس کے لئے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اس سے باہر نہ آئے، فی الخانیۃ المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا اوبائنا اوثلثا ا؎ الخ،

خانیہ میں ہے کہ طلاق کی عدت والی نفقہ اور سکنیٰ کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی یا بائنہ یا تین طلاقوں والی ہو الخ

(ا؎ فتاوی قاضی خاں فصل فی نفقۃ العدۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۰۰)

وفی الدر المختار طلقت او مات وھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ (ھوما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ الخ شامی) ولا یخرجان منہ الاان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (وحکم ماانتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منہ شامی ا؎ اھ) ملخصاً. واللہ تعالی اعلم.

(ا؎ ردالمحتار فصل فی الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۲۱) (درمختار فصل فی الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰)

اور درمختار میں ہے عورت جب گھر سے باہر کسی کو ملنے گئی ہو اور اس دوران اس کو طلاق ہوجائے یا خاوند فوت ہوجائے تو فوراً گھر واپس آجائے کہ یہ اس پر واجب ہے، اور دونوں یعنی طلاق اور موت کی وجہ سے عدت والی عورتیں اس گھر میں عدت بسر کریں جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے (یہ وہ گھر ہے جو فرقت سے قبل ان کی رہائش کے لئے منسوب ہے الخ شامی) اور وہ اس گھر سے منتقل نہ ہوں الّا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے (اس میں خاوند کا ظلماً نکالنا بھی شامل ہے الخ شامی) موت کی عدت والی کو اگر مجبوراً نکلنا پڑے تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے اور طلاق کی عدت والی خاوند جس مکان میں چاہے وہاں منتقل ہوجائے (اور جب دوسرے مکان میں منتقل ہوتو پھر وہی اصل مسکن کے حکم میں ہوگا لہٰذا عورت وہاں سے نہ نکلے الخ شامی) ملخصا، واللہ تعالیٰ اعلم۔(ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۱۰۔۳۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

[illegible] یا مکان کا کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصہ میں جتنا پہنچا وہ قابلِ سکونت نہیں اور ورثاء اپنے حصہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں یا مکان ڈھ رہا ہو یا گر رہا ہو یا ڈھنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو، مال تلف (ضائع) ہو جانے کا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔ اور اگر کرایہ کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثہ کو کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اُسی میں رہنا لازم ہے۔ اور اگر حصہ اتنا ملا کہ اس کے رہنے کے لیے کافی ہے تو اُسی میں رہے اور دیگر ورثہ شوہر جن سے پردہ فرض ہے اُن سے پردہ کرے اور اگر اُس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا مگر اُس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہتے خوف کرتی ہے تو اگر خوف زیادہ ہو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں اور طلاق بائن کی عدت ہے اور شوہر فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اُس کی نیت بد ہو تو روک سکے ایسی حالت میں مکان بدل دے۔ (16)

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱، ص ۵۳۵

والدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵، ص ۲۲۹، وغیرھما

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: تاختم عدت عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہان پور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پینے کو نہیں اور ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد ونوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کرسکتی تو وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکِ مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں درمختار میں ہے:

معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحللھا الخروج فتح ا ھ اقول فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی بالضرورۃ فبحیث لاضرورۃ فلا اباحۃ وھذا واضح جدا۔

(ا ۔ درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰)

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے، فتح اھ اقول (میں کہتا ہوں) یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ ←

مسئلہ ۱۹: وفات کی عدت میں اگر مکان بدلنا پڑے تو اُس مکان سے جہاں تک قریب کا میسر آسکے اُسے لے اور عدت طلاق کی ہو تو جس مکان میں شوہر اُسے رکھنا چاہے اور اگر شوہر غائب ہے تو عورت کو اختیار ہے۔(17)

مسئلہ ۲۰: جب مکان بدلا تو دوسرے مکان کا وہی حکم ہے جو پہلے کا تھا یعنی اب اس مکان سے باہر جانے کی اجازت نہیں مگر عدتِ وفات میں بوقتِ حاجت بقدرِ حاجت جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔(18)

مسئلہ ۲۱: طلاقِ بائن کی عدت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر و عورت میں پردہ ہو یعنی کسی چیز سے آڑ کر دی جائے کہ ایک طرف شوہر رہے اور دوسری طرف عورت۔ عورت کا اُسکے سامنے اپنا بدن چھپانا کافی نہیں اس واسطے کہ عورت اب اجنبیہ ہے اور اجنبیہ سے خلوت جائز نہیں بلکہ یہاں فتنہ کا زیادہ اندیشہ ہے اور اگر مکان میں تنگی ہو اتنا نہیں کہ دونوں الگ الگ رہ سکیں تو شوہر اُتنے دنوں تک مکان چھوڑ دے، یہ نہ کرے کہ عورت کو دوسرے مکان میں بھیج دے اور خود اس میں رہے کہ عورت کو مکان بدلنے کی بغیر ضرورت اجازت نہیں اور اگر شوہر فاسق ہو تو اُسے حکماً اُس مکان سے علیحدہ کر دیا جائے اور اگر نہ نکلے تو اُس مکان میں کوئی ثقہ (معتبر، قابل اعتماد) عورت رکھ دی جائے جو فتنہ کے روکنے پر قادر ہو اور اگر رجعی کی عدت ہو تو پردہ کی کچھ حاجت نہیں اگرچہ شوہر فاسق ہو کہ یہ نکاح سے باہر نہ ہوئی۔(19)

مسئلہ ۲۲: تین طلاق کی عدت کا بھی وہی حکم ہے جو طلاق بائن کی عدت کا ہے۔ زن و شو اگر بڑھیا بوڑھے ہوں اور فرقت واقع ہوئی اور اُن کی اولادیں ہوں جنکی مفارقت گوارا نہ ہو تو دونوں ایک مکان میں رہ سکتے ہیں جبکہ زن و شو کی

اسی میں ہے:

وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا تخرجان منه الاان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لاتجد کراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیه وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج ۲؎۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲؎ درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰)

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں الایہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۲۷۔۳۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص ۵۳۵

(18) المرجع السابق

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، مطلب: الحق ان علی المفتی ... الخ، ج۵، ص ۲۳۰

طرح نہ رہتے ہوں۔(20)

مسئلہ ۲۳: سفر میں شوہر نے طلاق بائن دی یا اُس کا انتقال ہوا اب وہ جگہ شہر ہے یا نہیں اور وہاں سے جہاں جانا ہے مدتِ سفر ہے یا نہیں اور بہر صورت مکان مدتِ سفر ہے یا نہیں اگر کسی طرف مسافت سفر نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے وہاں جائے یا گھر واپس آئے اُسکے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو مگر بہتر یہ ہے کہ گھر واپس آئے اور اگر ایک طرف مسافتِ سفر ہے اور دوسری طرف نہیں تو جدھر مسافتِ سفر نہ ہو اُس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مسافتِ سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے جائے یا واپس آئے ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے اور اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے محرم یا بغیر محرم نہ اِدھر آسکتی ہے نہ اُدھر جاسکتی اور اگر اس وقت جنگل میں ہے مگر راستہ میں گاؤں یا شہر ملے گا اور وہاں ٹھہر سکتی ہے کہ مال یا آبرو کا اندیشہ نہیں اور ضرورت کی چیزیں وہاں ملتی ہوں تو وہیں عدت پوری کرے پھر محرم کے ساتھ وہاں سے سفر کرے۔(21)

مسئلہ ۲۴: عورت کو عدت میں شوہر سفر میں نہیں لیجاسکتا، اگرچہ وہ رجعی کی عدت ہو۔(22)

مسئلہ ۲۵: رجعی کی عدت کے وہی احکام ہیں جو بائن کے ہیں مگر اس کے لیے سوگ نہیں اور سفر میں رجعی طلاق دی تو شوہر ہی کے ساتھ رہے اور کسی طرف مسافت سفر (یعنی ساڑھے ستاون میل (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) کی راہ) ہے تو اُدھر نہیں جاسکتی۔(23)

❁❁❁❁❁

---

(20) الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۳۱

(21) الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۳۲

والفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، ج۱، ص۵۳۵

(22) الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۳۳

(23) الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج۵، ص۲۳۳

ثبوت نسب کا بیان

حدیث میں فرمایا: بچہ اُس کے لیے ہے، جس کا فراش ہے (یعنی عورت جس کی منکوحہ یا کنیز ہو) اور زانی کے لیے پتھر ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) صحیح البخاري، کتاب الحدود، باب للعاھر الحجر، الحدیث: ۶۸۱۸، ج۴، ص۳۴۰

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو ۲ سال لہٰذا جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اُس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو ۲ برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقتِ اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یوہیں طلاقِ بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقتِ طلاق سے دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اُس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو ۲ برس کے اندر پیدا ہوا دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا۔ (2)

مسئلہ ۳: وقت نکاح سے چھ ۶ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو ۲ عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یوہیں اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا حمل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لیے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔ (3) اور اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ (4)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، ج۵، ص۲۳۴، وغیرہ

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، ج۵، ص۲۳۷

(3) الجوهرة النيرة، کتاب العدة، الجزء الثاني، ص۱۰۷

(4) الفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، ج۱، ص۵۳۶

مسئلہ ۴: نکاح میں جہاں نسب ثابت ہونا کہا جاتا ہے وہاں کچھ یہ ضرور نہیں کہ شوہر دعوے کرے تو نسب ہوگا بلکہ سکوت سے بھی نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کرے تو نفی نہ ہوگی جب تک لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی ثابت ہوگا۔(5)

مسئلہ ۵: نابالغہ کو اُس کے شوہر نے بعدِ دخول طلاقِ رجعی دی اور اُس نے حاملہ ہونا ظاہر کیا تو اگر ستائیس مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہے اور طلاق بائن میں دو برس کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر اُس نے عدت پوری ہونیکا اقرار کیا ہے تو وقتِ اقرار سے چھ مہینے کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ حاملہ ہونا ظاہر کیا نہ عدت پوری ہونے کا اقرار کیا بلکہ سکوت کیا تو سکوت کا وہی حکم ہے جو عدت پوری ہونے کے اقرار کا ہے۔(6)

مسئلہ ۶: شوہر کے مرنے کے وقت سے دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ یہی حکم صغیرہ کا ہے جبکہ حمل کا اقرار کرتی ہو اور اگر عورت صغیرہ ہے جس نے نہ حمل کا اقرار کیا، نہ عدت پوری ہونے کا اور دس مہینے دس دن سے کم میں ہوا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور بوقت اقرار یعنی چار مہینے دس دن کے بعد اگر چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا تو ثابت ہے، ورنہ نہیں۔(7)

مسئلہ ۷: عورت نے عدتِ وفات میں پہلے یہ کہا مجھے حمل نہیں پھر دوسرے دن کہا حمل ہے تو اُس کا قول مان لیا جائیگا اور اگر چار مہینے دس دن پورے ہونے پر کہا کہ حمل نہیں ہے پھر حمل ظاہر کیا تو اُس کا قول نہیں مانا جائیگا مگر جبکہ شوہر کی موت سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو اُس کا وہ اقرار کہ عدت پوری ہوگئی باطل سمجھا جائیگا۔(8)

مسئلہ ۸: طلاق یا موت کے بعد دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوا اور شوہر یا اُس کے ورثہ بچہ پیدا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور عورت دعویٰ کرتی ہے تو اگر حمل ظاہر تھا یا شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو ولادت ثابت ہے اگرچہ جنائی (دائی) بھی شہادت نہ دے اور وہ ثابت النسب ہے اور اگر نہ حمل ظاہر تھا نہ شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو اُس وقت ثابت ہوگا کہ دو مرد یا ایک مرد، دو عورت گواہی دیں۔ اور مرد کس طرح گواہی دیں گے اس کی صورت یہ ہے کہ عورت تنہا مکان میں گئی اور اُس مکان میں کوئی ایسا بچہ نہ تھا اور بچہ لیے ہوئے باہر آئی یا مرد کی نگاہ اچانک پڑ گئی دیکھا کہ اُس کے بچہ پیدا ہو رہا ہے اور قصداً نگاہ کی تو فاسق ہے اور اُس کی گواہی مردود۔(9)

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، ج۱، ص۵۳۶

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، ج۱، ص۵۳۷

(7) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، ج۵، ص۲۴۰

(8) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، فصل فی النسب، ج۲، ص۲۷۴

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، مطلب: فی ثبوت النسب من الصغیرۃ، ج۵، ص۲۴۲

مسئلہ ۹: شوہر بچہ پیدا ہونے کا اقرار کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ یہ بچہ نہیں ہے تو اُس کے ثبوت کے لیے جنائی کی شہادت کافی ہے۔(10)

مسئلہ ۱۰: عدتِ وفات میں بچہ پیدا ہوا اور بعض ورثہ نے تصدیق کی تو اس کے حق میں نسب ثابت ہوگیا پھر اگر یہ عادل ہے اور اسکے ساتھ کسی اور وارث قابلِ شہادت نے بھی تصدیق کی یا کسی اجنبی نے شہادت دی تو ورثہ اور غیر سب کے حق میں نسب ثابت ہوگیا یعنی مثلاً اگر اس لڑکے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے فلاں شخص پر اتنے روپے دَین ہیں تو دعویٰ سُننے کے لیے اسکی حاجت نہیں کہ وہ اپنا نسب ثابت کرے اور اگر تنہا ایک وارث تصدیق کرتا ہے یا چند ہوں مگر وہ عادل نہ ہوں تو فقط ان کے حق میں ثابت ہے اوروں کے حق میں ثابت نہیں یعنی مثلاً اگر دیگر ورثہ اس صورت میں انکار کرتے ہوں تو اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے حصوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور وارث اگر تصدیق کریں تو ان کے لیے اقرار کرنے میں لفظِ شہادت اور مجلسِ قاضی وغیرہ کچھ شرط نہیں مگر اوروں کے حق میں ان کا اقرار اُس وقت مانا جائیگا جب عادل ہوں ہاں اگر اس وارث کے ساتھ کوئی غیر وارث ہے تو اُس کا فقط یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ یہ فلاں کا لڑکا ہے بلکہ لفظِ شہادت اور مجلسِ حکم وغیرہ وہ سب امور جو شہادت میں شرط ہیں، اس کے لیے شرط ہیں۔(11)

مسئلہ ۱۱: بچہ پیدا ہوا عورت کہتی ہے کہ نکاح کو چھ مہینے یا زائد کا عرصہ گزرا اور مرد کہتا ہے کہ چھ مہینے نہیں ہوئے تو عورت کو قسم کھلائیں، قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور شوہر یا اس کے ورثہ گواہ پیش کرنا چاہیں تو گواہ نہ سنے جائیں۔(12)

مسئلہ ۱۲: کسی لڑکے کی نسبت کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اُس شخص کا انتقال ہوگیا اور اُس لڑکے کی ماں جس کا حرہ و مسلمہ ہونا معلوم ہے یہ کہتی ہے کہ میں اُس کی عورت ہوں اور یہ اُسکا بیٹا تو دونوں وارث ہونگے اور اگر عورت کا آزاد ہونا مشہور نہ ہو یا پہلے وہ باندی تھی اور اب آزاد ہے اور یہ نہیں معلوم کہ علوق کے وقت آزاد تھی یا نہیں اور ورثہ کہتے ہیں تو اُس کی ام ولد تھی تو وارث نہ ہوگی۔ یوہیں اگر ورثہ کہتے ہیں کہ تو اُس کے مرنے کے وقت نصرانیہ تھی اور اُس وقت اُس عورت کا مسلمان ہونا مشہور نہیں ہے، جب بھی وارث نہ ہوگی۔(13)

مسئلہ ۱۳: عورت کا بچہ خود عورت کے قبضہ میں ہے شوہر کے قبضہ میں نہیں اُس کی نسبت عورت یہ کہتی ہے کہ یہ لڑکا

---

(10) الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، ج۵، ص ۲۴۳

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، مطلب: في ثبوت النسب من الصغيرة، ج۵، ص ۲۴۴

(12) المرجع السابق، ص ۲۴۵

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، ج۱، ص ۵۳۹، وغیرہ

میرے پہلے شوہر سے ہے اس کے پیدا ہونے کے بعد میں نے تجھ سے نکاح کیا اور شوہر کہتا ہے کہ میرا ہے میرے نکاح میں پیدا ہوا تو شوہر کا قول معتبر ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: کسی عورت سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: نسب کا ثبوت اشارہ سے بھی ہوسکتا ہے اگرچہ بولنے پر قادر ہو۔(16)

مسئلہ ۱۶: کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کر دیا اور لڑکا اتنا چھوٹا ہے کہ نہ جماع کر سکتا ہے نہ اُس سے حمل ہوسکتا ہے اور عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور اگر لڑکا مراہق (بالغ ہونے کے قریب) ہے اور اُس کی عورت سے بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے۔(17)

مسئلہ ۱۷: اپنی کنیز سے وطی کرتا ہے اور بچہ پیدا ہوا تو اُس کا نسب اُس وقت ثابت ہوگا کہ یہ اقرار کرے کہ میرا بچہ ہے اور وہ لونڈی ام ولد ہوگئی اب اس کے بعد جو بچے پیدا ہونگے اُن میں اقرار کی حاجت نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ نفی کرنے سے منتفی ہوجائے گا مگر نفی سے اُس وقت منتفی ہوگا کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو نہ قاضی نے اُس کے نسب کا حکم دیدیا ہو اور ان میں کوئی بات پائی گئی تو نفی نہیں ہوسکتی۔ اور مدبرہ کے بچہ کا نسب بھی اقرار سے ثابت ہوگا۔ منکوحہ کے بچہ کا نسب ثابت ہونے کے لیے اقرار کی حاجت نہیں بلکہ انکار کی صورت میں لعان کرنا ہوگا اور جہاں لعان نہیں وہاں انکار سے بھی کام نہ چلے گا۔(18)

❀❀❀❀❀

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، ج۱، ص۵۴۰

(15) المرجع السابق

(16) المرجع السابق

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، ج۱، ص۵۴۰

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، ج۱، ص۵۳۶
و ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، فصل في ثبوت النسب، مطلب: الفراش علی اربع مراتب، ج۵، ص۲۵۱

بچّہ کی پرورش کا بیان

حدیث ۱: امام احمد و ابوداود عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ ایک عورت نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا یہ لڑکا ہے میرا پیٹ اس کے لیے ظرف تھا اور میرے پستان اس کے لیے مشک اور میری گود اس کی محافظ تھی اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی اور اب اسکو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تو زیادہ حقدار ہے، جب تک تو نکاح نہ کرے۔(1)

(1) سنن أبي داود، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، الحدیث:۲۲۷۶، ج۲، ص۴۱۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کہ میں نے اسے نو مہینہ اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اسے اپنے پستان چوسائے دودھ پلایا۔

۲۔ حواء ح کے کسرہ سے بمعنی خیمہ جو جنگل میں عارضی قیام کے لیے لگایا جائے، چونکہ ماں کی گود بچہ کا عارضی مقام ہے اس لیے اسے خیمہ سے تشبیہ دی، یہ بی بی بڑی فصیحہ تھیں۔

۳۔ یہ بچہ بہت چھوٹا تھا جس میں عقل و ہوش و تمیز نہ تھی اس لیے اسے اختیار نہ دیا گیا بلکہ ماں کو مرحمت ہوا، اگلی آنے والی حدیث میں بچہ سمجھ دار تھا اس لیے اسے اختیار دیا گیا لہذا احادیث میں تعارض نہیں، حالات کے اختلاف سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ چھوٹے بچے کی پرورش کی مستحق ماں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر ماں بچے کے اجنبی شخص سے نکاح کرے تو اس کا یہ استحقاق جاتا رہے گا، پھر بچہ باپ کو ملے گا ہاں اگر اس نے بچہ کے چچا وغیرہ ذی رحم سے نکاح کیا تو اس کا حق پرورش باقی رہے گا۔ (دیکھو کتب فقہ)

۴۔ یہ حدیث حاکم نے بھی نقل فرمائی اور اسے صحیح کہا۔ خیال رہے کہ یہ عمرو، عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں، اگر جد سے مراد محمد ہوں تو حدیث مرسل ہوتی ہے اور اگر جد سے مراد عبداللہ ابن عمرو ہوں تو حدیث متصل، کیونکہ محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی، اسی لیے جہاں فقط جدہ ہوتا ہے وہاں ارسال و اتصال دونوں کا احتمال ہوتا ہے، یہاں چونکہ عبداللہ کی تصریح ہے لہذا حدیث متصل ہے، یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ چھوٹے بچے کی پرورش ماں کا حق ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک اور عبدالرزاق و بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی ایک انصاری بیوی کو طلاق دی جس کے بطن سے ایک بچہ عاصم تھا حضرت عمر نے اسے لینا چاہا نانی نے انکار کیا مقدمہ بارگاہ صدیقی میں پیش ہوا تو آپ نے نانی کے حق میں فیصلہ فرمایا، بچہ سمجھ دار تھا اسے کھیلتے ہوئے حضرت عمر نے اٹھالیا، یہ حدیث بہت طریقوں سے منقول ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۹۳)

حدیث ۲: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ صلح حدیبیہ کے بعد دوسرے سال میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عُمرہ قضا سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی پیچھے ہولیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں لے لیا اور ہاتھ پکڑ لیا پھر حضرت علی و زید بن حارثہ وجعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہر ایک نے اپنے پاس رکھنا چاہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں نے ہی اسے لیا اور میرے چچا کی لڑکی ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بی بی ہے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میرے (رضاعی) بھائی کی لڑکی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لڑکی خالہ کو دلوائی اور فرمایا: کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور حضرت علی سے فرمایا: کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے اور حضرت جعفر سے فرمایا: کہ تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو اور حضرت زید سے فرمایا: کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہو۔ (2)

---

(2) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء، الحدیث: ۴۲۵۱، ج۳، ص ۹۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ ؎ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک کنوئیں کا نام ہے، اس کنویں کی وجہ سے اس جنگل کا نام بھی حدیبیہ ہوگیا ہے یہ حدہ منزل کے قریب ہے جسے اب بیر شمیس کہتے ہیں یہ جگہ حرم شریف کی انتہاء پر واقع ہے، حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے کچھ حصہ حرم سے خارج، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے جب یہاں پہنچے تو کفار نے روک دیا آخر کار ان باتوں پر مسلمانوں اور کفار میں صلح ہوئی جس کا ذکر یہاں ہے، اس کا واقعہ ان شاء اللہ کتاب اظہار میں آئے گا۔

۶ ؎ اس بچی کا نام عمارہ تھا اسی کی وجہ سے جناب حمزہ کی کنیت ابو عمارہ تھی اگر چہ حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اس رشتہ سے یہ بچی حضور کی چچازاد بہن تھی مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ زید ابن حارثہ تینوں نے بی بی ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسی لیے جناب حمزہ کے رضاعی بھائی تھے، نیز اہل عرب بزرگوں کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں ان وجوہ سے اس بچی نے حضور کو چچا جان چچا جان کہہ کر پکارا، مطلب یہ تھا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ چلوں گی۔

۷ ؎ اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے یہ مدینہ لے آنا اس شرط کے خلاف نہ تھا کہ جو گزشتہ سال صلح کے وقت لکھی گئی تھی کیونکہ حضور نے اس بچی کو بحق اسلام نہ لیا بلکہ بحق قرابت، نیز وہ شرط مردوں کے لیے تھی کہ جو مرد مسلمان ہو کر مدینہ آجائے اسے واپس کیا جائے، یہ بچی تھی اسی لیے اہل مکہ نے نہ تو اس بچی کے لیے جانے پر اعتراض کیا اور نہ اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

۸ ؎ یہ بچی باپ کے سایہ سے محروم ہو چکی تھی کہ جناب حمزہ آج سے پانچ سال پہلے غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے اس کی والدہ یا فوت ہو چکی تھیں یا مکہ معظمہ رہ گئی تھیں اس لیے اب اس کی پرورش کا سوال پیدا ہوا چنانچہ یہ مناظرہ پیش آیا کہ ان بزرگوں میں سے ہر صاحب چاہتے تھے کہ اس بچی کی پرورش کی سعادت ہم کو میسر ہو جیسے حضرت مریم کی پرورش پر بنی اسرائیل میں جھگڑا ہوا تھا۔ ←

....

❁❁❁❁❁

۹؎ جناب علی نے اپنے استحقاق کے دو دلائل پیش فرمائے: ایک یہ کہ یہ بچی گویا لقیطہ ہے اٹھائی ہوئی ہے اور لقیطہ کی پرورش پانے اٹھانے والا کرتا ہے، دوسرے جناب حمزہ میرے چچا ہیں یہ میری چچازاد بہن ہے۔

۱۰؎ حضرت جعفر جو جناب علی کے بڑے بھائی ہیں آپ سے دس سال عمر میں زیادہ ہیں انہوں نے اپنے استحقاق کی دو وجہیں بیان فرمائیں: ایک یہ کہ میرے چچا کی بیٹی ہے کہ حمزہ ابن عبدالمطلب میرے چچا ہیں یعنی میرے والد ابو طالب کے بھائی۔ دوسرے یہ کہ اس بچی کی خالہ اسماء بنت عمیس میری بیوی ہے اور خالہ کو اپنی بھانجی کی پرورش کا حق ہوتا ہے میں بھی حق دار ہوں میری بیوی بھی۔ (اشعہ)

۱۱؎ حضرت زید ابن حارثہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر آزاد کردہ تھے یہ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حمزہ کو عقد مواخاۃ کے موقعہ پر حضرت زید کا بھائی بنایا تھا اس ڈبل بھائی ہونے کی وجہ سے یہ مدعی استحقاق پرورش تھے (مرقات واشعہ)

۱۲؎ یعنی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو حق پرورش دیا کیونکہ بچی کی خالہ ان کی زوجہ تھیں وہ انہیں پالیں گی، اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ ماں، نانی کے بعد خالہ کو بچی کی پرورش کا حق ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے، پھر سب کی تسلی فرماتے ہوئے فرمایا۔

۱۳؎ یعنی تم میں مجھ میں انتہائی اتحاد و یگانگت ہے، تم اس بچی کے نہ ملنے پر ملول ہو تم کو میرا قرب حقیقی تو حاصل ہے میں نے تمہارے گھر میں پرورش پائی تم نے میرے گھر اور میری گود میں تربیت پائی میں خاتم الانبیاء تم خاتم الخلفاء میں مصدر نبوت تم منبع ولایت گویا ہم تم ایک ہی ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کلمات حضرت علی کی انتہائی عظمت بتارہے ہیں۔

۱۴؎ یعنی اے جعفر تم کو اس بچی کے ملنے پر خوشی ہوئی، بڑی خوشی یہ ہے اللہ تعالٰی نے تمہیں بڑی نعمت بخشی ہے کہ تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو میری ہم شکل و مناسبت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

۱۵؎ یعنی تم بھی اس بچی کے نہ ملنے پر رنجیدہ نہ ہو، تم ہمارے اسلامی بھائی ہو ہمارے پیارے ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو اپنا بھائی فرمادیں یہ ان کا کرم ہے مگر کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ اپنے کو حضور کا بھائی کہے یا بھائی کہہ کر پکارے۔ اس حدیث کی بنا پر امام مالک نے فرمایا کہ بچہ کی خالہ اس کی نانی سے زیادہ پرورش کی حق دار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو ماں قرار دیا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا خالہ ماں ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے، خالہ کو ماں سے تشبیہ دینا حق پرورش کے لیے ہے نانی پر ترجیح اس سے ثابت نہیں ہوتی، نانی تو احکام شرعیہ میں بھی ماں کی طرح ہے اسی لیے وہ ماں کی سی میراث یعنی چھٹا حصہ پاتی ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۹۲)

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لیے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو ہاں اگر وہ مرتدہ ہوگئی تو پرورش نہیں کرسکتی یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت میں فرق آئے مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اُس کی پرورش میں نہ دیا جائے بلکہ بعض فقہانے فرمایا اگر وہ نماز کی پابند نہیں تو اُسکی پرورش میں بھی نہ دیا جائے مگر اصح یہ ہے کہ اُس کی پرورش میں اُس وقت تک رہے گا کہ ناسمجھ ہو جب کچھ سمجھنے لگے تو علیحدہ کرلیں کہ بچہ ماں کو دیکھ کر وہی عادت اختیار کریگا جو اُس کی ہے۔ یوہیں ماں کی پرورش میں اُسوقت بھی نہ دیا جائے جبکہ بکثرت بچہ کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر چلی جاتی ہو اگرچہ اُسکا جانا کسی گناہ کے لیے نہ ہو مثلاً وہ عورت مُردے نہلاتی ہے یا جنائی ہے یا اور کوئی ایسا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے اُسے اکثر گھر سے باہر جانا پڑتا ہے یا وہ عورت کنیز یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جس سے قبل عقد کتابت بچہ پیدا ہوا جبکہ وہ بچہ آزاد ہو اور اگر آزاد نہ ہو تو حقِ پرورش مولیٰ کے لیے ہے کہ اُس کی ملک ہے مگر اپنی ماں سے جُدا نہ کیا جائے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر بچہ کی ماں نے بچہ کے غیر محرم سے نکاح کر لیا تو اسے پرورش کا حق نہ رہا اور اس کے محرم سے نکاح کیا تو حقِ پرورش باطل نہ ہوا۔ غیر محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ نسب کی جہت سے بچہ کے لیے محرم نہ ہو اگرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو جیسے اس کی ماں نے اس کے رضائی چچا سے شادی کرلی تو اب ماں کی پرورش میں نہ رہے گا کہ اگرچہ رضاع کے لحاظ سے بچہ کا چچا ہے مگر نسباً اجنبی ہے اور نسبی چچا سے نکاح کیا تو باطل نہیں۔(2)

مسئلہ ۳: ماں اگر مفت پرورش کرنا نہیں چاہتی اور باپ اجرت دے سکتا ہے تو اُجرت دے اور تنگ دست ہے تو ماں کے بعد جن کو حقِ پرورش ہے اگر اُن میں کوئی مفت پرورش کرے تو اُس کی پرورش میں دیا جائے بشرطیکہ بچہ کے غیر محرم سے اُس نے نکاح نہ کیا ہو اور ماں سے کہہ دیا جائے کہ یا مفت پرورش کر یا بچہ فلاں کو دیدے مگر ماں اگر بچہ کو دیکھنا چاہے یا اُس کی دیکھ بھال کرنا چاہے تو منع نہیں کرسکتے اور اگر کوئی دوسری عورت ایسی نہ ہو جس کو حق پرورش ہے مگر کوئی اجنبی شخص یا رشتہ دار مرد مفت پرورش کرنا چاہتا ہے تو ماں ہی کو دیں گے اگرچہ اُس نے اجنبی سے نکاح کیا ہو اگرچہ

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانۃ، ج۱،ص۵۴۱

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵،ص۲۵۹۔۲۶۱، وغیرہا

(2) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵،ص۲۶۱، وغیرہ

اُجرت مانگتی ہو۔(3)

مسئلہ ۴: جس کے لیے حقِ پرورش ہے اگر وہ انکار کرے اور کوئی دوسری نہ ہو جو پرورش کرے تو پرورش کرنے پر مجبور کی جائے گی۔ یوہیں اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ لیتا ہو یا مفت کوئی دودھ نہیں پلاتی اور بچہ یا اُس کے باپ کے پاس مال نہیں تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی۔(4)

مسئلہ ۵: ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی ورنہ اسکا بھی حق لے سکتی ہے اور دودھ پلانے کی اُجرت اور بچہ کا نفقہ بھی اور اگر اُس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو یہ بھی اور بچہ کو خادم کی ضرورت ہو تو یہ بھی اور یہ سب اخراجات اگر بچہ کا مال ہو تو اُس سے دیے جائیں ورنہ جس پر بچہ کا نفقہ ہے اُسی کے ذمہ یہ سب بھی ہیں۔(5)

مسئلہ ۶: ماں نے اگر پرورش سے انکار کر دیا پھر یہ چاہتی ہے کہ پرورش کرے تو رجوع کر سکتی ہے۔(6)

مسئلہ ۷: ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لیے ہے یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں اس کے بعد دادی پر دادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیب ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچا زاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُسکا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔(7)

مسئلہ ۸: اگر چند شخص ایک درجہ کے ہوں تو اُن میں جو زیادہ بہتر ہو پھر وہ کہ زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ کہ اُن میں

---

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: شروط الحاضنۃ، ج۵، ص۲۶۱

(4) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: شروط الحاضنۃ، ج۵، ص۲۶۵

(5) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵، ص۲۶۶۔۲۶۸

(6) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: فی لزوم اجرۃ مسکن الحضانۃ، ج۵، ص۲۶۴

(7) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: فی لزوم اجرۃ مسکن الحضانۃ، ج۵، ص۲۶۹۔۲۷۱

بڑا ہو حقدار ہے۔(8)

مسئلہ ۹: بچہ کی ماں اگر ایسے مکان میں رہتی ہے کہ گھر والے بچہ سے بغض رکھتے ہیں تو باپ اپنے بچہ کو اُس سے لے لیگا یا عورت وہ مکان چھوڑ دے اور اگر ماں نے بچہ کے کسی رشتہ دار سے نکاح کیا مگر وہ محرم نہیں جب بھی حق ساقط ہو جائیگا مثلاً اُس کے چچازاد بھائی سے ہاں اگر ماں کے بعد اُسی چچا کے لڑکے کا حق ہے یا بچہ لڑکا ہے تو ساقط نہ ہوگا۔(9)

مسئلہ ۱۰: اجنبی کے ساتھ نکاح کرنے سے حقِ پرورش ساقط ہو گیا تھا پھر اُس نے طلاق بائن دیدی یا رجعی دی مگر عدت پوری ہوگئی تو حقِ پرورش عود (یعنی دوبارہ پرورش کا حق حاصل ہو جائے گا) کر آئیگا۔(10)

مسئلہ ۱۱: پاگل اور بوہرے کو حقِ پرورش حاصل نہیں اور اچھے ہو گئے تو حق حاصل ہو جائیگا۔ یوہیں مرتد تھا، اب مسلمان ہو گیا تو پرورش کا حق اسے ملے گا۔(11)

مسئلہ ۱۲: بچہ نانی یا دادی کے پاس ہے اور وہ خیانت کرتی ہے تو پھوپی کو اختیار ہے کہ اُس سے لے لے۔(12)

مسئلہ ۱۳: بچہ کا باپ کہتا ہے کہ اُس کی ماں نے کسی سے نکاح کر لیا اور ماں انکار کرتی ہے تو ماں کا قول معتبر ہے اور اگر یہ کہتی ہے کہ نکاح تو کیا تھا مگر اُس نے طلاق دیدی اور میرا حق عود کر آیا تو اگر اتنا ہی کہا اور یہ نہ بتایا کہ کس سے نکاح کیا جب بھی ماں کا قول معتبر ہے اور اگر یہ بھی بتایا کہ فلاں سے نکاح کیا تھا تو اب جب تک وہ شخص طلاق کا اقرار نہ کرے محض اس عورت کا کہنا کافی نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۴: جس عورت کے لیے حقِ پرورش ہے اُس کے پاس لڑکے کو اُس وقت تک رہنے دیں کہ اب اسے اُس کی حاجت نہ رہے یعنی اپنے آپ کھاتا پیتا، پہنتا، استنجا کر لیتا ہو، اس کی مقدار سات برس کی عمر ہے اور اگر عمر میں اختلاف ہو تو اگر یہ سب کام خود کر لیتا ہو تو اُس کے پاس سے علیحدہ کر لیا جائے ورنہ نہیں اور اگر باپ لینے سے انکار

---

(8) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، ج۱، ص۵۴۲
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، ج۵، ص۲۷۱

(9) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب: في لزوم اجرة مسكن الحضانة، ج۵، ص۲۷۲

(10) الهداية، کتاب الطلاق، باب الولد من أحق به، ج۲، ص۲۸۴، وغیرہا

(11) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب: لوكانت الاخوة الخ، ج۵، ص۲۷۳

(12) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، ج۱، ص۵۴۱

(13) الفتاوى الخانية، کتاب النکاح، باب في ذكر مسائل المهر، فصل في الحضانة، ج۱، ص۱۹۴

کرے تو جبراً اُس کے حوالے کیا جائے اورلڑکی اُس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی کہ حدِ شہوت کو پہنچ جائے اس کی مقدار نو برس کی عمر ہے اور اگر اس عمر سے کم میں لڑکی کا نکاح کر دیا گیا جب بھی اُسی کی پرورش میں رہے گی جس کی پرورش میں ہے نکاح کر دینے سے حق پرورش باطل نہ ہوگا، جب تک مرد کے قابل نہ ہو۔(14)

مسئلہ ۱۵: سات برس کی عمر سے بلوغ تک لڑکا اپنے باپ یا دادا یا کسی اور ولی کے پاس رہے گا پھر جب بالغ ہوگیا اور سمجھ وال ہے کہ فتنہ یا بدنامی کا اندیشہ نہ ہو اور تادیب (یعنی اصلاح) کی ضرورت نہ ہو تو جہاں چاہے وہاں رہے اور اگر اِن باتوں کا اندیشہ ہو اور تادیب کی ضرورت ہو تو باپ دادا وغیرہ کے پاس رہے گا خود مختار نہ ہوگا مگر بالغ ہونے کے بعد باپ پر نفقہ واجب نہیں اب اگر اخراجات کا متکفل ہو (کفالت کرنے والا ہو) تو تبرع و احسان ہے۔(15) یہ حکم فقہی ہے مگر نظر بحالِ زمانہ خود مختار نہ رکھا جائے، جب تک چال چلن اچھی طرح درست نہ ہولیں اور پورا وثوق (اعتماد، یقین) نہ ہولے کہ اب اس کی وجہ سے فتنہ و عار نہ ہوگا کہ آج کل اکثر صحبتیں مخرب اخلاق (اخلاق کو بگاڑنے والی) ہوتی ہیں اور نوعمری میں فساد بہت جلد سرایت کرتا ہے۔

مسئلہ ۱۶: لڑکی نو برس کے بعد سے جب تک کوآری ہے باپ دادا بھائی وغیرہم کے یہاں رہے گی مگر جبکہ عمر رسیدہ ہو جائے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اُسے اختیار ہے جہاں چاہے رہے اور لڑکی ثیب ہے مثلاً بیوہ ہے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اُسے اختیار ہے، ورنہ باپ دادا وغیرہ کے یہاں رہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ چچا کے بیٹے کو لڑکی کے لیے حقِ پرورش نہیں یہی حکم اب بھی ہے کہ وہ محرم نہیں بلکہ ضرور ہے کہ محرم کے پاس رہے اور محرم نہ ہو تو کسی ثقہ امانت دار عورت کے پاس رہے جو اُس کی عفت کی حفاظت کر سکے اور اگر لڑکی ایسی ہو کہ فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اختیار ہے۔(16)

مسئلہ ۱۷: لڑکا بالغ نہ ہوا مگر کام کے قابل ہو گیا ہے تو باپ اُسے کسی کام میں لگا دے جو کام سکھانا چاہے اُس کے جاننے والوں کے پاس بھیج دے کہ اُن سے کام سیکھے نوکری یا مزدوری کے قابل ہو اور باپ اُس سے نوکری یا مزدوری کرانا چاہے تو نوکری یا مزدوری کرائے اور جو کمائے اُس پر صرف کرے اور بچ رہے تو اُس کے لیے جمع کرتا رہے اور

---

(14) المرجع السابق

والبحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۴، ص۲۸۷، وغیرہما

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانۃ، ج۱، ص۵۴۲

والدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵، ص۲۷۷

(16) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: لوکانت الاخوۃ الخ، ج۵، ص۲۷۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانۃ، ج۱، ص۵۴۲

اگر باپ جانتا ہے کہ میرے پاس خرچ ہوجائے گا تو کسی اور کے پاس امانت رکھ دے۔(17) مگر سب سے مقدم یہ ہے کہ بچوں کو قرآن مجید پڑھائیں اور دین کی ضروری باتیں سکھائی جائیں روزہ و نماز و طہارت اور بیع و اجارہ و دیگر معاملات کے مسائل جن کی روزمرہ حاجت پڑتی ہے اور ناواقفی سے خلافِ شرع عمل کرنے کے جرم میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کی تعلیم ہو اگر دیکھیں کہ بچہ کو علم کی طرف رجحان ہے اور سمجھ دار ہے تو علمِ دین کی خدمت سے بڑھ کر کیا کام ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو تصحیح و تعلیمِ عقائد اور ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد جس جائز کام میں لگائیں اختیار ہے۔

مسئلہ ۱۸: لڑکی کو بھی عقائد و ضروری مسائل سکھانے کے بعد کسی عورت سے سلائی اور نقش و نگار وغیرہ ایسے کام سکھائیں جن کی عورتوں کو اکثر ضرورت پڑتی ہے اور کھانا پکانے اور دیگر امورِ خانہ داری میں اُسکو سلیقہ ہونے کی کوشش کریں کہ سلیقہ والی عورت جس خوبی سے زندگی بسر کرسکتی ہے بدسلیقہ نہیں کرسکتی۔(18)

---

(17) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج ۵، ص ۲۷۸

(18) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اے حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوص جوار، پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد وآکد ہوتا جاتا ہے۔

(اے القرآن الکریم ۳۱/۱۴)

علمائے کرام اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم وعین العلوم ومدخل وکیمیائے سعادت وذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ ونظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہٰذا سردست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کمال تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں، وباللہ التوفیق:

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا دماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما نہ کردے۔

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

(۵) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔ ←

(۷) مردوزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اُتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱۶) برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمن، احمد، حامد وغیرہ با عبادت وحمد کے نام یا انبیاء واولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیا وآخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال واطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

....

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت ومحافظت ہر وقت حتی کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر وزبان ←

....

لسان وغیر ہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیر ہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پرچشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیر ہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ ۶۰ حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا، پیرنا، سپہگری سکھائے۔ سورہ مائدہ کی تعلیم دے۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، سورہ نور کی تعلیم دے، لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے، بیٹیوں سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے، نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس عمر سے خاص نگہداشت ←

مسئلہ ۱۹: لڑکی کو نوکر نہ رکھائیں کہ جس کے پاس نوکر رہے گی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ مرد کے پاس تنہا رہے اور یہ

شروع کرے، شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگر چہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کر دے بالاخانوں پر نہ رہنے دے، گھر میں لباس وزیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زنہار کسی فاسق فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسی حق (۸۰) ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں۔ اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال ونزع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم وچارہ جوئی واعتراض کو دخل ہے۔

اول نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالانکہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے۔

فی ردالمحتار عن الذخیرة لایحبس والد وان علا فی دین ولدہ وان سفل الافی النفقة لان فیہ اتلاف الصغیر[۱]۔

فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے والد اپنے بیٹے کے قرض کے سلسلے میں قید نہیں کیا جاسکتا خواہ سلسلہ نسب اوپر تک بلحاظ باپ اور نیچے تک بلحاظ بیٹا چلا جائے البتہ نان نفقہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں والد کو قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں چھوٹے کی حق تلفی ہے۔(ت) ([۱] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۷۱)

دوم رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا، واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یونہی ماں بعد طلاق ومرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی کما فی الفتح ورد المحتار وغیرھما (جیسا کہ فتح اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت)

سوم حضانت کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی کما اوضحہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ت)

چہارم بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ وصیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا کما فی ردالمحتار عن شرح المجمع (جیسا کہ شرح المجمع سے ردالمحتار میں نقل کیا گیا ہے۔ت)

پنجم ان کے لئے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔

بڑے عیب کی بات ہے۔(19)

ششم اپنے بالغ پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا یا بہو کا مہر مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح موجب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جبکہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا کما قد منا فی النکاح (جیسا کہ بحث نکاح میں ہم نے اسے پہلے بیان کر دیا ہے۔)

ہفتم ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطان اسلام انہیں مجبور کرے گا نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔) واللہ تعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۲۴، ص ۴۵۱۔۴۵۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: لوکانت الاخوۃ الخ، ج۵، ص۲۷۹.

لڑکیوں کی تعلیم :

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ الغنی اپنی کتاب اسلامی زندگی میں تحریر فرماتے ہیں ؛

اپنی لڑکی کو وہ علم و ہنر ضرور سکھا دو جس کی اس کو جوان ہو کر ضرورت پڑے گی لہٰذا سب سے پہلے لڑکی کو پاکی پلیدی، حیض و نفاس کے شرعی مسئلے روزہ، نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے مسئلے پڑھا دو یعنی قرآن شریف اور دینیات کے رسالے پڑھا دو۔ پھر کچھ ایسی اخلاقی کتابیں جس میں شوہر کے حقوق بجالانے بچوں کے پالنے ساس نندوں سے میل و محبت رکھنے کے طریقے سکھائے گئے ہوں وہ بھی ضرور پڑھا دو۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تاریخ بھی مطالعہ کراؤ جس سے دنیا میں رہنے سہنے کا ڈھنگ آجائے۔ اس کے بعد ہر طرح کا کھانا پکانا، بقدر ضرورت سینا پرونا اور دوسری زنانہ دستکاری اور سوئی کا ہنر ضرور سکھاؤ کیونکہ سوئی ہی وہ چیز ہے جس کی ضرورت مرنے کے بعد بھی پڑتی ہے۔ یعنی مردہ سلا ہوا کفن پہن کر قبر میں جاتا ہے سوئی عورتوں کا خاص ہنر ہے کہ اگر (خدا نہ کرے) کبھی عورت پر کوئی مصیبت پڑ جائے یا بیوہ ہو جائے اور کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کر سکے تو گھر میں آبرو سے بیٹھ کر اپنی دستکاریوں سے پیٹ پال سکے۔ آجکل کھانا پکانے اور سینے پرونے کی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

چنانچہ دہلی کا باورچی خانہ، خوان نعمت، خوان یغما۔ کھانے پکانے کے ہنر کے لیے ضرور پڑھا دو بلکہ ان سے ہر طرح کا کھانا پکوالو۔ اور دوستو! تین چیزوں سے اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو بہت بچاؤ ایک ناول، دوسرے کالج اور سکولوں کی تعلیم، تیسرے تھیٹر اور سینما۔ یہ تین چیزیں لڑکیوں کے لیے زہر قاتل ہیں۔ اس وقت لڑکیوں میں جس قدر شوخی، آزادی اور بے غیرتی ہے وہ سب ان تین ہی کی وجہ سے ہے۔ ہم نے دیکھا کہ لڑکیوں کے لیے پہلے تو زنانہ اسکول کھلے اور ان میں پردہ دار گاڑیاں بچیوں کو لانے اور لے جانے کے لیے رکھی گئیں اگرچہ ان میں کانا پردہ تھا مگر خیر کچھ عار اور شرم تھی۔ پھر وہ گاڑیاں بند ہوئیں اور صرف ایک عورت جس کو ماماں کہتے تھے لانے اور پہنچانے کے لیے رہ گئی۔ پھر وہ بھی ختم۔ صرف یہ رہا کہ جوان لڑکیاں برقعہ پہن کر آتیں۔ پھر یہ بھی ختم ہوا۔ آزادانہ طور سے آنے جانے لگیں۔ پھر عقل کے اندھوں نے لڑکیوں اور لڑکوں کی ایک ہی جگہ تعلیم شروع کرادی اور شاردا ایکٹ جاری کرایا جس کے معنی یہ تھے کہ اٹھارہ سال سے ←

مسئلہ ۲۰: زمانہ پرورش میں باپ یہ چاہتا ہے کہ عورت سے بچہ لے کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے تو اُس کو یہ اختیار حاصل نہیں اور اگر عورت چاہتی ہے کہ بچہ کو لے کر دوسرے شہر کو چلی جائے اور دونوں شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ

پہلے کوئی نکاح نہ کر سکے پھر لڑکیوں اور لڑکوں کو سینما کے عشقیہ ڈرامے دکھائے بیہودہ ناولوں کی روک تھام نہ کی جس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ ان کے جذبات کو بھڑکایا گیا اور نکاح روک کر بھڑکے ہوئے جذبات کو پورا ہونے سے روک دیا گیا جس کا منشا صرف یہ ہے کہ حرام کاری بڑھے۔ کیونکہ بھڑکی ہوئی شہوت جب حلال راستہ نہ پائے گی تو حرام کی طرف خرچ ہوگی۔ اور ایسا ہورہا ہے۔ اب اس وقت یہ حالت ہے کہ جب اسکولوں، کالجوں کی لڑکیاں صبح شام زرق برق لباس میں راستوں سے آپس میں مذاق دل لگی کرتی ہوئی زور سے باتیں کرتی ہوئی عطر لگائے، دوپٹہ سر سے اتارے ہوئے نکلتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہندوستان میں پیرس آگیا۔ اور دردمند دل رکھنے والے خون کے آنسو روتے ہیں۔ اکبرالہ آبادی نے خوب فرمایا ہے:

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بیبیاں　　اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جوان سے آپ کا پردہ کدھر گیا　　کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

کوشش کرو کہ تمہاری لڑکیاں حیادار اور ادب والی بنیں تاکہ ان کی اولاد میں یہ اوصاف پائے جائیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں　　معدنِ زر معدنِ فولاد بن سکتی نہیں

یاد رکھو کہ اس زمانہ میں ان سکولوں اور کالجوں نے قوم میں انقلاب پیدا کردیا ہے۔ آج طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی قوم کا نقشہ بدلنا ہو تو اس قوم کے بچوں کو کالج کی تعلیم دلاؤ۔ بہت جلد اس قسم کی حالت بدل جائے گی۔ اکبرؔ نے خوب کہا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اور دوستو! بعض اسکولوں اور کالجوں کے نام میں اسلام کا نام بھی لگا ہوتا ہے یعنی ان کا نام ہوتا ہے اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج اس نام سے دھوکہ نہ کھاؤ اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج نام رکھنا، فقط مسلم قوم سے اسلام کے نام پر چندہ وصول کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ کام سب کالجوں کا قریب قریب یکساں ہے۔ غضب تو دیکھو کہ نام اسلامیہ اسکول اور تعطیل ہوتی ہے اتوار کے دن۔ اسلام میں تو بڑا دن جمعہ کا ہے۔ ہر کام انگریزی میں، وہاں کے طلباء کے اخلاق اور عادات انگریزی۔ پھر یہ اسلامیہ اسکول کہاں رہا؟ بعض اسکولوں کے نام بجائے اسلامیہ اسکول کے محمڈن اسکول یا محمڈن کالج رکھ دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کا نام رکھا ہے، مسلمین قرآن فرماتا ہے:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ (پ 17، الحج: 78)

مگر عیسائیوں کی طرف سے ہمارا نام محمڈن رکھا گیا۔ ہم لوگوں کو وہی نام پسند آیا جو کہ عیسائیوں نے ہم کو دیا۔ غرضیکہ ان اسکولوں سے اپنی لڑکیوں کو بچاؤ اور اپنے لڑکوں کو بھی وہاں تعلیم ضرور نہ دلواؤ، مگر ان کا دین و مذہب سنبھال کر، اس طرح لڑکیوں کو گھر پر جو ماسٹروں سے پڑھواتے ہیں یا عیسائی عورتوں یا لیڈیوں سے تعلیم دلواتی ہیں وہ بھی سخت غلطی کرتے ہیں بہت جگہ دیکھا گیا کہ لڑکیاں ماسٹروں کے ساتھ بھاگ گئیں [illegible]

باپ اگر بچہ کو دیکھنا چاہے تو دیکھ کر رات آنے سے پہلے واپس آسکتا ہے تو لے جاسکتی ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہے تو خود بھی نہیں جاسکتی۔ یہی حکم ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا گاؤں سے شہر میں جانے کا ہے کہ قریب ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور شہر سے گاؤں میں بغیر اجازت نہیں لے جاسکتی، ہاں اگر جہاں جانا چاہتی ہے وہاں اُس کا میکا ہے اور وہیں اُس کا نکاح ہوا ہے تو لے جاسکتی ہے اور اگر اُس کا میکا ہے مگر وہاں نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح کہیں اور ہوا ہے تو نہ میکے لے جاسکتی ہے، نہ وہاں جہاں نکاح ہوا، ماں کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والی لے جانا چاہتی ہو تو باپ کی اجازت سے لے جاسکتی ہے۔ مسلمان یا ذمی عورت بچہ کو دارالحرب میں مطلقاً نہیں لیجاسکتی، اگرچہ وہیں نکاح ہوا ہو۔(20)

مسئلہ ۲۱: عورت کو طلاق دیدی اُس نے کسی اجنبی سے نکاح کرلیا تو باپ بچہ کو اُس سے لے کر سفر میں لے جاسکتا ہے جبکہ کوئی اور پرورش کا حقدار نہ ہو ورنہ نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۲: جب پرورش کا زمانہ پورا ہوچکا اور بچہ باپ کے پاس آگیا تو باپ پر یہ واجب نہیں کہ بچہ کو اُس کی ماں کے پاس بھیجے نہ پرورش کے زمانہ میں ماں پر باپ کے پاس بھیجنا لازم تھا ہاں اگر ایک کے پاس ہے اور دوسرا اُسے دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔(22)

مسئلہ ۲۳: عورت بچہ کو گھوارے میں لٹا کر باہر چلی گئی گھوارہ گرا اور بچہ مر گیا تو عورت پر تاوان نہیں کہ اُس نے خود ضائع نہیں کیا۔(23)

کیا ہے۔ ان کو تو وہ چیزیں پڑھاؤ، جس سے ان کو کام کرنا پڑتا ہے۔ ان کا سارا خرچہ تو شوہروں کے ذمہ ہوگا۔ پھر ان کو اس قدر تعلیم سے کیا فائدہ ہے؟ غرضیکہ اپنی اولاد کو دین دار اور ہنر مند بناؤ کہ اسی میں دین دنیا کی بھلائی ہے۔ اپنی لڑکیوں کو صرف خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقش قدم پر چلاؤ۔ ان کی پاک زندگی کا نقشہ وہ ہے جو ڈاکٹر اقبال نے اس طرح بیان فرمایا:

آں ادب پروردہ شرم وحیا — آسیا گردان ولب قرآن سرا

آتشین ونوریاں فرماں برش — گم رضائش در رضا شوہرش

ہاتھ میں چکی اور منہ میں قرآن دونوں جہان ان کی فرمانبردار اور وہ خاوند کی مطیع۔

(20) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: لوکانت الاخوۃ ...إلخ، ج۵، ص۲۷۹

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب: لوکانت الاخوۃ ...إلخ، ج۵، ص۲۷۹

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانۃ، ج۱، ص۵۴۳-۵۴۴، وغیرہ

(22) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵، ص۲۸۱

(23) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج۵، ص۲۷۲

نفقہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا۠ ﴿۷﴾﴾ (1)

مالدار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے، وہ اُس میں سے خرچ کرے جو اُسے خدا نے دیا، اللہ (عزوجل) کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنی ہی جتنی اُسے طاقت دی ہے، قریب ہے کہ اللہ (عزوجل) سختی کے بعد آسانی پیدا کر دے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ (2)

---

(1) پ ۲۸، الطلاق: ۷

(2) پ ۲، البقرۃ: ۲۳۳

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بیان طلاق کے بعد یہ سوال طبعاً سامنے آتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہو تو اس جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا طریقہ ہوگا اس لئے یہ قرین حکمت ہے کہ بچہ کی پرورش کے متعلق ماں باپ پر جو احکام ہیں وہ اس موقع پر بیان فرما دیئے جائیں لہٰذا یہاں ان مسائل کا بیان ہوا۔

مسئلہ: ماں خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلوانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو، یا کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہ کرے اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچہ کی پرورش خاص ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ (تفسیر احمدی و جمل وغیرہ)

یعنی اس مدت کا پورا کرنا لازم نہیں اگر بچہ کو ضرورت نہ رہے اور دودھ چھڑانے میں اس کے لئے خطرہ نہ ہو تو اس سے کم مدت میں بھی چھڑانا جائز ہے۔ (تفسیر احمدی خازن وغیرہ)

مسئلہ: بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے اس کے لئے وہ دودھ پلانے والی مقرر کرے لیکن اگر ماں اپنی رغبت سے بچہ کو دودھ پلائے تو مستحب ہے۔

مسئلہ: [illegible]

جس کا بچہ ہے اُس پر عورتوں کو کھانا اور پہننا ہے دستور کے موافق کسی جان پر تکلیف نہیں دی جاتی مگر اُس کی گنجائش کے لائق ماں کو اُس کے بچہ کے سبب ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اُس کی اولاد کے سبب اور جو باپ کے قائم مقام ہے اُس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔

اور فرماتا ہے:

(اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ)(3)

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو اپنی طاقت بھر اور اُنھیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔

جب تک کہ اس کے نکاح یا عدت میں رہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر چکی تو وہ اس سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے پر بہ اجرت مقرر کیا اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بے معاوضہ دودھ پلانے پر راضی ہوئی تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو باپ کو اس سے دودھ پلوانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر احمدی مدارک) المعروف سے مراد یہ ہے کہ حسب حیثیت ہو بغیر تنگی اور فضول خرچی کے۔

یعنی اس کو اس کے خلاف مرضی دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے۔

ماں کا بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ نہ دے اور اس کی نگرانی نہ رکھے یا اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ کا بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ مانوس بچہ کو ماں سے چھین لے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔

(3) پ ۲۸، الطلاق: ۶

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مسئلہ: طلاق دی ہوئی عورت کو تا عدت رہنے کے لئے اپنے حسب حیثیت مکان دینا شوہر پر واجب ہے اور اس زمانہ میں نفقہ دینا بھی واجب ہے۔

جگہ میں ان کے مکان کو گھیر کر، یا کسی ناموافق کو ان کے شریکِ مسکن کر کے، یا اور کوئی ایسی ایذا دے کر، کہ وہ نکلنے پر مجبور ہوں۔

مسئلہ: نفقہ جیسا حاملہ کو دینا واجب ہے ایسا ہی غیر حاملہ کو بھی خواہ اس کو طلاق رجعی دی ہو یا بائن۔

مسئلہ: بچہ کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں، باپ کے ذمہ ہے کہ اجرت دے کر دودھ پلوائے لیکن اگر بچہ ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ نہ پئے یا باپ فقیر ہو تو اس حالت میں ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے، بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ایسی حالت میں اس کو دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں بعدِ عدت جائز ہے۔

مسئلہ: کسی عورت کو معین اجرت پر دودھ پلانے کے لئے مقرر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: غیر عورت کی بہ نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی ماں زیادہ مستحق ہے۔

مسئلہ: اگر ماں زیادہ اجرت طلب کرے تو پھر غیر زیادہ اولیٰ۔

....

❁❁❁❁❁

مسئلہ: دودھ پلائی پر بچے کو نہلانا، اس کے کپڑے دھونا، اس کے تیل لگانا، اس کی خوراک کا انتظام رکھنا لازم ہے لیکن ان سب چیزوں کی قیمت اس کے والد پر ہے۔

مسئلہ: اگر دودھ پلائی نے بچے کو بجائے اپنے بکری کا دودھ پلایا یا کھانے پر رکھا تو وہ اجرت کی مستحق نہیں۔

احادیث

حدیث ا: صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمھارے پاس قیدی کی مثل ہیں، اللہ (عزوجل) کی امانت کے ساتھ تم نے اُن کو لیا اور اللہ (عزوجل) کے کلمہ کے ساتھ اُن کے فروج کو حلال کیا، تمھارا اُن پر یہ حق ہے کہ تمھارے بچھونوں پر (مکانوں میں) ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند رکھتے ہو اور اگر ایسا کریں تو تم اس طرح مار سکتے ہو جس سے ہڈی نہ ٹوٹے اور اُن کا تم پر یہ حق ہے کہ اُنھیں کھانے اور پہننے کو دستور کے موافق دو۔(1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ قالہٖ وسلم، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۴

اہل خانہ پر خرچ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿39﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

(پ22، سبا:39)

اس بارے میں احادیثِ مبارکہ:

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ قالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب کوئی شخص ثواب کی نیت سے اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتا ہے تو وہ اسکے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم ۱۰۰۲، ص ۵۰۲)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ قالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو پاکدامنی چاہتے ہوئے اپنے آپ پر کچھ خرچ کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی، بچوں اور گھر والوں پر خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرجل، رقم ۴۶۶۲، ج ۳، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا مِقْدَام بن مَعْدِی کَرِب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ قالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو کچھ تو خود کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور ←

حدیث ۲: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، یا رسول

جو کچھ تو اپنی بیوی کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم ۱۷۱۹۱، ج ۶ ص ۹۴)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، ہر نیکی صدقہ ہے اور بندہ جو کچھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے وہ صدقہ شمار ہوتا ہے اور جو کچھ بندہ اپنی عزت بچانے کے لئے خرچ کرتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے اور جو کچھ بندہ خرچ کرتا ہے اس کا بدلہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے اور اللہ تعالیٰ ضامن ہے مگر جو وہ عمارت بنانے یا معصیت میں خرچ کرے۔

(المستدرک، کتاب البیوع، باب کل معروف صدقۃ، رقم ۲۳۵۸، ج ۲ ص ۳۵۸)

ایک روایت میں ہے کہ بندہ جو کچھ اپنے آپ پر اور اپنے بچوں، اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے وہ اسکے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی نفقۃ الرجل.... الخ، رقم ۴۶۶۲، ج ۳، ص ۳۰۱)

حضرت سیدنا عبدالحمید یعنی ابن الحسن ھلالی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے ابن منکدر علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ اس بات کا کہ جو کچھ بندہ اپنی عزت بچانے کے لئے خرچ کرتا ہے، کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس سے مراد وہ مال ہے جو ایک متقی شخص اپنی عزت بچانے کے لئے کسی شاعر یا چرب زبان شخص کو دیتا ہے۔

حضرت سیدنا کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے پھرتیلے بدن کی مضبوطی اور چستی کو دیکھا تو عرض کیا، یا رسول اللہ! کاش! اس کا یہ حال اللہ عزوجل کی راہ میں ہوتا۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنی پاکدامنی کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقۃ علی الزوجۃ، رقم ۱۰، ج ۳، ص ۴۲)

حضرتِ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ان سے فرمایا، تو جو کچھ بھی اللہ عزوجل کی رضا چاہتے ہوئے خرچ کریگا تجھے اس کا ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ جو کچھ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا اس کا بھی ثواب دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض،،، الخ، رقم ۵۶۶۸، ج ۴، ص ۱۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے ←

اللہ ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابوسفیان (میرے شوہر) بخیل ہیں، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر اُس صورت میں کہ اُن کی بغیر اطلاع میں کچھ لے لوں (تو آیا اس طرح لینا جائز ہے؟) فرمایا: کہ اُس کے مال میں سے اتنا تو لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کو دستور کے موافق خرچ کے لیے کافی ہو۔(2)

مالک ومختار، حبیب پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، وہ دینار جوتو اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرے اور وہ دینار جوتو کسی غلام کو آزاد کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جوتو کسی مسکین پر صدقہ کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جوتو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان میں سب سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جوتو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، رقم ۹۹۵، ص ۴۹۹)

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، سب سے افضل دینار جسے بندہ خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جسے وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، رقم ۹۹۴، ص ۴۹۹)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا کہ بندے کے میزان میں سب سے پہلے اس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔

(المعجم الاوسط، رقم ۶۱۳۵، ج ۴، ص ۳۲۹)

حضرت سیدنا عمرو بن اُمَیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان بن عفان یا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک اونی چادر کو خریدنے کے لئے بھاؤ طے کر رہے تھے کہ میرا وہاں سے گزر ہوا اور میں نے وہ چادر خرید کر اپنی بیوی سُخَیلہ بنت عُبَیدَہ رضی اللہ عنہا کو اوڑھادی۔ جب حضرت سیدنا عثمان یا عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے جو چادر خریدی تھی اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا، اسے میں نے سخیلہ بنت عبیدہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کردیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا، جو کچھ تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو کیا وہ صدقہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ جب میری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، عمرو نے سچ کہا ہے تم جو کچھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو وہ ان پر صدقہ ہی ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، الترغیب فی النفقۃ .... الخ، رقم ۱۵، ج ۳، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے اسے پانی پلایا اور جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے سنا تھا اسے سنایا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی نفقۃ الرجل .... الخ رقم ۴۶۵۹، ج ۳، ص ۳۰۰)

(2) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل ... الخ، الحدیث ۵۳۶۴، ج ۳، ص ۵۱۶

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب خدا کسی کو مال دے تو خود اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرے۔(3)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام ہندا بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے یعنی عبد مناف میں حضور سے مل جاتی ہیں عتبہ کفار مکہ کا سردار تھا ہندا ابوسفیان کی بیوی اور امیر معاویہ کی والدہ ہیں، فتح مکہ کے سال ابوسفیان کے بعد ایمان لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح قائم رکھا ان کے زمانہ کفر کے حالات سب کو معلوم ہیں۔ایک دن بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگیں یارسول اللہ پہلے مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ناپسند تھے اب مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ہی محبوب معلوم ہوتے ہیں حضور نے فرمایا وایضًا یعنی ابھی تم کو مجھ سے محبت اور بھی زیادہ ہوگی جس قدر تمہارا ایمان کامل ہوتا جائے گا اسی قدر میری محبت بڑھتی جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم پہلے تم سے نفرت کرتے تھے اب محبت کرتے ہیں، آپ کی وفات زمانہ فاروقی میں ابوقحافہ (والد ابوبکر الصدیق) کے وفات کے دن ہوئی بڑی عالمہ فصیحہ تھیں، زمانہ فاروقی میں بہت جہادوں میں شریک ہوئیں اور بڑے کارنامہ کئے رضی اللہ عنہا۔

۲۔ یعنی ان کی جیب یا ان کے گھر سے انکی بے خبری میں جو کچھ لے لوں وہ تو مجھے آسانی سے مل جاتا ہے وہ خود اپنی خوشی سے کافی خرچہ نہیں دیتے۔

۳۔ یعنی تم کو اجازت ہے کہ بقدر ضرورت ابوسفیان سے بغیر پوچھے ان کا مال لے سکتی ہو۔خیال رہے کہ یہ فتویٰ ہے فیصلہ یعنی قضا نہیں ورنہ ابوسفیان کو بلا کر جواب دعویٰ سنا جاتا فیصلہ بغیر دوسرے فریق کے بیان لئے نہیں ہوتا۔اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے: (۱) بیوی کا خرچہ خاوند پر لازم ہے اگرچہ بیوی غنی ہو (۲) چھوٹی اور ضرورتمند اولاد کا خرچہ باپ پر لازم ہے (۳) اہل قرابت کا خرچہ بقدر ضرورت لازم ہے (۴) فتویٰ اور فیصلہ کے وقت اجنبیہ عورت سے کلام کرنا مفتی و قاضی کو جائز ہے۔فتویٰ یا فیصلہ لینے کے لیے حاکم و عالم کے سامنے کسی کے عیب بیان کرنا جائز ہے، حق والا اپنا حق بغیر اس کی اجازت بلکہ بغیر اس کے علم کے بھی لے سکتا ہے، فتویٰ میں شرط کا بیان ضروری نہیں بغیر شرط فتویٰ دیا جاسکتا ہے یعنی یہ لازم نہیں کہ مفتی کہے کہ اگر تو سچا ہے اور صورت حال وہ ہی ہے جو تو کہتا ہے تو حکم یہ ہے بلکہ اس کے بغیر بیان کیے ہوئے حکم شرعی سنا دینا جائز ہے اگرچہ تعلیق افضل ہے۔بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے لہذا وہ خاوند کا مال اس پر خرچ کرسکتی ہے، بہت سی باتیں عرف و عادت پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ خرچہ وغیرہ بیوی ضرورت کے موقعہ پر حاکم یا عالم کے پاس جاسکتی ہے، غائب خاوند کے مال سے اس کی بیوی بچوں کا خرچہ دلوایا جائے جب کہ وہ روزی نہ دے گیا ہو نہ بھیجتا ہو۔بعض علماء نے اس حدیث سے قضا علی الغائب جائز مانی وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کا فیصلہ تھا جو ابوسفیان کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دیا گیا مگر حق یہ ہے کہ یہ فتویٰ تھا۔(مرقات) ورنہ گواہی ضرور لی جاتی، بیوی ضرورت پر اپنے خاوند کا مال فروخت کرسکتی ہے کیونکہ ہندہ روپیہ پیسہ بھی ابوسفیان کی جیب سے نکال سکتی تھیں اور روپیہ پیسہ فروخت ہوکر ہی کام آتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۵۹)

(3) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش الخ، الحدیث: ۱۸۲۲، ص۱۰۱۳

حدیث ۴: صحیح بخاری میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اُس کے لیے صدقہ ہے۔(4)

حدیث ۵: بخاری شریف میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو کچھ تو خرچ کریگا وہ تیرے لیے صدقہ ہے، یہاں تک کہ لقمہ جو بی بی کے مونھ میں اُٹھا کر دیدے۔(5)

حدیث ۶: صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اُسے کھانے کو نہ دے۔(6)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر خرچ کرو پھر اپنے گھر والوں پر، اہل بیت میں بیوی اور نابالغ حاجت مند اولاد ماں باپ وغیرہ سب داخل ہیں۔

۲۔ یہ حدیث امام احمد نسائی نے حضرت جابر سے مرفوعًا کچھ اختلاف سے بیان کی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵،ص۲۶۰)

(4) صحیح البخاري، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل الخ، الحدیث: ۵۳۵۱، ج۳،ص۵۱۱

(5) صحیح البخاري، کتاب النفقات، باب اذالم ینفق الرجل الخ، الحدیث: ۵۳۵۴، ج۳،ص۵۱۲

(6) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال الخ، الحدیث: ۹۹۴،ص۴۹۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۳۔ قوت سے مراد خرچ ہے، اکثر کھانے پر بولا جاتا ہے، کھانے کا وقت تھا آپ نے اپنے کھانے سے پہلے اپنے لونڈی غلاموں کو کھانا دلوایا، پھر خود کھایا، یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پہلے مہمانوں کو کھلاتے تھے پھر خود کھاتے تھے اور دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے، ایسے مولیٰ وغلام دنیا کے لیے اللہ کی رحمت ہیں، ایسے حکام کے زمانہ میں زمین پر آسمان سے برکتیں اترتی ہیں۔

۴۔ یا اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے حتی کہ وہ ہلاک ہوجائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دبلے کمزور ہوجائیں دو چار فاقے کرا کر ایک وقت دے دے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی، غلام پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اسی لیے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتی کہ وہ مرگئی، آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے، شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھالو کھلالو۔

۵۔ علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کس سے کہے اس کا اللہ کے سواء فریاد سننے والا کون ہے، بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایت کیں اور سرکار نے ان کے اعلیٰ انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر

خلق کے دادرس سب کے فریاد رس کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

←

حدیث ۷: ابوداود و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد کو میرے مال کی حاجت ہے؟ فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہیں، تمھاری اولاد تمھاری عمدہ کمائی سے ہیں، اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ۔ (7)

❁❁❁❁❁

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالمین ہیں، آج ہم سگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ یہاں صاحب مشکوۃ سے غلطی ہوئی کہ آخر میں رواہ مسلم فرمادیا، مسلم کی روایت قوتہ پر ختم ہوگئی اور کفی بالمرء سے ابوداود و نسائی کی روایت ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۲۶۳)

(7) سنن أبي داود، کتاب البیوع، باب في الرجل، أکل من مال ولدہ، الحدیث: ۳۵۳۰، ج۳، ص ۴۰۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ تو میرا مال میرا والد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں خصوصًا حاجت کے وقت۔

۲؎ ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور طبرانی نے حضرت سمرہ و ابن مسعود سے مرفوعًا یوں روایت فرمائی انت ومالك لابيك مطلب ایک ہی ہے یعنی تم بھی اپنے باپ کے ہو تمہارا مال بھی لہذا تمہارے باپ کو حق ہے کہ تم سے جانی خدمت بھی لیں اور مالی خدمت بھی۔

۳؎ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: غنی اولاد پر فقیر ماں باپ کا خرچہ واجب ہے اور اگر ماں باپ غنی ہوں انہیں اولاد کے مال کی ضرورت نہ ہو تو ہدایا دیتے رہنا مستحب ہے، اگر باپ اولاد کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا، اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے تو اس پر حد زنا نہیں اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہیں۔ خیال رہے کہ بچہ کو ماں خون پلا کر پالتی ہے باپ مال کھلا کر یعنی جانی خدمت ماں کرتی ہے اور مالی خدمت باپ، اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہیں اور یہاں ارشاد ہوا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے جیسی پرورش ویسا اس کا شکریہ۔ یہ ہے اس سرکار سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف۔ خیال رہے کہ بوقت حاجت ہر ذی رحم قرابت دار کا نفقہ مالدار عزیز پر واجب ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ" یہ ہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں سوائے ماں باپ کے کسی عزیز کا خرچہ واجب نہیں، امام احمد کے ہاں ہر محتاج عزیز کا خرچہ واجب ہے ذی رحم ہو یا نہ ہو ان تمام مسائل کے دلائل کتب فقہ یا مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ فرمایئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کا نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے۔

۴؎ یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مختلف الفاظ سے نقل فرمائی جو مختلف محدثین نے مختلف اسنادوں سے بیان کئے، چنانچہ ترمذی و ابوداود اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ بہترین روزی وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۲۷۱)

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں زوجیت (نکاح میں ہونا)۔نسب۔ مِلک (ملکیت)۔(1)

مسئلہ ۲: جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے عورت مسلمان ہو یا کافرہ، آزاد ہو یا مکاتبہ، محتاج ہو یا مالدار، دخول ہوا ہو یا نہیں، بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو۔ اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن (کم عمر) ہو اُس پر نفقہ واجب ہے اُس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر اُس کی ملک میں مال نہ ہو تو اُس کی عورت کا نفقہ اُس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اُس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عنین ہے یا اُسکا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔(2)

مسئلہ ۳: نابالغہ جو قابلِ جماع نہ ہو اُس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں، خواہ شوہر کے یہاں ہو یا اپنے باپ کے گھر جب تک قابلِ وطی نہ ہو جائے ہاں اگر اس قابل ہو کہ خدمت کر سکے یا اُس سے اُنس حاصل ہو سکے اور شوہر نے اپنے مکان میں رکھا تو نفقہ واجب ہے اور نہیں رکھا تو نہیں۔(3)

---

(1) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی،ص۱۰۸

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵،ص۲۸۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

نفقہ یا نفوق بمعنی ہلاکت سے ہے یا نفاق بمعنی علیحدگی ورواج سے بنا،امام محمد زمخشری فرماتے ہیں کہ عربی میں جس کا ف کلمہ نون ہو اور عین کلمہ ف اس میں جانے و نکلنے کے معنے ضرور ہوتے ہیں جیسے نفق،نفر،نفد،نفذ،نفخ نفس،نفی وغیرہ۔ اصطلاح میں نفقہ خرچہ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ختم ہوتا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ کسی کا نفقہ واجب ہونے کی تین وجہیں ہیں:زوجیت،قرابت،ملکیت،چونکہ نفقے بہت سی قسم کے ہیں۔اولاد کا خرچہ، ماں باپ کا، بیوی کا، غلام ولونڈی کا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۵،ص۲۵۹)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، ج۱،ص۵۴۴

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵،ص۲۸۳

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، ج۱،ص۵۴۴

مسئلہ ۴: عورت کا مقام بند ہے جس کے سبب سے وطی نہیں ہوسکتی یا دیوانی ہے یا بوہری، تو نفقہ واجب ہے۔(4)

مسئلہ ۵: زوجہ کنیز ہے یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ واجب ہونے کے لیے تبوِیہ شرط ہے یعنی اگر مولیٰ کے گھر رہتی ہے تو واجب نہیں۔(5)

مسئلہ ۶: نکاحِ فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہو تو اس میں یا اس کی عدت میں نفقہ واجب نہیں۔ یوہیں وطی بالشبہہ میں اور اگر بظاہر نکاح صحیح ہوا اور قاضی شرع نے نفقہ مقرر کر دیا بعد کو معلوم ہوا کہ نکاح صحیح نہیں مثلاً وہ عورت اس کی رضاعی بہن ثابت ہوئی تو جو کچھ نفقہ میں دیا ہے واپس لے سکتا ہے اور اگر بطورِ خود بلا حکمِ قاضی (قاضی کے حکم کے بغیر) دیا ہے تو نہیں لے سکتا۔(6)

مسئلہ ۷: انجانے میں عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے نکاح کیا بعد کو معلوم ہوا اور تفریق ہوئی تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہوگی عورت سے جماع نہیں کرسکتا مگر عورت کا نفقہ واجب ہے اور اُس کی بہن، پھوپی، خالہ کا نہیں اگرچہ ان عورتوں پر عدت واجب ہے۔(7)

مسئلہ ۸: بالغہ عورت جب اپنے نفقہ کا مطالبہ کرے اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے تو اُس کا مطالبہ درست ہے جبکہ شوہر نے اپنے مکان پر لے جانے کو اُس سے نہ کہا ہو۔ اور اگر شوہر نے کہا تُو میرے یہاں چل اور عورت نے انکار نہ کیا جب بھی نفقہ کی مستحق ہے اور اگر عورت نے انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر کہتی ہے جب تک مہرِ معجّل نہ دوگے نہیں جاؤنگی جب بھی نفقہ پائے گی کہ اُس کا انکار ناحق نہیں اور اگر انکار ناحق ہے مثلاً مہرِ معجّل ادا کر چکا ہے یا مہر معجّل تھا ہی نہیں یا عورت معاف کر چکی ہے تو اب نفقہ کی مستحق نہیں جب تک شوہر کے مکان پر نہ آئے۔(8)

مسئلہ ۹: دخول ہونے کے بعد اگر عورت شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اگر مہرِ معجّل کا مطالبہ کرتی ہے

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۲۸۶

(4) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۲۸۶

(5) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۰۸

(6) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۰۸

وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب رائح، ج۵، ص۲۸۸

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۷

(8) المرجع السابق، ص۵۴۵

کر دے دو تو چلوں تو نفقہ کی مستحق ہے، ورنہ نہیں۔(9)

(9) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۲۸۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو بعد وطی برضاھا بلا سقوط النفقۃ ۲؎

مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔(ت) (۲؎ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ، باب المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص۵۶)

کنز میں ہے:

لھا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا ۳؎

بیوی کو مہر کے لئے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے(ت) (۳؎ کنز الدقائق، باب المہر، ایچ ایم کمپنی کراچی، ص۱۰۴)

تنویر الابصار میں ہے:

لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو وطی او خلوۃ رضتھما ۴؎

خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔(ت)

(۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲)

درمختار میں ہے:

لان کل وطأۃ معقود علیھا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی ۱؎

ہر وطی مہر کے بدلے میں ہے (ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔(ت)

(۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲)

اسی میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولو منعت نفسھا للمھر دخل بھا اولا ۲؎ اھ ملخصاً

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصاً (ت)

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب نفقہ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷-۲۶۶)

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو بعد وطی برضاھا بلا سقوط النفقۃ ۲؎

مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو،

....

بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔(ت) (۲؎ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ، باب المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۵۶)

کنز میں ہے: لہا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئہا ۳؎۔

بیوی کو مہر کے لئے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے (ت) (۳؎ کنز الدقائق باب المہر ایچ ایم کمپنی کراچی، ص ۱۰۴)

تنویر الابصار میں ہے:

لہا منعہ من الوطی والسفر بہا ولو وطی او خلوۃ رضتہما ۴؎۔

خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔(ت)

(۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲)

درمختار میں ہے:

لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی ۱؎۔

ہر وطی مہر کے بدلے میں ہے (ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔(ت)

(۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲)

اسی میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو منعت نفسہا للمھر دخل بہا اولا ۲؎ اھ ملخصاً۔

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصاً (ت)

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب نفقہ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷-۲۶۶)

اسی طرح صدر الشریعۃ شرح وقایہ وکافی شرح وافی واختیار شرح مختار وملتقط شرح کنز وغیرہا شروح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دئے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر ومستند صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن وشرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدر المختار میں افادات درمختار کو مقرر ومسلّم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف ونزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء اہل متون وشروح وفتاوٰی ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لئے بالفظ ارسال واطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلاً عدم وطی وخلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم (جیسا کہ انکی کتب کی طرف مراجعت سے ہوتا ہے۔ت)

بلکہ شرح وقایہ میں تو صورتِ مسئلہ یوں فرض کی کہ: خروجہا بحق کما لولم یعطہا المھر المعجل فخرجت عن بیتہ ۲؎۔ بیوی کا باہر نکلنا برحق ہے جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجل نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔(ت)

(۲؎ شرح الوقایہ باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۳) ←

مسئلہ ۱۰: شوہر کے مکان میں رہتی ہے مگر اُس کے قابو میں نہیں آتی تو نفقہ ساقط نہیں اور اگر جس مکان میں رہتی

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالباً وطی واقع ہی ہوتی ہے بایںہمہ حکم مطلق چھوڑا تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار نے قولِ امام ہی پر فتوٰی دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے: سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسها قبل استکمال ماشرط تعجیله لها من المهر هل لها بعد ذلك منع نفسها عنه اجاب لها منع نفسها حتی تستکمل ذلك عند الامام وان کانت سلمت نفسها وبه صرحت المتون قاطبة ا ھ۔ ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو مہر معجّل وصول کرنے سے پہلے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرچکی ہو کیا پھر مہر معجّل کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجّل وصول کرلے امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سونپ چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کرچکے ہیں۔(ت) (اے فتاوٰی خیریہ باب النفقۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۹)

آخر یہ علمائے محققین وعظمائے مدققین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوائے امام صفار واختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے، پھر قولِ امام ہی پر جزم واعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قولِ صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے، کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیل صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنہوں نے وعدہ کیا کہ قولِ قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنہوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ترجیح وتصحیح مذہب امام کا افادہ فرتے ہیں، اور کبرائے ناظرین شراح محشین کہ مذکور ہوئے تقریر وتسلیم سے پیش آتے ہیں، ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد ومرجح ومحقق ومنقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور قوت دلیل کہ مطالعہ ہدایہ وکافی واختیار وکفایہ وغیرہ سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی (۱) مذہب امام اعظم ہے اور اسی پر (۲) متون کا اجماع اور اسی (۳) کی دلیل اقوٰی اور اس (۴) قدر کثرت سے اس کے مرجحین، تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتوٰی دے، اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک، نہ ہو، کمافی مسئلتی جواز المزارعۃ وتحریم القلیل من لامائع المسکر (جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل سکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے۔ت) اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اس کے خلاف پر فتوٰی دیں۔ (۱) منیہ و (۲) سراجیہ و (۳) محیط امام سرخسی وفتاوٰی (۴) عالمگیری و (۵) بحرالرائق و (۶) نہر الفائق و (۷) فتاوٰی خیریہ و (۸) تنویر الابصار و (۹) شرح علائی (۱۰) حاشیہ طحطاویہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے،

درمختار میں ہے:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وهو الاصح منیة وسراجیة ۲ ؎۔

←

ہے وہ عورت کی ملک ہے اور شوہر کا آنا وہاں بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی ہاں اگر اُس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے

قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول مطلقاً لے گا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی اصح ہے، منیہ وسراجیہ۔ (۲؎ درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۷۲)

بحرالرائق میں فرمایا:

یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ ا؎

ہم پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے اگر چہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوی دے چکے ہوں۔ (ت)

(ا؎۔ بحرالرائق، فصل تقلید، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ /۷۰۔ ۲۶۹)

اور ایسا ہی فتاوی خیریہ میں ہے خصوصاً صورت مسئولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوء معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوی قولِ امام کے موافق ہے تہذیب میں کلامِ امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں:

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرۃ من الزوج لھا المنع وان کان من جھتھا فلیس لھا المنع وفی السفر قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۲؎

میرے نزدیک منع کے بارے میں مختار یہ ہے کہ اگر بداخلاقی خاوند کی طرف سے ہوتو بیوی کو منع حق ہے اور اگر بداخلاقی بیوی کی طرف سے ہوتو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں فتوی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے (ت) (۲؎ تھذیب)

اسی طرح فتاوی ابراہیم شاہی وفتاوی حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ ہے اس بارے میں کلام اجمالی، اور قدرے تفصیلی ان مباحث کی ہمارے فتوائے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق، بالجملہ صورت مستفسرہ میں عند التحقیق مفتی وقاضی کے لئے قولِ امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق

اس تقریر میں امر اول ایک سخت حیرت انگیز بات ہے، درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ۳؎

قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لے گا۔ (ت) (۳؎ درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۷۲)

پھر منیۃ المفتی وفتاوی سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح ۴؎ (وہی زیادہ صحیح ہے۔ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ وقت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا،

←

مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرایہ پر کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے گیا تو قصور شوہر کا ہے لہٰذا نفقہ کی مستحق ہے۔

اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط ۵؎ (وہی زیادہ مضبوط ہے۔ت) (۴؎ درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲)

اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ لا یخیر الا اذا کان مجتھدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہب امام پر افتاء و قضا کریں جب تک کوئی مانع قوی وعظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ت)

امر دوم: کے جواب میں، اوّلاً عبارتِ درمختار کہ ابھی گزری اور وہ عبارت کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالٰی لکھتا ہوں بس ہیں۔

ثانیاً کلماتِ علماء میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملاتِ دُنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابویوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قبول قاعدہ مسلّمہ ہے، ہاں علماء نے مسائلِ وقف وقضاء کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قولِ ثانی پر فتوی ہے، اس سے ہر وہ امر کے زیر قضا آسکے مراد نہیں تاکہ امثال صوم وصلوٰۃ کے سوا نکاح وبیع وہبہ اجارہ ورہن وغیرہا تمام ابواب فقہ کو عام ہوجائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتب فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل، کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتوی ہے اگر چہ رائے امام ابویوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء کتاب القضاء وکتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیر قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر (مشقت کے سبب حکم میں آسانی ہوجایا کرتی ہے۔ت) وہاں یہی مسائل شمار کئے۔ حیث قال: ووسع ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما فجوز للقاضی تلقین الشاھد وجواز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام وصحح الوقف علی النفس وعلی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی ولاحکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ الیہ بلاشرط وجوزہ مع الشرط ترغیبا فی الوقف وتیسیرا علی المسلمین ا؎۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے قضاء ووقف کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتوی ہوگا، انہوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائدادیوں وقف کرے کہ تاحیات وہ خود اسکی آمدنی سے ممتنع رہے گا) اور وقف علی جہۃ منقطعہ اور غیر منقسم چیز کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سونپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی انہوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کی شرط لگائی ہے، اور انہوں نے وقف کو ضرورت کے وقت تبدیل کرنے کو بلاشرط جائز قرار دیا ہے اور بلاضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع جائز الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کرنے میں ترغیب اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔(ت)

(ا؎ الاشباہ والنظائر القاعدۃ الرابعۃ المشقۃ تجلب التیسیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۵-۱۱۴)

ثالثاً ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر، کی بھی حاجت نہیں کما یظھر بالمراجعۃ (جیسا کہ کتب کی طرف سے مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ت)

←

یوہیں اگر شوہر نے پرایا مکان غصب کرلیا ہے اُس میں رہتا ہے عورت وہاں رہنے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ کی مستحق ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے یا عورت مسافتِ سفر (یعنی ساڑھے ستاون میل (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) کی راہ) پر ہے، شوہر نے کسی اجنبی شخص کو بھیجا کہ اُسے یہاں اپنے ساتھ لے آ عورت اُس کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ (کھانے پینے اور رہائش وغیرہ کے اخراجات) ساقط نہ ہوگا اور اگر عورت کے محرم کو بھیجا اور آنے سے انکار کرے تو نفقہ ساقط ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: عورت شوہر کے گھر بیمار ہوئی یا بیمار ہوکر اُس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر رہی مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کیا تو نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیمار ہوئی اور اپنے باپ کے یہاں چلی گئی اگر اتنی بیمار ہے کہ

تو کلماتِ علماء اس قید کے مساعد نہیں رابعاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا، ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخلیہ ہونا، آخر متحیر ہوکر خدمتِ امام میں رجوع لانا، مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور۔ علماء فرماتے ہیں: جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہولیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہوکر فرماتے: جہاں ہمارے استاد کا کوئی نہیں اس میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔

بحرالرائق کے مفسدات الصلوۃ میں ہے:

لقد صدق صاحب الفتاوی الظہیریۃ حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءۃ القراٰن ان کل مالم یروعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی فیہ قول بقی کذلک مضطربا الی یوم القیامۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی علیہ انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیہا قول فنحن فیہا ھکذا انتہی ۲؎۔

فتاوٰی ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جوانہوں نے قراءت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوئی قول مروی نہ ہو وہ معاملہ قیامت تک باعثِ اضطراب ہی رہے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انہوں نے فرمایا: جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

(۲؎ بحرالرائق، باب مفسدات الصلوۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴)

امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی اوکما قال رحمۃ اللہ تعالٰی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۰۴۔۱۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص ۵۴۵

(11) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۲۹۰

ڈولی وغیرہ پر بھی نہیں آسکتی تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر آسکتی ہے مگر نہیں آئی تو نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۳: عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اُس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں بلکہ پردیس چلا گیا ہے جب بھی نفقہ کی مستحق ہے۔ اور اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میں شوہر کی اجازت سے گئی تھی اور شوہر انکار کرتا ہے یا یہ ثابت ہوگیا کہ بلا اجازت چلی گئی تھی مگر عورت کہتی ہے کہ گئی تو تھی بغیر اجازت مگر کچھ دنوں شوہر نے وہاں رہنے کی اجازت دیدی تھی تو بظاہر عورت کا قول معتبر نہ ہوگا۔(13)

مسئلہ ۱۴: چند مہینے کا نفقہ شوہر پر باقی تھا عورت اُس کے مکان سے بغیر اجازت چلی گئی تو یہ نفقہ بھی ساقط ہوگیا اور لوٹ کر آئے جب بھی اُس کی مستحق نہ ہوگی اور اگر باجازت اس نے قرض لے کر نفقہ میں صرف کیا تھا اور اب چلی گئی تو ساقط نہ ہوگا۔(14)

مسئلہ ۱۵: عورت اگر قید ہوگئی اگرچہ ظلماً تو شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہاں اگر خود شوہر کا عورت پر دَین تھا اُسی نے قید کرایا تو ساقط نہ ہوگا۔ یوہیں اگر عورت کو کوئی اُٹھالے گیا یا چھین لے گیا جب بھی شوہر پر نفقہ واجب نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۶: عورت حج کے لیے گئی اور شوہر ساتھ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں اگرچہ محرم (ایسا رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہو) کے ساتھ گئی ہو اگرچہ حج فرض ہو۔ اگرچہ شوہر کے مکان پر رہتی تھی۔ اور اگر شوہر کے ہمراہ ہے تو نفقہ واجب ہے حج فرض ہو یا نفل مگر سفر کے مطابق نفقہ واجب نہیں بلکہ حضر کا نفقہ (حالت اقامت کا نفقہ) واجب ہے، لہٰذا کرایہ وغیرہ مصارفِ سفر (سفر کے اخراجات) شوہر پر واجب نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۷: کسی عورت کو حمل ہے لوگوں کو شبہہ ہے کہ فلاں شخص کا حمل ہے لہٰذا عورت کے باپ نے اُسی سے نکاح کردیا مگر وہ کہتا ہے کہ حمل مجھ سے نہیں تو نکاح ہو جائے گا مگر نفقہ شوہر پر واجب نہیں اور اگر حمل کا اقرار کرتا ہے تو نفقہ واجب ہے۔(17)

---

(12) المرجع السابق، ص ۲۸۷

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب إلخ، ج ۵، ص ۲۸۹

(14) المرجع السابق

(15) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۱۱

(16) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱، ص ۱۹۶

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۱۱

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۵۴۶

مسئلہ ۱۸: جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں، عورت کو حمل ہو یا نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۹: جو عورت بے اجازتِ شوہر گھر سے چلی جایا کرتی ہے اس بنا پر اُسے طلاق دیدی تو عدت کا نفقہ نہیں پائے گی ہاں اگر بعدِ طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پائے گی۔(19)

مسئلہ ۲۰: جب تک عورت سِن ایاس (یعنی ایسی عمر جس میں حیض کا خون آنا بند ہوجاتا ہے) کو نہ پہنچے اُس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اگر اس عمر سے پہلے کسی وجہ سے جوان عورت کو حیض نہیں آتا تو اس کی عدت کتنی ہی طویل ہو زمانہ عدت کا نفقہ واجب ہے یہاں تک کہ اگر سِن ایاس تک حیض نہ آیا تو بعدِ ایاس تین ماہ گزرنے پر عدت ختم ہوگی اور اُس وقت تک نفقہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر گواہوں سے ثابت کردے کہ عورت نے اقرار کیا ہے کہ تین حیض آئے اور عدت ختم ہوگئی تو نفقہ ساقط کہ عدت پوری ہو چکی اور اگر عورت کو طلاق ہوئی اُس نے اپنے کو حاملہ بتایا تو وقتِ طلاق سے دو برس تک وضعِ حمل (بچے پیدا ہونے) کا انتظار کیا جائے وضعِ حمل تک نفقہ واجب ہے اور دو ۲ برس پر بھی بچہ نہ ہوا اور عورت کہتی ہے کہ مجھے حیض نہیں آیا اور حمل کا گمان تھا تو نفقہ برابر لیتی رہے گی یہاں تک کہ تین حیض آئیں یا سِن ایاس آکر تین مہینے گزر جائیں۔(20)

---

(18) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج۱، ص۱۹۶

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۵

(20) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح فصل فی نفقۃ العدۃ، ج۱، ص۲۰۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لکن ان کذبتہ فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولھا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ لا نفقۃ لا سکنی لقبول قولھا علی نفسھا خانیۃ ۲؎ (ملخصا)

لیکن اگر عورت مرد کو زمانہ کی نسبت میں جھوٹا قرار دے یا کہے کہ مجھے معلوم نہیں، تو ایسی صورت میں اقرار کے وقت سے عدت شروع ہوگی، اگر اس کو نفقہ اور رہائش دینی ہوگی، اور عورت اس کی تصدیق کرے تو پھر حکم یہی ہے مگر وہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنی اور کے حق سے محروم ہوجائے گی (ملخصاً) (ت) (۲؎ درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے:

لو ان رجلا قدمتہ امرأتہ الی القاضی وطالبتہ بالنفقۃ وقال الرجل للقاضی کنت طلقتھا منذ سنۃ وانقضت عدتھا وجحدت الطلاق لا یقبل قولہ فان شھد لہ شاھدان بذلک والقاضی لا یعرفھما فانہ یامرہ بالنفقۃ ←

مسئلہ ۲۱: عدت کے نفقہ کا نہ دعویٰ کیا نہ قاضی نے مقرر کیا تو عدت گزرنے کے بعد نفقہ ساقط ہوگیا۔

مسئلہ ۲۲: مفقود (وہ شخص جس کا کوئی پتا نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا ہے) کی عورت نے نکاح کرلیا اور اس دوسرے شوہر نے دخول بھی کرلیا ہے، اب پہلا شوہر آیا تو عورت اور دوسرے شوہر میں تفریق کردی جائیگی اور عورت عدت گزارے گی، مگر اس عدت کا نفقہ نہ پہلے شوہر پر ہے، نہ دوسرے پر۔ (21)

علیہا فان عدلت الشھود واقرت انہا حاضت ثلث حیض فی ھذہ السنۃ . فلا نفقۃ لہا علیہ فان اخذت منہ شیئا ردت علیہ ۳؎۔

اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں کسی شخص کی پیشی کرادی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کو ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور عورت طلاق کا انکار کردے تو قاضی مرد کی بات کو قبول نہیں کرے گا، اگر دو گواہوں جن کو قاضی نہیں جانتا، نے گواہی مرد کے حق میں دی تو پھر بھی قاضی نفقہ واجب کردے گا، ہاں اگر عورت ان گواہوں کو عادل قرار دے اور تین حیض سال بھر میں گزرنے کا اقرار کرلے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی۔ (ت)

(۳؎ فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ نورانی کتب خانہ پشاور/۵۵۹)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لم یقبل قولہ فی ابطال نفقتہا ۱؎۔ واللہ تعالی اعلم۔

(۱؎ بدائع الصنائع کتاب النفقۃ فصل فی سبب وجوب ہذہ النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۸)

مرد کا قول بیوی کے نفقہ کو باطل کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۳۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱، ص ۱۹۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے مذہب میں وُہ نکاح نہیں کرسکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر ۷۰ سال گزر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کرسکے گی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی، امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کی دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن دے سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس ۲۰ برس گزر چکے ہوں اُن کا اعتبار نہیں، ادعائے ضرورت کا علاج تو اُن کے یہاں بھی نہ نکلا، آج تک تو جتنا زمانہ گزرا بیکار ہے اب قاضی شرع اگر ہو بھی اور اسکے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وُہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرے اُس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اُس کے بعد تفریق کرے اور عورت عدّت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزرے گا، مذہب بھی چھوڑا اور کال بھی نہ کٹا، لہذا وُہ کرے جو امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی نے فرمایا:

ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر حتی یأتیہا موت اوطلاق ۱؎۔

←

مسئلہ ۲۳: اپنی مدخولہ عورت کو تین طلاقیں دیدیں عورت نے عدت میں دوسرے سے نکاح کرلیا اور دخول بھی ہوا تو تفریق کردی جائے اور پہلے شوہر پر نفقہ ہے۔ اور منکوحہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور دخول کے بعد معلوم ہوا اور تفریق کرائی گئی پھر شوہر کو معلوم ہوا اُس نے تین طلاقیں دیدیں تو عورت پر دونوں کی عدت واجب ہے اور نفقہ کسی پر نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۴: عدت اگر مہینوں سے ہو تو کسی مقدار معین پر صلح ہوسکتی ہے اور حیض یا وضع حمل سے ہو تو نہیں کہ یہ معلوم نہیں کتنے دنوں میں عدت پوری ہوگی۔(23)

مسئلہ ۲۵: وفات کی عدت میں نفقہ واجب نہیں، خواہ عورت کو حمل ہو یا نہیں (23A)۔ یوہیں جو فرقت عورت کی جانب سے معصیت کے ساتھ ہو اُس میں بھی نہیں مثلاً عورت مرتدہ ہوگئی یا شہوت کے ساتھ شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چھوا، ہاں اگر مجبور کی گئی تو ساقط نہ ہوگا۔ یوہیں اگر عدت میں مرتدہ ہوگئی تو نفقہ ساقط ہوگیا پھر اگر اسلام لائی تو نفقہ عود کر آئیگا۔ اور اگر عدت میں شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوا اور جو فرقت زوجہ کی جانب سے سبب مباح سے ہو اُس میں نفقہ عدت ساقط نہیں مثلاً خیارِ عتق، خیارِ بلوغ عورت کو حاصل ہوا، اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا بشرطیکہ دخول کے بعد ہو ورنہ عدت ہی نہیں اور خلع میں نفقہ ہے، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ وسکنےٰ (یعنی رہنے کا مکان) معاف کرے تو نفقہ اب نہیں پائے گی مگر سکنےٰ سے شوہر اب بھی بری نہیں کہ

یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی موت یا طلاق ظاہر ہو۔

(ا۔ مصنف عبدالرزاق باب التی تعلم مھلک زوجہا المکتبۃ الاسلامی بیروت ۷/ ۹۱۔۹۰ حدیث نمبر ۱۲۳۳۰، ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۴)

ضرورت صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمہ ثلثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اس مسئلہ میں اس کے مذہب کی رعایت امور واجبہ میں ضرور ہوگی، دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۳۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(22) المرجع السابق

(23) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۴۲

(23A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت ومزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ت) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت اسکو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔(24)

مسئلہ ۲۶: عورت سے ایلا یا ظہار یا لعان کیا یا شوہر مرتد ہوگیا یا شوہر نے عورت کی ماں سے جماع کیا یا عنین کی عورت نے فرقت اختیار کی تو ان سب صورتوں میں نفقہ پائے گی۔(25)

مسئلہ ۲۷: عورت نے کسی کے بچہ کو دودھ پلانے کی نوکری کی مگر دودھ پلانے جاتی نہیں بلکہ بچہ کو یہاں لاتے ہیں تو نفقہ ساقط نہیں، البتہ شوہر کو اختیار ہے کہ اس سے روک دے بلکہ اگر اپنے بچہ کو جو دوسرے شوہر سے ہے دودھ پلائے تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار حاصل بلکہ ہر ایسے کام سے منع کرسکتا ہے جس سے اُسے ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ سلائی وغیرہ ایسے کاموں سے بھی منع کرسکتا ہے بلکہ اگر شوہر کو مہندی کی بو ناپسند ہے تو مہندی لگانے سے بھی منع کرسکتا ہے۔اور اگر دودھ پلانے وہاں جاتی ہے خواہ دن میں وہاں رہتی ہے یا رات میں تو نفقہ ساقط ہے۔یوہیں اگر عورت مُردہ نہلانے یا دائی کا کام کرتی ہے اور اپنے کام کے لیے باہر جاتی ہے مگر رات میں شوہر کے یہاں رہتی ہے اگر شوہر نے منع کیا اور بغیر اجازت گئی تو نفقہ ساقط ہے۔(26)

مسئلہ ۲۸: اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کا سا اور ایک مالدار ہے، دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اُس سے عمدہ اور اغنیا جیسا کھاتے ہوں اُس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے، مگر یہ واجب نہیں واجب متوسط ہے۔(27)

---

(24) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۱۰، ۱۱۱

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ، ج ۱، ص ۵۵۷

(26) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۲۹۰

(27) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۲۸۶، وغیرہ

شریعت اسلامیہ نے شوہر کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ بیوی کے لئے رہائش، خوراک و پوشاک اور دیگر ضروریات کی تکمیل کا انتظام کرے، بیوی کے اخراجات کے لئے شوہر کی آمدنی کی کوئی شرح مقرر نہیں کی گئی، بلکہ زوجین کے مالدار و تنگدست ہونے کے اعتبار سے نفقہ مقرر کیا گیا، اگر زوجین تنگدست ہیں تو نفقہ اتنی ہی مقدار میں ہوگا جتنی رقم میں عام طور پر تنگدست لوگ گذارہ کر لیتے ہیں اور اگر زوجین مالدار ہوں تو نفقہ بھی اس قدر ہوگا کہ عموماً دولتمند لوگ جس قدر رقم سے ضروریات کی تکمیل کر لیتے ہیں۔جیسا کہ فتاوی عالمگیری ج 1 ص 547، 548 میں ہے: واذاارادالفرض والزوج موسریأکل الخبزالحواری واللحم المشوی والمرأۃ معسرۃ اوعلی العکس اختلفوافیہ والصحیح انہ یعتبرحالھما کذافی الفتاوی الغیاثیۃ وعلیہ الفتوی حتی کان لھا نفقۃ الیسار ان کاناموسرین ونفقۃ العسار ان کانامعسرین ۔۔۔ اسلامی قانون میں ایسی لچک اور وسعت رکھی گئی ہے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو ←

مسئلہ ۲۹: نفقہ کا تعین روپوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمیشہ اُتنے ہی روپے دیے جائیں اس لیے کہ نرخ بدلتا رہتا ہے ارزانی و گرانی (یعنی سستائی اور مہنگائی) دونوں کے مصارف یکساں نہیں ہوسکتے بلکہ گرانی میں اُس کے لحاظ سے تعداد بڑھائی جائے گی اور ارزانی میں کم کی جائے گی۔(28)

مسئلہ ۳۰: عورت آٹا پیسنے روٹی پکانے سے انکار کرتی ہے اگر وہ ایسے گھرانے کی ہے کہ اُن کے یہاں کی عورتیں اپنے آپ یہ کام نہیں کرتیں یا وہ بیمار یا کمزور ہے کہ کرنہیں سکتی تو پکا ہوا کھانا دینا ہوگا یا کوئی ایسا آدمی دے جو کھانا پکادے، پکانے پر مجبور نہیں کی جاسکتی اور اگر نہ ایسے گھرانے کی ہے نہ کوئی سبب ایسا ہے کہ کھانا نہ پکا سکے تو شوہر پر یہ واجب نہیں کہ پکا ہوا اُسے دے اور اگر عورت خود پکاتی ہے مگر پکانے کی اُجرت مانگتی ہے تو اُجرت نہیں دی جائے گی۔(29)

مسئلہ ۳۱: کھانا پکانے کے تمام برتن اور سامان شوہر پر واجب ہے، مثلاً چکی، ہانڈی، توا، چمٹا، رکابی، پیالہ، چمچہ وغیرہا جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے حسبِ حیثیت اعلیٰ، ادنیٰ متوسط۔ یوہیں حسبِ حیثیت اثاث البیت دینا واجب، مثلاً چٹائی، دری، قالین، چارپائی، لحاف، توشک (پلنگ کا بچھونا، گدا)، تکیہ، چادر وغیرہا۔ یوہیں کنگھا، تیل، سر دھونے کے لیے کھلی (تل یا سرسوں کا پھوک جو سر دھونے سے پہلے سر پر لگاتے ہیں) وغیرہ اور صابن یا بیسن (چنے کا آٹا، یہ پہلے ہاتھ دھونے کے لیے استعمال ہوتا تھا) میل دور کرنے کے لیے اور سُرمہ، مِسی (ایک قسم کا منجن یا پاؤڈر جسے دانتوں پر ملتے ہیں)، مہندی دینا شوہر پر واجب نہیں، اگر لائے تو عورت کو استعمال ضروری ہے۔ عطر وغیرہ خوشبو کی اتنی ضرورت ہے جس سے بغل اور پسینہ کی بُو کو دفع کر سکے۔(30)

مسئلہ ۳۲: غسل و وضو کا پانی شوہر کے ذمہ ہے عورت غنی ہو یا فقیر۔(31)

اگر بیوی کیلئے شوہر کی آمدنی کا فیصد مقرر کیا جاتا تو شوہر کی تنخواہ کم ہو یا زیادہ شوہر مقررہ رقم دے کر اپنی ذمہ داری ادا کر دیتا، تنخواہ کم ہونے کی صورت میں بیوی کے لئے مقررہ فیصد کافی نہ ہوتا اور ضروریات کی تکمیل کے سلسلہ میں بیوی کو فکر لاحق ہو جاتی، چنانچہ شریعت اسلامیہ نے مالی ذمہ داری مرد کو دے کر بیوی کی تمام ضروریات کی تکمیل کرنے کی ہدایت دے دی خواہ اس کی آمدنی کم ہو یا زیادہ اس طرح بیوی کو معاشی و اقتصادی افکار سے بری اور محفوظ رکھا۔

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۷

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۸

والدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۲۹۳

(30) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثاني، ص۱۰۸، وغیرہا

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۹

مسئلہ ۳۳: عورت اگر چائے یا حقہ پیتی ہے تو ان کے مصارف شوہر پر واجب نہیں اگرچہ نہ پینے سے اُس کو ضرر پہنچے گا۔(32) یوہیں پان، چھالیا، تمباکو شوہر پر واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۴: عورت بیمار ہو تو اُس کی دوا کی قیمت اور طبیب کی فیس شوہر پر واجب نہیں۔ فصد یا پچھنے کی ضرورت ہو تو یہ بھی شوہر پر نہیں۔(33)

مسئلہ ۳۵: بچہ پیدا ہو تو جنائی کی اُجرت شوہر پر ہے اگر شوہر نے بلایا۔ اور عورت پر ہے اگر عورت نے بلوایا۔ اور اگر وہ خود بغیر ان دونوں میں کسی کے بلائے آجائے تو ظاہر یہ ہے کہ شوہر پر ہے۔(34)

مسئلہ ۳۶: سال میں دو ۲ جوڑے کپڑے دینا واجب ہے ہر ششماہی پر ایک جوڑا۔ جب ایک جوڑا کپڑا دیدیا تو جب تک مدت پوری نہ ہو دینا واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر پھاڑ ڈالا اور عادۃً جس طرح پہنا جاتا ہے اُس طرح پہنتی تو نہیں پھٹتا تو دوسرے کپڑے اس ششماہی میں واجب نہیں ورنہ واجب ہیں اور اگر مدت پوری ہوگئی اور وہ جوڑا باقی ہے تو اگر پہنا ہی نہیں یا کبھی اُس کو پہنتی تھی اور کبھی اور کپڑے اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۷: جاڑوں میں (سردیوں میں) جاڑے کے مناسب اور گرمیوں میں گرمی کے مناسب کپڑے دے مگر بہر حال اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو متوسط جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔ اور لباس میں اُس شہر کے رواج کا اعتبار ہے جاڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چلن (رواج) ہے وہ دے چمڑے کے موزے عورت کے لیے شوہر پر واجب نہیں مگر عورت کی باندی (لونڈی) کے موزے شوہر پر واجب ہیں۔ اور سوتی، اونی موزے جو جاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں یہ دینے ہونگے۔(36)

مسئلہ ۳۸: عورت جب رخصت ہو کر آئی تو اسی وقت سے شوہر کے ذمے اُس کا لباس ہے اس کا انتظار نہ کریگا

---

(32) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب الخ، ج۵،ص ۲۹۴

(33) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۰۹

(34) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۴، ص۲۹۹

وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب الخ، ج۵، ص ۲۹۴

(35) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۰۹

(36) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب الخ، ج۵، ص ۲۹۴

کہ چھ مہینے گزر لیں تو کپڑے بنائے اگرچہ عورت کے پاس کتنے ہی جوڑے ہوں نہ عورت پر یہ واجب کہ میکے سے جو کپڑے لائی ہے وہ پہنے بلکہ اب سب شوہر کے ذمہ ہے۔(37)

مسئلہ ۳۹: شوہر کو خود ہی چاہیے کہ عورت کے مصارف اپنے ذمہ لے یعنی جس چیز کی ضرورت ہو لا کر یا منگا کر دے۔ اور اگر لانے میں ڈھیل ڈالتا ہے (یعنی تاخیر کرتا ہے) تو قاضی کوئی مقدار وقت اور حال کے لحاظ سے مقرر کردے کہ شوہر وہ رقم دے دیا کرے اور عورت اپنے طور پر خرچ کرے۔ اور اگر اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر عورت اس میں سے کچھ بچالے تو وہ عورت کا ہے واپس نہ کریگی نہ آئندہ کے نفقہ میں مُجرا دیگی (یعنی بچائی ہوئی رقم آئندہ کے نفقہ میں شامل نہ ہوگی) اور اگر شوہر بقدرِ کفایت عورت کو نہیں دیتا تو بغیر اجازتِ شوہر عورت اُس کے مال سے لے کر صرف کرسکتی ہے۔(38)

مسئلہ ۴۰: نفقہ کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو طریقہ آسان ہو وہ برتا جائے مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو کہ مزدور ایک مہینے کے تمام مصارف ایک ساتھ نہیں دے سکتا اور تاجر اور نوکری پیشہ جو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں مہینے کا نفقہ ایک ساتھ دے دیا کریں اور ہفتہ میں تنخواہ ملتی ہے تو ہفتہ وار اور کھیتی کرنے والے ہر سال یا ربیع و خریف دو فصلوں میں دیا کریں۔(39)

مسئلہ ۴۱: اگر شوہر باہر چلا جاتا ہو اور عورت کو خرچ کی ضرورت پڑتی ہو تو اُسے یہ حق ہے کہ شوہر سے کہے کہ کسی کو ضامن بنادو کہ مہینے پر اُس سے خرچ لے لوں پھر اگر عورت کو معلوم ہے کہ شوہر ایک مہینے تک باہر رہے گا تو ایک مہینے کے لیے ضامن طلب کرے اور یہ معلوم ہے کہ زیادہ دنوں سفر میں رہے گا مثلاً حج کو جاتا ہے تو جتنے دنوں کے لیے جاتا ہے، اتنے دنوں کے لیے ضامن مانگے اور اُس شخص نے اگر یہ کہہ دیا کہ میں ہر مہینے میں دے دیا کرونگا تو ہمیشہ کے لیے ضامن ہوگیا۔(40)

مسئلہ ۴۲: شوہر عورت کو جتنے روپے کھانے کے لیے دیتا ہے اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر اُن میں سے کچھ بچالیتی ہے اور خوف ہے کہ لاغر ہوجائے گی تو شوہر کو حق ہے کہ اُسے تنگی کرنے سے روک دے نہ مانے تو قاضی کے یہاں اس کا

---

(37) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب الخ، ج۵، ص۲۹۴

(38) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب الخ، ج۵، ص۲۹۵
والبحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۴، ص۲۹۴

(39) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۲۹۶

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی اخذ المرأۃ الخ، ج۵، ص۲۹۷

دعویٰ کر کے رُکوا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے جمال میں فرق آئے گا اور یہ شوہر کا حق ہے۔(41)

مسئلہ ۴۳: اگر باہم رضا مندی سے کوئی مقدار معین ہوئی یا قاضی نے معین کردی اور چند ماہ تک وہ رقم نہ دی تو عورت وصول کرسکتی ہے اور معاف کرنا چاہے تو کرسکتی ہے بلکہ جو مہینہ آگیا ہے اُس کا بھی نفقہ معاف کرسکتی ہے جبکہ ماہ بماہ نفقہ دینا ٹھہرا ہو اور سالانہ مقرر ہوا تو اس سنہ (سال) اور سال گزشتہ کا معاف کرسکتی ہے۔ پہلی صورت میں بعد والے مہینے کا دوسری میں اُس سال کا جو ابھی نہیں آیا معاف نہیں کرسکتی اور اگر نہ باہم کوئی مقدار معین ہوئی نہ قاضی نے معین کی تو زمانہ گزشتہ کا نفقہ نہ طلب کرسکتی ہے، نہ معاف کرسکتی ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ واجب ہی نہیں، ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کردے تو یہ معاف ہو جائیگا۔(42)

مسئلہ ۴۴: عورت کو مثلاً مہینے بھر کا نفقہ دیدیا اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچ کرڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہوگیا تو اس مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔(43)

مسئلہ ۴۵: عورت کے لیے اگر کوئی خادم مملوک ہو یعنی لونڈی یا غلام تو اُس کا نفقہ بھی شوہر پر ہے بشرطیکہ شوہر تنگدست نہ ہو اور عورت آزاد ہو۔ اور اگر عورت کو چند خادموں کی ضرورت ہو کہ عورت صاحب اولاد ہے ایک سے کام نہیں چلتا تو دو تین جتنے کی ضرورت ہے اُن کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔(44)

مسئلہ ۴۶: شوہر اگر ناداری کے سبب نفقہ دینے سے عاجز ہے تو اس کی وجہ سے تفریق نہ کی جائے۔ یوہیں اگر مالدار ہے مگر مال یہاں موجود نہیں جب بھی تفریق نہ کریں بلکہ اگر نفقہ مقرر ہو چکا ہے تو قاضی حکم دے کہ قرض لے کر یا کچھ کام کر کے صرف کرے اور وہ سب شوہر کے ذمہ ہے کہ اُسے دینا ہوگا۔(45)

مسئلہ ۴۷: عورت نے قاضی کے پاس آکر بیان کیا کہ میرا شوہر کہیں گیا ہے اور مُجھے نفقہ کے لیے کچھ دے کر نہ گیا تو اگر کچھ روپے یا غلہ چھوڑ گیا ہے اور قاضی کو معلوم ہے کہ یہ اُس کی عورت ہے تو قاضی حکم دیگا کہ اُس میں سے خرچ کرے مگر فضول خرچ نہ کرے مگر یہ قسم لے لے کہ اُس سے نفقہ نہیں پایا ہے اور کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی ہے جس

---

(41) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۰۰

(42) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی الابراء عن النفقۃ، ج۵، ص۳۰۳

(43) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۰۶

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۴۷

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۰۷۔۳۰۹

(45) المرجع السابق، ص۳۰۹۔۳۱۱

سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے اور عورت سے کوئی ضامن بھی لے۔(46)

مسئلہ ۴۸: شوہر کہیں چلا گیا ہے اور نفقہ نہیں دے گیا مگر گھر میں اسباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو نفقہ کی جنس سے نہیں تو عورت اُن چیزوں کو بیچ کر کھانے وغیرہ میں نہیں صرف کرسکتی۔(47)

مسئلہ ۴۹: جس مقدار پر رضامندی ہوئی یا قاضی نے مقرر کی عورت کہتی ہے کہ یہ ناکافی ہے تو مقدار بڑھادی جائے یا شوہر کہتا ہے کہ یہ زیادہ ہے اس سے کم میں کام چل جائیگا کیونکہ اب ارزانی ہے یا مقرر ہی زیادہ مقدار ہوئی اور قاضی کو بھی معلوم ہوگیا کہ یہ رقم زائد ہے تو کم کردی جائے۔(48)

مسئلہ ۵۰: چند مہینے کا نفقہ باقی تھا اور دونوں میں سے کوئی مرگیا تو نفقہ ساقط ہوگیا ہاں اگر قاضی نے عورت کو حکم دیا تھا کہ قرض لیکر صرف کرے پھر کوئی مرگیا تو ساقط نہ ہوگا۔ طلاق سے بھی پیشتر کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے مگر جبکہ اسی لیے طلاق دی ہو کہ نفقہ ساقط ہوجائے تو ساقط نہ ہوگا۔(49)

مسئلہ ۵۱: عورت کو پیشگی نفقہ دے دیا تھا پھر اُن میں سے کسی کا انتقال ہوگیا یا طلاق ہوگئی تو وہ دیا ہوا واپس نہیں ہوسکتا۔ یوہیں اگر شوہر کے باپ نے اپنی بہو کو پیشگی نفقہ دے دیا تو موت یا طلاق کے بعد وہ بھی واپس نہیں لے سکتا۔(50)

مسئلہ ۵۲: مرد نے عورت کے پاس کپڑے یا روپے بھیجے عورت کہتی ہے ہدیۃً بھیجے اور مرد کہتا ہے نفقہ میں بھیجے تو شوہر کا قول معتبر ہے ہاں اگر عورت گواہوں سے ثابت کردے کہ ہدیۃً بھیجے یا یہ کہ شوہر نے اس کا اقرار کیا تھا اور گواہوں نے اُس کے اقرار کی شہادت دی تو گواہی مقبول ہے۔(51)

مسئلہ ۵۳: غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو اگر غلام خالص ہے یعنی مدبر و مکاتب نہ ہو تو اُسے بیچ کر اُس کی عورت کا نفقہ ادا کریں پھر بھی باقی رہ جائے تو یکے بعد دیگرے (یعنی بار بار) بیچتے رہیں یہاں تک کہ نفقہ ادا ہوجائے بشرطیکہ خریدار کو معلوم ہو کہ نفقہ کی وجہ سے بیچا جارہا ہے اور اگر خریدتے وقت اُسے معلوم نہ تھا بعد کو معلوم ہوا تو

---

(46) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج۱، ص۱۹۸

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۵۰

(48) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۱۴

(49) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۱۷

(50) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۱۹

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۵۲

خریدار کو بیع رد کرنے کا اختیار ہے اور اگر بیع کو قائم رکھا تو ثابت ہوا کہ راضی ہے لہذا اب اسے کوئی عذر نہیں اور اگر مولیٰ بیچنے سے انکار کرتا ہے تو مولیٰ کے سامنے قاضی بیع کردے گا مگر نفقہ میں بیچنے کے لیے یہ شرط ہے کہ نفقہ اتنا اُس کے ذمہ باقی ہو کہ ادا کرنے سے عاجز ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مولیٰ اپنے پاس سے نفقہ دیکر اپنے غلام کو چھڑالے اور اگر وہ غلام مدبر یا مکاتب ہو جو بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز نہیں تو بیچا نہ جائے بلکہ کما کر نفقہ کی مقدار پوری کرے۔ اور اگر جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ اس کے مولیٰ کی کنیز ہے تو اس پر نفقہ واجب ہی نہیں۔(52)

مسئلہ ۵۴: بغیر اجازتِ مولیٰ غلام نے نکاح کیا اور ابھی مولیٰ نے رد نہ کیا تھا کہ آزاد کردیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور آزاد ہونے کے بعد سے نفقہ واجب ہوگا۔(53)

مسئلہ ۵۵: لونڈی نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا اور دن بھر مولیٰ کی خدمت کرتی ہے اور رات میں اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے تو دن کا نفقہ مولیٰ پر ہے اور رات کا شوہر پر۔(54)

مسئلہ ۵۶: غلام یا مدبر یا مکاتب نے نکاح کیا اور اولاد ہوئی تو اولاد کا نفقہ ان پر نہیں بلکہ زوجہ اگر مکاتبہ ہے تو اس پر ہے اور مدبرہ یا ام ولد ہے تو ان کے مولیٰ پر اور آزاد ہے تو خود عورت پر اور اس کے پاس بھی کچھ نہ ہو تو بچہ کا جو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اُس پر ہے اور اگر شوہر آزاد ہے اور عورت کنیز جب بھی یہی سب احکام ہیں جو مذکور ہوئے۔(55)

مسئلہ ۵۷: غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا تھا اور عورت کا نفقہ واجب ہونے کے بعد مر گیا یا مار ڈالا گیا تو نفقہ ساقط ہوگیا۔(56)

مسئلہ ۵۸: نفقہ کا تیسرا جز سُکنٰی ہے یعنی رہنے کا مکان۔ شوہر جو مکان عورت کو رہنے کے لیے دے، وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں، ہاں اگر شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ جماع سے آگاہ نہیں تو وہ مانع نہیں۔ یوہیں شوہر کی کنیز یا ام ولد کا رہنا بھی کچھ مضر نہیں اور اگر اُس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کیا

---

(52) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج۱، ص۱۹۴

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۱۹۔۳۲۱

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۵۴

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۵۵

(55) المرجع السابق

(56) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۱۹، ۳۲۲

کہ سب کے ساتھ رہے تو متعلقین شوہر سے خالی ہونے کی شرط نہیں۔ اور عورت کا بچہ اگرچہ بہت چھوٹا ہو اگر شوہر روکنا چاہے تو روک سکتا ہے عورت کو اس کا اختیار نہیں کہ خواہ مخواہ اُسے وہاں رکھے۔(57)

مسئلہ ۵۹: عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہے یعنی اپنی سوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اُس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور بند کر سکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اُس کو اختیار نہیں بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ رہا یہ امر کہ پاخانہ (یعنی بیت الخلاء)، غسل خانہ، باورچی خانہ بھی علیحدہ ہونا چاہیے، اس میں تفصیل ہے اگر شوہر مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضروریات ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے، اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔(58)

مسئلہ ۶۰: یہ بات ضروری ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پڑوسی صالحین ہوں کہ فاسقوں میں خود بھی رہنا اچھا نہیں نہ کہ ایسے مقام پر عورت کا ہونا اور اگر مکان بہت بڑا ہو کہ عورت وہاں تنہا رہنے سے گھبراتی اور ڈرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی نیک عورت رکھے جس سے دل بستگی ہو یا عورت کو کوئی دوسرا مکان دے جو اتنا بڑا نہ ہو اور اُس کے ہمسایہ نیک لوگ ہوں۔(59)

مسئلہ ۶۱: عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آسکتے ہیں شوہر منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہیں تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے اور والدین کے علاوہ اور محارم (یعنی وہ رشتہ دار جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے) سال بھر میں ایک بار آسکتے ہیں۔ یوہیں عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار جاسکتی ہے، مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی، دن ہی دن میں واپس آئے اور والدین یا محارم اگر فقط دیکھنا چاہیں تو اس سے کسی وقت منع نہیں کر سکتا۔ اور غیروں کے یہاں جانے یا اُن کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ تقریبوں کی شرکت سے منع کرے بغیر اجازت جائے گی تو گنہگار ہوگی اور اجازت سے گئی تو دونوں گنہگار ہوئے۔(60)

---

(57) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۲۴

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۵۵۶
وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی مسکن الزوجۃ، ج ۵، ص ۳۲۵

(59) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی الکلام علی المؤنۃ، ج ۵، ص ۳۲۸

(60) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۲۸
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۵۵۷

مسئلہ ۶۲: عورت اگر کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے شوہر کا حق فوت ہوتا ہے یا اُس میں نقصان آتا ہے یا اُس کام کے لیے باہر جانا پڑتا ہے تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار ہے۔(61) بلکہ نظر بحالِ زمانہ ایسے کام سے تو منع ہی کرنا چاہیے جس کے لیے باہر جانا پڑے۔

مسئلہ ۶۳: جس کام میں شوہر کی حق تلفی نہ ہوتی ہو نہ نقصان ہو اگر عورت گھر میں وہ کام کرلیا کرے جیسے کپڑا سینا یا اگلے زمانہ میں چرخہ کاتنے کا رواج تھا تو ایسے کام سے منع کرنے کی کچھ حاجت نہیں خصوصاً جبکہ شوہر گھر نہ ہو کہ ان کاموں سے جی بہلتا رہے گا اور بیکار بیٹھے گی تو وسوسے اور خطرے پیدا ہوتے رہیں گے اور لایعنی باتوں میں مشغول ہوگی۔(62)

مسئلہ ۶۴: نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جبکہ اولاد فقیر ہو یعنی خود اس کی مِلک میں مال نہ ہو اور آزاد ہو۔ اور بالغ بیٹا اگر اپاہج یا مجنون یا نابینا ہو کمانے سے عاجز ہو اور اُس کے پاس مال نہ ہو تو اُس کا نفقہ بھی باپ پر ہے اور لڑکی جبکہ مال نہ رکھتی ہو تو اُس کا نفقہ بہر حال باپ پر ہے اگرچہ اُس کے اعضا سلامت ہوں۔ اور اگر نابالغ کی مِلک میں مال ہے مگر یہاں مال موجود نہیں تو باپ کو حکم دیا جائے گا۔ کہ اپنے پاس سے خرچ کرے جب مال آئے تو جتنا خرچ کیا ہے اُس میں سے لے لے اور اگر بطورِ خود خرچ کیا ہے اور چاہتا ہے کہ مال آنے کے بعد اُس میں سے لے لے تو لوگوں کو گواہ بنائے کہ جب مال آئے گا میں لے لوں گا اور گواہ نہ کیے تو دیانۃً لے سکتا ہے قضاءً نہیں۔(63)

مسئلہ ۶۵: نابالغ کا باپ تنگ دست ہے اور ماں مالدار جب بھی نفقہ باپ ہی پر ہے مگر ماں کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور جب شوہر کے پاس ہو تو وصول کرلے۔(64)

مسئلہ ۶۶: اگر باپ مفلس ہے تو کمائے اور بچوں کو کھلائے اور کمانے سے بھی عاجز ہے مثلاً اپاہج ہے تو دادا کے ذمہ نفقہ ہے کہ خود باپ کا نفقہ بھی اس صورت میں اُسی کے ذمہ ہے۔(65)

مسئلہ ۶۷: طالب علم کہ علم دین پڑھتا ہو اور نیک چلن ہو اُس کا نفقہ بھی اُس کے والد کے ذمہ ہے وہ طلبہ مراد نہیں

---

(61) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۳۰

(62) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی الکلام علی المؤنسۃ، ج۵، ص۳۳۱

(63) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۱۵

(64) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۱۵

(65) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: الکلام علی نفقۃ الاقارب، ج۵، ص۳۴۹

جو فضولیات ولغویات فلاسفہ میں مشتغل ہوں اگر یہ باتیں ہوں تو نفقہ باپ پر نہیں۔(66)

وہ طلبہ بھی اس سے مراد نہیں جو بظاہر علم دین پڑھتے اور حقیقۃً دین ڈھانا چاہتے ہیں مثلاً وہابیوں سے پڑھتے ہیں اُن کے پاس اُٹھتے بیٹھتے ہیں کہ ایسوں سے عموماً یہی مشاہدہ ہو رہا ہے کہ بدباطنی وخباثت اور اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی کرنے میں اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے۔ ایسوں کا نفقہ درکنار اُنکو پاس بھی نہ آنے دینا چاہیے ایسی تعلیم سے تو جاہل رہنا اچھا تھا کہ اس نے تو مذہب ودین سب کو برباد کیا اور نہ فقط اپنا بلکہ وہ تم کو بھی لے ڈوبے گا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد(67)

مسئلہ ۶۸: بچہ کی ملک میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو اور نفقہ کی حاجت ہو تو بیچ کر خرچ کی جائے اگرچہ سب رفتہ رفتہ کر کے خرچ ہو جائے۔(68)

مسئلہ ۶۹: لڑکی جب جوان ہو گئی اور اُس کی شادی کر دی تو اب شوہر پر نفقہ ہے باپ سبکدوش ہو گیا۔(69)

مسئلہ ۷۰: بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے اور اگر کوئی مقدار معین کر لی گئی تو اس میں بھی حرج نہیں اور جو مقدار معین ہوئی اگر وہ اتنی زیادہ ہے کہ اندازہ

---

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع، ج۱، ص ۵۶۳

والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۴۸-۳۴۹

باپ پر نادار نابالغ اولاد کا نفقہ واجب ہے۔ یوں ہی ان نابالغ اولاد کا جو کمانے سے عاجز ہوں۔ اگر کوئی بالغ فرزند ایسا ہے جو کمانے پر قادر ہے۔ مگر طالب علم دینی میں مشغول ہے تو اس کا خرچ باپ پر واجب ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا واجب ہے بعض نے کہا نہیں ہے، جن علماء نے واجب کہا انہوں نے یہ قید لگا دی ہے کہ وجوب اس صورت میں ہے جب طالب علم فرزند نیک سیرت اور واقعی طالب علم ہو۔ ورنہ اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں۔ صاحب منیہ وقنیہ وصاحب ملتقی فرماتے ہیں کہ اکثر طلبہ رشد وصلاح والے نہیں۔ اور حکم اکثر ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لہٰذا مطلقاً کہا جائے گا کہ باپ پر طالب علم کا نفقہ واجب نہیں، فاضل بریلوی کا استدلال بس اتنے ہی سے ہے کہ حکم باعتبار اکثر ہوا کرتا ہے رہا یہ کہ دور حاضر میں حکم کیا ہونا چاہیے تو راقم کے خیال سے اس میں تحقیق وتفصیل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب طلبہ کی کئی قسمیں اور مختلف حالتیں ہیں۔ یوں ہی اب علم دین کے لیے حالات زمانہ بھی مختلف ہیں۔

(67) ترجمہ: بے ادب صرف اپنے آپ کو برباد نہیں کرتا بلکہ تمام جہان میں آگ لگا دیتا ہے۔

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع، ج۱، ص ۵۶۲

(69) المرجع السابق ص ۵۶۳

سے باہر ہے تو کم کردی جائے اور اگر اندازہ سے باہر نہیں تو معاف ہے اور کم ہے تو کمی پوری کی جائے۔(70)

مسئلہ ۷۱: کسی اور کی کنیز سے نکاح کیا اور بچہ پیدا ہوا تو یہ اُسی کی مِلک (مِلکیت) ہے جس کی مِلک میں اس کی ماں ہے اور اس کا نفقہ باپ پر نہیں بلکہ مولٰی پر ہے اس کا باپ آزاد ہو یا غلام، باپ پر نہیں اگرچہ مالدار ہو۔ اور اگر غلام یا مدبر یا مکاتب نے مولٰی (آقا، مالک) کی اجازت سے نکاح کیا اور اولاد پیدا ہوئی تو ان پر نہیں بلکہ اگر ماں مدبرہ یا ام ولد یا کنیز ہے تو مولٰی پر ہے اور آزاد یا مکاتبہ ہے تو ماں پر اور اگر ماں کے پاس مال نہ ہو تو سب رشتہ داروں میں جو قریب تر ہے اُس پر ہے۔(71)

مسئلہ ۷۲: ماں نے اگر بچہ کا نفقہ اُس کے باپ سے لیا اور چوری گیا یا اور کسی طریقہ سے ہلاک ہوگیا تو پھر دوبارہ نفقہ لے گی اور بچ رہا تو واپس کرے گی۔(72)

مسئلہ ۷۳: باپ مرگیا اُس نے نابالغ بچے اور اموال چھوڑے تو بچوں کا نفقہ اُن کے حصوں میں سے دیا جائیگا۔ یوہیں ہر وارث کا نفقہ اُس کے حصہ میں سے دیا جائیگا پھر اگر میت نے کسی کو وصی کیا ہے تو یہ کام وصی کا ہے کہ ان کے حصوں سے نفقہ دے اور وصی کسی کو نہ کیا ہو تو قاضی کا کام ہے کہ نابالغوں کا نفقہ اُن کے حصوں سے دے یا قاضی کسی کو وصی بنادے کہ وہ خرچ کرے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو اور میت کے بالغ لڑکوں نے نابالغوں پر اُن کے حصوں سے خرچ کیا تو قضاءً ان کو تاوان دینا ہوگا اور دیانۃً نہیں۔ یوہیں اگر سفر میں دو شخص ہیں اُن میں سے ایک بیہوش ہوگیا دوسرے نے اُس کا مال اُس پر صرف کیا یا ایک مرگیا دوسرے نے اُس کے مال سے تجہیز و تکفین کی تو دیانۃً تاوان لازم نہیں۔(73)

مسئلہ ۷۴: بچہ کو دودھ پلانا ماں پر اُسوقت واجب ہے کہ کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی نہ ملے یا بچہ دوسری کا دودھ نہ لے یا اُس کا باپ تنگدست ہے کہ اُجرت نہیں دے سکتا اور بچہ کی مِلک میں بھی مال نہ ہو ان صورتوں میں دودھ پلانے پر ماں مجبور کی جائے گی اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو دیانۃً ماں کے ذمہ دودھ پلانا ہے مجبور نہیں کی جاسکتی۔(74)

---

(70) المرجع السابق

(71) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج۱، ص۵۵۵

(72) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۴۷

(73) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع، ج۱، ص۵۶۴

(74) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۵۴

مسئلہ ۷۵: بچہ کو دائی نے دودھ پلایا کچھ دنوں کے بعد دودھ پلانے سے انکار کرتی ہے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا یا کوئی اور پلانے والی نہیں ملتی یا ابتدا ہی میں کوئی عورت اس کو دودھ پلانے والی نہیں تو یہی متعین ہے دودھ پلانے پر مجبور کی جائیگی۔(75)

مسئلہ ۷۶: بچہ چونکہ ماں کی پرورش میں ہوتا ہے لہٰذا جو دائی مقرر کی جائے وہ ماں کے پاس دودھ پلایا کرے مگر نوکر رکھتے وقت یہ شرط نہ کرلی گئی ہو کہ تجھے یہاں رہ کر دودھ پلانا ہوگا تو دائی پر یہ واجب نہ ہوگا کہ وہاں رہے بلکہ دودھ پلا کر چلی جاسکتی ہے یا کہہ سکتی ہے کہ میں وہاں نہیں پلاؤں گی یہاں پلادونگی یا گھر لیجا کر پلاؤں گی۔(76)

مسئلہ ۷۷: اگر لونڈی سے بچہ پیدا ہوا تو وہ دودھ پلانے سے انکار نہیں کرسکتی۔(77)

مسئلہ ۷۸: باپ کو اختیار ہے کہ دائی سے دودھ پلوائے، اگرچہ ماں پلانا چاہتی ہو۔(78)

مسئلہ ۷۹: بچہ کی ماں نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدّت میں اگر دودھ پلائے تو اس کی اُجرت نہیں لے سکتی اور طلاقِ بائن کی عدت میں لے سکتی ہے اور اگر دوسری عورت کے بچہ کو جو اُسی شوہر کا ہے دودھ پلائے تو مطلقاً اجرت لے سکتی ہے اگرچہ نکاح میں ہو۔(79)

مسئلہ ۸۰: عدت گزرنے کے بعد مطلقاً اُجرت لے سکتی ہے اور اگر شوہر نے دوسری عورت کو مقرر کیا اور ماں مفت پلانے کو کہتی ہے یا اُتنی ہی اُجرت مانگتی ہے جتنی دوسری عورت مانگتی ہے تو ماں کو زیادہ حق ہے اور اگر ماں اُجرت مانگتی ہے اور دوسری عورت مفت پلانے کو کہتی ہے یا ماں سے کم اُجرت مانگتی ہے تو وہ دوسری زیادہ مستحق ہے۔(80)

مسئلہ ۸۱: عدت کے بعد عورت نے اُجرت پر اپنے بچہ کو دودھ پلایا اور ان دنوں کا نفقہ نہیں لیا تھا کہ شوہر کا یعنی بچہ کے باپ کا انتقال ہوگیا تو یہ نفقہ موت سے ساقط نہ ہوگا۔(81)

مسئلہ ۸۲: باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی اگر تنگدست ہوں تو ان کا نفقہ واجب ہے، اگرچہ کمانے پر قادر ہوں

---

(75) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی ارضاع الصغیر، ج۵، ص۳۵۴

(76) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی نفقۃ الاولاد، ج۱، ص۲۰۵، وکتاب الاجارات فصل فی اجارۃ الظئر، ج۳، ص۴۲

(77) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع، ج۱، ص۵۶۱

(78) المرجع السابق

(79) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۵۵، وغیرہ

(80) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۵۶

(81) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۵۸

جبکہ یہ مالدار ہو یعنی مالک نصاب ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اگر یہ بھی محتاج ہے تو باپ کا نفقہ اس پر واجب نہیں، البتہ اگر باپ اپاہج یا مفلوج (یعنی فالج کا مریض) ہے کہ کما نہیں سکتا تو بیٹے کے ساتھ نفقہ میں شریک ہے اگرچہ بیٹا فقیر ہو اور ماں کا نفقہ بھی بیٹے پر ہے، اگرچہ اپاہج نہ ہو اگرچہ بیٹا فقیر ہو۔ یعنی جبکہ بیوہ ہو اور اگر نکاح کرلیا ہے تو اس کا نفقہ شوہر پر ہے اور اگر اس کے باپ کے نکاح میں ہے اور باپ اور ماں دونوں محتاج ہوں تو دونوں کا نفقہ بیٹے پر ہے اور باپ محتاج نہ ہو تو باپ پر ہے اور باپ محتاج ہے اور ماں مالدار تو ماں کا نفقہ اب بھی بیٹے پر نہیں بلکہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور شوہر سے وصول کرسکتی ہے۔(82)

مسئلہ ۸۳: باپ وغیرہ کا نفقہ جیسے بیٹے پر واجب ہے، یوہیں بیٹی پر بھی ہے، اگر بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو دونوں پر برابر برابر واجب ہے اور اگر دو بیٹے ہوں ایک فقط مالک نصاب ہے اور دوسرا بہت مالدار ہے تو باپ کا نفقہ دونوں پر برابر برابر ہے۔(83)

مسئلہ ۸۴: باپ اور اولاد کے نفقہ میں قرابت وجزئیت کا اعتبار ہے وراثت کا نہیں مثلاً بیٹا ہے اور پوتا تو نفقہ بیٹے پر واجب ہے، پوتے پر نہیں۔ یوہیں بیٹی ہے اور پوتا تو بیٹی پر ہے، پوتے پر نہیں، اور پوتا ہے اور نواسی یا نواسہ تو دونوں پر برابر، اور بیٹی ہے اور بہن یا بھائی تو بیٹی پر ہے، اور نواسہ نواسی ہیں اور بھائی تو اُن پر ہے، اس پر نہیں اور باپ یا ماں

---

(82) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: نفقۃ الاصول إلخ، ج۵،ص۳۵۸۔۳۶۱

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:۔

غنی اولاد پر فقیر ماں باپ کا خرچہ واجب ہے اور اگر ماں باپ غنی ہوں انہیں اولاد کے مال کی ضرورت نہ ہو تو ہدایا دیتے رہنا مستحب ہے، اگر باپ اولاد کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا، اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے تو اس پر حد زنا نہیں اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہیں۔ خیال رہے کہ بچہ کو ماں خون پلا کر پالتی ہے باپ مال کھلا کر یعنی جانی خدمت ماں کرتی ہے اور مالی خدمت باپ، اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور یہاں ارشاد ہوا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے جیسی پرورش ویسا اس کا شکریہ۔ یہ ہے اس سرکار سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف۔ خیال رہے کہ بوقت حاجت ہر ذی رحم قرابت دار کا نفقہ مالدار عزیز پر واجب ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ" یہ ہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں سوائے ماں باپ کے کسی عزیز کا خرچہ واجب نہیں، امام احمد کے ہاں ہر محتاج عزیز کا خرچہ واجب ہے ذی رحم ہو یا نہ ہو ان تمام مسائل کے دلائل کتب فقہ یا مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۱۷۲)

(83) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: صاحب الفتح إلخ، ج۵،ص۳۶۱

والجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۱۵

ہے اور بیٹا تو بیٹے پر ہے، اُن پر نہیں اور دادا ہے اور پوتا تو ایک ثلث دادا پر اور باقی پوتے پر، اور باپ ہے اور نواسی نواسہ تو باپ پر ہے، ان پر نہیں۔(84)

مسئلہ ۸۵: باپ اگر تنگ دست ہو اور اُس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور یہ بچے محتاج ہوں اور بڑا بیٹا مالدار ہے تو باپ اور اُس کی سب اولاد کا نفقہ اس پر واجب ہے۔(85)

مسئلہ ۸۶: بیٹا اگر ماں باپ دونوں کا نفقہ نہیں دے سکتا مگر ایک کا دے سکتا ہے تو ماں زیادہ مستحق ہے۔ اور اگر باپ محتاج ہے اور چھوٹا بچہ بھی ہے اور دونوں کا نفقہ نہ دے سکتا ہو مگر ایک کا دے سکتا ہے تو بیٹا زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر والدین میں کسی کا پورا نفقہ نہ دے سکتا ہو تو دونوں کو اپنے ساتھ کھلائے جو خود کھاتا ہو اُسی میں سے اُنھیں بھی کھلائے۔ اور اگر باپ کو نکاح کرنے کی ضرورت ہے اور بیٹا مالدار ہے تو بیٹے پر باپ کی شادی کرادینا واجب ہے یا اُس کے لیے کوئی کنیز خرید دے اور اگر باپ کی دو بی بیاں ہیں تو بیٹے پر فقط ایک کا نفقہ واجب ہے مگر باپ کو دیدے کہ وہ دونوں کو تقسیم کر کے دے۔(86)

مسئلہ ۸۷: باپ بیٹے دونوں نادار ہیں مگر بیٹا کمانے والا ہے تو بیٹے پر دیانۃً حکم کیا جائیگا کہ باپ کو بھی ساتھ لے لے یہ جبکہ بیٹا تنہا ہو اور اگر بال بچوں والا ہے تو مجبور کیا جائے گا کہ باپ کو بھی ہمراہ لے لے۔(87)

مسئلہ ۸۸: جو رشتہ دار محارم ہوں اُن کا بھی نفقہ واجب ہے جبکہ محتاج ہوں اور نابالغ یا عورت ہو۔ اور رشتہ دار بالغ مرد ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کمانے سے عاجز ہو مثلاً دیوانہ ہے یا اُس پر فالج گرا ہے یا اپاہج ہے یا اندھا۔ اور اگر عاجز نہ ہو تو واجب نہیں اگرچہ محتاج ہو اور عورت میں بالغہ نابالغہ کی قید نہیں اور ان کے نفقات بقدرِ میراث (یعنی میراث میں جتنا حصہ اُن کو ملتا ہے اس (حصہ) کے برابر) واجب ہیں یعنی اُس کے ترکہ سے جتنی مقدار کا وارث ہوگا اُسی کے موافق اِس پر نفقہ واجب مثلاً کوئی شخص محتاج ہے اور اُس کی تین بہنیں ہیں ایک حقیقی ایک سوتیلی ایک اخیافی تو نفقہ کے پانچ حصے تصور کریں تین حقیقی بہن پر اور ایک ایک ان دونوں پر اور اگر اسی طرح کے تین بھائی ہیں تو چھ حصے تصور کریں ایک اخیافی بھائی پر اور باقی حقیقی پر سوتیلے پر کچھ نہیں کہ وہ وارث نہیں۔ اور اگر ماں اور دادا ہیں تو ایک حصہ ماں پر اور دو دادا پر۔ اور اگر ماں اور بھائی یا ماں اور چچا ہے جب بھی یہی صورت ہے اور اگر ان کے ساتھ بیٹا بھی ہے مگر نابالغ نادار ہے

---

(84) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: صاحب الفتح رائح، ج۵،ص ۳۶۲

(85) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۵۶۵

(86) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۱۹

(87) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۵۶۵

یا بالغ ہے مگر عاجز تو اُسکا ہونا نہ ہونا دونوں برابر کہ جب اُس پر نفقہ واجب نہیں تو کالعدم (نہ ہونے کی طرح) ہے اور اگر حقیقی چچا اور حقیقی پھوپی یا حقیقی ماموں ہے تو نفقہ چچا پر ہے پھوپی یا ماموں پر نہیں۔ اور وراثت سے مراد محض اہلِ وراثت ہے کہ حقیقۃً وراثت تو مرنے کے بعد ہوگی، نہ اب۔(88)

مسئلہ ۸۹: یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ رشتہ دار عورت میں نابالغہ کی قید نہیں، بلکہ اگر کمانے پر قادر ہے جب بھی اُس کا نفقہ واجب ہے، ہاں اگر کوئی کام کرتی ہے جس سے اُس کا خرچ چلتا ہے تو اب اس کا نفقہ رشتہ دار پر فرض نہیں۔ یوہیں اندھا وغیرہ بھی کماتا ہو تو اب کسی اور پر نفقہ فرض نہیں۔(89)

مسئلہ ۹۰: طالبِ علمِ دین اگرچہ تندرست ہے، کام کرنے پر قادر ہے، مگر اپنے کو طلبِ علمِ دین میں مشغول رکھتا ہے تو اُس کا نفقہ بھی رشتہ والوں پر فرض ہے۔(90)

مسئلہ ۹۱: قریبی رشتہ دار غائب ہے اور دور والا موجود ہے تو نفقہ اسی دور کے رشتہ دار پر ہے۔(91)

مسئلہ ۹۲: عورت کا شوہر تنگ دست ہے اور بھائی مالدار ہے تو بھائی کو خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جب شوہر کے پاس مال ہو جائے تو واپس لے سکتا ہے۔(92)

مسئلہ ۹۳: اگر رشتہ دار محرم نہ ہو جیسے چچا زاد بھائی یا محرم ہو مگر رشتہ دار نہ ہو، جیسے رضاعی بھائی، بہن یا رشتہ دار محرم ہو مگر حرمت قرابت کی نہ ہو (یعنی نکاح کا حرام ہونا قریبی رشتہ کی وجہ سے نہ ہو)، جیسے چچا زاد بھائی اور وہ رضاعی بھائی بھی ہے کہ حرمت رضاعت کی وجہ سے ہے (یعنی نکاح حرام ہونا دودھ کے رشتے کی وجہ سے ہے)، نہ رشتہ کی وجہ سے تو ان صورتوں میں نفقہ واجب نہیں۔(93)

مسئلہ ۹۴: محارم کا نفقہ دے دیا اور اُس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو پھر دینا ہوگا اور کچھ بچ رہا تو اتنا کم کر دیا

---

(88) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۲۰
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۵۶۵۔۵۶۷
والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۶۸۔۳۷۲

(89) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی نفقۃ قرابۃ ذی رحم، ج ۵، ص ۳۶۸

(90) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۶۹

(91) المرجع السابق، ص ۳۷۲

(92) المرجع السابق

(93) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۵۶۶

جائے۔(94)

مسئلہ ۹۵: باپ محتاج ہے نفقہ کی ضرورت ہے اور بیٹا جوان مالدار ہے جو موجود نہیں تو باپ کو اختیار ہے کہ اُس کے اسباب کو بیچ کر اپنے نفقہ میں صَرف کرے مگر جائداد غیر منقولہ کے بیچنے کی اجازت نہیں اور ماں اور رشتہ داروں کو کسی چیز کے بیچنے کی اجازت نہیں اور بیٹا موجود ہے تو باپ بھی کسی چیز کو نہیں بیچ سکتا۔ یوہیں اگر بیٹا مجنون ہوگیا اُس کے اور اُس کے بال بچوں کے خرچ کے لیے اُس کی چیزیں باپ فروخت کرسکتا ہے اگرچہ جائداد غیر منقولہ ہو اور اگر باپ کا بیٹے پر دَین ہو اور بیٹا غائب ہو تو دَین وصول کرنے کے لیے اُس کے سامان کو بیچنے کی اجازت نہیں۔(95)

مسئلہ ۹۶: کسی کے پاس امانت رکھی ہے اور مالک غائب ہے اس نے بیچ کر اُس کے بال بچوں یا ماں باپ پر صرف کردیا اگر مالک کی اجازت سے یا قاضی شرعی کے حکم سے نہیں تو دیانۃً تاوان دینا پڑے گا اور امین نے جن پر خرچ کیا ہے اُن سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر وہاں قاضی نہیں یا ہے مگر شرعی نہیں یا مالک کی اجازت سے صرف کیا تو تاوان نہیں۔ یوہیں اگر وہ مالک غائب مرگیا اور امین نے جس پر خرچ کیا ہے وہی اُس کا وارث ہے تو اب وارث تاوان نہیں لے سکتا کہ اس نے اپنا حق پالیا۔ یوہیں اگر دو شخص سفر میں ہوں ایک مرگیا دوسرے نے اُس کے مال سے تجہیز و تکفین کی یا مسجد کے متعلق جائداد وقف ہے اور کوئی متولی نہیں کہ خرچ کرے اہل محلہ نے وقف کی آمدنی مسجد میں صرف کی یا میت کے ذمہ دَین تھا وصی کو معلوم ہوا اُس نے ادا کردیا یا مال امانت تھا اور مالک مرگیا اور مالک پر دَین تھا امین نے اُس امانت سے ادا کردیا یا قرض خواہ مرگیا اور اُس پر دَین تھا قرض دار نے ادا کردیا تو ان سب صورتوں میں دیانۃً تاوان نہیں۔(96)

مسئلہ ۹۷: کوئی شخص غائب ہے اور اُس کے والدین یا اولاد یا زوجہ کے پاس اُسکی اشیا از قسم نفقہ موجود ہیں انھوں نے خرچ کرلیں تو تاوان نہیں اور اگر وہ شخص موجود ہے اور اپنے والدین حاجت مند کو نہیں دیتا اور وہاں کوئی قاضی بھی نہیں جس کے پاس دعویٰ کریں تو اُنھیں اختیار ہے اُن کا مال چھپا کر لے سکتے ہیں۔ یوہیں اگر وہ دیتا ہے مگر بقدرِ کفایت نہیں دیتا جب بھی بقدر کفایت خفیۃً اس کا مال لے سکتے ہیں اور کفایت سے زیادہ لینا یا بغیر حاجت لینا جائز نہیں۔(97)

---

(94) المرجع السابق، ص ۵۶۷

(95) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۷۳۔۳۷۵

(96) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: فی نفقۃ قرابۃ الخ، ج ۵، ص ۳۷۵

(97) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۷۶۔ والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۵۶۷

مسئلہ ۹۸: باپ کے پاس رہنے کا مکان اور سواری کا جانور ہے تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائیگا کہ ان چیزوں کو بیچ کر نفقہ میں صرف کرے بلکہ اس کا نفقہ اس کے بیٹے پر فرض ہے ہاں اگر مکان حاجت سے زائد ہے کہ تھوڑے سے حصہ میں رہتا ہے تو جتنا حاجت سے زائد ہے اُسے بیچ کر نفقہ میں صرف کرے اور جب وہی حصہ باقی رہ گیا جس میں رہتا ہے تو اب نفقہ اُس کے بیٹے پر ہے۔ یوہیں اگر اُس کے پاس اعلیٰ درجہ کی سواری ہے تو یہ حکم دیا جائے گا کہ بیچ کر کم درجہ کی سواری خریدے اور جو بچے نفقہ میں صرف کرے پھر اس کے بعد دوسرے پر نفقہ واجب ہوگا یہی احکام اولاد و دیگر محارم کے بھی ہیں۔(98)

مسئلہ ۹۹: زوجہ کے سوا کسی اور کے نفقہ کا قاضی نے حکم دیا اور ایک مہینہ یا زیادہ زمانہ گزرا تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا اور ایک مہینے سے کم زمانہ گزرا ہے تو وصول کرسکتے ہیں اور زوجہ بہرحال بعدِ حکم قاضی وصول کرسکتی ہے۔ اور اگر نفقہ نہ دینے کی صورت میں اُن لوگوں نے بھیک مانگ کر گزر کی جب بھی ساقط ہوجائے گا کہ جو کچھ مانگ لائے وہ اُن کی ملک ہوگیا تو اب جب تک وہ خرچ نہ ہولے حاجت نہ رہی۔(99)

مسئلہ ۱۰۰: غیر زوجہ جس کے نفقہ کا قاضی نے حکم دیا تھا اُس نے قاضی کے حکم سے قرض لے کر کام چلایا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر قرض لینے کے بعد اُس شخص کا انتقال ہوگیا جس پر نفقہ فرض ہوا تو وہ قرض ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔(100)

مسئلہ ۱۰۱: لونڈی غلام کا نفقہ اُن کے آقا پر ہے وہ مدبر ہوں یا خالص غلام چھوٹے ہوں یا بڑے اپاہج ہوں یا تندرست اندھے ہوں یا انکھیارے (بینا، درست آنکھوں والے) اور اگر آقا نفقہ دینے سے انکار کرے تو مزدوری وغیرہ کر کے اپنے نفقہ میں صرف کریں اور کمی پڑے تو مولیٰ سے لیں بچ رہے تو مولیٰ کو دیں اور کما بھی نہ سکتے ہوں تو غیر مدبر وام ولد میں مولیٰ کو حکم دیا جائے گا کہ اُن کو نفقہ دے یا بیچ ڈالے اور مدبر وام ولد میں نفقہ پر مجبور کیا جائے گا اور اگر لونڈی خوبصورت ہے کہ مزدوری کو جائے گی تو اندیشہ فتنہ ہے تو مولیٰ کو حکم دیا جائے گا کہ نفقہ دے یا بیچ ڈالے۔(101)

مسئلہ ۱۰۲: غلام کو اُس کا آقا خرچ نہیں دیتا اور کمانے پر بھی قادر نہیں یا مولیٰ کمانے کی اجازت نہیں دیتا تو مولیٰ کے مال سے بقدرِ کفایت (یعنی اتنی مقدار جو اس کی ضروریات کو کافی ہو) بلا اجازت لے سکتا ہے۔ ورنہ بلا اجازت لینا جائز نہیں اور اگر مولیٰ کھانے کو دیتا ہے مگر بقدر کفایت نہیں دیتا تو بلا اجازت مولیٰ کا مال نہیں لے سکتا ممکن ہو تو مزدوری کر کے وہ کمی پوری کرلے۔(102)

---

(98) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۵۶۷

(99) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: فی مواضع الخ، ج۵، ص ۳۷۷

(100) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۷۸ـ ۳۸۰

(101) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص ۵۶۸

(102) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۸۳

مسئلہ ۱۰۳: لونڈی غلام کا نفقہ روٹی سالن وغیرہ اور لباس اُس شہر کی عام خوراک و پوشاک کے موافق ہونا چاہیے اور لونڈی کو صرف اتنا ہی کپڑا دینا جو ستر عورت کے لائق ہے جائز نہیں اور اگر مولیٰ اچھے کھانے کھاتا ہے اچھے لباس پہنتا ہے تو یہ واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلائے پہنائے مگر مستحب ہے کہ ویسا ہی دے اور اگر مولیٰ بخل یا ریاضت کے سبب وہاں کی عادت سے کم درجہ کا کھاتا پہنتا ہے تو یہ ضرور ہے کہ غلام کو وہاں کے عام چلن کے موافق دے اور اگر غلام نے کھانا پکایا ہے تو مولیٰ کو چاہیے کہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر غلام ادب کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو اُس میں سے اُسے کچھ دیدے۔(103)

مسئلہ ۱۰۴: چند غلام ہوں تو سب کو یکساں کھانا کپڑا دے لونڈی کا بھی یہی حکم ہے اور جس لونڈی سے وطی کرتا ہے اُس کا لباس اوروں سے اچھا ہو۔(104)

مسئلہ ۱۰۵: غلام کے وضو غسل وغیرہ کے لیے پانی خریدنے کی ضرورت ہو تو مولیٰ پر خریدنا واجب ہے۔(105)

مسئلہ ۱۰۶: جس غلام کے کچھ حصہ کو آزاد کردیا ہے اُس کا اور مکاتب کا نفقہ مولیٰ کے ذمہ نہیں۔(106)

مسئلہ ۱۰۷: جس غلام کو بیچ ڈالا ہے اُس کا نفقہ بائع پر ہے جب تک بائع کے قبضہ میں ہے اور اگر بیع میں کسی جانب خیار ہو تو نفقہ اُس کے ذمہ ہے جس کی ملک بالآخر قرار پائے اور کسی کے پاس غلام کو امانت یا رہن رکھا تو مالک پر ہے اور عاریۃً دیا تو کھلانا عاریت لینے والے پر ہے اور کپڑا مالک کے ذمہ اور اگر امین یا مرتہن نے قاضی سے اجازت چاہی کہ جو کچھ خرچ ہو وہ غلام کے ذمہ ڈالا جائے تو قاضی اس کا حکم نہ دے بلکہ یہ کہے کہ غلام مزدوری کرے اور جو کمائے اُس کے نفقہ میں صرف کیا جائے یا قاضی غلام کو بیچ ڈالے اور ثمن مولیٰ کے لیے محفوظ رکھے اور اگر قاضی کے نزدیک یہی مصلحت ہے کہ نفقہ اُس پر ڈالا جائے تو یہ حکم بھی دے سکتا ہے۔ یہی احکام اُس وقت بھی ہیں کہ بھاگے ہوئے غلام کو کوئی پکڑلایا اور قاضی سے نفقہ کے بارے میں اجازت چاہی یا دو شریک تھے ایک حاضر ہے ایک غائب اور حاضر نے اجازت مانگی۔(107)

مسئلہ ۱۰۸: کسی نے غلام غصب کرلیا تو نفقہ غاصب پر ہے، جب تک واپس نہ کرے اور اگر غاصب نے قاضی سے نفقہ یا بیع کی اجازت مانگی تو اجازت نہ دے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ غلام کو ضائع کردے گا تو قاضی بیچ ڈالے اور

(103) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص۵۶۸

(104) المرجع السابق

(105) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص۱۲۳

(106) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص۵۶۹

(107) المرجع السابق۔ والدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص۳۸۴

ثمن محفوظ رکھے۔(108)

مسئلہ ۱۰۹: غلام مشترک کا نفقہ ہر شریک پر بقدر حصہ لازم ہے اور اگر ایک شریک نفقہ دینے سے انکار کرے تو بحکم قاضی جو اُس کی طرف سے خرچ کریگا اُس سے وصول کرسکتا ہے۔(109)

مسئلہ ۱۱۰: اگر غلام کو آزاد کر دیا تو اب مولیٰ پر نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ کمانے کے لائق نہ ہو مثلاً بہت چھوٹا بچہ یا بہت بوڑھا یا اپاہج یا مریض ہو بلکہ ان کا نفقہ بیت المال سے دیا جائے گا اگر کوئی ایسا نہ ہو جس پر نفقہ واجب ہو۔(110)

مسئلہ ۱۱۱: جانور پالے اور اُنھیں چارہ نہیں دیتا تو دیانۃً حکم دیا جائے گا کہ چارہ وغیرہ دے یا بیچ ڈالے اور اگر مشترک ہے اور ایک شریک اُسے چارہ وغیرہ دینے سے انکار کرتا ہے تو قضاءً بھی حکم دیا جائے گا کہ یا چارہ دے یا بیچ ڈالے۔(111)

مسئلہ ۱۱۲: اگر جانور کو چارہ کم دیتا ہے اور پورا دودھ دوہ لینا مُضر ہو تو پورا دودھ دوہنا مکروہ ہے۔ یوہیں بالکل نہ دوہے یہ بھی مکروہ ہے اور دوہنے میں یہ بھی خیال رکھے کہ بچہ کے لیے بھی چھوڑنا چاہیے اور ناخن بڑے ہوں تو ترشوا دے کہ اُسے تکلیف نہ ہو۔(112)

---

(108) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۸۴

(109) المرجع السابق، ص ۳۸۵

(110) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص ۵۷۰

(111) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج۵، ص ۳۸۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کما نص علیہ فی الدر المختار ۲؎۔ کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے (۲؎ الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹) وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت، رواہ الامام احمد ۱؎ وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح۔ (۱؎ سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵) اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ دار ہو اس کو ضائع کردے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(112) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص ۵۷۳

مسئلہ ۱۱۳: جانور پر بوجھ لادنے اور سواری لینے میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اُس کی طاقت سے زیادہ نہ ہو۔(113) باغ اور زراعت و مکان میں اگر خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو خرچ کرے اور خرچ نہ کرکے ضائع نہ کرے کہ مال ضائع کرنا ممنوع ہے۔(114) واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب بست و دوم ماہ فاخر ربیع الآخر شب پنج شنبہ ۱۳۳۸ھ

باتمام رسید(115)

❀❀❀❀❀

(113) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۲۳

جانوروں پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنا کیسا؟

اگر ان سے طاقت سے زیادہ کام لیا گیا تو بھی قیامت کے دن بدلہ لیا جائے گا۔ چنانچہ، حضور نبی مکرّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک شخص گائے پر سوار ہو کر اسے ہانکے جارہا تھا۔ اس نے گائے کو مارا تو وہ بول پڑی: ''ہمیں سواری کے لئے نہیں بلکہ کاشتکاری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۵۴، الحدیث: ۳۴۷۱، ص ۲۸۴)

اللہ عزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اس گائے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی تو اس نے اپنے آپ کو بچالیا کہ اسے اذیت نہ دی جائے اور اس کام کے لئے استعمال نہ کیا جائے جس کے لئے اسے پیدا نہیں کیا گیا۔ جس نے جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا یا انہیں ناحق مارا تو قیامت کے دن اس سے مارنے اور عذاب دینے کے برابر بدلہ لیا جائے گا۔

گدھے کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ میں گدھے پر سوار تھا، میں نے اُسے دو تین مرتبہ مارا تو اس نے اپنا سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگا: ''اے ابوسلیمان! قیامت کے دن اس مارنے کا بدلہ لیا جائے گا، اب تمہاری مرضی ہے کم مارو یا زیادہ۔'' تو میں نے کہا: ''اب میں کسی کو بھی نہیں ماروں گا۔'' حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قریش کے بچوں کے پاس سے گزرے، جو ایک پرندے کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے جبکہ انہوں نے پرندے کے مالک سے یہ طے کیا ہوا تھا کہ جو تیر نشانے پر نہ لگا وہ اس کا ہوگا۔ جب انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آتے دیکھا تو بھاگ گئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دریافت فرمایا: ''یہ کس نے کیا ہے؟ اللہ عزَّوَجَلَّ ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائے، بے شک رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کسی ذی روح کو تیر اندازی کا نشانہ بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النھی عن صبر البھائم، الحدیث: ۵۰۶۲، ص ۱۰۲۷، ''بصبیان'' بدلہ ''بفتیان''۔)

(114) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵، ص ۳۸۶

(115) (یہ حصہ) بائیس ربیع الآخر جمعرات کی رات تیرہ سو اڑتیس ہجری کو مکمل ہوا۔

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد نہم

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

شارح

محمد ناصر الدین ناصر

جلد نہم

بار اول	مئی 2017
پرنٹرز	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

کھانے پینے کی قسم کا بیان

کلام کے متعلق قسم کا بیان

لباس کے متعلق قسم کا بیان

حدود کا بیان

شراب پینے کی حد کا بیان

حد قذف کا بیان

تعزیر کا بیان

چوری کی حد کا بیان

ہاتھ کاٹنے کا بیان

راہزنی کا بیان

کتاب السیر

غنیمت کا بیان

استیلائے کفار کا بیان

مستامن کا بیان

عشر و خراج کا بیان

جزیہ کا بیان

مرتد کا بیان

قسم، نذر، غلاموں کی آزادی، اسلامی سزاؤں اور کلماتِ کفر کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

آزاد کرنے کا بیان

عتق (یعنی غلام آزاد کرنے) کے مسائل کی ہندوستان میں ضرورت نہیں پڑتی کہ یہاں نہ لونڈی، غلام ہیں نہ ان کے آزاد کرنے کا موقع۔ یوہیں فقہ کے اور بھی بعض ایسے ابواب ہیں جن کی زمانہ حال میں یہاں کے مسلمانوں کو حاجت نہیں اس وجہ سے خیال ہوتا تھا کہ ایسے مسائل اس کتاب میں ذکر نہ کیے جائیں مگر ان چیزوں کو بالکل چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں کہ کتاب ناقص رہ جائے گی۔ نیز ہماری اس کتاب کے اکثر بیانات میں باندی، غلام کے امتیازی مسائل کا تھوڑا تھوڑا ذکر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس جگہ بالکل پہلوتہی کی جائے (1) لہٰذا مختصراً چند باتیں گزارش کروں گا کہ اس کے اقسام واحکام پر قدرے اطلاع ہوجائے۔ غلام آزاد کرنے کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾﴾ (2)

احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں بعض احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(1) یعنی غلام آزاد کرنے کا بیان چھوڑ دیا جائے۔

(2) پ۳۰، البلد ۱۳، ۱۴۔

ترجمہ کنزالایمان: کسی بندے کی گردن چھڑانا، یا بھوک کے دن کھانا دینا۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ غلامی سے خواہ اس طرح ہو کہ کسی غلام کو آزاد کردے یا اس طرح کہ مکاتب کو اتنا مال دے جس سے وہ آزادی حاصل کرسکے یا کسی غلام کو آزاد کرانے میں مدد کرے یا کسی اسیر یا مدیون کے رہا کرانے میں اعانت کرے، اور یہ معنٰی بھی ہوسکتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ اختیار کرکے اپنی گردن عذابِ آخرت سے چھڑائے۔

(خزائن العرفان)

احادیث

حدیث ۱: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمان غلام کو آزاد کریگا اسکے ہر عضو کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنائی اونھوں نے اپنا ایک ایسا غلام آزاد کیا جس کی قیمت عبداللہ بن جعفر دس ۱۰ ہزار دیتے تھے۔ (1)

(1) صحیح البخاري، کتاب العتق، باب في العتق وفضلہ، الحدیث ۲۵۱۷، ج ۲، ص ۱۵۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ! سورۂ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل بیان فرمارہی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے غرضکہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلیٰ اسی لیے اولاد اسمٰعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں، یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔

۲؎ یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائے گا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں اسی لیے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولحمہا بدنہ لحمہا بلحمہ شعرہا بشعرہ بہرحال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لیے ہو۔

۳؎ شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء سے خبیث عضو ہے کہ ناپاکی کا محل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جب کہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہوگیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد و ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۹۷)

غلام کو آزاد کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ایک غلام آزاد کیا اللہ عزوجل اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرمادے گا۔

(مسند احمد بن حنبل ... ۱۹۵... ج ... ص ۱۲۹) ←

حدیث ۲: نیز صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں، میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عرض کی، کس گردن (یعنی غلام لونڈی) کو آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور زیادہ نفیس ہو۔

حضرتِ سیدنا مالک بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مسلمان ماں باپ کے کسی یتیم بچے کو اپنے کھانے اور پینے میں شکم سیر ہونے تک شریک کیا اس کیلئے جنت ضرور واجب ہو گئی اور جس نے مسلمان مرد کو آزاد کیا تو وہ اس کے لئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائیگا اور اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی اروی، رقم ۱۹۰۴۷، ج ۷، ص ۲۷)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان مرد کسی مسلمان مرد کو آزاد کریگا تو وہ اس کی جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائے گا اور اس کی ہر ہڈی کے عوض اس کی ایک ہڈی کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی تو وہ اس کے لئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائے گی اور اس کی ہر ہڈی کے بدلے اس کی ایک ہڈی کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا اور جس مسلمان مرد نے دو مسلمان عورتوں کو آزاد کیا تو وہ دونوں اس کی جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائیں گی اور ان دونوں کی ایک ایک ہڈی کے عوض اس کی ایک ایک ہڈی کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب البیوع، باب الترغیب فی العتق، رقم ۷، ج ۳، ص ۲۰)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم نے فرمایا، جس مسلمان مرد نے کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا وہ اس کی جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائے گا اور اُس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا اور جس مسلمان مرد نے دو عورتوں کو آزاد کیا وہ دونوں جہنم سے اس کی آزادی کا ذریعہ بن جائیں گی اور اُن کے ہر عضو کے بدلے اِس کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس مسلمان عورت نے ایک مسلمان عورت کو آزاد کیا تو وہ اس کے لئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ بن جائے گی اور اُس کے ہر عضو کے عوض اِس کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔

(ترمذی، کتاب النذور والایمان، باب فی فضل من اعتق، رقم ۱۵۵۲، ج ۳، ص ۱۹۲)

حضرتِ سیدنا ابن نجیح سُلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کے ساتھ طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کریگا اللہ اس کی ہر ہڈی کے لئے آزاد کی گئی ہڈیوں میں سے ایک کو نجات کا ذریعہ بنا دے گا اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی اللہ عزوجل اس کی ہر ہڈی کے لئے اس کی آزاد کردہ ہڈیوں میں سے ایک ہڈی کو نجات کا ذریعہ بنا دے گا۔ (ابوداؤد، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، رقم ۳۹۶۵، ج ۴، ص ۴۱)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی نے خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، ←

میں نے کہا، اگر یہ نہ کرسکوں؟ فرمایا: کہ کام کرنے والے کی مدد کرو یا جو کام کرنا نہ جانتا ہو، اس کا کام کر دو۔ میں نے

سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلّم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے نہایت کم الفاظ میں بہت بڑا سوال کیا ہے۔ غلام آزاد کرو اور جان کو چھڑاؤ۔ اس نے عرض کیا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ فرمایا، نہیں! بلکہ غلام آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم تنہا کوئی غلام آزاد کرو اور جان چھڑاؤ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے غلام کو آزاد کرانے میں تم مالی مدد کرو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البیوع، باب فی العتق، رقم ۹، ج ۳، ص ۲۱)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے ایک دن میں پانچ عمل کیے اللہ عزوجل اسے جنتیوں میں لکھے گا، (۱) جس نے کسی مریض کی عیادت کی، (۲) کسی جنازہ میں شرکت کی، (۳) دن میں روزہ رکھا، (۴) جمعہ کی طرف چلا اور (۵) ایک غلام آزاد کیا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، رقم ۲۷۶۰، ج ۴، ص ۱۹۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ عزوجل اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرمادے گا۔ حضرتِ سیدنا سَعِید بن مُرجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ حدیث مبارک سنائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو (جسے حضرتِ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما دس ہزار درھم یا ایک ہزار دینار میں خریدنا چاہتے تھے) آزاد کردیا۔ (صحیح البخاری، کتاب العتق، باب فی العتق وفضلہ، رقم ۲۵۱۷، ج ۲، ص ۱۵۰)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ عزوجل اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرمادے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے عوض اس کی شرمگاہ کو آزاد فرمادے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق، رقم ۱۵۰۹، ص ۸۱۲)

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو یہ غلام جہنم سے اس کی آزادی کا ذریعہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عُقبہ بن عامر، رقم ۱۷۳۶۱، ج ۶، ص ۱۳۱)

حضرتِ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا۔ بنی سلیم کے ایک گروہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے ایک رفیق نے اپنے اوپر جہنم واجب کرلی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس کی طرف سے ایک غلام آزاد کردو، اللہ عزوجل اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرمادے گا۔ (ابوداود، کتاب العتق، باب ثواب العتق، رقم ۳۹۶۴، ج ۴، ص ۴ بتغیر قلیل) ←

کہا، اگر یہ نہ کروں؟ فرمایا: لوگوں کو ضرر پہنچانے سے بچو کہ اس سے بھی تم کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔ (2)

حدیث ۳: بیہقی شعب الایمان میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، ایک اعرابی (دیہاتی) نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مجھے ایسا عمل تعلیم فرمایئے جو مجھے جنت میں داخل کرے۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ تمھارے الفاظ کم ہیں، مگر جس بات کا سوال کیا ہے وہ بہت بڑی ہے (وہ عمل یہ ہے) کہ جان کو آزاد کرو اور گردن کو چھوڑاؤ۔ عرض کی، یہ دونوں ایک ہی ہیں؟ فرمایا: ایک نہیں۔ جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اوسے تنہا آزاد کردے اور گردن چھوڑانا یہ کہ اوس کی قیمت میں مدد کرے۔ (3)

---

(2) صحیح البخاري، کتاب العتق، باب أي الرقاب أفضل، الحدیث ۲۵۱۸، ج ۲، ص ۱۵۰.

(3) شعب الایمان، باب في العتق ووجہ التقرب إلی اللہ عزوجل، الحدیث ۴۳۳۵، ج ۴، ص ۶۵، ۶۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اول سے ہی جنت میں پہنچادے، دوزخ کی سزا دے کر نہ پہنچائے یا اسناد مجازی ہے یعنی وہ عمل جنت میں اوّلی داخلہ کا سبب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسناد مجازی جائز ہے لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ سے بچاتے ہیں، جنت میں پہنچاتے ہیں، جب ایک عمل جنت میں پہنچا سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس عمل سے کہیں افضل ہیں ضرور پہنچا سکتے ہیں۔

۲۔ یا تو لئن بمعنی وان ہے بمعنی اگرچہ، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں اختیار کیا یا لام قسم کا ہے اور ان شرطیہ، اس صورت میں لقد عرضت شرط کی جزاء پہلی صورت میں تو عبارت کے وہ معنی ہیں جو ہم نے عرض کیے، دوسری صورت میں معنی یہ ہیں قسم ہے کہ تو نے اگر کلام چھوٹا کیا ہے تو مسئلہ بڑا پیش کیا ہے حضور نے سائل کی تعریف فرمائی کہ تو کلام چھوٹا کرتا ہے چیز بڑی مانگتا ہے جنتی ہوجانا معمولی بات نہیں، یہ آخری معنی مرقات نے کیے۔

۳۔ یہ ہے اس کی عرض ومعروض کا جواب اور لئن الخ جملہ معترضہ ہے نسمہ ن وس کے فتحہ سے بمعنی روح وجان، کبھی نفس وذات کو بھی کہہ دیتے ہیں یعنی روح والی ذات یہاں اسی معنے میں، اس سے مراد غلام یا لونڈی ہے، یوں ہی رقبہ اگرچہ گردن کو کہتے ہیں مگر مراد ہے گردن والا یعنی انسان۔

۴۔ یعنی حضور نے فرمایا: وفك الرقبة واؤ عاطفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عتق اور چیز ہے فک اور چیز مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہیں، ممکن ہے کہ واؤ بمعنی او ہو یعنی یا غلام آزاد کر یا پھنسی گردن چھڑا۔

۵۔ سبحان اللہ! یہ ہے اس سید الکونین افصح العرب کی فصاحت وبلاغت کہ عتق سے مراد ہے آزاد کرنا، آزاد وہ ہی کرے گا جو مالک ہوگا لہذا اس کے معنی ہوئے اپنا غلام آزاد کرنا، اور فک کے بمعنی ہیں پھنسی گردن چھوڑانا یعنی کسی اور کا غلام ہے اس نے اسے مکاتب کردیا ہے، یہ مال ادا کرنے پر قادر نہیں، اس کی گردن پھنسی ہے تو اس کی کلی یا بعض قیمت ادا کرکے آزاد کرادے۔ ←

حدیث ۴: ابوداود ونسائی واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک شخص کے متعلق دریافت کرنے حاضر ہوئے، جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کرلیا تھا۔ ارشاد فرمایا: اس کی طرف سے آزاد کرو، اس کے ہر عضو کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اوس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کریگا۔ (4)

حدیث ۵: بیہقی شعب الایمان میں سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: افضل صدقہ یہ ہے کہ گردن چھوڑانے (یعنی غلام آزاد کروانے) میں سفارش کی جائے۔ (5)

۶؎ منحہ میم کے کسرہ نون کے جزم سے بمعنی عطیہ، اب اس دودھ والے جانور کو منحہ کہتے ہیں۔ جو کسی کو دودھ پینے کے لیے عاریۃً دیا جائے اونٹنی یا بکری گائے وغیرہ۔ وکوف وکف سے ہے بمعنی قطرے ٹپکنا، کہا جاتا ہے وکف السقف بارش میں چھت ٹپکی، اس سے مراد بہت دودھ دینے والی اونٹنی بکری وغیرہ ہے جس کا دودھ ٹپکتا ہو زیادتی کی وجہ سے، یہ عبارت مبتداء ہے اس کی خبر خیر پوشیدہ یعنی بہت دودھ والے جانور کا عاریۃً دے دینا بھی بہت ہی اچھا عمل ہے جنت میں پہنچانے والا، یا المنحہ منصوب ہے فعل پوشیدہ کا مفعول۔

۷؎ یعنی تیرا عزیز قرابتدار اگر تجھ پر ظلم کرے مگر تو اس پر مہربانی سے رجوع کرے یہ بھی جنتی ہونے کا عمل ہے۔ (اشعہ) یا جو تیرا عزیز قرابتدار دوسروں پر ظلم کرے تو تو اس کی قرابت ومحبت واپس کردے، اس سے تعلق توڑ دے تاکہ وہ اس حرکت سے توبہ کرے بعض قرابتداری کی وجہ سے اس کی حمایت نہ کر۔ (مرقات)

۸؎ یعنی لوگوں پر ظاہری وباطنی احسان کر، کھانا پانی ظاہری احسان ہے جس سے جسم کی پرورش ہے اور برائی سے روکنا بھلائی کا حکم دینا باطنی احسان جس سے دل ودماغ کی پرورش ہے۔

۹؎ اس طرح کہ زبان سے بری بات جھوٹ غیبت گالی وغیرہ نہ نکالو۔ یہاں خیر شر کا مقابل ہے لہذا اس خیر میں جائز ومباح کلام بھی داخل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ بہترین عمل یہ ہے کہ کثرت سکوت، لزوم البیوت، قناعۃ بالقوت الی ان یموت یعنی دراز خاموشی، اکثر گھر میں رہنا، تا حیات تھوڑے پر قناعت کرنا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۹۹)

(4) سنن أبي داود، کتاب العتق، باب في ثواب العتق، الحدیث ۳۹۶۴، ج۴، ص۴۰۔

(5) شعب الایمان، باب في التعاون علی البر والتقوی، الحدیث ۷۶۸۳، ج۶، ص۱۲۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی سفارش کرکے کسی کو قرض، غلامیت، قید، بے جا حبس سے چھوڑا دینا یا مکاتب کی سفارش کرکے اس کا بدل کتابت کم کرادینا بہترین صدقہ ہے۔ خیال ہے کہ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں التی ہے تب تو عبارت بالکل واضح ہے اور بعض نسخوں میں التی نہیں تب یہاں تفک کا جملہ شفاعۃ کی صفت ہے یا اس کا حال کیونکہ اس صورت میں الشفاعۃ نکرہ ہے اور نکرہ کی صفت جملہ ہوسکتا ہے، شاعر کہتا ہے:

ولقد امر علی الیم لیبنی

خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کرکے پھنسے آدمی کو چھوڑا دینا بہت افضل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا" (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۰۲)

مسائل فقہیّہ

غلام کے آزاد ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اوس کے مالک نے کہہ دیا کہ تو آزاد ہے یا اس کے مثل اور کوئی لفظ جس سے آزادی ثابت ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ ذی رحم محرم اوس کا مالک ہوجائے تو مِلک میں آتے ہی آزاد ہوجائے گا۔ سوم یہ کہ حربی کافر مسلمان غلام کو دارالاسلام سے خرید کر دارالحرب میں لے گیا تو وہاں پہنچتے ہی آزاد ہوگیا۔(1)

مسئلہ ۱: آزاد کرنے کی چار قسمیں ہیں: واجب، مندوب، مباح، کفر۔

قتل وظہار وقسم اور روزہ توڑنے کے کفارے میں آزاد کرنا واجب ہے، مگر قسم میں اختیار ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس ۱۰ مساکین کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے، یہ نہ کر سکے تو تین روزے رکھ لے۔ باقی تین میں اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو تو یہی متعین ہے۔

مندوب وہ ہے کہ اللہ (عزوجل) کے لیے آزاد کرے اوس وقت کہ جانب شرع (شریعت کی طرف سے) سے

---

(1) الدرالمختار، کتاب العتق، ج۵،ص ۳۸۸، ۳۹۳، ۴۰۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ع ت ق کی ترکیب آگے ہونے اور تقدم کے لیے ہے کہ ان حرفوں میں آگے ہونے کے معنے ملحوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ کندھے کے اگلے حصہ کو عاتق کہتے ہیں، پرانی چیز کو عتیق کہا جاتا ہے اسی لیے بیت اللہ کو بیت العتیق کہتے ہیں، ابوبکر صدیق کا لقب عتیق ہے کہ ابوبکر کے معنے اولیت والے، ابو معنے والے بکر معنے اولیت، عتیق کے معنے بھی پرانے یا اول مؤمن اب اس کا استعمال چند معنے میں ہوتا ہے کرم، جمال، شرافت، آزادی وحریت مگران سب میں تقدم کے معنے بھی، یہاں حریت یعنی آزاد کرنے کے معنے میں ہے۔ غلام حکمًا مردہ ہوتا ہے کہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر گویا موت ہے، قرآن کریم میں کافر کو مردہ فرمایا گیا ہے اسی لیے غلام نہ اپنا نکاح خود کر سکتا ہے نہ اپنی اولاد کا ولی ہو سکتا ہے، نہ اپنے مال میں تصرف کر سکے نہ قاضی یا گواہ بن سکے، نہ اس پر نماز جمعہ،عیدین، حج، جہاد وغیرہ واجب، گویا بالکل مردہ ہے اسے آزاد کرنا گویا مردہ زندہ کرنا ہے، اسی لیے اعتاق کے بہت فضائل ہیں، غلام آزاد کرنا عمومًا مستحب ہے مگر کبھی واجب بھی ہوجاتا ہے جیسے کفارات میں، کبھی ممنوع بھی جب کہ خطرہ ہو وہ آزاد ہو کر مرتد یا چور ڈاکو وغیرہ بن جائے گا۔ اعتاق کی شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا خود آزاد ہو، بالغ ہو، غلام کا مالک ہو۔ عتق یعنی آزادی اختیاری بھی ہوتی ہے غیر اختیاری بھی، چنانچہ جو شخص ذی رحم قرابت دار کا مالک ہوجائے تو وہ فورًا آزاد ہوجائے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۲۹۷)

اوس پر یہ ضروری نہ ہو۔

مباح یہ کہ بغیر نیت آزاد کیا (2)۔

---

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں فقہاء کبھی نفسِ فعل پر نظر کرتے ہیں اگر وہ وضعاً عبادت نہیں اسے عبادت نہیں کہتے جیسے عتق ووقف اور کبھی نیت مخصوصہ کے ساتھ دیکھتے اور عبادت کہتے ہیں، جیسے قضا، عنایہ میں اسے مجملہ اشرف عبادات بتایا ہی حتی کہ درمختار وغیرہ میں نکاح کو بھی عبادت فرمایا۔ علامہ حموی نے اس سے مراد جماع حلیلہ ٹھہرایا۔

اشباہ میں ہے:

اما العتق فعندنا ليس بعبادة وضعا بدليل صحته من الكافر و لاعبادة له فان نوى وجه الله تعالٰى كان عبادة مثابا عليه وان اعتق بلانية صح ولاثواب له ان كان صريحا، واما الكنايات فلابد لها من النية فان اعتق للصنم اوللشيطان صح و اثم وان اعتق لاجل مخلوق صح و كان مباحا لاثواب ولا اثم وينبغي ان يخصص الاعتاق للصنم بما اذا كان المعتق كافرا، اما المسلم اذا اعتق له قاصدا تعظيمه كفر كما ينبغي ان يكون الاعتاق لمخلوق مكروها والتدبير والكتابة كالعتق، واما الجهاد فمن اعظم العبادات فلابد له من خلوص النية، واما الوصية فكالعتق ان قصد التقرب فله الثواب والافهي صحيحة فقط واما الوقف فليس بعبادة وضعا بدليل صحته من الكافر فان نوى القربة فله الثواب والا فلا، واما النكاح فقالوا انه اقرب الى العبادات حتى الاشتغال به افضل من التخلي لمحض العبادة وهو عند الاعتدال سنة مؤكدة على الصحيح فيحتاج الى النية لتحصيل الثواب وهو ان يقصد اعفاف نفسه وتحصينها وحصول ولد وقد فسرنا الاعتدال في الشرح الكبير شرح الكنز ولما لم تكن النية فيه شرط صحته قالوا يصح النكاح مع الهزل وعلى هذا سائر القرب لا بدفيها من النية بمعنى توقف حصول الثواب على قصد التقرب بها الى الله تعالٰى من نشر العلم تعليما وافتاء وتصنيفا واما القضاء فقالوا انه من العبادات فالثواب عليه متوقف عليها و كذلك اقامة الحدود والتعازير وكل مايتعاطاه الحكام والولاة و كذا تحمل الشهادة واداؤها ا ھ۔

(الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الاولیٰ دارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۔۳۴)

لیکن عتق تو وہ ہمارے نزدیک وضع کے اعتبار سے عبادت نہیں اس دلیل کے ساتھ کہ عتق کافر سے بھی صحیح ہوجاتا ہے جب کہ کافر کا کوئی فعل عبادت نہیں ہوتا۔ اگر آزاد کرنے والا اللہ کی رضا کی نیت کرے تو یہ عتق عبادت بن جائے گا جس پر ثواب دیا جائے گا اور اگر اس نے نیت کے بغیر آزاد کیا تو صحیح ہے اور اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہوگا اگر یہ صریح ہے، رہے کنایات تو ان میں نیت ضروری ہے اگر کسی نے بت یا شیطان کے لیے غلام کو آزاد کیا تو صحیح ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر مخلوق کے لیے آزاد کیا تو صحیح اور مباح ہے اس پر نہ تو اُسے ثواب ہوگا۔ ←

کفر وہ کہ بتوں یا شیطان کے نام پر آزاد کیا کہ غلام اب بھی آزاد ہو جائے گا، مگر اوس کا یہ فعل کفر ہوا کہ ان کے نام پر آزاد کرنا دلیل تعظیم ہے اور ان کی تعظیم کفر۔(3)

مسئلہ ۲: آزاد کرنے کے لیے مالک کا حر، (آزاد) عاقل، بالغ ہونا شرط ہے یعنی غلام اگرچہ ماذون یا مکاتب ہو، آزاد نہیں کر سکتا اور مجنون یا بچہ نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو آزاد نہ ہوا، بلکہ جوانی میں بھی اگر کہے کہ میں نے بچپن میں اسے آزاد کر دیا تھا یا ہوش میں کہے کہ جنون کی حالت میں، میں نے آزاد کر دیا تھا اور اوس کا مجنون ہونا معلوم ہو تو آزاد نہ ہوا، بلکہ اگر بچہ یہ کہے کہ جب میں بالغ ہو جاؤں تو تُو آزاد ہے تو اس کہنے سے بھی بالغ ہونے پر آزاد نہ ہوگا۔(4)

مسئلہ ۳: اگر نشہ میں یا مسخرہ پن (ہنسی مذاق) سے آزاد کیا یا غلطی سے زبان سے نکل گیا کہ تو آزاد ہے تو آزاد ہو گیا یا یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ میرا غلام ہے اور آزاد کر دیا جب بھی آزاد ہو گیا۔(5)

نہ ہی گناہ، اور بت کے لیے آزاد کرنے میں یہ تخصیص ہونی چاہیے کہ جب آزاد کرنے والا کافر ہو۔ رہا مسلمان اگر وہ بت کے لیے آزاد کرے درانحالیکہ وہ بت کی تعظیم کا ارادہ کرنے والا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔ جیسا کہ مخلوق کے لیے آزاد کرنا مکروہ ہونا چاہیے۔ مدبر بنانا اور مکاتب بنانا عتق کی طرح ہے لیکن جہاد تو وہ سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے۔ چنانچہ اس کے لیے خلوص نیت ضروری ہے، لیکن وصیت تو وہ عتق کی مثل ہے۔ اگر تقرب کا ارادہ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ فقط وہ صحیح ہو جائے گی۔ رہا وقف، تو وضع کے اعتبار سے عادت نہیں ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ کافر کی طرف سے بھی صحیح ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر تقرب کی نیت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن نکاح اس کے بارے میں تو مشائخ نے کہا کہ وہ عبادات کے قریب ترین ہے یہاں تک کہ اس میں مشغول ہونا محض عبادت کے لیے خلوت سے افضل ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اعتدال کے وقت نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔ چنانچہ ثواب حاصل کرنے کے لیے اس میں نیت کی حاجت ہے اور وہ یہ کہ نفس کی پاکدامنی اور اولاد حاصل کرنے کا قصد کرے۔ اور اعتدال کی تفسیر ہم نے کنز کی شرح "شرح الکبیر" میں کر دی ہے۔ اور جب نکاح کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط نہیں ہے تو فقہاء نے کہا ہے کہ نکاح ہزل کے ساتھ بھی صحیح ہو جائے گا۔ اسی پر باقی عبادات کو قیاس کیا جائے گا کہ ان میں نیت ضروری ہے بایں معنی کہ ثواب کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ارادہ کرے جیسے علم کو پھیلانا چاہیے کسی کو علم سکھا کر یا فتوی دے کر یا کوئی کتاب لکھ کر۔ رہا قاضی بننا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ عبادات میں سے ہے چنانچہ اس میں ثواب عبادت کی نیت پر موقوف ہوگا۔ اسی طرح حدود و تعزیرات کا قائم کرنا اور ہر وہ کام جس کو حاکم اور ولی سرانجام دیتے ہیں اور یونہی گواہی کو اپنے ذمے لینا اور اُسے ادا کرنا۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۶۵۱۔ ۶۵۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا... إلخ، ج ۲، ص ۲۔
والجوھرۃ النیرۃ، کتاب العتاق، الجزء الثانی، ص ۱۳۲۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا... إلخ، ج ۲، ص ۲۔

(5) الدر المختار، کتاب العتق، ج ۵، ص ۳۹۰، ۴۰۶۔

مسئلہ ۴: آزاد کرنے کو اگر مِلک (مالک ہونا) یا سببِ ملک (مالک ہونے کا سبب) پر معلق کیا مثلاً جو غلام کہ فی الحال اس کی ملک میں نہیں اوس سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوجاؤں یا تجھے خریدوں تو تُو آزاد ہے اس صورت میں جب اوس کی ملک میں آئیگا آزاد ہوجائے گا۔ اور اگر مورث (میراث چھوڑنے والا) کی موت کی طرف اضافت کی یعنی جو غلام مورث کی مِلک میں ہے اوس سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائے تو تُو آزاد ہے تو آزاد نہ ہوگا کہ موتِ مورث سببِ ملک نہیں۔ (6)

مسئلہ ۵: زبان سے کہنا شرط نہیں بلکہ لکھنے سے اور گونگا ہو تو اشارہ کرنے سے بھی آزاد ہوجائیگا۔ (7)

مسئلہ ۶: طلاق کی طرح اس میں بھی بعض الفاظ صریح ہیں بعض کنایہ۔ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں بلکہ اگر کسی اور نیت سے کہے جب بھی آزاد ہوجائیگا۔ صریح کے بعض الفاظ یہ ہیں:

تُو آزاد ہے۔ حُر ہے۔ اے آزاد۔ اے حُر۔ میں نے تجھ کو آزاد کیا، ہاں اگر اوس کا نام ہی آزاد ہے اور اے آزاد کہا یا نام حُر ہے اور اے حُر کہہ کر پکارا تو آزاد نہ ہوا اور اگر نام آزاد ہے اور اے حُر کہہ کر پکارا یا نام حُر ہے اور اے آزاد کہہ کر پکارا تو آزاد ہوجائے گا۔ یہ الفاظ بھی صریح کے حکم میں ہیں۔ نیت کی ضرورت نہیں، میں نے تجھے تجھ پر صدقہ کیا یا تجھے تیرے نفس کو ہبہ کیا، میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا ان میں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ غلام قبول کرے۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا تو اب قبول کی ضرورت ہوگی اگر قبول کریگا تو آزاد ہوگا اور داتنے دینے پڑینگے۔ آزادی کو کسی ایسے جز کی طرف منسوب کیا جو پورے سے تعبیر ہے مثلاً تیرا سر۔ تیری گردن۔ تیری زبان آزاد ہے تو آزاد ہوگیا اور اگر ہاتھ یا پاؤں کو آزاد کہا تو آزاد نہ ہوا اور اگر تہائی، چوتھائی، نصف وغیرہ کو آزاد کیا تو اوتنا آزاد ہوگیا اگر غلام کو کہا یہ میرا بیٹا ہے یا لونڈی کو کہا یہ میری بیٹی ہے اگر چہ عمر میں زیادہ ہوں یا غلام کو کہا یہ میرا باپ یا دادا ہے یا لونڈی کو کہا کہ یہ میری ماں ہے اگر چہ ان کی عمر اتنی نہ ہو کہ باپ یا دادا یا ماں ہونے کے قابل ہوں تو ان سب صورتوں میں آزاد ہیں اگر چہ اس نیت سے نہ کہا ہو۔ اور اگر کہا اے میرے بیٹے، اے میرے بھائی، اے میری بہن، اے میرے باپ تو بغیر نیت آزاد نہیں۔

کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ تو میری ملک نہیں۔ تجھ پر مجھے راہ نہیں۔ تو میری ملک سے نکل گیا ان میں بغیر نیت آزاد نہ ہوگا۔ اگر کہا تو آزاد کی مثل ہے تو اس میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔ (8)

---

(6) الدرالمختار، کتاب العتق، ج۵، ص۳۹۱.

(7) ردالمحتار، کتاب العتق، ج۵، ص۳۹۰

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا... إلخ، ج۲، ص۳.

مسئلہ ۷: الفاظ طلاق سے آزاد نہ ہوگا اگرچہ نیت ہو یعنی یہ آزادی کے لیے کنایہ بھی نہیں۔ (9)

مسئلہ ۸: ذی رحم محرم یعنی ایسا قریب کا رشتہ والا کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، بھانجہ، بھانجی ان میں کسی کا مالک ہو تو فوراً ہی آزاد ہو جائیگا اور اگر ان کے کسی حصہ کا مالک ہوا تو اوتنا آزاد ہو گیا۔ اس میں مالک کے عاقل بالغ ہونے کی بھی شرط نہیں بلکہ بچہ یا مجنون بھی ذی رحم محرم کا مالک ہو تو آزاد ہو جائیگا۔ (10)

مسئلہ ۹: اگر آزادی کو کسی شرط پر معلق کیا (یعنی موقوف) مثلاً اگر تو فلاں کام کرے تو آزاد ہے اور وہ شرط پائی گئی تو غلام آزاد ہے جبکہ شرط پائی جانے کے وقت اوسکی ملک میں ہو اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جو فی الحال موجود ہے مثلاً اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے تو فوراً آزاد ہو جائے گا۔ (11)

مسئلہ ۱۰: لونڈی حاملہ تھی اوسے آزاد کیا تو اوس کے شکم (پیٹ) میں جو بچہ ہے وہ بھی آزاد ہے اور اگر صرف پیٹ کے بچہ کو آزاد کیا تو وہی آزاد ہوگا لونڈی آزاد نہ ہوگی، مگر جب تک بچہ پیدا نہ ہولے لونڈی کو بیچ نہیں سکتا۔ (12)

مسئلہ ۱۱: لونڈی کی اولاد جو شوہر سے ہوگی وہ اوس لونڈی کے مالک کی مِلک ہوگی اور جو اولاد مولیٰ (مالک) سے ہوگی وہ آزاد ہوگی۔ (13)

مسئلہ ۱۲: یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی حصہ کو آزاد کیا تو اوتنا ہی آزاد ہوگا یہ اوس صورت میں ہے کہ جب وہ حصہ معین ہو مثلاً آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی۔ اور اگر غیر معین ہو مثلاً تیرا ایک حصہ آزاد ہے تو اس صورت میں بھی آزاد ہوگا مگر چونکہ حصہ غیر معین ہے، لہٰذا مالک سے تعیین کرائی جائے گی کہ تری مراد کیا ہے جو وہ بتائے اوتنا آزاد قرار پائے گا اور دونوں صورتوں میں یعنی بعض معین یا غیر معین میں جتنا باقی ہے اوس میں سعایت کرائیں گے یعنی اوس غلام کی اوس روز جو قیمت بازار کے نرخ (بھاؤ) سے ہو اوس قیمت کا جتنا حصہ غیر آزاد شدہ کے مقابل ہو اوتنا مزدوری وغیرہ کرا کر وصول کریں جب قیمت کا وہ حصہ وصول ہو جائے اوس وقت پورا آزاد ہو جائیگا۔ (14)

والدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۳۹۲۔۴۰۱، وغیرہما۔

(9) الدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۴۰۱۔

(10) الدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۴۰۳، وغیرہ۔

(11) الدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۴۰۶۔

(12) الدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۴۰۷۔

(13) الدر المختار، کتاب العتق، ج۵، ص۴۱۴

(14) الدر المختار ورد المحتار، کتاب العتق، باب عتق البعض، ج۵، ص۴۱۶۔

مسئلہ ۱۳: یہ غلام جس کا کوئی حصہ آزاد ہو چکا ہے اس کے احکام یہ ہیں کہ (۱) اس کو نہ بیچ سکتے ہیں۔ (۲) نہ یہ دوسرے کا وارث ہوگا۔ (۳) نہ اس کا کوئی وارث ہو۔ (۴) نہ دو سے زیادہ نکاح کر سکے۔ (۵) نہ مولیٰ (مالک) کی بغیر اجازت نکاح کر سکے۔ (۶) نہ اُن معاملات میں گواہی دے سکے جن میں غلام کی گواہی نہیں لی جاتی۔ (۷) نہ ہبہ کر سکے۔ (۸) نہ صدقہ دے سکے مگر تھوڑی مقدار کی اجازت ہے۔ (۹) اور نہ کسی کو قرض دے سکے۔ (۱۰) نہ کسی کی کفالت کر سکے۔ (۱۱) اور نہ مولیٰ اس سے خدمت لے سکتا ہے۔ (۱۲) نہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۴: جو غلام دو شخصوں کی شرکت میں ہے اون میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے (یعنی مکان و خادم و سامان خانہ داری اور بدن کے کپڑوں کے علاوہ اوس کے پاس اتنا مال ہو کہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت ادا کر سکے) تو اوس سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا یہ بھی اپنے حصہ کو آزاد کر دے یا یہ اپنے حصہ کی قدر سعایت کرائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو مدبر کر دے مگر اس صورت میں بھی فی الحال سعایت کرائی جائے اور مولیٰ کے مرنے کے پہلے اگر سعایت سے قیمت ادا کر چکا تو ادا کرتے ہی آزاد ہو گیا ورنہ اوس کے مرنے کے بعد اگر تہائی مال (مال کے تیسرے حصہ) کے اندر ہو تو آزاد ہے۔ (16)

مسئلہ ۱۵: جب ایک شریک (ایک غلام کے دو یا زیادہ مالک آپس میں شریک کہلاتے ہیں) نے آزاد کر دیا تو دوسرے کو اوس کے بیچنے یا ہبہ کرنے یا مَہر میں دینے کا حق نہیں۔ (17)

مسئلہ ۱۶: شریک کے آزاد کرنے کے بعد اس نے سعایت (یعنی قیمت ادا کرنے کے لیے محنت مزدوری) شروع کرا دی تو اب تاوان نہیں لے سکتا ہاں اگر غلام اثنائے سعایت میں مر گیا تو بقیہ کا اب تاوان لے سکتا ہے۔ (18)

مسئلہ ۱۷: تاوان لینے کا حق اوس وقت ہے کہ اوس نے بغیر اجازت شریک آزاد کر دیا اور اجازت کے بعد آزاد کیا تو نہیں۔ (19)

مسئلہ ۱۸: کسی نے اپنے دو غلاموں کو مخاطب کر کے کہا تم میں کا (یعنی تم میں سے) ایک آزاد ہے تو اوسے بیان

---

(15) ردالمحتار، کتاب العتق، باب عتق البعض، ج۵، ص۲۱۶۔
والفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الثانی فی العبد الذی یعتق بعضہ، ج۲، ص۹۔

(16) الدرالمختار، کتاب العتق، باب عتق البعض، ج۵، ص۲۱۸، وغیرہ۔

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الثانی فی العبد الذی یعتق بعضہ، ج۲، ص۹۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الثانی فی العبد الذی یعتق بعضہ، ج۲، ص۱۰۔

(19) المرجع السابق، ص۱۲۔

کرنا ہوگا جس کو بتائے کہ میں نے اُسے مراد لیا وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور بیان سے قبل ایک کو بیع کیا (بیچ دیا) یا رہن رکھا (یعنی گروی رکھا) یا مکاتب یا مدبر کیا تو دوسرا آزاد ہونے کے لیے معین ہو گیا۔ اور اگر نہ بیان کیا نہ اس قسم کا کوئی تصرف کیا (نہ اس قسم کا کوئی عمل کیا) اور ایک مر گیا تو جو باقی ہے وہ آزاد ہو گیا اور اگر مولیٰ خود مر گیا تو وارث کو بیان کرنے کا حق نہیں بلکہ ہر ایک میں سے آدھا آدھا آزاد اور آدھے باقی میں دونوں سعایت کریں۔(20)

مسئلہ ۱۹: غلام سے کہا تو اتنے مال پر آزاد ہے اور اُس نے اوسی مجلس میں یا جس مجلس میں اس کا علم ہوا قبول کر لیا تو اوسی وقت آزاد ہو گیا۔ یہ نہیں کہ جب ادا کریگا اوسوقت آزاد ہوگا اور اگر یوں کہا کہ تو اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون ہو گیا یعنی اسے تجارت کی اجازت ہوگئی اور اس صورت میں قبول کرنے کی حاجت نہیں بلکہ اگر انکار کر دے جب بھی ماذون رہے گا اور جب تک اوتنے ادا نہ کر دے مولیٰ اوسے بیچ سکتا ہے۔(21)

✿✿✿✿✿

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب الثالث فی عتق احد العبدین، ج ۲، ص ۱۸۔۲۰۔

(21) الدرالمختار، کتاب العتق، باب العتق علی جعل... إلخ، ج ۵، ص ۴۴۴۔۴۴۶۔

مدبّر و مکاتب واُمّ وَلَد کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾(1)

جن لوگوں کے تم مالک ہو (تمھارے لونڈی غلام) وہ کتابت چاہیں تو اونھیں مکاتب کردو، اگر اون میں بھلائی دیکھو اور اوس مال میں سے جو خدا نے تمھیں دیا ہے، کچھ اونھیں دیدو۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ ۱۸، النور ۳۳.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اس قدر مال ادا کر کے آزاد ہو جائیں اور اس طرح کی آزادی کو کتابت کہتے ہیں اور آیت میں اس کا امر استحباب کے لئے ہے اور یہ استحباب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے جو اس کے بعد ہی آیت میں مذکور ہے۔

شانِ نُزول: حویطب بن عبدالعزّٰی کے غلام صبیح نے اپنے مولیٰ سے کتابت کی درخواست کی، مولیٰ نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی تو حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب کر دیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیے باقی اس نے ادا کر دیئے۔

احادیث

حدیث ۱: ابو داود بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مکاتب پر جب تک ایک درہم بھی باقی ہے، غلام ہی ہے۔(1)

حدیث ۲: ابو داود وترمذی وابن ماجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں: جب تم میں کسی کے مکاتب کے پاس پورا بدل کتابت جمع ہوجائے تو اوس سے پردہ کرے۔(2)

---

(1) سنن ابی داود، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی... الخ، الحدیث ۳۹۲۶، ج ۴، ص ۲۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی جس غلام سے اس کے مولی نے کہہ دیا ہو کہ تو اپنے روپے ادا کردے تو تو آزاد ہے اس نے تمام روپیہ ادا کردیا صرف ایک درہم یعنی چار آنے باقی ہیں تو ابھی پورا غلام ہی ہے یہ نہ ہوگا کہ ادا کردہ رقم کے حساب سے آزاد ہوجائے اور باقی کے حساب سے غلام رہے۔حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ کا تعلق دنیا یا اپنی ہستی سے ایک جو برابر بھی باقی ہے اسے آزادی میسر نہ ہوگی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۱۴)

(2) سنن ابی داود، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی... الخ، الحدیث ۳۹۲۸، ج ۴، ص ۲۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی اگر بی بی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا غلام کے پاس کتابت کا مال جمع ہوگیا مگر ابھی اس نے ادا نہیں کیا ہے تو اس بی بی کو چاہیے کہ اس سے پردہ کرنے لگے کیونکہ اب وہ آزاد ہوجانے پر قادر ہوچکا ہے اس کی آزادی قریب ہے،انہی ام سلمہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے غلام نبہان سے پوچھا کہ تیری کتابت کے مال سے کس قدر باقی ہے وہ بولے دو ہزار درہم فرمایا کیا وہ تیرے پاس ہیں؟ بولے ہاں،فرمایا ادا کردے اور جا تجھے سلام ہے،یہ کہہ کر آپ نے پردہ ڈال لیا وہ رونے لگے کہ میں آپ کے دیدار سے محروم ہوگیا میں تو یہ رقم کبھی ادا نہ کروں گا،آپ بولیں بیٹے اب تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہی فرمایا ہے،یہ حکم یا تو ازواج پاک کے لیے خصوصی تھا یا دوسری عورتوں کو بھی استحبابی ہے ورنہ جب تک کہ مکاتب پائی پائی ادا نہ کردے تب تک وہ غلام ہے اس سے مولاۃ کا پردہ واجب نہیں،یا یہ مطلب ہے کہ پردہ کرنے کی تیاری کرے۔(اشعہ ومرقات)خیال رہے غلام اور اس مالکہ بی بی مولاۃ میں پردہ نہیں جب غلام آزاد ہوجائے تو اس سے مولاۃ کا پردہ واجب ہے اور جب آزادی کے قریب ہوجائے تو اس حدیث کی رو سے پردہ بہتر۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۱۵)

حدیث ۳: ابن ماجہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ فرماتے ہیں: جس کنیز (لونڈی) کے بچہ اوس کے مولیٰ (مالک) سے پیدا ہو، وہ مولیٰ کے مرنے کے بعد آزاد ہے۔(3)

حدیث ۴: دارقطنی و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ فرماتے ہیں: مدبر نہ بیچا جائے، نہ ہبہ کیا جائے، وہ تہائی مال سے آزاد ہے۔ (4)

❀❀❀❀❀

(3) سنن ابن ماجہ، أبواب العتق، باب امھات الاولاد... إلخ، الحدیث ۲۵۱۵، ج۳، ص۲۰۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے صحبت کرے اور اس سے بچی یا بچہ پیدا ہوجائے تو یہ لونڈی مدبر غلام کے حکم میں ہے کہ اس کے مرے بعد آزاد ہوگی۔ عن دبراو بعدہ کسی راوی کے شک کی بنا پر ہے یعنی مجھے خیال نہیں کہ حضرت ابن عباس نے عن دبر منہ روایت فرمائی یا فرمایا بعدہ دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی بیع یا ہبہ یا وصیت جائز نہیں، اس پر تمام امت کا اجماع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ام ولد کی بیع کے قائل تھے بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۰۹)

(4) السنن الکبری، للبیہقی، کتاب المدبر، باب من قال لایباع المدبر، الحدیث ۲۱۵۶۲، ج۱۰، ص۵۲۹.

مسائل فقہیہ

مدبر اوس کو کہتے ہیں جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر میں مرجاؤں یا جب میں مروں تو تُو آزاد ہے غرض اسی قسم کے وہ الفاظ جن سے مرنے کے بعد اوس کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔(1)

مسئلہ ۱: مدبر کی دو ۲ قسمیں ہیں: مدبر مطلق۔ مدبر مقید۔ مدبر مطلق وہ جس میں کسی ایسے امر کا اضافہ نہ کیا ہو جس کا ہونا ضروری نہ ہو یعنی مطلقاً موت پر آزاد ہونا قرار دیا مثلاً اگر میں مروں تو تُو آزاد ہے اور اگر کسی وقتِ معین پر یا وصف کے ساتھ موت پر آزاد ہونا کہا تو مقید ہے مثلاً اس سال مروں یا اس مرض میں مروں کہ اُس سال یا اِس مرض سے مرنا ضرور نہیں اور اگر کوئی ایسا وقت مقرر کیا کہ غالب گمان اس سے پہلے مرجانا ہے مثلاً بوڑھا شخص کہے کہ آج سے سو ۱۰۰ برس پر مروں تو تُو آزاد ہے تو یہ مدبر مطلق ہی ہے کہ یہ وقت کی قید بیکار ہے کیونکہ غالب گمان یہی ہے کہ اب سے سو ۱۰۰ برس تک زندہ نہ رہے گا۔(2)

مسئلہ ۲: اگر یہ کہا کہ جس دن مروں تو آزاد ہے تو اگر چہ رات میں مرے وہ آزاد ہوگا کہ دن سے مراد یہاں مطلق وقت ہے ہاں اگر وہ کہے کہ دن سے میری مراد صبح سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے یعنی رات کے علاوہ تو یہ نیت اس کی مانی جائیگی مگر اب یہ مدبر مقید ہوگا۔(3)

مسئلہ ۳: مدبر کرنے کے بعد اب اپنے اس قول کو واپس نہیں لے سکتا۔ مدبر مطلق کو نہ بیچ سکتے ہیں۔ نہ ہبہ کر سکتے

---

(1) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب العتاق، باب التدبیر، الجزء الثانی، ص ۱۳۶۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں مولی نے اپنے غلام سے کہا میں نے تجھے مال پر مکاتب کیا یا اتنا مال مقرر کیا کہ مال لادے تو آزاد ہو۔ اور غلام نے قبول کرلیا۔ اسے عقد کتابت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب۔ اور جو کہا تو میرے بعد آزاد ہے تو یہ مدبر ہوا، اور جو کنیز اپنے مولی کے نطفے عہ ۲ سے بچہ عہ ۳ جنے وہ ام ولد ہے، ان سب کی غلامی میں ایک طرح کا فرق آجاتا ہے پر حج فرض ہونے کو پوری حریت درکار ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب السادس فی التدبیر، ج ۲، ص ۳۷، وغیرہ۔

(3) الدرالمختار، کتاب العتق، باب التدبیر، ج ۵، ص ۴۵۶۔

نہ رہن رکھ سکتے نہ صدقہ کرسکتے ہیں۔(4)

مسئلہ ۴: مدبر غلام ہی ہے یعنی اپنے مولیٰ کی مِلک ہے(اپنے آقا کی ملکیت میں ہے) اس کو آزاد کرسکتا ہے مکاتب بناسکتا ہے اوس سے خدمت لے سکتا ہے مزدوری پر دے سکتا ہے، اپنی ولایت سے اوس کا نکاح کرسکتا ہے اور اگر لونڈی مدبرہ ہے تو اوس سے وطی (ہمبستری) کرسکتا ہے۔ اوس کا دوسرے سے نکاح کرسکتا ہے اور مدبرہ سے اگر مولیٰ کی اولاد ہوئی تو وہ ام ولد ہوگئی۔(5)

مسئلہ ۵: جب مولیٰ مرے گا تو اوس کے تہائی مال (مال کے تیسرے حصہ) سے مدبر آزاد ہوجائے گا یعنی اگر یہ تہائی مال ہے یا اس سے کم تو بالکل آزاد ہوگیا اور اگر تہائی سے زائد قیمت کا ہے تو تہائی کی قدر آزاد ہوگیا باقی کے لیے سَعایت کرے اور اگر اس کے علاوہ مولیٰ کے پاس اور کچھ نہ ہو تو اس کی تہائی آزاد، باقی دوتہائیوں میں سعایت کرے۔(یعنی باقی دو حصوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے محنت مزدوری کرے) یہ اوس وقت ہے کہ وُرَثہ(میت کے مال میں سے حصہ پانے والے) اجازت نہ دیں اور اگر اجازت دیدیں یا اس کا کوئی وارث ہی نہیں تو کُل آزاد ہے۔ اور اگر مولیٰ پر دَین) قرض) ہے کہ یہ غلام اوس دین میں مُستَغرِق (گھرا ہوا) ہے تو کل قیمت میں سعایت کرکے قرض خواہوں کو ادا کرے۔(6)

مسئلہ ۶: مدبر مقید کا مولیٰ مرا اور اوسی وصف پر موت واقع ہوئی مثلاً جس مرض یا وقت میں مرنے پر اس کا آزاد ہونا کہا تھا وہی ہوا تو تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا ورنہ نہیں۔ اور ایسے مدبر کو بیع وہبہ وصدقہ وغیرہا کرسکتے ہیں۔(7)

مسئلہ ۷: مولیٰ نے کہا تو میرے مرنے سے ایک مہینہ پہلے آزاد ہے اور اس کہنے کے بعد ایک مہینہ کے اندر مولیٰ مرگیا تو آزاد نہ ہوا اور اگر ایک مہینہ یا زائد پر مرا تو غلام پورا آزاد ہوگیا اگرچہ مولیٰ کے پاس اس کے علاوہ کچھ مال نہ ہو۔(8)

مسئلہ ۸: مولیٰ نے کہا تو میرے مرنے کے ایک دن بعد آزاد ہے تو مدبر نہ ہوا، لہٰذا آزاد بھی نہ ہوگا۔(9)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب السادس فی التدبیر، ج ۲، ص ۳۷۔

(5) الدرالمختار، کتاب العتق، باب التدبیر، ج ۵، ص ۴۶۰، ۴۶۳۔

(6) الدرالمختار، کتاب العتق، باب التدبیر، ج ۵، ص ۴۶۱، وغیرہ۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب السادس فی التدبیر، ج ۲، ص ۳۷۔

(8) المرجع السابق، ص ۳۸۔

مسئلہ ۹: مدبرہ کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی مدبر ہے، جبکہ وہ مدبرہ مطلقہ ہو اور اگر مقیدہ ہو تو نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۰: مدبرہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور وہ بچہ مولیٰ کا ہو تو وہ اب مدبرہ نہ رہی بلکہ ام ولد ہوگئی کہ مولیٰ کے مرنے کے بعد بالکل آزاد ہوجائے گی اگرچہ اوس کے پاس اس کے سوا کچھ مال نہ ہو۔(11)

مسئلہ ۱۱: غلام اگر نیک چلن ہو (یعنی بااخلاق اور اچھے کردار والا ہو) اور بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ آزاد ہونیکے بعد مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچائیگا تو ایسا غلام اگر مولیٰ سے عقد کتابت کی درخواست کرے تو اوس کی درخواست قبول کر لینا بہتر ہے۔ عقد کتابت کے یہ معنےٰ ہیں کہ آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہدے کہ اتنا ادا کردے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کر لے اب یہ مکاتب ہوگیا جب کل ادا کردیگا آزاد ہوجائیگا اور جب تک اوس میں سے کچھ بھی باقی ہے غلام ہی ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: مکاتب نے جو کچھ کمایا اوس میں تصرف کرسکتا ہے (یعنی اپنی مرضی سے خرچ کرسکتا ہے) جہاں چاہے تجارت کے لیے جاسکتا ہے مولےٰ اوسے پردیس جانے سے نہیں روک سکتا اگرچہ عقدِ کتابت میں یہ شرط لگا دی ہو کہ پردیس نہیں جائیگا کہ یہ شرط باطل ہے۔(13)

مسئلہ ۱۳: عقد کتابت میں مولیٰ کو اختیار ہے کہ معاوضہ فی الحال ادا کرنا شرط کردے یا اوس کی قسطیں مقرر کردے اور پہلی صورت میں اگر اسی وقت ادا نہ کیا اور دوسری صورت میں پہلی قسط ادا نہ کی تو مکاتب نہ رہا۔(14)

مسئلہ ۱۴: نابالغ غلام اگر اتنا چھوٹا ہے کہ خریدنا بیچنا نہیں جانتا تو اوس سے عقد کتابت نہیں ہوسکتا اور اگر اتنی تمیز ہے کہ خرید و فروخت کرسکے تو ہوسکتا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: مکاتب کو خریدنے بیچنے سفر کرنے کا اختیار ہے اور مولیٰ کی بغیر اجازت اپنا یا اپنے غلام کا نکاح نہیں کرسکتا اور مکاتبہ لونڈی بھی بغیر مولیٰ کی اجازت کے اپنا نکاح نہیں کرسکتی اور ان کو ہبہ اور صدقہ کرنے کا بھی اختیار نہیں، ہاں تھوڑی سی چیز تصدق (خیرات) کرسکتے ہیں جیسے ایک روٹی یا تھوڑا سا نمک اور کفالت (ضمانت) اور قرض کا بھی

---

(10) الدرالمختار، کتاب العتق، باب التدبیر، ج ۵، ص ۴۶۳۔

(11) المرجع السابق۔

(12) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب المکاتب، الجزء الثانی، ص ۱۴۲۔۱۴۳، وغیرہ۔

(13) المبسوط للسرخسي، کتاب المکاتب، ج ۴، الجزء الثامن، ص ۳۔

(14) المرجع السابق، ص ۴، ۵۔

(15) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب المکاتب، الجزء الثانی، ص ۱۴۳۔

اختیار نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۶: مولیٰ نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں سے عقد کتابت کیا اب اون کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ بھی مکاتب ہے اور یہ بچہ جو کچھ کمائے گا اس کی ماں کو ملے گا اور بچہ کا نفقہ (کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات) اس کی ماں پر ہے اور اس کی ماں کا نفقہ اس کے باپ پر۔(17)

مسئلہ ۱۷: مکاتبہ لونڈی سے مولیٰ وطی نہیں کرسکتا اگر وطی کریگا تو عقر لازم آئیگا اور اگر لونڈی کے مولیٰ سے بچہ پیدا ہو تو اوسے اختیار ہے کہ عقد کتابت باقی رکھے اور مولیٰ سے عقر لے یا عقد کتابت سے انکار کرکے ام ولد ہو جائے۔(18)

مسئلہ ۱۸: مولےٰ نے مکاتب کا مال ضائع کر دیا تو تاوان لازم ہوگا۔(19)

مسئلہ ۱۹: ام ولد کو بھی مکاتبہ کرسکتا ہے اور مکاتب کو آزاد کر دیا تو بدل کتابت ساقط ہو گیا۔(20)

مسئلہ ۲۰: ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے خواہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اوس نے اقرار کیا یا زمانہ حمل میں اقرار کیا ہو کہ یہ حمل مجھ سے ہے اور اس صورت میں ضروری ہے کہ اقرار کے وقت سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو۔(21)

مسئلہ ۲۱: بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ بلکہ کچا بچہ پیدا ہوا جس کے کچھ اعضا بن چکے ہیں سب کا ایک حکم ہے یعنی اگر مولیٰ اقرار کرلے تو لونڈی ام ولد ہے۔(22)

مسئلہ ۲۲: ام ولد کے جب دوسرا بچہ پیدا ہو تو یہ مولےٰ ہی کا قرار دیا جائیگا جبکہ اُس کے تصرف میں ہو اب اس کے لیے اقرار کی حاجت نہ ہوگی البتہ اگر مولےٰ انکار کردے اور کہہ دے کہ یہ میرا نہیں تو اب اوس کا نسب مولیٰ سے نہ

---

(16) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب المکاتب، الجزء الثانی، ص ۱۴۳۔ ۱۴۴۔

(17) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب المکاتب، الجزء الثانی، ص ۱۴۴، ۱۴۵۔

(18) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب المکاتب، الجزء الثانی، ص ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۴۹۔

(19) المرجع السابق، ص ۱۴۵۔

(20) المرجع السابق، ص ۱۴۸۔

(21) الدرالمختار، کتاب العتق، باب الاستیلاد، ج ۵، ص ۲۴۸۔

والجوھرۃ النیرۃ، کتاب العتاق، باب الاستیلاد، الجزء الثانی، ص ۱۳۹۔

(22) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب العتاق، باب الاستیلاد، الجزء الثانی، ص ۱۳۸، ۱۳۹۔

ہوگا اور اوس کا بیٹا نہیں کہلائے گا۔(23)

مسئلہ ۲۳: ام ولد سے صحبت (ہمبستری) کرسکتا ہے خدمت لے سکتا ہے اوس کو اجارہ پر دے سکتا ہے یعنی اور دں کے کام کاج مزدوری پر کرے اور جو مزدوری ملے اپنے مالک کو لا کردے ام ولد کا کسی شخص کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے مگر اس کے لیے استبرا (رحم کا نطفہ سے خالی ہونا) ضرور ہے اور ام ولد کو نہ بیچ سکتا ہے نہ ہبہ کرسکتا ہے نہ گروی رکھ سکتا ہے نہ اوسے خیرات کرسکتا ہے بلکہ کسی طرح دوسرے کی ملک میں نہیں دے سکتا۔(24)

مسئلہ ۲۴: مولیٰ کی موت کے بعد اُم ولد بالکل آزاد ہوجائے گی اوس کے پاس اور مال ہو یا نہ ہو۔(25)

❁❁❁❁❁

(23) الدرالمختار، کتاب العتق، باب الاستیلاد، ج۵، ص ۲۷۳۔

(24) الجوهرة النيرة، کتاب العتاق، باب الاستیلاد، الجزء الثانی، ص ۱۳۸۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب العتاق، الباب السابع فی الاستیلاد، ج۲، ص ۴۵۔

(25) الجوهرة النيرة، کتاب العتاق، باب الاستیلاد، الجزء الثانی، ص ۱۳۹۔

قسم کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾ ﴾ (1)

اللہ (عزوجل) کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے کی کھالو (یعنی ان امور کے نہ کرنے کی قسم نہ کھالو) اور اللہ (عزوجل) سُننے والا، جاننے والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾ ﴾ (2)

---

(1) پ۲، البقرۃ ۲۲۴۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر کے گھر جانے اور ان سے کلام کرنے اور ان کے خصوم کے ساتھ ان کی صلح کرانے سے قسم کھائی تھی جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تھا تو کہہ دیتے تھے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لئے یہ کام کر ہی نہیں سکتا اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی اور نیک کام کرنے سے قسم کھالینے کی ممانعت فرمائی گئی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نیکی سے باز رہنے کی قسم کھالے تو اس کو چاہئے کہ قسم کو پورا نہ کرے، بلکہ وہ نیک کام کرے اور قسم کا کفارہ دے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی امر پر قسم کھائی پھر معلوم ہوا کہ خیر اور بہتری اس کے خلاف میں ہے تو چاہئے کہ اس امر خیر کو کرے اور قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت سے بکثرت قسم کھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

(2) پ۳، اٰل عمران ۷۷۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے احبار اور انکے رؤساء ابو رافع وکنانہ بن ابی الحقیق اور کعب بن اشرف وحیی بن اخطب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالٰی کا وہ عہد چھپایا تھا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق ان سے توریت میں لیا گیا۔ انہوں نے اس کو بدل دیا اور بجائے اس کے اپنے ہاتھوں سے کچھ کا ←

جولوگ اللہ (عزوجل) کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں اون کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ (عزوجل) نہ اون سے بات کرے، نہ اون کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ اونھیں پاک کرے اور اون کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾)(3)

اللہ (عزوجل) کا عہد پورا کرو جب آپس میں معاہدہ کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ (عزوجل) کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ (عزوجل) جانتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا)(4)

اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بناؤ کہ کہیں جمنے کے بعد پاؤں پھسل نہ جائے۔

کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور زر حاصل کرنے کے لئے کیا۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے اور انہیں دردناک عذاب ہے اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تین مرتبہ پڑھا حضرت ابوذر راوی نے کہا کہ وہ لوگ ٹوٹے اور نقصان میں رہے یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں حضور نے فرمایا ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور احسان جتانے والا اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لئے قسم کھائے اللہ اس پر جنت حرام کرتا ہے اور دوزخ لازم کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو فرمایا اگرچہ ببول کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

(3) پ۱۴، النحل ۹۱.

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی تھی، انہیں اپنے عہد کے وفا کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم انسان کے ہر عہد نیک اور وعدہ کو شامل ہے۔

(4) پ۱۴، النحل ۹۴.

اور فرماتا ہے:

﴿وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳚ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْاؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۲۲﴾﴾ (5)

تم میں سے فضیلت والے اور وسعت والے اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ (عزوجل) کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینگے، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ (عزوجل) تمھاری مغفرت کرے اور اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

❁❁❁❁❁

(5) پ۱۸، النور ۲۲.

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ نے قسم کھائی تھی کہ مِسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے، آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ اُم المؤمنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی اس لئے آپ نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

جب یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مِسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرمادیا۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو چاہیئے کہ اس کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے، حدیث صحیح میں یہی وارد ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اس سے آپ کی علوئے شان و مرتبت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولوالفضل فرمایا اور۔

احادیث

حدیث ۱: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تم کو باپ کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جو شخص قسم کھائے تو اللہ (عزوجل) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔(1)

(1) صحیح البخاري، کتاب الایمان والنذور، باب لاتحلفوا بآبائکم، الحدیث ۶۶۴۶، ج۴، ص۲۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا، چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے افلح وابی یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہوگیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لیے۔(مرقات)

۲؎ اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام ہیں لہٰذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے، قرآن مجید میں زمانہ، انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۲۲)

جھوٹی قسم کھانا دل پر داغ کا باعث ہے

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کوئی شخص مچھر کے پر کے برابر چیز پر قسم کھاتا ہے تو قیامت کے دن اس کے دل پر داغ ہوگا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، الحدیث ۵۵۳۷، ج۷، ص۴۳۵)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ہے۔(المعجم الاوسط، الحدیث ۳۲۳۷، ج۲، ص۲۶۵)

حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص قسم کھائے اور اس میں مچھر کے پر کے برابر جھوٹ ملادے تو قیامت کے دن تک وہ قسم اس کے دل پر سیاہ نقطہ بن جائے گی۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النسائ، الحدیث ۳۰۲۰، ص۱۹۵۶)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ہم یمینِ غموس کو اس گناہ میں سے شمار کرتے تھے جس کا کوئی

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کفارہ نہیں۔عرض کی گئی یمینِ غموس کیا ہے؟ارشاد فرمایا: کوئی شخص اپنی قسم کے ذریعے دوسرے کا مال قابو کر لے۔

(المستدرک، کتاب الایمان والنذور، باب من اکبر الکبائر......الخ، الحدیث ۷۸۷۹، ج۵، ص۴۲۱)

حضرت سیِّدُنا حارث بن برصاء رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کے موقع پر دونوں جمروں کے درمیان سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جس نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعے ہڑپ کرلیا تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، لہٰذا تم میں جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچادے۔آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے یہ بات 2 یا 3 بار ارشاد فرمائی۔

(المستدرک، باب الاحادیث المنذرۃ عن یمین کاذبۃ، الحدیث ۷۸۷۳، ج۵، ص۴۱۹)

ایک روایت میں ہے کہ اسے چاہئے کہ جہنم میں گھر بنالے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، الحدیث ۵۱۴۳، ج۷، ص۳۰۴، ملتقطاً)

مال کے وبال کا سبب

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جھوٹی قسم مال ختم کردیتی ہے یا مال لے جاتی ہے۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند عبد الرحمن بن عوف، الحدیث ۱۰۳۴، ج۳، ص۲۴۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی والا کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی بغاوت سے زیادہ جلدی سزا ملتی ہو اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت والی کوئی نیکی ایسی نہیں جس کا صلہ رحمی سے زیادہ جلدی ثواب ملتا ہو اور جھوٹی قسم گھروں کو اُجاڑ دیتی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، الحدیث ۴۸۴۲، ج۴، ص۲۱۷)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اس حالت میں ملا کہ اس نے شرک نہ کیا اور ثواب کی اُمید پر خوش دِلی سے زکوٰۃ ادا کی اور سن کر اطاعت کی تو اس کے لئے جنت ہے یا وہ جنت میں داخل ہوگیا اور 5 گناہوں کا کوئی کفارہ نہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، کسی مومن پر تہمت لگانا، جنگ سے بھاگ جانا اور ایسی جھوٹی قسم کھانا جس کے ذریعے کسی کا مال ہڑپ کرلیا جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث ۸۷۴۵، ج۳، ص۲۸۶، بتغیر بدلہ تحبب)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جو جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔(المستدرک، کتاب الایمان والنذور، باب الاحادیث المنذرۃ عن یمین کاذبۃ، الحدیث ۷۸۷۲، ج۵، ص۴۱۹)

سیِّدُ المُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ بابرکت ہے: جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال دبا لیتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے جسے قیامت تک کوئی چیز تبدیل نہ کرسکے گی۔(المرجع السابق، الحدیث ۷۸۷۰، ص۴۱۸) ←

فرماتے ہیں: کہ بتوں کی اور اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔ (2)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے (جھوٹی) قسم کے ذریعے کسی کا مال ہڑپ کیا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کے لئے جہنم واجب کر دے گا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگرچہ وہ تھوڑی سی چیز ہو۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ ایک تسمہ ہی ہو۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۷۸۲، ج۲، ص۱۹۲)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے (جھوٹی) قسم کے ذریعے کسی شخص کا مال ہڑپ کرلیا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے لئے جہنم واجب کر دے گا اور اس پر جنت حرام کر دے گا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگرچہ وہ معمولی سی چیز ہو۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی ہو۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم......الخ، الحدیث ۳۵۳، ص۷۰۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی ہو، اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی ہو۔
(الموطا للامام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ماجاء فی الحنث علی منبر النبی، الحدیث ۱۴۷۴، ج۲، ص۲۵۰)

جھوٹی قسم کھانے والے پر جہنم واجب ہے

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو بھی اس منبر کے پاس کوئی مرد یا عورت جھوٹی قسم کھائے اس کے لئے جہنم واجب ہے اگرچہ وہ ایک تازہ مسواک پر ہو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الاحکام، باب الیمین عند مقاطع الحقوق، الحدیث ۲۳۲۶، ص۲۶۱۶)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اگرچہ وہ ایک تازہ مسواک پر ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث ۲۳۲۵، ص۲۶۱۶)

مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ اور حضرت سیِّدُنا خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی علیہما (متوفی ۳۸۸ھ) نے ذکر کیا کہ سیِّدِ عالم، نورِ مجسَّم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانۂ اقدس میں منبرِ انور کے پاس قسم اُٹھائی جاتی تھی۔

رحمتِ عالم، نورِ مجسَّم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک یا تو قسم توڑنی پڑتی ہے یا اس کے باعث ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الکفارات، باب الیمین حنث اوندم، الحدیث ۲۱۰۳، ص۲۶۰۳)

حضرت سیِّدُنا جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اپنی قسم کا فدیہ 10 ہزار درہم ادا کیا پھر ارشاد فرمایا ربِّ کعبہ کی قسم! اگر مجھے قسم کھانی پڑی تو سچی قسم ہی کھاؤں گا اور بے شک میں نے یہ اپنی قسم کا فدیہ ادا کیا ہے۔
(المعجم الاوسط، الحدیث ۸۸۱، ج۱، ص۲۵۶، ورب الکعبۃ بدلہ ورب ہذا المسجد)

اسی طرح حضرت سیِّدُنا اشعث بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی قسم کے بدلے 7 ہزار (درہم) ادا کیے۔ (المرجع السابق، الحدیث ۱۵۵۹، ص۴۲۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزی... الخ، الحدیث ۶۔(۱۶۴۸) ص۸۹۵۔

حدیث ۳: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص لات و عزیٰ کی قسم کھائے (یعنی جاہلیت کی عادت کی وجہ سے یہ لفظ اوس کی زبان پر جاری ہو جائے) وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہے آؤ جوا کھیلیں، وہ صدقہ کرے۔ (3)

حدیث ۴: صحیحین میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غیر ملّتِ اسلام پر جھوٹی قسم کھائے (یعنی یہ کہے کہ اگر یہ کام کرے تو یہودی یا نصرانی ہو جائے یا یوں کہے کہ اگر یہ کام کیا ہو تو یہودی یا نصرانی ہے) تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اوس نے کہا (یعنی کافر ہے) اور ابن آدم پر اوس چیز کی نذر نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور جو شخص اپنے کو جس چیز سے قتل کریگا، اوس کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا اور مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسا اوسے قتل کر دینا اور جو شخص جھوٹا دعویٰ اس لیے کرتا ہے کہ اپنے مال کو زیادہ کرے، اللہ تعالٰی اوس کے لیے قلت میں اضافہ کریگا۔ (4)

---

(3) صحیح البخاري، کتاب الایمان والنذور، باب لایحلف باللات... إلخ، الحدیث ۶۶۵۰، ج۴، ص۲۸۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اگر بھول کر لات وعزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹا دیتی ہے اور اگر دیدہ و دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ لات وعزیٰ مکہ والوں کے دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے اب جو گنگا جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔

۲۔ یعنی جوا کھیلنا تو درکنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۲۴)

(4) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ... إلخ، الحدیث ۱۷۶۔(۱۱۰)، ص۶۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ ابو یزید انصاری خزرجی ہیں بیعۃ الرضوان میں حاضر تھے بہت کم سن تھے مدنی ہیں، بصرہ میں قیام رہا، ۴۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲۔ مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہو جاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

۳۔ یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہوگیا یا اسلام سے بری ہوگیا یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہوگیا، ایسی قسم میں امام ابو حنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہو جائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ ←

حدیث ۵: ابوداود ونسائی وابن ماجہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جوشخص یہ کہے (کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہے یا کروں) تو اسلام سے بری ہوں، وہ اگر جھوٹا ہے تو جیسا کہا ویسا ہی ہے اور اگر سچا ہے جب بھی اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹے گا۔ (5)

حدیث ۶: ابن جریر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹی قسم سے سودا فروخت ہوجاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہے۔ (6)

حدیث ۷: دیلمی اونھیں سے راوی، کہ فرمایا: یمینِ غموس مال کو زائل کردیتی ہے اور آبادی کو ویرانہ کردیتی ہے۔(7)

حدیث ۸: ترمذی وابوداود ونسائی وابن ماجہ ودارمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی

یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے۔یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے بری ہوجاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور درواقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔

۵۔ مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہوجائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے،اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔

۵۔ مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کرلے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

۶۔ یعنی جوشخص لعنت کے لائق نہ ہو اسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔

۷۔ کیونکہ کفر وارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلاوجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنے ہیں پھینکنا، اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔

۸۔ یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعویٰ کرے اس کا مال ان شاء اللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کے لیے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۳۲۵)

(5) سنن النسائی،کتاب الایمان والنذور، باب الحلف بالبراءۃ من الاسلام، الحدیث ۳۷۷۷، ص۶۱۶۔

(6) کنز العمال،کتاب الیمین والنذر،الحدیث ۴۶۳۷۶، ج۱۶،ص۲۹۷۔

(7) کنز العمال،کتاب الیمین والنذر،الحدیث ۴۶۳۷۹، ج۱۶،ص۲۹۷۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لے تو حانث نہ ہوگا۔ (8)

حدیث ۹: بخاری و مسلم وابو داود و ابن ماجہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کی قسم! انشاء اللہ تعالیٰ میں کوئی قسم کھاؤں اور اوسکے غیر میں بھلائی دیکھوں تو وہ کام کرونگا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دیدونگا۔ (9)

حدیث ۱۰: امام مسلم و امام احمد و ترمذی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اوس سے بہتر پائے تو قسم کا کفارہ دیدے اور وہ کام کرے۔ (10)

حدیث ۱۱: صحیحین میں اونھیں سے مروی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! جو شخص اپنے اہل کے بارے میں قسم کھائے اور اوس پر قائم رہے تو اللہ (عزوجل) کے نزدیک زیادہ گنہگار ہے، بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر کفارہ دیدے۔ (11)

حدیث ۱۲: قسم اوس پر محمول ہوگی، جو قسم کھلانے والے کی نیت میں ہو۔ (12)

---

(8) جامع الترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ما جاء فی الاستثناء فی الیمین، الحدیث ۱۵۳۶، ج ۳، ص ۱۸۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یمین سے مراد وہ واقعہ ہے جس پر قسم کھائی جائے ورنہ قسم پر قسم نہیں ہوتی، حلف قسم ہے وہ یمین پر کیسے واقع ہوگا۔

۲۔ یعنی قسم سے متصل کہہ دے ان شاء اللہ اسی لیے ف ارشاد ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر وعدے یا قسم سے متصل ان شاء اللہ کہہ دیا جائے تو اس کے خلاف کرنے پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا "سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا" مگر بعد میں آپ صبر نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہ ہوا، اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ ان شاء اللہ متصل کہہ دینے سے قسم ختم ہوجاتی ہے، طلاق، عتاق، نکاح کا یہی حال ہے کہ اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ یا میں نے نکاح قبول کیا ان شاء اللہ، یا اے غلام تو آزاد ہے ان شاء اللہ، کچھ نہ ہوا نہ طلاق نہ نکاح نہ آزادی۔

۳۔ لیکن ایسا موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ قیاسی مسئلہ نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۲۵)

(9) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۔ (۱۶۴۹) ص ۸۹۵۔

(10) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا۔۔۔ الخ، الحدیث ۱۱۔ (۱۶۵۰)، ص ۸۹۷۔

(11) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول اللہ تعالیٰ، الحدیث ۶۶۲۵، ج ۴ ص ۲۸۱۔

(12) سنن ابن ماجہ، کتاب الکفارات، باب من ورّی فی یمینہ، الحدیث ۲۱۲۰، ج ۲، ص ۵۵۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جب مقدمہ میں مدعی مدعیٰ علیہ سے قسم لے تو قسم کے الفاظ میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا مدعی علیہ تاویل کرکے دوسرے معنے خلاف ظاہر کی نیت نہیں کر سکتا کہ اس صورت میں مدعی علیہ ظلماً مدعی کا حق مارنا چاہتا ہے اس لیے تاویلیں کرکے قسم کھا رہا ہے اگر بعد تاویل کرکے قسم کھا جائے تو تاویل معتبر نہیں مدعی کی نیت کا اعتبار ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۳۱)

مسائل فقہیہ

قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہیے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصد و بے قصد (ارادتاً اور بغیر ارادہ کے) زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی یہ سخت معیوب ہے (بہت بُری بات ہے) اور غیر خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔(1)

مسئلہ ۱: قسم کی تین قسم ہے (۱) غموس۔ (۲) لغو۔ (۳) منعقدہ۔ اگر کسی ایسی چیز کے متعلق قسم کھائی جو ہو چکی ہے یا اب ہے یا نہیں ہوئی ہے یا اب نہیں ہے مگر وہ قسم جھوٹی ہے مثلاً قسم کھائی فلاں شخص آیا اور وہ اب تک نہیں آیا ہے یا قسم کھائی کہ نہیں آیا اور وہ آگیا ہے یا قسم کھائی کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے اور حقیقۃً وہ اس وقت نہیں کر رہا ہے یا قسم کھائی کہ یہ پتھر ہے اور واقع میں وہ پتھر نہیں، غرض یہ کہ اس طرح جھوٹی قسم کی دو صورتیں ہیں جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں۔ اور اگر اپنے خیال سے تو اوس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آگیا ہے تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں۔ اور اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً خدا کی قسم میں یہ کام

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۴۱۸، ۴۱۹، وغیرہ۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ایمان یمین کی جمع ہے یمین بمعنی داہنی جانب، یسار کی مقابل بمعنی بائیں جانب، چونکہ اہل عرب عموماً قسم کھاتے یا قسم لیتے وقت ایک دوسرے سے داہنا ہاتھ ملاتے تھے اس لیے قسم کو یمین کہنے لگے۔ یا یمین بنا یمن سے بمعنی برکت وقوت سے چونکہ قسم میں اللہ تعالیٰ کا بابرکت نام بھی لیتے ہیں اور اس سے اپنے کلام کو قوت دیتے ہیں اس لیے اسے یمین کہتے ہیں بمعنی بابرکت وقوت والی گفتگو۔ قسم تین قسم کی ہوتی ہیں: قسم لغو، قسم غموس، قسم منعقدہ۔ منعقدہ قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اللہ کے نام کی کھائی گئی ہو اور قسم غموس میں صرف گناہ ہے اور قسم لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ نذور جمع ہے نذر کی بمعنی ڈرانا، اسی سے ہے نذیر کسی غیر واجب عبادت کو اپنے ذمہ واجب کر لینا نذر ہے خواہ کسی شرط پر معلق ہو یا نہ ہو گناہ کی نذر ماننے میں کفارہ قسم کا ہوتا ہے۔ قسموں اور نذروں کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے ہم بھی آئندہ بقدر ضرورت عرض کریں گے نذر کا ثبوت قرآن کریم سے ہے "اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا" اور قرآن کریم میں ہے: "اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ" وغیرہ۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۲۱)

کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔(2) جب ہر ایک کو خوب جان لیا تو ہر ایک کے اب احکام سنیے:

(2) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج ۵، ص ۴۹۲۔۴۹۶۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرھا شرعا...إلخ، ج ۲، ص ۵۲۔

جھوٹی قسم کھانا

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لُبَابُ الْاِحْیَاء میں فرماتے ہیں:

یہ نہایت قبیح گناہوں میں سے ہے، مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کے رسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس مقام پر تشریف فرما ہوئے، جہاں آج میں کھڑا ہوں، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا

اِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِي النَّارِ۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ، الحدیث ۳۸۴۹، ص ۲۷۰۶)

ترجمہ: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے والا بدکار کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اِنَّ الْكِذْبَ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ النِّفَاقِ۔

(مساوی الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی الکذب وقبح ما اَتی بہ اَھلہ، الحدیث ۱۰۷، ج ۱، ص ۱۱۷)

ترجمہ: بے شک جھوٹ منافقت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

قسم لغو

حکیم الامت کے مدنی پھول

قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنے بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آگیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہ ہی تفسیر فرمائی امام اعظم وامام احمد کا یہ ہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے ←

مسئلہ ۲: غموس میں سخت گنہگار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں اور لغو میں گناہ بھی نہیں اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔(3)

الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح، طلاق اور قسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء و نسیان اٹھا لیے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطاء و نسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام پر، روزے میں خطاء پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں ایسے خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھیے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص ۳۳۲)

یمین منعقدہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الدر المختار ومنعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ وفیہ الکفارۃ ان حنث وھی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ معھا ای مع الکفارۃ سراجیہ اھ ملخصاً۔

(اے الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۰)

درمختار میں ہے: یمین منعقدہ اور وہ ہوتی ہے کہ آئندہ ممکنہ چیز کے متعلق حلف دیا جائے، اس میں حانث ہونے پر کفارہ ہوتا ہے اور وہ کفارہ قسم کے گناہ کو ختم کردیتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ توبہ بھی نہ کرے، سراجیہ اھ ملخصاً۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۵۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرہا شرعا...إلخ، ج ۲، ص ۵۲.
والدرالمختار، کتاب الایمان، ج ۵، ص ۴۹۲ ـ ۴۹۷ وغیرہما.

جھوٹی قسموں کی مذمت

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شرک کرنا، والِدَین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہیں۔

(بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، ۴/ ۲۹۵، حدیث ۶۶۷۵)

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے (فتاوی رضویہ، ۶/ ۶۰۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنّم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔

(فتاوی رضویہ، ۱۳/ ۶۱۱)

مسئلہ ۳: بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اون کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی جس کا بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضرور ہے۔ مثلاً خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اوس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اوس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے امر (معاملہ) کی قسم کھائی کہ اوس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کا باقی رکھنا افضل ہے۔ (4)

مسئلہ ۴: منعقدہ جب توڑے گا کفارہ لازم آئیگا اگرچہ اوس کا توڑنا شرع (شریعت) نے ضروری قرار دیا ہو۔ (5)

مسئلہ ۵: منعقدہ تین قسم ہے: (1) یمین فور۔ (2) مرسل۔ (3) موقت۔ اگر کسی خاص وجہ سے یا کسی بات کے جواب میں قسم کھائی جس سے اوس کام کا فوراً کرنا یا نہ کرنا سمجھا جاتا ہے اوس کو یمین فور کہتے ہیں۔ ایسی قسم میں اگر فوراً وہ بات ہوگئی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کچھ دیر کے بعد ہو تو اس کا کچھ اثر نہیں مثلاً عورت گھر سے باہر جانے کا تہیہ کر رہی

---

(4) المبسوط للسرخسي، كتاب الايمان، ج ۴، الجزء الثامن، ص ۱۳۳، ۱۳۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کروں گا تو چاہیے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے دے۔ خیال رہے کہ واؤ جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم وارد ہوا فلیکفر عن یمینہ ثم لیأت بالذی ھو خیر مگر یہ روایت درست نہیں۔ مسلم، بخاری میں وارد ہے یہاں مرقات نے ثم اور واؤ کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واؤ کی روایت کو ترجیح دی اگر ثم کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۲۶)

(5) الفتاوى الهندية، كتاب الايمان، الباب الاول في تفسيرها شرعا۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۵۲۔

ہر قسم کی بدعہدی اور عہد شکنی ممنوع اور شریعت میں گناہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بلا ضرورت اس کو توڑنا بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ یعنی اپنے عہدوں اور معاہدوں کو پورا کرو اور فرمایا کہ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَكُمْ یعنی اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ ہاں البتہ اگر کسی خلاف شرع بات کی قسم کھالی ہو تو ہرگز ہرگز اس قسم پر اڑے نہیں رہنا چاہے بلکہ لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔

ہے اوس نے کہا اگر تو گھر سے باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے اوس وقت عورت ٹھہر گئی پھر دوسرے وقت گئی تو طلاق نہیں ہوئی یا ایک شخص کسی کو مارنا چاہتا تھا اوس نے کہا اگر تو نے اسے مارا تو میری عورت کو طلاق ہے اوس وقت اوس نے نہیں مارا تو طلاق نہیں ہوئی اگرچہ کسی اور وقت میں مارے یا کسی نے اس کو ناشتہ کے لیے کہا کہ میرے ساتھ ناشتہ کرلو اوس نے کہا خدا کی قسم ناشتہ نہیں کروں گا اور اوس کے ساتھ ناشتہ نہ کیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ گھر جاکر اوسی روز ناشتہ کیا ہو۔

اور موقت وہ ہے جس کے لیے کوئی وقت ایک دن دو دن یا کم وبیش مقرر کردیا اسمیں اگر وقت معین (مقررہ وقت) کے اندر قسم کے خلاف کیا تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں مثلاً قسم کھائی کہ اس گھڑے میں جو پانی ہے اوسے آج پیوں گا اور آج نہ پیا تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ دینا ہوگا اور پی لیا تو قسم پوری ہوگئی اور اگر اوس وقت کے پورا ہونے سے پہلے وہ شخص مرگیا یا اوس کا پانی گرادیا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر قسم کھانے کے وقت اوس گھڑے میں پانی تھا ہی نہیں مگر قسم کھانے والے کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس میں پانی نہیں ہے جب بھی قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اسے معلوم تھا کہ پانی اس میں نہیں ہے اور قسم کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

اور اگر قسم میں کوئی وقت مقرر نہ کیا اور قرینہ (یعنی ظاہری صورت حال) سے فوراً کرنا یا نہ کرنا نہ سمجھا جاتا ہو تو اوسے مرسل کہتے ہیں۔ کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی اور نہ کیا مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کو ماروں گا اور نہ مارا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مرگیا تو قسم ٹوٹ گئی اور جب تک دونوں زندہ ہوں تو اگرچہ نہ مارا قسم نہیں ٹوٹی اور نہ کرنے کی قسم کھائی تو جب تک کریگا نہیں قسم نہیں ٹوٹے گی مثلاً قسم کھائی کہ میں فلاں کو نہ ماروں گا اور مارا تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: غلطی سے قسم کھا بیٹھا مثلاً کہنا چاہتا تھا کہ پانی لاؤ یا پانی پیوں گا اور زبان سے نکل گیا کہ خدا کی قسم پانی نہیں پیوں گا یا یہ قسم کھانا نہ چاہتا تھا دوسرے نے قسم کھانے پر مجبور کیا تو وہی حکم ہے جو قصداً (جان بوجھ کر) اور بلا مجبور کیے قسم کھانے کا ہے یعنی توڑے گا تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنا اختیار سے ہو یا دوسرے کے مجبور کرنے سے قصداً ہو یا بھول چوک سے ہر صورت میں کفارہ ہے بلکہ اگر بیہوشی یا جنون میں قسم توڑنا ہوا جب بھی کفارہ واجب ہے جب کہ ہوش میں قسم کھائی ہو اور اگر بے ہوشی یا جنون میں قسم کھائی تو قسم نہیں کہ عاقل ہونا شرط ہے اور یہ عاقل نہیں۔(7)

مسئلہ ۷: قسم کے لیے چند شرطیں ہیں، کہ اگر وہ نہ ہوں تو کفارہ نہیں۔ قسم کھانے والا (۱) مسلمان، (۲) عاقل، (۳) بالغ ہو۔ کافر کی قسم، قسم نہیں یعنی اگر زمانہ کفر میں قسم کھائی پھر مسلمان ہوا تو اوس قسم کے توڑنے پر کفارہ

---

(6) الجوهرة النيرة، كتاب الايمان، الجزء الثاني، ص ۲۴۷۔

(7) تبيين الحقائق، كتاب الايمان، ج ۳، ص ۴۲۳۔

واجب نہ ہوگا۔ اور معاذ اللہ قسم کھانے کے بعد مرتد ہوگیا تو قسم باطل ہوگئی یعنی اگر پھر مسلمان ہوا اور قسم توڑ دی تو کفارہ نہیں۔ آزاد ہونا شرط نہیں یعنی غلام کی قسم قسم ہے توڑنے سے کفارہ واجب ہوگا مگر کفارہ مالی نہیں دے سکتا کہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہاں روزہ سے کفارہ ادا کرسکتا ہے مگر مولیٰ اس روزہ سے اوسے روک سکتا ہے لہٰذا اگر روزہ کے ساتھ کفارہ ادا نہ کیا ہو تو آزاد ہونے کے بعد کفارہ دے۔ (۴) اور قسم میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ چیز جس کی قسم کھائی عقلاً ممکن ہو یعنی ہوسکتی ہو، اگرچہ محال عادی ہو۔ (۵) اور یہ بھی شرط ہے کہ قسم اور جس چیز کی قسم کھائی دونوں کو ایک ساتھ کہا ہو درمیان میں فاصلہ ہوگا تو قسم نہ ہوگی مثلاً کسی نے اس سے کہلایا کہ کہہ خدا کی قسم اس نے کہا خدا کی قسم اوس نے کہا کہہ فلاں کام کروں گا اس نے کہا تو یہ قسم نہ ہوئی۔ (8)

مسئلہ ۸: اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں اون میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہوجائیگی خواہ بول چال میں اوس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یوہیں خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو اوس کی قسم کھائی ہوگئی مثلاً خدا کی عزت وجلال کی قسم، اوس کی کبریائی (بڑائی) کی قسم، اوس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اوس کی عظمت کی قسم، اوس کی قدرت وقوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہوجاتی ہے حِلف (قسم) کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہوکر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہوجائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اوس کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ویسا ہی ہے جیسا اوس نے کہا۔ یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہوگیا۔ یوہیں اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اوس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (9)

مسئلہ ۹: یہ الفاظ قسم نہیں اگرچہ ان کے بولنے سے گنہگار ہوگا جبکہ اپنی بات میں جھوٹا ہے اگر ایسا کروں تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کا غضب ہو۔ اوس کی لعنت ہو، اوس کا عذاب ہو۔ خدا کا قہر ٹوٹے، مجھ پر آسمان پھٹ پڑے، مجھے زمین

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرہ شرعا... إلخ، ج۲، ص۵۱.
وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب فی یمین الکافر، ج۵، ص۴۹۰.
(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۵۲-۵۴.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب فی الفرق... إلخ، ج۵، ص۴۹۹-۵۰۳، وغیرہا.

نکل جائے۔ مجھ پر خدا کی مار ہو، خدا کی پھٹکار (لعنت) ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے، مجھے خدا کا دیدار نہ نصیب ہو، مرتے وقت کلمہ نہ نصیب ہو۔(10)

مسئلہ ۱۰: جو شخص کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے مثلاً کہے کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کہہ دینے سے وہ شے حرام نہیں ہوگی کہ اللہ (عزوجل) نے جس چیز کو حلال کیا اوسے کون حرام کر سکے مگر اوس کے برتنے سے کفارہ لازم آئیگا یعنی یہ بھی قسم ہے۔(11)

مسئلہ ۱۱: تجھ سے بات کرنا حرام ہے یہ یمین (قسم) ہے بات کریگا تو کفارہ لازم ہوگا۔(12)

مسئلہ ۱۲: اگر اس کو کھاؤں تو سوئر کھاؤں یا مُردار کھاؤں یہ قسم نہیں یعنی کفارہ لازم نہ ہوگا۔(13)

مسئلہ ۱۳: غیر خدا کی قسم قسم نہیں مثلاً تمھاری قسم، اپنی قسم، تمھاری جان کی قسم، اپنی جان کی قسم، تمھارے سر کی قسم، اپنے سر کی قسم، آنکھوں کی قسم، جوانی کی قسم، ماں باپ کی قسم، اولاد کی قسم، مذہب کی قسم، دین کی قسم، علم کی قسم، کعبہ کی قسم، عرش الٰہی کی قسم، رسول اللہ کی قسم۔(14)

مسئلہ ۱۴: خدا و رسول کی قسم یہ کام نہ کروں گا یہ قسم نہیں۔ اگر کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ کام نہ کروں گا اور

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۴۔

(11) تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۴۳۶۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۸۔

(13) المبسوط للسرخسي، کتاب الایمان، ج ۴، الجزء الثانی، ص ۱۴۳۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج ۲، ص ۵۱۔

بعض علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام نے ان گناہوں کے کبیرہ ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس موضوع پر وسیع کلام کرتے ہوئے فرمایا غیر اللہ کی قسم کھانا بھی یمین غموس (یعنی جھوٹی قسم) میں داخل ہے جیسے نبی پاک، کعبۂ مشرّفہ، فرشتوں، آسمان، آباؤاجداد، زندگی اور امانت کی قسم کھانا اور مذکورہ تمام الفاظ ایسے ہیں جن کے متعلق سخت ممانعت ہے اور روح، سر، بادشاہ کی زندگی، سلطان کی نعمت اور کسی کی قبر کی قسم کھانا وغیرہ۔ پھر کئی احادیث ذکر فرمائیں جن میں ایسی قسموں کی ممانعت اور سخت وعید ہے۔ چنانچہ،

حضور نبی رحمت، شفیع اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں اپنے آباؤاجداد کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے، لہٰذا قسم کھانے والے کو چاہئے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ، الحدیث ۴۲۵۷، ص ۹۶۶)

حضور نبی کریم، رءُوف رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتوں اور اپنے آباؤاجداد کی قسمیں نہ کھاؤ۔

(المرجع السابق، باب من حلف باللات......إلخ، الحدیث ۴۲۶۲) ←

واقع میں قسم کھائی ہے تو قسم ہے اور جھوٹ کہا تو قسم نہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوا۔ اور اگر کہا خدا کی قسم کہ اس سے بڑھ کر

حدیثِ پاک کی لُغوی تشریح

طَوَاغی، طَاغِیَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنی بُت ہے۔ چنانچہ، حدیثِ پاک میں ہے: ھٰذِہٖ طَاغِیَۃُ دَوْسٍ یعنی یہ قبیلہ دَوس کا بت اور معبود ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان، الحدیث ۷۱۱۶، ص ۵۹۳)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیۃ الحلف بالامانۃ، الحدیث ۳۲۵۳، ص ۱۴۶۷)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں اگر وہ جھوٹا ہو تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور اگر سچا ہو تو پھر بھی سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف نہ لوٹے گا۔

(المرجع السابق، باب ماجاء فی الحلف بالبراءۃ وبملۃ غیر الاسلام، الحدیث ۳۲۵۸)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا نہیں، کعبہ کی قسم! تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی بلاشبہ اس نے کفر و شرک کیا۔

(جامع الترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی ان من حلف بغیر اللہ فقد اشرک، الحدیث ۱۵۳۵، ص ۱۸۰۹)

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مذکورہ فرمانِ مصطفیٰ سختی پر محمول ہے جیسے حدیث پاک ہے کہ ریا کاری شرک ہے۔

(المرجع السابق)

غیر اللہ کی قسم کھانے پر کلمۂ طیبہ پڑھنے کا حکم

ایک روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی تو وہ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ والنجم، باب اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی، الآیۃ ۱۹، الحدیث ۴۸۶۰، ص ۴۱۵)

شرحِ حدیث

مذکورہ حدیث پاک میں کلمۂ طیبہ پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا اس طرح کی قسمیں اُٹھانے کا دورِ جاہلیت نیا نیا گزرا تھا لہٰذا کبھی کبھار زبان سے اس طرح کی قسم نکل جاتی تھی۔ لہٰذا حضور نبیِٔ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اس پر فوراً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھ لیا کرو تا کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ اس کی وجہ سے مٹ جائے۔ یہ مذکورہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے بیان کردہ کلام کا خلاصہ ہے۔

ہمارے شافعی ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا کلام اس مؤقف کی تائید نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے مطلقاً غیر اللہ کی قسم مکروہ قرار دی۔ ہاں! ←

کوئی قسم نہیں یا اُس کے نام سے بزرگ کوئی نام نہیں یا اُس سے بڑھ کر کوئی نہیں میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگئی

اگر اس کی قسم کھانے سے وہ اس کی ایسی تعظیم کا عقیدہ رکھے جیسا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں رکھتا ہے تو اس صورت میں وہ قسم کفر ہوگی اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما کی حدیثِ پاک اور آنے والی احادیثِ مبارکہ کا یہی مطلب ہے اور بت وغیرہ کی قسم کھانے سے اگر اس کی تعظیم کا ارادہ ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں اور اس صورت میں ایک طرح کا احتمال ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور بعض ناعاقبت اندیشوں کے (عنوان میں) ذکر کردہ قول پر گناہِ کبیرہ کا حکم لگانا بعید از قیاس نہیں کیونکہ سابقہ حدیثِ پاک اور آنے والی احادیثِ مبارکہ میں اس پر سخت وعید ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو یہ کفر ہے یا اگر سچا ہو تو پھر بھی اسلام کی طرف صحیح وسالم نہ پلٹے گا اور اس میں کوئی مذائقہ نہیں کہ اس موضوع پر مذکورہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی بیان کردہ احادیثِ مبارکہ کو اِسناد اور ان کی صحت پر کلام کئے بغیر ذکر کر دیا جائے۔ چنانچہ

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے، لہٰذا قسم کھانے والے کو چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ، الحدیث ۴۲۵۷، ص۹۶۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو اپنے باپ کی قسم کھاتے سنا تو ارشاد فرمایا: اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ کھاؤ جو قسم کھائے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم اُٹھائے اور جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی جائے اُسے چاہئے کہ راضی ہو جائے (یعنی تسلیم کر لے) اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم پر بھی راضی نہ ہوا اُس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کچھ نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الکفارات، باب من حلف باللہ فلیرض، الحدیث ۲۱۰۱، ص۲۶۰۳، بتغیر)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تحقیق اُس نے کفر وشرک کیا۔ (جامع الترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی ان من حلف......الخ، الحدیث ۱۵۳۵، ص۱۸۰۹)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ جس کی بھی قسم کھائی جاتی ہے وہ شرک ہے۔ (المستدرک، کتاب الایمان، باب کل یمین یحلف بہا دون اللہ شرک، الحدیث ۵۰، ج۱، ص۱۶۹)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے زیادہ پسند ہے۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان، باب الرجل یحلف بغیر اللہ او بابیہ، الحدیث ۷، ج۳، ص۸۰)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیۃ الحلف بالامانۃ، الحدیث ۳۲۵۳، ص۱۴۶۷)

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں اگر وہ جھوٹا ہو تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور اگر سچا ہو تو پھر بھی سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف نہ لوٹے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الایمان والنذور، باب ماجاء فی الحلف بالبراءۃ و......الخ، الحدیث ۳۲۵۸، ص۱۴۶۷) ←

اور درمیان کا لفظ فاصل قرار نہ دیا جائیگا۔ (15)

مسئلہ ۱۵: اگر یہ کام کروں تو خدا سے مجھے جتنی اُمیدیں ہیں سب سے نا اُمید ہوں، یہ قسم ہے اور توڑنے پر کفارہ لازم۔ (16)

مسئلہ ۱۶: اگر یہ کام کروں تو کافروں سے بدتر ہو جاؤں تو قسم ہے اور اگر کہا کہ یہ کام کرے تو کافر کو اوس پر شرف ہو (فضیلت ہو) تو قسم نہیں۔ (17)

مسئلہ ۱۷: اگر کسی کام کی چند قسمیں کھائیں اور اوس کے خلاف کیا تو جتنی قسمیں ہیں اوتنے ہی کفارے لازم ہوں گے مثلاً کہا کہ واللہ باللہ میں یہ نہیں کروں گا یا کہا خدا کی قسم، پروردگار کی قسم تو یہ دو قسمیں ہیں۔ کسی کام کی نسبت قسم کھائی کہ میں اسے کبھی نہ کرونگا پھر دوبارہ اوسی مجلس میں قسم کھا کر کہا کہ میں اس کام کو کبھی نہ کروں گا پھر اوس کام کو کیا تو دو کفارے لازم۔ (18)

مسئلہ ۱۸: واللہ اوس سے ایک دن کلام نہ کرونگا۔ خدا کی قسم اوس سے مہینہ بھر کلام نہ کروں گا۔ خدا کی قسم اوس

شفیع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قسم کھائی وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا، اگر اس نے کہا کہ وہ یہودی ہے تو وہ یہودی ہے، اگر کہا کہ وہ نصرانی ہے تو نصرانی ہے اور اگر کہا کہ وہ اسلام سے بری ہے تو وہ اسی طرح ہے اور جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

(المستدرک، کتاب الایمان والنذور، باب من حلف علی یمین۔ الخ، الحدیث ۷۸۸۷، ج۵، ص ۴۲۴، بتغیر قلیل)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ تب تو میں یہودی ہوں تو ارشاد فرمایا (اس پر یہ بات) واجب ہوگئی۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الکفارات، باب من حلف بملۃ غیر الاسلام، الحدیث ۲۰۹۹، ص ۲۶۰۳)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اپنے کہنے کے مطابق ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال، الحدیث ۶۱۰۵، ص ۵۱۵)

(15) المرجع السابق، الباب الثانی فیما یکون یمینا۔۔۔ الخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۷، ۵۸.

(16) المرجع السابق، ص ۵۸.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا۔۔۔ الخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۸.

(18) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۵۶.

سے سال بھر بات نہ کروں گا پھر تھوڑی دیر بعد کلام کیا تو تین کفارے دے اور ایک دن کے بعد بات کی تو دو کفارے اور مہینہ بھر کے بعد کلام کیا تو ایک کفارہ اور سال بھر کے بعد کیا تو کچھ نہیں۔ قسم کھائی کہ فلاں بات میں نہ کہوں گا نہ ایک دن نہ دو دن تو یہ ایک ہی قسم ہے جس کی میعاد (مدت) دو دن تک ہے۔(19)

مسئلہ ۱۹: دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً کہا تمھیں خدا کی قسم یہ کام کر دو تو اس کہنے سے اوس پر قسم نہ ہوئی یعنی نہ کرنے سے کفارہ لازم نہیں ایک شخص کسی کے پاس گیا اوس نے اوٹھنا چاہا اوس نے کہا خدا کی قسم نہ اوٹھنا اور وہ کھڑا ہو گیا تو اوس قسم کھانے والے پر کفارہ نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۰: ایک نے دوسرے سے کہا تم فلاں کے گھر کل گئے تھے اوس نے کہا ہاں پھر اوس پوچھنے والے نے کہا خدا کی قسم تم گئے تھے اوس نے کہا ہاں تو اس کا ہاں کہنا قسم ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم نے فلاں شخص سے بات چیت کی تو تمھاری عورت کو طلاق ہے اوس نے جواب میں کہا مگر تمھاری اجازت سے تو اوس کے کہنے کا مقصد یہ ہوا کہ بغیر اوس کی اجازت کے کلام کریگا تو عورت کو طلاق ہے، لہٰذا بغیر اجازت کلام کرنے سے عورت کو طلاق ہو جائے گی۔(21)

مسئلہ ۲۱: ایک نے دوسرے سے کہا خدا کی قسم تم یہ کام کرو گے اگر اس سے خود قسم کھانا مراد ہے تو قسم ہوگئی اور اگر قسم کھلانا مقصود ہے یا نہ خود کھانا مقصود ہے نہ کھلانا تو قسم نہیں یعنی اگر دوسرے نے اوس کام کو نہ کیا تو کسی پر کفارہ نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۲: ایک نے دوسرے سے کہا خدا کی قسم تمھیں یہ کام کرنا ہوگا خدا کی قسم تمھیں یہ کام کرنا ہوگا دوسرے نے کہا ہاں اگر پہلے کا مقصود قسم کھانا ہے اور دوسرے کا بھی ہاں کہنے سے قسم کھانا مقصود ہے تو دونوں کی قسم ہوگئی اور اگر پہلے کا مقصود قسم کھلانا ہے اور دوسرے کا قسم کھانا تو دوسرے کی قسم ہوگئی اور اگر پہلے کا مقصود قسم کھلانا ہے اور دوسرے کا مقصود ہاں کہنے سے قسم کھانا نہیں بلکہ وعدہ کرنا ہے تو کسی کی قسم نہ ہوئی۔(23)

مسئلہ ۲۳: ایک نے دوسرے سے کہا خدا کی قسم میں تمھارے یہاں دعوت میں نہیں آؤنگا تیسرے نے کہا کیا

---

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۵۷، ۵۸.

(20) المرجع السابق، ص۵۹، ۶۰.

(21) المرجع السابق، ص۵۹.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۶۰.

(23) المرجع السابق.

میرے یہاں بھی نہ آؤ گے اوس نے کہا ہاں تو یہ ہاں کہنا بھی قسم ہے یعنی اس تیسرے کے یہاں جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔(24)

❁❁❁❁❁

(24) المرجع السابق۔

کفارہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۲۵﴾)(1)

اللہ (عزوجل) ایسی قسموں میں تم سے مؤاخذہ نہیں کرتا جو غلط فہمی سے ہو جائیں ہاں اون پر گرفت کرتا ہے جو تمھارے دلوں نے کام کیے اور اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ۚ وَاللّٰہُ مَوْلٰىکُمْ ۚ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿۲﴾)(2)

بیشک اللہ (عزوجل) نے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کیا ہے اور اللہ (عزوجل) تمھارا مولیٰ ہے اور وہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

(1) پ۲، البقرۃ ۲۲۵۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسئلہ قسم تین طرح کی ہوتی ہے (۱) لغو (۲) غموس (۳) منعقدہ (۱) لغو یہ ہے کہ کسی گزرے ہوئے امر پر اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھائے اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ (۲) غموس یہ ہے کہ کسی گزرے ہوئے امر پر دانستہ جھوٹی قسم کھائے اس میں گنہگار ہوگا۔ (۳) منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قصد کر کے قسم کھائے اس قسم کو اگر توڑے تو گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم۔

(2) پ۲۸، التحریم ۲۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی کفارہ تو ماریہ کو خدمت سے سرفراز فرمایئے یا شہد نوش فرمایئے یا قسم کے اوتار سے یہ مراد ہے کہ قسم کے بعد ان شاء اللہ کہا جائے تاکہ اس کے خلاف کرنے سے حنث (قسم شکنی) نہ ہو۔ مقاتل سے مروی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ کی تحریم کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں، کفارہ کا حکم تعلیمِ امت کے لئے ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا یمین یعنی قسم ہے۔

﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْؕ وَ احْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۸۹﴾﴾(3)

اللہ (عزوجل) تمھاری غلط فہمی کی قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرتا ہاں اون قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنھیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکین کو کھانا دینا ہے اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اوس کے اوسط میں سے یا اونھیں کپڑا دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جو ان میں سے کسی بات پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ (عزوجل) اپنی نشانیاں تمھارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

❁❁❁❁❁

(3) پ ۷، المآئدہ ۸۹۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں وقت کا خواہ انہیں کھلاوے یا پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو صدقۂ فطر کی طرح دے دے۔

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسکین کو دس روز دے دے یا کھلا دیا کرے۔

(۱) اسّی روپے بھر کے سیر کے حساب سے فی مسکین کھانے کا وزن پونے دو سیر چار بھر، یہ اصل وزن ہے مگر احتیاطی حکم یہ ہے کہ اتنے وزن کا جو جس پیمانے میں سمائے اس پیمانے سے گندم دیا جائے جس کا وزن دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر ہوتا ہے اور نئے حساب سے دو کلو پینتالیس گرام یہ نصف صاع کا احتیاطی وزن ہے، تفصیل فتاوٰی رضویہ و بہار شریعت میں دیکھیں۔

مسائل فقہیّہ

یہ تو معلوم ہو چکا کہ قسم توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ اب یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ قسم توڑنے کا کیا کفارہ ہے اور اوس کی کیا کیا صورتیں ہیں، لہٰذا اب اوس کے احکام کی تفصیل سنیے:

مسئلہ ۱: قسم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس ۱۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اون کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔ (1)

مسئلہ ۲: غلام آزاد کرنے یا مساکین کو کھانا کھلانے میں اون تمام باتوں کی جو کفارہ ظہار میں مذکور ہوئیں یہاں بھی رعایت کرے مثلاً کس قسم کا غلام آزاد کیا جائے کہ کفارہ ادا ہو اور کیسے غلام کے آزاد کرنے سے ادا نہ ہوگا اور مساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلانا ہوگا اور جن مساکین کو صبح کے وقت کھلایا اونھیں کو شام کے وقت بھی کھلائے دوسرے دس ۱۰ مساکین کو کھلانے سے ادا نہ ہوگا۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ دسوں کو ایک ہی دن کھلا دے یا ہر روز ایک ایک کو یا ایک ہی کو دس دن تک دونوں وقت کھلائے۔ اور مساکین جن کو کھلایا ان میں کوئی بچہ نہ ہو اور کھلانے میں اباحت (کھانے کی اجازت دے دینا) وتملیک (مالک بنادینا) دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۴۳۰.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے، اور جو کچھ نہ ہوسکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے،

فی الدر المختار وکفارتہ تحریر رقبۃ اواطعام عشرۃ مساکین کما فی الظہار او کسوتھم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشھر ویستر عامۃ البدن فان عجز عنھا کلھا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء ۳؎ اھ ملخصاً۔

(۳؎ الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۳۔۲۹۲)

درمختار میں ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ گردن آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کھانا دے جیسا کہ ظہار میں ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو درمیانہ لباس دے جو عام بدن کو ڈھانپ لے اور کم از کم تین ماہ تک وہ لباس کام دے۔ اور اگر ان امور کی ادائیگی سے عاجز ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے اھ ملخصاً (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۵۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کھلانے کے عوض ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع (2) جَو یا ان کی قیمت کا مالک کردے یا دس ۱۰ روز تک ایک ہی مسکین کو ہر روز بقدر صدقۂ فطر دیدیا کرے یا بعض کو کھلائے اور بعض کو دیدے۔ غرض یہ کہ اوس کی تمام صورتیں وہیں سے معلوم کریں فرق اتنا ہے کہ وہاں ساٹھ ۶۰ مسکین تھے یہاں دس ۱۰ ہیں۔ (3)

مسئلہ ۳: کپڑے سے وہ کپڑا مراد ہے جو اکثر بدن کو چھپا سکے اور وہ کپڑا ایسا ہو جس کو متوسط درجہ کے لوگ پہنتے ہوں اور تین مہینے سے زیادہ تک پہنا جاسکے، لہٰذا اگر اتنا کپڑا ہے جو اکثر بدن کو چھپانے کے لیے کافی نہیں مثلاً صرف پاجامہ یا ٹوپی یا چھوٹا کرتا۔ یوہیں ایسا گھٹیا کپڑا دینا جسے متوسط لوگ نہ پہنتے ہوں ناکافی ہے۔ یوہیں ایسا کمزور کپڑا دینا جو تین ماہ تک استعمال نہ کیا جاسکتا ہو، جائز نہیں۔ (4)

مسئلہ ۴: کپڑے کی جو مقدار ہونی چاہیے اوس کا نصف دیا اور اس کی قیمت نصف صاع گیہوں (گندم) یا ایک صاع جَو کے برابر ہے تو جائز ہے۔ یوہیں ایک کپڑا دس ۱۰ ہی مسکینوں کو دیا جو تقسیم ہو کر ہر ایک کو اتنا ملتا ہے جس کی قیمت صدقۂ فطر کے برابر ہے تو جائز ہے۔ یوہیں اگر مسکین کو پگڑی دی اور وہ کپڑا اتنا ہے جس کی مقدار مذکور ہوئی یا اوس کی قیمت صدقۂ فطر کے برابر ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (5)

مسئلہ ۵: نیا کپڑا ہونا ضروری نہیں پُرانا بھی دیا جاسکتا ہے جبکہ تین مہینے سے زیادہ تک استعمال کرسکتے ہوں اور نیا ہو مگر کمزور ہو تو جائز نہیں۔ (6)

مسئلہ ۶: عورت کو اگر کپڑا دیا تو سر پر باندھنے کا رومال یا دوپٹا بھی دینا ہوگا کیونکہ اوسے سر کا چھپانا بھی فرض

---

(2) اعلیٰ درجے کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن چاندی کے پرانے روپے سے تین سو اکیاون روپے بھر اور آدھا صاع کا وزن ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ (الجدیدۃ)، ج۱، ص۵۹۵)

اور نئے وزن سے ایک صاع کا وزن چار کلو اور تقریباً چورانوے گرام ہوتا ہے اور آدھے صاع کا وزن دو کلو اور تقریباً سینتالیس گرام ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ صدقۂ فطر دینے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں لہٰذا اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر اپنی شرارت سے روزہ نہ رکھا جب بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ۳۶۷)

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب کفارۃ الیمین، ج۵، ص۵۲۳۔

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب کفارۃ الیمین، ج۵، ص۵۲۴۔

(5) المبسوط للسرخسي، کتاب الایمان، باب الکسوۃ، ج۴، الجزء الثامن ص۱۶۴، وغیرہ۔

(6) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب کفارۃ الیمین، ج۵، ص۵۲۴۔

ہے۔(7)

مسئلہ ۷: پانچ مسکینوں کو کھانا کھلایا اور پانچ کو کپڑے دیدیے اگر کھانا کپڑے سے سستا ہے یعنی ہر مسکین کا کپڑا ایک کھانے سے زیادہ یا برابر قیمت کا ہے تو جائز ہے یعنی یہ کپڑے پانچ کھانے کے قائم مقام ہوکر کل کھانا دینا قرار پائیگا اور اگر کپڑا کھانے سے ارزاں (سستا) ہو تو جائز نہیں مگر جبکہ کھانے کا مساکین کو مالک کردیا ہو تو یہ بھی جائز ہے یعنی یہ کھانے پانچ مساکین کے کپڑے کے برابر ہوئے تو گویا دسوں کو کپڑے دیے۔(8)

مسئلہ ۸: اگر ایک مسکین کو دسوں کپڑے (یعنی دس ۱۰ کپڑے) ایک دن میں ایک ساتھ یا متفرق (علیحدہ علیحدہ) طور پر دیدیے تو کفارہ ادا نہ ہوا اور دس ۱۰ دن میں دیے یعنی ہر روز ایک کپڑا تو ہوگیا۔(9)

مسئلہ ۹: مسکین کو کپڑا یا غلہ یا قیمت دی پھر وہ مسکین مرگیا اور اس کے پاس وہ چیز وراثۃً (یعنی وراثت میں مل) پہنچی یا اوس نے اسے ہبہ کردیا یا اس نے اوس سے وہ شے خریدلی تو ان سب صورتوں میں کفارہ صحیح ہوگیا۔(10)

مسئلہ ۱۰: پانچ صاع گیہوں دس ۱۰ مسکینوں کے سامنے رکھ دیے اونھوں نے لُوٹ لیے تو صرف ایک مسکین کو دینا قرار پائے گا۔(11)

مسئلہ ۱۱: کفارہ ادا ہونے کے لیے نیت شرط ہے بغیر نیت ادا نہ ہوگا ہاں اگر وہ شے جو مسکین کو دی اور دیتے وقت نیت نہ کی مگر وہ چیز ابھی مسکین کے پاس موجود ہے اور اب نیت کرلی تو ادا ہوگیا جیسا کہ زکوۃ میں فقیر کو دینے کے بعد نیت کرنے میں یہی شرط ہے کہ ہنوز (ابھی تک) وہ چیز فقیر کے پاس باقی ہو تو نیت کام کرے گی ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱۲: اگر کسی نے کفارہ میں غلام بھی آزاد کیا اور مساکین کو کھانا بھی کھلایا اور کپڑے بھی دیے خواہ ایک ہی وقت میں یہ سب کام ہوئے یا آگے پیچھے تو جس کی قیمت زیادہ ہے وہ کفارہ قرار پائے گا اور اگر کفارہ دیا ہی نہیں تو صرف اوس کا مؤاخذہ ہوگا جو کم قیمت ہے۔

مسئلہ ۱۳: گیہوں، جَو، خرما (کھجور، چھوہارا)، منقے (سوکھی ہوئی بڑی کشمش) کے علاوہ اگر کوئی دوسرا غلہ دینا چاہے تو آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کا ہونا ضرور ہے اوس میں آدھا صاع یا ایک صاع ہونے کا اعتبار

---

(7) المرجع السابق، ص ۵۲۵.

(8) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب کفارۃ الیمین، ج ۵، ص ۵۲۴.

(9) المبسوط للسرخسي، کتاب الایمان، باب الکسوۃ، ج ۴، الجزء الثامن، ص ۱۶۵.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثاني فیما یکون یمیناً... إلخ، الفصل الثاني، ج ۲، ص ۶۳.

(11) حاشیۃ الطحطاوي علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکفارۃ، ج ۲، ص ۱۹۸.

نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۴: رمضان میں اگر کفارہ کا کھانا کھلانا چاہتا ہے تو شام اور سحری دونوں وقت کھلائے یا ایک مسکین کو بیس ۲۰ دن شام کا کھانا کھلائے۔(13)

مسئلہ ۱۵: اگر غلام آزاد کرنے یا دس ۱۰ مسکین کو کھانا یا کپڑے دینے پر قادر نہ ہو تو پے در پے (لگاتار) تین روزے رکھے۔(14)

مسئلہ ۱۶: عاجز ہونا اوس وقت کا معتبر ہے جب کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے مثلاً جس وقت قسم توڑی تھی اوس وقت مالدار تھا مگر کفارہ ادا کرنے کے وقت محتاج ہے تو روزہ سے کفارہ ادا کرسکتا ہے اور اگر توڑنے کے وقت مفلس تھا اور اب مالدار ہے تو روزے سے نہیں ادا کرسکتا۔(15)

مسئلہ ۱۷: اپنا تمام مال ہبہ کردیا اور قبضہ بھی دیدیا اور اوس کے بعد کفارہ کے روزے رکھے پھر ہبہ سے رجوع کی تو کفارہ ادا ہوگیا۔(16)

مسئلہ ۱۸: جب غلام اپنی ملک میں ہے یا اتنا مال رکھتا ہے کہ مساکین کو کھانا یا کپڑا دے سکے اگرچہ خود مقروض یا مدیون ہو تو عاجز نہیں یعنی ایسی حالت میں روزے سے کفارہ ادا نہ ہوگا ہاں اگر قرض اور دَین ادا کرنے کے بعد کفارہ کے روزے رکھے تو ہوجائیگا۔ اور مبسوط میں امام سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر کل مال دَین میں مستغرق (یعنی ڈوبا ہوا، گھرا ہوا) ہو تو دَین ادا کرنے سے پہلے بھی روزہ سے کفارہ ادا کرسکتا ہے اور اگر غلام ملک میں ہے مگر اوس کی اِحتیاج (ضرورت) ہے تو روزے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔(17)

مسئلہ ۱۹: ایک ساتھ تین روزے نہ رکھے یعنی درمیان میں فاصلہ کردیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اگرچہ کسی مجبوری کے سبب ناغہ ہوا ہو یہاں تک کہ عورت کو اگر حیض آگیا تو پہلے کے روزے کا اعتبار نہ ہوگا یعنی اب پاک ہونے کے بعد لگاتار تین روزے رکھے۔(18)

---

(12) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۲۵۔

(13) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی، ص۲۵۲۔

(14) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی، ص۲۵۳۔

(15) المرجع السابق، وغیرہا۔

(16) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۲۶۔

(17) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی، ص۲۵۳۔

(18) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۲۶۔

مسئلہ ۲۰: روزوں سے کفارہ ادا ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ختم تک مال پر قدرت نہ ہو یعنی مثلاً اگر دوروزے رکھنے کے بعد اتنا مال مل گیا کہ کفارہ ادا کرے تو اب روزوں سے نہیں ہوسکتا بلکہ اگر تیسرا روزہ بھی رکھ لیا ہے اور غروب آفتاب سے پہلے مال پر قادر ہوگیا تو روزے ناکافی ہیں اگرچہ مال پر قادر ہونا یوں ہوا کہ اوس کے مورث (وارث بنانے والا) کا انتقال ہوگیا اور اوس کو ترکہ اتنا ملے گا جو کفارہ کے لیے کافی ہے۔(19)

مسئلہ ۲۱: کفارہ کا روزہ رکھا تھا اور افطار سے پہلے مال پر قادر ہوگیا تو اوس روزے کا پورا کرنا ضروری نہیں ہاں بہتر پورا کرنا ہے اور توڑ دے تو قضا ضرور نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۲: اپنی مِلک میں مال تھا مگر اسے معلوم نہیں یا بھول گیا ہے اور کفارہ میں روزے رکھے بعد میں یاد آیا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔ یوہیں اگر مورث مرگیا اور اسے اوس کے مرنے کی خبر نہیں اور کفارہ میں روزے رکھے بعد کو اوس کا مرنا معلوم ہوا تو کفارہ مال سے ادا کرے۔(21)

مسئلہ ۲۳: اوس کے پاس خود اس وقت مال نہیں ہے مگر اس کا اوروں پر دین ہے تو اگر وصول کرسکتا ہے وصول کرکے کفارہ ادا کرے روزے ناکافی ہیں۔ یوہیں اگر عورت کے پاس مال نہیں ہے مگر شوہر پر دَین مہر باقی ہے اور شوہر دَین مہر دینے پر قادر ہے یعنی اگر عورت لینا چاہے تو لے سکتی ہے تو روزوں سے کفارہ نہ ہوگا اور اگر اس کی مِلک میں مال ہے مگر غائب ہے، یہاں موجود نہیں ہے تو روزوں سے کفارہ ہوسکتا ہے۔(22)

مسئلہ ۲۴: عورت مال سے کفارہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور روزہ رکھنا چاہتی ہو تو شوہر اوسے روزہ رکھنے سے روک سکتا ہے۔(23)

مسئلہ ۲۵: ان روزوں میں رات سے نیت شرط ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ کفارہ کی نیت سے ہوں مطلق روزہ کی نیت کافی نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۶: قسم کے دو کفارے اس کے ذمہ تھے اس نے چھ روزے رکھ لیے اور یہ معین نہ کیا کہ یہ تین فلاں کے

---

(19) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵،ص۵۲۶۔

(20) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی،ص۲۵۳۔

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان مطلب کفارۃ الیمین، ج۵،ص۵۲۶۔

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا...إلخ، الفصل الثانی، ج۲،ص۶۲۔

(23) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی،ص۲۵۳۔

(24) المبسوط للسرخسی، کتاب الایمان، باب الصیام، ج۴، الجزء الثامن،ص۱۶۶۔

ہیں اور یہ تین فلاں کے تو دونوں کفارے ادا ہوگئے اور اگر دونوں کفاروں میں ہر مسکین کو دو فطرہ کے برابر دیا یا دو کپڑے دیے تو ایک ہی کفارہ ادا ہوا۔(25)

مسئلہ ۲۷: اوس کے ذمہ دو کفارے تھے اور فقط ایک کفارہ میں کھانا کھلاسکتا ہے اوس نے پہلے تین روزے رکھے پھر دوسرے کفارے کے لیے کھانا کھلایا تو روزے پھر سے رکھے کہ کھلانے پر قادر تھا اوس وقت روزوں سے کفارہ ادا کرنا جائز نہ تھا۔(26)

مسئلہ ۲۸: دو۲ کفارے تھے ایک کے لیے کھانا کھلایا اور ایک کے لیے کپڑے دیے اور معین نہ کیا تو دونوں ادا ہوگئے۔(27)

مسئلہ ۲۹: پانچ مسکین کو کھانا کھلایا اب خود فقیر ہوگیا کہ باقی پانچ کو نہیں کھلاسکتا تو وہی تین روزے رکھ لے۔(28)

مسئلہ ۳۰: اس کے ذمہ قسم کا کفارہ ہے اور محتاج ہے کہ نہ کھانا دے سکتا ہے نہ کپڑا اور یہ شخص اتنا بوڑھا ہے کہ نہ اب روزہ رکھ سکتا ہے، نہ آئندہ روزہ رکھنے کی اُمید ہے تو اگر کوئی چاہے اوس کی طرف سے دس۱۰ مسکین کو کھانا کھلا دے یعنی اس کی اجازت سے کفارہ ادا ہوجائے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کے ذمہ چونکہ تین روزے تھے تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔(29)

مسئلہ ۳۱: مرجانے سے قسم کا کفارہ ساقط نہ ہوگا یعنی اوس پر لازم ہے کہ وصیت کرجائے اور تہائی مال سے کفارہ ادا کرنا وارثوں پر لازم ہوگا اور اوس نے خود وصیت نہ کی اور وارث دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے۔(30)

مسئلہ ۳۲: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ نہیں اور دیا تو ادا نہ ہوا یعنی اگر کفارہ دینے کے بعد قسم توڑی تو اب پھر دے کہ جو پہلے دیا ہے وہ کفارہ نہیں مگر فقیر سے دیے ہوئے کو واپس نہیں لے سکتا۔(31)

---

(25) المرجع السابق، ص۱۶۷.

(26) المرجع السابق، ص۱۶۸.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارۃ، ج۱، ص۵۱۴.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون... إلخ، الفصل الثانی، ج۲، ص۶۳.

(29) المرجع السابق، ص۶۴.

(30) المرجع السابق، ص۶۴.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون... إلخ، الفصل الثانی، ج۲، ص۶۴.

مسئلہ ۳۳: کفارہ اونھیں مساکین کو دے سکتا ہے جن کو زکوۃ دے سکتا ہے یعنی اپنے باپ ماں اولاد وغیرہم کو جن کو زکوۃ نہیں دے سکتا کفارہ بھی نہیں دے سکتا۔(32)

مسئلہ ۳۴: کفارہ قسم کی قیمت مسجد میں صرف (خرچ) نہیں کرسکتا نہ مردہ کے کفن میں لگا سکتا ہے یعنی جہاں جہاں زکوۃ نہیں خرچ کرسکتا وہاں کفارہ کی قیمت نہیں دیجاسکتی۔(33)

(32) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص ۵۲۷.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون...إلخ، الفصل الثانی، ج۲، ص ۶۲.

منّت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾)(1)

جو کچھ تم خرچ کرو یا منّت مانو، اللہ (عزوجل) اوس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اور فرماتا ہے:

(يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾)(2)

---

(1) پ۳، البقرۃ ۲۷۰۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ طاعت کی یا گناہ کی نذر عرف میں ہدیہ اور پیش کش کو کہتے ہیں اور شرع میں نذر عبادت اور قربتِ مقصودہ ہے اسی لئے اگر کسی نے گناہ کرنے کی نذر کی تو وہ صحیح نہیں ہوئی نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ کے لئے نذر کرے اور کسی ولی کے آستانہ کے فقراء کو نذر کے صرف کا محل مقرر کرے مثلاً کسی نے یہ کہا یارب میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصد پورا کردے کہ فلاں بیمار کو تندرست کردے تو میں فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیسہ دوں یا ان کی مسجد کے لئے تیل یا بوریا حاضر کروں تو یہ نذر جائز ہے۔ (ردالمحتار)

(2) پ۲۹، الدھر ۷۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ منّت یہ ہے کہ جو چیز آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط سے اپنے اوپر واجب کرے، مثلاً یہ کہے کہ اگر میرا مریض اچھا ہو یا میرا مسافر بخیر واپس آئے تو میں راہِ خدا میں اس قدر صدقہ دوں گا یا اتنی رکعتیں نماز پڑھوں گا۔ اس نذر کی وفا واجب ہوتی ہے۔ معنٰی یہ ہیں کہ وہ لوگ طاعت و عبادت اور شرع کے واجبات کے عامل ہیں حتّٰی کہ جو طاعاتِ غیرِ واجبہ اپنے اوپر نذر سے واجب کرلیتے ہیں، اس کو بھی ادا کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین روزے

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہوگئے تو حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت فضہ رضی اللہ عنہم نے ان شاہزادوں کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شاہزادوں کو شفا دے دی۔ جب نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کرلی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن مسکین، ایک دن یتیم، ایک دن قیدی دروازے پر ←

نیک لوگ وہ ہیں جو اپنی منّت پوری کرتے ہیں اور اوس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

❁❁❁❁❁

آگئے اور روٹیوں کا سوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں سائلوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۴۳، پ۲۹، الدھر ۸۔۹)

احادیث

حدیث ۱: امام بخاری و امام احمد و حاکم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ منت مانے کہ اللہ (عزوجل) کی اطاعت کریگا تو اوس کی اطاعت کرے یعنی منت پوری کرے اور جو اوس کی نافرمانی کرنے کی منت مانے تو اوس کی نافرمانی نہ کرے یعنی اس منت کو پورا نہ کرے۔ (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: اوس منّت کو پورا نہ کرے، جو اللہ (عزوجل) کی نافرمانی کے متعلق ہو اور نہ اوس کو جس کا بندہ مالک نہیں۔ (2)

حدیث ۳: ابو داود ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الایمان والنذور، باب النذر في الطاعۃ... إلخ، الحدیث ۶۶۹۶، ج۴، ص ۳۰۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیے اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہیے۔

۲۔ خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام مگر ان پر کفارہ واجب ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرے اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت کہ یہ منت درست ہے، یہ ہی مذہب احناف ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۲۴۲)

(2) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب لا وفاء لنذر في معصیۃ اللہ... إلخ، الحدیث ۱۶۴۱، ص ۸۹۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مثلاً کہے کہ خدایا اگر میرا یہ کام ہوگیا تو فلاں کے غلام کو آزاد کردوں گا یا فلاں کی بکری کی قربانی دے دوں گا۔ احمد، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی نے حضرت عمران ابن حصین سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی نذر درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔ (مرقات) جس سے معلوم ہوا کہ معصیت وغیرہ کی نذر معتبر ہے مگر پوری نہ کرے کفارہ ادا کرے، یوں ہی غیر کی مملوکہ چیز کی نذر درست نہیں مگر اس کا کفارہ واجب ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۲۴۳)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں منت مانی تھی کہ بُوانہ (ایک جگہ) میں ایک اونٹ کی قربانی کریگا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوکر اوس نے دریافت کیا؟ ارشاد فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جس کی پرستش (عبادت) کی جاتی ہے؟ لوگوں نے عرض کی، نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کی عیدوں میں سے کوئی عید ہے؟ لوگوں نے عرض کی، نہیں۔ ارشاد فرمایا: اپنی منت پوری کر اس لیے کہ معصیت (گناہ) کے متعلق جو منت ہے اوس کو پورا نہ کیا جائے اور نہ وہ منت جس کا انسان مالک نہیں۔ (3)

حدیث ۴: نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ منت دو قسم ہے، جس نے طاعت کی منّت مانی، وہ اللہ (عزوجل) کے لیے ہے اور اوسے پورا کیا جائے اور جس نے گناہ کرنے کی منّت مانی، وہ شیطان کے سبب سے ہے اور اوسے پورا نہ کیا

(3) سنن أبي داود، کتاب الایمان والنذور، باب ما یؤمر بہ من الوفاء بالنذر، الحدیث ۳۳۱۳، ج ۳، ص ۳۲۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بوانہ دو ہیں: ایک تو مکہ معظمہ کے قریب جگہ ہے یلملم پہاڑ سے متصل، دوسرا ملک فارس میں مگر فارس والی جگہ کا نام بوان ہے بغیرہ کے، واؤ کے شد سے یہاں پہلی جگہ مراد ہے۔ (مرقات)

۲۔ اور حضور سے مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر پوری کروں یا نہیں۔

۳۔ ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ کفار کی مشابہت سے بچے، ان کی مذہبی شعار اور قومی علامات اختیار نہ کرے، کفار کی مذہبی علامات اختیار کرنا کفر ہے اور ان کی قومی علامات اختیار کرنا حرام، زنار باندھنا، سر پر چوٹی رکھنا کفر ہے، ہندوؤں کی دھوتی، عیسائیوں کا ہیٹ استعمال کرنا حرام، اگر بوانہ میں بت ہوتا جہاں مشرکین اس کی بھینٹ کے لیے جانور ذبح کرتے ہوتے تو وہاں ان صحابی کو جانور ذبح کرنا کفر ہوتا، اگر وہاں ان کا میلہ لگتا ہوتا جہاں وہ جانور ذبح کرتے ہوتے اور یہ ذبح ان کا قومی نشان ہوتا تو وہاں ذبح کرنا ان صحابی کو حرام ہوتا۔ خیال رہے کہ عرس بزرگان کفار کے میلے نہیں، یہاں کفار کے میلوں کا ذکر ہے لہذا وہابیوں کا اسے عرس وغیرہ پر چسپاں کرنا حماقت ہے ورنہ پھر جلسوں کے مجمعوں میں جانور ذبح کرنا حرام ہونا چاہیے۔

۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی خاص جگہ قربانی کرنے یا خاص جگہ کے فقراء پر صدقہ کرنے کی نذر مانے تو اسے پورا کرے۔ (مرقات) تو جو مسلمان حرمین شریفین کے فقراء پر صدقہ، کسی بزرگ کے مزار کے پاس رہنے والے مسکینوں پر خیرات کرنے کی منت مانے وہ اسے پورا کرے وہاں ہی کے فقراء کو دے، کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کی نذر مانے تو وہاں ہی ذبح کرے۔

۵۔ مگر فرق یہ ہوگا کہ گناہ کی نذر میں کفارہ واجب ہوگا اور غیر مملوکہ چیز کی نذر میں نہ پورا کرنا واجب نہ کفارہ لازم۔ (مرقات) لہذا اگر کوئی نذر مانے کہ میں فلاں کی بکری قربانی کردوں گا نذر درست نہیں، اگر وہ اس بکری کو خرید بھی لے تب بھی اس کی قربانی واجب نہ ہوگی نہ کفارہ ہوگا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۵۲)

جائے۔(4)

حدیث ۵: صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ فرمارہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اوس کے متعلق دریافت کیا؟ لوگوں نے عرض کی، یہ ابواسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور اپنے اوپر سایہ نہ کریگا اور کلام نہ کریگا اور روزہ رکھے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اسے حکم کردو کہ کلام کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔(5)

حدیث ۶: ابو داود و ترمذی و نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کی منت نہیں (یعنی اس کا پورا کرنا نہیں) اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔(6)

حدیث ۷: ابو داود و ابن ماجہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی منت مانی اور اوسے ذکر نہ کیا (یعنی فقط اتنا کہا کہ مجھ پر نذر ہے اور کسی چیز کو معین نہ کیا) تو اس

---

(4) سنن النسائي، كتاب الايمان والنذور، باب كفارة النذر، الحديث ۳۸۵۰، ص ۶۲۷.

(5) صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك... إلخ، الحديث ۶۷۰۴، ج ۴، ص ۳۰۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ سب لوگ بیٹھ کر خطبہ سن رہے تھے مگر یہ صاحب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر سن رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھنا کھڑے ہو کر سنا بیٹھ کر سنت اسی لیے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھڑے ہونے پر تعجب فرمایا۔

۲۔ یہ حضرت بنی عامر لوی کی اولاد سے تھے، قریش کے ایک خاندان سے، ان کا نام ابواسرائیل ہی تھا۔

۳۔ یعنی نماز کے علاوہ کسی وقت نہ بیٹھے گا اور کسی انسان سے کلام نہ کرے گا، یہ مطلب نہیں کہ التحیات میں بھی نہ بیٹھے گا اور نماز میں تلاوت وغیرہ بھی نہ کرے گا، عادات کی نفی ہے عبادات کی نفی نہیں۔

۴۔ یعنی خاموش رہنا سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأۃ فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی، اس طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابواسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سواء تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہ ہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، امام شافعی کے ہاں ان دونوں کی نذر درست ہی نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۴۵)

---

(6) جامع الترمذي، كتاب النذور والايمان، باب ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا... إلخ، الحديث ۱۵۲۹، ج ۳، ص ۱۷۹.

نہ کہا کہ اتنے روزے رکھونگا یا اتنی نماز پڑھوں گا یا اتنے فقیر کھلاؤں گا وغیرہ وغیرہ) تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے گناہ کی منت مانی تو اس کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت نہیں رکھتا تو اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت رکھتا ہے تو اسے پورا کرے۔ (7)

حدیث ۸: صحاح ستہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ اون کی ماں کے ذمہ منت تھی اور پوری کرنے سے پہلے اون کا انتقال ہو گیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فتویٰ دیا کہ یہ اوسے پورا کریں۔ (8)

حدیث ۹: ابوداود و دارمی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مکہ فتح کریگا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا: کہ یہیں پڑھ لو۔ دوبارہ پھر اوس نے وہی سوال کیا، فرمایا: کہ یہیں پڑھ لو۔ پھر سوال کا اعادہ کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جواب دیا: اب تم جو چاہو کرو۔ (9)

---

(7) سنن أبي داود، کتاب الایمان والنذور، باب من نذر نذرا لا یطیقہ، الحدیث ۳۳۲۲، ج۳، ص۳۲۶.

(8) صحیح البخاري، کتاب الایمان والنذور، باب من مات وعلیہ نذر، الحدیث ۶۶۹۸، ج۴، ص۳۰۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ غالب یہ ہے کہ نذر غیر مشروط تھی اور مالی تھی۔ چنانچہ دارقطنی میں یوں ہے کہ حضرت سعد سے حضور نے فرمایا کہ اپنی ماں کی نذر پوری کروانے کی طرف سے لوگوں کو پانی پلا دو۔ معلوم ہوا کہ کنواں کھدوانے کی نذر تھی۔ خیال رہے کہ میت کی بدنی نذر جیسے روزہ، نماز وارث ادا نہیں کرسکتا۔ مالی نذر اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور اس نذر کے پورا کرنے کی وصیت کی ہے تو وارث پر پورا کرنا واجب ہے، اگر وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا ہے تو وارث پر یہ نذر بھی پوری کرنا واجب نہیں، ہاں بہتر ہے کہ پوری کردے، یہاں دونوں احتمال ہیں، اگر ام سعد نے مال چھوڑا تھا اور وصیت بھی کی تھی تو یہ امر وجوب کے لیے ہے اگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہ تھی تو یہ امر استحبابی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۴۸)

(9) سنن أبي داود، کتاب الایمان والنذور، باب من نذر أن یصلي في بیت المقدس، الحدیث ۳۳۰۵، ص۳۱۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ مقدس میم کے فتح دال کے کسرہ سے بمعنی بزرگی والا گھر مگر عوام مقدس باب تفعیل کا اسم مفعول بولتے ہیں۔ شاید ان صاحب کا خیال یہ ہوگا کہ بیت المقدس کی نماز حرمین شریفین کی مسجد بیت اللہ اور مسجد نبوی شریف کی نماز سے افضل ہے حالانکہ مسجد حرام شریف میں ثواب زیادہ ہے۔

حدیث ۱۰: ابو داود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں، کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کرے گی اور اوس میں اس کی طاقت نہ تھی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ تیری بہن کی تکلیف سے اللہ (عزوجل) کو کیا فائدہ ہے، وہ سواری پر حج کرے اور قسم کا کفارہ دیدے۔(10)

۲۔ اگر یہ سوال مکہ معظمہ میں تھا تو یہاں سے مراد مسجد حرام شریف ہے اور اگر مدینہ منورہ میں سوال ہوا ہے تو یہاں سے مراد مسجد نبوی شریف ہے۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ کی مسجد کا ثواب بیت المقدس سے دوگنا ہے کہ وہاں ایک کا ثواب پچاس ہزار ہے اور حرم شریف میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی کا ثواب بیت المقدس کے برابر مگر مسجد نبوی میں نماز کا درجہ زیادہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اور اگر کوئی شخص نذر سے اعلیٰ عبادت ادا کردے تو نذر ادا ہوجاتی ہے، چونکہ نذر تھی بیت المقدس کی اور یہ صاحب ادا کرتے ہیں مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو وہاں سے اعلیٰ ہے لہٰذا بہر حال نذر پوری ہوجاتی۔ مساجد میں اعلیٰ مسجد حرام ہے، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد قدسی، پھر اپنے شہر کی جامع مسجد، پھر محلہ کی مسجد، پھر گھر کی مسجد (جاء نماز) امام زفر وابو یوسف کا مذہب ہے کہ مسجد قدسی کی نماز کی نذر حرم شریف اور مسجد نبوی کی نماز سے ادا ہوجاتی ہے مگر اس کے برعکس درست نہیں یعنی مسجد حرام کی نماز کی نذر مسجد قدسی کی نماز سے ادا نہیں ہوتی مگر امام اعظم و محمد کے نزدیک نماز میں جگہ کی تخصیص معتبر نہیں لہٰذا اگر مسجد حرام کی نماز کی نذر مانی ہو تو جہاں پڑھ لے درست ہے۔ (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک بھی یہ درست نہیں نذر یا مساوی میں ادا ہوگی یا اعلیٰ میں۔

۳۔ یعنی ہم نے تم کو وہ بات بتائی تھی جو اعلیٰ بھی تھی اور آسان بھی لیکن تم کو اپنی بات پر اصرار ہے تو جاؤ وہاں ہی یعنی بیت المقدس میں ہی پڑھ کر آؤ۔ معلوم ہوا کہ وہ حضور کا مشورہ تھا حکم نہ تھا اور اگر حکم تھا تو استحبابی اسی لیے اس کے نہ ماننے کا اختیار تھا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵،ص۲۵۵)

(10) سنن أبي داود، کتاب الایمان والنذور، باب من رأی علیہ کفارۃ... إلخ، الحدیث ۳۲۹۵، ۳۳۰۳، ج۳،ص۳۱۶-۳۱۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پیدل جاکر حج کریں۔

۲۔ امام شافعی کے ہاں بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں، امام اعظم کے ہاں بدنہ میں اونٹ وگائے بکری سب شامل ہیں یعنی ڈیل دار جانور۔

۳۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ہدی کا حکم استحبابی ہے اس صورت میں اس پر کفارہ قسم یا کفارہ نذر واجب ہے مگر حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ہدی واجب ہے۔

۴۔ شقاء بمعنی مشقت ہے سعادت کا مقابل نہیں یعنی اس کے معنی بدبختی کم نصیبی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری بہن کی اس مشقت سے رب تعالیٰ خوش نہیں۔

۵۔ کفارہ سے مراد کفارۂ قباحۃ حج ہے ہدی یا اس کے قائم مقام دس روزے لہٰذا یہ عبارت گزشتہ عبارت کے خلاف نہیں مگر چونکہ یہ کفارہ اس نذر کی بنا پر واجب ہوا لہٰذا اسے نذر کی طرف منسوب فرمادیا گیا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵،ص۳۵۶)

حدیث ۱۱: رزین نے محمد بن منتشر سے روایت کی کہ ایک شخص نے یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے دشمن سے نجات دی تو میں اپنے کو قربانی کر دوں گا۔ یہ سوال حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس پیش ہوا، اونھوں نے فرمایا: کہ مسروق(11) سے پوچھو، مسروق سے دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اپنے کو ذبح نہ کر اس لیے کہ اگر تو مومن ہے تو مومن کو قتل کرنا لازم آیگا اور اگر تو کافر ہے تو جہنم کو جانے میں جلدی کیوں کرتا ہے، ایک مینڈھا خرید کر ذبح کر کے مساکین کو دیدے۔(12)

❁❁❁❁❁

---

(11) ایک مشہور تابعی بزرگ اور حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ رشید ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

(12) مشکاۃ المصابیح، باب فی النذور، الفصل الثالث، الحدیث ۳۴۴۵، ج۱، ص۶۳۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ تابعی ہیں، ہمدانی ہیں، حضرت مسروق کے بھتیجے، بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے جیسے حضرت عمر و عائشہ رضی اللہ عنہم۔

۲۔ یہ عجیب نذر ہے کہ دشمن سے چھٹکارے کی لذت کو اپنے نفس کی ہلاکت کی تکلیف سے زیادہ سمجھا۔ ایک بدوی کا اونٹ کھو گیا اس نے اعلان کیا کہ جو میرا اونٹ لاوے تو وہ اونٹ اسی کو دے دوں گا، لوگوں نے پوچھا پھر تجھے کیا ملے گا؟ بولا اونٹ پالینے کی لذت، اس لذت کی تمہیں خبر نہیں۔

۳۔ یہ ہے فتویٰ میں انتہائی احتیاط، آپ نے خیال فرمایا کہ حضرت مسروق ان مسائل میں مجھ سے بڑے عالم ہیں تو ان کے پاس بھیجنے میں شرم نہ فرمائی۔ مسروق ابن اجدع ہمدانی ہیں، حضور کی وفات سے کچھ پہلے ایمان لائے، انہیں بچپن میں کسی نے چرالیا تھا بڑی مشکل سے ملے تب سے آپ کا نام مسروق ہوا۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاندان جنت کے لیے پیدا ہوا ہو تو وہ اسود علقمہ مسروق ہیں، آپ کی وفات کوفہ میں ہوئی ۶۲ھ کو۔

۴۔ اور مؤمن کو قتل کرنا ظلماً از روئے قرآن مجید حرام ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ" اور فرماتا ہے: "لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ"۔

۵۔ اور خود دوزخ کی طرف دوڑنا بھی ممنوع ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

۶۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں کہ حضرت اسحاق علیہم الصلوۃ والسلام ہزیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ غالباً حضرت مسروق جناب اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتے تھے۔

۷۔ مگر میں نے فتویٰ خود نہ دیا کیونکہ جناب مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صحبت یافتہ اور ان کے شاگرد خاص ہیں وہ بڑے عالم ہیں۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۶۰)

مسائل فقہیہ

چونکہ منت کی بعض صورتوں میں بھی کفارہ ہوتا ہے اس لیے اسکو یہاں ذکر کیا جاتا ہے اس کے بعد قسم کی باقی صورتیں بیان کی جائیں گی اور اس بیان میں جہاں کفارہ کہا جائیگا اوس سے وہی کفارہ مراد ہے جو قسم توڑنے میں ہوتا ہے۔ روزہ کے بیان میں ہم نے منت کی شرطیں لکھ دی ہیں اون شرطوں کو وہاں سے معلوم کرلیں۔

مسئلہ ۱: منت کی دو ۲ صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اوس کے کرنے کو کسی چیز کے ہونے پر موقوف رکھے مثلاً میرا فلاں کام ہو جائے تو میں روزہ رکھوں گا یا خیرات کروں گا، دوم یہ کہ ایسا نہ ہو مثلاً مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے رکھنے ہیں یا میں نے اتنے روزوں کی منت مانی۔ پہلی صورت یعنی جس میں کسی شے کے ہونے پر اوس کام کو معلق کیا ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر ایسی چیز پر معلق کیا کہ اوس کے ہونے کی خواہش ہے مثلاً اگر میرا لڑکا تندرست ہو جائے یا پردیس سے آجائے یا میں روزگار سے لگ جاؤں تو اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا خیرات کروں گا ایسی صورت میں جب شرط پائی گئی یعنی بیمار اچھا ہو گیا یا لڑکا پردیس سے آگیا یا روزگار لگ گیا تو اوتنے روزے رکھنا یا خیرات کرنا ضرور ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ کام نہ کرے اور اس کے عوض میں کفارہ دیدے، اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً اگر میں تم سے بات کروں یا تمھارے گھر آؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں کہ اوس کا مقصد یہ ہے کہ میں تمھارے یہاں نہیں آؤں گا تم سے بات نہ کروں گا ایسی صورت میں اگر شرط پائی گئی یعنی اوس کے یہاں گیا یا اوس سے بات کی تو اختیار ہے کہ جتنے روزے کہے تھے وہ رکھ لے یا کفارہ دے۔ (1)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج ۵، ص ۵۴۲،۵۴۳۔

<u>نذر و نیاز (اور منت)</u>

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن علم القرآن میں فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہوا ہے نذر کے لغوی معنی ہیں ڈرانا یا ڈرسنانا۔ شرعی معنی ہیں غیر لازم عبادت کو اپنے پر لازم کرلینا، عرفی معنی ہیں نذرانہ وہدیہ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تینوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

(1) إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا۔ (پ 22، فاطر 24)

(2) وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

←

مسئلہ ۲: منت میں ایسی شرط ذکر کی جس کا کرنا گناہ ہے اور وہ شخص بدکار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کا

نہیں ہے کوئی جماعت مگر گذرے ان میں ڈرانے والے۔(پ22،فاطر24)

(۲)اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے جوتم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے۔(پ ۲۴،الزمر ۷۱)

(4)فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾

اور ڈرایا میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے۔(پ30،الیل 14)

(5)اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾

ہم نے قرآن شریف اتارا برکت والی رات میں ہم ہیں ڈرانے والے۔(پ25،الدخان 3)

ان جیسی بہت سی آیات میں نذر لغوی معنی میں استعال ہوا ہے بمعنی ڈرانا، دھمکانا۔اس معنی میں یہ لفظ اللہ تعالی کے لئے بھی آتا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کے لئے بھی۔یہ لفظ شرعی معنی میں بھی استعال ہوا ہے رب تعالی فرماتا ہے:

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسول گزر چکے۔(پ4،ال عمرٰن 144)

(1)وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ

جو کچھ تم خرچ کرو یا نذر مانو کوئی نذر، اللہ اسے جانتا ہے۔(پ3،البقرۃ270)

(2)رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ

اے میرے رب میں نے نذر مانی تیرے لئے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے آزاد۔پس قبول فرما مجھ سے۔(پ3،ال عمرٰن 35)

(3)وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

چاہیے کہ یہ لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔(پ17،الحج 29)

(4)اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے پس آج کسی سے کلام نہ کروں گی۔(پ16،مریم 26)

ان جیسی آیات میں نذر سے شرعی معنی مراد ہیں یعنی منت ماننا اور غیر ضروری عبادت کو لازم کر لینا یہ نذر عبادت ہے اس لئے خدا کے سوا کسی بندے کے لئے نہیں ہوسکتی اگر کوئی کسی بندے کی نذر مانتا ہے تو مشرک ہے کیونکہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے

چونکہ عبادت میں شرط یہ ہے کہ معبود کو الٰہ یعنی خدا یا خدا کے برابر مانا جائے، اس لئے اس نذر میں بھی یہی قید ہوگی کہ کسی کو خدا یا خدا کے برابر مان کر نذر مانی جائے، اگر ناذر کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ جس کی نذر مانی اسے محض بندہ سمجھتا ہے تو وہ شرعی نذر نہیں اسی لئے فقہا نے اس نذر میں تقرب کی قید لگائی۔تقرب کے معنی عبادت ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی کسی بندے کے نام پر شرعی نذر کرے یعنی اس کی الوہیت کا قائل ہو کر اس کی منت مانے تو اگر چہ ←

قصد (ارادہ) اوس گناہ کے کرنے کا ہے اور پھر اوس گناہ کو کرلیا تو منت کو پورا کرنا ضرور ہے اور وہ شخص نیک بخت ہے

یہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا یہ کام حرام ہوگا مگر وہ چیز حلال رہے گی اس چیز کو حرام جاننا سخت غلطی ہے اور قرآن کریم کے خلاف۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

نہیں بنایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام یہ مشرکین اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔ (پ7، المآئدۃ 103)

کفار عرب ان چار قسم کے جانور وصیلہ حام وغیرہ کو اپنے بتوں کے نام کی نذر کرتے تھے اور انہیں کھانا حرام جانتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ یہ حلال ہیں جیسے آج کل ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے سانڈھ حلال ہیں۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

(2) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا

اور ٹھہرایا ان کافروں نے اللہ کا اس کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ (پ8، الانعام 136)

(3) وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اسے نہ کھائے مگر وہ جسے ہم چاہیں۔ (پ8، الانعام 138)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار عرب اپنے جانوروں کھیتوں میں بتوں کی نذر مان لیتے تھے اور کچھ حصہ بتوں کے نام پر نامزد کردیتے تھے پھر انہیں کھانا یا تو بالکل حرام جانتے تھے جیسے بحیرہ، سائبہ جانور اور یا ان کے کھانے میں پابندی لگاتے تھے کہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں فلاں کھائے فلاں نہ کھائے۔ ان دونوں حرکتوں کی رب نے تردید ان آیات میں فرمادی:

(1) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔ (پ14، النحل 116)

(2) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا

فرماؤ کہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے تمہارا رزق اتارا تم نے اس میں کچھ حلال بنایا کچھ حرام۔ (پ11، یونس 59)

(3) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور ستھرا رزق۔ (پ8، الاعراف 32)

(4) حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ

ان کافروں نے حرام سمجھ لیا اسے جو اللہ نے انہیں رزق دیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ (پ8، الانعام 140)

(5) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اے مسلمانو! کھاؤ وہ ستھری چیزیں جو ہم تمہیں رزق دیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ (پ2، البقرۃ 172) ←

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منت اوس گناہ سے بچنے کے لیے ہے مگر وہ گناہ اوس سے ہو گیا تو اختیار ہے کہ منت پوری

(6) وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ

اور تمہارا کیا حال ہے کہ نہیں کھاتے اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ (پ8، الانعام119)

(8) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ

اللہ نے صرف مردار کو اور خون کو اور سور کے گوشت کو اور اس جانور کو جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تم پر حرام فرمایا۔

(پ2، البقرۃ173)

(9) قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللهُ افْتِرَاءً عَلَى اللهِ

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے قتل کر ڈالا اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لیا اللہ پر تہمت لگاتے ہوئے۔ (پ8، الانعام140)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے اس عقیدے کی پر زور تردید فرمائی کہ جس جانور اور جس کھیتی وغیرہ کو بت کے نام پر لگا دیا جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ فرمایا: تم اللہ پر تہمت لگاتے ہو اللہ نے یہ چیزیں حرام نہ کیں تم کیوں حرام جانتے ہو، جس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے نام کی نذر ماننا شرک تھا اور ان کا یہ فعل سخت جرم تھا مگر اس چیز کو حلال ٹھہرایا اس کے حرام جاننے پر عتاب کیا، اسے حلال رزق اور طیب روزی فرمایا۔ ان بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کے متعلق حکم فرمایا کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ کافروں کی باتوں میں نہ آؤ۔ ایسے ہی آج بھی جس چیز کو غیر خدا کے نام پر شرعی طور پر نذر کر دیا جائے وہ بھی حلال طیب ہے اگر چہ یہ نذر شرک ہے۔

نذر کے تیسرے معنی عرفی ہیں یعنی کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ، نذرانہ، تحفہ پیش کرنا یا پیش کرنے کی نیت کرنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی دیگ پکاؤں گا یعنی دیگ بھر کھانا خیرات کروں گا اللہ کے لئے اور ثواب اس کا سرکار بغدادی کی روح شریف کو نذرانہ کروں گا یہ بالکل جائز ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی نذریں بارگاہ رسالت میں مانی اور پیش کی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمائی ہیں نہ یہ کام حرام نہ چیز حرام۔ اسی کو عوام کی اصطلاح میں نیاز کہتے ہیں بمعنی نذرانہ۔ اس کا قرآن شریف میں بھی ثبوت ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۹﴾

کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یقیناً ان کیلئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ11، التوبۃ99)

اس آیت میں بتایا کہ مؤمنین اپنے صدقہ میں دو نیتیں کرتے ہیں۔ ایک اللہ کی نزدیکی اور اس کی عبادت، دوسرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں لینا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوش ہونا۔ یہ ہی فاتحہ بزرگان دینے والے، ان کی نذر ماننے والے کا ←

کرے یا کفارہ دے۔(2)

مسئلہ ۳: جس منّت میں شرط ہو اوس کا حکم تو معلوم ہو چکا کہ ایک صورت میں منّت پوری کرنا ہے اور ایک صورت میں اختیار ہے کہ منّت پوری کرے یا کفارہ دے اور اگر شرط کا ذکر نہ ہو تو منّت کا پورا کرنا ضروری ہے حج یا عمرہ یا روزہ یا نماز یا خیرات یا اعتکاف جس کی منّت مانی ہو وہ کرے۔(3)

مسئلہ ۴: منّت میں اگر کسی چیز کو معین نہ کیا مثلاً کہا اگر میرا یہ کام ہو جائے تو مجھ پر منّت ہے یہ نہیں کہا کہ نماز یا روزہ یا حج وغیرہا تو اگر دل میں کسی چیز کو معین کیا ہو تو جو نیت کی وہ کرے اور اگر دل میں بھی کچھ مقرر نہ کیا تو کفارہ

مقصد ہوتا ہے کہ خیرات اللہ کے لئے ہو اور ثواب اس بزرگ کے لئے تا کہ ان کی روح خوش ہو کر ہمیں دعا کرے۔

اسی لئے عوام کہتے ہیں، نذر اللہ، نیاز حسین، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے بخیریت واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی نے عرض کیا:

يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَاَتَغَنّٰى بِهٖ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ وَاِلَّا فَلَا۔ (مشکوۃ باب مناقب عمر)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، الحدیث ۶۰۴۸، المجلد الثانی، ص۴۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضور میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ عزوجل آپ کو بخیریت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں لفظ نذر اسی نذرانہ کے معنی میں ہے نہ کہ شرعی نذر کیونکہ گانا بجانا عبادت نہیں صرف اپنے سرور وخوشی کا نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا جو سرکار میں قبول فرمایا گیا۔ یہ عرفی نذر ہے جو ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مانتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے پورے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی مشکوۃ کے حاشیہ میں بحوالہ ملا علی قاری ہے:

وان كان السرور بمقدمه الشريف نفسه قربة. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب مناقب والفضائل، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، تحت الحدیث ۶۰۴۸، ج۱۰، ص۴۰۳، دار الفکر بیروت)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی منانا عبادت ہے۔

غرضکہ اس قسم کی عرفی نذریں عوام وخواص میں عام طور پر مروج ہیں۔ استاد، ماں، باپ، شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ نقدی آپ کی نذر ہے اسے شرک کہنا انتہا درجہ کی بیوقوفی ہے۔

(2) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب فی أحکام النذر، ج۵، ص۵۴۲.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا ومالا یکون یمینا... الخ، الفصل الثانی، ج۲، ص۶۵.

دے۔(4)

مسئلہ ۵: منّت مانی اور زبان سے منّت کو معین نہ کیا مگر دل میں روزہ کا ارادہ ہے تو جتنے روزوں کا ارادہ ہے اوتنے رکھ لے، اور اگر روزہ کا ارادہ ہے مگر یہ مقرر نہیں کیا کہ کتنے روزے تو تین روزے رکھے۔ اور اگر صدقہ کی نیت کی اور مقرر نہ کیا تو دس مسکین کو بقدر صدقہ فطر کے دے۔ یوہیں اگر فقیروں کے کھلانے کی منّت مانی تو جتنے فقیر کھلانے کی نیت تھی اوتنوں کو کھلائے اور تعداد اوس وقت دل میں بھی نہ ہو تو دس (۱۰) فقیر کھلائے اور دونوں وقت کھلانے کی نیت تھی تو دونوں وقت کھلائے اور ایک وقت کا ارادہ ہے تو ایک وقت اور کچھ ارادہ نہ ہو تو دونوں وقت کھلائے یا صدقہ فطر کی مقدار اون کو دے۔ اور فقیر کو کھلانے کی منّت مانی تو ایک فقیر کو کھلائے یا صدقہ فطر کی مقدار دیدے۔(5)

مسئلہ ۶: یہ منّت مانی کہ اگر بیمار اچھا ہو جائے تو میں ان لوگوں کو کھانا کھلاؤں گا اور وہ لوگ مالدار ہوں تو منّت صحیح نہیں یعنی اُسکا پورا کرنا اوس پر ضرور نہیں۔(6)

مسئلہ ۷: نماز پڑھنے کی منّت مانی اور رکعتوں کو معین نہ کیا تو دو رکعت پڑھنی ضروری ہے اور ایک یا آدھی رکعت کی منّت مانی جب بھی دو پڑھنی ضرور ہے اور تین رکعت کی منّت ہے تو چار پڑھے اور پانچ کی تو چھ پڑھے۔(7)

مسئلہ ۸: بے وضو نماز پڑھنے کی منّت مانی تو صحیح نہ ہوئی اور بغیر قراءت یا ننگے نماز پڑھنے کی منّت مانی تو منّت صحیح ہے، قراءت کے ساتھ اور کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔(8)

مسئلہ ۹: آٹھ رکعت ظہر کی منّت مانی تو آٹھ واجب نہ ہونگی بلکہ چار ہی پڑھنی پڑیں گی اور اگر یہ کہا کہ مجھے اللہ تعالٰی دو سو روپے دیدے تو مجھ پر اُنکے دس روپے زکوٰۃ ہے تو دس ۱۰ روپے زکوٰۃ کے فرض نہ ہونگے بلکہ وہی پانچ ہی فرض رہیں گے۔(9)

مسئلہ ۱۰: سو ۱۰۰ روپے خیرات کرنے کی منّت مانی اور اوس کے پاس اوس وقت اتنے نہیں ہیں تو جتنے ہیں اوتنے ہی کی خیرات واجب ہے ہاں اگر اُسکے پاس اسباب (یعنی سامان وغیرہ) ہے کہ بیچے تو سو روپے ہو جائیں گے تو سو

---

(4) البحرالرائق، کتاب الایمان، ج ۴، ص ۴۹۹۔

(5) البحرالرائق، کتاب الایمان، ج ۴، ص ۴۹۹۔
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمیناً ومالا یکون یمیناً۔۔۔ إلخ، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۶۵، وغیرہما۔

(6) البحرالرائق، کتاب الایمان، ج ۴، ص ۵۰۰۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمیناً ومالا یکون یمیناً۔۔۔ إلخ، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۶۵۔

(8) المرجع السابق

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمیناً ومالا یکون یمیناً۔۔۔ إلخ، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۶۵۔

کی خیرات ضرور ہے اور اسباب بیچنے پر بھی سو ۱۰۰ نہ ہونگے تو جو کچھ نقد ہے وہ اور تمام سامان کی جو کچھ قیمت ہو وہ سب خیرات کردے منّت پوری ہوگئی اور اگر اوسکے پاس کچھ نہ ہو تو کچھ واجب نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۱: یہ منّت مانی کہ جمعہ کے دن اتنے روپے فلاں فقیر کو خیرات دوں گا اور جمعرات ہی کو خیرات کردیے یا اوس کے سوا کسی دوسرے فقیر کو دیدیے منّت پوری ہوگئی یعنی خاص اوسی فقیر کو دینا ضرور نہیں نہ جمعہ کے دن دینا ضرور۔ یوہیں اگر مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ کے فقرا پر خیرات کرنے کی منّت مانی تو وہیں کے فقرا کو دینا ضروری نہیں بلکہ یہاں خیرات کردینے سے بھی منّت پوری ہوجائیگی۔ یوہیں اگر منّت میں کہا کہ یہ روپے فقیروں پر خیرات کروں گا تو خاص اونھیں روپوں کا خیرات کرنا ضرور نہیں اوتنے ہی دوسرے روپے دیدیے منّت پوری ہوگئی۔(11)

مسئلہ ۱۲: جمعہ کے دن نماز پڑھنے کی منّت مانی اور جمعرات کو پڑھ لی منّت پوری ہوگئی یعنی جس منّت میں شرط نہ ہو اوس میں وقت کی تعیین کا اعتبار نہیں یعنی جو وقت مقرر کیا ہے اس سے پہلے بھی ادا کرسکتا ہے اور جس میں شرط ہے اوس میں ضرور ہے کہ شرط پائی جائے بغیر شرط پائی جانیکے ادا کیا تو منّت پوری نہ ہوئی شرط پائی جانے پر پھر کرنا پڑیگا مثلاً کہا اگر بیمار اچھا ہوجائے تو دس روپے خیرات کرونگا اور اچھا ہونے سے پہلے ہی خیرات کردیے تو منّت پوری نہ ہوئی اچھے ہونے کے بعد پھر کرنا پڑے گا۔ باقی جگہ اور روپے اور فقیروں کی تخصیص (مخصوص کرنا) دونوں میں بیکار ہے خواہ شرط ہو یا نہ ہو۔(12)

مسئلہ ۱۳: اگر میرا یہ کام ہوجائے تو دس ۱۰ روپے کی روٹی خیرات کروں گا تو روٹیوں کا خیرات کرنا لازم نہیں یعنی کوئی دوسری چیز غلہ وغیرہ دس ۱۰ روپے کا خیرات کرسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دس روپے نقد دیدے۔(13)

مسئلہ ۱۴: دس ۱۰ روپے دس ۱۰ مسکین پر خیرات کرنے کی منّت مانی اور ایک ہی فقیر کو دسوں ۱۰ روپے دیدیے منّت پوری ہوگئی۔(14)

مسئلہ ۱۵: یہ کہا کہ مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے دس ۱۰ مسکین کا کھانا ہے تو اگر دس ۱۰ مسکین کو دینے کی نیت نہ ہو تو اتنا کھانا جو دس ۱۰ کے لیے کافی ہو ایک مسکین کو دینے سے منّت پوری ہوجائیگی۔(15)

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا ومالا یکون یمینا...إلخ، الفصل الثانی، ج۲، ص۶۵.

(11) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۴۵ وج۳، ص۴۸۷.

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، ج۵ ص۵۳۷، ۵۴۰.

(13) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۴۶.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا ومالا یکون یمینا...إلخ، الفصل الثانی، ج۲، ص۶۶.

(15) المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶: اونٹ یا گائے ذبح کرکے اوسکے گوشت کو خیرات کرنے کی منت مانی اور اوسکی جگہ سات ۷ بکریاں ذبح کرکے گوشت خیرات کردیا منت پوری ہوگئی اور یہ گوشت مالداروں کو نہیں دے سکتا دیگا تو اتنا خیرات کرنا پڑے گا ورنہ منت پوری نہ ہوگی۔(16)

مسئلہ ۱۷: اپنی اولاد کو ذبح کرنے کی منت مانی تو ایک بکری ذبح کردے منت پوری ہوجائیگی اور اگر بیٹے کو مار ڈالنے کی منت مانی تو منت صحیح نہ ہوئی اور اگر خود اپنے کو یا اپنے باپ ماں دادا دادی یا غلام کو ذبح کرنے کی منت مانی تو یہ منت نہ ہوئی اوسکے ذمہ کچھ لازم نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۸: مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے(18)

---

(16) المرجع السابق۔

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمیناً ومالا یکون یمیناً... إلخ، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۶۵۔
والدر المختار، کتاب الایمان، ج ۵، ص ۵۴۳-۵۴۴۔

(18) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں: قال الوالد رحمہ اللہ تعالی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ اتلاف مال کذا فی البزازیۃ اھ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لا منع منہ والاعمال بالنیات ا ھ۔

یعنی والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درر وغرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلاً ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔(الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰)

پھر فرماتے ہیں: روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور ←

یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے

عبثا من غیر فائدۃا ۔ کما ذکرنا.

ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے (ت) (اـ الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰)

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ راویت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں، ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاویٰ بزازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمۃ اللہ تعالٰی نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر برسرراہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے؛ اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ ایمانیاً موجب رضائے رحمان عز جلالہ۔ قال اللہ عزوجل وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ۲ ـ جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

(۲ـ القرآن ۲۲/ ۳۲)

وقال اللہ تبارك وتعالٰی وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۱ـ

جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔ (اـ القرآن ۲۲/ ۳۰)

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلاّ و مذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔

درمختار میں ہے:

جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد ۲ـ

یا گیارھویں کی نیاز دِلانے

مصحف شریف مطلا ومذہب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنے میں (ت)

(۲؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵)

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث میں تھا:

لتزخرفنّھا کما زخرفت الیھود والنصارٰی ۳؎۔ رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم مسجدوں کی آرائش کروگے جیسے یہود ونصارٰی نے آرائش کی، اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت) (۳؎ سنن ابوداؤد باب فی بناء المسجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۵)

مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب ۴؎۔

گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے (ت)

(۴؎ تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۱۶۸)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب ۵؎۔

اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ، یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔(ت)

(۵؎ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی البیع دارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵/ ۲۴۷)

(۳) یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاتخذوھا جُمًّا ۱؎۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسجدیں مُنڈی بناؤ، اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

(۱؎ السنن الکبرٰی باب فی کیفیۃ بناء المسجد دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۹)

دوسری حدیث میں ہے:

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَّابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرَفَۃً ۲؎۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ، اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت) (۲؎ المصنف لابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۹)

مگراب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔ وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ ۳؎

....

اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے (ت) (۳ ۔ مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/۳۷۹)

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذٰلک اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا اوقع ذٰلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا بأس بہ ولواوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنھم وکافرھم تشیید بیوتھم وتزیینھا ولوبنینا مساجد نا باللبن وجعلنٰھا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستھانۃ ۱ ۔

یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کر دی، اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوں گی کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔

(۱ ۔ ارشاد الساری شرح البخاری باب بنیان المساجد دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۴۰)

اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء کہ باوصف حدیث مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یقعد علی القبروان یجصص وان یبنی علیہ ۲ ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (ت) (۲ ۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز البناء علی القبر نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۲)

جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً وخلفاً ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے جائز رکھی تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم ویستریحون فیہ ۳ ۔

بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔ (۳ ۔ تکملہ بحار الانوار تحت لفظ قبر منشی نولکشور لکھنؤ ۳/۱۴۰)

جواہر اخلاطی میں ہے: ←

....

ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیئ کان احداثاً وھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان۔ ؎ۤ

یعنی یہ اگر چہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔ (اؔ جواہر الاخلاطی، کتاب الاحسان والکراہیۃ، قلمی نسخہ، ص ۱۶۸۔ ب)

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

لَوْرَای النَّبِی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَآاَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نَسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ۲؎۔

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب تک نکالی ہیں، انھیں مسجدوں سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔ (ت) (۲؎ صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳)

اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَاتَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ ۳؎۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے نہ روکو اسے امام احمد ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

(۳؎ صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳)

کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم، یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔

ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع، اب کہ بے تزک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی، ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشاد امام ممدوح قدس سرہٗ کی، اور اس کی تفصیل بازغ و تحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیاء کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں: کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امام اجل واقلم کا ارشاد بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ زید نے ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول و سرنہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین اجلہ معتمدین و وعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں، مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں، واللہ الموفق (فتاوٰی رضویہ، جلد ۹، ص ۴۸۹۔۴۹۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ (19)
یا شاہ عبدالحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ کرنے
یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے

یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں کرے تو اچھا ہے۔ ہاں البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلاف شرع اوسکے ساتھ نہ ملائے مثلاً طاق بھرنے میں رت جگا ہوتا ہے جس میں کنبہ (خاندان) اور رشتہ کی عورتیں اکٹھا ہو کر گاتی بجاتی ہیں کہ یہ حرام ہے یا چادر چڑھانے کے لیے بعض لوگ تاشے (20) باجے کے ساتھ جاتے ہیں یہ ناجائز ہے یا مسجد میں چراغ جلانے میں بعض لوگ آٹے کا چراغ جلاتے ہیں یہ خواہ مخواہ مال ضائع کرنا ہے اور ناجائز ہے مٹی کا چراغ کافی ہے۔ اور گھی کی بھی ضرورت نہیں مقصود روشنی ہے وہ تیل سے حاصل ہے۔

رہا یہ کہ میلاد شریف میں فرش و روشنی کا اچھا انتظام کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا یا لوگوں کو بلاوا دینا اور اس کے لیے تاریخ مقرر کرنا اور پڑھنے والوں کا خوش الحانی سے پڑھنا یہ سب باتیں جائز ہیں البتہ غلط اور جھوٹی روایتوں کا پڑھنا منع ہے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں گنہگار ہونگے۔

مسئلہ ۱۹: علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات (یعنی الٹی سیدھی رسمیں) جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے ایسی منت ماننی نہ چاہیے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے اور ان سب سے بدتر شیخ سدو کا مرغا اور کڑاہی ہے (20A)۔

---

(19) کسی ولی یا بزرگ کی فاتحہ کا کھانا جو عرس وغیرہ کے دن تقسیم کیا جاتا ہے۔

(20) ایک قسم کے دف کا نام جسے گلے میں ڈال کر بجاتے ہیں۔

(20A) علم اور تعزیہ بنانا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہئے بایں ہمہ تعزیہ دار مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا، تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے جس طرح تعظیم وتکریم مزارات طیبہ پر مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں، یہ سب اُن کا جہل وظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۲۴، ص ۴۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسئلہ ۲۰: بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے کان ناک چھدوانے اور بچوں کی چوٹیا رکھنے کی منت مانتی ہیں یا اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح ثابت نہیں اولاً ایسی واہیات (لغو و ناجائز) منتوں سے بچیں اور مانی ہو تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات (فضول خیالات) کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوہیں کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کرینگے تو بچہ مرجائیگا بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی۔ منّت ماننا کرو تو نیک کام نماز، روزہ، خیرات، دُرود شریف، کلمہ شریف، قرآن مجید پڑھنے، فقیروں کو کھانا دینے، کپڑا پہنانے وغیرہ کی منّت مانو اور اپنے یہاں کے کسی سنی عالم سے دریافت بھی کرلو کہ یہ منّت ٹھیک ہے یا نہیں، وہابی سے نہ پوچھنا کہ وہ گمراہ بے دین ہے وہ صحیح مسئلہ نہ بتائے گا بلکہ ایچ پیچ (یعنی مکروفریب) سے جائز امر کو ناجائز کہہ دیگا۔

مسئلہ ۲۱: منّت یا قسم میں انشاء اللہ کہا تو اوس کا پورا کرنا واجب نہیں بشرطیکہ ان شاء اللہ کا لفظ اوس کلام سے متصل ہو اور اگر فاصلہ ہوگیا مثلاً قسم کھا کر چپ ہوگیا یا درمیان میں کچھ اور بات کی پھر انشاء اللہ کہا تو قسم باطل نہ ہوئی۔ یوہیں ہر وہ کام جو کلام کرنے سے ہوتا ہے مثلاً طلاق اقرار وغیرہا یہ سب ان شاء اللہ کہہ دینے سے باطل ہوجاتے ہیں۔ ہاں اگر یوں کہا کہ میری فلاں چیز اگر خدا چاہے تو بیچ دو تو یہاں اوس کو بیچنے کا اختیار رہے گا اور وکالت صحیح ہے یا یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال انشاء اللہ خیرات کردینا تو وصیت صحیح ہے اور جو کام دل سے متعلق ہیں وہ باطل نہیں ہوتے، مثلاً نیت کی کہ کل انشاء اللہ روزہ رکھوں گا تو یہ نیت درست ہے۔ (21)

❁❁❁❁❁

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان مطلب النذر غیر المعلق... إلخ، ج۵، ص۵۴۸۔

مکان میں جانے اور رہنے وغیرہ کے متعلق قسم کا بیان

یہاں ایک قاعدہ یاد رکھنا چاہیے جس کا قسم میں ہر جگہ لحاظ ضرور ہے وہ یہ کہ قسم کے تمام الفاظ سے وہ معنے لیے جائیں گے جن میں اہل عرف استعمال کرتے ہوں مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ کسی مکان میں نہیں جائیگا اور مسجد میں یا کعبہ معظمہ میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہ بھی مکان ہیں یوں ہی حمام میں جانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی۔(1)

مسئلہ ۱: قسم میں الفاظ کا لحاظ ہوگا اس کا لحاظ نہ ہوگا کہ اس قسم سے غرض کیا ہے یعنی ان لفظوں کے بول چال میں جو معنے ہیں وہ مراد لیے جائیں گے قسم کھانے والے کی نیت اور مقصد کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کے لیے ایک پیسہ کی کوئی چیز نہیں خریدوں گا اور ایک روپیہ کی خریدی تو قسم نہیں ٹوٹی حالانکہ اس کلام سے مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ نہ پیسے کی خریدوں گا نہ روپیہ کی مگر چونکہ لفظ سے یہ نہیں سمجھا جاتا لہٰذا اس کا اعتبار نہیں یا قسم کھائی کہ دروازہ سے باہر نہ جاؤں گا اور دیوار کود کر یا سیڑھی لگا کر باہر چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر سے باہر نہ جاؤں گا۔(2)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج ۲، ص ۶۸.

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مبحث مھم فی تحقیق... إلخ، ج ۵، ص ۵۵۰.

حقیقت ومجاز کی تعریف

لغت کے واضع نے جو لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا اگر وہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہو تو حقیقت ورنہ مجاز کہلاتا ہے۔ جیسے اگر شیر کے لئے لفظ (اسد) بولا جائے تو حقیقت اور کسی بہادر شخص کے لئے بولا جائے تو مجاز ہے۔ کیونکہ واضع نے لفظ (اسد) کو شیر کے لئے وضع کیا تھا نہ کہ کسی بہادر شخص کے لئے۔

اسی طرح فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لَا تَبِیْعُوا الدِّرْھَمَ بِالدِّرْھَمَیْنِ وَلَا الصَّاعَ بِالصَّاعَیْنِ. (ایک درہم کو دو درہموں کے عوض اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض مت بیچو) اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ ایک صاع (جو کہ ایک پیمانہ ہے) کو دو صاع کے عوض مت بیچو بلکہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ یہاں صاع سے مراد مجازاً وہ شیئ ہے جو اس پیمانے (صاع) میں ناپ کر دی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔

نوٹ: (۱) لفظ صاع سے پیمانہ مراد لینا حقیقت اور اس پیمانے میں ناپ کر دی جانے والی چیز مراد لینا مجاز ہے۔

(۲) صاع تقریباً چار کلو ایک سو گرام کا ہوتا ہے۔

←

....

نتیجہ

ایک لفظ سے ایک ہی حالت میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد نہیں لئے جاسکتے یا تو حقیقی معنی مراد ہوگا یا مجازی جیسے سابقہ مثال، کیونکہ حقیقت اصل ہے اور مجاز مستعار۔

حقیقت کی اقسام

حقیقت کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) حقیقت متعذرہ (۲) حقیقت مہجورہ (۳) حقیقت مستعملہ

(۱) حقیقتِ متعذرہ

ایسی حقیقت جس پر عمل مشکل ہو۔

مثال: کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس کنویں سے نہیں پیؤں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی (کنویں میں اتر کر پینا مراد نہیں لیا جائے گا) کیونکہ اس قسم کا فعل عادۃً مشکل ہے بلکہ چلو یا کسی برتن کے ذریعے پینا مراد لیا جائے گا۔ اسی لئے اگر حالف (قسم کھانے والا) کنویں میں داخل ہوکر بتکلف منہ سے پی بھی لے تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس پر عمل کرنا عادۃً مشکل ہے تو اس قول سے مجازی معنی یعنی چلو بھر کر پینا یا کسی برتن سے پینا مراد ہوگا۔

(۲) حقیقتِ مہجورہ

ایسی حقیقت جس پر عمل کرنا تو آسان ہو لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہو۔

مثال: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی قدم رکھنا مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ لوگ اس سے یہ معنی مراد نہیں لیتے بلکہ عرف کے مطابق گھر میں داخل ہونا مراد لیا جائے گا۔

حقیقتِ متعذرہ ومہجورہ کا حکم

جب حقیقت متعذر یا مہجور ہو تو بالاتفاق مجازی معنی مراد لئے جائیں گے۔

(۳) حقیقتِ مستعمَلہ

ایسی حقیقت جس پر عمل کیا جاتا ہو اگرچہ اس کے مجاز پر بھی عمل ہوتا ہو۔

مثال: اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس گندم سے نہیں کھاؤں گا تو اس سے گندم کے دانے کھانا مراد لینا حقیقت ہے اور آٹا، ستو، روٹی وغیرہ کھانا مراد لینا مجاز ہے اور یہ دونوں ہی مستعمل ہیں۔

حقیقتِ مستعملہ کا حکم

حقیقت مستعملہ کی دوصورتیں ہیں یا تو اسکا مجاز متعارف ہوگا یا نہیں اگر مجاز متعارف ہے تو امام صاحب کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا ←

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر وہ مکان بالکل گر گیا اب اوس میں گیا تو نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر

اولی ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولی ہے اور اگر مجاز متعارف نہیں ہے تو بالاتفاق حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے۔

مجاز کا حکم

مجاز کی طرف اسی وقت پھریں گے جبکہ حقیقت متعذر یا مہجور ہو۔

لفظ کے کل یا بعض حقیقی معنی چھوڑ دینے کی صورتیں

جب حقیقت پر عمل مشکل یا ناممکن ہو تو کبھی لفظ کی حقیقت کے کل افراد چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور کبھی بعض، جب کسی لفظ کی حقیقت کے کل افراد چھوڑ دیئے جائیں تو مجاز کی طرف پھرنا ضروری ہوتا ہے لیکن جب کل افراد نہ چھوڑے گئے ہوں بلکہ بعض چھوڑ دیئے گئے ہوں تو اس وقت مجاز کی طرف نہیں پھریں گے بلکہ حقیقت قاصرہ (یعنی حقیقت کے بعض افراد) مراد لیں گے (کیونکہ کلام میں اصل حقیقت ہے)۔

ہم یہاں لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد چھوڑ دینے کی کچھ وجوہات اور ان کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) دلالتِ عرف

بعض اوقات دلالتِ عرف کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں سر نہیں کھاؤں گا تو لفظ سر اپنے مدلول کے تمام افراد کو شامل ہے چاہے گائے بھینس بکری کا سر ہو یا چڑیا کا لیکن عرف میں اس قسم کے جملے سے چڑیا کا سر مراد نہیں لیا جاتا بلکہ گائے بکری وغیرہ کے سر مراد ہوتے ہیں اور یہی حقیقت قاصرہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہاں حقیقت کے بعض افراد یعنی چڑیا وغیرہ کے سر کو عرف کی بناء پر چھوڑ دیا گیا ہے اسی لئے اگر حالف نے اس قسم کے بعد چڑیا کا سر کھالیا تو اس سے نہ قسم ٹوٹے گی اور نہ کفارہ لازم آئے گا۔ اسی طرح بعض اوقات لفظ کی حقیقت کے تمام افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲) دلالت نفسِ کلام

بعض اوقات دلالتِ نفس کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی کلام ہی ایسا ہو کہ ترک حقیقت پر دلالت کرے۔ جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ میرا ہر مملوک آزاد ہے تو اس کلام کی وجہ سے وہی مملوک آزاد ہوگا جو کلی طور پر اس کی ملکیت میں ہو لہذا مُکاتَب غلام یا وہ غلام کہ جس کا بعض آزاد ہو، آزاد نہیں ہوں گے کیونکہ یہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں نہیں۔

(۳) سیاق کلام کی دلالت

بعض اوقات دلالتِ سیاقِ کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر سے کہے کہ نیچے اتر اگر تو مرد ہے تو سیاقِ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دی جا رہی بلکہ اسے دھمکی دی جا رہی ہے۔

نوٹ: آگے آنے والے کلام کو سیاقِ کلام اور گزر جانے والے کلام کو سباقِ کلام کہتے ہیں۔ مذکورہ مثال میں اگر تو مرد ہے سیاقِ کلام اور نیچے اتر سباقِ کلام ہے۔

←

گرنے کے بعد پھر عمارت بنائی گئی اور اب گیا جب بھی قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صرف چھت گری ہے دیواریں بدستور باقی ہیں توقسم ٹوٹ گئی۔(3)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ اس مسجد میں نہ جاؤں گا پھر وہ مسجد شہید ہوگئی اور گیا توقسم ٹوٹ گئی۔ یوہیں اگر گرنے کے بعد پھر سے بنی تو جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(4)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ اس مسجد میں نہ جاؤں گا اور اوس مسجد میں کچھ اضافہ کیا گیا اور یہ شخص اوس حصہ میں یا جواب بڑھایا گیا ہے توقسم نہیں ٹوٹی اور اگر یہ کہا کہ فلاں محلہ کی مسجد میں نہ جاؤں گا یا وہ مسجد جن لوگوں کے نام سے مشہور ہے اوس نام کوذکر کیا تو اس حصہ میں جو بڑھایا گیا ہے جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔(5)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہیں جائے گا اور وہ مکان بڑھایا گیا تو اس حصہ میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر یہ کہا کہ فلاں کے مکان میں نہیں جائے گا تو ٹوٹ جائے گی۔(6)

مسئلہ ۶: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہ جاؤں گا پھر اوس مکان کی چھت یا دیوار پر کسی دوسرے مکان پر سے یا سیڑھی لگا کر چڑھ گیا توقسم نہیں ٹوٹی کہ بول چال میں اسے مکان میں جانا نہ کہیں گے۔ یوہیں اگر مکان کے باہر درخت

---

(۴)دلالت متکلم

بعض اوقات دلالتِ متکلم کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔یعنی متکلم کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اسے دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں اس کے کلام کی کیا مراد ہے۔مثلاً اگر کوئی مسافر کہے کہ مجھے گوشت لادو تو اس کے کلام کا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ کچا گوشت لایا جائے لیکن اس کا مسافر ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کی مراد کچا گوشت نہیں بلکہ پکا ہوا گوشت ہے۔

(۵)محلِ کلام کی دلالت

بعض اوقات دلالتِ محلِ کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔یعنی جس کے بارے میں کلام چلایا گیا ہو اس پر کلام کے حقیقی معنی صادق ہی نہ آئیں۔مثلاً اگر کوئی آزاد عورت کسی مرد سے یہ کہے کہ میں نے اپنا آپ تجھے بیچا تو یہ بیع نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ عورت آزاد ہے لہذا یہاں اس کے کلام کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی یعنی نکاح مراد لیا جائے گا۔اور حقیقی معنی کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ عورت بیع کا محل ہی نہیں کہ اس پر یہ کلام صادق آئے۔

(3) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۵۴.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین...إلخ، ج۲، ص۶۸.

(5) المرجع السابق

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین...إلخ، ج۲، ص۶۸.

ہے اوس پر چڑھا اور جس شاخ پر ہے وہ اوس مکان کی سیدھ میں ہے کہ اگر گرے تو اوس مکان میں گرے گا تو اس شاخ پر چڑھنے سے بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں کسی مسجد میں نہ جانے کی قسم کھائی اور اوس کی دیوار یا چھت پر چڑھا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(7)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہیں جاؤنگا اور اوس کے نیچے تہ خانہ ہے جس سے گھر والے نفع اُٹھاتے ہیں تو تہ خانہ میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(8)

مسئلہ ۸: دو مکان ہیں اور اون دونوں پر ایک بالا خانہ ہے اگر بالا خانہ کا راستہ اس مکان سے ہو تو اس میں شمار ہوگا اور اگر راستہ دوسرے مکان سے ہے تو اوس میں شمار کیا جائیگا۔(9)

مسئلہ ۹: مکان میں نہ جانے کی قسم کھائی تو جس طرح بھی اوس مکان میں جائے قسم ٹوٹ جائے گی خواہ دروازہ سے داخل ہو یا سیڑھی لگا کر دیوار سے اوترے، اور اگر قسم کھائی کہ دروازہ سے نہیں جائیگا تو سیڑی لگا کر دیوار سے اوترنے میں قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر کسی جانب کی دیوار ٹوٹ گئی ہے وہاں سے مکان کے اندر گیا جب بھی قسم نہیں ٹوٹی ہاں اگر دروازہ بنانے کے لیے دیوار توڑی گئی ہے اوس میں سے گیا تو ٹوٹ گئی اگر یوں قسم کھائی کہ اس دروازہ سے نہ جائیگا تو جو دروازہ بعد میں بنایا پہلے ہی سے کوئی دوسرا دروازہ تھا اس سے گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(10)

مسئلہ ۱۰: قسم کھائی کہ مکان میں نہ جائیگا اور اوس کی چوکھٹ پر کھڑا ہوا اگر وہ چوکھٹ اس طرح ہے کہ دروازہ بند کرنے پر مکان سے باہر ہو جیسا عموماً مکان کے بیرونی دروازے ہوتے ہیں تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر دروازہ بند کرنے سے چوکھٹ اندر رہے تو قسم ٹوٹ گئی غرض یہ کہ مکان میں جانے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائے کہ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ جگہ اندر ہو۔(11)

مسئلہ ۱۱: ایک قدم مکان کے اندر رکھا اور دوسرا باہر ہے یا چوکھٹ پر ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ اندر کا حصہ نیچا ہو۔

---

(7) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق۔

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...إلخ، مبحث مھم فی تحقیق...إلخ، ج۵، ص۵۵۷۔

(8) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...إلخ، ج۵، ص۵۵۴، ۵۵۸۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین...إلخ، ج۲، ص۶۹۔

(10) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...إلخ، ج۵، ص۵۵۴۔۵۵۹۔

وحاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...إلخ، ج۲، ص۳۴۴۔

(11) الدر المختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۵۹، وغیرہ۔

یوہیں اگر قدم باہر ہوں اور سر اندر یا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مکان میں سے اوٹھالی تو قسم نہیں ٹوٹی۔(12)

مسئلہ ۱۲: صورت مذکورہ میں اگر چت (پیٹھ کے بل) یا پٹ (اوندھا) یا کروٹ سے لیٹ کر مکان میں گیا اگر اکثر حصہ بدن کا اندر ہے تو قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: قسم کھائی تھی کہ مکان میں نہ جائیگا اور دوڑتا ہوا آرہا تھا دروازہ پر پہنچ کر پھسلا اور مکان کے اندر جارہا یا آندھی کے دھکے سے بے اختیار مکان میں جارہا یا کوئی شخص زبردستی پکڑ کر مکان کے اندر لے گیا تو ان سب صورتوں میں قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اس کے حکم سے کوئی شخص اسے اوٹھا کر مکان میں لایا یا سواری پر آیا تو ٹوٹ گئی۔(14) مگر پہلی صورت میں کہ بغیر اختیار جانا ہوا ہے اس سے قسم ابھی اس کے ذمہ باقی ہے یعنی اگر مکان سے نکل کر پھر خود جائے تو قسم ٹوٹ جائے گی۔(15)

مسئلہ ۱۴: قسم کھائی کہ اس مکان میں داخل نہ ہوگا اور قسم کے وقت وہ اوس مکان کے اندر ہے تو جب تک مکان کے اندر ہے قسم نہیں ٹوٹی مکان سے باہر آنے کے بعد پھر جائیگا تو ٹوٹ جائیگی۔(16)

مسئلہ ۱۵: اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ نکلے گا اور چوکھٹ پر کھڑا ہوا، اگر چوکھٹ دروازہ سے باہر ہے تو قسم ٹوٹ گئی اور اندر ہے تو نہیں۔ یوہیں اگر ایک پاؤں باہر ہے دوسرا اندر تو نہیں ٹوٹی یا مکان کے اندر درخت ہے اوس پر چڑھا اور جس شاخ پر ہے وہ شاخ مکان سے باہر ہے جب بھی قسم نہیں ٹوٹی۔(17)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص نے دوسرے سے کہا، خدا کی قسم! تیرے گھر آج کوئی نہیں آئے گا تو گھر والوں کے سوا اگر دوسرا کوئی آیا یا یہ قسم کھانے والا خود اوس کے یہاں گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(18)

مسئلہ ۱۷: قسم کھائی کہ تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا اس سے مراد گھر میں داخل ہونا ہے نہ کہ صرف قدم رکھنا لہٰذا اگر سواری پر مکان کے اندر گیا یا جوتے پہنے ہوئے جب بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر دروازہ کے باہر لیٹ کر صرف پاؤں

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۶۹۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۶۹۔

(14) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان، الجزء الثانی، ص۲۵۶۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۶۸، ۶۹۔

(15) الدر المختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۶۸۔

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۶۹۔

(17) الدر المختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۵۹۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۷۰۔

مکان کے اندر کردیے تو قسم نہیں ٹوٹی۔(19)

مسئلہ ۱۸: قسم کھائی کہ مسجد سے نہ نکلے گا اگر خود نکلا یا اس نے کسی کو حکم دیا وہ اسے اوٹھا کر مسجد سے باہر لایا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر زبردستی کسی نے مسجد سے کھینچ کر باہر کردیا تو نہیں ٹوٹی اگرچہ دل میں نکالنے پر خوش ہو۔ زبردستی کے معنے یہاں صرف اتنے ہیں کہ نکلنا اپنے اختیار سے نہ ہو یعنی کوئی ہاتھ پکڑ کر یا اوٹھا کر باہر کردے اگرچہ یہ نہ جانا چاہتا تو وہ باہر نہ کرسکتا ہو اور اگر اوس نے دھمکی دی اور ڈر کر یہ خود نکل گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر زبردستی نکالنے کے بعد پھر مسجد میں گیا اور اپنے آپ باہر ہوا تو قسم ٹوٹ گئی اور مکان سے نہ نکلنے کی قسم کھائی جب بھی یہی احکام ہیں۔(20)

مسئلہ ۱۹: قسم کھائی کہ میری عورت فلاں شخص کی شادی میں نہیں جائے گی اور وہ عورت اس کے یہاں شادی سے قبل گئی تھی اور شادی میں بھی رہی تو قسم نہ ٹوٹی کہ شادی میں جانا نہ ہوا۔(21)

مسئلہ ۲۰: قسم کھائی کہ تمھارے پاس آؤں گا تو اوس کے مکان یا اوس کی دوکان پر جانا ضرور ہے خواہ ملاقات ہو یا نہ ہو اوسکی مسجد میں جانا کافی نہیں اور اگر اوسکے مکان یا دوکان پر نہ گیا یہاں تک کہ ان میں کا ایک مرگیا تو اوس کی زندگی کے آخر وقت میں قسم ٹوٹے گی کہ اب اوس کے پاس آنا نہیں ہوسکتا۔(22)

مسئلہ ۲۱: قسم کھائی کہ میں تمھارے پاس کل آؤنگا اگر آنے پر قادر ہوا تو اس سے مراد یہ ہے کہ بیمار نہ ہوا یا کوئی مانع مثلاً جنون یا نسیان (بھول) یا بادشاہ کی ممانعت وغیرہا پیش نہ آئے تو آؤں گا لہٰذا اگر بلا وجہ نہ آیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(23)

مسئلہ ۲۲: عورت سے کہا اگر میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو تجھے طلاق ہے تو ہر بار نکلنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے اور اجازت یوں ہوگی کہ عورت اوسے سنے اور سمجھے اگر اوس نے اجازت دی مگر عورت نے نہیں سنا اور چلی گئی تو طلاق ہوگئی۔ یوہیں اگر اوس نے ایسی زبان میں اجازت دی کہ عورت اوس کو سمجھتی نہیں مثلاً عربی یا فارسی میں کہا اور عورت عربی یا فارسی نہیں جانتی تو طلاق ہوگئی۔ یوہیں اگر اجازت دی مگر کسی قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت مراد

---

(19) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۷۷.

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول... إلخ، مطلب حلف لایسکن فلانا، ج۵، ص۵٦۷.

والفتاوی الھندیة، کتاب الایمان، الباب الرابع فی الیمین... إلخ، ج۲، ص۷۸.

(21) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۷۲.

(22) المرجع السابق.

(23) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۷۳.

نہیں ہے تو اجازت نہیں مثلاً غصہ میں جھڑکنے کے لیے کہا جا تو اجازت نہیں یا کہا جا مگر گئی تو خدا تیرا بھلا نہ کریگا تو یہ اجازت نہیں یا جانے کے لیے کھڑی ہوئی اوس نے لوگوں سے کہا، چھوڑ دو اسے جانے دو تو اجازت نہ ہوئی اور اگر دروازہ پر فقیر بولا اوس نے کہا فقیر کو ٹکڑا دیدے اگر دروازہ سے نکلے بغیر نہیں دے سکتی تو نکلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں اور اگر کسی رشتہ دار کے یہاں جانے کی اجازت دی مگر اوس وقت نہ گئی دوسرے وقت گئی تو طلاق ہوگئی اور اگر ماں کے یہاں جانے کے لیے اجازت لی اور بھائی کے یہاں چلی گئی تو طلاق نہ ہوئی اور اگر عورت سے کہا اگر میری خوشی کے بغیر نکلی تو تجھ کو طلاق ہے تو اس میں سننے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں اور اگر کہا بغیر میرے جانے ہوئے گئی تو طلاق ہے پھر عورت نکلی اور شوہر نے نکلتے دیکھا یا اجازت دی مگر اوس وقت نہ گئی بعد میں گئی تو طلاق نہ ہوئی۔(24)

مسئلہ ۲۳: اس کے مکان میں کوئی رہتا ہے اوس سے کہا، خدا کی قسم! تُو بغیر میری اجازت کے گھر سے نہیں نکلے گا تو ہر بار نکلنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں پہلی بار اجازت لے لی قسم پوری ہوگئی۔ ہر بار اجازت زوجہ کے لیے درکار ہے اور زوجہ کو بھی اگر ایک بار اجازت عام دیدی کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں جب کبھی تو چاہے جائے تو یہ اجازت ہر بار کے لیے کافی ہے۔(25)

مسئلہ ۲۴: قسم کھائی کہ بغیر اجازتِ زید میں نہیں نکلوں گا اور زید مر گیا تو قسم جاتی رہی۔(26)

مسئلہ ۲۵: عورت سے کہا، خدا کی قسم! تو بغیر میری اجازت کے نہیں نکلے گی تو ہر بار اجازت کی ضرورت اوسی وقت تک ہے کہ عورت اوس کے نکاح میں ہے نکاح جاتے رہنے کے بعد اب اجازت کی ضرورت نہیں۔(27)

مسئلہ ۲۶: اگر میری اجازت کے بغیر نکلی تو تجھ کو طلاق ہے اور عورت بغیر اجازت نکلی تو ایک طلاق ہوگئی پھر اب اجازت لینے کی ضرورت نہ رہی کہ قسم پوری ہوگئی لہٰذا اگر دوبارہ نکلی تو اب پھر طلاق نہ پڑے گی۔(28)

مسئلہ ۲۷: قسم کھائی کہ جنازہ کے سوا کسی کام کے لیے گھر سے نہ نکلوں گا اور جنازہ کے لیے نکلا، چاہے جنازہ کے ساتھ گیا یا نہ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ گھر سے نکلنے کے بعد اور کام بھی کیے۔(29)

---

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب لاتخرج الا باذنی، ج۵، ص۵۷۴۔

(25) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب لاتخرج الا باذنی، ص۵۷۵۔

(26) المرجع السابق۔

(27) المرجع السابق، ص۵۷۵۔

(28) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵، ص۵۷۶۔

(29) المرجع السابق، ص۵۷۸۔

مسئلہ ۲۸: قسم کھائی کہ فلاں محلہ میں نہ جائیگا اور ایسے مکان میں گیا جس میں دو دروازے ہیں ایک دروازہ اوس محلہ میں ہے جس کی نسبت قسم کھائی اور دوسرا دوسرے محلہ میں تو قسم ٹوٹ گئی۔(30)

مسئلہ ۲۹: قسم کھائی کہ لکھنو نہیں جاؤنگا تو لکھنو کے ضلع میں جو قصبات یا گاؤں ہیں اون میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ فلاں گاؤں میں نہ جاؤں گا تو آبادی میں جانے سے قسم ٹوٹے گی اور اوس گاؤں کے متعلق جو اراضی بستی سے باہر ہے وہاں جانے سے قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر کسی مُلک کی نسبت قسم کھائی مثلاً پنجاب، بنگال، اودھ، روہیل، کھنڈ وغیرہا تو گاؤں میں جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔(31)

مسئلہ ۳۰: قسم کھائی کہ دہلی نہیں جاؤں گا اور پنجاب کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور دہلی راستہ میں پڑتی ہے اگر اپنے شہر سے نکلتے وقت نیت تھی کہ دہلی ہوتا ہوا پنجاب جاؤں گا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر یہ نیت تھی کہ دہلی نہ جاؤں گا مگر ایسی جگہ پہنچ کر دہلی ہوکر جانے کا ارادہ ہوا کہ وہاں سے نماز میں قصر شروع ہوگیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم میں یہ نیت تھی کہ خاص دہلی نہ جاؤں گا اور پنجاب جانے کے لیے نکلا اور دہلی ہوکر جانے کا ارادہ کیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(32)

مسئلہ ۳۱: قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا تو جس گھر میں وہ رہتا ہے اوس میں جانے سے قسم ٹوٹ گئی اگرچہ وہ مکان اوسکا نہ ہو بلکہ کرایہ پر یا عاریۃً اوس میں رہتا ہو۔ یوہیں جو مکان اوس کی مِلک میں ہے اگرچہ اوس میں رہتا نہ ہو، اوس میں جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔(33)

مسئلہ ۳۲: قسم کھائی کہ فلاں کی دوکان میں نہیں جاؤں گا تو اگر اس شخص کی دو دوکانیں ہیں ایک میں خود بیٹھتا ہے اور ایک کرایہ پر دیدی ہے تو کرایہ والی میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر ایک ہی دوکان ہے جس میں وہ بیٹھتا بھی نہیں ہے بلکہ کرایہ پر دے دی ہے تو اب اوس میں جانے سے قسم ٹوٹ جائیگی کہ اس صورت میں دوکان سے مراد سکونت (رہائش) کی جگہ نہیں بلکہ وہ جو اس کی مِلک (ملکیت) میں ہے۔(34)

مسئلہ ۳۳: قسم کھائی کہ زید کے مکان میں نہیں جائیگا اور ایسے مکان میں گیا جو زید اور دوسرے کی شرکت میں

---

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۰.

(31) المرجع السابق.

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۰.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۰.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱.

ہے اگر زید اوس مکان میں رہتا ہے توقسم ٹوٹ گئی اور رہتا نہ ہوتو نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۴: ایک شخص کسی مکان میں بیٹھا ہوا ہے اور قسم کھائی کہ اس مکان میں اب نہیں آؤنگا تو اوس مکان کے کسی حصہ میں داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی خاص وہی دالان (برآمدہ) جس میں بیٹھا ہوا ہے مراد نہیں اگرچہ وہ کہے کہ میری مراد یہ دالان تھی ہاں اگر دالان یا کمرہ کہا تو خاص وہی کمرہ مراد ہوگا جس میں وہ بیٹھا ہوا ہے۔(36)

مسئلہ ۳۵: قسم کھائی کہ زید کے مکان میں نہیں جائیگا اور زید کے دو ۲ مکان ہیں ایک میں رہتا ہے اور دوسرا گودام ہے یعنی اس میں تجارت کے سامان رکھتا ہے خود زید کی اس میں سکونت نہیں تو اس دوسرے مکان میں جانے سے قسم نہ ٹوٹے گی ہاں اگر کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو کہ یہ دوسرا مکان بھی مراد ہے تو اس میں داخل ہونے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔(37)

مسئلہ ۳۶: قسم کھائی کہ زید کے خریدے ہوئے مکان میں نہیں جائے گا اور زید نے ایک مکان خریدا پھر اوس سے اس قسم کھانے والے نے خریدلیا تو اس میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور اگر زید نے خرید کر اس کو ہبہ کر دیا تو جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(38)

مسئلہ ۳۷: قسم کھائی کہ زید کے مکان میں نہیں جائے گا اور زید نے آدھا مکان بیچ ڈالا تو اگر اب تک زید اوس مکان میں رہتا ہے تو جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور نہیں تو نہیں اور اگر قسم کھائی کہ اپنی زوجہ کے مکان میں نہیں جاؤنگا اور عورت نے مکان بیچ ڈالا اور خریدار سے شوہر نے وہ مکان کرایہ پر لیا اگر قسم کھانا عورت کی وجہ سے تھا تو اب جانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اوس مکان کی ناپسندی کی وجہ سے تھا تو ٹوٹ گئی۔(39)

مسئلہ ۳۸: قسم کھائی کہ زید کے مکان میں نہیں جائے گا اور زید نے لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے کسی سے مکان عاریۃً لیا تو اس میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی، ہاں اگر مالک مکان نے اپنا کل سامان وہاں سے نکال لیا اور زید

---

(35) المرجع السابق۔

(36) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...الخ، ج ۴، ص ۵۱۱۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱۔

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱۔

(38) الخانیۃ، کتاب الایمان، فصل فی الدخول، ج ۱، ص ۳۱۹۔

والبحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...الخ، ج ۴، ص ۵۱۲۔

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱۔

اسباب سکونت (رہنے سہنے کا سازوسامان) اوس مکان میں لے گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔(40)

مسئلہ ۳۹: قسم کھائی کہ زید کے مکان میں نہیں جائیگا اور زید کا خود کوئی مکان نہیں بلکہ زید اپنی زوجہ کے مکان میں رہتا ہے تو اس مکان میں جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر زید کا خود بھی کوئی مکان ہے تو عورت کے مکان میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ فلاں عورت کے مکان میں نہیں جائیگا اور عورت کا خود کوئی مکان نہیں ہے بلکہ شوہر کے مکان میں رہتی ہے تو اس مکان میں جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور خود عورت کا بھی مکان ہے تو شوہر والے مکان میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(41)

مسئلہ ۴۰: قسم کھائی کہ حمام میں نہانے کے لیے نہیں جائیگا تو اگر مالک حمام سے ملاقات کرنے کے لیے گیا پھر نہا بھی لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(42)

مسئلہ ۴۱: قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کو اس مکان میں آنے سے روکوں گا وہ شخص اوس مکان میں جانا چاہتا تھا اس نے روک دیا قسم پوری ہوگئی اب اگر پھر کبھی اوس کو جاتے ہوئے دیکھا اور منع نہ کیا تو اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔(43)

مسئلہ ۴۲: قسم کھائی کہ فلاں کو اس گھر میں نہیں آنے دونگا اگر وہ مکان قسم کھانے والے کی مِلک میں نہیں ہے تو زبان سے منع کرنا کافی ہے اور ملک ہے تو زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے منع کرنا ضرور ہے، ورنہ قسم ٹوٹ جائیگی۔(44)

مسئلہ ۴۳: زید و عمرو سفر میں ہیں زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے مکان میں نہیں جائیگا عمرو کے ڈیرے (قیام گاہ) اور خیمے یا جس مکان میں اُترا ہے اگر زید گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(45)

مسئلہ ۴۴: قسم کھائی کہ اس خیمہ میں نہ جائے گا اور وہ خیمہ کسی جگہ نصب کیا ہوا ہے اب وہاں سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ کھڑا کیا گیا اور اس کے اندر گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ یوہیں لکڑی کا زینہ (سیڑھی) یا منبر ایک جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ قائم کیا گیا تو اب بھی وہی قرار پائیگا یعنی جس نے اوس پر نہ چڑھنے کی قسم کھائی ہے اب چڑھا قسم ٹوٹ

---

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱.

(41) المرجع السابق.

(42) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الایمان، فصل فی الدخول، ج ۱، ص ۳۱۹.

(43) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والخروج، ج ۴، ص ۵۱۳.

(44) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والخروج، ج ۴، ص ۵۱۴.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۱.

گئی۔(46)

مسئلہ ۴۵: زید نے قسم کھائی کہ میں عمرو کے پاس نہ جاؤں گا اور عمرو نے بھی قسم کھائی کہ میں زید کے پاس نہ جاؤں گا اور دونوں مکان میں ایک ساتھ گئے تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ میں اوس کے پاس نہ جاؤں گا اور اوس کے مرنے کے بعد گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(47)

مسئلہ ۴۶: قسم کھائی کہ جب تک زید اس مکان میں ہے میں اس مکان میں نہ جاؤں گا اور زید اپنے بال بچوں کو لیکر اوس مکان سے چلا گیا پھر اوس مکان میں آ گیا تو اب اُس میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(48)

مسئلہ ۴۷: قسم کھائی کہ فلاں کے مکان میں نہیں جائے گا اور اوس کے اصطبل میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(49)

مسئلہ ۴۸: قسم کھائی کہ اس گلی میں نہ آئے گا اور اوس گلی کے کسی مکان میں گیا مگر اوس گلی سے نہیں بلکہ چھت پر چڑھ کر یا کسی اور راستہ سے تو قسم نہیں ٹوٹی بشرطیکہ اوس مکان سے نکلنے میں بھی گلی میں نہ آئے۔(50)

مسئلہ ۴۹: قسم کھائی کہ فلاں کے مکان میں نہیں جائیگا اور مالک مکان کے مرنے کے بعد گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(51)

مسئلہ ۵۰: قسم کھائی کہ فلاں مکان میں یا فلاں محلہ یا کوچہ میں نہیں رہے گا اور اوس مکان یا محلہ میں فی الحال رہتا ہے اور اب خود اُس مکان یا محلہ سے چلا گیا بال بچوں اور سامان کو وہیں چھوڑا تو قسم ٹوٹ گئی یعنی قسم اوس وقت پوری ہوگی کہ خود بھی چلا جائے اور بال بچوں کو بھی لے جائے اور خانہ داری کے سامان اوس قدر لے جائے جو سکونت (رہائش) کے لیے ضروری ہیں اور اگر قسم کے وقت اوس میں سکونت نہ ہو تو جب خود بال بچے اور خانہ داری کے ضروری سامان کو لے کر اوس مکان میں جائیگا قسم ٹوٹ جائیگی، مگر یہ اوس وقت ہے کہ قسم عربی زبان میں ہو کیونکہ عربی زبان میں اگر خود اوس مکان سے چلا گیا اور بال بچے یا سامان خانہ داری ابھی وہیں ہیں تو وہ مکان اس کی سکونت کا قرار پائیگا اگرچہ اوس میں رہنا چھوڑ دیا ہو اور جس مکان میں تنہا جا کر رہتا ہے وہ سکونت کا مکان نہیں اور فارسی یا اُردو میں اگر خود اوس

---

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۱.

(47) المرجع السابق، ص۷۳.

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۴.

(49) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین... إلخ، ج۴، ص۵۰۸.

(50) المرجع السابق، ص۵۱۱.

(51) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین... إلخ، ج۴، ص۵۱۲.

مکان کو چھوڑ دیا تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اوس مکان میں رہتا ہے اگرچہ بال بچے وہاں رہتے ہوں یا خانہ داری کا کل سامان اوس مکان میں موجود ہو اور جس مکان میں چلا گیا اوس مکان میں اس کا رہنا قرار دیا جاتا ہے اگرچہ یہاں نہ بال بچے ہوں نہ سامان اور قسم میں اعتبار وہاں کی بول چال کا ہے لہٰذا عربی کا وہ حکم ہے اور فارسی، اردو کا یہ۔(52)

مسئلہ ۵۱: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہیں رہے گا اور قسم کے وقت اوسی مکان میں سکونت ہے تو اگر سکونت میں دوسرے کا تابع (ماتحت) ہے مثلاً بالغ لڑکا کہ باپ کے مکان میں رہتا ہے یا عورت کہ شوہر کے مکان میں رہتی ہے اور قسم کھانے کے بعد فوراً خود اوس مکان سے چلا گیا اور بال بچوں کو اور سامان کو وہیں چھوڑا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(53)

مسئلہ ۵۲: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہیں رہے گا اور نکلنا چاہتا تھا مگر دروازہ بند ہے کسی طرح کھول نہیں سکتا یا کسی نے اوسے مقید کرلیا کہ نکل نہیں سکتا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ پہلی صورت میں اس کی ضرورت نہیں کہ دیوار توڑ کر باہر نکلے یعنی اگر دروازہ بند ہے اور دیوار توڑ کر نکل سکتا ہے اور توڑ کر نہ نکلا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھانے والی عورت ہے اور رات کا وقت ہے تو رات میں رہ جانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور مرد نے قسم کھائی اور رات کا وقت ہے تو جب تک چور وغیرہ کا ڈر نہ ہو عذر نہیں۔(54)

مسئلہ ۵۳: قسم کھائی کہ اس مکان میں نہ رہے گا اگر دوسرے مکان کی تلاش میں ہے تو مکان نہ چھوڑنے کی وجہ سے قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ کئی دن گزر جائیں بشرطیکہ مکان کی تلاش میں پوری کوشش کرتا ہو۔ یوہیں اگر اوسی وقت سے سامان اوٹھوانا شروع کردیا مگر سامان زیادہ ہونے کے سبب کئی دن گزر گئے یا سامان کے لیے مزدور تلاش کیا اور نہ ملا یا سامان خود ڈھو کر (اٹھا کر) لے گیا اس میں دیر ہوئی اور مزدور کرتا تو جلد ڈھل جاتا (یعنی جلدی دوسری جگہ منتقل ہوجاتا) اور مزدور کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ان سب صورتوں میں دیر ہوجانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اردو میں قسم ہے تو اوس کا مکان سے نکل جانا اس نیت سے کہ اب اس میں رہنے کو نہ آوں گا قسم سچی ہونے کے لیے کافی ہے اگرچہ سامان وغیرہ لیجانے میں کتنی ہی دیر ہو اور کسی وجہ سے دیر ہو۔(55)

---

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۴، ۷۵۔

والبحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین...الخ، ج۴، ص۵۱۴، ۵۱۶۔

والدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...الخ، ج۵، ص۵۶۱۔

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۴۔

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۵۔

(55) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...الخ، ج۵، ص۵۶۳۔

←

مسئلہ ۵۴: قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں نہیں رہے گا اور خود وہاں سے فوراً چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگر چہ بال بچے اور کل سامان وہیں چھوڑ گیا ہو پھر جب کبھی وہاں رہنے کے ارادہ سے آئیگا قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر کسی سے ملنے کو یا بال بچوں اور سامان لینے کو وہاں آئیگا تو اگر چہ کئی دن ٹھہر جائے قسم نہیں ٹوٹی۔(56)

مسئلہ ۵۵: قسم کھائی کہ میں پورے سال اس گاؤں میں نہ رہوں گا یا اس مکان میں اس مہینے بھر سکونت نہ کروں گا اور سال میں یا مہینے میں ایک دن باقی تھا کہ وہاں سے چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(57)

مسئلہ ۵۶: قسم کھائی کہ فلاں شہر میں نہیں رہے گا اور سفر کر کے وہاں پہنچا اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی قسم ٹوٹ گئی اور اس سے کم میں نہیں۔(58)

مسئلہ ۵۷: قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ اس مکان میں نہیں رہے گا اور اوس مکان کے ایک حصہ میں وہ رہا اور دوسرے میں یہ تو قسم ٹوٹ گئی اگر چہ دیوار اوٹھوا کر اوس مکان کے دو ۲ حصے جدا جدا کر دیے گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی آمدورفت کا دروازہ علیحدہ علیحدہ کھول لیا اور اگر قسم کھانے والا اوس مکان میں رہتا تھا وہ شخص زبردستی اوس مکان میں آکر رہنے لگا اگر یہ فوراً اوس مکان سے نکل گیا تو قسم نہیں ٹوٹی ورنہ ٹوٹ گئی اگر چہ اوس کا اس مکان میں رہنا اسے معلوم نہ ہو اور اگر مکان کو معین نہ کیا مثلاً کہا فلاں کے ساتھ کسی مکان میں یا ایک مکان میں نہ رہے گا اور ایک ہی مکان کی تقسیم کر کے دونوں دو مختلف حصوں میں ہوں تو قسم نہیں ٹوٹی جبکہ بیچ میں دیوار قائم کر دی گئی یا وہ مکان بہت بڑا ہو کہ ایک محلہ کے برابر ہو۔(59) *

مسئلہ ۵۸: قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ نہ رہے گا پھر یہ قسم کھانے والا سفر کر کے اوس کے مکان پر جا کر اُترا اگر پندرہ دن ٹھہرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کم میں نہیں۔(60)

مسئلہ ۵۹: قسم کھائی کہ اوس کے ساتھ فلاں شہر میں نہ رہیگا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اوس شہر کے ایک مکان میں دونوں نہ رہیں گے لہٰذا دونوں اگر اوس شہر کے دو مکانوں میں رہیں تو قسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر اوس قسم سے اُس کی یہ نیت

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الایمان، فصل فی المساکنۃ... إلخ، ج۱، ص۳۲۵.

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج۲، ص۷۵، ۷۶.

(57) المرجع السابق، ۷۶.

(58) المرجع السابق، ص۷۶.

(59) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب لایسکن فلانا، ج۵، ص۵۶۴.

(60) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الایمان، فصل فی المساکنۃ... إلخ، ج۱، ص۳۲۵.

ہو کہ دونوں اوس شہر میں مطلقاً نہ رہیں گے تو اگرچہ دونوں دو مکان میں ہوں تو قسم ٹوٹ گئی۔ یہی حکم گاؤں میں ایک ساتھ نہ رہنے کی قسم کا ہے۔(61)

مسئلہ ۶۰: قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ ایک مکان میں نہ رہیگا اور دونوں بازار میں ایک دوکان میں بیٹھ کر کام کرتے یا تجارت کرتے ہیں تو قسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر اوس کی نیت میں یہ بھی ہو کہ دونوں ایک دوکان میں کام نہ کرینگے یا قسم کے پہلے کوئی ایسا کلام ہوا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہو یا دوکان ہی میں رات کو بھی رہتے ہیں تو قسم ٹوٹ جائیگی۔(62)

مسئلہ ۶۱: قسم کھائی کہ فلاں کے مکان میں نہ رہے گا اور مکان کو معین نہ کیا کہ یہ مکان اور اوس شخص نے اس کے قسم کھانے کے بعد اپنا مکان بیچ ڈالا تو اب اوس میں رہنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر اس کی قسم کے بعد اوس نے کوئی مکان خریدا اور اوس جدید مکان میں قسم کھانے والا رہا تو ٹوٹ گئی اور اگر وہ مکان اوس شخص کا تنہا نہیں ہے بلکہ دوسرے کا بھی اوس میں حصہ ہے تو اس میں رہنے سے نہیں ٹوٹے گی اور اگر قسم میں مکان کو معین کر دیا تھا کہ فلاں کے اس مکان میں نہ رہوں گا اور نیت یہ ہے کہ اس مکان میں نہ رہونگا اگرچہ کسی کا ہو تو اگرچہ بیچ ڈالا اوس میں رہنے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر یہ نیت ہو کہ چونکہ یہ فلاں کا ہے اس وجہ سے نہ رہوں گا یا کچھ نیت نہ ہو تو بیچنے کے بعد رہنے سے نہ ٹوٹی۔(63)

مسئلہ ۶۲: قسم کھائی کہ زید جو مکان خریدے گا اوس میں نہ رہوں گا اور زید نے ایک مکان عمرو کے لیے خریدا قسم کھانے والا اس مکان میں رہیگا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر وہ کہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ زید جو مکان اپنے لیے خریدے میں اوس میں نہ رہونگا اور یہ مکان تو عمرو کے لیے خریدا ہے تو اس کا قول مان لیا جائیگا۔(64)

مسئلہ ۶۳: قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو جس جانور پر وہاں کے لوگ سوار ہوتے ہیں اوس پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹے گی لہٰذا اگر آدمی کی پیٹھ پر سوار ہوا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں گائے، بیل، بھینس کی پیٹھ پر سوار ہونے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ یوہیں گدھے اور اونٹ پر سوار ہونے سے بھی قسم نہ ٹوٹے گی کہ ہندوستان میں ان پر لوگ سوار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں اگر قسم کھانے والا اون لوگوں میں سے ہو جو ان پر سوار ہوتے ہیں جیسے گدھے والے یا اُونٹ والے کہ یہ سوار ہوا

---

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۶۔

(62) المرجع السابق، ۷۷۔

(63) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرھا، ج ۲، ص ۷۷۔

(64) المرجع السابق۔

کرتے ہیں تو قسم ٹوٹ جائے گی اور گھوڑے ہاتھی پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ یہ جانور یہاں لوگوں کی سواری کے ہیں۔یوہیں اگر قسم کھانے والا اون لوگوں میں تو نہیں ہے جو گدھے یا اونٹ پر سوار ہوتے ہیں مگر قسم وہاں کھائی جہاں لوگ ان پر سوار ہوتے ہیں مثلاً ملک عرب شریف کے سفر میں ہے تو گدھے اور اونٹ پر سوار ہونے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔(65)

مسئلہ ۶۴: قسم کھائی کہ کسی سواری پر سوار نہ ہوگا تو گھوڑا، خچر، ہاتھی، پالکی (ایک سواری جسے کہار اٹھاتے ہیں)، ڈولی، بہلی (دوپہیوں والی بیل گاڑی)، ریل، یکہ، تانگہ، شکرم (ایک قسم کی چارپہیوں والی گاڑی) وغیرہا ہر قسم کی سواری گاڑیاں اور کشتی پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔(66)

مسئلہ ۶۵: قسم کھائی کہ گھوڑے پر سوار نہ ہوگا تو زین یا چارجامہ (کپڑے کی زین) رکھ کر سوار ہوا یا ننگی پیٹھ پر بہرحال قسم ٹوٹ گئی۔(67)

مسئلہ ۶۶: قسم کھائی کہ اس زین پر سوار نہ ہوگا پھر اوس میں کچھ کمی بیشی کی جب بھی اوس پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(68)

مسئلہ ۶۷: قسم کھائی کہ کسی جانور پر سوار نہ ہوگا تو آدمی پر سوار ہونے سے قسم نہ ٹوٹے گی کہ عرف میں آدمی کو جانور نہیں کہتے۔(69)

مسئلہ ۶۸: قسم کھائی کہ عربی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا تو اور گھوڑوں پر سوار ہونے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(70)

مسئلہ ۶۹: قسم کھائی کہ گھوڑے پر سوار نہ ہوگا پھر زبردستی کسی نے سوار کردیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اوس نے زبردستی کی اور اوس کے مجبور کرنے سے یہ خود سوار ہوا تو قسم ٹوٹ گئی۔(71)

---

(65) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول... إلخ، ج ۵، ص ۵۸۳، وغیرہ۔

(66) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول... إلخ، ج ۵، ص ۵۸۳۔

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان الباب الرابع فی الیمین علی الخروج... إلخ، ج ۲، ص ۸۰۔

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان الباب الرابع فی الیمین علی الخروج... إلخ، ج ۲، ص ۸۰۔

(69) فتح القدیر، کتاب الایمان، باب الیمین فی الخروج... إلخ، ج ۴، ص ۳۹۴۔

(70) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان الباب الرابع فی الیمین علی الخروج... إلخ، ج ۲، ص ۸۰۔

(71) المرجع السابق۔

والدرالمختار، کتاب الایمان، ج ۵، ص ۵۸۴۔

مسئلہ ۷۰: جانور پر سوار ہے اور قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو فوراً اتر جائے، ورنہ قسم ٹوٹ جائیگی۔(72)

مسئلہ ۷۱: قسم کھائی کہ زید کے اس گھوڑے پر سوار نہ ہوگا پھر زید نے اوس گھوڑے کو بیچ ڈالا تو اب اوس پر سوار ہونے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ زید کے گھوڑے پر سوار نہ ہوگا اور اوس گھوڑے پر سوار ہوا جو زید وعمرو میں مشترک ہے تو قسم نہیں ٹوٹی۔(73)

مسئلہ ۷۲: قسم کھائی کہ فلاں کے گھوڑے پر سوار نہ ہوگا اور اوس کے غلام کے گھوڑے پر سوار ہوا اگر قسم کے وقت یہ نیت تھی کہ غلام کے گھوڑے پر بھی سوار نہ ہوگا اور غلام پر اتنا دَین (قرض) نہیں جو مستغرق (گھرا ہوا) ہو تو قسم ٹوٹ گئی، خواہ غلام پر بالکل دَین نہ ہو یا ہے مگر مستغرق نہیں اور نیت نہ ہو تو قسم نہیں ٹوٹی اور دَین مستغرق ہو تو قسم نہیں ٹوٹی، اگرچہ نیت ہو۔(74)

❁❁❁❁❁

(72) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان الباب الرابع فی الیمین علی الخروج... إلخ، ج۲، ص۸۰۔

(73) المرجع السابق۔

(74) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول، ج۵، ص۵۸۲۔

کھانے پینے کی قسم کا بیان

جو چیز ایسی ہو کہ چبا کر حلق سے اوتاری جاتی ہو اوس کے حلق سے اوتارنے کو کھانا کہتے ہیں، اگرچہ اس نے بغیر چبائے اوتارلی اور پتلی چیز بہتی ہوئی کو حلق سے اوتارنے کو پینا کہتے ہیں، مگر صرف اتنی ہی بات پر اقتصار نہ کرنا چاہیے (یعنی صرف اسی کو کافی نہ سمجھیں) بلکہ محاورات کا ضرور خیال کرنا ہوگا کہ کہاں کھانے کا لفظ بولتے ہیں اور کہاں پینے کا کہ قسم کا دارومدار بول چال پر ہے۔

مسئلہ ۱: اُردو میں دودھ پینے کو بھی دودھ کھانا کہتے ہیں، لہٰذا اگر قسم کھائی کہ دودھ نہیں کھاؤں گا تو پینے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر کوئی ایسی چیز کھائی جس میں دودھ ملا ہوا ہے مگر اوس کا مزہ محسوس نہیں ہوتا تو اوس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ دودھ یا سرکہ یا شوربا نہیں کھائیگا اور روٹی سے لگا کر کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اور خالی سرکہ پی گیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ اس کو کھانا نہ کہیں گے بلکہ یہ پینا ہے۔(1)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ یہ روٹی نہ کھائیگا اور اوسے سُکھا کر کوٹ کر پانی میں گھول کر پی گیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ یہ کھانا نہیں ہے پینا ہے۔(2)

مسئلہ ۴: اگر کسی چیز کو مونھ میں رکھ کر اوگل دیا (منہ سے نکال دیا) تو یہ نہ کھانا ہے نہ پینا مثلاً قسم کھائی کہ یہ روٹی نہیں کھائے گا اور مونھ میں رکھ کر اُگل دی یا یہ پانی نہیں پیے گا اور اوس سے کلی کی تو قسم نہیں ٹوٹی۔(3)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ یہ انڈا یا یہ اخروٹ نہیں کھائیگا اور اوسے بغیر چبائے ہوئے نگل گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر قسم کھائی کہ یہ انگور یا انار نہیں کھائیگا اور چوس کر عرق (رس) پی گیا اور فضلہ (رس چوسنے کے بعد بچا ہوا پھوک) پھینک دیا تو قسم ٹوٹ گئی کہ اس کو عرف میں کھانا کہتے ہیں۔ یوہیں اگر شکر نہ کھانے کی قسم کھائی تھی اور اوسے مونھ میں رکھ کر جو گھلتی گئی حلق سے اوتارتا گیا قسم ٹوٹ گئی۔(4)

---

(1) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج ۴، ص ۵۲۳.

(2) المرجع السابق.

(3) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج ۴، ص ۵۲۳.

(4) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج ۵، ص ۵۸۵.

مسئلہ ٦: چکھنے کے معنی ہیں کسی چیز کو مونھ میں رکھ کر اوس کا مزہ معلوم کرنا اور اُردو محاورہ میں اکثر مزہ دریافت کرنے کے لیے تھوڑا سا کھالینے یا پی لینے کو چکھنا کہتے ہیں اگر قرینہ سے یہ بات معلوم ہو کہ اس کلام میں چکھنے سے مراد تھوڑا سا کھا کر مزہ معلوم کرنا ہے تو یہ مراد لیں گے۔ مثلاً کوئی شخص کچھ کھارہا ہے اوس نے دوسرے کو بلایا اس نے انکار کیا اوس نے کہا ذرا چکھ کر تو دیکھو کیسی ہے تو یہاں چکھنے سے مراد تھوڑی سی کھالینا ہے اور اگر قرینہ نہ ہو تو مطلقاً مزہ معلوم کرنے کے لیے مونھ میں رکھنا مراد ہوگا کہ اس معنی میں بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے مگر اگر پانی کی نسبت قسم کھائی کہ اسے نہیں چکھوں گا پھر نماز کے لیے اوس سے کلی کی تو قسم نہیں ٹوٹی کہ کلی کرنا نماز کے لیے ہے مزہ معلوم کرنے کے لیے نہیں اگرچہ مزہ بھی معلوم ہوجائے۔

مسئلہ ٧: قسم کھائی کہ یہ ستو نہیں کھائے گا اور اوسے گھول کر پیا یا قسم کھائی کہ یہ ستو نہیں پیے گا اور گوندھ کر کھایا یا ویسا ہی پھانک لیا (یعنی سوکھا کھالیا) تو قسم نہیں ٹوٹی۔(5)

مسئلہ ٨: آم وغیرہ کسی درخت کی نسبت کہا کہ اس میں سے کچھ نہ کھاؤں گا تو اوس کے پھل کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ خود درخت کھانے کی چیز نہیں لہٰذا اس سے مراد اوس کا پھل کھانا ہے۔ یوہیں پھل کو نچوڑ کر جو نکلا وہ کھایا جب بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر پھل کو نچوڑ کر اوس کی کوئی چیز بنالی گئی ہو جیسے انگور سے سرکہ بناتے ہیں تو اس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صورت مذکورہ میں تکلّف (مشقت) کر کے کسی نے اوس درخت کا کچھ حصہ چھال وغیرہ کھالیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہ نیت بھی ہو کہ درخت کا کوئی جز نہ کھاؤں گا اور اگر وہ درخت ایسا ہو جس میں پھل ہوتا ہی نہ ہو یا ہوتا ہے مگر کھایا نہ جاتا ہو تو اوس کی قیمت سے کوئی چیز خرید کر کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی کہ اوسکے کھانے سے مُراد اوس کی قیمت سے کوئی چیز خرید کر کھانا ہے۔(6)

مسئلہ ٩: قسم کھائی کہ اس آم کے درخت کی کیریاں (چھوٹا کچا آم) نہ کھاؤنگا اور پکے ہوئے کھائے یا قسم کھائی کہ اس درخت کے انگور نہ کھاؤں گا اور منقے (ایک قسم کی بڑی کشمش) کھائے یا دودھ نہ کھاؤں گا اور دہی کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(7)

مسئلہ ١٠: قسم کھائی کہ اس گائے یا بکری سے کچھ نہ کھائے گا تو اوس کا دودھ دہی یا مکھن یا گھی کھانے سے قسم نہیں

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل...إلخ، ج٢، ص٨١۔

(6) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج٥، ص٥٨٧۔٥٨٩۔
والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج٤، ص٥٣٤، وغیرہما۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل...إلخ، ج٢، ص٨٢۔

ٹوٹے گی اور گوشت کھانے سے ٹوٹ جائے گی۔(8)

مسئلہ ۱۱: قسم کھائی کہ یہ آٹا نہیں کھائیگا اور اوس کی روٹی یا اور کوئی بنی ہوئی چیز کھائی تو قسم ٹوٹ گئی اور خود آٹا ہی پھانک لیا تو نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۲: قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائیگا تو اوس جگہ جس چیز کی روٹی لوگ کھاتے ہیں اوس کی روٹی سے قسم ٹوٹے گی مثلاً ہندوستان میں گیہوں، جو، جوار، باجرا، مکا (مکی) کی روٹی پکائی جاتی ہے تو چاول کی روٹی سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور جہاں چاول کی روٹی لوگ کھاتے ہوں وہاں کے کسی شخص نے قسم کھائی تو چاول کی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(10)

مسئلہ ۱۳: قسم کھائی کہ یہ سرکہ نہیں کھائے گا اور چٹنی یا سکنجبین (لیموں کے رس کا شربت) کھائی جس میں وہ سرکہ پڑا ہوا تھا تو قسم نہیں ٹوٹی یا قسم کھائی کہ اس انڈے سے نہیں کھائے گا اور اوس میں سے بچہ نکلا اور اوسے کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(11)

مسئلہ ۱۴: قسم کھائی کہ اس درخت سے کچھ نہ کھائے گا اور اوس کی قلم لگائی (12) تو اس قلم کے پھل کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی۔(13)

مسئلہ ۱۵: قسم کھائی کہ اس بچھیا کا گوشت نہیں کھائیگا پھر جب وہ جوان ہوگئی اُس وقت اُس کا گوشت کھایا تو قسم ٹوٹ گئی۔(14)

مسئلہ ۱۶: قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائیگا تو مچھلی کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور اونٹ، گائے بھینس، بھیڑ، بکری اور پرند وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر اون کا گوشت کھایا تو ٹوٹ جائے گی، خواہ شوربے دار ہو یا بُھنا ہوا

---

(8) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین ... إلخ، ج ۴، ص ۵۳۴، وغیرہ۔

(9) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین ... إلخ، ج ۴، ص ۵۴۰۔

ودرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل ... إلخ، مطلب اذا تعذرت الحقیقۃ ... إلخ، ج ۵، ص ۵۸۷۔

(10) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین ... إلخ، ج ۴، ص ۵۴۱۔

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل ... إلخ، ج ۲، ص ۸۱، ۸۳۔

(12) اس درخت کی شاخ دوسرے درخت میں لگائی۔

(13) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب فیما لو وصل غصن شجرۃ باخری، ج ۵، ص ۵۸۸۔

(14) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل ... إلخ، ج ۵، ص ۵۸۹۔

یا کوفتہ (قیمے کے گول کباب جو شوربے میں ڈالتے ہیں) اور کچا گوشت یا صرف شوربا کھایا تو نہیں ٹوٹی۔ یوہیں کلیجی، تلی، پھیپڑا، دِل، گردہ، اوجھڑی، دُنبہ کی چکی (گول چپٹی دم اور اس کی چربی) کے کھانے سے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ ان چیزوں کو عرف میں گوشت نہیں کہتے اور اگر کسی جگہ ان چیزوں کا بھی گوشت میں شمار ہو تو وہاں ان کے کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔(15)

مسئلہ ۱۷: قسم کھائی کہ بیل کا گوشت نہیں کھائیگا تو گائے کے گوشت سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور گائے کے گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو بیل کا گوشت کھانے سے ٹوٹ جائیگی کہ بیل کے گوشت کو بھی لوگ گائے کا گوشت کہتے ہیں اور بھینس کے گوشت سے نہیں ٹوٹے گی اور بھینس کے گوشت کی قسم کھائی تو گائے بیل کے گوشت سے نہیں ٹوٹے گی اور بڑا گوشت کہا تو ان سب کو شامل ہے اور بکری کا گوشت کہا تو بکرے کے گوشت سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی کہ دونوں کو بکری کا گوشت کہتے ہیں۔ یوہیں بھیڑ کا گوشت کہا تو مینڈھے کو بھی شامل ہے اور دُنبہ ان میں داخل نہیں، اگرچہ دُنبہ اسی کی ایک قسم ہے اور چھوٹا گوشت ان سب کو شامل ہے۔(16)

مسئلہ ۱۸: قسم کھائی کہ چربی نہیں کھائیگا تو پیٹ میں اور آنتوں پر جو چربی لپٹی رہتی ہے اوس کے کھانے سے قسم ٹوٹے گی پیٹھ کی چربی جو گوشت کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے اوس کے کھانے سے یا دُنبہ کی چکی کھانے سے نہیں ٹوٹے گی۔(17)

مسئلہ ۱۹: قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا اور کسی خاص گوشت کی نیت ہے تو اوس کے سوا دوسرا گوشت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ یوہیں قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھائیگا اور خاص کھانا مراد لیا تو دوسرا کھانا کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔(18)

مسئلہ ۲۰: قسم کھائی کہ تِل نہیں کھائے گا تو تِل کے تیل کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور گیہوں (گندم) نہ کھانے کی قسم کھائی تو بُھنے ہوئے گیہوں کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور گیہوں کی روٹی یا آٹا یا ستو یا کچے گیہوں کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی مگر جبکہ اوس کی یہ نیت ہو کہ گیہوں کی روٹی نہیں کھائیگا تو روٹی کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔(19)

---

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین...إلخ، مطلب حلف لاأ کل لحما، ج۵، ص۵۹۳۔۵۹۵۔

(16) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج۴، ص۵۳۹۔

(17) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، مطلب حلف لاأ کل لحما، ج۵، ص۵۹۶۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل...إلخ، ج۲، ص۸۳۔

(19) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج۴، ص۵۴۰۔

←

مسئلہ ۲۱: قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہیں کھائے گا پھر انھیں بو یا، اب جو پیدا ہوئے ان کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کہ یہ وہ گیہوں نہیں ہیں۔(20)

مسئلہ ۲۲: قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائیگا تو پراٹھے، پوریاں، سنبوسے (سموسے)، بسکٹ، شیرمال، کلیچے، گلگلے، نان پاؤ(ڈبل روٹی) کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کہ ان کو روٹی نہیں کہتے اور تنوری روٹی یا چپاتی یا موٹی روٹی یا بیلن سے بنائی ہوئی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(21)

مسئلہ ۲۳: قسم کھائی کہ فلاں کا کھانا نہیں کھائے گا اور اوس کے یہاں کا سرکہ یا نمک کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(22)

مسئلہ ۲۴: قسم کھائی کہ فلاں شخص کا کھانا نہیں کھائیگا اور وہ شخص کھانا بیچا کرتا ہے اس نے خرید کر کھالیا تو قسم ٹوٹ گئی کہ اوس کے کھانے سے مراد اوس سے خرید کر کھانا کھانا ہے اور اگر کھانا بیچنا اوس کا کام نہ ہو تو مراد وہ کھانا ہے جو اوس کی مِلک میں ہے، لہٰذا خرید کر کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(23)

مسئلہ ۲۵: فلاں عورت کی پکائی ہوئی روٹی نہیں کھائیگا اور اوس عورت نے خود روٹی پکائی ہے یعنی اوس نے توے پر ڈالی اور سینکی (پکائی) ہے تو اس کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر اوس نے فقط آٹا گوندھا ہے یا روٹی بنائی ہے اور کسی دوسرے نے توے پر ڈالی اور سینکی اس کے کھانے سے نہیں ٹوٹے گی کہ آٹا گوندھنے یا روٹی بنانے کو پکانا نہیں کہیں گے اور اگر کہا فلاں عورت کی روٹی نہیں کھاؤں گا تو اس میں دو صورتیں ہیں، اگر یہ مراد ہے کہ اوس کی پکائی ہوئی روٹی نہیں کھاؤنگا تو وہی حکم ہے جو بیان کیا گیا اور اگر یہ مطلب ہے کہ اوس کی مِلک میں جو روٹی ہے وہ نہیں کھاؤں گا تو اگرچہ کسی اور نے آٹا گوندھا یا روٹی پکائی ہو مگر جب اوس کی مِلک ہے تو کھانے سے ٹوٹ جائیگی۔(24)

مسئلہ ۲۶: قسم کھائی کہ یہ کھانا کھائیگا تو اس میں دو صورتیں ہیں کوئی وقت مقرر کر دیا ہے یا نہیں اگر وقت نہیں مقرر کیا ہے پھر وہ کھانا کسی اور نے کھالیا یا ہلاک ہو گیا یا قسم کھانے والا مر گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر وقت مقرر کر دیا ہے مثلاً

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج۲، ص۸۳،۸۶.

(20) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج۵، ص۵۹۸.

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب لا آکل ہذا البر، ج۵، ص۵۹۸.

(22) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب لا آکل طعاما، ج۵، ص۶۰۰.

(23) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب حلف لایکلم عبد فلان... إلخ، ج۵، ص۶۳۴.

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب لا آکل خبزا، ج۵، ص۵۹۹.

آج اسکو کھائے گا اور دن گزرنے سے پہلے قسم کھانے والا مر گیا یا کھانا تلف (ضائع) ہو گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (25)

مسئلہ ۲۷: قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھائیگا تو وہ کھانا مراد ہے جس کو عادۃً (عام طور پر) کھاتے ہیں لہٰذا اگر مردار کا گوشت کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (26)

مسئلہ ۲۸: قسم کھائی کہ سری نہیں کھائے گا اور اوس کی یہ نیت ہو کہ بکری، گائے، مرغ، مچھلی وغیرہ کسی جانور کا سر نہیں کھائیگا تو جس چیز کا سر کھائے گا قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر نیت کچھ نہ ہو تو گائے اور بکری کے سر کھانے سے قسم ٹوٹے گی اور چڑیا، ٹڈی، مچھلی وغیرہا جانوروں کے سر کھانے سے نہیں ٹوٹے گی۔ (27)

مسئلہ ۲۹: قسم کھائی کہ انڈا نہیں کھائیگا اور نیت کچھ نہ ہو تو مچھلی کے انڈے کھانے سے نہیں ٹوٹے گی۔ (28)

مسئلہ ۳۰: میوہ نہ کھانے کی قسم کھائی تو مراد سیب، ناشپاتی، آڑو، انگور، انار، آم، امرود وغیرہا ہیں جن کو عرف میں میوہ کہتے ہیں کھیرا، ککڑی، گاجر، وغیرہا کو میوہ نہیں کہتے۔ (29)

مسئلہ ۳۱: مٹھائی سے مراد اَمرتی، جلیبی، پیڑا، بالوشاہی، گلاب جامن، قلاقند، برفی، لڈو وغیرہا جن کو عرف میں مٹھائی کہتے ہیں ہاں اس طرف بعض گاؤں میں گڑ کو مٹھائی کہتے ہیں لہٰذا اگر اس گاؤں والے نے مٹھائی نہ کھانے کی قسم کھائی تو گڑ کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی اور جہاں کا یہ محاورہ نہیں ہے وہاں والے کی نہیں ٹوٹے گی۔ عربی میں حلوا ہر میٹھی چیز کو کہتے ہیں یہاں تک کہ انجیر اور کھجور کو بھی مگر ہندوستان میں ایک خاص طرح سے بنائی ہوئی چیز کو حلوا کہتے ہیں کہ سوجی، میدہ، چاول کے آٹے وغیرہ سے بناتے ہیں اور یہاں بریلی میں اسکو میٹھا بھی بولتے ہیں، غرض جس جگہ کا جو عرف ہو وہاں اُسی کا اعتبار ہے۔ سالن عموماً ہندوستان میں گوشت کو کہتے ہیں جس سے روٹی کھائی جائے اور بعض جگہ میں نے دال کو بھی سالن کہتے سنا اور عربی زبان میں تو سرکہ کو بھی ادام (سالن) کہتے ہیں۔ آلو، رتالو (کچالو)، اروی، ترئی، بھنڈی، ساگ، کدو، شلجم، گوبھی اور دیگر سبزیوں کو ترکاری کہتے ہیں جن کو گوشت میں ڈالتے ہیں یا تنہا پکاتے ہیں اور بعض گاؤں میں جہاں ہندو کثرت سے رہتے ہیں گوشت کو بھی لوگ ترکاری بولتے ہیں۔

مسئلہ ۳۲: قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھائیگا اور کوئی ایسی چیز کھائی جسے عرف میں کھانا نہیں کہتے ہیں مثلاً دودھ پی لیا یا

---

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج ۲، ص ۸۴۔

(26) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۵، ص ۶۰۰۔

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج ۲، ص ۸۷، وغیرہ۔

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج ۲، ص ۸۷۔

(29) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب لا اٰکل فاکھۃ، ج ۵، ص ۶۰۱۔

مٹھائی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (30)

مسئلہ ۳۳: قسم کھائی کہ نمک نہیں کھائیگا اور ایسی چیز کھائی جس میں نمک پڑا ہوا ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ نمک کا مزہ محسوس ہوتا ہو اور روٹی وغیرہ کو نمک لگا کر کھایا تو قسم ٹوٹ جائیگی ہاں اگر اوس کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ نمکین کھانا مراد ہے تو پہلی صورت میں بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ (31)

مسئلہ ۳۴: قسم کھائی کہ مرچ نہیں کھائیگا اور گوشت وغیرہ کوئی ایسی چیز کھائی جس میں مرچ ہے اور مرچ کا مزہ محسوس ہوتا ہے تو قسم ٹوٹ گئی، اس کی ضرورت نہیں کہ مرچ کھائے تو قسم ٹوٹے۔ (32)

مسئلہ ۳۵: قسم کھائی کہ پیاز نہیں کھائیگا اور کوئی ایسی چیز کھائی جس میں پیاز پڑی ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ پیاز کا مزہ معلوم ہوتا ہو۔ (33)

مسئلہ ۳۶: جس کھانے کی نسبت قسم کھائی کہ اس کو نہیں کھائے گا یا پانی کی نسبت کہ اس کو نہیں پیے گا اگر وہ اتنا ہے کہ ایک مجلس میں کھا سکتا ہے اور ایک پیاس میں پی سکتا ہے تو جب تک کُل نہ کھائے پیے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ مثلاً قسم کھائی کہ یہ روٹی نہیں کھائے گا اور روٹی ایسی ہے کہ ایک مجلس میں پوری کھا سکتا ہے تو اوس روٹی کا ٹکڑا کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ یوہیں قسم کھائی کہ اس گلاس کا پانی نہیں پیے گا تو ایک گھونٹ پینے سے نہیں ٹوٹی۔ اور اگر کھانا اتنا ہے کہ ایک مجلس میں نہیں کھا سکتا تو اس میں سے ذرا سا کھانے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی مثلاً قسم کھائی کہ اس گائے کا گوشت نہیں کھائیگا اور ایک بوٹی کھائی قسم ٹوٹ گئی۔ یوہیں قسم کھائی کہ اس مٹکے کا پانی نہیں پیوں گا اور مٹکا پانی سے بھرا ہے تو ایک گھونٹ سے بھی ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ روٹی مجھ پر حرام ہے تو اگرچہ ایک مجلس میں وہ روٹی کھا سکتا ہو مگر اوس کا ٹکڑا کھانے سے بھی کفارہ لازم ہوگا۔ یوہیں یہ پانی مجھ پر حرام ہے اور ایک گھونٹ پی لیا تو کفارہ واجب ہوگیا، اگرچہ وہ ایک پیاس کا بھی نہ ہو۔ (34)

مسئلہ ۳۷: قسم کھائی کہ یہ روٹی نہیں کھائے گا اور کُل کھا گیا ایک ذرا سی چھوڑ دی تو قسم ٹوٹ گئی کہ روٹی کا ذرا سا حصہ چھوڑ دینے سے بھی عرف میں یہی کہا جائیگا کہ روٹی کھالی، ہاں اگر اوس کی یہ نیت تھی کہ کل نہیں کھائیگا تو ذرا سی چھوڑ

---

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج ۲، ص ۸۴.

(31) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب حلف لا اأکل إداما... إلخ، ج ۵، ص ۶۰۴.

(32) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۵، ص ۶۰۴.

(33) المرجع السابق.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... إلخ، ج ۲، ص ۸۴، ۸۵.

دینے سے قسم نہیں ٹوٹی۔(35)

مسئلہ ۳۸: قسم کھائی کہ اس انار کو نہیں کھاؤں گا اور سب کھالیا ایک دو دانے چھوڑ دیے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اتنے زیادہ چھوڑے کہ عادۃً اوتنے نہیں چھوڑے جاتے تو نہیں ٹوٹی۔(36)

مسئلہ ۳۹: قسم کھائی کہ حرام نہیں کھائیگا اور غصب کیے ہوئے روپے سے کوئی چیز خرید کر کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی مگر گنہگار ہوا اور جو چیز کھائی اگر وہ خود غصب کی ہوئی ہے تو قسم ٹوٹ گئی۔(37)

مسئلہ ۴۰: قسم کھائی کہ زید کی کمائی نہیں کھائے گا اور زید کو کوئی چیز وراثت میں ملی تو اس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اور اگر زید نے کوئی چیز خریدی یا ہبہ یا صدقہ میں کوئی چیز ملی اور زید نے اوسے قبول کرلیا تو اسکے کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر زید سے کوئی چیز خرید کر کھائی تو نہیں ٹوٹی۔ اور اگر زید مرگیا اور اوس کی کمائی کا مال زید کے وراث کے یہاں کھایا یا یہ قسم کھانے والا خود ہی وارث ہے اور کھالیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(38)

مسئلہ ۴۱: کسی کے پاس روپے ہیں، قسم کھائی کہ ان کو نہیں کھائیگا پھر روپے کے پیسے بُھنا لیے (چینج کروالیے) یا اشرفیاں کرلیں پھر ان پیسوں یا اشرفیوں سے کوئی چیز خرید کر کھائی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر ان پیسوں یا اشرفیوں سے زمین خریدی پھر اسے بیچ کر کھایا تو نہیں ٹوٹی۔(39)

مسئلہ ۴۲: قسم اوس وقت صحیح ہوگی کہ جس چیز کی قسم کھائی ہو وہ زمانہ آئندہ میں پائی جاسکے یعنی عقلاً ممکن ہو اگرچہ عادۃً محال ہو مثلاً یہ قسم کھائی کہ میں آسمان پر چڑھوں گا یا اس مٹی کو سونا کردوں گا تو قسم ہوگئی اور اُسی وقت ٹوٹ بھی گئی۔ یوہیں قسم کے باقی رہنے کی بھی یہ شرط ہے کہ وہ کام اب بھی ممکن ہو، لہٰذا اگر اب ممکن نہ رہا تو قسم جاتی رہی مثلاً قسم کھائی کہ میں تمھارا روپیہ کل ادا کرونگا اور کل کے آنے سے پہلے ہی مرگیا تو اگرچہ قسم صحیح ہوگئی تھی مگر اب قسم نہ رہی کہ وہ رہا ہی نہیں، اس قاعدہ کے جاننے کے بعد اب یہ دیکھیے کہ اگر قسم کھائی کہ میں اس کوزہ کا پانی آج پیوں گا اور کوزہ میں پانی نہیں ہے یا تھا مگر رات کے آنے سے پہلے اوس میں کا پانی گر گیا یا اس نے گرادیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ پہلی صورت میں قسم صحیح نہ ہوئی اور دوسری میں صحیح تو ہوئی مگر باقی نہ رہی۔ یوہیں اگر کہا میں اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور اس میں پانی

---

(35) المرجع السابق، ص ۸۵۔

(36) المرجع السابق، ص ۸۵۔

(37) المرجع السابق، ص ۸۷۔

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... الخ، ج ۲، ص ۸۸۔

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الخامس فی الیمین علی الاکل... الخ، ج ۲، ص ۸۹۔

اوس وقت نہیں ہے تو نہیں ٹوٹی مگر جبکہ یہ معلوم ہے کہ پانی نہیں ہے اور پھر قسم کھائی تو گنہگار ہوا، اگر چہ کفارہ لازم نہیں اور اگر پانی تھا اور گر گیا یا گرا دیا تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ لازم۔ (40)

مسئلہ ۴۳: عورت سے کہا اگر تو نے کل نماز نہ پڑھی تو تجھ کو طلاق ہے اور صبح کو عورت کو حیض آ گیا تو طلاق نہ ہوئی۔ یوہیں عورت سے کہا کہ جو روپیہ تو نے میری جیب سے لیا ہے اگر اوس میں نہ رکھے گی تو طلاق ہے اور دیکھا تو روپیہ جیب ہی میں موجود ہے طلاق نہ ہوئی۔ (41)

❀❀❀❀❀

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب حلف لایشرب... إلخ، ج ۵، ص ۶۱۷۔ ۶۲۰۔

والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۴، ص ۵۵۲۔ ۵۵۳۔

(41) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۵، ص ۶۱۸۔

کلام کے متعلق قسم کا بیان

مسئلہ ۱: یہ کہا کہ تم سے یا فلاں سے کلام کرنا مجھ پر حرام ہے اور کچھ بھی بات کی تو کفارہ لازم ہو گیا۔(1)

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ اس بچہ سے کلام نہ کریگا اور اوس کے جوان یا بوڑھے ہونے کے بعد کلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کہا کہ بچہ سے کلام نہ کروں گا اور جوان یا بوڑھے سے کلام کیا تو نہیں ٹوٹی۔(2)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کریگا اور زید سورہا تھا، اس نے پکارا اگر پکارنے سے جاگ گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور بیدار نہ ہوا تو نہیں اور اگر جاگ رہا تھا اور اوس نے پکارا اگر اتنی آواز تھی کہ سُن سکے اگرچہ بہرے ہونے یا کام میں مشغول ہونے یا شور کی وجہ سے نہ سنا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر دور تھا اور اتنی آواز سے پکارا کہ سُن نہیں سکتا تو نہیں ٹوٹی۔ اور اگر زید کسی مجمع (محفل) میں تھا اس نے اوس مجمع کو سلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی ہاں اگر نیت یہ ہو کہ زید کے سوا اوروں کو سلام کرتا ہے تو نہیں ٹوٹی۔ اور نماز کا سلام کلام نہیں ہے، لہٰذا اس سے قسم نہیں ٹوٹے گی خواہ زید دہنی طرف ہو یا بائیں طرف۔ یوہیں اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی، اس نے اوس کی غلطی پر سبحان اللہ کہا یا لقمہ دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر یہ نماز میں نہ تھا اور لقمہ دیا یا اوس کی غلطی پر سبحان اللہ کہا تو قسم ٹوٹ گئی۔(3)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کروں گا اور کسی کام کو اوس سے کہنا ہے اس نے کسی دوسرے کو مخاطب کرکے کہا اور مقصود زید کو سنانا ہے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر عورت سے کہا کہ تُو نے اگر میری شکایت اپنے بھائی سے کی تو تجھ کو طلاق ہے، عورت کا بھائی آیا اور اوس کے سامنے عورت نے بچہ سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور مقصود بھائی کو سنانا ہے تو طلاق نہ ہوئی۔(4)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ میں تجھ سے ابتدائً کلام نہ کرونگا اور راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا تو قسم نہیں ٹوٹی بلکہ جاتی رہی کہ اب ابتداء کلام کرنے میں حرج نہیں۔ یوہیں اگر عورت سے کہا اگر میں تجھ

---

(1) الدرالمختار، کتاب الایمان، ج۵،ص۵۳۰.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲،ص۱۰۱.

والدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...الخ، ج۵،ص۵۸۹-۵۹۱.

(3) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...الخ، ج۴،ص۵۵۷۔۵۵۹.

(4) المرجع السابق،ص۵۵۸،۵۵۹.

سے ابتدائی کلام کروں تو تجھ کو طلاق ہے اور عورت نے بھی قسم کھائی کہ میں تجھ سے کلام کی پہل نہ کروں گی تو مرد کو چاہیے کہ عورت سے کلام کرے کہ اوس کی قسم کے بعد جب عورت نے قسم کھائی تو اب مرد کا کلام کرنا ابتدائی نہ ہوگا۔(5)

مسئلہ ۶: کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو خط بھیجنے یا کسی کے ہاتھ کچھ کہلا کر بھیجنے یا اشارہ کرنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔(6)

مسئلہ ۷: اقرار و بشارت (خوشخبری دینا) اور خبر دینا یہ سب لکھنے سے ہو سکتے ہیں اور اشارہ سے نہیں مثلاً قسم کھائی کہ تم کو فلاں بات کی خبر نہ دوں گا اور لکھ کر بھیج دیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اشارہ سے بتایا تو نہیں اور اگر قسم کھائی کہ تمھارا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرونگا اور اشارہ سے بتایا تو قسم ٹوٹ گئی کہ ظاہر کرنا اشارہ سے بھی ہو سکتا ہے۔(7)

مسئلہ ۸: قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کریگا اور زید نے دروازہ پر آکر کنڈی کھٹکھٹائی اس نے کہا کون ہے یا کون تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر کہا آپ کون صاحب ہیں یا تم کون ہو تو ٹوٹ گئی۔ یوہیں اگر زید نے پکارا اور اس نے کہا ہاں یا کہا حاضر ہوا یا اوس نے کچھ پوچھا اس نے جواب میں ہاں کہا تو قسم ٹوٹ گئی۔(8)

مسئلہ ۹: قسم کھائی کہ بی بی سے کلام نہ کریگا اور گھر میں عورت کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے یہ گھر میں آیا اور کہا یہ چیز کس نے رکھی ہے یا کہا یہ چیز کہاں ہے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر گھر میں کوئی اور بھی ہے تو نہیں ٹوٹی یعنی جبکہ اوس کی نیت عورت سے پوچھنے کی نہ ہو۔(9)

مسئلہ ۱۰: کلام نہ کرنے کی قسم کھائی اور ایسی زبان میں کلام کیا جس کو مخاطب نہیں سمجھتا جب بھی قسم ٹوٹ گئی۔(10)

مسئلہ ۱۱: قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کروں گا جب تک فلاں شخص اجازت نہ دے اور اوس نے اجازت دی مگر

---

(5) المرجع السابق، ص ۵۵۸۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج ۲، ص ۹۷۔

(7) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۵، ص ۶۲۵۔

والبحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج ۴، ص ۵۵۹۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج ۲، ص ۹۸۔

(9) المرجع السابق۔

(10) المرجع السابق۔

اسے خبر نہیں اور کلام کرلیا توقسم ٹوٹ گئی اور اگر اجازت دینے سے پہلے وہ شخص مرگیا توقسم باطل ہوگئی یعنی اب کلام کرنے سے نہیں ٹوٹے گی کہ قسم ہی نہ رہی۔ اور اگر یوں کہا تھا کہ بغیر فلاں کی مرضی کے کلام نہ کروں گا اور اوس کی مرضی تھی مگر اسے معلوم نہ تھا اور کلام کرلیا تو نہیں ٹوٹی۔(11)

مسئلہ ۱۲: یہ قسم کھائی کہ فلاں کو خط نہ لکھوں گا اور کسی کو لکھنے کے لیے اشارہ کیا تو اگر یہ قسم کھانے والا اُمراء(12) میں سے ہے توقسم ٹوٹ گئی کہ ایسے لوگ خود نہیں لکھا کرتے بلکہ دوسروں سے لکھوایا کرتے ہیں اور ان لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ اشارہ سے حکم کیا کرتے ہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: قسم کھائی کہ فلاں کا خط نہ پڑھے گا اور خط کو دیکھا اور جو کچھ لکھا ہے اوسے سمجھا توقسم ٹوٹ گئی کہ خط پڑھنے سے یہی مقصود ہے زبان سے پڑھنا مقصود نہیں، یہ امام محمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک زبان سے تلفظ نہ کریگا قسم نہیں ٹوٹے گی اور اسی قولِ ثانی پر (یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے قول پر) فتویٰ ہے۔(14)

مگر یہاں کا عام محاورہ یہی ہے کہ خط دیکھا اور لکھے ہوئے کو سمجھا تو یہ کہتے ہیں میں نے پڑھا۔لہٰذا یہاں کے محاورہ میں قسم ٹوٹنے پر فتویٰ(15) ہونا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں کے محاورہ میں یہ لفظ کہ زید کا خط نہ پڑھوں گا ایک دوسرے معنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے وہ یہ کہ زید بے پڑھا شخص ہے اور اوس کے پاس جب کہیں سے خط آتا ہے توکسی سے پڑھواتا ہے تو اگر یہ پڑھنا مقصود ہے تو اس میں دیکھنا اور سمجھنا قسم ٹوٹنے کے لیے کافی نہیں بلکہ پڑھ کر سنانے سے ٹوٹے گی۔

مسئلہ ۱۴: قسم کھائی کہ کسی عورت سے کلام نہ کریگا اور بچی سے کلام کیا توقسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کریگا اور چھوٹی لڑکی سے نکاح کیا تو ٹوٹ گئی۔(16)

---

(11) الدرالمختار کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج۵،ص ۶۲۴۔

(12) حکام، بادشاہ وغیرہ۔

(13) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج۵،ص ۶۲۶۔

والبحرالرائق کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج۴،ص ۵۵۹

(14) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج۴،ص ۵۵۹۔

(15) ثم رأیت فی ردالمحتار قال ح وقول محمد ہو الموافق لعرفنا کمالا یخفی اھ فللّٰہ الحمد۔ ۱۲ منہ۔

(16) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... الخ، ج۴،ص ۵۶۰۔

مسئلہ ۱۵: قسم کھائی کہ فقیروں اور مسکینوں سے کلام نہ کریگا اور ایک سے کلام کرلیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور اگر یہ نیت ہے کہ تمام فقیروں اور مسکینوں سے کلام نہ کریگا تو نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ بنی آدم سے کلام نہ کریگا تو ایک سے کلام کرنے میں قسم ٹوٹ جائے گی اور نیت میں تمام اولادِ آدم ہے تو نہیں۔ (17)

مسئلہ ۱۶: قسم کھائی کہ فلاں سے ایک سال کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے ایک سال یعنی بارہ مہینے تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ کلام نہ کریگا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اوس وقت سے ایک مہینہ یعنی تیس دن مراد ہیں۔ اور اگر دن میں قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کرونگا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اوس وقت سے دوسرے دن کے اوسی وقت تک کلام سے قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر رات میں قسم کھائی کہ ایک رات کلام نہ کرونگا تو اوس وقت سے دوسرے دن کے بعد والی رات کے اوسی وقت تک مراد ہے لہٰذا درمیان کا دن بھی شامل ہے۔ اور اگر رات میں کہا کہ قسم خدا کی فلاں سے ایک دن کلام نہ کروں گا تو اوس وقت سے غروب آفتاب تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر دن میں کہا کہ فلاں شخص سے ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے طلوع فجر تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور ایک مہینہ یا ایک دن کے روزہ یا اعتکاف کی قسم کھائی تو اوسے اختیار ہے جب چاہے ایک مہینہ یا ایک دن کا روزہ یا اعتکاف کرلے۔ اور اگر کہا اس سال کلام نہ کرونگا تو سال پورا ہونے میں جتنے دن باقی ہیں وہ لیے جائیں گے یعنی اوس وقت سے ختم ذی الحجہ تک۔ یوہیں اگر کہا کہ اس مہینہ میں کلام نہ کرونگا تو جتنے دن اس مہینے میں باقی ہیں وہ لیے جائینگے اور اگر یوں کہا کہ آج دن میں کلام نہ کرونگا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک اور اگر رات میں کہا۔ کہ آج رات میں کلام نہ کروں گا تو رات کا جتنا حصہ باقی ہے وہ مراد لیا جائے اور اگر کہا آج اور کل اور پرسوں کلام نہ کروں گا تو درمیان کی راتیں بھی داخل ہیں یعنی رات میں کلام کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر کہا کہ نہ آج کلام کرونگا اور نہ کل اور نہ پرسوں تو راتوں میں کلام کرسکتا ہے کہ یہ ایک قسم نہیں ہے بلکہ تین قسمیں ہیں کہ تین دِنوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۷: قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا تو قرآن مجید پڑھنے یا سُبْحٰنَ اللہِ کہنے یا اور کوئی وظیفہ پڑھنے یا کتاب پڑھنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ قرآن مجید نہ پڑھے گا تو نماز میں یا بیرون نماز (نماز سے باہر) پڑھنے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس صورت میں بسم اللہ پڑھی اور نیت میں وہ بِسْمِ اللہِ ہے جو سورہ نمل کی جز ہے تو ٹوٹ گئی

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲، ص۹۸.

(18) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، ج۴، ص۵۶۱.

ورنہ نہیں۔(19)

مسئلہ ۱۸: قسم کھائی کہ قرآن کی فلاں سورت نہ پڑھے گا اور اوسے اول سے آخر تک دیکھتا گیا اور جو کچھ لکھا ہے اوسے سمجھا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کتاب نہ پڑھے گا اور یوہیں کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹوٹ جائے گی اور ہمارے یہاں کے عرف سے یہی مناسب ہے۔(20)

مسئلہ ۱۹: قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کریگا جب تک فلاں جگہ پر ہے تو وہاں سے چلے جانے کے بعد قسم ختم ہوگئی، لہٰذا اگر پھر واپس آیا اور کلام کیا تو کچھ حرج نہیں کہ قسم اب باقی نہ رہی۔(21)

مسئلہ ۲۰: قسم کھائی کہ اوسے کچہری (کورٹ) میں لیجا کر حلف دوں گا (قسم کھلاؤں گا) مدعی علیہ نے (جس پر دعویٰ کیا گیا ہو اس نے) جا کر اُسکے حق کا اقرار کرلیا حلف کی نوبت ہی نہ آئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ تیری شکایت فلاں سے کروں گا پھر دونوں میں صلح ہوگئی اور شکایت نہ کی تو قسم نہیں ٹوٹی یا قسم کھائی کہ اوس کا قرض آج ادا کردیگا اور اوس نے معاف کردیا تو قسم جاتی رہی۔(22)

مسئلہ ۲۱: قسم کھائی کہ فلاں کے غلام یا اوس کے دوست یا اوس کی عورت سے کلام نہ کرونگا اور اوس نے غلام کو بیچ ڈالا یا اور کسی طرح اوس کی ملک سے نکل گیا اور دوست سے عداوت (دشمنی) ہوگئی اور عورت کو طلاق دیدی تو اب کلام کرنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی غلام میں چاہے یوں کہا کہ فلاں کے اس غلام سے یا فلاں کے غلام سے دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر قسم کے وقت وہ اوس کا غلام تھا اور کلام کرنے کے وقت بھی ہے یا قسم کے وقت یہ اوسکا غلام نہ تھا اور اب ہے دونوں صورتوں میں ٹوٹ جائے گی۔(23)

مسئلہ ۲۲: اگر کہا فلاں کی اس عورت سے یا فلاں کی فلاں عورت سے یا فلاں کے اس دوست سے یا فلاں کے فلاں دوست سے کلام نہ کروں گا اور طلاق یا عداوت کے بعد کلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر نہ اشارہ ہو نہ معین کیا ہو اور

---

(19) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج۵،ص۶۲۷۔

(20) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، مطلب مھم لایکلمہ...إلخ، ج۵،ص۶۲۸۔

(21) المرجع السابق، مطلب أنت طالق یوم اکلم فلانا...إلخ، ص۶۲۹۔

(22) الدرالمختار وردالمحتار،کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، مطلب حلف لایفارقنی...إلخ، ج۵،ص۶۳۲۔
والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب...إلخ، ج۴،ص۶۱۳۔

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲،ص۹۹۔
والدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل...إلخ، ج۵،ص۶۳۳۔

اوس نے اب کسی عورت سے نکاح کیا یا کسی سے دوستی کی تو کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔(24)

مسئلہ ۲۳: قسم کھائی کہ فلاں کے بھائیوں سے کلام نہ کرونگا اور اوس کا ایک ہی بھائی ہے تو اگر اسے معلوم تھا کہ ایک ہی ہے تو کلام سے قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔(25)

مسئلہ ۲۴: قسم کھائی کہ اس کپڑے والے سے کلام نہ کریگا اوس نے کپڑے بیچ ڈالے پھر اس نے کلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور جس نے کپڑے خریدے اوس سے کلام کیا تو نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۵: قسم کھائی کہ میں اوس کے پاس نہیں پھٹکوں گا تو یہ وہی حکم رکھتا ہے جیسے یہ کہا کہ میں اوس سے کلام نہ کروں گا۔(27)

مسئلہ ۲۶: کسی نے اپنی عورت کو اجنبی شخص سے کلام کرتے دیکھا اوس نے کہا اگر تو اب کسی اجنبی سے کلام کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے پھر عورت نے کسی ایسے شخص سے کلام کیا جو اوس گھر میں رہتا ہے مگر محارم میں سے نہیں یا کسی رشتہ دار غیر محرم سے کلام کیا تو طلاق ہوگئی۔(28)

مسئلہ ۲۷: کچھ لوگ کسی جگہ بیٹھے ہوئے بات کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا جو شخص اب بولے اوس کی عورت کو طلاق ہے پھر خود ہی بولا تو اوس کی عورت کو طلاق ہوگئی۔(29)

مسئلہ ۲۸: قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کروں گا پھر زید نے اوسے خوشی کی کوئی خبر سنائی اوس نے کہا الحمد للہ یا رنج کی سنائی اوس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ تو قسم نہیں ٹوٹی اور زید کی چھینک پر یَرْحَمُكَ اللہ کہا تو ٹوٹ گئی۔(30)

مسئلہ ۲۹: قسم کھائی کہ جب تک شب قدر نہ گزرلے کلام نہ کروں گا اگر یہ شخص عام لوگوں میں ہے تو رمضان کی ستائیسویں رات گزرنے پر کلام کرسکتا ہے اور اگر جانتا ہو کہ شب قدر میں ائمہ کا اختلاف ہے تو جب تک قسم کے بعد پورا رمضان نہ گزرلے کلام نہیں کرسکتا یعنی اگر رمضان سے پہلے قسم کھائی تو اس رمضان کے گزرنے کے بعد کلام کرسکتا

---

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل... إلخ، مطلب حلف لا یکلم... إلخ، ج۵، ص۶۳۳۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲، ص۹۹۔

(26) المرجع السابق۔

(27) المرجع السابق

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲، ص۱۰۱۔

(29) المرجع السابق، ۱۰۲۔

(30) المرجع السابق، ص۹۹، ۱۰۲۔

ہے اور رمضان کی ایک رات گزرنے کے بعد قسم کھائی تو جب تک دوسرا رمضان پورا نہ گزر جائے کلام نہیں کرسکتا۔(31)

❁❁❁❁❁

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، ج۲، ص۱۰۸۔

طلاق دینے اور آزاد کرنے کی یمین

مسئلہ ۱: اگر کہا کہ پہلا غلام کہ خریدوں آزاد ہے تو اس کے کہنے کے بعد جس کو پہلے خریدے گا آزاد ہو جائیگا اور دو ۲ غلام ایک ساتھ خریدے تو کوئی آزاد نہ ہوگا کہ ان میں سے کوئی پہلا نہیں۔ اور اگر کہا کہ پہلا غلام جس کا میں مالک ہوں گا آزاد ہے اور ڈیڑھ غلام کا مالک ہوا تو جو پورا ہے آزاد ہے اور آدھا کچھ نہیں۔ یوہیں اگر کپڑے کی نسبت کہا کہ پہلا تھان جو خریدوں صدقہ ہے اور ڈیڑھ تھان ایک ساتھ خریدا تو ایک پورے کو تصدق (صدقہ) کرے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر کہا کہ پچھلا غلام جس کو میں خریدوں آزاد ہے اور اوسکے بعد چند غلام خریدے تو سب میں پچھلا آزاد ہے۔ اور اوس کا پچھلا ہونا اوس وقت معلوم ہوگا جب یہ شخص مرے اس واسطے کہ جب تک زندہ ہے کسی کو پچھلا نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ اب سے آزاد نہ ہوگا بلکہ جس وقت اوس نے خریدا ہے اوسی وقت سے آزاد قرار دیا جائیگا لہٰذا اگر صحت میں خریدا جب تو بالکل آزاد ہے اور مرض الموت میں خریدا تو تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اور اگر اس کہنے کے بعد صرف ایک ہی غلام خریدا ہے تو آزاد نہ ہوگا کہ یہ پچھلا تو جب ہوگا جب اس سے پہلے اور بھی خریدا ہوتا۔(2)

مسئلہ ۳: اگر کہا پہلی عورت جو میرے نکاح میں آئے اوسے طلاق ہے تو اس کہنے کے بعد جس عورت سے پہلے نکاح ہوگا اُسے طلاق پڑ جائے گی اور نصف مَہر واجب ہوگا۔

مسئلہ ۴: اگر کہا کہ پچھلی عورت جو میرے نکاح میں آئے اوسے طلاق ہے اور دو یا زیادہ نکاح کیے تو جس سے آخر میں نکاح ہوا نکاح ہوتے ہی اوسے طلاق پڑ جائیگی مگر اس کا علم اوس وقت ہوگا جب وہ شخص مرے کیونکہ جب تک زندہ ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پچھلی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد اور نکاح کرلے۔ لہٰذا اُس کے مرنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ پچھلی ہے تو نصف مَہر بوجہ طلاق پائے گی۔ اور اگر وطی ہوئی ہے تو پورا مہر بھی لے گی۔ اور اس کی عدت حیض سے شمار ہوگی۔ اور عدت میں سوگ نہ کریگی اور شوہر کی میراث نہ پائے گی۔ اور اگر اس صورت مذکورہ میں اوس نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسری سے کیا پھر پہلی کو طلاق دیدی پھر اس سے نکاح کیا تو اگرچہ اس سے ایک بار نکاح آخر میں کیا ہے مگر اس کو طلاق نہ ہوگی بلکہ دوسری کو ہوگی کہ جب اس سے پہلے ایک بار نکاح کیا تو یہ پہلی ہوچکی

---

(1) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۵، ص۶۴۴۔۶۴۶۔

(2) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۵، ص۶۴۶۔

اسے پچھلی نہیں کہہ سکتے، اگرچہ دوبارہ نکاح اس سے آخر میں ہوا ہے۔(3)

مسئلہ ۵: یہ کہا کہ اگر میں گھر میں جاؤں تو میری عورت کو طلاق ہے پھر قسم کھائی کہ عورت کو طلاق نہیں دیگا اسکے بعد گھر میں گیا تو عورت کو طلاق ہوگئی مگر قسم نہیں ٹوٹی اور اگر پہلے طلاق نہ دینے کی قسم کھائی پھر یہ کہا کہ اگر گھر میں جاؤں تو عورت کو طلاق ہے اور گھر میں گیا تو قسم بھی ٹوٹی اور طلاق بھی ہوگئی۔(4)

مسئلہ ٦: کسی شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کا وکیل بنایا پھر یہ قسم کھائی کہ عورت کو طلاق نہیں دیگا، اب اس قسم کے بعد وکیل نے اوس کی عورت کو طلاق دی تو قسم ٹوٹ گئی۔ یوہیں اگر عورت سے کہا تو اگر چاہے تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد قسم کھائی کہ طلاق نہ دے گا، قسم کھانے کے بعد عورت نے کہا میں نے طلاق چاہی تو طلاق بھی ہوگئی اور قسم بھی ٹوٹی۔(5)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا اور دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اگرچہ یہ کہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اپنی زبان سے ایجاب وقبول نہ کروں گا۔(6)

مسئلہ ۸: عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھے طلاق ہے اور مردہ یا کچا بچہ پیدا ہوا تو طلاق ہوگئی، ہاں اگر ایسا کچا بچہ پیدا ہوا جس کے اعضا نہ بنے ہوں تو طلاق نہ ہوئی۔(7)

مسئلہ ۹: جو میرا غلام فلاں بات کی خوشخبری سنائے وہ آزاد ہے اور متفرق طور پر (باری باری) کئی غلاموں نے آکر خبر دی تو پہلے جس نے خبر دی ہے وہ آزاد ہوگا کہ خوشخبری سنانے کے یہ معنی ہیں کہ خوشی کی خبر دینا جس کو وہ نہ جانتا ہو تو دوسرے اور تیسرے نے جو خبر دی یہ جاننے کے بعد ہے، لہٰذا آزاد نہ ہونگے اور جھوٹی خبر دی تو کوئی آزاد نہ ہوگا کہ جھوٹی خبر کو خوشخبری نہیں کہتے اور اگر سب نے ایک ساتھ خبر دی تو سب آزاد ہو جائینگے۔(8)

❁❁❁❁❁

(3) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۴، ص۵۷۵۔
والدرالمختار کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۵، ص٦۴٦۔
(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السابع فی الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۲، ص۱۱۱۔
(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السابع فی الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۲، ص۱۱۱۔
(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب السابع فی الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۲، ص۱۱۱۔
(7) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۴، ص۵۷۳۔
(8) تنویر الابصار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الطلاق والعتاق، ج۵، ص٦۴۹۔

خرید وفروخت ونکاح وغیرہ کی قسم

مسئلہ ۱: بعض عقد (یعنی بعض معاملات) اس قسم کے ہیں کہ اون کے حقوق اوسکی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے وہ عقد صادر ہو (واقع ہو) اور اس میں وکیل کو اسکی حاجت نہیں کہ یہ کہے میں فلاں کی طرف سے یہ عقد کرتا ہوں جیسے خریدنا، بیچنا، کرایہ پر دینا کرایہ پر لینا۔ اور بعض فعل ایسے ہیں جن میں وکیل کو موکل (وکیل بنانے والا) کی طرف نسبت کرنے کی حاجت ہوتی ہے جیسے مقدمہ لڑانا کہ وکیل کو کہنا پڑیگا کہ یہ دعویٰ میں اپنے فلاں موکل کی طرف سے کرتا ہوں اور بعض فعل ایسے ہوتے ہیں جن میں اصل فائدہ اوسی کو ہوتا ہے جو اوس فعل کا محل ہے یعنی جس پر وہ فعل واقع ہے جیسے اولاد کو مارنا۔ ان تینوں قسموں میں اگر خود کرے تو قسم ٹوٹے گی اور اس کے حکم سے دوسرے نے کیا تو نہیں مثلاً قسم کھائی کہ یہ چیز میں نہیں خریدوں گا اور دوسرے سے خریدوائی یا قسم کھائی کہ گھوڑا کرایہ پر نہیں دونگا اور دوسرے سے یہ کام لیا یا دعویٰ نہ کرونگا اور وکیل سے دعوےٰ کرایا یا اپنے لڑکے کو نہیں مارونگا اور دوسرے سے مارنے کو کہا تو ان سب صورتوں میں قسم نہیں ٹوٹی۔ اور جو عقد اس قسم کے ہیں کہ اون کے حقوق اوسکے لیے نہیں جس سے وہ عقد صادر ہوں کہ یہ شخص محض متوسط (معاملہ طے کرانے والا) ہوتا ہے بلکہ حقوق اوسکے لیے ہوں جس نے حکم دیا ہے اور جو موکل ہے جیسے نکاح، غلام آزاد کرنا، ہبہ، صدقہ، وصیت، قرض لینا، امانت رکھنا، عاریت دینا، عاریت لینا، یا جو فعل ایسے ہوں کہ اون کا نفع اور مصلحت حکم کرنے والے کے لیے ہے جیسے غلام کو مارنا، ذبح کرنا، دَین کا تقاضا، (قرض کا مطالبہ کرنا) دَین کا قبضہ کرنا، کپڑا پہننا، کپڑا سلوانا، مکان بنوانا تو ان سب میں خواہ خود کرلے یا دوسرے سے کرائے بہرحال قسم ٹوٹ جائیگی مثلاً قسم کھائی کہ نکاح نہیں کریگا اور کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کردیا اوس وکیل نے نکاح کردیا یا ہبہ وصدقہ و وصیت اور قرض لینے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے یہ کام انجام دیے یا قسم کھائی کہ کپڑا نہیں پہنے گا اور دوسرے سے کہا اوس نے پہنا دیا یا قسم کھائی کہ کپڑے نہیں سلوائے گا اس کے حکم سے دوسرے نے سلوائے یا مکان نہیں بنائیگا اور اسکے حکم سے دوسرے نے بنایا تو قسم ٹوٹ گئی۔(1)

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا اور نیت یہ ہے کہ نہ خود اپنے ہاتھ سے خریدے بیچے گا نہ دوسرے سے یہ کام لے گا اور دوسرے سے خریدوائی یا بیچوائی تو قسم ٹوٹ گئی کہ ایسی نیت کرکے اس نے خود اپنے اوپر

---

(1) فتح القدیر، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... الخ، ج۴، ص۴۴۹، وغیرہ۔

سختی کرلی۔ یوہیں اگرایسی نیت تونہیں ہے مگر یہ قسم کھانے والا اُن لوگوں میں ہے کہ ایسی چیز اپنے ہاتھ سے خریدتے بیچتے نہیں ہیں تو اب بھی دوسرے سے خریدوانے بیچوانے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر وہ شخص کبھی خود خریدتا اور کبھی دوسرے سے خریدواتا ہے تو اگر اکثر خود خریدتا ہے تو وکیل کے خریدنے سے نہیں ٹوٹے گی اور اگر اکثر خریدواتا ہے تو ٹوٹ جائیگی۔(2)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا اور دوسرے کی طرف سے خریدی یا بیچی تو قسم ٹوٹ گئی۔(3)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا اور بیع فاسد کے ساتھ خریدی یا بیچی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ قبضہ نہ ہوا ہو۔ یوہیں اگر بائع (بیچنے والے) یا مشتری (خریدار) نے اختیار واپسی کا اپنے لیے رکھا ہو جب بھی قسم ٹوٹ گئی۔ ہبہ واجارہ کا بھی یہی حکم ہے کہ فاسد سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔(4)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ یہ چیز نہیں بیچے گا اور اوس کو کسی معاوضہ کی شرط پر ہبہ کر دیا اور دونوں جانب سے قبضہ بھی ہوگیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(5)

مسئلہ ۶: صورت مذکورہ میں اگر بیع باطل کے ذریعہ سے خریدی یا بیچی یا خریدنے کے بعد قسم کھائی کہ اسے نہیں بیچے گا اور وہ چیز بائع کو پھیر دی یا عیب ظاہر ہوا اور پھیر دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔(6)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ نہیں بیچے گا اور کسی شخص نے بے اس کے حکم کے بیچ دی اور اس نے اوس کو جائز کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی ہاں اگر وہ قسم کھانے والا ایسا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ایسی چیز نہیں بیچتا ہے تو ٹوٹ گئی۔(7)

مسئلہ ۸: قسم کھائی کہ بیچنے کے لیے غلہ نہ خریدے گا اور گھر کے خرچ کے لیے خریدا پھر کسی وجہ سے بیچ ڈالا تو قسم

---

(2) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۴، ص ۵۸۰.
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۲، ص ۱۱۳.

(3) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۵۸.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۲، ص ۱۱۳.
والدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۶۳.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۲، ص ۱۱۳.

(6) المرجع السابق.

(7) المرجع السابق.

نہیں ٹوٹی۔(8)

مسئلہ ۹: قسم کھائی کہ مکان نہیں بیچے گا اور اوسے عورت کے مہر میں دیا اس میں دوصورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مکان ہی مہر ہو کہ نکاح میں یہ کہا ہو کہ بعوض اس مکان کے تیرے نکاح میں دی جب تو نہیں ٹوٹی اور اگر روپے کا مہر بندھا تھا مثلاً اتنے سو یا اتنے ہزار روپے دین مہر کے عوض تیرے نکاح میں دی اور روپے کے عوض اس نے مکان دیدیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(9)

مسئلہ ۱۰: قسم کھائی کہ فلاں سے نہیں خریدے گا اور اوس سے بیع سلم کے ذریعہ سے کوئی چیز خریدی تو قسم ٹوٹ گئی۔(10)

مسئلہ ۱۱: قسم کھائی کہ یہ جانور بیچ ڈالے گا اور وہ چوری ہوگیا تو جب تک اوس کے مرنے کا یقین نہ ہو قسم نہیں ٹوٹے گی۔(11)

مسئلہ ۱۲: کسی چیز کا بھاؤ کیا (قیمت لگائی) بائع نے کہا میں بارہ روپے سے کم میں نہیں دونگا اس نے کہا اگر میں بارہ روپیہ میں لوں تو میری عورت کو طلاق ہے پھر وہی چیز تیرہ میں یا بارہ روپے اور کوئی کپڑا وغیرہ روپے پر اضافہ کر کے خریدی یعنی بارہ سے زیادہ دیے تو طلاق ہوگئی اور اگر گیارہ روپے اور ان کے ساتھ کچھ کپڑا وغیرہ دیا تو نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۳: قسم کھائی کہ کپڑا نہیں خریدے گا اور کملی یا ٹاٹ یا بچھونا یا ٹوپی یا قالین خریدا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ نیا کپڑا نہیں خریدے گا تو استعمالی کپڑا، بے دُھلا ہوا بھی خریدنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔(13) مگر بعض کپڑے اس زمانہ میں ایسے ہیں کہ اون کے دُھلنے کی نوبت نہیں آتی وہ اگر اتنے استعمالی ہیں کہ اونھیں پرانا کہتے ہوں تو پرانے ہیں۔

مسئلہ ۱۴: قسم کھائی کہ سونا چاندی نہیں خریدونگا اور ان کے برتن یا زیور خریدے تو قسم ٹوٹ گئی اور روپیہ یا اشرفی

---

(8) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۴، ص۵۸۱.

(9) البحرالرائق کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۴، ص۵۸۱.
وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۵، ص۶۵۸.

(10) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۴، ص۵۸۱.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع...إلخ، ج۲، ص۱۱۳.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع...إلخ، ج۲، ص۱۱۳.

(13) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ ج۴، ص۵۸۱.

خریدی تو نہیں کہ ان کے خریدنے کو عرف میں سونا چاندی خریدنا نہیں کہتے۔ یوہیں قسم کھائی کہ تانبا نہیں خریدیگا اور پیسے مول لیے (یعنی تانبے کے بنے ہوئے سکے خریدے) تو نہیں ٹوٹی۔(14)

مسئلہ ۱۵: قسم کھائی کہ جَو نہ خریدے گا اور گیہوں خریدے ان میں کچھ دانے جَو کے بھی ہیں تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر اینٹ، تختہ، کڑی (شہتیر) وغیرہ کے نہ خریدنے کی قسم کھائی اور مکان خریدا، جس میں یہ سب چیزیں ہیں تو نہیں ٹوٹی۔(15)

مسئلہ ۱۶: قسم کھائی کہ گوشت نہیں خریدیگا اور زندہ بکری خریدی یا قسم کھائی کہ دودھ نہیں خریدیگا اور بکری وغیرہ کوئی جانور خریدا جس کے تھن میں دودھ ہے تو قسم نہیں ٹوٹی۔(16)

مسئلہ ۱۷: قسم کھائی کہ پیتل یا تانبا نہیں خریدے گا اور ان کے برتن طشت (تھال) وغیرہ خریدے تو قسم ٹوٹ گئی۔(17)

مسئلہ ۱۸: قسم کھائی کہ تیل نہیں خریدے گا اور نیت کچھ نہ ہو تو وہ تیل مراد لیا جائیگا جس کے استعمال کی وہاں عادت ہو خواہ کھانے میں یا سر کے ڈالنے میں۔(18)

مسئلہ ۱۹: قسم کھائی کہ فلاں عورت سے نکاح نہ کریگا اور نکاح فاسد کیا مثلاً بغیر گواہوں کے یا عدت کے اندر تو قسم نہیں ٹوٹی کہ نکاح فاسد نکاح نہیں۔(19)

مسئلہ ۲۰: قسم کھائی کہ لڑکے یا لڑکی کا نکاح نہ کریگا اور نابالغ ہوں تو خود کرے یا دوسرے کو وکیل کردے دونوں صورتوں میں قسم ٹوٹ گئی اور بالغ ہوں تو خود پڑھانے سے ٹوٹے گی دوسرے کو وکیل کرنے سے نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۱: قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا پھر یہ پاگل یا بوہرا ہوگیا اور اس کے باپ نے نکاح کردیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(21)

---

(14) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ ج ۴، ص ۵۸۱.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع... إلخ، ج ۲، ص ۱۱۵.

(16) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ ج ۴، ص ۵۸۱.

(17) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ ج ۴، ص ۵۸۱.

(18) المرجع السابق.

(19) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، ج ۵، ص ۶۷۳.

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، مطلب حلف لا یزوج عبدہ، ج ۵، ص ۶۶۲.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع... إلخ، ج ۲، ص ۱۱۸.

مسئلہ ۲۲: قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا اور قسم سے پہلے فضولی نے نکاح کیا تھا اور بعد قسم اس نے نکاح کو جائز کر دیا تو نہیں ٹوٹی اور قسم کے بعد فضولی نے نکاح کر دیا ہے تو اگر قول سے جائز کریگا ٹوٹ جائیگی اور فعل سے جائز کیا مثلاً عورت کے پاس مہر بھیج دیا تو نہیں ٹوٹی اور اگر فضولی یا وکیل نے نکاح فاسد کیا ہے تو نہیں ٹوٹے گی۔(22)

مسئلہ ۲۳: نکاح نہ کرنے کی قسم کھائی اور کسی نے مجبور کر کے نکاح کرایا تو قسم ٹوٹ گئی۔(23)

مسئلہ ۲۴: قسم کھائی کہ اتنے سے زیادہ مہر پر نکاح نہ کریگا اور اوتنے ہی پر نکاح کیا، بعد کو مہر میں اضافہ کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(24)

مسئلہ ۲۵: قسم کھائی کہ پوشیدہ نکاح کریگا اور دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا تو نہیں ٹوٹی اور تین کے سامنے کیا تو ٹوٹ گئی۔(25)

مسئلہ ۲۶: قسم کھائی کہ فلاں کو قرض نہ دیگا اور بغیر مانگے اس نے قرض دیا اوس نے لینے سے انکار کر دیا جب بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ فلاں سے قرض نہ لے گا اور اس نے مانگا اوس نے نہ دیا قسم ٹوٹ گئی۔(26)

مسئلہ ۲۷: قسم کھائی کہ فلاں سے کوئی چیز عاریت نہ لے گا، اوس نے اپنے گھوڑے پر اسے بٹھا لیا تو نہیں ٹوٹی۔(27)

مسئلہ ۲۸: قسم کھائی کہ اس قلم سے نہیں لکھے گا اور اوسے توڑ کر دوبارہ بنایا اور لکھا قسم ٹوٹ گئی کہ عرف میں اوس ٹوٹے ہوئے کو بھی قلم کہتے ہیں۔(28)

---

(22) المرجع السابق، ص ۱۱۷۔

(23) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الایمان، باب من الایمان، فصل فی التزویج، ج ۱، ص ۳۰۰۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع...إلخ، ج ۲، ص ۱۱۸۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع...إلخ، ج ۲، ص ۱۱۹۔

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع...إلخ، ج ۲، ص ۱۱۹۔

(27) المرجع السابق۔

(28) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول...إلخ، مطلب الایمان مبنیۃ...إلخ، ج ۵، ص ۵۵۶۔

نماز وروزہ وحج کی قسم کا بیان

مسئلہ ۱: نماز نہ پڑھنے یا روزہ نہ رکھنے یا حج نہ کرنے کی قسم کھائی اور فاسد ادا کیا تو قسم نہیں ٹوٹی جبکہ شروع ہی سے فاسد ہو مثلاً بغیر طہارت نماز پڑھی یا طلوع فجر کے بعد کھانا کھایا اور روزہ کی نیت کی۔ اور اگر شروع صحت کے ساتھ(1) کیا بعد کو فاسد کر دیا مثلاً ایک رکعت نماز پڑھ کر توڑ دی یا روزہ رکھ کر توڑ دیا اگر چہ نیت کرنے کے تھوڑے ہی بعد توڑ دیا تو قسم ٹوٹ گئی۔(2)

مسئلہ ۲: نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی اور قیام وقراءت ورکوع کر کے توڑ دی تو قسم نہیں ٹوٹی اور سجدہ کر کے توڑی تو ٹوٹ گئی۔(3)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھے گا تو جب تک قعدہ اخیرہ میں التحیات نہ پڑھ لے قسم نہ ٹوٹے گی یعنی اس سے قبل فاسد کرنے میں قسم نہیں ٹوٹی۔(4)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ کسی کی امامت نہ کریگا اور تنہا شروع کردی پھر لوگوں نے اس کی اقتدا کرلی مگر اس نے امامت کی نیت نہ کی تو مقتدیوں کی نماز ہوجائیگی اگر چہ جمعہ کی نماز ہو اور اس کی قسم نہ ٹوٹی۔ یوہیں اگر جنازہ یا سجدہ تلاوت میں لوگوں نے اسکی اقتدا کی جب بھی قسم نہ ٹوٹی اور اگر قسم کے یہ لفظ ہوں کہ نماز میں امامت نہ کرونگا تو نماز جنازہ میں امامت کی نیت سے بھی نہیں ٹوٹے گی۔(5)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا اور اوس کی اقتدا کی مگر پیچھے کھڑا نہ ہوا بلکہ برابر دہنے یا بائیں کھڑے ہو کر نماز پڑھی یا قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ نماز نہ پڑھے گا اور اس کی اقتدا کی اگر چہ ساتھ نہ کھڑا ہوا بلکہ پیچھے کھڑا ہوا قسم ٹوٹ گئی۔(6)

---

(1) یعنی تمام شرائط وارکان کی پابندی کے ساتھ۔

(2) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، مطلب حلف لایصوم...إلخ، ج۵، ص۶۸۲.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب التاسع فی الیمین فی الحج...إلخ، ج۲، ص۱۲۱.

(4) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۵، ص۶۸۶.

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، مطلب حلف لایؤم أحدا، ج۵، ص۶۸۶.

(6) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع...إلخ، ج۴، ص۶۰۰، ۶۰۱.

مسئلہ ۶: قسم کھائی کہ نماز وقت گزار کر نہ پڑھے گا اور سو گیا یہاں تک کہ وقت ختم ہوگیا اگر وقت آنے سے پہلے سویا اور وقت جانے کے بعد آنکھ کھلی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور وقت ہو جانے کے بعد سویا تو ٹوٹ گئی۔(7)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ فلاں نماز جماعت سے پڑھے گا اور آدھی سے کم جماعت سے ملی یعنی چار یا تین رکعت والی میں ایک رکعت جماعت سے پائی یا قعدہ میں شریک ہوا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ جماعت کا ثواب پائے گا۔(8)

مسئلہ ۸: عورت سے کہا، اگر تو نماز چھوڑے گی تو تجھ کو طلاق اور نماز قضا ہوگئی مگر پڑھ لی تو طلاق نہ ہوئی کہ عرف میں نماز چھوڑنا اسے کہتے ہیں کہ بالکل نہ پڑھے اگرچہ شرعاً قصداً (جان بوجھ کر) قضا کر دینے کو بھی چھوڑنا کہتے ہیں۔(9)

مسئلہ ۹: قسم کھائی کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے گا اور مسجد بڑھائی گئی اوس نے اوس حصہ میں نماز پڑھی جو زیادہ کیا گیا ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم میں یہ کہا فلاں محلہ کی مسجد یا فلاں شخص کی مسجد میں نماز نہ پڑھیگا اور مسجد میں کچھ اضافہ ہوا اوس نے اس جگہ پڑھی جب بھی ٹوٹ گئی۔(10)

❁❁❁❁❁

(7) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، مطلب حلف لایلزم أحدا، ج۵، ص۶۸۸۔

(8) شرح الوقایۃ مع حاشیۃ عمدۃ الرعایۃ، کتاب الایمان، ج۲، ص۲۶۳۔

(9) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، مطلب حلف لایلزم أحدا، ج۵، ص۶۸۸۔

(10) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، ج۴، ص۶۰۲۔

لباس کے متعلق قسم کا بیان

مسئلہ ۱: قسم کھائی کہ اپنی عورت کے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا نہ پہنے گا اور عورت نے سوت کاتا اور وہ بُن کر کپڑا طیار ہوا اگر وہ روئی جس کا سوت بنا ہے قسم کھاتے وقت شوہر کی تھی تو پہننے سے قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا نہ پہنے گا اور کچھ اوس کا کاتا ہے اور کچھ دوسرے کا دونوں کو ملا کر کپڑا بُنوایا تو قسم نہ ٹوٹی اور اگر کل سوت اوسی کا کاتا ہوا ہے دوسرے کے کاتے ہوئے ڈورے سے کپڑا سیا گیا ہے تو قسم ٹوٹ گئی۔ (1)

مسئلہ ۲: انگرکھا، اچکن (ایک قسم کا لباس جو کوٹ کی طرح ہوتا ہے)، شیروانی تینوں میں فرق ہے لہٰذا اگر قسم کھائی کہ شیروانی نہ پہنے گا تو انگرکھا پہننے سے قسم نہ ٹوٹی۔ یوہیں قمیص اور کُرتے میں بھی فرق ہے لہٰذا ایک کی قسم کھائی اور دوسرا پہنا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ عربی میں قمیص کُرتے کو کہتے ہیں۔ یوہیں پتلون اور پاجامہ میں بھی فرق ہے اگرچہ انگریزی میں پتلون پاجامہ ہی کو کہتے ہیں۔ یوہیں بوٹ نہ پہننے کی قسم کھائی اور ہندوستانی جوتا پہنا قسم نہ ٹوٹی کہ اس کو بوٹ نہیں کہتے۔

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ کپڑا نہیں پہنے گا یا نہیں خریدے گا تو مراد اتنا کپڑا ہے جس سے ستر چھپا سکیں اور اُس کو پہن کر نماز جائز ہوسکے اس سے کم مثلاً ٹوپی پہننے میں نہیں ٹوٹے گی اور اگر عمامہ باندھا اور وہ اتنا ہے کہ ستر اُس سے چھپ سکے تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔ یوہیں ٹاٹ یا دری یا قالین پہن لینے یا خریدنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور پوستین (چمڑے کا کوٹ) سے ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر قسم کھائی کہ کُرتا نہ پہنے گا اور اس صورت میں کُرتے کو تہبند کی طرح باندھ لیا یا چادر کی طرح اوڑھ لیا تو نہیں ٹوٹی اور اگر کہا کہ یہ کُرتا نہیں پہنے گا تو کسی طرح پہنے قسم ٹوٹ جائیگی۔ (2)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ زیور نہیں پہنے گا تو چاندی سونے کے ہر قسم کے گہنے (ایک قسم کا زیور) اور موتیوں یا جواہر کے ہار اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے قسم ٹوٹ جائیگی اور چاندی کی انگوٹھی سے نہیں جبکہ ایک نگ (نگینہ) کی ہو اور کئی

---

(1) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی اللبس ... إلخ، ج ۴، ص ۶۰۴.

وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی اللبس ... إلخ، مطلب فی الفرق بین تعیین ... إلخ، ج ۵، ص ۲۹۱.

(2) ردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی اللبس ... إلخ، مطلب حلف لایلبس حلیا، ج ۵، ص ۲۹۴.

والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی اللبس ... إلخ، ج ۴، ص ۶۰۶.

نگ کی ہوتو اس سے بھی ٹوٹ جائیگی۔ یوہیں اگر اُس پر سونے کا ملمع (سونے کا پانی چڑھایا ہوا) ہوتو ٹوٹ جائیگی۔(3)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھے گا اور زمین پر کوئی چیز بچھا کر بیٹھا مثلاً تختہ یا چٹرا یا بچھونا یا چٹائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر بغیر بچھائے ہوئے بیٹھ گیا اگرچہ کپڑا پہنے ہوئے ہے جس کی وجہ سے اس کا بدن زمین سے نہ لگا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کپڑے اوتار کر خود اس کپڑے پر بیٹھا تو نہیں ٹوٹی کہ اسے زمین پر بیٹھنا نہ کہیں گے اور اگر گھاس پر بیٹھا تو نہیں ٹوٹی جبکہ زیادہ ہو۔(4)

مسئلہ ۶: قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہیں سوئے گا اور اس پر دوسرا بچھونا اور بچھا دیا اور اوس پر سویا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صرف چادر بچھائی تو ٹوٹ گئی۔ اس چٹائی پر نہ سونے کی قسم کھائی تھی اس پر دوسری چٹائی بچھا کر سویا تو نہیں ٹوٹی اور اگر یوں کہا تھا کہ بچھونے پر نہیں سوئے گا تو اگرچہ اوس پر دوسرا بچھونا بچھا دیا ہو، ٹوٹ جائے گی(5)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ اس تخت پر نہیں بیٹھے گا اور اُس پر دوسرا تخت بچھا لیا تو نہیں ٹوٹی اور بچھونا یا بوریا بچھا کر بیٹھا تو ٹوٹ گئی۔ ہاں اگر یوں کہا کہ اس تخت کے تختوں پر نہ بیٹھے گا تو اوس پر بچھا کر بیٹھنے سے نہیں ٹوٹے گی۔(6)

مسئلہ ۸: قسم کھائی کہ زمین پر نہیں چلے گا تو جوتے یا موزے پہن کر یا پتھر پر چلنے سے ٹوٹ جائیگی اور بچھونے پر چلنے سے نہیں۔(7)

مسئلہ ۹: قسم کھائی کہ فلاں کے کپڑے یا بچھونے پر نہیں سوئے گا اور بدن کا زیادہ حصہ اوس پر کر کے سو گیا ٹوٹ گئی۔(8)

❁❁❁❁❁

(3) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۹۳، وغیرہ.

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، مطلب حلف لا یجلس ... إلخ، ج ۵، ص ۶۹۴.

(5) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۹۳.

والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۴، ص ۶۰۶.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب العاشر فی الیمین فی لبس ... إلخ، ج ۲، ص ۱۲۷.

(6) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۹۵.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب العاشر فی الیمین فی لبس ... إلخ، ج ۲، ص ۱۲۷.

(7) الدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج ۵، ص ۶۹۵.

(8) المرجع السابق، ص ۶۹۶.

مارنے کے متعلق قسم کا بیان

مسئلہ ۱: جو فعل ایسا ہے کہ اوس میں مردہ و زندہ دونوں شریک ہیں یعنی دونوں کے ساتھ متعلق ہوسکتا ہے تو اس میں زندگی و موت دونوں حالتوں میں قسم کا اعتبار ہے جیسے نہلانا کہ زندہ کو بھی نہلا سکتے ہیں اور مردہ کو بھی۔ اور جو فعل ایسا ہے کہ زندگی کے ساتھ خاص ہے اوس میں خاص زندگی کی حالت کا اعتبار ہوگا مرنے کے بعد کرنے سے قسم ٹوٹ جائیگی یعنی جبکہ اوس فعل کے کرنے کی قسم کھائی۔ اور اگر نہ کرنے کی قسم کھائی اور مرنے کے بعد وہ فعل کیا تو نہیں ٹوٹے گی۔ جیسے وہ فعل جس سے لذت یا رنج یا خوشی ہوتی ہے کہ ظاہر میں یہ زندگی کے ساتھ خاص ہیں اگرچہ شرعاً مردہ بھی بعض چیزوں سے لذت پاتا ہے اور اوسے بھی رنج و خوشی ہوتی ہے مگر ظاہر بیں نگاہیں (ظاہر و موجود چیزیں دیکھنے والی نگاہیں) اوس کے ادراک سے (یعنی دیکھنے سے) قاصر ہیں اور قسم کا مدار (انحصار) حقیقت شرعیہ پر نہیں بلکہ عرف پر ہے لہٰذا ایسے افعال (معاملات) میں خاص زندگی کی حالت معتبر ہے۔ اس قاعدہ کے متعلق بعض مثالیں سنو: مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کو نہیں نہلائے گا یا نہیں اوٹھائے گا یا کپڑا نہیں پہنائے گا اور مرنے کے بعد اوسے غسل دیا یا اوس کا جنازہ اُٹھایا یا اوسے کفن پہنایا تو قسم ٹوٹ گئی کہ یہ فعل اوس کی زندگی کے ساتھ خاص نہ تھے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ماروںگا یا اوس سے کلام کروںگا یا اوس کی ملاقات کو جاؤں گا یا اوسے پیار کروںگا اور یہ افعال اُس کے مرنے کے بعد کیے یعنی اُسے مارا یا اُس سے کلام کیا یا اُس کے جنازہ یا قبر پر گیا یا اُسے پیار کیا تو قسم ٹوٹ گئی کہ اب وہ ان افعال کا محل نہ رہا۔(1)

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہیں مارے گا اور اوس کے بال پکڑ کر کھینچے یا اوس کا گلا گھونٹ دیا یا دانت سے کاٹ لیا یا چٹکی لی اگر یہ افعال غصہ میں ہوئے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر ہنسی ہنسی میں ایسا ہوا تو نہیں۔ یوہیں اگر دل لگی میں مرد کا سر عورت کے سر سے لگا اور عورت کا سر ٹوٹ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(2)

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ تجھے اتنا ماروں گا کہ مرجائے۔ ہزاروں گھونسے ماروں گا تو اس سے مراد مبالغہ ہے نہ کہ مار ڈالنا یا ہزاروں گھونسے مارنا۔ اور اگر کہا کہ مارتے مارتے بیہوش کردوں گا یا اتنا ماروں گا کہ رونے لگے یا چلانے لگے یا

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب... الخ، مطلب ترد الحیاۃ... الخ، ج۵، ص۲۹۶، وغیرہما.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الحادی عشر فی الیمین فی الضرب... الخ، ج۲، ص۱۲۸.

والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب... الخ، ج۴، ص۶۰۹.

پیشاب کردے تو قسم اوس وقت سچی ہوگی کہ جتنا کہا اوتنا ہی مارے اور اگر کہا کہ تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ مرجائے تو یہ مبالغہ نہیں بلکہ مارڈالنے سے قسم پوری ہوگی۔(3)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ اوسے تلوار سے ماروں گا اور نیت کچھ نہ ہو اور تلوار پٹ کرکے (چوڑی کرکے) اوسے مار دی تو قسم پوری ہوگئی اور تلوار میان میں تھی ویسے ہی میان سمیت اوسے ماردی تو قسم پوری نہ ہوئی ہاں اگر تلوار نے میان کو کاٹ کر اوس شخص کو زخمی کردیا تو قسم پوری ہوگئی۔ اور اگر نیت یہ ہے کہ تلوار کی دھار کی طرف سے مارے گا تو پٹ کر کے مارنے سے قسم پوری نہ ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ اوسے کلہاڑی یا تبر (کلہاڑا) سے مارونگا اور اوس کے بینٹ (دستہ) سے مارا تو قسم پوری نہ ہوئی۔(4)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ سو ۱۰۰ کوڑے ماروں گا اور سو ۱۰۰ کوڑے جمع کرکے ایک مرتبہ میں مارا کہ سب اوس کے بدن پر پڑے تو قسم سچی ہوگئی جبکہ اوسے چوٹ بھی لگے اور اگر صرف چھوا دیا کہ چوٹ نہ لگی تو قسم پوری نہ ہوئی۔(5)

مسئلہ ۶: کسی سے کہا اگر تم مجھے ملے اور میں نے تمھیں نہ مارا تو میری عورت کو طلاق ہے اور وہ شخص ایک میل کے فاصلہ سے اسے دکھائی دیا یا وہ چھت پر ہے اور یہ اوس پر چڑھ نہیں سکتا تو طلاق واقع نہ ہوئی۔(6)

❁❁❁❁❁

---

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الحادی عشر فی الیمین فی الضرب... إلخ، ج۲، ص۱۲۹.
والدرالمختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... إلخ، ج۵، ص۷۰۰.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الحادی عشر فی الیمین فی الضرب... إلخ، ج۲، ص۱۲۹.
والبحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب... إلخ، ج۴، ص۶۱۰.

(5) البحرالرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب... إلخ، ج۴، ص۶۰۹.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الحادی عشر فی الیمین فی الضرب... إلخ، ج۲، ص۱۳۰.

ادائے دَین وغیرہ کے متعلق قسم کا بیان

مسئلہ ۱: قسم کھائی کہ اوس کا قرض فلاں روز ادا کر دوں گا اور کھوٹے (کھوٹے) روپے یا بڑی گولی کا روپیہ(1) جو دوکاندار نہیں لیتے اوس نے قرض میں دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اوس روز روپیہ لیکر اوس کے مکان پر آیا مگر وہ ملا نہیں تو قاضی کے پاس داخل کر آئے ورنہ قسم ٹوٹ جائیگی۔ اگر یہ روپے اوسے دیتا ہے مگر وہ انکار کرتا ہے، نہیں لیتا تو اگر اوس کے پاس اتنے قریب رکھ دیے کہ لینا چاہے تو ہاتھ بڑھا کر لے سکتا ہے تو قسم پوری ہوگئی۔(2)

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ فلاں روز اوس کے روپے ادا کر دونگا اور وقت پورا ہونے سے پہلے اوس نے معاف کر دیا یا اوس دن کے آنے سے پہلے ہی اس نے ادا کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر قسم کھائی کہ یہ روٹی کل کھائیگا اور آج ہی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر قرض خواہ نے قسم کھائی کہ فلاں روز روپیہ وصول کرلوں گا اور اوس دن کے پہلے معاف کر دیا یا ہبہ کر دیا تو نہیں ٹوٹی اور اگر دن مقرر نہ کیا تھا تو ٹوٹ گئی۔(3)

مسئلہ ۳: قرض خواہ نے قسم کھائی کہ بغیر اپنا حق لیے تجھے نہ چھوڑونگا پھر قرضدار سے اپنے روپے کے بدلے میں کوئی چیز خرید لی اور چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ یوہیں اگر کسی عورت پر روپے تھے اور قسم کھائی کہ بغیر حق لیے نہ ہٹوں گا اور وہیں رہا یہاں تک کہ اوس روپے کو مہر قرار دے کر عورت سے نکاح کر لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(4)

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ بغیر اپنا لیے تجھ سے جدا نہ ہوں گا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے کہ یہ اُسے دیکھ رہا ہے اور اوس کی حفاظت میں ہے تو اگرچہ کچھ فاصلہ ہو مگر جدا ہونا نہ پایا گیا۔ یوہیں اگر مسجد کا ستون درمیان میں حائل (رکاوٹ، آڑ) ہو یا ایک مسجد کے اندر ہے دوسرا باہر اور مسجد کا دروازہ کھلا ہوا ہے کہ اوسے دیکھتا ہے تو جدا نہ ہوا اور اگر مسجد کی دیوار درمیان میں حائل ہے کہ اُسے نہیں دیکھتا اور ایک مسجد میں ہے اور دوسرا باہر تو جدا ہوگیا اور قسم ٹوٹ گئی۔ اور اگر قرضدار

---

(1) برصغیر میں برطانیہ کی حکومت میں ملکہ وکٹوریہ کی تصویر کا جوڑے وار روپیہ جو خالص چاندی کا ہوتا تھا۔

(2) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج۵، ص۷۰۳۔

والبحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب ... إلخ، ج۴، ص۶۱۲۔

(3) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع ... إلخ، ج۵، ص۷۰۶۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراھم، ج۲، ص۱۳۴۔

(4) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب ... إلخ، ج۴، ص۶۱۳، ۶۱۴۔

کو مکان میں کر کے باہر سے قفل (تالا) بند کر دیا اور دروازہ پر بیٹھا ہے اور کنجی اس کے پاس ہے تو جدا نہ ہوا۔ اور اگر قرضدار نے اسے پکڑ کر مکان میں بند کر دیا اور کنجی قرضدار کے پاس ہے تو قسم ٹوٹ گئی۔(5)

مسئلہ ۵: قسم کھائی کہ اپنا روپیہ اوس سے وصول کرونگا تو اختیار ہے کہ خود وصول کرے یا اس کا وکیل اور خواہ خود اوسی سے لے یا اوس کے وکیل یا ضامن سے یا اوس سے جس پر اوس نے حوالہ کر دیا بہر حال قسم پوری ہو جائے گی۔(6)

مسئلہ ۶: قرض خواہ قرضدار کے دروازہ پر آیا اور قسم کھائی کہ بغیر لیے نہ ہٹوں گا اور قرضدار نے آکر اوسے دھکا دیکر ہٹا دیا مگر اوس کے ڈھکیلنے سے ہٹا خود اپنے قدم سے نہ چلا اور جب اُس جگہ سے ہٹا دیا گیا اب اوس کے بعد بغیر لیے چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ وہاں سے خود نہ ہٹا۔(7)

مسئلہ ۷: قسم کھائی کہ میں اپنا کُل روپیہ ایک دفعہ لوں گا تھوڑا تھوڑا نہیں لوں گا اور ایک ہی مجلس میں دس دس یا پچیس پچیس گن گن کر اسے دیتا گیا اور یہ لیتا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی یعنی گننے میں جو وقفہ ہوا اس کا قسم میں اعتبار نہیں اور اس کو تھوڑا تھوڑا لینا نہ کہیں گے۔ اور اگر تھوڑے تھوڑے روپے لیے تو قسم ٹوٹ جائیگی مگر جب تک کہ کُل روپیہ پر قبضہ نہ کرلے نہیں ٹوٹے گی یعنی جس وقت سب روپے پر قبضہ ہو جائیگا اوس وقت ٹوٹے گی اوس سے پہلے اگرچہ کئی مرتبہ تھوڑے تھوڑے لیے ہیں مگر قسم نہیں ٹوٹی تھی۔(8)

مسئلہ ۸: کسی نے کہا اگر میرے پاس مال ہو تو عورت کو طلاق ہے اور اوس کے پاس مکان اور اسباب ہیں جو تجارت کے لیے نہیں تو طلاق نہ ہوئی۔(9)

مسئلہ ۹: قسم کھائی کہ یہ چیز فلاں کو ہبہ کرونگا اور اس نے ہبہ کیا مگر اوس نے قبول نہ کیا تو قسم سچی ہو گئی اور اگر قسم کھائی کہ اوس کے ہاتھ بیچوں گا اور اُس نے کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی مگر اوس نے قبول نہ کی تو قسم ٹوٹ گئی۔(10)

---

(5) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب... الخ، ج ۴، ص ۶۱۵.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراھم، ج ۲، ص ۱۳۴.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراھم، ج ۲، ص ۱۳۴، ۱۳۵.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراھم، ج ۲، ص ۱۳۴، ۱۳۵.
والدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... الخ، ج ۵، ص ۷۰۷.

(9) الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی البیع... الخ، ج ۵، ص ۷۰۹.

(10) المرجع السابق، ص ۷۱۴.

مسئلہ ۱۰: قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھے گا اور بلا قصد ناک میں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی اور قصداً سونگھی تو ٹوٹ گئی۔(11)

مسئلہ ۱۱: قسم کھائی کہ فلاں شخص جو حکم دے گا بجالاؤں گا اور جس چیز سے منع کرے گا باز رہوں گا اور اوس نے بی بی کے پاس جانے سے منع کر دیا اور یہ نہیں مانا اگر وہاں کوئی قرینہ ایسا تھا جس سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ اس سے منع کریگا تو اس سے بھی باز آؤں گا جب تو قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔(12)

❀❀❀❀❀

(11) البحر الرائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب...، ج ۴، ص ۶۲۰، وغیرہ۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراھم، ج ۲، ص ۱۳۹۔

حدود کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾﴾(1)

اور اللہ (عزوجل) کے بندے وہ کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہیں کرتے اور اوس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے خدا نے حرام کیا اور زنا نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائیگا قیامت کے دن اُس پر عذاب بڑھایا جائے گا اور ہمیشہ ذلت کے ساتھ اوس میں رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ (عزوجل) ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیگا اور اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾﴾(2)

جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا باندیوں سے اون پر ملامت نہیں اور جو اس کے سوا کچھ اور چاہے تو وہ حد سے گزرنے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾﴾(3)

زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ

(1) پ۱۹، الفرقان ۶۸۔۷۰۔

(2) پ۱۸، المؤمنون ۵۔۷۔

(3) پ۱۵، بنی اسرائیل ۳۲۔

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ (4)

عورت زانیہ اور مرد زانی ان میں ہر ایک کو سو ۱۰۰ کوڑے مارو اور تمھیں اون پر ترس نہ آئے، اللہ (عزوجل) کے دین میں اگر تم اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ اون کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (5)

اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پارسائی چاہیں (اس لیے مجبور کرتے ہو) کہ دُنیا کی زندگی کا کچھ سامان حاصل کرو اور جو اون کو مجبور کرے تو بعد اس کے کہ مجبور کی گئیں، اللہ (عزوجل) اون کو بخشنے والا مہربان ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(4) پ۱۸، النور ۲.

(5) پ۱۸، النور ۳۳.

احادیث

حدیث ۱: ابن ماجہ عبداللہ بن عمر اور نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ (عزوجل) کی حدود میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس ۴۰ رات کی بارش سے بہتر ہے۔ (1)

(1) سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود، الحدیث ۲۵۳۷، ج ۳، ص ۲۱۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں چالیس رات کی مسلسل موسلا دھار بارش مراد نہیں کہ وہ تو مضر ہے بلکہ چالیس دن کی مفید بارش مراد ہے جو ٹھہر ٹھہر کر بقدر ضرورت ہو، سزائیں جرموں کی روک، امان کا قیام، آسمانی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ انسانوں کے گناہ کی وجہ سے بٹیریں اپنے گھونسلوں میں بھوکی مرجاتی ہیں یعنی ان کے گناہوں سے بارش نہیں ہوتی جس سے جانور بھی مصیبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں، بٹیر کا خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ بہت دور تک چگ آتی ہیں۔ چنانچہ بصرہ میں بٹیر ذبح ہو تو اس کے پیٹ سے سبز گندم نکلتی ہے حالانکہ بصرہ سے بہت دور گندم کی فصل ہوتی ہے کئی دن کے راہ پر۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۹۶)

حد نافذ کرنے کی برکات

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سیِّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو حد (یعنی شرعی احکام کے مطابق سزا) زمین میں قائم کی جاتی ہے وہ اہلِ زمین کے لئے صبح کی 30 بارشیں برسنے سے بہتر ہے۔

(سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب الترغیب فی اقامۃ الحد، الحدیث ۴۹۰۸، ص ۲۴۰۵، بتغیر)

ایک روایت میں ہے کہ رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: زمین پر حد قائم کرنا اہلِ زمین کے لئے 40 راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔ (سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب الترغیب فی اقامۃ الحد، الحدیث ۴۹۰۹، ص ۲۴۰۵)

حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس حد پر زمین میں عمل کیا جاتا ہے وہ اہلِ زمین کے لئے صبح کی 40 بارشیں برسنے سے زیادہ مفید ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب اقامۃ الحدود، الحدیث ۲۵۳۸، ص ۲۶۲۹)

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمین پر حد قائم کرنا اہلِ زمین کے لئے صبح کی 40 بارشوں سے بہتر ہے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، الحدیث ۴۳۸۱، ج ۶، ص ۲۹۰)

حضور نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حدود میں سے کوئی حد قائم کرنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے شہروں میں 40 راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب اقامۃ الحدود، الحدیث ۲۵۳۷، ص ۲۶۲۹)

حضور نبیِ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: عادل امام کا ایک دن 60 سال کی عبادت سے افضل ہے

حدیث ۲: ابن ماجہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (عزوجل) کی حدود کو قریب و بعید سب میں قائم کرو اور اللہ (عزوجل) کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمھیں نہ روکے۔ (2)

اور زمین میں حق کے مطابق جو حد قائم کی جاتی ہے وہ زمین پر (بسنے والوں کو) چالیس سال کی بارش سے زیادہ پاک کرنے والی ہوتی ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۹۳۲، ج ۱۱، ص ۲۶۷)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حدیں دُور ونزدیک (والوں) میں قائم کرو اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ (کے حکم) کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب اقامۃ الحدود، الحدیث ۲۵۴۰، ص ۲۶۲۹)

حدود میں سفارش جائز نہیں

حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب قریش کے نزدیک (فاطمہ بنت اسود) مخزومیہ کا معاملہ اہمیت اختیار کر گیا جس نے چوری کی تھی تو کہنے لگے: اس کے متعلق کون میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرے؟ کسی نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب حضرت سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت سیِّدُنا اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اُسامہ! کیا تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کیونکہ جب ان میں کوئی طاقتور چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق ۔۔۔ الخ، الحدیث ۱۶۸۸، ص ۹۲۶)

حدود قائم کرنے اور توڑنے والوں کی مثال

حضرتِ سیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ معظّم ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حدود کو قائم کرنے والوں اور توڑنے والوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے کشتی کے حصے باہم تقسیم کر لئے، بعض کو اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے والا۔ نیچے والوں کو جب پیاس لگتی تو اوپر والوں کے پاس جانا پڑتا۔ انہوں نے کہا ہم اپنے حصے میں سوراخ کر لیتے ہیں، اس سے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں گے۔ اگر اوپر والے ان کو چھوڑ دیتے ہیں تو تمام ہلاک ہو جائیں گے، لیکن اگر وہ ان کو روکتے ہیں تو یہ بھی بچ جائیں گے اور دیگر تمام لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب ہل یقرع فی القسمۃ والاستہام فیہ؟، الحدیث ۲۴۹۳، ص ۱۹۶)

2 سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود، الحدیث ۲۵۴۰، ج ۳، ص ۲۱۷۔

←

حدیث ۳: بخاری ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجہ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی تھی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر پیدا ہوگئی (کہ اس کو کس طرح حد سے بچایا جائے۔) آپس میں لوگوں نے کہا، کہ اس کے بارے میں کون شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سفارش کریگا؟ پھر لوگوں نے کہا، سوا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، غرض اسامہ نے سفارش کی، اس پر حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے پھر حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس خطبہ میں یہ فرمایا: کہ اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ اگر ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اوسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اوس پر حد قائم کرتے، قسم ہے خدا کی! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (والعیاذ باللہ تعالٰی) چوری کرتی تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (3)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی شہر میں رہنے والے مجرموں پر حد قائم کرو جو حاکم سے قریب رہتے ہیں اور دیہاتی لوگوں پر بھی حد قائم کرو جو حاکم سے دور رہتے ہیں یا جو تم سے رشتہ میں دور ہوں ان پر بھی حد قائم کرو، جو دور نہ ہوں ان پر بھی قائم کرو یا مالدار چودھری مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو مالداری کی بنا پر حکام سے قریب رہتے ہیں اور غریب مسکین مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو اپنی مفلسی کی وجہ سے حکام سے دور رہتے ہیں غرضکہ ہر مجرم پر قائم کرو۔

۲۔ یعنی شرعی سزائیں دینے میں کسی کافر، منافق، بے دینی کی لعنت ملامت کی پرواہ نہ کرو کسی کی رعایت نہ کرو کہ سخت سزاؤں سے ہی امن و امان قائم رہتی ہے ورنہ قوم کا وہ حال ہوتا ہے جو آج ہمارا ہے کہ نہ جان محفوظ ہے نہ مال نہ عزت آبرو یہ صرف اس لیے ہے کہ ہمارے ہاں سزائیں ہلکی ہیں وہ بھی بڑے لوگوں کو نہیں ملتیں۔ درود ہو اس ذات کریم پر جو ہم کو سب کچھ سکھا گئے اللہ تعالٰی عمل کی توفیق دے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۴۹۵)

(3) صحیح البخاري، کتاب أحادیث الانبیاء، باب (۵۶)، الحدیث ۳۴۷۵، ج۲، ص۴۶۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابو سلمٰی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔

۲۔ یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کردیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"۔

۳۔ حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ "مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا" وہ یہ ←

حدیث ۴: امام احمد و ابوداود عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

۴۔ یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا" لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے اور مقدمہ پیش ہوجانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

۵۔ اھلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل انھم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔

۶۔ یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کردیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

۷۔ بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہر حال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

۸۔ سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پاگئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج و عزیز و اقارب ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وبعلھا وعلیہا وابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے "اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ"۔

۹۔ اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے۔ (اشعہ و مرقات) ←

علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ جس کی سفارش حد قائم کرنے میں حائل ہوجائے (یعنی رکاوٹ بن جائے)، اوس نے اللہ (عزوجل) کی مخالفت کی اور جو جان کر باطل کے بارے میں جھگڑے، وہ ہمیشہ اللہ تعالٰی کی ناراضی میں ہے جب تک اُس سے جدا نہ ہوجائے اور جو شخص مومن کے متعلق ایسی چیز کہے جو اوس میں نہ ہو، اللہ تعالٰی اوسے ردغۃ الخبال میں اوس وقت تک رکھے گا جب تک اوس کے گناہ کی سزا پوری نہ ہولے۔ ردغۃ الخبال جہنم میں ایک جگہ ہے جہاں جہنمیوں کا خون اور پیپ جمع ہوگا۔ (4)

حدیث ۵: ابو داود ونسائی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حد کو آپس میں تم معاف کرسکتے ہو (یعنی جب تک اس کا مقدمہ میرے پاس پیش نہ ہو، تمھیں درگزر کرنے کا اختیار ہے) اور میری خدمت میں پہنچنے کے بعد واجب ہوجائے گی (یعنی اب ضرور قائم ہوگی)۔ (5)

۱۰۔ یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرادینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کرکے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکٰوۃ المصابیح، ج۵، ص۵۱۵)

(4) سنن أبي داود، کتاب الاقضیۃ، باب فیمن یعین علی خصومۃ... إلخ، الحدیث ۳۵۹۷، ج۳، ص۴۲۷.

(5) سنن أبي داود، کتاب الحدود، باب العفو عن الحدود... إلخ، الحدیث ۴۳۷۶، ج۴، ص۱۷۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ تعافوا میں خطاب عام پبلک کو ہے نہ کہ حکام یا بادشاہوں کو اور حدود سے مراد وہ جرم ہیں جو سبب حد ہیں یعنی حقوق العباد کے جرم حکام تک نہ پہنچاؤ، آپس میں ایک دوسرے سے معافی چاہ لو جیسے چور چوری کرکے مال کو مال واپس دے دے اس سے معافی چاہ لے حکومت تک اسے نہ جانے دے۔

۲۔ یعنی حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جانے پر معافی نہ ہوسکے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی سزا صرف حاکم دے سکتا ہے دوسرا نہیں دے سکتا، نیز حاکم کے پاس جرم پہنچنے سے پہلے لازم سزا نہیں مگر پہنچ جانے کے بعد لازم ہوجاتا ہے معاف نہیں ہوسکتا نہ حاکم کے معاف کرنے سے نہ صاحب حق کے معاف کرنے سے۔ خیال رہے کہ یہ امر استحبابی ہے اور چھپانا یا معاف کردینا وہاں ہی بہتر ہے جہاں اس سے فساد نہ ہو ورنہ سزا دلوا دینا نہایت ضروری ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں کہ ایک حد قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکٰوۃ المصابیح، ج۵، ص۶۷۴)

حدیث ۶: ابو داود اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: (اے ائمہ)! عزت داروں کی لغزشیں دفع کردو (یعنی معاف کردو)، مگر حدود کہ ان کو دفع نہیں کر سکتے۔ (6)

حدیث ۷: بخاری و مسلم ابو ہریرہ و زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ دو شخصوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ ایک نے کہا، ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرمایئے، دوسرے نے بھی کہا ہاں یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کیجئے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ ارشاد فرمایا: عرض کرو۔ اوس نے کہا میرا لڑکا اس کے یہاں مزدور تھا اوس نے اس کی عورت سے زنا کیا لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے لڑکے پر رجم ہے، میں نے سو ۱۰۰ بکریاں اور ایک کنیز اپنے لڑکے کے فدیہ میں دی پھر جب میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو اونھوں نے خبر دی کہ میرے لڑکے پر سو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائیگا اور اس کی عورت پر رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اوس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے!

میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور کنیز واپس کی جائیں اور تیرے لڑکے کو سو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کو شہر بدر کیا جائے۔ (اسکے بعد انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:) اے انیس! صبح کو تم اسکی عورت کے پاس جاؤ، وہ اقرار کرے تو رجم کردو۔ عورت نے اقرار کیا اور اوس کو رجم کیا۔ (7)

(6) سنن أبي داود، کتاب الحدود، باب في الحد یشفع فیہ، الحدیث ۴۳۷۵، ج۴، ص۱۷۸۔

(7) صحیح مسلم کتاب الحدود، باب من اعترف... الخ، الحدیث ۲۵۔(۱۶۹۷)، ص۹۳۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ آپ جہنی ہیں، مشہور صحابی ہیں، پچاسی سال عمر پائی، عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۷۸ھ میں وفات پائی، کوفہ میں فوت ہوئے وہاں ہی قبر شریف ہے۔ (اشعہ)

۲؎ شاید یہ دونوں حضرات کہیں باہر کے تھے جو آداب دربار عالیہ سے واقف نہ تھے اس لیے یہ عرض کیا ورنہ حضور کا فیصلہ کتاب اللہ پر موقوف نہیں جو زبان شریف سے نکلے وہ ہی فیصلہ شرعیہ ہے۔

۳؎ شاید یہ شخص دوسرے سے زیادہ قادر الکلام تھا یا اس کے بیٹے نے زنا کا اقرار کرلیا تھا اور دوسرے کی بیوی نے اقرار نہ کیا تھا اس لیے اس نے خیال کیا کہ بیانِ جرم کے لیے میں ہی موزوں ہوں۔

۴؎ علیٰ ھٰذا کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرچکا تھا اور اس کی مزدوری اس کے ذمہ لازم ہوچکی تھی، اگر لہٰذا ہوتا تو یہ مدعٰی حاصل نہ ہوتا۔ (مرقات) ←

حدیث ۸: صحیح بخاری شریف میں زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی

۵؎ یعنی بعض صحابہ نے میرے کنوارے بیٹے پر زنا کی وجہ سے رجم کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے، دیکھو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس نے صحابہ سے مسئلہ پوچھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مسئلہ میں غلطی ہوجائے تو افضل اس کی اصلاح کردے، دیکھو یہ مسئلہ غلط بتایا گیا تھا جس کی اصلاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔

۶؎ یہ ان صحابی کا اپنا اجتہاد تھا یہ سمجھے کہ جیسے قتل میں قاتل سو اونٹ فدیہ دے کر قصاص سے بچ سکتا ہے میرا بیٹا بھی اس فدیہ کی بنا پر رجم سے بچ سکے گا۔

۷؎ یعنی بڑے علماء صحابہ سے پوچھا۔

۸؎ کیونکہ ان کا بیٹا کنوارا تھا اور دوسرے کی بیوی شادی شدہ، محصنہ کنوارے زانی کی سزا کوڑے ہیں اور شادی شدہ محصنہ کی سزا رجم ہے۔

۹؎ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید میں رجم کی آیت تھی "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما نکالاً من الله والله عزیز حکیم"، پھر بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوئی حکم باقی رہا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن سے فیصلہ فرمائیں گے پھر رجم کا حکم دیا۔ بعض نے فرمایا کہ حکم رجم اس آیت سے حضور نے نکالا "وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا" جو زنا کریں انہیں ایذاء دو، ایذاء میں رجم بھی داخل ہے۔ (مرقات) مگر فقیر کے نزدیک یہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زانی لڑکے پر سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کے دیس نکالے کی بھی سزا دے رہے ہیں یہ قرآن کریم میں نہ تھا نہ اب ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور کا ہر حکم در حقیقت حکم قرآنی ہے کہ رب نے فرمایا: "مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم قرآنی حکم ہے حضور ناطق قرآن ہیں۔

۱۰؎ غالباً اس شخص نے یہ بکریاں اور لونڈی خیرات نہ کی تھیں ورنہ صدقہ و خیرات دے کر واپس نہیں ہوسکتی بلکہ عورت کے خاوند اور اس کے عزیزوں کو دی ہوں گی کیونکہ ان کی آبرو ریزی ہوئی جیسے قاتل مقتول کے ورثاء کو دیت دیتا ہے۔

۱۱؎ سو کوڑے تو حد کے طور پر اور ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر کہ اگر امام اس میں مصلحت دیکھے تو یہ سزا بھی دے یہ ہی ہمارا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں یہ بھی حد ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایک بار زانی کو دیس نکالا دیا وہ کفار سے جا ملا تو آپ نے پھر یہ سزا نہ دی، اگر یہ بھی حد ہوتی تو آپ اسے بند نہ کرتے دیکھو طحاوی شریف، نیز کبھی دیس نکالا مضر بھی ہوتا ہے کہ زانی باہر جاکر اور آزاد ہوجاتا ہے اس لیے اگر مفید ہو تو یہ سزا دی جائے۔

۱۲؎ ان کا نام انس ابن ضحاک اسلمی ہے، محبت و پیار میں انیس تصغیر سے فرمایا۔

۱۳؎ اقرار سے مراد شرعی اقرار ہے یعنی چار بار۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اقرار نامہ زنا سلطان اسلام کے سامنے ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کے نائب کے سامنے بھی ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ زانی کے رجم کے وقت سلطان کی موجودگی ضروری نہیں، نائب سلطان کی حاضری گویا سلطان ہی کی حاضری ہے۔ تیسرے یہ کہ فریقین میں سے ایک کے بیان پر بھی قاضی کفایت کرسکتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس ایک شخص کا بیان سنا عورت کے خاوند کا بیان نہ لیا، ہاں دوسرے ملزم کو سزا اس کے اقرار پر دی، حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جب فرشتے مدعی و مدعیٰ علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کا بیان سُن کر فرمادیا کہ یہ دوسرا ظالم ہے ←

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرماتے سنا: کہ جو شخص زنا کرے اور محصن نہ ہو، اوسے سو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں اور ایک برس کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔ (8)

جو اپنے پاس ننانوے بکریوں ہوتے ہوئے تیری ایک بکری مانگتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہندہ کا بیان سن کر حکم دیا کہ ابو سفیان کی جیب سے بقدر ضرورت خرچ لے لیا کرو۔بعض نے فرمایا کہ فتویٰ اور قضاء میں فرق ہے،فتویٰ ایک بیان پر ہوسکتا ہے،امام شافعی نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ چوری وقتل کی طرح زنا میں بھی ایک اقرار کافی ہے کیونکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اقراروں کی شرط نہ لگائی مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حضرت ماعز کی روایت میں چار اقراروں کی تصریح ہے اور یہاں ایک اقرار کی تصریح نہیں لہذا یہاں بھی شرعی اقرار مراد ہے یعنی چار بار،مذہب حنفی بہت قوی ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۵،ص۴۶۳)

اعلیٰ حضرت،امام اہلسنت،مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

زنا نہیں ثابت ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ،ثقہ،متقی،پرہیزگار اپنی آنکھ سے ایسا مشاہدہ نہ بیان کریں جیسے سرمہ دانی میں سلائی،بغیر اس کے جو شخص کسی مسلمان کی نسبت زنا کی تہمت رکھے گا بحکم قرآن مجید اسی کوڑوں کا مستحق ہوگا پھر اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود،ہاں یہ ضرور ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے۔جو لوگ انھیں نوکر رکھتے ہیں ضرور مکان میں دونوں تنہا ہوتے ہوں گے،اور اسے شرع نے حرام فرمایا۔(فتاوی رضویہ،جلد ۲۱،ص۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ایسے بیہودہ بے معنی وبے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں،انہوں نے ایک وقت معین میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی،اس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعاً اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں گے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی دی کہ سرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو اسی اسی کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا،دو نے کہا آج،یا تین نے کہا صبح دیکھا اور ایک نے کہا تیسرے پہر۔سب کی گواہیاں مردود،اور زنا ثابت نہیں۔اور سب پر اسی اسی کوڑوں کا حکم ہوگا۔(فتاوی رضویہ،جلد ۱۳،ص۶۲۰ رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

(8) صحیح البخاري،کتاب المحاربین...الخ،باب البکر ان یجلدان...إلخ،الحدیث ۶۸۳۱،ج۴،ص۳۴۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔شریعت میں محصن وہ ہے جو مسلمان آزاد عاقل بالغ ہو اور بذریعہ نکاح صحیح صحبت کر چکا ہو اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو ←

....

غیر محصن ہے غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔

۲۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر ہے حد صرف سو کوڑے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں "اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"۔ کوڑا کیسا ہو اور کس طرح مارا جائے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اس سزا میں زانی کو مرنے نہ دیا جائے گا اگر بہت کمزور ہو کہ کوڑوں سے مرجانے کا خطرہ ہو تو نرم مار ماری جائے گی اور دماغ دل شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں گے کہ اس سے مرجانے کا خطرہ ہے اسی طرح حاملہ بالغ ناکنواری کو بحالت خطرہ حمل کوڑے نہ مارے جائیں حمل جننے کے بعد قوت آجانے پر مارے جائیں گے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۳۶۴)

زنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے ہمیں زنا اور دیگر گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

قرآنِ حکیم میں زنا کی مذمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی لاریب کتاب قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں زنا کے متعلق فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ (پ ۴، النساء ۱۵ تا ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے، اور تم میں جو مرد عورت ایسا کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہوجائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾

(پ ۴، النساء ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا، وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔

بعض الفاظِ قرآنیہ کی وضاحت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخری آیتِ مبارکہ میں نکاح بمعنی زنا کے تین برے اوصاف بیان فرمائے جبکہ پہلی آیتِ طیبہ میں زنا کے صرف ←

....

دو برے وصف بیان فرمائے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری آیت مبارکہ میں مذکور زنا زیادہ برا اور قبیح ہے کیونکہ باپ کی بیوی ماں کی مثل ہے لہٰذا اس سے حرام کاری کرنا انتہائی برا عمل ہے کیونکہ جہلا کی جاہلیت میں بھی ماؤں سے نکاح کرنا تمام گناہوں سے برا تھا، پس فحش کا ... سے زیادہ قبیح گناہ ہے اور مَقْت سے مراد کسی کو حقیر جانتے ہوئے اس سے نفرت کرنا ہے، یہ فحش کام سے خاص ہے اور اللہ عزّ وَجلّ کی طرف سے بندے کے حق میں انتہائی عذاب اور خسارے پر دلالت کرتا ہے اور وَسَآءَ سَبِيْلًا کے ساتھ ساتھ مذکورہ برے اوصاف بیان کئے گئے کیونکہ ممانعت سے پہلے بھی زنا ان کے دلوں میں ناپسندیدہ اور برا تھا اور وہ اپنے باپ کی بیوی سے ایسا فعل کرنے سے ... ہونے والے بچے کو مُقِيْت کہتے تھے، جبکہ عربوں میں کچھ قبائل ایسے بھی تھے جو اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرتے تھے، یہ عادت انصار میں لازماً پائی جاتی تھی جبکہ قریش میں باہم رضامندی سے اس کی اجازت تھی۔

(اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النساء، تحت الآیۃ ۲۲، ج ۶، ص ۲۷۹)

برائی کے درجات

جان لیجئے! برائی کے 3 درجات ہیں (۱) عقلاً قبیح (۲) شرعاً قبیح اور (۳) عادتاً قبیح۔ پس فَاحِشَةً سے پہلے درجے یعنی عقلاً قبیح کی طرف اشارہ ہے اور مَقْتًا سے دوسرے درجے یعنی شرعاً قبیح کی طرف جبکہ سَآءَ سَبِيْلًا سے تیسرے درجے یعنی عادتاً قبیح کی طرف اشارہ ہے۔ جس شخص میں یہ تینوں درجات جمع ہو گئے وہ برائی میں انتہا کو پہنچ گیا۔

ایک قول کے مطابق اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ میں استثنا منقطع ہے کیونکہ ماضی اور مستقبل کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور اس کا معنی یہ ہے مگر ماضی میں جو فعل سرزد ہو چکا اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ایک قول کے مطابق نکاح سے مراد عقدِ صحیح ہے اور حرفِ استثنا سے بعض کے زنا میں مبتلا ہونے کی استثنا کی گئی ہے۔ پس معنی یہ ہوگا کہ اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے زمانۂ جاہلیت میں تمہارے باپوں نے نکاح کیا تھا مگر ان عورتوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں جن سے انہوں نے زمانۂ ماضی میں زنا کیا تھا کیونکہ تم پر وہ عورتیں حرام نہیں جن سے تمہارے باپوں نے زنا کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں استثنا متصل ہے جبکہ نکاح سے مراد وطی لی جائے یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے شادی کر کے جائز وطی کی مگر جن سے انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں زنا کیا تھا ان سے تمہارا وطی کرنا جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق مَا مصدریہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ زمانۂ جاہلیت میں جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نکاح کرتے تھے اس طرح نکاح نہ کرو مگر جو فاسد نکاح تم کر چکے ہو اسلام میں تمہارے لئے ان پر قائم رہنا جائز ہے بشرطیکہ وہ نکاح ایسے ہوں جنہیں اسلام میں برقرار رکھا جاتا ہو۔ اور صاحبِ تفسیر کشّاف زمخشری معتزلی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ استثنا متصل ہے اور معنی یہ ہے کہ ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا سوائے ان کے جو گزر چکیں اور مر گئیں۔ اور اس معنی کا محال ہونا استثنا کے صحیح ہونے سے مانع نہیں اور نہ ہی اسے استثنا متصل ہونے سے خارج کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اِلَّا بمعنی بَعْدَ ہے، جیسا کہ اللہ عزّ وَجلّ کا فرمانِ عالیشان ہے: اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى (پ ۲۵، الدخان ۵۶) ترجمہ: پہلی موت کے بعد۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ آیتِ حرمت کے ←

نزول سے پہلے کا حکم ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکاح کو برقرار رکھا پھر جدائی کا حکم دیا تا کہ بالتدریج انہیں گھٹیا عادت سے نکالیں۔ یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی گئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے باپ کی بیوی سے کسی کا نکاح برقرار نہ رکھا۔ (اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النساء، تحت الآیۃ ۲۲، ج ۶، ص ۲۷۶ تا ۲۸۰، ملتقطاً)

چنانچہ، حضرت سیّدنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے ہیں میرے ماموں حضرت سیّدنا ابو بردہ بن نیار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ میرے پاس سے گزرے اوران کے پاس ایک جھنڈا تھا، میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمانے لگے مجھے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کے (مرنے یا طلاق دینے کے) بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تا کہ اس کا سر کاٹ لاؤں اور اس کا مال بھی چھین لوں۔ (جامع الترمذی، ابواب الاحکام، باب فیمن تزوج امرأۃ أبیہ، الحدیث ۱۳۶۲، ص ۱۷۸۸) (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب، الحدیث ۱۸۵۸۱، ج ۶، ص ۴۱۹)

اس کی تردید کے لئے غور وفکر کی ضرورت ہے کیونکہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ ایسے نکاحوں کو منسوخ کرنے کے حکم کے بعد ہوا ہو پس اس میں گزشتہ مؤقف کے انکار پر کوئی دلیل نہیں۔ اس قول کے قائل کی سب سے بہتر تردید یوں کی جاسکتی ہے کہ اس سے اس قول کا ثبوت طلب کیا جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ عرصہ انہیں اسی نکاح پر برقرار رکھا پھر جدائی کا حکم دیا۔

اِنَّہٗ کَانَ میں کَانَ صرف ماضی پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ یہ اس معنی میں ہے کہ وہ اپنے علم اور حکم میں ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہی وہ معنی ہے جس نے مبرّد کو اس بات کے دعویٰ پر مجبور کیا کہ یہاں کَانَ زائدہ ہے، جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے زائدہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ صرف ماضی پر دلالت نہیں کرتا ورنہ زائدہ میں خبر کا نہ پایا جانا شرط ہے اور وہ یہاں موجود نہیں۔

(اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النساء، تحت الآیۃ ۲۲، ج ۶، ص ۲۷۹)

دوسری آیتِ مقدسہ کے حکم کے پہلی آیاتِ مبارکہ پر مرتب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے گزشتہ آیاتِ بیّنات میں عورتوں پر احسان کرنے کا حکم فرمایا تو اس آیتِ مبارکہ میں ان میں سے برائی کا ارتکاب کرنے والیوں پر سختی کرنے کا حکم فرمایا اور درحقیقت یہ ان پر احسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس طرح اپنی مخلوق کو پورا پورا بدلہ عنایت فرماتا ہے اسی طرح ان سے مطالبہ بھی کرتا ہے کیونکہ اس کے احکام میں کسی کی طرفداری نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ان پر احسان کرنے کا حکم اُن پر حدود کے نفاذ کو ترک کرنے کا سبب نہ بن جائے اور پھر یہ چیز مختلف قسم کے مفاسد میں پڑنے کا سبب نہ بن جائے۔

(المرجع السابق، تحت الآیۃ ۱۵، ص ۲۳۶)

مفسرین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ لیکن حضرت سیّدنا ابو مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول اس کی نفی کرتا ہے۔ البتہ! یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا خلاف معروف نہیں اور اس پر اطلاق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسری تمام برائیوں سے زیادہ قبیح ہے۔ یہاں ایک اعتراض ہے کہ کفر اور قتل کے زنا سے زیادہ برا ہونے کے باوجود ان میں سے کسی کو فاحشہ نہیں کہا گیا۔ ←

....

جبکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو فاحشہ کا نام نہ دینا ممنوع ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہیں بھی فاحشہ ہی کہا جائے لیکن ان کو یہ نام نہیں دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر بذاتِ خود کفر کو برا نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے قبیح ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے بلکہ اسے صحیح سمجھتا ہے اور اسی طرح قتل بھی ہے کہ قاتل قتل کر کے فخر محسوس کرتا ہے اور اسے اپنی بہادری سمجھتا ہے، مگر زنا کرنے والا ہر شخص نہ صرف اس کے برا اور فحش ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے بلکہ آخر میں عار بھی محسوس کرتا ہے۔

(اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النساء، تحت الآیۃ ۲۲، ج۶، ص۲۳۹)

غور وفکر کرنے کی قوتیں

انسان کی جسمانی قوتوں کو چلانے والی قوتیں 3 ہیں (۱) قوتِ ناطقہ (۲) قوتِ غضبیہ اور (۳) قوتِ شھوانیہ پہلی قوت کا فساد کفر و بدعت وغیرہ ہے، دوسری کا فساد قتل وغیرہ ہے جبکہ تیسری قوت سب سے زیادہ بری ہے بلا شبہ اس کا فساد بھی سب سے زیادہ برا ہوگا اسی وجہ سے اس فعل کو خاص طور پر فاحشہ کا نام دیا گیا۔ (التفسیر الکبیر للرازی، النساء، تحت الایۃ ۱۵، ج۳، ص۵۲۸)

اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ یعنی 4 مسلمان۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دعویٰ کرنے والے پر سختی کرنے کے لئے اور بندوں سے چھپانے کے لئے زنا پر گواہی کے لئے کم از کم 4 کی تعداد متعین فرمائی اور یہ حکم تورات اور انجیل میں بھی اسی طرح ثابت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، النسائ، تحت الآیۃ ۱۵، ج ۳، الجزء الخامس، ص ۵۹)

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہودی ایک ایسے مرد اور عورت کو سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا تم اپنے میں سے سب سے زیادہ علم والے کو میرے پاس لے آؤ۔ پس وہ دو آدمیوں کو لے آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تورات میں تم ان دونوں کے متعلق کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہم تورات میں یہ حکم پاتے ہیں کہ جب چار شخص گواہی دیں کہ انہوں نے مرد کے آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو ان دونوں کو رجم کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں ان کو رجم کرنے سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے بتایا ہمارا بادشاہ چلا گیا تو ہم نے قتل کرنے کو ناپسند کیا۔ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گواہوں کو بلایا جنہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے مرد کے آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی رجم الیہودیین، الحدیث ۴۴۵۲، ص ۱۵۳۹، بتغیر قلیل)

پڑوسی کی بیوی سے زنا کی مذمت

ایک شخص نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا (سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ←

....

ٹھہرائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا۔ اس نے عرض کی بے شک یہ تو بہت بڑا ہے۔ دوبارہ پوچھا پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔ اس نے پھر عرض کی اس کے بعد کون سا؟ ارشاد فرمایا تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق میں یہ آیتِ مبارکہ (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ .... ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾) نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح ...... الخ، الحدیث ۲۵۷، ۲۵۸، ص ۶۹۳)

اس کی موافقت اور تائید کرنے والا کلام عنقریب احادیثِ مبارکہ میں آئے گا۔

زنا کی دُنیوی سزا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ (پ ۱۸، النور ۲)

ترجمۂ کنزالایمان جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

آیت مبارکہ کی ضروری وضاحت

لفظ جَلد سے مراد مارنا ہے اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ ایسی سخت چوٹ نہ لگائی جائے کہ کھال اُدھیڑ کر گوشت تک پہنچ جائے۔ رَاْفَةٌ سے مراد رحمت اور نرمی ہے اور نرمی سے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس فعل کے مرتکب نے کبیرہ فاحشہ کا ارتکاب کیا ہے بلکہ قتل کے بعد یہ سب سے بڑا گناہ ہے، اسی وجہ سے سابقہ آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔

زنا کے چھ نقصانات

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے اے لوگو! زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ برائیاں ہیں 3 دنیا میں اور 3 آخرت میں، دنیا میں پہنچنے والی برائیاں یہ ہیں (۱) اس (کے چہرے) کی رونق چلی جائے گی (۲) تنگدستی آئے گی اور (۳) اس کی عمر میں کمی ہو جائے گی اور آخرت میں پہنچنے والی برائیاں یہ ہیں (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی (۲) بُرا حساب اور (۳) جہنم کا عذاب۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۱۷۹۹، مَسْلَمَۃ بن علی، ج ۸، ص ۱۹) (التفسیر الکبیر، النور، تحت الآیۃ ۲، ج ۸، ص ۳۰۲)

حضرت سیِّدُنا مجاہد علیہ رحمۃ اللہِ الْوَاحِد اور ان کے ہم عصر ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ایک طبقہ نے وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ کا معنی یہ بیان فرمایا تمہیں ان پر ترس نہ آئے کہ تم حدود ترک کر دو اور انہیں قائم نہ کرو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں نرمی کرنے سے ممانعت ہے اور دونوں (یعنی زانی اور زانیہ) کو دردناک ضرب لگانے کا حکم ہے اور یہ حضرت سیِّدُنا ابن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور ←

....

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے اور فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ کا معنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا حکم ہے۔
(اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النور، تحت الآیۃ ۲، ج ۱۴، ص ۲۸۴)

حد لگانے کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو حد لگائی اور جلاّد سے فرمایا اسے پشت اور پاؤں پر مارو۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے نے عرض کی وَلَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ میں نے اسے مارا بھی ہے اور تکلیف بھی پہنچائی ہے۔ (تفسیر البغوی، النور، تحت الآیۃ ۲، ج ۳، ص ۲۷۲)

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام ارشاد فرماتے ہیں عورت کو زنا اور دیگر حدود میں معتدل کوڑے سے مارا جائے گا، نہ کہ نئے کوڑے سے کہ زخمی ہو جائے اور نہ ہی ایسے پرانے سے کہ درد ہی نہ ہو، اور اُسے گھسیٹا نہ جائے گا اور نہ ہی باندھا جائے گا بلکہ چھوڑ دیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے ہاتھوں کے ذریعے خود کو بچاتی رہے جبکہ مرد کو کھڑا کر کے مارا جائے گا اور جو چیز اسے درد پہنچنے سے مانع ہو اسے علیحدہ کر دیا جائے گا اور عورت کو بٹھایا جائے گا اور اس پر اس کے کپڑے لپیٹ دیئے جائیں گے تا کہ اس کا جسم ظاہر نہ ہو اور اس کے اعضاء پر متفرق جگہوں پر کوڑے مارے جائیں گے، کسی ایک جگہ نہ لگائے جائیں گے اور ہلاکت کا سبب بننے والی جگہوں مثلاً چہرہ، گردن، پیٹ اور شرمگاہ کو بچایا جائے گا۔ (اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، النور، تحت الآیۃ ۲، ج ۱۴، ص ۲۸۳)

لفظ طَآئِفَۃٌ سے کیا مراد ہے، ایک قول کے مطابق ایک آدمی، ایک قول کے مطابق دو اور ایک قول کے مطابق 3 آدمی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ان کی تعداد زنا کے گواہوں کے برابر 4 ہو۔ اور یہی صحیح ہے۔ ایک قول کے مطابق 10 آدمی ہیں۔ وَلۡیَشۡہَدۡ (صیغۂ امر) کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ان کی موجودگی واجب ہے۔ جبکہ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے ایسا نہیں کہا بلکہ انہوں نے اسے مستحب قرار دیا اس لئے کہ اس سے مقصود حد قائم کرنے کا اعلان کرنا ہے کیونکہ اس میں ڈانٹ ڈپٹ اور تہمت کا دُور کرنا پایا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق طائفہ سے مراد یہ ہے کہ گواہوں کا موجود رہنا مستحب ہے تا کہ ان کا گواہی پر قائم رہنا معلوم ہو جائے۔ (حضرت سیِّدُنا امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم (متوفی ۱۵۰ھ) کے نزدیک رجم کے وقت امام اور گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے نزدیک امام اور گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ) حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (متوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں اگر زنا گواہیوں سے ثابت ہو تو ضروری ہے کہ پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام اور پھر دیگر لوگ اور اگر اقرار سے ثابت ہو تو پہلے امام پتھر مارے پھر دیگر لوگ۔ اور حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (متوفی ۲۰۴ھ) اپنے مؤقف پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت سیِّدُنا ماعز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیِّدَتُنا غامدیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو رجم کرنے کا حکم دیا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ←

وہاں تشریف نہ لائے۔ (التفسیر الکبیر، النور، تحت الآیۃ ۲، ج ۸، ص ۱۶ ۳، ۳۱۷، بتقدم وتاخر)

اس کے بعد کوڑوں کا ذکر ہے جس کی وضاحت حدیث پاک سے ہو چکی ہے کہ یہ حکم غیر شادی شدہ کے متعلق ہے۔

مُحصن کا مفہوم

محصن سے مراد وہ آزاد اور مکلف (یعنی بالغ) شخص ہے جس نے نکاحِ صحیح سے وطی کی ہو اگرچہ زندگی میں ایک بار کی ہو۔ اس کی حد یہ ہے کہ اسے پتھروں کے ساتھ رجم کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ارشاد فرماتے ہیں جو حد اور توبہ کے بغیر مر گیا اسے جہنم میں آگ کے کوڑوں سے عذاب دیا جائے گا۔ چنانچہ، زبور شریف میں ہے زنا کرنے والے جہنم میں اپنی شرمگاہوں کے ساتھ لٹکے ہوں گے اور انہیں لوہے کے گرزوں سے مارا جائے گا۔ گرز لگنے کی وجہ سے جب ان میں سے کوئی فریاد کرے گا تو زبانیہ (یعنی عذاب کے فرشتے) کہیں گے یہ آواز اس وقت کہاں تھی جبکہ تم ہنستے اور خوش ہوتے تھے بلکہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے، نہ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے اور نہ ہی اس سے حیا کرتے تھے۔

حدیث پاک میں زانی خصوصاً اپنے پڑوسی کی بیوی یا جس کا شوہر گھر میں نہ ہو، سے زنا کرنے والے کے متعلق انتہائی سخت حکم آیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی بیشک یہ تو بہت بڑا ہے۔ دوبارہ عرض کی پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔ میں نے پھر عرض کی اس کے بعد کون سا؟ ارشاد فرمایا تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب وبیان اعظمہا بعدہ، الحدیث ۲۵۷، ص ۶۹۳)

حضرت سیِّدُنا امام نسائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی علیہ اور حضرت سیِّدُنا امام ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۲۷۹ھ) کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہٖ مُہَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ (پ۱۹، الفرقان ۶۸ تا ۷۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا، مگر جو توبہ کرے۔

(جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ الفرقان، الحدیث ۳۱۸۳، ص ۱۹۷۶، دون قولہ اِلَّا مَنْ تَابَ) ←

....

رحمتِ الٰہی سے محروم لوگ

سیّدُ المُبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حق بیان ہے 3 شخص ایسے ہیں جن کے ساتھ بروزِ قیامت اللہ عزَّ وجلَّ نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ اور (۳) متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار......الخ، الحدیث ۲۹۶، ص۶۹۶)

شفیعُ المُذنِبین، اَنیسُ الغَرِیبِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے اللہ عزَّ وجلَّ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۸۴۰۱، ج۶، ص۱۷۲)

اللہ عزَّ وجلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ العُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے اللہ عزَّ وجلَّ 4 بندوں کو ناپسند فرماتا ہے (۱) بہت زیادہ قسمیں کھانے والا تاجر (۲) تکبر کرنے والا فقیر (۳) بوڑھا زانی اور (۴) ظالم حکمران۔

(سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب الفقیر المختال، الحدیث ۲۵۷۷، ص۲۲۵۴)

جنت سے محروم لوگ

مُحسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا 3 شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا امام اور (۳) مغرور فقیر۔ (البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث ۲۵۲۹، ج۶، ص۴۹۳)

خَاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے اللہ عزَّ وجلَّ 3 بندوں کو ناپسند فرماتا ہے (۱) بوڑھا زانی (۲) متکبر فقیر اور (۳) مال دار ظالم۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب احادیث فی صفۃ الثلاثۃ الذین یحبھم اللہ، الحدیث ۲۵۶۸، ص۱۹۱۰)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے اللہ عزَّ وجلَّ اُشَیْمِط (یعنی پختہ عمر والے) زانی اور متکبر فقیر کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۳۱۹۵، ج۱۲، ص۲۳۷)

نوٹ: اُشَیْمِط، اَشْمَط کی تصغیر ہے اور اَشْمَط اُسے کہتے ہیں جس کے سر کے سیاہ بال سفید بالوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ہوں۔

ایمان کب باقی نہیں رہتا؟

سیّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی......الخ، الحدیث ۲۰۲، ص۶۹۰)

سنن نسائی کی روایت میں مزید یہ بھی ہے پس جب اس نے ایسا کیا تو اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اُتار دیا، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ عزَّ وجلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقۃ، الحدیث ۴۸۷۶، ص۲۴۰۳)

←

رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اللہ عزَّ وَجَلَّ کے ہاں ایمان اس سے مکرّم ہے (کہ ان گناہوں کے وقت اُسے اُن کے دل میں رہنے دے)۔

(مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی قولہ لا یزنی الزانی حین......الخ، الحدیث ۳۴۷، ج۱، ص۲۸۹)

حضور نبی مکرّم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فالِہٖ وَسَلَّم اللہ عزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اس کا خون حلال نہیں سوائے 3 وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے (۱)......شادی شدہ زانی (۲)......(قصاص میں) جان کے بدلے جان اور (۳)......جماعت سے الگ ہو کر اپنے دین کو ترک کرنے والا۔ (صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب ما یباح بہ دم المسلم، الحدیث ۴۳۷۵، ص۹۲۴)

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فالِہٖ وَسَلَّم اللہ عزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اس کا خون حلال نہیں سوائے 3 وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے (۱)......شادی شدہ زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا (۲)......جو اللہ عزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے نکلا تو اسے قتل کیا جائے گا یا پھانسی دی جائے گی یا جلا وطن کر دیا جائے گا اور (۳)...... جو شخص کسی جان کو (ناحق) قتل کرے تو اسے اس کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ (سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، الحدیث ۴۳۵۳، ص۱۵۴۰)

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے اے گروہِ عرب! بے شک مجھے تم پر زنا اور پوشیدہ شہوت کا سب سے زیادہ خوف ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحدود، باب ذم الزنا، الحدیث ۱۰۵۳۵، ج۶، ص۳۸۸، بغایا بدلہ نعایا)

غیبی ندا

حضور نبی کریم، رءُوف رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے آدھی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک منادی پکارتا ہے ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اسے عطا کیا جائے؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مصیبت دور کی جائے؟ پس جو بھی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے اللہ عزَّ وَجَلَّ پوری فرماتا ہے سوائے زانیہ کے جو کہ اپنی شرمگاہ کے ذریعے کماتی ہے یا ٹیکس لینے والے کے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۲۷۶۹، ج۲، ص۱۳۳)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ معظّم ہے اللہ عزَّ وَجَلَّ (لُطف ورحمت کے اعتبار سے) اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے اور جو اس سے استغفار کرے اُسے بخش دیتا ہے البتہ! اپنی شرمگاہ سے بدکاری کرنے والی یا ٹیکس لینے والے کو نہیں بخشتا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۸۳۷۱، ج۹، ص۵۴)

ہمارے آقا، مکی مدنی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے بے شک زانیوں کے چہروں سے آگ بھڑک رہی ہوگی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من الزنا سیما......الخ، الحدیث ۳۶۵۰، ج۳، ص۲۱۴) ←

....

تنگ دستی کا سبب

حضور سید عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے زنا تنگ دستی لاتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم الفروج، الحدیث ۵۴۱۸، ج ۴، ص ۳۶۳)

بھڑکتے تنور کا عذاب

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے میں نے آج رات دو شخص دیکھے، وہ میرے پاس آئے اور مجھے ایک مقدس سرزمین کی طرف لے گئے۔ اس کے بعد (راوی نے) پوری حدیثِ پاک ذکر کی یہاں تک کہ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر ہم تنور کی مثل ایک سوراخ کے پاس پہنچے جس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ جل رہی تھی، جب آگ کے شعلے بلند ہوتے تو اس میں موجود لوگ بھی اوپر آ جاتے یہاں تک کہ وہ نکلنے کے قریب پہنچ جاتے اور جب آگ بجھ جاتی تو وہ اسی میں واپس لوٹ جاتے اور اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ۹۳، الحدیث ۱۳۸۶، ص ۱۰۸، الی نقب بدلہ الی ثقب)

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر ہم تنور کی مثل ایک چیز کے پاس پہنچے۔ راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے اس میں سے چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں ننگے مرد اور عورتوں کو پایا جبکہ ان کے نیچے سے ایک شعلہ ان کی طرف آتا اور جب ان تک پہنچتا تو وہ چیخنے لگتے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے ننگے مرد اور عورتیں جو کہ تنور کی مثل سوراخ میں تھے، وہ سب زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، الحدیث ۷۰۴۷، ص ۵۸)

عذاب کی مختلف صورتیں

حضرت سیّدنا ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا میں محوِ آرام تھا کہ اس دوران میرے پاس دو شخص (یعنی فرشتے انسانی صورت میں) آئے، انہوں نے مجھے پہلوؤں سے تھاما اور ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے اور عرض کی اس پر چڑھیے۔ میں نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے عرض کی ہم اسے آپ کے لئے آسان کر دیں گے۔ پس میں اوپر چڑھ گیا یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے درمیان پہنچا تو وہاں شدید آوازیں سنیں تو دریافت کیا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ دوزخیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے ایک ایسی قوم کے پاس لے جایا گیا جو اپنی کونچوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے اور ان کے جبڑے کٹے ہوئے تھے اور جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا، میں نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ تو بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ (افطار کرنے) کا جائز وقت شروع ہونے سے پہلے افطار کر لیتے تھے۔ (پھر حضرت سیّدنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے فرمایا یہود و نصاریٰ نامراد ہو گئے۔ (راویٔ حدیث) حضرت سیّدنا سلیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ←

یہ الفاظ حضرت سیدنا ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنے یا اپنی رائے سے کہے۔

حضور رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مزید فرماتے ہیں پھر مجھے ایک ایسی قوم کے پاس لے جایا گیا جن کے پیٹ پُھولے ہوئے تھے اور ان سے بد بو ہی بد بو آرہی تھی، ان کی صورتیں انتہائی ناپسندیدہ تھیں، میں نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا یہ حالتِ کفر میں قتل ہونے والے ہیں۔ پھر مجھے ایک ایسی قوم کے پاس لے جایا گیا جو پُھولے ہوئے تھے اور ان سے تعفّن کے بھبکے اُٹھ رہے تھے، گویا ان کی بدبو پاخانہ کی جگہوں جیسی تھی، میں نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ پھر مجھے ایسی عورتوں کے پاس لے جایا گیا جن کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے تھے، میں نے دریافت کیا ان عورتوں کا ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا تو میں نے ایسے بچے دیکھے جو دو نہروں کے درمیان کھیل رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا گیا یہ ایمان والوں کی اولاد ہے۔ پھر مجھے شرف والی جگہ لے جایا گیا جہاں میں نے 3 شخص دیکھے جو شرابِ (طہور) نوش کر رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا یہ حضرت جعفر، حضرت زید اور حضرت ابنِ رواحہ ہیں۔ پھر مجھے ایک ایسی شرف والی جگہ لے جایا گیا جہاں میں نے تین آدمیوں کا گروہ دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہیں جو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

(صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام باب ذکر تعلیق المفطرین......الخ، الحدیث ۱۹۸۶، ج ۳، ص ۲۳۷) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ......الخ باب صفۃ النار واہلہا، الحدیث ۷۴۴۸، ج ۹، ص ۲۸۶)

ایمان کا نکل جانا اور لوٹ آنا

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے اور اس پر تاریکی کی طرح چھا جاتا ہے، پھر جب وہ زنا سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو اس کا ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان، الحدیث ۴۶۹۰، ص ۱۵۶۷، بتغیرٍ قلیلٍ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو زنا کا ارتکاب کرے یا شراب پیے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کا ایمان اس طرح نکال لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص کو نکالتا ہے۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب اذا زنی العبد خرج منہ الایمان، الحدیث ۶۵، ج ۱، ص ۱۷۶)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے ایمان ایک ایسا لباس ہے جس کے ذریعے اللہ عَزَّ وَجَلَّ جسے چاہتا ہے ڈھانپ دیتا ہے اور جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان کا لباس اُتار لیا جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا ایمان لوٹا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم الفروج، الحدیث ۵۳۶۶، ج ۴، ص ۳۵۲)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لائے جس نے شراب پی ہوئی تھی تو ←

....

ارشاد فرمایا اے لوگو! اب وقت ہے کہ تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حدود سے رُک جاؤ، جو ان برائیوں (یعنی شراب وغیرہ) میں سے کسی میں ملوث ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پردے میں چھپا رہے، جو ہمارے سامنے اپنا پردہ فاش کرے گا ہم اس پر کتاب اللہ کا فیصلہ (یعنی مقررہ حد) قائم کریں گے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (پ۱۹، الفرقان ۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

اور فرمایا زنا کو شرک کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔ مزید یہ بھی فرمایا زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من الزنا سیما......الخ، الحدیث ۳۶۵۸، ج۳، ص۲۱۶ ص ۳۳۶)

دو روٹیوں کے بدلے جنت

سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک عبادت گزار شخص بہت عبادت کیا کرتا تھا، اس نے اپنے عبادت خانہ میں 60 سال تک عبادت کی، زمین بارش سے سرسبز و شاداب ہوگئی، راہب نے عبادت خانہ سے جھانکا تو کہنے لگا اگر میں نیچے بستی کی طرف جاؤں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کروں تو اور زیادہ برکت ہوگی۔ پس وہ نیچے اُترا، اس کے پاس ایک یا دو روٹیاں تھیں، وہ زمین میں گھوم پھر رہا تھا کہ اسے ایک عورت ملی، وہ دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ راہب نے اس سے زنا کرلیا لیکن اس کے بعد اس پر (خوفِ الٰہی کی وجہ سے) غشی طاری ہوگئی، پھر وہ تالاب میں اترا تاکہ غسل کرلے اتنے میں ایک سوالی آیا تو اس نے اسے اشارہ کیا کہ وہ دونوں روٹیاں لے لے، اس کے بعد وہ مرگیا تو اس کی 60 سالہ عبادت کا اس زنا سے موازنہ کیا گیا تو زنا کا گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ تھا، پھر ایک یا دو روٹیاں اس کی نیکیوں کے ساتھ رکھی گئیں تو اس کی نیکیاں غالب آگئیں، پس اس کی بخشش ہو گئی۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابہا، الحدیث ۳۷۹، ج۱، ص ۲۹۸)

شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت سیدنا نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے تکبر کرنے والا مسکین جنت میں داخل نہ ہوگا، نہ ہی بوڑھا زانی اور نہ ہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اپنے عمل سے احسان جتلانے والا۔ (التاریخ الکبیر للبخاری، باب النون، باب نافع، الرقم ۱۱۵۹۳/ ۲۲۵۵، ج۷، ص۳۸۶۔)

جنت کی خوشبو سے محروم لوگ

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، اس کے بعد (راوی نے) پوری حدیث پاک بیان کی یہاں تک کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو کیونکہ جنت کی خوشبو ←

ہزار (1000) سال کی مسافت سے پائی جائے گی مگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اسے والدین کا نافرمان، قطع تعلق کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا نہ پائے گا، بے شک کبریائی ربُّ العٰلمین ہی کے لئے ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۵۶۶۴، ج ۴، ص ۱۸۷)

زانیوں کی بدبو

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے 7 آسمان اور 7 زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت بھیجتی ہیں اور بے شک زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو جہنمیوں کو اذیت دے گی۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب، الحدیث ۴۴۳۱، ج ۱۰، ص ۳۱۰)

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے قیامت کے دن لوگوں پر ایک بدبودار ہوا بھیجی جائے گی جس سے ہر نیک وبد اذیت میں مبتلا ہوگا یہاں تک کہ وہ ان سب تک مکمل طور پر پہنچ جائے گی تو ایک منادی ندا دے گا اور انہیں اپنی آواز سنائے گا اور ان سے کہے گا کیا تم اس ہوا کے متعلق جانتے ہو جس نے تمہیں اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہم نہیں جانتے، مگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! یہ ہمیں مکمل طور پر پہنچ چکی ہے۔'' تو انہیں کہا جائے گا جان لو! یہ ان زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے دنیا میں تو بہ نہ کی اور زنا (کے گناہ) کو لئے ہوئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ملے۔ پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ انہیں نظر انداز فرما دے گا اور نظر انداز کرتے ہوئے جنت یا دوزخ کا ذکر نہ کرے گا۔ (ذم الھوی، الباب الخامس والعشرون فی ذم الزنا، الحدیث ۵۷۱، ص ۱۵۵) (جامع الاحادیث، مسند علی، الحدیث ۶۳۳۶، ج ۱۵، ص ۴۰۱)

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جو شراب کی عادت میں مر گیا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے نہرِ غوطہ سے پلائے گا۔ عرض کی گئی نہرِ غوطہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جو زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے جاری ہوگی'' ان کی شرمگاہوں کی بدبو جہنمیوں کو سخت اذیت دے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابوموسی الاشعری، الحدیث ۱۹۵۸۶، ج ۷، ص ۱۳۹)

خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زنا پر قائم رہنے والا بت پرست کی طرح ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من الزنا سیما...... الخ، الحدیث ۳۶۶۹، ج ۳، ص ۲۲۰)

یہ صحیح روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شراب کا عادی مرے گا تو ایک بت پرست کی طرح اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ملے گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک شراب پینے سے بھی زیادہ سخت اور بڑا گناہ ہے۔ (المرجع السابق۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث ۲۴۵۳، ج ۱، ص ۵۸۳)

سیِّدِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں ایسے مردوں کے پاس سے گزرا جن کی کھالوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، میں نے دریافت کیا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو زینت کے لئے بناؤ سنگھار کرتے تھے۔ اس کے بعد سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر ←

....

میں ایک بدبودار ہوا والے کنوئیں کے پاس سے گزرا تو میں نے اس میں شدید آوازیں سنیں، پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی (اُمّت کی) عورتیں ہیں جو زینت کے لئے بناؤ سنگھار کیا کرتی تھیں اور ایسے کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث ۶۷۵۰، ج ۵، ص ۳۰۹، تقرض بدلہ تقطع)

نزولِ عذاب کے اسباب

رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں زنا عام نہ ہوگا اور جب ان میں زنا عام ہو جائے گا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ انہیں عذاب میں مبتلا فرما دے گا۔

(المسند للامام احمد حنبل، حدیث میمونۃ بنت الحارث، الحدیث ۲۶۸۹۴، ج ۱۰، ص ۲۴۶، بتغیر)

حضور نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت اس وقت تک اپنے معاملے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اور بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں زنا کی اولاد عام نہ ہوگی۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث ۷۰۵۵، ج ۶، ص ۱۴۸)

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے جب زنا عام ہو جائے گا تو تنگ دستی اور غربت عام ہو جائے گی۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اُولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل، الحدیث ۷۳۶۹، ج ۶، ص ۱۶)

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے کسی قوم میں زنا اور سود ظاہر نہیں ہوا مگر یہ کہ ان پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا عذاب نازل ہو گیا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث ۴۹۶۰، ج ۴، ص ۳۱۴)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی یہ حرام ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حرام فرمایا ہے لہذا یہ قیامت تک حرام ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا ایک شخص 10 عورتوں سے زنا کرے یہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کم (گناہ) ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث المقداد بن الاسود، الحدیث ۲۳۹۱۵، ج ۹، ص ۲۲۶)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے قیامت کے دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والے کی طرف نہ تو نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ہی اسے پاک کرے گا بلکہ اسے حکم دے گا جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جا۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، الحدیث ۳۱۹۰، ج ۱، ص ۴۲۶)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو (زنا کے لئے) ایسی عورت کے پاس بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت اس پر ایک اژدھا مسلّط فرمائے گا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۳۲۷۸، ج ۳، ص ۲۴۱)

←

حدیث ۹: بخاری و مسلم راوی، کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اون پر کتاب نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل فرمائی اوس میں آیت رجم بھی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد ہم نے رجم کیا اور رجم کتاب اللہ میں ہے اور یہ حق ہے، رجم اوس پر ہے جو زنا کرے اور محصن ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ گواہوں سے زنا ثابت ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو۔ (9)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مکرّم ہے جو ایسی عورت کے بستر پر بیٹھتا ہے جس کا شوہر غائب ہو، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے قیامت کے دن خطرناک زہریلے سانپوں میں سے ایک سانپ ڈسے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحدود، باب حرمۃ نساء المجاھدین، الحدیث ۱۰۵۵۹، ج۶، ص۳۹۵)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت (اس سے) پیچھے رہ جانے والوں پر ایسے ہی ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت، جہاد کرنے والا کوئی شخص پیچھے رہ جانے والے کسی شخص کو اپنے گھر والوں (کی حفاظت) کے لئے چھوڑے پھر وہ اس میں خیانت کرے تو قیامت کے دن اسے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جو چاہے گا لے لے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا تو تمہارا کیا خیال ہے؟

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب حرمۃ نساء المجاھدین۔۔۔الخ، الحدیث ۴۹۰۸، ۴۹۱۰، ص۱۰۱۷)

(9) صحیح البخاري، کتاب المحاربین۔۔۔الخ، باب رجم الحبلی من الزنا۔۔۔الخ، الحدیث ۶۸۳۰، ج۴، ص۳۴۳، ۳۴۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ وہ آیت یہ تھی "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم" شیخ اور شیخہ سے مراد محصن اور محصنہ ہیں پھر یہ آیت حضور کے زمانہ میں ہی تلاوت میں منسوخ ہوگئی حکماً باقی رہی۔

۲؎ یعنی رجم کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ اجماع امت سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے۔

۳؎ اس جملہ کے چند معنے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ آیت رجم قرآن مجید میں تھی یہ حق و صحیح ہے۔ دوسرے یہ کہ حکم رجم اب بھی قرآن مجید میں ہے حق ہے کیونکہ آیت رجم کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے حکم منسوخ نہیں ہوا۔ تیسرے یہ کہ اب بھی بعض آیات سے حکم رجم نکل سکتا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: "فَاٰذُوْھُمَا" دونوں زانی و زانیہ کو ایذا دو، رجم بھی ایذاء ہے۔ چوتھے یہ کہ حدیث شریف میں اب بھی رجم کا حکم موجود ہے اور حضور کا فرمان قرآن مجید کا ہی فرمان ہے۔

۴؎ یعنی زانی محصن کو رجم کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا زنا شرعی طریقے سے ثابت ہو، چار مرد مسلمانوں کی گواہی جو زنا کا مشاہدہ کریں یا غیر خاوند والی عورت کو حمل قائم ہوجائے خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ خواہ خاوند والی مگر خاوند مفقود یا غائب شرعی ہو یا شرعی اقرار ہو چار بار اس کے بغیر رجم نہیں کیا جاسکتا۔ خیال رہے کہ جیسے نمازوں کی رکعتیں، زکوۃ کی مقدار قرآن مجید میں نہ موجود مگر حق ہے اس کا انکار ←

حدیث ۱۰: بخاری و مسلم وغیرہما راوی، کہ یہودیوں میں سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا تھا۔ یہ لوگ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں مقدمہ لائے (شاید اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی معمولی اور ہلکی سزا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تجویز فرمائیں تو قیامت کے دن کہنے کو ہوجائیگا کہ یہ فیصلہ تیرے ایک نبی نے کیا تھا، ہم اس میں بے قصور ہیں۔) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا ہے؟ یہودیوں نے کہا، ہم زانیوں کو فضیحت (ذلیل) اور رُسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں (یعنی توریت میں رجم کا حکم نہیں ہے) عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم جھوٹے ہو توریت میں بلاشبہ رجم ہے۔ توریت لاؤ۔ یہودی توریت لائے اور کھول کر ایک شخص پڑھنے لگا اوس نے آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ کر ماقبل و مابعد کو پڑھنا شروع کیا (آیتِ رجم کو چھپالیا اور اسکو نہیں پڑھا) عبداللہ بن سلام نے فرمایا: اپنا ہاتھ اوٹھا۔ اوس نے ہاتھ اوٹھایا تو آیت رجم اوس کے نیچے چمک رہی تھی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے زانی و زانیہ کے متعلق حکم فرمایا، وہ دونوں رجم کیے گئے اور یہودیوں سے دریافت فرمایا: کہ جب تمھارے یہاں رجم موجود ہے تو کیوں تم نے اسے چھوڑ دیا ہے؟ یہودیوں نے کہا، وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں جب کوئی شریف و مالدار زنا کرتا تو اوسے چھوڑ دیا کرتے تھے اور کوئی غریب ایسا کرتا تو اوسے رجم کرتے۔ پھر ہم نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی سزا تجویز کرنی چاہیے، جو امیر و غریب سب پر جاری کی جائے، للہذا ہم نے یہ سزا تجویز کی کہ اوس کا مونھ کالا کریں اور گدھے پر اُلٹا سوار کر کے شہر میں تشہیر کریں۔(10)

کفر ہے ایسے ہی رجم اگر چہ اب قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے۔ خیال رہے کہ خوارج کے سواء کسی فرقہ اسلامیہ نے رجم کا انکار نہ کیا انکا انکار محض باطل ہے۔(مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۴۶۵)

(10) صحیح البخاری، کتاب المحاربین... الخ، باب أحکام أھل الذمة... الخ، الحدیث ۶۸۴۱، ج۴، ص۳۴۹.

وصحیح مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیھود... الخ، الحدیث (۱۶۹۹) و (۱۷۰۰)، ص۹۳۴، ۹۳۵، وغیرہما.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی زانی مرد بھی یہودی ہے اور زانیہ عورت بھی، شاید یہ لوگ ان کا فیصلہ کرانے حضور کی بارگاہ میں آئے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔

۲؎ یعنی بحکم توریت رسوا کرنے کی صورت ہم مقرر کریں گے اور کوڑے رب کی طرف سے مقرر ہیں اسی لیے نفضح متکلم معروف کہا اور یجلدون مجہول غائب۔

۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں، پہلے پایہ کے علماء یہود سے تھے، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اس لیے یہود میں آپ کی بڑی عزت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لاتے ہی آپ ایمان لے آئے، آپ نے ۴۳ھ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی۔ (اکمال)

اب ہم چاہتے ہیں کہ زنا کی مذمت وقباحت میں جو احادیث وارد ہوئیں، اون میں سے بعض ذکر کریں۔

حدیث ۱: بخاری ومسلم وابوداود ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور شرابی جس وقت شراب پیتا ہے مومن نہیں رہتا۔ اور نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے، کہ جب ان افعال کو کرتا ہے تو اسلام کا پٹا اپنی گردن سے نکال دیتا ہے پھر اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اوس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ اوس شخص سے نور ایمان جدا ہو جاتا ہے۔ (11)

۴۔ یہ حرکت عبداللہ ابن صوریا یہودی نے کی۔ غالبًا توریت شریف میں رسوا کرکے رجم کرنے کا حکم ہوگا اس نے رسوا کرنے کی آیت تو سنا دی مگر رجم کی آیت اپنے ہاتھ تلے چھپالی۔

۵۔ نہایت بے غیرتی سے اقرار کرلیا بعض روایات میں ہے کہ اس نے صاف مان لیا کہ ہم لوگ غریب کو رجم کردیتے ہیں امیر کو رجم سے بچالیتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ احصان کے لیے اسلام شرط نہیں، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودی زانیوں کو رجم کرایا حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو رجم کرانا بحکم اسلام نہ تھا بلکہ بحکم توریت تھا حاکم اسلام کفار ملزمین پر ان کے دین کے احکام جاری کرسکتا ہے۔ چنانچہ کفار کی میراث انہی کے مذہب کے مطابق تقسیم کرے گا ورنہ باقاعدہ اسلام اس زنا کے ثبوت کے لیے چار شرعی گواہ چاہیے تھے یعنی مسلمان متقی پرہیزگار گواہ بھی نہ لیے گئے اور ان سے توریت لانے کا مطالبہ فرمایا گیا اگر بحکم اسلام رجم ہوتا تو توریت منگانے کی ضرورت نہ تھی اور بھی اس قسم کی توجیہیں کی گئیں ہیں مگر فقیر کے نزدیک یہ توجیہ قوی ہے۔ اسحاق ابن راھویہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا روایت کی: من اشرك بالله فليس بمحصن کافر محصن نہیں، دارقطنی نے یہ ہی روایت موقوفًا نقل فرمائی۔ (مرقات)

۷۔ یعنی آیت رجم توریت سے نکالی نہیں بلکہ چھپالی تھی تاکہ جو مال نہ دے اسے یہ آیت دکھا کر رجم کردیں اور جو مال دے دے اسے رجم سے بچالیں۔

۸۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ ذمی کافر اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ امام اعظم کے نزدیک اسے سو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے رجم نہ کیا جائے گا۔ خیال رہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنا سیاسی حکم ہے اس لیے ذمی کفار اگر چوری کریں تو ان کے بھی ہاتھ کٹیں گے مگر رجم کفارۂ گناہ بھی ہے اس لیے کفار زانی کو رجم نہ کیا جائے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۶۷)

(11) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی... إلخ، الحدیث ۲۰۲، ص۶۹۰۔
وسنن النسائي، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقة، الحدیث ۴۸۷۶، ص۲۴۰۳۔

حدیث ۱۲: ابو داود و ترمذی و بیہقی و حاکم اونھیں سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب مرد زنا کرتا ہے تو اوس سے ایمان نکل کر سر پر مثل سائبان کے ہوجاتا ہے، جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اوس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔ (12)

حدیث ۱۳: امام احمد عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ جس قوم میں زنا (13) ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا، وہ رعب میں گرفتار ہوگی۔ (14)

حدیث ۱۴: صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اون میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر تنگ ہے اور نیچے کشادہ، اوس میں آگ جل رہی ہے اور اوس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوجاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے

---

(12) سنن أبي داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث ۴۶۹۰، ص۱۵۶۷.

(13) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث، الحدیث ۳۵۸۲، ج۲، ص۳۱۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جب قوم میں زنا پھیل جائے کہ لوگ عموماً کرنے لگیں تو قحط پھیلے گا خواہ اس طرح کہ بارش بند ہوجائے اور پیداوار نہ ہو یا اس طرح کی پیداوار تو ہو مگر کھانا نصیب نہ ہو، دوسری قسم کا قحط سخت عذاب ہے جیسا کہ آج کل دیکھا جارہا ہے کہ پیداوار بہت ہے مگر قحط و گرانی کی حد ہوگئی، یہ آج کل کی حرامکاری کا نتیجہ ہے۔

۲۔ رشا کے لغوی معنی ہیں رسی، چونکہ رسی کنویں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہے اس لیے اس وسیلہ کو بھی رشا کہتے ہیں جو غلط فیصلہ حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے یعنی رشوت۔ رشوت یا مال ہو یا کچھ اور چیز کہ رشوت دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام، انصاف حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے مگر لینا حرام ہے یعنی اگر حاکم بغیر رشوت لیے انصاف نہیں کرتا اور فریادی برحق ہے تو وہ رشوت دے کر اپنے لیے حق فیصلہ کراسکتا ہے مگر لینے والا حاکم حرام خور اور مجرم ہے اس کا فرض تھا کہ بغیر رشوت لیے انصاف کرتا۔

۳۔ یعنی رشوت لینے والا شخص مرعوب ہوتا ہے اور رشوت لینے والی قوم پر دوسری قوم کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے جیسا کہ آج ہم لوگ کفار سے مرعوب ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۴۹۰)

(14) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث عمرو بن العاص، الحدیث ۱۷۸۳۹، ج۶، ص۲۴۵.

جاتے ہیں (یہ کون لوگ ہیں ان کے متعلق بیان فرمایا) یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ (15)

حدیث ۱۵: حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہوجائے تو اونھوں نے اپنے لیے اللہ (عزوجل) کے عذاب کو حلال کرلیا۔ (16)

حدیث ۱۶: ابوداود و نسائی و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، اونھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ جو عورت کسی قوم میں اوس کو داخل کردے جو اوس قوم سے نہ ہو (یعنی زنا کرایا اور اوس سے اولاد ہوئی) تو اوسے اللہ (عزوجل) کی رحمت کا حصہ نہیں اور اوسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔ (17)

حدیث ۱۷: مسلم و نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالٰی نہ کلام فرمائیگا اور نہ اونھیں پاک کریگا اور نہ اون کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور اون کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) بوڑھا زنا کرنے والا اور (۲) جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور (۳) فقیر متکبر۔ (18)

حدیث ۱۸: بزار بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنم والوں کو ایذا دے گی۔ (19)

حدیث ۱۹: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ کونسا گناہ سب میں بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک کرے، حالانکہ تجھے اوس نے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی، بیشک یہ بہت بڑا ہے پھر اس کے بعد کونسا گناہ؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس لیے قتل کرڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کی پھر کونسا؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنے

---

(15) صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب (۹۳)، الحدیث ۱۳۸۶، ج۱، ص۴۶۸، والحدیث ۷۰۴۷، ج۴، ص۴۲۵۔

(16) المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، باب اذا اظھر الزنا والربا فی قریۃ، الحدیث ۲۳۰۸، ج۲، ص۳۳۹۔

(17) سنن ابي داود، کتاب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء، الحدیث ۲۲۶۳، ج۲، ص۴۰۶۔

(18) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار... إلخ، الحدیث ۱۷۲۔ (۱۰۷)، ص۶۸۔

(19) مجمع الزوائد، کتاب الحدود، باب ذم الزنا، الحدیث ۱۰۵۴۱، ج۶، ص۳۸۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

شریعت میں محصن وہ ہے جو مسلمان آزاد عاقل بالغ ہو اور بذریعہ نکاح صحیح صحبت کرچکا ہو اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو غیر محصن ہے غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۶۴)

پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ (20)

حدیث ۲۰: امام احمد وطبرانی مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی، وہ حرام ہے اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اوسے حرام کیا، وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس (۱۰) عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے آسان ہے۔ (21)

حدیث ۲۱: حاکم وبیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانانِ قریش! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زنا نہ کرو، جو شرمگاہوں کی حفاظت کریگا اوس کے لیے جنت ہے۔ (22)

حدیث ۲۲: ابن حبان اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور پارسائی کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ (23)

حدیث ۲۳: بخاری وترمذی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اوس چیز کا جو جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور اوس چیز کا جو دونوں پاؤں کے درمیان ہے (شرمگاہ) ضامن ہو، (کہ ان سے خلاف شرع بات نہ کرے) میں اوس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (24)

---

(20) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الشرک اقبح الذنوب...الخ، الحدیث ۱۴۱۔(۸۶)، ص ۵۹

(21) المسند للامام أحمد بن حنبل، بقیۃ حدیث المقداد بن الاسود، الحدیث ۲۳۹۱۵، ج ۹، ص ۲۲۶۔

(22) شعب الایمان للبیہقي، باب في تحریم الفروج، الحدیث ۵۴۲۵، ج ۴، ص ۳۶۵۔

(23) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب معاشرۃ الزوجین، ذکر ایجاب الجنۃ للمرأۃ...الخ، الحدیث ۴۱۵۱، الجزء السادس، ج ۴، ص ۱۸۴۔

(24) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۶۴۷۴، ج ۴، ص ۲۴۰۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے یعنی اپنی زبان کو جھوٹ غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے، اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے، اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مؤمن متقی ہوگا۔ خیال رہے کہ قریبًا اسی ۸۰ فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کی پابندی کرے وہ تو چوری ڈکیتی قتل بھی نہیں کرتا، انسان جرم جب ہی کرتا ہے جب کہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے کہ اگر پکڑا گیا تو میں انکار کردوں گا، جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ ←

حدیث ۲۴: امام احمد و ابن ابی الدنیا و ابن حبان و حاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: میرے لیے چھ۶ چیز کے ضامن ہوجاؤ، میں تمھارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (۱) بات بولو تو سچ بولو۔ (۲) وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (۳) تمھارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو اور (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور (۵) اپنی نگاہوں کو پست کرو اور (۶) اپنے ہاتھوں کو روکو۔ (25)

حدیث ۲۵: ترمذی و ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قومِ لوط (26) کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔ (27)

خیال رہے کہ حضور کی یہ ضمانت تا قیامت انسانوں کے لیے ہے اور حضور کی ضمانت خدا کی ضمانت ہے۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶،ص ۶۴۷)

(25) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث عبادۃ بن الصامت، الحدیث ۲۲۸۲۱، ج ۸، ص ۴۱۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی تم چھ عادتیں ڈال لو ان کے خلاف نہ کرو تو میں تمہارے جنتی ہونے کا ضامن ہوتا ہوں تم ضرور جنتی ہوگے بلکہ وہاں کا اعلیٰ درجہ پاؤ گے۔

۲۔ وعدہ سے مراد جائز وعدہ ہے وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے مسلمان سے وعدہ کرو یا کافر سے عزیز سے وعدہ کرو یا غیر سے استاذ، شیخ، نبی، اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے تمام وعدے پورے کرو، ہاں اگر کسی حرام کام کا وعدہ کیا ہے اسے ہرگز پورا نہ کرے حتی کہ حرام کام کی نذر پوری کرنا حرام ہے۔

۳۔ امانت مال کی ہو یا بات کی یا کسی اور چیز کی ضرور ادا کرے مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات حضرت علی سے فرمایا کہ ان خونخوار کفار کی امانتیں میرے پاس ہیں وہ تم ادا کر دینا۔ امانت اور غنیمت میں بڑا فرق ہے۔

۴۔ نہ اس سے حرام کاری کرو نہ خاوند بیوی کے سوا کسی پر ظاہر ہونے دو۔ فروج سے مراد مرد و عورت کی ستر غلیظ ہے۔

۵۔ چلو پھرو تو نیچی نگاہ سے، بیٹھو تو نیچی نگاہ سے تاکہ غیر محرم کے دیکھنے سے بچو یہ حکم مرد و عورت دونوں کو ہے، جہاں اوپر دیکھنا ضروری ہے یا جائز ہے وہاں ضرور دیکھو، عالم، ماں باپ کا چہرہ، چاند وغیرہ ضرور دیکھو یہاں شرم حیاء کا ذکر ہے۔

۶۔ کہ اپنے ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ کرو اس سے ناجائز چیز نہ چھوؤ۔ (مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶، ص ۲۰۲)

(26) حضرت لوط علیہ السلام کی قوم لڑکوں کیساتھ بدفعلی کرنے میں مبتلا تھی اور اسی وجہ سے اس قوم پر عذاب کا نزول ہوا۔

(27) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ما جاء في حد اللوطي، الحدیث ۱۴۶۱، ج ۳، ص ۱۳۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس جملہ میں من سے مراد ہر مجرم ہے شادی شدہ ہو یا کنوارا اور پانے سے مراد صرف دیکھنا نہیں بلکہ جاننا ہے یعنی جس شخص کا اغلام ←

حدیث ۲۶: ترمذی و ابن ماجہ و حاکم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اُمت پر سب سے زیادہ جس چیز کا مجھے خوف ہے، وہ عمل قومِ لوط ہے۔ (28)

حدیث ۲۷: رزین ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ جو قومِ لوط کا عمل کرے۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو جلا دیا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن پر دیوار ڈھادی۔ (29)

حدیث ۲۸: ترمذی و نسائی و ابن حبان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ثابت ہوجائے۔ اغلام ثابت ہونے کے لیے دو گواہ یا ایک بار اقرار کافی ہوگا دوسرے جرموں کی طرح کیونکہ یہ زنا نہیں اس کی سزا زنا کی سی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں لڑکے سے بدکاری مراد ہے، اجنبی عورت سے دبر میں بدفعلی کرنے کا حکم یہ نہیں کیونکہ یہ عمل قوم لوط نہیں، اپنی بیوی سے دبر میں وطی حرام ہے مگر اس پر بھی یہ سزا نہیں۔ (از مرقات مع الزیادۃ)

۲۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک لواطت میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی بطور تعزیر قتل کے لیے ہے، صاحبین اور امام شافعی کے ہاں لواطت کا حکم زنا کا سا ہے کہ فاعل اگر محصن ہے تو رجم کیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہے تو سو کوڑے کھائے گا، امام مالک و احمد کے نزدیک بہرحال رجم کیا جائے گا محصن ہو یا غیر محصن مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ یہاں سزا قتل تجویز فرمائی گئی، زنا کی سزا قتل نہیں، نیز یہاں قتل کو عام فرمایا گیا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار گرا کر اسی لیے حضرات صحابہ کرام کا عمل لوطی کے قتل میں مختلف رہا۔ اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً سزا مقرر نہیں اور حد میں شرعی تقرر ضروری ہے، بہرحال قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے خود یہ حدیث تائید کررہی ہے، نیز یہ فاقتلوا جانور سے بدفعلی کے لیے بھی آیا ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے مگر تمام کا اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے تو یہاں بھی تعزیر ہی چاہیے کہ فرمان کے الفاظ عالیہ یکساں ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۴۸۳)

(28) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ماجاء في حد اللوطي، الحدیث ۱۴۶۲، ج۳، ص ۱۳۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی میری امت بڑے بڑے گناہ کرے گی وہ سب ہی خطرناک ہیں کہ عذاب الٰہی کا باعث ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک یہ گناہ ہے جو ابھی ذکر ہورہا ہے۔

۲۔ کہ یہ جرم بدترین بدکاری ہے اور میری امت میں عام پھیل جائے گا اس مخبر صادق دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت و بصیرت کے قربان کہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا ہوکر رہا آج کل یہ جرم جس بری طرح پھیلا ہوا ہے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۴۸۵)

(29) مشکاۃ المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث، الحدیث ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ج۲، ص ۳۱۴۔۳۱۵.

←

وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس مرد کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا، جو مرد کے ساتھ جماع کرے یا عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے۔ (30)

حدیث ۲۹: ابو یعلیٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حیا کرو کہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے باز نہ رہے گا اور عورتوں کے پیچھے کے مقام میں جماع نہ کرو۔ (31)

حدیث ۳۰: امام احمد و ابو داود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو شخص عورت کے پیچھے میں جماع کرے، وہ ملعون ہے۔ (32)

❁❁❁❁❁

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا یعنی لڑکوں سے حرامکاری کرے۔ ملعون سے مراد ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں، انسانوں کا پھٹکارا ہوا۔ خیال رہے کہ مرد سے بدکاری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا کافر ہے کہ قرآن کریم میں اس کی حرمت صراحۃً مذکور ہے اسی بنا پر قوم لوط پر سخت عذاب آیا۔ جامع صغیر میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اپنے باپ کو گالی دے، لعنتی ہے وہ جو اپنی ماں کو گالی دے، لعنتی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، لعنتی ہے وہ جو جانور سے بدکاری کرے لعنتی ہے وہ جو راستے کے نشانات مٹائے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۴۹۱)

(30) جامع الترمذي، کتاب الرضاع، باب ماجاء في کراھیۃ اتیان النساء في أدبارھن، الحدیث ۱۱۶۷، ج۲، ص۳۸۷.

(31) الترغیب والترھیب، کتاب الحدود... إلخ، الترھیب من اللواط... إلخ، الحدیث ۱۴، ج۳، ص۱۹۸.

(32) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في جامع النکاح، الحدیث ۲۱۶۲، ج۲، ص۳۶۲.

احکام فقہیّہ

حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اوس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس سے مقصودلوگوں کوایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔(1)

مسئلہ ۱: جب حاکم کے پاس ایسا مقدمہ پہنچ جائے اور ثبوت گزر جائے تو سفارش جائز نہیں اور اگر کوئی سفارش کرے بھی تو حاکم کو چھوڑنا جائز نہیں اور اگر حاکم کے پاس پیش ہونے سے پہلے توبہ کرلے تو حد ساقط ہوجائیگی۔(2)

مسئلہ ۲: حد قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اوسکے نائب کا کام ہے یعنی باپ اپنے بیٹے پر یا آقا اپنے غلام پر نہیں قائم کرسکتا۔ اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم ہو اوس کی عقل درست ہو اور بدن سلامت ہو لہٰذا پاگل اور نشہ والے اور مریض اور ضعیف الخلقۃ (یعنی پیدائشی کمزور) پر قائم نہ کرینگے بلکہ پاگل اور نشہ والا جب ہوش میں آئے اور بیمار جب تندرست ہوجائے اوس وقت حد قائم کرینگے۔(3)

حد کی چند صورتیں ہیں، اون میں سے ایک حد زنا ہے۔ وہ زنا جس میں حد واجب ہوتی ہے یہ ہے کہ مرد کا عورت مشتہاۃ (قابلِ شہوت) کے آگے کے مقام میں بطور حرام بقدر حشفہ (سرِ ذَکر کے برابر) دخول کرنا اور وہ عورت نہ اس کی زوجہ ہو نہ باندی نہ ان دونوں کا شبہہ ہو نہ شبہہ اشتباہ ہو اور وہ وطی کرنے والا مکلف ہو اور گونگا نہ ہو اور مجبور نہ کیا گیا ہو۔(4)

مسئلہ ۳: حشفہ سے کم دخول میں حد واجب نہیں۔ اور جس کا حشفہ کٹا ہو تو مقدار حشفہ کے دخول سے حد واجب ہوگی۔ مجنون و نابالغ نے وطی کی تو حد واجب نہیں اگرچہ نابالغ سمجھ وال ہو۔ یوہیں اگر گونگا ہو یا مجبور کیا گیا ہو یا اتنی

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، ج ٦، ص ٥۔

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب التوبۃ تسقط الحد قبل ثبوتہ، ج ٦، ص ٦۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الاول فی تفسیرہ... الخ، ج ٢، ص ١٤٣۔

(4) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج ٦، ص ٧۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج ٢، ص ١٤٣۔

چھوٹی لڑکی کے ساتھ کیا جو مشتہاۃ نہ ہو۔(5)

مسئلہ ۴: جس عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا یا لونڈی سے بغیر مولیٰ (مالک) کی اجازت کے نکاح کیا یا غلام نے بغیر اذن مولیٰ (اجازت کے بغیر) نکاح کیا اور ان صورتوں میں وطی (ہمبستری) ہوئی تو حد نہیں۔ یوہیں کسی نے اپنے لڑکے کی باندی (بیٹے کی لونڈی) یا غلام کی باندی سے جماع کیا تو حد نہیں کہ ان سب میں شبہہ نکاح (نکاح کا شبہہ) یا شبہہ مِلک (ملکیت کا شبہہ) ہے اور جس عورت کو تین طلاقیں دیں عدت کے اندر اوس سے وطی کی یا لڑکے نے باپ کی باندی سے وطی کی اگر اوس کا یہ گمان تھا کہ وطی حلال ہے تو حد نہیں، ورنہ ہے۔(6)

مسئلہ ۵: حاکم کے نزدیک زنا اوس وقت ثابت ہوگا جب چار مرد ایک مجلس میں لفظ زنا کے ساتھ شہادت ادا کریں یعنی یہ کہیں کہ اس نے زنا کیا ہے اگر وطی یا جماع کا لفظ کہیں گے تو زنا ثابت نہ ہوگا۔(7)

مسئلہ ۶: اگر چاروں گواہ یکے بعد دیگرے آکر مجلس قضا میں بیٹھے اور ایک ایک نے اوٹھ اوٹھ کر قاضی کے سامنے شہادت دی تو گواہی قبول کرلی جائے گی۔ اور اگر دار القضا (یعنی عدالت) کے باہر سب مجتمع (اکٹھے) تھے اور وہاں سے ایک ایک نے آکر گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور ان گواہوں پر تہمت کی حد لگائی جائے گی۔(8)

مسئلہ ۷: دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے اور دو ۲ یہ کہتے ہیں کہ اس نے زنا کا اقرار کیا تو نہ اوس پر حد ہے نہ گواہوں پر، اور اگر تین نے شہادت دی کہ زنا کیا ہے اور ایک نے یہ کہ اوس نے زنا کا اقرار کیا ہے تو اون تینوں پر حد قائم کی جائے گی۔(9)

مسئلہ ۸: اگر چار عورتوں نے شہادت دی تو نہ اوس پر حد ہے، نہ ان پر۔(10)

مسئلہ ۹: جب گواہ گواہی دے لیں تو قاضی اون سے دریافت کریگا کہ زنا کس کو کہتے ہیں۔ جب گواہ اس کو بتالیں گے اور یہ کہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اوس کے ساتھ وطی کی جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو اون سے دریافت کریگا کہ

---

(5) ردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب الزنی شرعا...الخ، ج۶، ص۸۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲، ص۱۴۳۔

وردالمحتار، کتاب الایمان، مطلب الزنی شرعا...الخ، ج۶، ص۹۔

(7) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج۶، ص۱۱، وغیرہ۔

(8) ردالمحتار، کتاب الحدود، ج۶، ص۱۱۔

(9) البحرالرائق، کتاب الحدود، ج۵، ص۹۔

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲، ص۱۴۳۔

کس طرح زنا کیا یعنی اکراہ و مجبوری میں تو نہ ہوا۔ جب یہ بھی بتالیں گے تو پوچھے گا کہ کب کیا کہ زمانہ دراز گزر کر تمادی (اتنی مدت جس کے گزر جانے کے بعد دعویٰ دائر کرنے کا حق نہیں رہتا) تو نہ ہوئی۔ پھر پوچھے گا کس عورت کے ساتھ کیا کہ ممکن ہے وہ عورت ایسی ہو جس سے وطی پر حد نہیں۔ پھر پوچھے گا کہ کہاں زنا کیا کہ شاید دارالحرب میں ہوا ہو تو حد نہ ہوگی۔ جب گواہ ان سب سوالوں کا جواب دے لیں گے تو اب اگر ان گواہوں کا عادل ہونا قاضی کو معلوم ہے تو خیر ورنہ ان کی عدالت (یعنی قابل شہادت ہونے) کی تفتیش کریگا یعنی پوشیدہ وعلانیہ اس کو دریافت کریگا۔ پوشیدہ یوں کہ ان کے نام اور پورے پتے لکھ کر وہاں کے لوگوں سے دریافت کریگا اگر وہاں کے معتبر لوگ اس امر کو لکھ دیں کہ یہ عادل ہے اسکی گواہی قابل قبول ہے اسکے بعد جس نے ایسا لکھا ہے قاضی اوسے بلا کر گواہ کے سامنے دریافت کریگا کیا جس شخص کی نسبت تم نے ایسا لکھا یا بیان کیا ہے وہ یہی ہے جب وہ تصدیق کر لے گا تو اب گواہ کی عدالت ثابت ہوگئی۔ اب اوس کے بعد اُس شخص سے جس کی نسبت زنا کی شہادت گزری قاضی یہ دریافت کریگا کہ تو محصن ہے یا نہیں (احصان کے معنی یہاں پر یہ ہیں کہ آزاد عاقل بالغ ہو جس نے نکاح صحیح کے ساتھ وطی کی ہو)۔ اگر وہ اپنے محصن ہونے کا اقرار کرے یا اس نے تو انکار کیا مگر گواہوں سے اوس کا محصن ہونا ثابت ہوا تو احصان کے معنے دریافت کرینگے یعنی اگر خود اوس نے محصن ہونے کا اقرار کیا ہے تو اوس سے احصان کے معنی پوچھیں گے اور گواہوں سے احصان ثابت ہوا تو گواہوں سے دریافت کرینگے۔ اگر اس کے صحیح معنے بتا دیے تو رجم کا حکم دیا جائیگا اور اگر اوس نے کہا میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں سے بھی اوس کا احصان ثابت نہ ہوا تو سو ۱۰۰ دُرے مارنے کا قاضی حکم دیگا۔(11)

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج ۲، ص ۱۴۳، وغیرہ۔

رجم اسلامی سزا ہے

غزالیٔ دوراں حضرت سید سعید احمد کاظمی مقالات کاظمی میں تحریر فرماتے ہیں:

کوئی مسلمان حاکم یا حَکَم جب کوئی فیصلہ کرنے لگے تو اسے حسب ذیل آیات قرآنیہ اپنے سامنے رکھنی چاہئیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

ترجمہ: اور جو فیصلہ نہ کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل فرمائی تو وہی لوگ کافر ہیں۔ (سورۃ مائدہ۔ ۴۴)

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجمہ: اور جو فیصلہ نہ کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل فرمائی تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (سورہ مائدہ۔ ۴۵)

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ: اور جو فیصلہ نہ کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل فرمائی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (سورہ مائدہ ۴۷)

اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھے کہ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا وہ صرف کتاب نہیں بلکہ حکمت یعنی سنت بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل دو آیتوں کا یہی مضمون ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اور وہ جو اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۱)

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ترجمہ: (اے رسول) اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی (سورۂ نساء۔ ۱۱۳)

رجم کو قرآن اور اسلام کے خلاف کہنا صحیح نہیں کیوں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت رجم کی نفی نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل اس کے خلاف پائی جاتی ہے بلکہ اس کے برعکس رجم کے اسلامی حکم ہونے پر قرآنی آیات سے روشنی پڑتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ میں رجم کا حکم موجود ہے۔ البتہ صراحت کے ساتھ اس کا ذکر احادیث صحیحہ کثیرہ میں وارد ہے۔ نفسِ رجم کے ثبوت میں احادیث متواترۃ المعنی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی۔ پھر خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا۔ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے اور تابعین واتباع تابعین آئمہ مجتہدین اور جمہور اُمتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رجم اسلامی سزا ہے اور کتاب وسنت کے خلاف نہیں۔ چند خوارج کا اختلاف کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ رجم کو غیر اسلامی قرار دینا ایک مغالطہ ہے جس کی بنیادیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) رجم کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً موجود نہیں اور جس بات کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہ ہو وہ قرآن اور اسلام کے خلاف ہے۔

(۲) حدیث اور سنت چونکہ رسول اکا اپنا قول یا فعل ہے اس لئے وہ کوئی شرعی دلیل نہیں۔

(۳) قرآن مجید میں زنا کی سزا سو کوڑے مارنا مقرر کی گئی ہے جیسا کہ سورہ نور میں ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ یعنی زانیہ اور زانی کی سزا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ لہٰذا رجم کا قول قرآن مجید کی مقرر کی ہوئی سزا کے خلاف ہے۔

(۴) قرآن کریم میں شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کا نصف مقرر کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورہ نساء میں فرمایا: فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ یعنی شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کا نصف ہے اور ظاہر ہے کہ محصنات آزاد شادی شدہ عورتیں ہیں۔ اگر ان کی سزا رجم ہو تو باندیوں کی سزا رجم کا نصف ہوگی حالانکہ رجم قابلِ تنصیف نہیں۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں رجم کا وجود ہی نہیں۔

(۵) قائلین رجم کے درمیان حدِ زنا میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ رجم کے ساتھ سو کوڑے بھی ماریں جائیں گے کسی کے نزدیک صرف رجم کیا جائے گا۔ کوڑوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اس اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجم قطعی اور یقینی طور پر اسلامی سزا نہیں۔ منکرین رجم کے مغالطہ کی یہ پانچوں بنیادیں علم وتحقیق کی روشنی میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ←

...........................:

(۱) منکرین رجم کے مغالطہ کی پہلی بنیاد کہ رجم کا ذکر قرآن میں صراحۃً موجود نہیں اور جس بات کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہ ہو وہ قرآن اور اسلام کے خلاف ہے۔قرآن کی روشنی میں درست نہیں دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا

اب بے وقوف لوگ (مشریک ومنافقین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۲)

اس آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا اور یہ بات بھی قرآن مجید میں صراحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ پہلا قبلہ بھی اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِـعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

یعنی اے رسول آپ اس سے پہلے جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔"

یہاں صراحۃً مذکور ہے کہ وہ پہلا قبلہ اللہ تعالیٰ ہی نے مقرر فرمایا تھا لیکن سارے قرآن میں اس کے مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں نہ ہی یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟ حالانکہ تحویل قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا اور اس کے قبلہ اولیٰ ہونے کا اعتقاد قیامت تک اسلامی عقیدہ رہے گا جس کا ثبوت صرف سنت اور حدیث سے ملتا ہے۔قرآن پاک میں اس کی کوئی صراحت نہیں پائی جاتی۔

ثابت ہوا کہ جس حکم کی صراحت قرآن مجید میں نہ ہو اسے مطلقاً غیر اسلامی کہنا قطعاً باطل ہے۔ان ہر دو آیتوں سے منکرین رجم کے مغالطہ کی یہ دوسری بنیاد بھی منہدم ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا قول وفعل دلیل شرعی نہیں اور یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی وحی قرآن پاک میں منحصر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث بھی وحی الٰہی اور حکم خداوندی ہے اور قطعی الثبوت ہونے کی صورت میں دونوں کا حکم یکساں ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی جلی اور وحی متلو ہے اور حدیث وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔احکام شرع دونوں سے ثابت ہوتے ہیں۔کتاب وسنت دونوں حجت شرعیہ ہیں اور یہ دین کی اصل عظیم ہیں ان کا انکار پورے دین کے انکار کے مترادف ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب نمبر ۲ کے ضمن میں آئے گی۔

(۲) منکرین رجم کے مغالطہ کی دوسری بنیاد کہ حدیث وسنت چونکہ رسول کا اپنا قول وفعل ہے اس لئے وہ کوئی شرعی دلیل نہیں۔"

اگرچہ بیان سابق کی روشنی میں قرآنی دلیل سے پہلی بنیاد کے ساتھ یہ بھی منہدم ہو چکی ہے۔تاہم اس ضمن میں کچھ مزید تفصیلات کا سامنے لانا ضروری ہے۔

اس بحث میں سب سے پہلے بعثت رسول کے مقصد اور رسالت کے منصب کی وضاحت قرآن مجید کی روشنی میں ضروری ہے تاکہ رسول کے قول وفعل کی حیثیت کتاب اللہ سے متعین ہو جائے۔ ←

مقصدِ بعثت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء آیت ۶۴)
یعنی ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

یہاں باذن اللہ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ رسول ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ کا کوئی قول اور فعل اللہ کے اذن کے بغیر نہیں ہوتا یعنی وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا وہ جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے اذنِ الٰہی سے کہتا اور کرتا ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت اللہ کے اذن ہی سے ہوگی۔ لہٰذا رسول ہونے کی حیثیت سے رسول کا ہر قول اور ہر فعل حجت اور دلیلِ شرعی قرار پائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور جا بجا فرمایا۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۃ الانفال آیت ۴۶) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۃ المائدہ آیت ۹۳) اور اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ نیز فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آلِ عمران آیت ۳۱) اے رسول آپ فرمادیجئے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
اے ایمان والو! (پیروی میں) تمہارے لئے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

ان تمام آیات میں رسول کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے کہ رسول کے ہر قول و فعل میں اس کی اتباع اور اطاعت کی جائے اور چونکہ رسول کا کوئی قول یا فعل اذنِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے اس کی اطاعت عین اطاعتِ الٰہیہ ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء آیت ۸۰)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ان آیاتِ قرآنیہ میں مقصدِ بعثت کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول کی ذات مرکزِ اطاعت ہے اسی کا حکم مانا جائے گا۔ قانون کا سرچشمہ صرف رسول کی ذات ہے۔ اس کا ہر قول اور فعل جو بحیثیت رسول سرزد ہو۔ حجت اور دلیل شرعی اور واجب الاتباع ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بطور فیصلہ فرمادیا وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر آیت ۷)
اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ

ان آیات سے مقصدِ بعثت کے ساتھ منصبِ رسالت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ بات بے غبار ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ رسول کی ہر بات اور ہر عمل خواہ اس کی صراحت قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو بہرصورت قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

منصبِ رسالت:

اگرچہ مقصدِ بعثت کے ضمن میں منصبِ رسالت پر روشنی پڑچکی ہے لیکن تائیدِ مزید کے لئے حسب ذیل آیاتِ قرآنیہ سے بھی ہم اس موضوع کی وضاحت کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

←

....

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۃ النحل آیت ۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اس لئے نازل کیا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ سب کچھ بیان فرمادیں جو (انہیں بتانے کیلئے) ان کی طرف اتار گیا۔''

معلوم ہوا کہ قرآن کے مرادی معنیٰ کا بیان منصب رسالت ہے کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کے معانی اپنی طرف سے بیان کردے۔ نیز فرمایا

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل آیت ۸۹)

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری کہ وہ (آپ کے لئے) ہر چیز کا روشن بیان ہے''

اس آیت میں منصب رسالت پر روشنی پڑتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کا ہر چیز کے لئے روشن بیان ہونا منصب رسالت ہی کی شان ہے اب یہ رسول کا کام ہے کہ لوگوں کے لئے جو کچھ نازل ہوا وہ ان کے لئے بیان فرمادیں جیسا کہ سورۃ النحل کی آیت ۴۴ میں بیان ہوا نیز فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران آیت ۱۶۴)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب اُن کے نفسوں میں سے ان میں رسول بھیجا وہ ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسالت کے تین منصب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ نفوس (۳) تعلیم کتاب وحکمت

ظاہر ہے کہ تلاوتِ آیات تو قرآن کی قرأت ہی ہے مگر تزکیہ اور تعلیم رسول کے قول وفعل کے بغیر ممکن نہیں اس لئے رسول کے قول اور فعل کا حجت اور دلیل شرعی ہونا یقینی ہے، ورنہ منصب رسالت بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔

اس آیت کے ضمن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جو لوگ کتاب کے سوا کسی چیز کو مُنَزَّل مِنَ اللّٰہ نہیں مانتے وہ سخت غلطی پر ہیں۔

ابھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ منصبِ رسالت میں کتاب وحکمت دونوں کی تعلیم شامل ہے اور جس طرح کتاب مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے اسی طرح حکمت بھی مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ (البقرۃ آیت ۲۳۱) یعنی یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اور وہ چیز جو اللہ نے تم پر نازل کی کتاب سے اور حکمت سے نیز فرمایا: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء آیت ۱۱۳) اور اے رسول! اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہ جانتے تھے۔

←

ان دونوں آیتوں میں کتاب کے ساتھ حکمت کے نازل ہونے کی صراحت بھی موجود ہے۔ حکمت کے معنی ہیں چیزوں کو نامناسب جگہ سے روکنا اور مناسب جگہ پر حسنِ ترتیب کے ساتھ رکھنا۔ گویا قرآن کے معانی کو عملی جامہ پہنانے اور اس کی راہوں کے متعین کرنے کا نام حکمت ہے جس کی تعلیم بھی منصب رسالت میں شامل ہے قول اور عمل رسول کے بغیر اس کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے رسول کے اقوال و افعال کو حجت اور دلیل شرعی تسلیم کرنا واجب ہے۔

یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ منصب رسالت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ رسول کا ہر قول وفعل منصب رسالت کے ضمن میں حجت اور دلیل شرعی قرار پائے۔ اس کے بغیر کتاب وحکمت کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم بے شمار جگہ موجود ہے کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو لیکن پورے قرآن میں کسی جگہ نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کی ترتیب مذکور نہیں۔ نمازوں کی تعداد کا ذکر بھی قرآن میں نہیں نہ کسی نماز کی رکعتوں کی تعداد قرآن میں مذکور ہے نماز کی صفت، کیفیت، ترتیب و دیگر مسائل کا ذکر قرآن میں مصرح نہیں اسی طرح مقادیر زکوٰۃ کہ کس چیز کی کتنی زکوٰۃ دی جائے مقدار نصاب و دیگر شرائط و احکامِ زکوٰۃ قرآن میں نہیں پائے جاتے حج کے سب احکام اور روزہ کے تمام مسائل کی تفصیل قرآن میں کہیں نہیں پائی جاتی۔

یہ جملہ احکام اور مسائل احادیث صحیحہ میں وارد ہیں اور عہد رسالت سے لیکر آج تک اُمتِ مسلمہ کے معمولات میں شامل ہیں کسی نے انہیں خلاف قرآن کہنے کی جرأت نہیں کی۔ ان تمام احکام ومسائل کا بیان منصب رسالت میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منصب کے مطابق انہیں بیان فرمایا اور امتِ مسلمہ نے انہیں قبول کر کے ان کے مطابق عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ کے احکم الحاکمین ہونے میں کوئی شک نہیں حقیقی حکم اسی کا ہے اور احکم الحاکمین حقیقی وہی ہے اور یہ حقیقت بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنا نائب بنایا، قانون، حکم اور ہر فیصلہ کا بنیادی مرکز اور سرچشمہ اپنے رسول ہی کی ذات کو قرار دیا اور قرآن مجید میں اعلان فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(النساء آیت ۶۵)

اے رسول! آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم مانیں۔ پھر جو بھی آپ فیصلہ کردیں اپنے دل میں اس سے تنگی محسوس نہ کریں اور دل وجان سے اسے پوری طرح مان لیں۔

یہ آیت کریمہ علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کر رہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے رسول ہی حاکم ہیں۔ انہیں اختیار ہے کہ وہ اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے جو چاہیں فیصلہ فرمادیں (مِمَّا قَضَيْتَ) میں مَا عام ہے ان کے ہر فیصلہ کو (خواہ وہ قرآن میں مذکور ہو یا نہ ہو) بلا چون وچرا تسلیم کرنا مدار ایمان ہے اس کے بعد بھی رسول کے قول وفعل کو حجت شرعیہ نہ سمجھنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

(۳) منکرین رجم کے مغالطہ کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ قرآن مجید میں زنا کی سزا سو کوڑے مارنا مقرر کی گئی ہے رجم کا قول قرآن کی ←

مقرر کی ہوئی حد کے خلاف ہے۔"

اس کا ازالہ یہ ہے کہ ہر زانی کی سزا کسی کے نزدیک بھی رجم نہیں ہے۔ یہ سزا صرف اس کے لئے ہے جو آزاد اور شادی شدہ ہو۔ قرآن میں زانی کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے مگر وہاں آزاد و شادی شدہ کی قید مذکور نہیں۔ اگر آیت قرآنیہ میں یہ قید پائی جاتی تو رجم کی سزا کو قرآن کے خلاف کہنا صحیح ہوتا۔

ابتدائے اسلام میں سورۂ نساء کے نازل ہونے تک زنا کی کوئی حد مقرر نہیں ہوئی تھی۔ صرف یہ حکم نازل ہوا تھا کہ کسی عورت سے بدکاری سرزد ہو جائے تو اس پر چار مسلمان مرد گواہ بنائے جائیں اور تاحیات اس عورت کو گھر میں بند رکھا جائے اور اگر دو مرد بے حیائی کا کام کریں تو انہیں تکلیف پہنچائی جائے۔

چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ○ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ج فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ (النساء آیت ۱۵-۱۶)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرے اس پر چار مسلمان مرد گواہ بنالو۔ اگر وہ گواہی دیدیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے۔ یا اللہ اُن کے لئے کوئی راستہ مقرر کردے اور تم میں سے دو مرد جو بدکاری کریں تو انہیں تکلیف پہنچاؤ۔ اس کے بعد اگر وہ توبہ کرلیں اور ٹھیک ہو جائیں تو ان کی طرف توجہ نہ کرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحمت فرمانیوالا ہے۔"

اس آیت میں بدکار عورتوں کا یہ حکم بیان کیا گیا کہ انہیں گھروں میں بند رکھا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائیں یا ان کے مرنے سے پہلے اللہ ان کے لئے کوئی راہ پیدا کردے۔ یعنی حد کا کوئی حکم نازل فرمادے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ان کے لئے ایک سبیل پیدا کردی جس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح فرمائی لهن سبيلا يعني الرجم للثيب والجلد للبكر (بخاری شریف جلد ثانی ص ۶۵۷) یعنی ان بدکار عورتوں کے لئے جو سبیل اللہ نے مقرر فرمائی وہ یہ ہے کہ شادی شدہ کے لئے رجم ہے اور کنواری کے لئے کوڑے ہیں۔ غیر شادی شدہ آزاد بدکار عورت کا حکم آیت کریمہ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ میں مذکور ہے یعنی (آزاد غیر شادی شدہ) زانیہ اور (آزاد غیر شادی شدہ) زانی کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور شادی شدہ آزاد زانی و زانیہ کے لئے قرآن مجید میں رجم کی آیت نازل ہوئی تھی مگر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لئے مقدر کردیا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو۔ جو شخص میری بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو، وہاں تک میری بات لوگوں کو بتادے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی ←

اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی جو کچھ اللہ نے کتاب میں نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی۔ ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ اللہ کی کتاب میں رجم حق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۰۹، مسلم شریف ج ۲ ص ۶۵، موطا امام مالک ص ۳۴۹)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ قرآن مجید کی آیت اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لئے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا قرآنِ پاک کے الفاظ میں صراحۃً مذکور ہے اور شادی شدہ کی سزا صراحۃً حدیث اور سنت نبوی میں وارد ہے اور ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواترۃ المعنیٰ ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیثِ نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں۔ جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے اسے خلافِ قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں۔

ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ قبلۂ اولیٰ کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے اسی طرح پانچ نمازیں، ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترکیب مثلاً نماز میں رکوع، سجود، قیام اور قعود اور ان سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے۔ اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامتِ صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ایتاء زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے اس لئے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ قرآن کے معنیٰ سمجھ میں آجائیں اور مرادِ الٰہی کے مطابق احکام قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوۃ ہونا احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے اس کے باوجود ہم نزولِ الفاظ، اور نسخ تلاوۃ کے قطعی اور متواتر ہونے کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنیٰ تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ فِیْھَا حُکْمُ اللّٰہِ O (المائدہ آیت ۴۳) اور اے رسول! (وہ یہودی) کس طرح آپ کو اپنا حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ حُکْمُ اللّٰہِ کے معنیٰ متواتر صرف رجم ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے لیکر آج تک یہی معنیٰ تواتر سے منقول ہوتے چلے آئے جس طرح قرآن کے الفاظ منقولہ متواترہ قرآن ہیں بالکل اسی طرح الفاظ قرآن کے معانی منقولہ متواترہ بھی قرآن ہیں اسی لئے کہا گیا کہ القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعا یعنی قرآن لفظ اور معنیٰ کے مجموعہ کا نام ہے، بے شک لفظ رجم اس آیت میں ←

صراحۃً مذکور نہیں لیکن حُکمُ اللّٰہِ کے معنی چونکہ رجم ہی ہیں اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رجم کے معنی اللہ کی کتاب میں حق ہیں کتاب اللہ میں اگر کسی نے رجم کی نفی کی ہے تو اس سے مراد صرف لفظ رجم ہے اس کے معنی کی نفی مراد نہیں اور معنی جب تواتر سے ثابت ہیں تو یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ قرآن میں رجم حق ہے یعنی اس کا حکم موجود ہے اس کے بعد یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ میں سو کوڑوں کی سزا آزاد کنوارے غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے ہی مخصوص ہے اور شادی شدہ آزاد مرد و عورت کی سزا رجم ہے اور ان دونوں سزاؤں میں قطعاً کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ دونوں کا محل جداگانہ ہے سورۃ النور کی آیت میں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ غیر شادی شدہ مجرم مراد ہیں اور حکم اللہ یعنی رجم شادی شدہ آزاد مجرموں کے لئے ہے۔

اب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ رجم کی سزا قرآنی سزا ہے اور اسے غیر اسلامی قرار دینا باطل محض اور قرآن کے خلاف ہے یہاں یہ شبہ کہ یہ لفظ حکم اللہ بمعنی رجم تورات میں پایا جاتا ہے۔ قرآن سے اس کا کوئی تعلق نہیں، ہرگز صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ تورات کے جس حکم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم اللہ فرما دیا اور اسے برقرار رکھا تو وہ اب بعینہٖ قرآن کا حکم ہے اور اس کے قرآنی حکم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

رجم کی سزا کو مائۃ جلدۃ کے خلاف سمجھنے والے اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ سو کوڑوں کی سزا ہر قسم کے زنا کے لئے ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

لفظ 'زِنا' کے معنی لغتِ عرب میں ضیق ہیں اور ضیق تنگی کو کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ تنگی جسمانی ہو یا غیر جسمانی مثلاً ذہنی یا قلبی اور شرع و عرفِ عام میں عاقل و بالغ کا غیر مملوکہ یا غیر منکوحہ سے وطی کرنا زنا کہلاتا ہے۔ جس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً بحالت اکراہ یا بحالت لاعلمی یا بصورتِ اشتباہ، اسی طرح غلام یا باندی کی بدکاری اور اس کے علاوہ آزاد شادی شدہ مرد یا عورت کا یہ جرم، غیر شادی شدہ آزاد مرد یا عورت کی حرام کاری سب پر زنا کے معنی صادق ہیں لیکن مأۃ جلدۃ کا حکم ہر ایک صورت پر عائد نہیں ہوتا اور اس عائد نہ ہونے کو آج تک کسی نے بھی خلافِ قرآن قرار نہیں دیا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ شادی شدہ آزاد زانی اور زانیہ پر بھی اگر مائۃ جلدۃ کا حکم عائد نہ ہو اور دلیل شرعی کی روشنی میں اس کی سزا رجم قرار پائے تو اسے کیوں خلاف قرآن کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کوئی مانے یا نہ مانے ہم دلیل شرعی کی روشنی میں کہتے ہیں کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل اور شرمگاہ سب سے زنا کا فعل سرزد ہو سکتا ہے لیکن حدِ شرعی صرف شرم گاہ کے زنا کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہمارے دلائل کی روشنی میں منکرین رجم کی یہ تیسری بنیاد بھی منہدم ہو گئی کہ اَلزَّانِیَۃُ کے عموم میں ہر قسم کا زنا شامل ہے اور ہر زنا کی سزا سو کوڑے ہیں۔

(۴) منکرین رجم کے مغالطہ کی چوتھی بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم میں شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کا نصف مقرر کی گئی ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا: فَعَلَیْہِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ یعنی شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کا نصف ہے اور ظاہر ہے کہ محصنات آزاد شادی شدہ عورتیں ہیں اگر ان کی سزا رجم ہو تو باندیوں کی سزا رجم کا نصف ہوگی حالانکہ رجم قابل تنصیف نہیں معلوم ہوا کہ حدِ رجم ناقابل عمل اور اسلام کے خلاف ہے۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ سورۂ نساء کی اس آیت میں المحصنٰت سے شادی شدہ نہیں بلکہ آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں جن کی سزا سورۂ نور میں ←

سو کوڑے بیان کی گئی ہے شادی شدہ باندیوں کی سزا، اس کا نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شادی شدہ باندیوں کی سزا اور غیر شادی شدہ باندیوں کی سزا رجم نہیں، صرف پچاس کوڑے ہیں۔ رجم کی سزا آزاد شادی شدہ مرد و عورت کے لئے مخصوص ہے معلوم ہوا کہ سورۂ نساء کی اس آیت سے رجم کے ناقابل عمل اور غیر اسلامی ہونے پر استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ محصنٰت کا مصدر، احصان ہے جس کا مادہ حصن ہے، حصن قلعہ کو کہتے ہیں جو حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ احصان چار چیزوں سے ہوسکتا ہے (۱) اسلام (۲) حرّیت (۳) نکاح (شادی شدہ ہونا) (۴) عفت، کفر کی وجہ سے کافر کو جو تکالیف پیش آسکتی ہیں اسلام ان سب تکالیف سے حفاظت کرتا ہے غلامی کی تکالیف سے حرّیت حصن کا کام دیتی ہے۔ نکاح ایک حصار ہے جو عزت و ناموس کو محفوظ رکھتا ہے۔ عفت و بکارت بھی گویا شرم و حیاء کا ایک قلعہ ہے جو بداخلاقی سے روکتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ محصنٰت چاروں قسم کے احصان کے معنیٰ میں وارد ہے۔ یعنی محصنٰت سے مراد مسلمان عورتیں / ۱، آزاد کنواری / ۲ عورتیں، شادی شدہ / ۳ عورتیں اور عفیفہ / ۴ عورتیں ہیں۔

چنانچہ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ اس آیت میں محصنٰت سے مسلمان / ۱ آزاد پاک دامن عورتیں مراد ہیں۔ سورہ نساء میں محرمات کے ضمن میں فرمایا: وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاۗءِ یہاں محصنٰت سے شادی شدہ عورتیں مراد ہیں اس کے بعد غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے معنیٰ میں بھی المحصنٰت کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (سورہ نساء ۲۵) یعنی تم میں سے جو شخص آزاد غیر شادی شدہ ایمان والی عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مسلمان باندی سے نکاح کرلے اس مقام پر المحصنٰت کا لفظ آزاد کنواری عورتوں کے معنیٰ میں وارد ہوا ہے اس کے علاوہ صرف عفیفہ پاکدامن کے معنیٰ میں بھی لفظ محصنٰت قرآن پاک میں موجود ہے ارشاد ہوا مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ یعنی وہ باندیاں عفیفہ پاکدامن ہوں۔ نہ ظاہر بدکار ہوں نہ پوشیدہ، یہاں لفظ محصنٰت سے صرف پاکدامن باندیاں مراد ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ میں المحصنٰت کے معنیٰ آزاد کنواری عورتیں ہیں کیوں کہ اس آیت میں آزاد کنواری مسلمان عورتوں ہی سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں کو مسلمان باندیوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس کے بعد فرمایا گیا کہ اگر وہ باندیاں نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کریں فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد کنواری عورتوں کے لئے ہے۔

نظم قرآن کی ترتیب سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہاں المحصنٰت سے مراد آزاد کنواری عورتیں ہیں جن کا ذکر اسی آیت میں نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کے ساتھ لفظ المحصنٰت میں آچکا ہے ان ہی کی سزا یعنی سو کوڑوں کا نصف پچاس کوڑے باندیوں کی سزا بیان فرمائی گئی ہے۔

اس آیت کریمہ سے آزاد شادی شدہ عورتوں یا مردوں کے حق میں حدِ رجم کی نفی ثابت نہیں ہوتی بلکہ شادی شدہ باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ثابت ہوتی ہے جس کا انکار آج تک کسی مسلمان نے نہیں کیا۔ خلاصہ یہ کہ منکرین رجم کے مغالطہ کی چوتھی بنیاد بھی منہدم ہوگئی اور وہ اس آیت مبارکہ سے رجم کی نفی ثابت نہ کرسکے۔

(۵) منکرین رجم کے مغالطہ کی پانچویں بنیاد یہ ہے کہ قائلین رجم کے درمیان اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ رجم کے ساتھ سوکوڑے بھی مارے جائیں گے کسی کے نزدیک صرف رجم کیا جائے گا۔ کوڑوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ رجم کو یقینی طور پر اسلامی سزا قرار دینا صحیح نہیں۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ رجم سے پہلے کوڑے مارنے میں اختلاف ضرور ہے لیکن رجم میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا اس اختلاف کو رجم کے یقینی اور قطعی ہونے کے خلاف پیش کرنا قطعاً باطل ہے۔

اس نوعیت کے کئی اور بھی اختلافات ہیں مگر رجم کے قطعی اور یقینی ہونے پر وہ بالکل اثر انداز نہیں مثلاً آزاد غیر شادی شدہ زانی کو سوکوڑے مارنے کے بعد سال بھر کے لئے جلاوطن کرنا یا شادی شدہ شیخ زانی کے لئے رجم سے پہلے سوکوڑے مارنا اور اسی قسم کے جوان کو کوڑے مارے بغیر رجم کردینا، علاوہ ازیں شرائط احصان میں بھی اختلاف ہے۔ المحلی لابن حزم میں ہے کہ

(۱) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے محصن کو زنا کی سزا میں رجم کیا کوڑے نہیں مارے۔ ابراہیم نخعی، زہری، اوزاعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، ابوثور، احمد بن حنبل، ان کے اصحاب، سب کا یہی قول ہے۔

(۲) حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے زنا کی سزا میں ایک عورت کو سوکوڑے مارے اور رجم بھی کیا۔ ابی بن کعب سے بھی اس طرح منقول ہے۔ حسن بصری کا قول بھی یہی ہے۔

(۳) حضرت ابوذر سے منقول ہے کہ شادی شدہ بوڑھے کی سزا سوکوڑے ہیں اور رجم ہے اور اگر وہ جوان ہو تو صرف رجم ہے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

دیکھئے! ان تمام اقوال میں رجم کا ثبوت ہر جگہ موجود ہے پھر ان اقوال کو رجم کے خلاف پیش کرنا کیوں کر صحیح ہوگا؟ اس کے بعد ایک اور اختلاف مذکور ہے وہ یہ کہ ایک گروہ آزاد غیر شادی شدہ کو سوکوڑوں کی سزا کے بعد سال بھر کے لئے اس کی جلاوطنی کو بھی حد میں شامل کرتا ہے دوسرا گروہ اسے حد نہیں مانتا۔ ظاہر ہے کہ یہ اختلاف بھی منکرین رجم کے لئے مفید نہیں۔

خلاصہ یہ کہ منکرین رجم نے جس اختلاف کو رجم کے قطعی ہونے کے خلاف پیش کیا ہے اس سے ان کا مدعا قطعاً ثابت نہیں ہوتا اور رجم کے قطعی ہونے کی حیثیت بدستور باقی رہتی ہے لہٰذا ان کے مغالطہ کی پانچویں بنیاد بھی منہدم ہوگئی۔

منکرین رجم کے مغالطہ کی اس پانچویں بنیاد کے ضمن میں جن اختلافات کا ذکر آگیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث میں ضمناً ان پر بھی ایک جامع اور مختصر تبصرہ کرتے چلیں تاکہ قول راجح سامنے آجائے مگر ہمارا یہ کلام طرۃ اللباب ہوگا منکرین رجم اس کے مخاطب نہ ہوں گے۔ ←

....

یہاں حسب ذیل اختلافات ہیں:

(۱) پہلا اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی، احمد بن حنبل، اوزاعی وغیرہم نفی سنۃ (سال بھر کی جلاوطنی) کو بھی حد میں شامل کرتے ہیں۔

ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ایسے لوگوں کے لئے سال بھر کی جلاوطنی کا حکم وارد ہے۔ مثلاً حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! (یہ حدیث) مجھ سے سن لو (تین مرتبہ اسی طرح فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدکار عورتوں کے لئے ایک سبیل مقرر فرمادی وہ یہ کہ کنوارہ کنواری کے ساتھ (بدفعلی) کرے تو (ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے) سو کوڑے ہیں اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ (بدفعلی کرے) تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے) سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے۔ (مسلم جلد ۲ ص ۶۵) اسی طرح دیگر احادیث میں بھی غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑوں کے بعد نفی سنۃ یا تغریب عام کے الفاظ وارد ہیں جن کے معنی ہیں سال بھر کے لئے جلاوطن کرنا۔

رسول اللہ ﷺ سے غیر شادی شدہ کو سو کوڑوں کی سزا کے بعد عملی طور پر بھی جلاوطن کرنا ثابت ہے۔ حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام نے بھی ایسے مجرموں کو ایک سال کے لئے جلاوطن کیا۔

لیکن امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر ائمہ سال بھر کی اس جلاوطنی کو حد میں شامل نہیں مانتے ان کا مؤقف یہ ہے کہ آزاد غیر شادی شدہ کی حد صرف سو کوڑے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر تغریب عام، یا نفی سنۃ کو بھی حد کا جز مانا جائے تو لازم آئے گا کہ قرآن مجید میں مائۃ جلدۃ کی جو حد بیان کی گئی ہے وہ کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔ رہا یہ امر کہ احادیث میں سال بھر کی جلاوطنی مذکور ہے تو ان ائمہ کا قول اس کے بارے میں یہ ہے کہ اگر اس کو حد پر محمول کیا جائے تو اس کا حکم سورۂ نور کی آیت مائۃ جلدۃ سے منسوخ ہوگیا۔ ورنہ یہ سیاست اور مصلحت پر محمول ہے اور حاکم وقت کے لئے جائز ہے کہ اگر وہ مصلحت سمجھے تو (بطور حد نہیں بلکہ) تعزیراً ایسے لوگوں کو سال بھر کے لئے جلاوطن کردے۔

تغریب عام کو تعزیر پر محمول کرنے کی تائید حضرت عمر کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔ جب انہوں نے ربیعہ بن اُمیہ بن خلف کو شرب خمر کی وجہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کیا، اور اس جلاوطنی کی حالت میں وہ ہرقل کے پاس پہنچ کر مرتد ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا اغرب بعدہ مسلما یعنی اس کے بعد میں کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ اس حدیث کو (امام بخاری کے استاد) عبدالرزاق نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: اخبرنا معمر عن الزھری عن ابن المسیب قال غرب عمر الحدیث (نصب الرایہ للحافظ الزیلعی جلد ۳، ص ۳۳۱) حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ میں اس کے بعد کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا ہر مسلمان کو شامل ہے خواہ اس پر زنا کے جرم میں سو کوڑوں کی حد بھی لگ چکی ہو۔ ایسی صورت میں جلاوطنی کو اگر حد میں شامل مانا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عمر نے ربیعہ بن امیہ کے بعد ترک حد کا بھی اعلان کردیا۔ معلوم ہوا کہ جلاوطنی حد میں شامل نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام نے محض تعزیراً جلاوطنی کا حکم دیا تھا۔

←

....

اور اگر جلاوطنی کے نسخ کا قول کیا جائے تو وہ بھی مستبعد نہیں ہوگا کیوں کہ عبادہ بن صامت کی اس حدیث کے اوّل میں غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑوں اور سال بھر کی جلاوطنی کا حکم مذکور ہے اور اسی کے آخر میں شادی شدہ کے لئے سو کوڑوں اور رجم کا حکم وارد ہے۔

جلاوطنی کو حد میں شامل کرنے والے اکثر آئمہ جیسے امام شافعی اور احمد بن حنبل وغیرہما شادی شدہ کی حد صرف رجم قرار دیتے ہیں سو کوڑوں کو حد میں شامل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ شادی شدہ کے حق میں سو کوڑوں کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ علامہ نووی، حافظ ابن حجر اور ابن کثیر وغیرہم اور ان سے پہلے ائمہ مجتہدین شافعی، مالک، احمد بن حنبل، سب کے نزدیک شادی شدہ کی حد صرف رجم ہے۔ اس لئے سو کوڑوں کی سزا کو وہ منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ آخر حدیث کا حکم منسوخ ہونا مستبعد نہیں تو اوّل حدیث میں جلاوطنی کا حکم منسوخ ہو جانا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے؟

(۲) دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک شادی شدہ مستوجب رجم کو رجم سے پہلے سو کوڑے بھی مارے جائیں گے اس کے بعد رجم کیا جائے گا حسن بصری، ابن راہویہ وغیرہما علماء کا قول یہی ہے۔

ان کی پہلی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامت ہے جو اختلاف نمبر ایک میں مذکور ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم یعنی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کی سزا یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے سو کوڑے ہیں اور رجم ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شعبی نے حضرت علی سے روایت کیا کہ انہوں نے ایک عورت (شراحہ) کو جمعرات کے دن کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اسے رجم کیا اور فرمایا جلدتها بکتاب الله ورجمتها بسنة رسول الله یعنی کتاب اللہ کے حکم سے میں نے اسے کوڑے مارے اور سنتِ رسول ﷺ کے حکم سے اسے رجم کیا۔

اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا جمع نہیں کی جائیگی۔ امام زہری، ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، مالک، اوزاعی، شافعی، سفیان ثوری اور احمد بن حنبل وغیرہم سب کا یہی قول ہے۔

ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کے علاوہ کوڑوں کی سزا نہیں دی مثلاً:

(۱) حدیث عسیف (اجیر) جو صحاح ستہ میں موجود ہے کہ غیر شادی شدہ اجیر نے اپنے آجر کی زوجہ سے زنا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس اجیر کے لئے (بطور حد) سو کوڑوں کا حکم دیا اور (تعزیراً) سال بھر کے لئے جلاوطن فرما دیا لیکن جس عورت کے ساتھ اس نے زنا کیا تھا اس کے بارے میں فرمایا اے انیس! تم اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرلے تو اسے رجم کر دو۔ حضرت انیس اس کے پاس گئے تو اس نے اقرار کر لیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا وہ رجم کر دی گئی اس حدیث میں بھی صرف رجم ثابت ہے۔ کوڑے ثابت نہیں۔

(۲) اسی طرح حضرت ماعز کی حدیث میں بھی صرف رجم کا ثبوت ہے کوڑے ثابت نہیں۔

←

....

(۳) علی ہذا حدیث غامدیہ اور جہینیہ میں صرف رجم کا ثبوت ہے حالانکہ یہ تمام احادیث طرق متعددہ کثیرہ سے مروی ہیں مگر کسی طریق میں رجم کے ساتھ کوڑے ثابت نہیں ہوئے لہٰذا جمہور علماء کے مطابق ان تمام احادیث سے ثابت ہوگیا کہ رجم کے ساتھ کوڑوں کا جمع نہ کرنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مشہورہ ہے اور اسی سنت کو وہ جمع بین الجلد والرجم کے اس حکم کا ناسخ قرار دیتے ہیں جو حدیث عبادہ بن صامت والثیب بالثیب جلد مائة والرجم کے الفاظ میں وارد ہوا ہے جسے بعض علماء نے اپنے قول کی تائید میں پیش کیا تھا۔

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ایک تاویل شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ثیب کی دو قسمیں ہیں ایک ثیب محض (کوئی عورت یا مرد جو نکاح صحیح کے بغیر کبھی مباشرت کر چکا ہو) دوسرا ثیب محصن (کوئی عورت یا مرد جس نے نکاح صحیح کے ساتھ کبھی مباشرت کی ہو) پہلی قسم کے ثیب کی حد جلد ہے۔ دوسری قسم کے ثیب کی حد رجم ہے۔ انتہیٰ (مبسوط سرخسی ۹ ص ۳۷) یعنی یہ نہیں کہ جلد اور رجم دونوں کو جمع کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ قسم اوّل کا ثیب بکر میں شامل ہے اور الثیب بالثیب جلد مائة والرجم میں لفظ ثیب سے مراد صرف ثیبِ محصن ہے سنتِ مشہورہ سے اس حدیث کو منسوخ ماننے کی بنیاد یہی قول ہے۔

جمہور کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے سورۂ نساء کی آیت اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا کے تحت صحیح بخاری میں تعلیقاً وارد کیا۔ دیکھئے بخاری شریف میں ہے قال ابن عباس...... لهن سبيلا يعني الرجم للثيب والجلد للبكر (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۵۷) یعنی عبداللہ بن عباس نے کہا کہ (بدکار) عورتوں کے لئے اللہ کی مقرر کی ہوئی سبیل یہ ہے کہ شادی شدہ کے لئے رجم ہے اور کنواری کے لئے کوڑے ہیں شادی شدہ کے لئے رجم کے ساتھ کوڑوں کا ذکر نہیں اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کے ساتھ جلا وطنی بھی مذکور نہیں۔ ثابت ہوا کہ ثیب کی حد صرف رجم ہے۔ اس میں کوڑے شامل نہیں اور بکر کے لئے صرف کوڑے ہیں۔ اس کی حد میں جلا وطنی شامل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ثیب اور بکر کے لئے جو سبیل مقرر فرمائی وہی حد ہے اور اسی کو عبداللہ بن عباس نے بیان فرمادیا۔

اس کے علاوہ جمہور کے قول کی تائید حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے بھی ہوتی ہے امام زہری نے روایت کیا ان ابابكر و عمر رضي الله عنهما رجما ولم يجلدا (المحلی لابن حزم جلد ۱۱ ص ۲۳۳) یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔

بہرنوع دلائل کی روشنی میں جمہور کا قول کہ رجم اور جلد کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ بے غبار ہے۔

رہی وہ حدیث جو امام شعبی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ انہوں نے ایک عورت (شراحہ) کو ایک دن کوڑے مارے اور دوسرے دن اُسے رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ کے حکم سے کوڑے مارے اور سنت رسول ﷺ کے حکم سے رجم کیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث بروایت سلمہ بن کہیل اس طرح وارد کی ہے۔ قال سمعت الشعبي يحدث عن علي رضي الله عنه حين رجم المرأة يوم الجمعة قال رجمتها بسنة رسول الله ﷺ انتہیٰ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶) ←

....

سلمہ بن کہیل نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حدیث بیان کرتے تھے جب انہوں نے جمعہ کے دن (شراحہ) عورت کو رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کیا ہے۔

اس حدیث میں کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے اس لئے رجم کے ساتھ کوڑے مارنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوا۔

پھر یہ کہ اس حدیث کی سند مطعون ہے حافظ ابن حجر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: قد طعن بعضھم کالحازمی فی ھذا الاسناد بان الشعبی لم یسمعه من علی رضی اللہ انتھی (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۹۹) یعنی امام حازمی جیسے بعض محدثین نے اس حدیث کی سند میں طعن کیا کہ شعبی نے یہ حدیث حضرت علی سے نہیں سنی۔ یہی حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: وقال الحاکم فی علومه ولم یسمع من عائشة ولا ابن مسعود ولا من اسامة بن زید ولا من علی انما رأه رؤیة انتھی

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۶۸)

یعنی امام حاکم نے (اپنی کتاب) علوم الحدیث میں کہا کہ (شعبی نے) نہ تو عائشہ صدیقہ، نہ ابن مسعود، نہ اسامہ بن زید اور نہ حضرت علی سے سنا، حضرت علی کو صرف ایک مرتبہ دیکھا تھا۔

امام بدرالدین عینی بھی حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں: وقال الحازمی لم تثبت الائمة سماع الشعبی عن علی رضی اللہ عنه (عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۱۵۰ طبع قدیم)

خود امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں ایک اور حدیث بروایت شعبی عن علی تعلیقاً بصیغہ تمریض وارد کرکے حازمی و دیگر ائمہ حدیث کی تائید کردی کہ شعبی کی سماع حضرت علی سے ثابت نہیں وہ روایت حسب ذیل ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ویذکر عن علی وشریح ان جائت ببینة من بطانة اھلھا۔ الحدیث (بخاری جلد ۱ ص ۳۴۷) یہاں عن علی سے مراد عن الشعبی عن علی ہے۔ جیسا کہ دارمی نے روایت کیا اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

اس کے باوجود امام بخاری کا اس پر جزم نہ کرنا، اور تمریض کے صیغہ سے اسے تعبیر کرنا صرف اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شعبی کی سماع میں انہیں تردد ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اسی مقام پر فرماتے ہیں: وصله الدارمی کما سیاتی ورجاله ثقات وانما لم یجزم به للتردد فی سماع الشعبی عن علی انتھی (جلد اول ص ۳۴۷) یہی بات امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمائی (دیکھئے جلد ۱۱ ص ۱۵۰)

اس مقام پر یہ اشکال پیدا ہوا کہ جب امام بخاری کے نزدیک بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے امام شعبی کی سماع میں تردد ہے تو انہوں نے بروایت شعبی عن علی کی حدیث کو کتاب الحدود میں مسنداً کیسے وارد کیا۔

امام دارقطنی وغیرہ نے اس اشکال کو یہ کہہ کر دور کیا کہ شاید امام بخاری کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے امام شعبی نے صرف وہی ایک حدیث سنی اسی بنا پر دوسری روایت کو امام بخاری نے ویذکر عن علی کہہ کر بصیغہ تمریض وارد کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے دارقطنی کا ←

قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: وبان الشعبی سمع هذا الحدیث من علی قال ولم یسمع عنه غیره (فتح الباری جلد ۱۲، ص ۹۹)
یعنی دارقطنی نے کہا کہ شعبی نے حضرت علی سے صرف یہی حدیث (مسند) سنی۔ اس کے علاوہ اور کوئی حدیث ان سے نہیں سنی۔ یہی بات علامہ عینی نے ذکر کی (دیکھئے عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۱۵۰)

خلاصہ یہ کہ امام دارقطنی کے مطابق امام بخاری کی رائے یہی ہے کہ شعبی نے حضرت علی سے اس ایک حدیث کے سوا اور کوئی حدیث نہیں سنی جب کہ محمد بن سعد (ابن سعد) متوفی ۲۳۰ھ جن کی ولادت اور وفات امام بخاری کی ولادت اور وفات سے پہلے ہے۔ شعبی کے لئے حضرت علی کی رویت مانتے ہوئے ان کی سماع مطلقاً ثابت نہیں کرتے اسی طرح امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اور حافظ ابوبکر حازمی ۵۸۴ھ و دیگر ائمہ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شعبی کی سماع کا مطلقاً انکار کرتے ہیں ایسی صورت میں امام بخاری اور دارقطنی کا عندیہ قوی نہیں ہوسکتا، جب تک خود شعبی سے یہ بات ثابت نہ ہوجائے کہ میں نے ایک حدیث شراحہ کے سوا اور کوئی حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ شعبی کا ایسا کوئی قول پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا اس حدیث سے جلد مع الرجم کے اثبات پر استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔

پھر یہ کہ شعبی عن علی حدیث معنعن ہے اور اس کے مقبول ہونے کی شرط امام مسلم کے نزدیک معاصرۃ ہے امام بخاری کے نزدیک لقاء ہے (ولومرۃ) اور بعض محدثین کے نزدیک اخذ وسماع (ولومرۃ) امام بخاری اور دارقطنی شعبی کے لئے حضرت علی کی معاصرۃ لقاء اور اخذ وسماع (ولومرۃ) تینوں کے قائل ہیں اس کے باوجود وہ روایت شعبی عن علی کو ویذکر سے تعبیر کرکے محض اس لئے ضعیف قرار دے رہے ہیں کہ ان کی رائے میں شعبی نے حضرت علی سے ایک حدیث کے سوا کچھ نہیں سنا۔

میں عرض کروں گا کہ اس رائے کی بنیاد پر حدیث کو ضعیف قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث معنعن کے مقبول ہونے کی شرطیں اور تینوں معیار ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ شاید آپ کہیں کہ امام بخاری اور دارقطنی کی رائے ان کے تبحر علمی اور اجتہادی بصیرت پر مبنی ہے تو مجھے اس سے اختلاف نہیں لیکن میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر یہی حسن ظن ان ائمہ مجتہدین اور اُمنائے دین کے حق میں بھی کرلیا جاتا، جن کی فقہ اور اجتہاد پر عمل کرنے والے روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور دنیا بھر کی آبادی کا ۴؍۳ حصہ ان پر مشتمل ہے تو اکثر فروعی اور اجتہادی مسائل میں باہمی جدال اور نفرت وحقارت کا خاتمہ ہوجاتا اور جمہور امت مسلمہ میں اخوت ومحبت، اتفاق واتحاد اور یک جہتی کی راہیں ہموار ہوجاتیں۔

اس کے بعد یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بواسطہ شعبی حدیث شراحہ کے راویوں نے اس کے متن کو کمی وبیشی سے روایت کیا ہے صحیح بخاری کی روایت میں صرف رجم مذکور ہے۔ جلد کا کوئی ذکر نہیں اور علی بن الجعد کی روایت میں کوڑے مارنے کا ذکر بھی وارد ہے۔

اسی طرح سند میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے امام بخاری نے اس کی سند میں شعبہ کے بعد کہیل اور شعبی کا ذکر کیا اور اسماعیل نے ←

....

روایت علی بن جعد میں عن شعبۃ عن سلمۃ وجالد کہا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ذکر الدارقطنی ان قعنب بن محرز رواہ عن وہب بن جریر عن شعبۃ عن سلمۃ عن مجالد وھو غلط والصواب سلمۃ ومجالد یعنی دارقطنی نے ذکر کیا کہ قعنب بن محرز نے اس حدیث کو وہب بن جریر عن شعبۃ عن سلمۃ عن مجالد روایت کیا اور وہ غلط ہے (اس کے بجائے) سلمہ ومجالد درست ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کو عصام بن یوسف نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا عن سلمۃ عن الشعبی عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن علی اسی دارقطنی نے ذکر کیا عن حسین بن محمد عن شعبۃ اور قعنب کی روایت مذکورہ میں ہے عن الشعبی عن ابیہ عن علی حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وجزم الدارقطنی بان الزیادۃ فی الاسنادین وہم دارقطنی نے اس بات پر جزم اور وثوق کیا کہ ان دونوں اسنادوں میں زیادتی وہم ہے (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۹۹) یعنی پہلی سند میں شعبی اور حضرت علی کے درمیان عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور دوسری سند میں عن ابیہ وہم ہے ان اسانید میں رواۃ کی کمی بیشی، رد و بدل، غلط اور وہم موجود ہے جو محدثین کے قواعد وضوابط موضوعہ کے مطابق صحت حدیث میں قادح ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کسی حدیث کا طرق کثیرہ سے مروی ہونا اس کی تقویت کا موجب ہوتا ہے اسانید حدیث کو جمع کرنا محدثین کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ متابعات وشواہت کی معرفت کے لئے طرق روایت کا تتبع نہایت ضروری ہے اسی تتبع کو اصطلاح محدثین میں اعتبار کہتے ہیں۔

تمام طرق روایت اور جملہ اسانید کو جمع کرنے کے بعد متن حدیث کے سب الفاظ سامنے آجاتے ہیں اور اس کے معنی سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ اسانید کثیرہ وطرق عدیدہ سے حدیث کا قوی ہونا ظاہر ہوجاتا ہے اس غرض سے بعض محدثین کوشش کرتے ہیں کہ اپنی مرویات کی اسانید زیادہ جمع کردیں جیسا کہ صحیح مسلم میں امام مسلم کا طریقہ کار یہی ہے اور امام بخاری نے بھی اپنے مخصوص انداز میں اپنی مرویات کو ان کے طرق واسانید متعددہ کے ساتھ بار بار وارد کیا جس کی وجہ سے متن حدیث کے الفاظ میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں سات جگہ وارد کیا ہے اور متن حدیث کے الفاظ میں ہر جگہ تفاوت موجود ہے سند یا متن کا یہ تفاوت واختلاف کسی ضعف واضطراب کا موجب نہیں بلکہ وہ ان احادیث کی قوت میں اضافہ کا سبب ہے جس کی وجہ سے ان طرق اسانید کی صحت وقوت ہے۔

تعدد طرق کا ایراد جس طرح حدیث کی قوت وصحت کے اظہار اور تائید وتقویت کے لئے ہوتا ہے اسی طرح کبھی حدیث کے معلل اور ضعیف ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے بھی طرق متعددہ وارد کئے جاتے ہیں، جیسا کہ سنن نسائی میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے امام نسائی نے عللِ حدیث کو واضح کرنے کے لئے طرق متعددہ وارد کئے ہیں جس حدیث میں وہ کوئی علت انقطاع یا ارسال یا کسی قسم کا اضطراب و اختلاف پاتے ہیں تو وہ اسے ظاہر کرنے کے لئے اس حدیث کے طرق متعددہ وارد کردیتے ہیں جن سے وہ علل خفیہ ظاہر ہوجاتے ہیں۔

حدیث شراحہ عن الشعبی عن علی بھی اسی قبیل سے ہے اس میں علت انقطاع پائی جاتی ہے اس کے دیگر طرق متعددہ میں بھی وہم وغلط ←

موجود ہے اس لئے اس کی متعدد اسانید اس کے لئے موجب تقویت نہیں ہوسکتیں۔ اس کی علت انقطاع وضعف بہر صورت ظاہر ہے لہٰذا اصول محدثین کے مطابق وہ قابلِ استدلال نہیں۔

روایت شعبی عن علی کے بارے میں ہماری یہ تمام گفتگو محدثین کے قواعد موضوعہ کی بنیاد پر تھی لیکن محققین، محدثین وائمۂ مجتہدین کے مطابق ہمارا مسلک یہی ہے کہ حدیثِ شراحہ (بروایۃ شعبی عن علی) ثابت ہے لیکن اس کے باوجود جمع بین الجلد والرجم پر اس سے استدلال ضعف سے خالی نہیں اس لئے کہ یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شراحہ کو بحکم کتاب اللہ اس لئے کوڑے مارے ہوں کہ انہیں اس کے محصنہ ہونے کا علم نہ تھا اس کے بعد جب انہیں علم ہوا کہ یہ محصنہ ہے تو بحکمِ سنت رسول اللہ ﷺ اُسے رجم فرمایا۔

اس کی نظیر ایک حدیث میں ہے جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص مستوجب حد کو سو کوڑے مارے پھر حضور ﷺ کو خبر دی گئی کہ یہ محصن (شادی شدہ) ہے تو حضور ﷺ نے اسے رجم کا حکم دیا۔

(سنن ابی داؤد ص ۶۰۹)

اس مقام پر یہ شبہ وارد کرنا صحیح نہیں کہ کوڑے مارنے میں رسول اللہ ﷺ سے ایسی خطا ہوئی کہ اس کا ازالہ بھی نہ ہوسکا۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ مستوجب حد نے اپنے محصن ہونے کا اظہار نہ کیا ہو اور اس سے پہلے کہ اس کے محصن ہونے کی خبر حضور کو دی جائے، وحی خفی کے ذریعہ اُسے کوڑے مارنے پر من جانب اللہ حضور مامور ہوگئے ہوں اور اس میں یہ حکمت ہو کہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آئے تو سنت نبویہ میں اس کے لئے نمونہ موجود ہو۔

شراحہ کے واقعہ کا اسی نوعیت پر محمول ہونا کسی دلیلِ شرعی کے خلاف نہیں۔ اس احتمال ناشی عن الدلیل کے ہوتے ہوئے جمع بین الجلد والرجم کا دعویٰ اس سے ثابت کرنا یقیناً ضعیف ہے۔

تیسرا اختلاف:

منکرین رجم کی پانچویں بنیاد کے ضمن میں تیسرا اختلاف یہ مذکور ہوا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیب شیخ زانی کے لئے جلد اور رجم دونوں سزائیں ہیں اور شیب، یعنی جوان شادی شدہ کیلئے صرف رجم ہے جلد نہیں۔

میں عرض کروں گا کہ اس قول کی کوئی دلیل کتاب اللہ میں ہے، نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں۔ اسی لئے علامہ نووی نے اس کے متعلق کہا وھذا مذھب باطل لا اصل لہ یعنی یہ مذہب (کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی روشنی میں) باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

(نووی علی مسلم جلد ۲ ص ۶۵)

چوتھا اختلاف اس ضمن میں شرائط احصان سے متعلق مذکور ہوا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

احصانِ رجم کی سات شرطیں متقدمین علمائے احناف نے بیان کیں۔ عقل ر۱، بلوغ ر۲، حریت ر۳، نکاح ر۴، پھر نکاح صحیح ساتھ دخول ر۵ اور صفتِ احصان میں زوجین کا ایک دوسرے کے مثل ر۶ ہونا اور اسلام ر۷ (المبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد ۵، ص ۳۹) و (فتح القدیر جلد ۵ ص ۲۲) ←

یہاں متاخرین کا قول یہ ہے کہ خاص احصان کے لئے صرف دو شرطیں ہیں اسلام اور نکاح صحیح کے ساتھ ایسی عورت کے ساتھ دخول جو اس کی مثل ہو۔

عقل اور بلوغ کو علی الخصوص احصان کی شرط قرار نہیں دیتے بلکہ یہ دونوں صفتیں ان کے نزدیک عقوبت رجم کی اہلیت کے لئے شرط ہیں اور حریت کو وہ تکمیل عقوبت کی شرط مانتے ہیں۔

اسلام کی شرط میں مالکیہ حنفیہ کے ساتھ متفق ہیں اسی طرح عطا، نخعی، شعبی، مجاہد اور سفیان ثوری سب کے نزدیک احصانِ رجم کے لئے اسلام شرط ہے۔ امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، احصانِ رجم کے لئے اسلام کو شرط قرار نہیں دیتے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو یہودیوں کو رجم فرمایا۔

اسلام کو احصان کی شرط قرار دینے والے علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بحکم تورات رجم فرمایا تھا اور حکم تورات کے مطابق رجم کے لئے احصان شرط نہ تھا۔

ان علماء کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے: من اشرك بالله فليس بمحصن (نصب الرایہ جلد ۳ ص ۳۲۷) یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث کو اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں روایت کیا اور دار قطنی نے بھی روایت کیا اور یہ کہا کہ اس کا موقوف ہونا اصح ہے۔

اس حدیث سے اسلام کو احصان کے لئے ضروری قرار دینے والے علماء کی تائید ہوتی ہے اور یہی قول درست معلوم ہوتا ہے اس کے علاوہ احناف کے نزدیک شرائط احصان میں زوجین کی تساوی بھی ضروری ہے جس پر حسب ذیل احادیث سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ لا تحصن المسلم اليهودية ولا النصرانية ولا الحر الامة ولا الحرة العبد یعنی یہودی یا نصرانی عورت اور اسی طرح باندی کسی مسلمان آزاد کے نکاح میں آجانے سے اُسے محصن نہیں بناتی اسی طرح (مسلمان) آزاد عورت غلام سے نکاح کرے تو وہ غلام اسے محصنہ نہیں بناتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب کو فرمایا تم یہودیہ سے نکاح نہ کرو وہ تمہیں محصن نہیں بنا سکتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ بن یمان سے فرمایا۔ یہودیہ کو چھوڑ دو یعنی اس سے نکاح نہ کرو وہ تمہیں محصن نہیں بنا سکتی۔

حسن بصری نے فرمایا۔ باندی آزاد مرد کو محصن نہیں بنا سکتی۔

یہ تمام احادیث جن میں بعض مرفوع ہیں بعض موقوف اور بعض مقطوع، متعدد محدثین نے روایت کیں مثلاً ابوداؤد (فی المراسیل) ابن ابی شیبہ (فی المصنف) طبرانی (فی المعجم) دار قطنی (فی السنن) بیہقی (فی المعرفۃ) ابن عدی (فی الکامل) وغیرہم۔

شمس الائمہ سرخسی نے (مبسوط جلد ۹ ص ۴۱) اور حافظ زیلعی نے (نصب الرایہ جلد ۳ ص ۳۲۸) پر نقل کیا اور اجلہ ائمہ احناف نے ان سے استدلال کیا۔

←

پس احادیث احصان رجم میں تساوی زوجین کی مثبت ہیں جن صورتوں میں یہ تساوی منفی ہوگی۔ وہاں رجم کا اثبات نہ ہوسکے گا۔ یہ قول ان تمام احادیث کے عین مطابق ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة (ترمذی جلد اول ۱۷۱ ومستدرک حاکم جلد ۴ ص ۳۸۴) اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جہاں تک تم طاقت رکھتے ہو اگر ان کے لئے کوئی نکلنے کا موقع ہو تو تم اس کا راستہ چھوڑ دو یعنی حد نہ لگاؤ کیوں کہ امام کا معاف کردینے میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ادفعوا الحدود ما وجدتم لها مدفعا: دفع کرو حدود کو جب تک تم ان کو دفع کرنے کا موقع پاؤ۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ادرؤا الحدود بالشبہات شبہات کی وجہ سے حدود کو دفع کرو۔

(۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ادرؤا الحدود بالشبهات ادفعوا القتل عن المسلمین ما استطعتم انتهى (نیل الاوطار جلد ۷، ص ۱۱۰) یعنی شبہات کی وجہ سے حدود کو دفع کرو جہاں تک تم سے ہوسکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لئن اخطی فی الحدود بالشبہات احب الی من ان اقیمها بالشبہات (رواہ ابن شیبہ) اگر شبہات کی وجہ سے حد نہ لگانے میں مجھ سے خطا ہو جائے تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ شبہات کے ساتھ میں کسی پر حد قائم کردوں۔

احصان کے ضمن میں اسلام اور تساوی زوجین کے قول کی تائید کے لئے جو احادیث منقول ہوئیں اور شبہات کی وجہ سے حتی الامکان مسلمانوں سے حدود دفع کرنے میں جو احادیث نقل کی گئیں ان کی بعض اسانید میں ضعف و انقطاع یا ارسال کے ساتھ کلام کیا گیا لیکن سنت مشہورہ اور تعامل مومنین سے ان کے مضمون کی تائید ہوتی ہے اس لئے ان سے استدلال واحتجاج اہل علم وتحقیق کے نزدیک صحیح ہے۔

کسی خبر واحد کی سند کے صحیح یا ضعیف ہونے پر فی الواقع اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا قطعی حکم آج تک کسی محدث نے نہیں لگایا کیوں کہ ثقہ بلکہ اوثق سے بھی غیر صحیح اور غیر ثابت قول کا صادر ہوجانا ممکن ہے اسی طرح غیر ثقہ بلکہ متہم بالکذب سے بھی قول صحیح اور ثابت کا صدور محال نہیں (دیکھیے شرح الفیہ للعراقی ج ا ص ۱۵) محدثین کے قواعد موضوعہ صحت وضعف کا معیار ضرور ہیں مگر وہ معیار ظنی ہے قطعی نہیں اور اس کی بنیاد بھی علمائے محدثین ومحققین پر صرف اعتماد ہے اس لئے کہ لائق اعتماد علماء کا قول اور ان کا تعامل یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

احادیث منقولہ بالا کا مضمون صحیح بخاری کی حسب ذیل حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ماعز بن مالک اسلمی کا واقعہ بروایت ابی ہریرہ مرفوعاً امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ماعز بن مالک نے مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سامنے آکر بلند آواز سے انی زنیت (بے شک میں نے زنا کیا) رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک ان سے پھیر لیا۔

اس قصہ کی روایت کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے طرق متعددہ کثیرہ سے اصحاب طرق کے حوالے سے وارد کیا اور سب کی زیادات کو ←

....

ترتیب وار جمع کر لیا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ماعز بن مالک نے چار مرتبہ اپنے نفس پر شہادت دی اور رسول اللہ ﷺ نے ہر مرتبہ ان سے اعراض فرمایا اور ہر بار انہیں واپس کیا۔

حضور ﷺ نے ان سے ایسے سوالات فرمائے جو اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ حضور ﷺ نے اس بات کی پوری کوشش فرمائی کہ کسی شبہ کی بناء پر حد رجم کو ان سے دفع کر دیا جائے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کیا تجھے جنون ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ حضور ﷺ نے ان کی قوم کے لوگوں سے تحقیق فرمائی کہ انہیں جنون ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجر کے مطابق اس کا مقصد یہی تھا کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ انہیں جنون ہے تو ان سے حد کو دفع کر دیا جائے۔ حافظ ابن حجر نے قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کا یہ سوال اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ اس سوال کے بعد شاید وہ اپنے اقرار گناہ سے رجوع کر لیں اور ان کے رجوع کو قبول کر کے رجم کی حد ان سے دفع کر دی جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا کہ کیا مُحصن یعنی شادہ شدہ ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ اس سوال کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر وہ غیر شادی شدہ ہوتے تو ان کی حد سو کوڑے تھی اور رجم ان کی سزا نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تو نے شراب پی تھی؟ عرض کیا نہیں۔ یہ سوال بھی اس لئے تھا کہ ممکن ہے انہوں نے شراب کے نشے میں زنا کا اقرار کر لیا ہو اور فی الواقع اُن سے یہ فعل سرزد نہ ہوا ہو۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے فرمایا کہ شاید تو نے اسے چوما ہو اور دبوچا ہو اور اسی کو تو نے (لفظ زنا سے تعبیر کرتے ہوئے) زنیت کہہ دیا ہو؟ حالانکہ اس پر حد نہیں انہوں نے عرض کیا نہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان سے اور بھی اسی قسم کے اہم سوالات فرمائے جن کا مقصد صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ان سے اس جرم کے صدور میں کوئی ادنیٰ شبہ بھی نکل آئے تو اس کی بناء پر ان سے حد رجم کو دفع کر دیا جائے۔

ان سوالات کے بعد بھی جب کوئی شبہ نہ نکلا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا اتدری ما الزنا؟ کیا تم جانتے ہو زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں میں جانتا ہوں (حضور!) میں نے اس سے وہ حرام کام کیا جو کوئی شخص اپنی بیوی سے حلال کام کرتا ہے۔ اس سوال کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ حرمت زنا کا مجھے علم نہیں تب بھی ان کی جان بچانے کا راستہ نکل سکتا تھا جب یہ شبہ بھی باقی نہ رہا اور انہیں رجم سے بچانے کی کوئی سبیل باقی نہ رہی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں رجم کرنے کا حکم دے دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔

لیکن اس سوال و جواب، تفتیش و تحقیق، اعراض و تردید، تعریض و تلقین اور رجوع عن الاقرار کا موقع اسی وقت تک ہے جب تک کہ شبہات کا احتمال باقی رہے اور جب یہ احتمال منقطع ہو گیا اور کسی شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تو امام کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ حد قائم کرنے میں بلا وجہ شرعی تامل کرے۔ اس پر فرض ہے کہ بلا تامل حد قائم کر دے۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحتاً موجود ہے۔

فرجم: بلا تاخیر حضور ﷺ نے انہیں رجم فرمادیا یا اسی وقت انہیں رجم کرنے کا حکم دے دیا اور وہ رجم کر دیئے گئے۔

بہر نوع شبہات کا احتمال منقطع ہونے سے پہلے شبہات کا تجسس اور تحقیق و تثبیت کا ضروری ہونا، اور اگر کوئی شبہ سامنے آجائے ←

اور دور نہ ہوسکے تو اس کی بناء پر حد کو دفع کر دینا کسی واقعی شبہ کے ہوتے ہوئے حد کو دفع کرنے کی کوشش کرنا، سنت مشہورہ کی روشنی میں بالکل واضح ہوگیا۔

اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اس مقام پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں انہیں بار بار لوٹانے کا جو ذکر وارد ہوا ہے اس میں انہیں اقرار زنا سے رجوع کرنے کا اشارہ فرمایا گیا اور اس بات کا اشارہ بھی کیا گیا کہ اگر وہ اکراہ کا دعویٰ کریں یا زِنا کے معنی بتانے میں ان سے کوئی خطا واقع ہو جائے تو ان کی بات قبول کر لی جائے گی اور حد رجم ان سے دفع ہو سکے گی۔

آخر میں اس حدیث سے احکام کا استنباط کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے بہت سے احکام کا ذکر فرمایا۔ مثلاً

(۱) یہ کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو جان سے مارنے کے لئے ایسا ثبوت ضروری ہے جو ہر قسم کے شبہات سے پاک ہو۔

(۲) مسلمان کی جان بچانے میں پوری کوشش کرنا۔

(۳) انہیں بار بار لوٹانا، اقرارِ زنا سے رجوع کی طرف اشارہ تھا اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ اگر وہ اکراہ کا عویٰ کریں یا زِنا کے معنیٰ سمجھنے میں خطاء کے مدعی ہوں یا عورت کی شرمگاہ کے سوا مباشرت کا دعویٰ کریں یا اس کے علاوہ کوئی اور ایسی بات کہیں جس سے حد دفع ہو سکے تو رجم کی سزا ان سے دفع کی جاسکتی ہے۔

(۴) ماعز بن مالک جیسے شخص سے امام کا منہ پھیر لینا درست ہے جس کا اقرار شبہات کا احتمال رکھتا ہے۔

(۵) زنا کا اقرار کرنے والے سے تصریح کے بغیر اشارہ کرنا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے۔

(۶) امام کے لئے جائز ہے کہ موجب حد جرم کا اقرار کرنے والے کو ایسی تلقین کرے جس سے اس کی حد دفع ہو جائے۔

بخوف طوالت ہم نے اختصار سے کام لیا ہے تاہم سنتِ مشہورہ کی چند جھلکیاں جو بطور نمونہ ہم نے پیش کی ہیں ان سے یہ حقیقت اچھی طرح روشن ہوگئی کہ مسلمان سے شبہات کی بناء پر حدود کو دفع کرنے کی جو احادیث ہم وارد کر چکے ہیں، ان کی سندوں میں کسی نے کیسا ہی کلام کیوں نہ کیا ہو، مگر سنتِ نبوی کی روشنی میں ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فقہا و محدثین، ائمہ دین سب کا قول یہی ہے کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ولا شک ان ہذا الحکم وہو درء الحد مجمع علیہ الخ (فتح القدیر جلد ۵ ص ۷) یعنی اس میں شک نہیں کہ حد دفع کرنے کا یہ حکم مجمع علیہ ہے جس پر سب علماء امت متفق ہیں۔

مختصر یہ کہ عدم تساوی زوجین کی مذکورہ صورتوں میں ایجاب رجم کے قائلین کا متعلقہ احادیث کو یکسر نظر انداز کر دینا بعید عن الصواب ہے۔

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان احادیث کے مطابق عدم تحقق احصان کی بنیاد پر نفی رجم کا قول اختیار فرمانا حدیث ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم اور سنت مشہورہ میں اسی ضمن کی روشنی میں بکمال حزم واحتیاط پر مبنی ہونے کے باعث اقرب الی الصواب بلکہ عین صواب معلوم ہوتا ہے۔

اور اس قول سے مسائل دینیہ واحکامِ فقہیہ کے استنباط میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی بالغ نظری اور کتاب وسنت کے علوم میں ←

....

اعلیٰ درجہ کی بصیرت تامہ پر روشنی پڑتی ہے۔ وللہ الحجۃ السامیۃ

یہاں تک ہمارا خطاب اسلامی ذہنیت سے تھا اس کے بعد چند باتیں ہم مغربیت زدہ اذہان کو مخاطب کر کے کہنا چاہتے ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ رجم اور کوڑوں کی سزا نہایت سخت بلکہ وحشت و بربریت کے مترادف ہے جو انسانوں کے لئے زیب نہیں دیتی۔

دوسری بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ ایک ہی جرم کی مختلف سزائیں عقل کے خلاف ہیں یعنی غلام باندی سے یہ جرم سرزد ہو تو اس کی سزا صرف پچاس کوڑے ہیں اور غیر شادی شدہ آزاد کی سزا سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ آزاد کی سزا رجم ہے جب تینوں قسم کے مجرموں کا ایک ہی جرم ہے تو سب کے لئے ایک ہی سزا ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقلِ سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ سزا میں جرم اور مجرم دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور یہ لحاظ شریعتِ محمدی میں رکھا گیا ہے۔

واقعی رجم اور کوڑوں کی سزا سنگین ہے لیکن اس کا سنگین ہونا جرم کے لحاظ سے ہے۔ یہ وہ جرم ہے جو انسانی عزت و ناموس کو پارہ پارہ کر دیتا ہے جس شخص میں کچھ بھی انسانی غیرت ہوگی، وہ محسوس کرے گا کہ اس جرم کا ارتکاب انسانیت پر ایسی شدید وحشت و بربریت کا مظاہرہ ہے جس کا تصور بھی قابلِ برداشت نہیں، اس لئے اس کی سزا بھی رجم اور کوڑوں کی صورت میں سنگین اور شدید مقرر فرمائی گئی لیکن ساتھ ہی سزا دینے میں کمال احتیاط کو بھی ملحوظ رکھا گیا اور ثبوتِ جرم کے لئے ایسی کڑی شرطیں مقرر کی گئیں کہ جن کے ہوتے ہوئے جرم ثابت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور کسی بے گناہ پر یہ سنگین حد جاری نہ ہونے پائے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ سزا کا بنیادی مقصد جرائم کا انسداد ہے اگر کسی بھاری جرم کی سزا ہلکی ہو تو سزا کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر سنگین جرائم کی سنگین سزائیں لوگوں کو دی جائیں تو جرائم کا انسداد ہوگا اور معاشرہ برائیوں سے پاک ہو سکے گا۔

رہی دوسری بات کہ ایک ہی جرم کی مختلف سزائیں عقل کے خلاف ہیں تو میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ عقلِ سلیم کے مطابق سزا دینے میں جرم اور مجرموں دونوں کا لحاظ ضروری ہے۔ رجم اور کوڑوں کی صورت میں سنگین سزا جرم کے لحاظ سے مقرر فرمائی گئی اور اس سنگین سزا کی نوعیت یا کمی بیشی کا اختلاف مجرموں کے لحاظ سے رکھا گیا۔ بے شک غلام اور آزاد اور شادی شدہ تینوں سے ایک ہی جرم سرزد ہوا مگر ہر مجرم کی حیثیت دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لئے ان کی سزا میں نوعیت یا کمی بیشی کا تفاوت رکھا گیا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ غلام اپنے مالک کے سامنے بے اختیار ہونے کی وجہ سے اپنی اصلاح حال کے لئے سازگار ماحول نہیں پاتا۔ غلامی کی قید اس کے لئے مانع رہتی ہے اور برے کام اس کی عادت بن جاتے ہیں اس بناء پر اس کے لئے برائی سے بچنا دشوار ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی سزا آزاد شخص کی سزا سے نصف یعنی پچاس کوڑے مقرر ہوئے۔ بخلاف کنوارے آزاد خود مختار انسان کے جو غلامی کی قید میں مقید نہیں تعلیم و تربیت اور تہذیب و اخلاق کے لئے اس کا ماحول سازگار ہے لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے آپ کو حسن خلق اور علم و عمل کی دولت سے محروم رکھا اور سرکشی کی راہ اختیار کر کے بدکاری کا مرتکب ہوا تو اس کا جرم غلام کے مقابلہ میں زیادہ سنگین قرار پائے گا اور اس کی سزا غلام کی سزا سے زیادہ ہوگی۔ اسی بناء پر اس کے لئے سو کوڑے مقرر فرمائے گئے۔ ←

مسئلہ ۱۰: گواہوں سے قاضی نے جب زنا کی حقیقت دریافت کی تو اونھوں نے جواب دیا کہ ہم نے جو بیان کیا ہے اب اس سے زیادہ بیان نہ کرینگے یا بعض نے حقیقت بیان کی اور بعض نے نہیں تو ان دونوں صورتوں میں حد نہیں نہ اوس پر نہ گواہوں پر۔ یوہیں جب اون سے پوچھا کہ کس عورت سے زنا کیا تو کہنے لگے ہم اوسے نہیں پہچانتے یا پہلے تو یہ کہا کہ ہم نہیں پہچانتے، بعد میں کہا کہ فلاں عورت کے ساتھ، جب بھی حد نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۱: دوسرا طریقہ اس کے ثبوت کا اقرار ہے کہ قاضی کے سامنے چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین مرتبہ تک ہر بار قاضی اُس کے اقرار کو رد کردے جب چوتھی بار اوس نے اقرار کیا اب وہی پانچ سوال قاضی اس سے بھی کریگا یعنی زنا کس کو کہتے ہیں اور کس کے ساتھ کیا اور کب کیا اور کہاں کیا اور کس طرح کیا اگر سب سوالوں کا جواب ٹھیک طور پر دیدے تو حد قائم کریں گے۔ اور اگر قاضی کے سوا کسی اور کے سامنے اقرار کیا یا نشہ کی حالت میں کیا یا جس عورت کے ساتھ بتاتا ہے وہ عورت انکار کرتی ہے یا عورت جس مرد کو بتاتی ہے وہ مرد انکار کرتا ہے یا وہ عورت گونگی یا مرد گونگا ہے یا وہ عورت کہتی ہے میرا اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یعنی جس وقت زنا کرنا بتاتا ہے اوس وقت میں اس کی زوجہ تھی یا مرد کا عضو تناسل بالکل کٹا ہے یا عورت کا سوراخ بند ہے۔ غرض جس کے ساتھ زنا کا اقرار ہے وہ منکر ہے یا خود اقرار کرنے والے میں صلاحیت نہ ہو یا جس کے ساتھ بتاتا ہے اوس سے زنا میں حد نہ ہو تو ان سب صورتوں میں حد نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۲: زنا کے بعد اگر ان دونوں کا باہم نکاح ہوا تو یہ نکاح حد کو دفع نہ کریگا۔ یوہیں اگر عورت کنیز تھی اور زنا

تاہم وہ آزاد، خودمختار انسان ہونے کی وجہ سے ابھی حصن نکاح میں نہیں آیا۔ اس لئے اس کا جرم فی نفسہٖ سنگین ہونے کے باوجود اس مسلمان آزاد انسان کے جرم سے ہلکا ہے جو حصن نکاح میں داخل ہو کر محصن ہوگیا اور شادی شدہ ہونے کے بعد اس نے جرم کا ارتکاب کیا اور وہ سرکشی میں آزاد کنوارے شخص سے بھی آگے نکل گیا۔ اس لئے اسکی سزا ارجم قرار پائی جو انتہائی سنگین ہے اور اسی مجرم کے لحاظ سے مقرر کی گئی ہے۔ ایسا شخص معاشرہ کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے جسے ذلیل ترین جرم کی پاداش میں ذلیل و خوار اور سنگسار کر کے ختم کر دینا ہی حکمت و مصلحت کے عین مطابق ہے۔

مختصر یہ کہ ہر مجرم کی حیثیت چونکہ مختلف تھی اس لئے ہر ایک کی سزا اس کے حسب حال مقرر فرمائی گئی۔

عقل سلیم کی روشنی میں عدل وانصاف کا تقاضا یہی تھا جسے شریعتِ اسلامیہ نے پورا کردیا۔ (مقالات کاظمی جلد ۳)

(12) البحرالرائق، کتاب الحدود، ج ۵، ص ۹۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج ۲، ص ۱۴۳۔

والدرالمختار، کتاب الحدود، ج ۶، ص ۱۵، وغیرھما۔

کے بعد اوسے خرید لیا تو اس سے حد جاتی نہ رہے گی۔(14)

مسئلہ ۱۳: اگر ایک ہی مجلس میں چار بار اقرار کیا تو یہ ایک اقرار قرار دیا جائیگا اور اگر چار دنوں میں یا چار مہینوں میں چار اقرار ہوئے تو حد ہے جبکہ اور شرائط بھی پائے جائیں۔(15)

مسئلہ ۱۴: بہتر یہ ہے کہ قاضی اوسے یہ تلقین کرے کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا چھوا ہوگا یا شبہہ کے ساتھ وطی کی ہوگی یا تو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا۔(16)

مسئلہ ۱۵: اقرار کرنے والے سے جب پوچھا گیا کہ تو نے کس عورت سے زنا کیا ہے تو اوس نے کہا میں پہچانتا نہیں یا جس عورت کا نام لیتا ہے وہ اس وقت یہاں موجود نہیں کہ اوس سے دریافت کیا جائے تو ایسے اقرار پر بھی حد قائم کرینگے۔(17)

مسئلہ ۱۶: قاضی کو اگر ذاتی علم ہے کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس کی بنا پر حد نہیں قائم کرسکتا جب تک چار مردوں کی گواہیاں نہ گزریں یا زانی چار بار اقرار نہ کرلے۔ اور اگر کہیں دوسری جگہ اوس نے اقرار کیے اور اس اقرار کی شہادت قاضی کے پاس گزری تو اس کی بنا پر حد نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۷: جب اقرار کرلے گا تو قاضی دریافت کریگا کہ وہ محصن ہے یا نہیں اگر وہ محصن ہونے کا بھی اقرار کرے تو احصان کے معنے پوچھے اگر بیان کردے تو رجم ہے اور اگر محصن ہونے سے انکار کیا اور گواہوں سے اوس کا محصن ہونا ثابت ہے جب بھی رجم ہے ورنہ دُرے مارنا۔(19)

مسئلہ ۱۸: اقرار کرچکنے کے بعد اب انکار کرتا ہے حد قائم کرنے سے پہلے یا درمیان حد میں یا اثنائے حد میں بھاگنے لگا یا کہتا ہے کہ میں نے اقرار ہی نہ کیا تھا تو اُسے چھوڑ دینگے حد قائم نہ کرینگے اور اگر شہادت سے زنا ثابت ہوا ہو تو رجوع یا انکار یا بھاگنے سے حد موقوف نہ کریں گے۔ اور اگر اپنے محصن ہونے کا اقرار کیا تھا پھر اس سے رجوع کرگیا (یعنی اپنے محصن ہونے کے اقرار سے مکر گیا) تو رجم نہ کرینگے۔(20)

---

(14) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج ٦ ص ١٦۔

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج ٢، ص ١٤٤۔

(16) المرجع السابق۔

(17) البحرالرائق، کتاب الحدود، ج ٥، ص ١٢۔

(18) المرجع السابق۔

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج ٢ ص ١٤٣۔

(20) [illegible]

مسئلہ ۱۹: گواہوں سے زنا ثابت ہوا اور حد قائم کی جارہی تھی اثنائے حد میں بھاگ گیا تو اوسے دوڑ کر پکڑیں اگر فوراً مل جائے تو بقیہ حد قائم کریں اور چند روز کے بعد ملا تو حد ساقط ہے۔(21)

مسئلہ ۲۰: رجم کی صورت یہ ہے کہ اوسے میدان میں لیجا کر اس قدر پتھر ماریں کہ مرجائے اور رجم کے لیے لوگ نماز کی طرح صفیں باندھ کر کھڑے ہوں جب ایک صف مار چکے تو یہ ہٹ جائے اب اور لوگ ماریں۔ اگر رجم میں ہر شخص یہ قصد کرے (ارادہ کرے) کہ ایسا ماروں کہ مرجائے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ ہاں اگر یہ اوس کا ذی رحم محرم ہے تو ایسا قصد کرنے کی اجازت نہیں اور اگر ایسے شخص کو جس پر رجم کا حکم ہو چکا ہے کسی نے قتل کر ڈالا یا اوس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر نہ قصاص ہے نہ دیت مگر سزا دینگے کہ اس نے کیوں پیش قدمی کی۔ ہاں اگر حکم رجم سے پہلے ایسا کیا تو قصاص یا دیت واجب ہوگی۔(22)

مسئلہ ۲۱: اگر زنا گواہوں سے ثابت ہوا ہے تو رجم میں یہ شرط ہے کہ پہلے گواہ ماریں اگر گواہ رجم کرنے سے کسی وجہ سے مجبور ہیں مثلاً سخت بیمار ہیں یا اون کے ہاتھ نہ ہوں تو ان کے سامنے قاضی پہلے پتھر مارے اور اگر گواہ مارنے سے انکار کریں یا وہ سب کہیں چلے گئے یا مر گئے یا اون میں سے ایک نے انکار کیا یا چلا گیا یا مر گیا یا گواہی کے بعد ان کے ہاتھ کسی وجہ سے کاٹے گئے تو ان سب صورتوں میں رجم ساقط ہو گیا۔(23)

مسئلہ ۲۲: سب گواہوں میں یا اون میں سے ایک میں کوئی ایسی بات پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے وہ اب اس قابل نہیں کہ گواہی قبول کی جائے مثلاً فاسق ہو گیا یا اندھا یا گونگا ہو گیا یا اوس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی اگرچہ یہ عیوب حکم رجم کے بعد پائے گئے تو رجم ساقط ہو جائیگا۔ یوہیں اگر زانی غیر محصن ہو تو کوڑے مارنا بھی ساقط ہے اور گواہ مر گیا یا غائب ہو گیا تو دُرّے مارنے کی حد ساقط نہ ہوگی۔(24)

مسئلہ ۲۳: گواہوں کے بعد بادشاہ پتھر ماریگا پھر اور لوگ اور اگر زنا کا ثبوت زانی کے اقرار سے ہوا ہو تو پہلے بادشاہ شروع کرے اوس کے بعد اور لوگ۔(25)

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲،ص ۱۴۴۔

(22) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج۶،ص ۱۷۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲،ص ۱۴۵۔

(23) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج۶،ص ۱۷۔

(24) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج۶،ص ۱۷۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲،ص ۱۴۶، وغیرہ۔

مسئلہ ۲۴: اگر قاضی عادل فقیہ نے رجم کا حکم دیا ہے تو اس کی ضرورت نہیں کہ جولوگ حکم دینے کے وقت موجود تھے وہی رجم کریں بلکہ اگرچہ ان کے سامنے شہادت نہ گزری ہو رجم کرسکتے ہیں اور اگر قاضی اس صفت کا نہ ہو تو جب تک شہادت سامنے نہ گزری ہو یا فیصلہ کی تفتیش کر کے موافقِ شرع نہ پالے اوس وقت تک رجم جائز نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۵: جس کو رجم کیا گیا، اوسے غسل و کفن دینا اور اوس کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔(27)

مسئلہ ۲۶: اگر وہ شخص جس کا زنا ثابت ہوا محصن نہ ہو تو اوسے دُرّے مارے جائیں، اگر آزاد ہے تو سو ۱۰۰ دُرّے اور غلام یا باندی ہے تو پچاس ۵۰ اور دُرّہ اس قسم کا ہو جس کے کنارہ پر گرہ نہ ہو نہ اُس کا کنارہ سخت ہو اگر ایسا ہو تو اوس کو کوٹ کر ملائم کرلیں اور متوسط طور پر ماریں، نہ آہستہ نہ بہت زور سے۔ نہ دُرّے کو سر سے اُونچا اٹھا کر مارے نہ بدن پر پڑنے کے بعد اوسے کھینچے بلکہ اُوپر کو اوٹھالے اور بدن پر ایک ہی جگہ نہ مارے، بلکہ مختلف جگہوں پر مگر چہرہ اور سر اور شرمگاہ پر نہ مارے۔(28)

مسئلہ ۲۷: دُرّہ مارنے کے وقت مرد کے کپڑے اوتار لیے جائیں مگر تہبند یا پاجامہ نہ اوتاریں کہ ستر ضرور ہے اور عورت کے کپڑے نہ اوتارے جائیں ہاں پوستین (چمڑے کا کوٹ) یا روئی بھرا ہوا کپڑا پہنے ہو تو اسے اوتروالیں مگر جبکہ اوس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو تو اسے بھی نہ اوتروائیں اور مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر دُرّے ماریں۔ زمین پر لٹا کر نہ ماریں اور اگر مرد کھڑا نہ ہو تو اوسے ستون سے باندھ کر یا پکڑ کر کوڑے ماریں۔ اور عورت کے لیے اگر گڑھا کھودا جائے تو جائز ہے یعنی جبکہ زنا گواہوں سے ثابت ہوا ہو اور مرد کے لیے نہ کھودیں۔(29)

مسئلہ ۲۸: اگر ایک دن پچاس کوڑے مارے دوسرے دن پھر پچاس مارے تو کافی ہیں اور اگر ہر روز ایک ایک یا دو دو کوڑے مارے اور یوں مقدار پوری کی تو کافی نہیں۔(30)

مسئلہ ۲۹: ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوڑے بھی ماریں اور رجم بھی کریں اور یہ بھی نہیں کہ کوڑے مار کر کچھ دنوں کے لیے

---

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲، ص۱۴۶۔
و ردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب الزنی شرعا... الخ، ج۶، ص۱۹۔

(27) تنویر الابصار، کتاب الحدود، ج۶، ص۲۰۔

(28) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب الزنی شرعا... الخ، ج۶، ص۲۰۔

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج۲، ص۱۴۶۔
والدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب الزنی شرعا... الخ، ج۶، ص۲۱۔

(30) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب الزنی شرعا... الخ، ج۶، ص۲۱۔

شہر بدر کردیں۔ ہاں اگر حاکم کے نزدیک شہر بدر کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو کرسکتا ہے مگر یہ حد کے اندر داخل نہیں بلکہ امام کی جانب سے ایک علیحدہ سزا ہے۔(31)

مسئلہ ۳۰: زانی اگر مریض ہے تو رجم کردینگے مگر کوڑے نہ مارینگے جب تک اچھا نہ ہوجائے ہاں اگر ایسا بیمار ہو کہ اچھے ہونے کی امید نہ ہو تو بیماری ہی کی حالت میں کوڑے ماریں مگر بہت آہستہ یا کوئی ایسی لکڑی جس میں سو (۱۰۰) شاخیں ہوں اوس سے ماریں کہ سب شاخیں اوس کے بدن پر پڑیں۔(32)

مسئلہ ۳۱: عورت کو حمل ہو تو جب تک بچہ پیدا نہ ہولے حد قائم نہ کریں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر رجم کرنا ہے تو فوراً کردیں، ہاں اگر بچہ کی تربیت کرنیوالا کوئی نہ ہو تو دو ۲ برس بچہ کی عمر ہونے کے بعد رجم کریں اور اگر کوڑے مارنے کا حکم ہو تو نفاس کے بعد مارے جائیں۔ عورت کو حد کا حکم ہوا اور اوس نے اپنا حاملہ ہونا بیان کیا تو عورتیں اس کا معاینہ کریں اگر یہ کہہ دیں کہ حمل ہے تو دو ۲ برس تک قید میں رکھی جائے اگر اس درمیان میں بچہ پیدا ہوگیا تو وہی کریں جو اوپر مذکور ہوا اور بچہ پیدا نہ ہوا تو اب حد قائم کردیں۔(33)

مسئلہ ۳۲: محصن ہونے کی سات ۷ شرطیں ہیں۔(۱) آزاد ہونا۔(۲) عاقل ہونا۔(۳) بالغ ہونا۔ (۴) مسلمان ہونا۔(۵) نکاح صحیح ہونا۔(۶) نکاحِ صحیح کے ساتھ وطی ہونا۔(۷) میاں بی بی دونوں کا وقتِ وطی میں صفات مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا۔ لہٰذا اگر باندی سے نکاح کیا ہے یا آزاد عورت نے غلام سے نکاح کیا تو محصن و محصنہ نہیں، ہاں اگر اوس کے آزاد ہونے کے بعد وطی واقع ہوئی تو اب محصن ہوگئے۔(34)

مسئلہ ۳۳: مرد کے زنا پر چار گواہ گزرے اور وہ کہتا ہے کہ میں محصن نہیں حالانکہ اس کی عورت کے اس کے نکاح میں بچہ پیدا ہوچکا ہے تو رجم کیا جائے گا اور بی بی ہے مگر بچہ پیدا نہیں ہوا ہے تو جب تک گواہوں سے محصن ہونا ثابت نہ ہولے رجم نہ کرینگے۔(35)

مسئلہ ۳۴: مرتد ہونے سے احصان جاتا رہتا ہے پھر اس کے بعد اسلام لایا تو جب تک دخول نہ ہو محصن نہ ہوگا۔ اور پاگل اور بوہرا ہونے سے بھی احصان جاتا رہتا ہے مگر ان دونوں میں اچھے ہونے کے بعد احصان لوٹ آئے

---

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب فی الکلام علی السیاسۃ، ج۶،ص۲۲.

(32) المرجع السابق، ص۲۴.

(33) المرجع السابق.

(34) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج۶،ص۲۵، وغیرہ.

(35) البحرالرائق، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنا...الخ، ج۵،ص۴۱.

گا اگرچہ افاقہ کی حالت میں وطی نہ کی ہو۔(36)

مسئلہ ۳۵: محصن ہونے کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہو جائیگا۔(37)

مسئلہ ۳۶: محصن رہنے کے لیے نکاح کا باقی رہنا ضرور نہیں، لہٰذا نکاح کے بعد وطی کر کے طلاق دیدی تو محصن ہی ہے، اگرچہ عمر بھر مجرد (یعنی شادی کے بغیر) رہے۔(38)

❀❀❀❀❀

---

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثالث فی کیفیۃ الحد، ج ۲، ص ۱۴۵۔

(37) المرجع السابق۔

(38) الدر المختار، کتاب الحدود، ج ۶، ص ۲۸۔

کہاں حد واجب ہے اور کہاں نہیں

ترمذی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود دفع کرو (یعنی اگر حدود کے ثبوت میں کوئی شبہہ ہو تو قائم نہ کرو، اگر کوئی راہ نکل سکتی ہو تو اوسے چھوڑ دو) کہ امام معاف کرنے میں خطا کرے، یہ اوس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے۔ (1) نیز ترمذی وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت سے جبراً زنا کیا گیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اوس عورت پر حد نہ لگائی اور اوس مرد پر حد قائم کی جس نے اوس کے ساتھ کیا تھا۔ (2)

مسئلہ ۱: یہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ وطی حرام کی نسبت یہ کہتا ہے کہ میں نے اسے حلال گمان کیا تھا تو حد ساقط ہو جائیگی اور اگر اوس نے ایسا ظاہر نہ کیا تو حد قائم کی جائیگی اور اوس کا اعتبار صرف اوس شخص کی نسبت کیا جاسکتا ہے جس کو ایسا شبہہ ہوسکتا ہے اور جس کو نہیں ہوسکتا وہ اگر دعویٰ کرے تو مسموع نہ ہوگا اور اس میں گمان کا پایا جانا ضرور ہے فقط وہم کافی نہیں۔ (3)

مسئلہ ۲: اکراہ کا دعویٰ کیا تو محض دعویٰ سے حد ساقط نہ ہوگی جب تک گواہوں سے یہ ثابت نہ کرلے کہ اکراہ پایا گیا۔ (4)

مسئلہ ۳: جس عورت سے وطی کی گئی اُس میں مِلک کا شبہہ ہو تو حد قائم نہ ہوگی اگرچہ اوس کو حرام ہونے کا گمان ہو، جیسے (۱) اپنی اولاد کی باندی۔ (۲) جس عورت کو الفاظ کنایہ سے طلاق دی اور وہ عدت میں ہو، اگرچہ تین طلاق کی نیت کی ہو۔ (۳) بائع (بیچنے والا) کا بیچی ہوئی لونڈی سے وطی کرنا جبکہ مشتری (خریدار) نے لونڈی پر قبضہ نہ کیا ہو بلکہ بیع اگر فاسد ہو تو قبضہ کے بعد بھی۔ (۴) شوہر نے نکاح میں لونڈی کا مہر مقرر کیا اور ابھی وہ لونڈی عورت کو نہ دی تھی کہ اوس لونڈی سے وطی کی۔ (۵) لونڈی میں چند شخص شریک ہیں، اون میں سے کسی نے اوس سے وطی کی۔ (۶) اپنے مکاتب کی

---

(1) سنن الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، الحدیث ۱۴۲۹، ج ۳، ص ۱۱۵۔

(2) المرجع السابق، باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرہت علی الزنا، الحدیث ۱۴۵۸، ج ۳، ص ۱۳۵۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج ۲، ص ۱۴۷۔

(4) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج ۶، ص ۲۹۔

کنیز (لونڈی) سے وطی کی۔(۷) غلام ماذون جو خود اور اوس کا تمام مال دَین میں مستغرق ہے (یعنی قرض تمام مال کو شامل ہو)، اُس کی لونڈی سے وطی کی۔(۸) غنیمت میں جو عورتیں حاصل ہوئیں تقسیم سے پہلے اون میں سے کسی سے وطی کی۔(۹) بائع کا اوس لونڈی سے وطی کرنا جس میں مشتری کو خیار (اختیار) تھا۔(۱۰) یا اپنی لونڈی سے استبرا سے قبل وطی کی۔(۱۱) یا اوس لونڈی سے وطی کی جو اس کی رضاعی بہن ہے۔(۱۲) یا اوس کی بہن اس کے تصرف (قبضہ) میں ہے۔(۱۳) یا اپنی اوس لونڈی سے وطی کی جو مجوسیہ (آگ کی پوجا کرنے والی) ہے۔(۱۴) یا اپنی زوجہ سے وطی کی (جماع کیا) جو مرتدہ ہوگئی ہے یا اور کسی وجہ سے حرام ہوگئی، مثلاً اس کے بیٹے سے اوس کا تعلق ہوگیا یا اوس کی ماں یا بیٹی سے اس نے جماع کیا۔(5)

مسئلہ ۴: شبہہ جب محل میں ہو تو حد نہیں ہے اگرچہ وہ جانتا ہے کہ یہ وطی حرام ہے بلکہ اگرچہ اس کو حرام بتاتا ہو۔(6)

مسئلہ ۵: شبہہ فعل اس کو شبہہ اشتباہ کہتے ہیں کہ محل تو مشتبہ نہیں، مگر اس نے اوس وطی کو حلال گمان کرلیا تو جب ایسا دعویٰ کریگا تو دونوں میں کسی پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ دوسرے کو اشتباہ نہ ہو، مثلاً (۱) ماں باپ کی لونڈی سے وطی کی یا (۲) عورت کو صریح لفظوں میں تین طلاقیں دیں اور زمانہ عدت میں اوس سے وطی کی خواہ ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں یا تین لفظوں سے۔ ایک مجلس میں یا متعدد مجلسوں میں۔(۳) یا اپنی عورت کی باندی یا (۴) مولیٰ کی باندی سے وطی کی یا (۵) مرتہن (جس کے پاس گروی رکھی ہے) نے اُس لونڈی سے وطی کی جو اس کے پاس گروی ہے یا (۶) دوسرے کی لونڈی اس لیے عاریۃً لایا تھا کہ اوس کو گروی رکھے گا اور اوس سے وطی کی یا (۷) عورت کو مال کے بدلے میں طلاق دی یا مال کے عوض خلع کیا، اُس سے عدت میں وطی کی یا (۸) ام ولد کو آزاد کردیا اور زمانہ عدت میں اوس سے وطی کی، ان سب میں حد نہیں جبکہ دعویٰ کرے کہ میرے گمان میں وطی حلال تھی اور اگر اس قسم کی وطی ہوئی اور وہ کہتا ہے کہ میں حرام جانتا تھا اور دوسرا موجود نہیں کہ اوس کا گمان معلوم ہوسکے تو جو موجود ہے، اوس پر حد قائم کی جائے گی۔(7)

مسئلہ ۶: بھائی یا بہن یا چچا کی لونڈی یا خدمت کے لیے کسی کی لونڈی عاریۃً لایا تھا یا نوکر رکھ کر لایا تھا یا اس کے

---

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب...الخ، مطلب فی بیان شبھۃ المحل، ج۶، ص۳۰۔۳۲.

(6) ردالمحتار، کتاب الحدود، مطلب الزنی شرعا...الخ، ج۶، ص۹.

(7) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد...الخ، ج۶، ص۳۳۔۳۵.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد...الخ، ج۲، ص۱۴۸.

پاس اہلیہ تھی اوس سے وطی کی تو حد ہے اگرچہ حلال ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔(8)

مسئلہ ۷: نکاح کے بعد پہلی شب میں جو عورت رخصت کرکے اس کے یہاں لائی گئی اور عورتوں نے بیان کیا کہ یہ تیری بی بی ہے اس نے وطی کی بعد کو معلوم ہوا کہ بی بی نہ تھی تو حد نہیں۔(9) یعنی جبکہ پیشتر (پہلے (سے یہ اوس عورت کو نہ پہچانتا ہو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور اگر پہچانتا ہے اور دوسری عورت اس کے پاس لائی گئی تو اون عورتوں کا قول کس طرح اعتبار کریگا۔ یوہیں اگر عورتیں نہ کہیں مگر سسرال والوں نے جس عورت کو اوس کے یہاں بھیج دیا ہے اُس میں بیشک یہی گمان ہوگا کہ اسی کے ساتھ نکاح ہوا ہے جبکہ پیشتر سے دیکھا نہ ہو اور بعض واقعے ایسے ہوئے بھی ہیں کہ ایک گھر میں دو براتیں آئیں اور رخصت کے وقت دونوں بہنیں بدل گئیں اوس کی اوس کے یہاں اوسکی اس کے یہاں آگئی لہٰذا یہ اشتباہ ضرور معتبر ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸: شبہہ عقد یعنی جس عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا اوس سے نکاح کرکے وطی کی مثلاً دوسرے کی عورت سے نکاح کیا یا دوسرے کی عورت ابھی عدت میں تھی اوس سے نکاح کیا تو اگرچہ یہ نکاح نکاح نہیں مگر حد ساقط ہوگئی، مگر اسے سزا دی جائے گی۔ یوہیں اگر اوس عورت کے ساتھ نکاح تو ہوسکتا ہے مگر جس طرح نکاح کیا وہ صحیح نہ ہوا مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح کیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں مگر ایسے نکاح کے بعد وطی کی تو حد ساقط ہوگئی۔(10)

مسئلہ ۹: اندھیری رات میں اپنے بستر پر کسی عورت کو پایا اور اوسے زوجہ گمان کرکے وطی کی حالانکہ وہ کوئی دوسری عورت تھی تو حد نہیں۔ یوہیں اگر وہ شخص اندھا ہے اور اپنے بستر پر دوسری کو پایا اور زوجہ گمان کرکے وطی کی اگرچہ دن کا وقت ہے تو حد نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۰: عاقل بالغ نے پاگل عورت سے وطی کی یا اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کی، جس کی مثل سے جماع کیا جاتا ہو یا عورت سو رہی تھی اوس سے وطی کی تو صرف مرد پر حد قائم ہوگی، عورت پر نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۱: مرد نے چوپایہ سے وطی کی یا عورت نے بندر سے کرائی تو دونوں کو سزا دینگے اور اوس جانور کو ذبح کرکے جلادیں، اوس سے نفع اوٹھانا مکروہ ہے۔(13)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج ۲، ص ۱۴۸۔

(9) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج ۶، ص ۴۱۔

(10) الدرالمختار، کتاب الحدود، ج ۶، ص ۳۶۔۳۸، وغیرہ۔

(11) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، مطلب اذا استحل المحرم... الخ، ج ۶، ص ۴۰۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء... الخ ج ۲، ص ۱۴۹۔

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، مطلب فی وطء البھیمۃ، ج ۶، ص ۴۱۔

مسئلہ ۱۲: غلام یعنی پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اوس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اوسے اوندھا کر کے گرائیں اور اوس پر پتھر برسائیں یا اوسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہ اسلام اوسے قتل کر ڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے، اسی وجہ سے اس میں حد نہیں کہ بعضوں کے نزدیک حد قائم کرنے سے اوس گناہ سے پاک ہوجاتا ہے اور یہ اتنا برا ہے کہ جب تک توبہ خالصہ نہ ہو، اس میں پاکی نہ ہوگی اور اغلام کو (یعنی پیچھے کے مقام میں وطی کرنے کو) حلال جاننے والا کافر ہے، یہی مذہب جمہور ہے۔ (14)

مسئلہ ۱۳: کسی کی لونڈی غصب کرلی اور اوس سے وطی کی پھر اوس کی قیمت کا تاوان دیا تو حد نہیں اور اگر زنا کے بعد غصب کی اور تاوان دیا تو حد ہے۔ یوہیں اگر زنا کے بعد عورت سے نکاح کرلیا تو حد ساقط نہ ہوگی۔ (15)

❁❁❁❁❁

(14) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج۶، ص۴۵۔

والبحرالرائق، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج۵، ص۲۷، ۲۸، وغیرہما۔

(15) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... الخ، ج۶، ص۴۸۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الغصب، الباب الحادی عشر فیما یلحق العبد المغصوب... الخ، ج۵، ص۱۴۵۔

زنا کی گواہی دے کر رجوع کرنا

مسئلہ ۱: جو امر موجب حد ہے وہ بہت پہلے پایا گیا اور گواہی اب دیتا ہے تو اگر یہ تاخیر کسی عذر کے سبب ہے مثلاً بیمار تھا یا وہاں سے کچہری دور تھی یا اوس کو خوف تھا یا راستہ اندیشہ ناک (خطرناک) تھا تو یہ تاخیر مضر (نقصان دہ) نہیں یعنی گواہی قبول کر لی جائے گی اور اگر بلا عذر تاخیر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی مگر حدِ قذف (تہمتِ زنا کی حد) میں اگرچہ بلا عذر تاخیر ہو گواہی مقبول ہے اور چوری کی گواہی دی اور تمادی ہو چکی ہے(1) تو حد نہیں مگر چور سے تاوان دلوائیں گے۔(2)

مسئلہ ۲: اگر وہ مجرم خود اقرار کرے تو اگرچہ تمادی ہو گئی ہو حد قائم ہوگی مگر شراب پینے کا اقرار کرے اور تمادی ہو تو حد نہیں۔(3)

مسئلہ ۳: شراب پینے کے بعد اتنا زمانہ گزرا کہ مونھ سے بُو اُڑ گئی تو تمادی ہوگئی اور اس کے علاوہ اوروں میں تمادی جب ہوگی کہ ایک مہینہ کا زمانہ گزر جائے۔(4)

مسئلہ ۴: تمادی عارض ہونے کے بعد چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی تو نہ زانی پر حد ہے، نہ گواہوں پر۔(5)

مسئلہ ۵: گواہی دی کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ عورت کہیں چلی گئی ہے تو مرد پر حد قائم کرینگے۔ یوہیں اگر زانی خود اقرار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں وہ کون عورت تھی تو حد قائم کی جائے گی۔ اور اگر گواہوں نے کہا معلوم نہیں وہ کون عورت تھی تو نہیں۔ اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے چوری کی مگر جس کی چوری کی وہ غائب ہے تو حد نہیں۔(6)

---

(1) یعنی اتنی مدت گزر چکی ہے جس کے بعد حد نافذ نہیں ہوتی۔

(2) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی والرجوع عنھا، ج۶، ص۵۰.

(3) المرجع السابق.

(4) تنویر الابصار، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی والرجوع عنھا، ج۶، ص۵۱.

(5) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی... الخ، ج۶، ص۵۱.

(6) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی والرجوع عنھا، ج۶، ص۵۱.

مسئلہ ۶: چار گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں عورت کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے مگر دو نے ایک شہر کا نام لیا کہ فلاں شہر میں اور دو نے دوسرے شہر کا نام لیا۔ یا دو کہتے ہیں کہ اس نے جبراً زنا کیا ہے اور دو کہتے کہ عورت راضی تھی۔ یا دو ۲ نے کہا کہ فلاں مکان میں اور دو نے دوسرا مکان بتایا۔ یا دو نے کہا مکان کے نیچے والے درجہ میں زنا کیا اور دو کہتے ہیں بالاخانہ پر۔ یا دو نے کہا جمعہ کے دن زنا کیا اور دو ہفتہ کا دن بتاتے ہیں۔ یا دو نے صبح کا وقت بتایا اور دو نے شام کا۔ یا دو ایک عورت کو کہتے اور دو دوسری عورت کے ساتھ زنا ہونا بیان کرتے ہیں۔ یا چاروں ایک شہر کا نام لیتے ہیں اور چار دوسرے دوسرے شہر میں زنا ہونا کہتے ہیں اور جو دن تاریخ وقت اون چاروں نے بیان کیا وہی دوسرے چار بھی بیان کرتے ہیں تو ان سب صورتوں میں حد نہیں، نہ ان پر نہ گواہوں پر۔(7)

مسئلہ ۷: مرد و عورت کے کپڑوں میں گواہوں نے اختلاف کیا کوئی کہتا ہے فلاں پڑا پہنے ہوئے تھا اور کوئی دوسرے کپڑے کا نام لیتا ہے۔ یا کپڑوں کے رنگ میں اختلاف کیا۔ یا عورت کو کوئی دبلی بتاتا ہے کوئی موٹی یا کوئی لمبی کہتا ہے اور کوئی ٹھنگنی (چھوٹے قدوالی) تو اس اختلاف کا اعتبار نہیں یعنی حد قائم ہوگی۔(8)

مسئلہ ۸: چار گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے فلاں دن تاریخ وقت میں فلاں شہر میں فلاں عورت سے زنا کیا اور چار کہتے ہیں کہ اوسی دن تاریخ وقت میں اس نے فلاں شخص کو (دوسرے شہر کا نام لیکر) فلاں شہر میں قتل کیا تو نہ زنا کی حد قائم ہوگی نہ قصاص۔ یہ اوس وقت ہے کہ دونوں شہادتیں ایک ساتھ گزریں اور اگر ایک شہادت گزری اور حاکم نے اوس کے مطابق حکم کر دیا، اب دوسری گزری تو دوسری باطل ہے۔(9)

مسئلہ ۹: چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی تھی اور ان میں ایک شخص غلام یا اندھا یا نابالغ یا مجنون ہے یا اوس پر تہمت زنا کی حد قائم ہوئی ہے یا کافر ہے تو اوس شخص پر حد نہیں مگر گواہوں پر تہمت زنا کی حد قائم ہوگی۔ اور اگر ان کی شہادت کے بنا پر حد قائم کی گئی بعد کو معلوم ہوا کہ ان میں کوئی غلام یا محدود فی القذف وغیرہ ہے جب بھی گواہوں پر حد قائم کی جائے گی اور اوس شخص پر جو کوڑے مارنے سے چوٹ آئی بلکہ مر بھی گیا اس کا کچھ معاوضہ نہیں اور اگر رجم کیا بعد کو معلوم ہوا کہ گواہوں میں کوئی شخص ناقابل شہادت تھا تو بیت المال سے دیت دینگے۔(10)

---

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الخامس فی الشھادۃ علی الزنا والرجوع عنھا، ج۲، ص۱۵۲، ۱۵۳۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الخامس فی الشھادۃ علی الزنا والرجوع عنھا، ج۲، ص۱۵۳۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الخامس فی الشھادۃ علی الزنا والرجوع عنھا، ج۲، ص۱۵۳۔

(10) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی... الخ، ج۶، ص۵۲، ۵۳۔

والبحرالرائق کتاب الحدود، باب الشھادۃ علی الزنی... الخ، ج۵، ص۳۷، ۳۸۔

مسئلہ ۱۰: رجم کے بعد ایک گواہ نے رجوع کی تو صرف اسی پر حدِ قذف جاری کرینگے اور اسے چوتھائی دیت دینی ہوگی اور رجم سے پہلے رجوع کی تو سب پر حدِ قذف قائم ہوگی اور اگر پانچ گواہ تھے اور رجم کے بعد ایک نے رجوع کی تو اس پر کچھ نہیں اور اون چار باقیوں میں ایک نے اور رجوع کی تو ان دونوں پر حدِ قذف ہے اور چوتھائی دیت دونوں ملکر دیں اگر پھر ایک نے رجوع کی تو اس اکیلے پر پوری چوتھائی دیت ہے اور اگر سب رجوع کر جائیں تو دیت کے پانچ حصے کریں، ہر ایک ایک ایک حصہ دے۔(11)

مسئلہ ۱۱: جس شخص نے گواہوں کا تزکیہ کیا (عادل و معتبر ہونے کی تحقیق کی) وہ اگر رجوع کر جائے یعنی کہے میں نے قصداً جھوٹ بولا تھا واقع میں گواہ قابل شہادت نہ تھے تو مرجوم (جسے رجم کیا گیا ہو) کی دیت اوسے دینی پڑے گی اور اگر وہ اپنے قول پر اڑا ہے یعنی کہتا ہے کہ گواہ قابل شہادت ہیں مگر واقع میں قابل شہادت نہیں تو بیت المال سے دیت دی جائے گی اور گواہوں پر نہ دیت ہے نہ حد قذف۔(12)

مسئلہ ۱۲: گواہوں کا تزکیہ نہ ہوا اور رجم کر دیا گیا بعد کو معلوم ہوا کہ قابل شہادت نہ تھے تو بیت المال سے دیت دی جائے۔(13)

مسئلہ ۱۳: گواہوں نے بیان کیا کہ ہم نے قصداً اوس طرف نظر کی تھی تو اس کی وجہ سے فاسق نہ ہونگے اور گواہی مقبول ہے کہ اگرچہ دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت جائز ہے، لہٰذا بغرض ادائے شہادت جائز ہے جیسے دائی اور ختنہ کرنے والے اور عمل دینے والے (یعنی حقنہ کرنے والے) اور طبیب کو بوقت ضرورت اجازت ہے اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ ہم نے مزہ لینے کے لیے نظر کی تھی تو فاسق ہو گئے اور گواہی قابل قبول نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۴: مرد اپنے محصن ہونے سے انکار کرے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے احصان ثابت ہوگا یا اوس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے جب بھی محصن ہے اور اگر خلوت ہو چکی ہے اور مرد کہتا ہے کہ میں نے زوجہ سے وطی کی ہے مگر عورت انکار کرتی ہے تو مرد محصن ہے اور عورت نہیں۔(15)

---

(11) البحرالرائق، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنی...إلخ، ج۵، ص۳۸، ۳۹.

(12) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنی...إلخ، ج۶، ص۵۵.

(13) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنھا، ج۶، ص۵۶.

(14) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنی...إلخ، ج۶، ص۵۶، ۵۷.
والبحرالرائق، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنی...إلخ، ج۵، ص۴۰، ۴۱.

(15) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنی...إلخ، ج۶، ص۵۷.

شراب پینے کی حد کا بیان

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾)(1)

---

(1) پ ۷، المائدۃ ۹۰۔۹۲

اللہ عزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (پ ۲، البقرہ ۲۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

آیتِ مبارکہ کی تفسیر

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ان دونوں (یعنی شراب اور جوئے) کا حکم پوچھتے ہیں۔

خَمر کسے کہتے ہیں؟

خَمر (یعنی شراب) انگور کے اس رَس یا جُوس کو کہتے ہیں جسے خوب جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ جھاگ چھوڑ دے۔ شراب پر مجازی طور پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے بلکہ حقیقی طور پر اسے یہی نام دیا جاتا ہے آنے والی احادیث اِس کی علت کو واضح کریں گی یا صحیح ترین قول کے مطابق لغت قیاس سے ثابت کرتی ہے کہ خَمر انگور کے علاوہ ہر اُس شے کو کہتے ہیں جو جوش مارنے اور جھاگ دینے والی ہو۔

خمر کہنے کا سبب

اسے خَمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کو ڈھانپ یعنی چھپا لیتی ہے، عورت کی اوڑھنی کو بھی اس لئے خِمار کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے چہرے کو چھپا لیتی ہے۔ نیز خامِر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی گواہی چھپا لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو خَمر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ ڈھانپ دی جاتی ہے یہاں تک کہ شدّت اختیار کر لیتی ہے، حدیث پاک کے یہ الفاظ اسی سے ہیں خَمِّرُوْا آنِیَتَکُمْ یعنی اپنے برتن ڈھانپو۔

بعض اہل لُغت کہتے ہیں کہ اسے خَمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کو خلط ملط کر دیتی ہے، اسی سے عربوں کا یہ قول ہے: خَامَرَهُ دَاءٌ ←

یعنی بیاری نے اسے خلط ملط کردیا۔ بعض کے نزدیک اسے خمر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چھوڑدی جاتی ہے یہاں تک کہ جوش آجائے اور اسی سے یہ قول بھی ہے: اِخْتَمَرَ الْعَجِیْنُ یعنی آٹے میں خمیر بن گیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ گیا۔

شراب کے نقصانات

شراب کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ یہ اس عقل کو ختم کردیتی ہے جو انسان کی اعلیٰ واشرف صفات میں سے ہے، جب شراب اعلیٰ اوصاف کی حامل چیز یعنی عقل کی دشمن ہے تو اسی سے اس کا گھٹیا ہونا لازم ہوگیا۔

عقل کی وجہ تسمیہ

عقل کو عقل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صاحب عقل کو ان برے افعال سے روکتی ہے جن کی طرف اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے۔ لہذا جب وہ شراب پیتا ہے تو برائیوں سے روکنے والی عقل زائل ہوجاتی ہے اور وہ ان برائیوں سے مانوس ہوجاتا ہے اور چونکہ شراب بھی فطری طور پر انہی برائیوں میں سے ایک ہے، لہٰذا وہ نہ صرف اسے پینے کا ارتکاب کرتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرے گناہوں کا بھی مرتکب ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی عقل واپس لوٹ آئے۔ (المرجع السابق، ص ۴۰۰)

پیشاب سے وضو کرنے والا شرابی

حضرت سیِّدنا امام ابن ابی الدنیا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر نشے میں مست ایک شخص کے پاس سے ہوا وہ اپنے ہاتھ پر پیشاب کررہا تھا اور وضو کرنے والے کی طرح اس سے اپنا ہاتھ دھو رہا تھا اور کہہ رہا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّالْمَآءَ طَهُوْرًا یعنی تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کرنے والا بنایا۔ حضرت سیِّدنا عباس بن مرداس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان سے پوچھا گیا آپ شراب کیوں نہیں پیتے حالانکہ یہ تو جسم کی حرارت میں اضافہ کرتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نہ تو اپنی جہالت کو خود اپنے ہاتھ سے پکڑنے والا ہوں کہ اسے اپنے پیٹ میں داخل کروں اور نہ ہی اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنی قوم کے سردار کی حیثیت سے صبح کروں مگر میری شام بیوقوف شخص جیسی ہو۔ (المرجع السابق، ص ۴۰۱)

شراب کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ ذکر الٰہی اور نماز سے روکتی ہے اور دشمنی اور بغض کا باعث بنتی ہے جیسا کہ شراب کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایسی معصیت ہے جس کے خواص میں سے ہے کہ انسان جب اس سے مانوس ہوجاتا ہے تو اس کی طرف میلان بڑھ جاتا ہے اور دیگر گناہوں کے برعکس اس کے لئے اس کی جدائی برداشت کرنا محال ہوجاتا ہے اور دیگر تمام گناہوں کے برخلاف اس کا عادی اس سے نہیں اکتاتا۔ کیا آپ زانی کو نہیں دیکھتے کہ اس کی خواہش ایک ہی بار اس گناہ کے ارتکاب سے ختم ہوجاتی ہے اور جب بھی وہ اس گناہ کے ارتکاب میں اضافہ کرتا ہے تو اس کا فتور بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے مگر شرابی جب شراب نوشی کی کثرت کرتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ چاک وچوبند ہوجاتا ہے اور جسمانی لذّت اسے گھیر لیتی ہے اور وہ آخرت کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے اور اسے بھولی بسری بات کی طرح پس پشت ڈال دیتا ہے، لہٰذا وہ ان لوگوں میں سے ہوجاتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھول گئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی جانوں سے بھی غافل کردیا ←

وہی لوگ فاسق ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب عقل زائل ہو جائے تو ہر قسم کی برائیاں مکمل طور پر آ جاتی ہیں، اسی وجہ سے سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شراب سے بچو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب ذکر الآثام المتولدۃ عن شرب الخمر......الخ، الحدیث ۵۶۶۹، ص ۲۴۴۸)

شراب کی حرمت پر احادیثِ مبارکہ

واضح روشن احادیثِ مبارکہ میں شراب پینے، اس کے بیچنے، خریدنے، نچوڑنے، اُٹھانے اور اس کی قیمت کھانے پر انتہائی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور شراب چھوڑنے اور اس سے توبہ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔

شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ شَفِیعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیسُ الْغَرِیْبِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی......الخ، الحدیث ۲۰۲، ص ۶۹۰)

ابوداؤد شریف میں مذکورہ روایت کے آخر میں ہے مگر اس کے بعد بھی توبہ اس کے سامنے موجود ہوتی ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث ۴۶۸۹، ص ۱۵۶۷، دون قولہ لکن)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ (راوی فرماتے ہیں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھی چیز بھی بیان فرمائی مگر میں بھول گیا، (مزید فرمایا) جب کسی نے ایسا کیا تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اُتار دیا، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقۃ، الحدیث ۴۸۷۶، ص ۲۴۰۳، دون قولہ السارق)

شرابی اور اس کے مددگار ملعون ہیں

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شراب پر، اس کے پینے والے، پلانے والے، خریدنے والے، بیچنے والے، بنانے والے، بنوانے والے، اٹھانے والے اور اٹھوانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب العصیر للخمر، الحدیث ۳۶۷۴، ص ۱۴۹۵)

ابن ماجہ شریف کی روایت میں مزید یہ بھی ہے اور اس کی قیمت کھانے والے پر بھی (لعنت فرمائی)۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربۃ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ، الحدیث ۳۳۸۰، ص ۲۶۸۱) ←

خاتم المرسلین، رحمۃٌ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے معاملہ میں 10 بندوں پر لعنت فرمائی ہے (۱) شراب بنانے والا (۲) بنوانے والا (۳) پینے والا (۴) اُٹھانے والا (۵) اُٹھوانے والا (۶) پلانے والا (۷) بیچنے والا (۸) اس کی قیمت کھانے والا (۹) خریدنے والا اور (۱۰) خریدوانے والا۔ (جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب النھی ان یتخذ الخمر خلا، الحدیث ۱۲۹۵، ص ۱۷۸۱)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ شریعت بیان ہے اللہ عزَّوَجلَّ نے شراب اور اس کی قیمت (یعنی کمائی)، مردار اور اس کی کمائی، خنزیر اور اس کی کمائی کو حرام قرار دیا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، الحدیث ۳۴۸۵، ص ۱۴۸۲)

سیّدِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے اللہ عزَّوَجلَّ نے یہودیوں پر تین مرتبہ لعنت فرمائی، اللہ عزَّوَجلَّ نے ان پر (گردوں، آنتوں اور معدے کی) چربی کھانا حرام کی تو انہوں نے اسے بیچا اور اس کی کمائی کھائی، جب اللہ عزَّوَجلَّ کسی قوم پر کوئی چیز حرام کرتا ہے تو اس کی کمائی بھی ان پر حرام کر دیتا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث ۳۴۸۸، ص ۱۴۸۳)

شراب پینا خنزیر کھانے کے مترادف ہے

رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو شخص شراب بیچے اسے چاہئے کہ خنزیر کے گوشت کے ٹکڑے کرے۔ (المرجع السابق، الحدیث ۳۴۸۹)

حدیثِ پاک کی تشریح

حضرت سیّدنا امام خطابی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (متوفی ۳۸۸ھ) اس حدیثِ پاک کی وضاحت میں فرماتے ہیں اس سے مراد حرمت کی تاکید اور شدت بیان کرنا ہے۔ مزید فرماتے ہیں جس نے شراب بیچنے کو حلال جانا تو اسے چاہئے کہ وہ خنزیر کھانے کو بھی حلال سمجھے کیونکہ شراب اور خنزیر دونوں حرمت اور گناہ میں برابر ہیں، پس اگر آپ خنزیر کا گوشت کھانے کو حلال نہیں سمجھتے تو شراب کی کمائی بھی حلال نہ جانو۔

حضور نبی مکرّم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ معظّم ہے میرے پاس جبرئیل علیہ السّلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزَّوَجلَّ نے شراب پر، اس کے بنانے والے، بنوانے والے، پینے والے، اٹھانے والے، اٹھوانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، پلانے والے اور طلب کرنے والے پر لعنت فرمائی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، الحدیث ۲۸۹۹، ج ۱، ص ۶۷۷)

زانی و شرابی کا ایمان کیسے نکلتا ہے؟

حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اللہ عزَّوَجلَّ اس سے ایمان اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص اتارتا ہے۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب اذا زنی العبد خرج منہ الایمان، الحدیث ۶۵، ج ۱، ص ۱۷۶)

....

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے جو اللہ عزَّ وَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ شراب نہ پیے اور جو اللہ عزَّ وَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہو۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۴۶۲، ج۱۱، ص۱۵۳)

شرابی جنتی شراب سے محروم ہوگا

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور پھر شراب پینے کی حالت میں مرگیا تو وہ آخرت میں شراب (طہور) نہ پیے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام، الحدیث ۵۲۱۸، ص۱۰۳۶)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی وہ آخرت میں شراب (طہور) نہ پیے گا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، الحدیث ۵۵۷۳، ج۵، ص۶)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے جس نے دنیا میں شراب پی پھر توبہ نہ کی تو آخرت کی شراب اس پر حرام کر دی جائے گی۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب عقوبۃ من شرب الخمر......الخ، الحدیث ۵۲۲۳، ص۱۰۳۶)

نوٹ: حضرت سیِّدُنا امام خطّابی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الکافی فرماتے ہیں کہ مُحیُ السنۃ حضرت سیِّدُنا ابومحمد حسین بن مسعود بَغَوی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۵۱۶ھ) اس حدیثِ پاک کے تحت شَرْحُ السُّنَّۃ میں فرماتے ہیں حضورِ نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان حُرِمَھَا فِی الْآخِرَۃِ میں وعید ہے کہ شرابی جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ شراب تو اہلِ جنت کے پینے کے لئے ہوگی لیکن اس کے پینے سے نہ تو وہ دردِ سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ ہی بہکیں گے اور جو جنت میں داخل ہوجائے گا اس پر جنّتی شراب حرام نہ ہوگی۔

(شرح السنۃ للبغوی، کتاب الاشربۃ، باب وعید شارب الخمر، تحت الحدیث ۲۹۰۶، ج۶، ص۱۱۷)

حضرت سیِّدُنا امام بَغَوی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی کی مذکورہ تشریح میں غور وفکر کی ضرورت ہے اور شُعَبُ الایمان کی مذکورہ حدیثِ پاک اس کی تردید کرتی ہے جس میں تصریح ہے کہ شرابی شرابِ طہور نہ پیے گا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے۔

شرابی دخولِ جنت سے محروم ہے

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے 3 شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱)......شراب کا عادی (۲)......(رشتہ داروں سے) تعلقات توڑنے والا اور (۳)......جادو کی تصدیق کرنے والا، اور جو عادی شرابی مرے گا اللہ عزَّ وَجَلَّ اسے نہرِ غُوطہ سے پلائے گا۔ عرض کی گئی نہرِ غُوطہ کون سی نہر ہے؟ ارشاد فرمایا یہ وہ نہر ہے جو زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلے گی اور ان کی شرمگاہوں کی بدبو اہلِ دوزخ کو اذیت دے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث ۱۹۵۸۶، ج۷، ص۱۳۹) ←

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے شراب کا عادی، جادو کی تصدیق کرنے والا اور (رشتہ داروں سے) قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الکھانۃ والسحر، الحدیث ۶۱۰۴، ج۷، ص۶۴۸)

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن عبداللہ حاکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا مگر اس پر اعتراض کیا کہ اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا ہے (یعنی اصل روایت یہ ہے) 4 قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ نہ تو انہیں جنت میں داخل کرے اور نہ ہی اس کی نعمتیں چکھائے (۱)...... شراب کا عادی (۲)...... سود کھانے والا (۳)...... یتیم کا مال کھانے والا اور (۴)...... والدین کا نافرمان۔

(المستدرک، کتاب البیوع، باب ان اربی الربا عرض الرجل المسلم، الحدیث ۲۳۰۷، ج۲، ص۳۳۸)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جنت کے باغات میں نہ شراب کا عادی داخل ہوگا، نہ والدین کا نافرمان اور نہ ہی اپنی عطا پر احسان جتانے والا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث ۱۳۳۵۹، ج۴، ص۴۵۰)

ایک روایت میں جنت الفردوس کے الفاظ ہیں۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من شرب الخمر......الخ، الحدیث ۳۶۰۲، ج۳، ص۲۰۲)

بغیر توبہ کئے مرنے والے شرابی کا انجام

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شراب کا عادی (بغیر توبہ کئے) مر گیا تو وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں بُت پرست کی طرح پیش ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث ۲۴۵۳، ج۱، ص۵۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ شراب کا عادی ہو تو وہ اپنے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ سے بتوں کے پجاری کی طرح ملے گا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث ۵۳۲۳، ج۷، ص۳۶۷)

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (اپنے باپ سے) روایت کرتے ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے میں شراب پینے یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو چھوڑ کر اس ستون کو پُوجنے میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔

(سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب ذکر الروایات المغلظات فی شرب الخمر، الحدیث ۵۶۶۶، ص۲۴۴۸)

اس سے مراد یہ ہے کہ شرابی اور بتوں کا پجاری دونوں گناہ میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں گویا انہوں نے یہ بات سیِّدُ المرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کَعَابِدِ وَثَنٍ سے اخذ کی۔

اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے متعلق مروی ہے کہ جب شراب حرام ہوئی تو ان میں سے کچھ اپنے دوسرے ←

....

دوستوں کے پاس گئے اور کہنے لگے شراب حرام کردی گئی ہے اور اسے (گناہ کے اعتبار سے) شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۳۹۹، ج ۱۲، ص ۳۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو شراب کا عادی جنت میں داخل ہوگا، نہ ہی والدین کا نافرمان اور نہ ہی احسان جتانے والا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ فرمانِ اقدس مجھ پر بہت گراں گزرا کیونکہ مؤمنین گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ میں نے والدین کے نافرمان کے متعلق یہ حکمِ قرآنی پایا:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ (پ ۲۶، محمد ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان تو کیا تمہارے یہ لچھن (انداز) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

اور احسان جتانے والے کے متعلق یہ آیتِ مبارکہ پائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى (پ ۳، البقرۃ ۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

اور شراب کے متعلق یہ فرمانِ باری تعالیٰ پایا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (پ ۷، المائدۃ ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام۔

اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے 3 شخص ایسے ہیں جن پر اللہ عزوجل نے جنت حرام کردی ہے (۱)......شراب کا عادی (۲)......والدین کا نافرمان اور (۳)......دیّوث جو اپنی بیوی میں بدکاری برقرار رکھتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث ۶۱۲۱، ج ۲، ص ۴۸۲)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بابرکت ہے جنت کی خوشبو 500 سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی لیکن اپنے عمل پر فخر کرنے والا، (والدین کا) نافرمان اور شراب کا عادی جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۴۰۹، الجزء الاول، ص ۱۴۵)

حافظ زکی الدین عبدُ العظیم مُنذِری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں میں اس حدیث پاک کے کسی راوی کو نہیں جانتا کہ جس پر جرح کی گئی ہو (یعنی اسے غیر عادل قرار دیا گیا ہو) اور اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحدود، باب الترہیب من شرب الخمر......الخ، تحت الحدیث ۳۶۰۹، ج ۳، ص ۲۰۳)

خاتَمُ المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے 3 شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے ←

(۱)......دَیُّوث (۲)......مردانی عورتیں اور (۳)......شراب کا عادی۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تعالٰی علیہم اَجْمَعِین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! شراب کے عادی کو تو ہم جانتے ہیں لیکن دَیُّوث کون ہے؟ ارشاد فرمایا جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کے پاس کون آتا ہے۔ (راوی فرماتے ہیں) پھر ہم نے عرض کی مردانی عورتیں کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الغیرۃ والمذاء، الحدیث ۱۰۸۰۰، ج۷، ص۴۱۲)

شراب ہر برائی کی جڑ ہے

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے شراب سے بچو! بے شک یہ ہر برائی کی چابی ہے۔

(المستدرک، کتاب الاشربۃ، باب اجتنبوا الخمر فانہا مفتاح کل شر، الحدیث ۷۳۱۳، ج۵، ص۲۰۱)

سیّد عالم، نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے شراب گناہ کی بنیاد ہے اور عورتیں شیطان کے جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما روی فی خطبۃ بتبوک، ج۵، ص۲۴۲) (موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث ۹، ج۵، ص۲۲)

سیّدنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وصیت

حضرت سیّدنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اگرچہ تجھے کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے اور جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کر کہ جس نے جان بوجھ کر فرض نماز ترک کی اس سے ذمہ داری اُٹھالی گئی اور شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی چابی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب الصبر علی البلاء، الحدیث ۴۰۳۴، ص۲۷۲۰)

شراب کی تباہ کاریاں

بنی اسرائیل کا ایک شرابی

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور کچھ دوسرے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی علیہم اَجْمَعِین رحمتِ عالم، نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد اکٹھے بیٹھے تھے کہ سب سے بڑے گناہ کا ذکر ہونے لگا لیکن انہیں اس کے متعلق زیادہ علم نہ تھا، انہوں نے مجھے حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں بھیجا تا کہ میں ان سے پوچھ آؤں، پس انہوں نے مجھے بتایا سب سے بڑا گناہ شراب پینا ہے۔ میں نے واپس آ کر یہ بات بتائی تو انہوں نے ماننے سے انکار کردیا اور فوراً ان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ سب ان کے گھر پہنچ گئے تو حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے انہیں بتایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑ لیا اور اسے اختیار دیا کہ وہ شراب پیے یا کسی کو قتل کرے ←

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور تیروں سے فال نکالنا یہ سب ناپاکی ہیں، شیطان کے کاموں سے ہیں،

یا زنا کرے یا خنزیر کا گوشت کھائے ورنہ وہ اسے قتل کر دیں گے، چنانچہ اس نے شراب پینا اختیار کرلیا۔ جب اس نے شراب پی لی تو اس نے وہ تمام کام کئے جو وہ اس سے کروانا چاہتا تھا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مزید ارشاد فرمایا جو شخص شراب پیتا ہے چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی، اور جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس کے پیٹ میں شراب ہو تو اس کی وجہ سے اس پر جنت حرام کر دی جائے گی، پس اگر وہ ان چالیس راتوں میں مرا تو جاہلیت کی موت مرا۔

(المستدرک، کتاب الاشربۃ، باب ان اعظم الکبائر شرب الخمر، الحدیث ۷۳۱۸، ج۵، ص۲۰۳)

شراب نے کیا گل کھلائے

حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں برائیوں کی اصل (یعنی شراب) سے بچو کیونکہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کیا کرتا اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا، ایک عورت اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی اور اس کی طرف خادم کو کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں گواہی کے لئے بلا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا۔ جب بھی وہ کسی دروازے سے اندر داخل ہوتا تو وہ اس پر بند کر دیا جاتا یہاں تک کہ وہ ایک نہایت حسین وجمیل عورت کے پاس پہنچا جس کے قریب ایک لڑکا کھڑا تھا اور وہاں شیشے کا ایک بڑا برتن تھا جس میں شراب موجود تھی۔ اس عورت نے عابد سے کہا میں نے تجھے کسی قسم کی گواہی دینے کے لئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تو اس لڑکے کو قتل کرکے مجھ سے زنا کرے یا پھر شراب کا ایک جام پی لے، اگر تو نے انکار کیا تو میں واویلا کروں گی اور تجھے ذلیل ورسوا کر دوں گی۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ اس کے پاس اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہیں تو اس نے کہا مجھے شراب کا گلاس پلا دے۔ عورت نے شراب کا ایک جام پلایا تو اس نے مزید مانگا، پس وہ اسی طرح شراب پیتا رہا یہاں تک کہ اس عورت کے ساتھ منہ بھی کالا کیا اور لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ لہٰذا تم شراب سے بچتے رہو، بلاشبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ایمان اور شراب نوشی دونوں کسی شخص کے سینے میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے، ہاں! عنقریب ایک دوسرے کو باہر نکال دے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث ۵۳۲۴، ج۷، ص۳۶۷)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے شراب پی اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلائے گا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۷۸۵۲، ج۸، ص۲۱۱)

ایک شخص یمن کے شہر جَیْشان سے آیا اس نے حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جوار سے بنی ہوئی شراب کے متعلق پوچھا جسے لوگ اس کے ملک میں پیتے ہیں اور اسے مِزْر کہتے ہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ حکم متعین فرما دیا ہے کہ جو کوئی نشہ آور چیز پئے گا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے گا۔ صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ تعالٰی علیہم اَجْمَعِیْن نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! طِیْنَۃُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا دوزخیوں کا پسینہ یا اُن کی پیپ۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مُسکِر خمر وان کل خمر حرام، الحدیث ۵۲۱۷، ص۱۰۳۶) ←

ان سے بچو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمھارے اندر عداوت اور بغض

حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے کہ (رحمت کے) فرشتے 3 قسم کے بندوں کے پاس نہیں آتے (۱) جنبی (۲) نشہ کرنے والا اور (۳) زعفران ملے خلوق (خوشبو) میں لتھڑا ہوا۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب، الحدیث ۴۴۴۶، ج ۱۰، ص ۳۲۱، بتغیر)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عَزَّوَجَلَّ 3 قسم کے بندوں کی نماز قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے (۱) بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دے (۲) ایسی عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے (۳) نشہ کرنے والا یہاں تک کہ نشہ اُتر جائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث ۵۳۳۱، ج ۷، ص ۳۷۰)

شرابی پر غضبِ جبار

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا اور مجھے حکم فرمایا کہ مزامیر (یعنی گانے باجے کے آلات)، سارنگیاں اور طبلے توڑ ڈالوں اور بتوں کو پاش پاش کر دوں جن کی زمانۂ جاہلیت میں پوجا پاٹ کی جاتی تھی، میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عزت کی قسم یاد کر کے ارشاد فرمایا کہ میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ پیئے گا تو میں اس کی سزا میں اسے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا خواہ اسے عذاب دیا گیا ہو یا بخش دیا گیا، اور میرا جو بندہ میرے خوف سے شراب نہ پیئے گا تو میں اسے جنت کی (پاکیزہ) شراب پلاؤں گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، الحدیث ۲۲۲۸۱، ج ۸، ص ۲۸۶، بتغیر)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں جس نے قدرت کے باوجود شراب ترک کی تو میں اسے جنت کی (پاکیزہ) شراب پلاؤں گا اور جس نے ریشم نہ پہنا جبکہ وہ پہن سکتا تھا تو میں اسے جنّتی لباس پہناؤں گا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من شرب الخمر......الخ، الحدیث ۳۶۲۴، ج ۳، ص ۲۰۸)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے جسے پسند ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں (پاکیزہ) شراب پلائے تو اسے چاہئے کہ دُنیا میں اسے چھوڑ دے اور جسے پسند ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں ریشم پہنائے تو اسے چاہئے کہ دنیا میں اسے چھوڑ دے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۸۸۷۹، ج ۶، ص ۳۱۲)

حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو شراب کا ایک گھونٹ پیئے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ 3 دن تک اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل اور جو ایک گلاس پیئے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ 40 دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہ فرمائے گا اور جو ہمیشہ شراب پیئے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے نَھْرُ الْخَبَال سے پلائے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! نَھْرُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا دوزخیوں کی پیپ۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۴۶۵، ج ۱۱، ص ۱۵۴)

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من شرب الخمر......الخ، الحدیث ۳۶۲۶، ج ۳، ص ۲۰۸) ←

ڈالدے اورتم کو اللہ (عزوجل) کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم ہو باز آنے والے اور اطاعت کرو اللہ (عزوجل)

سیِّدُ المُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میری اُمّت کے کچھ لوگ گناہوں، غرور وتکبر اور لہو ولعب میں رات گزاریں گے اور صبح اس حال میں کریں گے کہ حرام کو حلال جاننے، گانے بجانے والی لونڈیاں رکھنے، شراب پینے اور ریشم پہننے کی وجہ سے مسخ ہوکر بندروں اور خنزیروں کی صورت میں بدل چکے ہوں گے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، اخبار عبادۃ بن الصامت، الحدیث ۲۲۸۵۴، ج۸، ص ۴۴۳، بتغیر قلیل)

شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے میری اُمّت کے کچھ لوگ شراب کا نام تبدیل کر کے اسے پئیں گے، ان کے سروں پر آلاتِ موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والی لونڈیاں گائیں گی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور سور بنادے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب العقوبات صبر علی البلاء، الحدیث ۴۰۲۰، ص ۲۷۱۹، بتغیر قلیل)

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمن بن سابط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مرسلاً مروی ہے کہ اس امت میں زمین میں دھنسنا، صورتوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا ہوگا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ کب ہوگا؟ ارشاد فرمایا جب گانا گانے والی لڑکیاں یا لڑکے اور آلاتِ موسیقی عام ہوجائیں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی علامۃ حلول المسخ والخسف، الحدیث ۲۲۱۲، ص ۱۸۷۴)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا جو اُمّتی اس حال میں مرا کہ وہ شراب پیتا تھا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر جنت میں اس کا پینا حرام فرما دے گا اور میرا جو اُمّتی اس حال میں مرا کہ وہ سونا پہنتا تھا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر جنت میں اس کا لباس پہننا حرام فرمادے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۶۶، ج۲، ص ۶۵۹)

شرابی کی عبادت رائیگاں جاتی ہے

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سیِّد عالم، نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے شراب پی اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی، اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، اگر وہ دوبارہ ایسا کرے تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی، ہاں! اگر توبہ کرلے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر (تیسری بار) پھر ایسا کرے تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی، البتہ! اگر توبہ کرلے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر (چوتھی مرتبہ) پھر ایسا کرے تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی پھر اگر توبہ بھی کرے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور اسے نَہْرُ الْخَبَال سے پلائے گا۔ راویِ حدیث حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے دریافت کیا گیا اے ابو عبدالرحمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نَہْرُ الْخَبَال کیا ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بتایا کہ وہ نہر دوزخیوں کی پیپ سے جاری ہوگی۔

(جامع الترمذی، ابواب الاشربۃ، باب ما جاء فی شارب الخمر، الحدیث ۱۸۶۲، ص ۱۸۴۰) ←

کی اور رسول کی اطاعت کرو

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً مروی ہے کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے جس نے شراب پی اور اسے نشہ نہ ہوا تو جب تک وہ اس کے پیٹ یا رگوں میں رہے گی اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی اور اگر (اس دوران) وہ مر گیا تو حالتِ کفر میں مرے گا، اور اگر (شراب پینے سے) نشہ ہو گیا تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہ کی جائے گی اور اگر اس دوران وہ مر گیا تو کفر کی حالت میں مرے گا۔

(سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب ذکر الاثام المتولدۃ......الخ، الحدیث ۵۶۷۱، ص ۲۴۴۸، بتغیر قلیل)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے شراب پی اور اسے اپنے پیٹ میں اُتارا تو اس کی 7 دن کی نماز قبول نہ کی جائے گی، اگر اسی دوران وہ مر گیا تو کفر کی حالت میں مرے گا۔ مزید فرمایا اگر شراب نے اس کی عقل کو ضائع کر دیا اور کوئی فرض ساقط ہو گیا ایک روایت میں یوں ہے شراب نے اُسے قرآن بھلا دیا تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہ ہو گی اور اگر اس دوران وہ مر گیا تو حالتِ کفر میں مرے گا۔ (المرجع السابق، الحدیث ۵۶۷۲)

نوٹ: شرابی کے حالتِ کفر میں مرنے میں شرط ہے کہ وہ شراب پینے کو حلال جانے یا کفرانِ نعمت کا مرتکب ہو۔

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے شراب پی اور اس پر نشہ طاری ہو گیا تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی، (اس دوران) اگر وہ مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، پھر اگر دوبارہ شراب پیے اور اس پر نشہ چھا جائے تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی اور اگر (اسی دوران) وہ مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور اگر پھر شراب پیے اور نشہ آ جائے تو اس کی 40 دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی، اگر (اسی دوران) وہ مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، اگر چوتھی بار پھر اس نے ایسا کیا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! طِیْنَۃُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جہنمیوں کی پیپ۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث ۵۳۳۴، ج ۷، ص ۳۷۰)

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے میرا جو اُمتی شراب پیے گا اس کی 40 دن کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔ (المستدرک، کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ، باب اذا حضرت الصلوۃ......الخ، الحدیث ۹۸۴، ج ۱، ص ۵۳۸)

حضور نبی کریم، رءُوف رّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے نشہ آور چیز پی اس کی 40 دن کی نمازیں کم کر دی جائیں گی، پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور اگر چوتھی بار پھر ایسا کرے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! طِیْنَۃُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جہنمیوں کی پیپ۔ مزید فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو جو کہ حلال وحرام کی تمیز نہیں رکھتا شراب پلائی تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب ما جاء فی السکر، الحدیث ۳۶۸۰، ص ۱۴۹۶، فحسّت بدلہ نجسّت) ←

اور پرہیز کرو اور اگر تم اعراض کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صاف طور پہنچا دینا ہے۔

حضرت سیّدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے شراب پی اللہ عزَّ وَجَلَّ اس سے 40 دن تک راضی نہ ہوگا، (اسی دوران) اگر وہ مر گیا تو حالت کفر میں مرے گا اور اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ عزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اگر چوتھی مرتبہ اس نے ایسا کیا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم طِیْنَۃُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جہنمیوں کی پیپ۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء ابنۃ یزید، الحدیث ۲۷۶۷۴، ج۱۰، ص ۴۴۳)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو شخص شراب پئے اللہ عزَّ وَجَلَّ 40 دن تک اس پر ناراض رہتا ہے اور وہ شرابی نہیں جانتا کہ ہوسکتا ہے اس کی موت انہی راتوں میں واقع ہو جائے، اگر وہ دوبارہ پئے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ 40 دن تک اس پر ناراض رہتا ہے جبکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید اس کی موت انہی راتوں میں واقع ہو جائے اور اگر وہ پھر پئے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ 40 دن تک اس پر ناراض رہتا ہے اور یہ 120 راتیں ہو گئیں، اس کے بعد اگر وہ پھر پئے تو رَدْغَۃُ الْخَبَال میں ہوگا۔ عرض کی گئی رَدْغَۃُ الْخَبَال کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا جہنمیوں کا پسینہ اور پیپ۔

جہنم میں شرابی کا کھانا پینا

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جو نشے کی حالت میں دنیا سے گیا وہ قبر میں بھی نشے کی حالت میں داخل ہوگا اور بروزِ قیامت بھی نشے کی حالت میں اُٹھایا جائے گا اور اسے نشے ہی کی حالت میں جہنم میں ایک پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا جس کا نام سَکْرَان ہے، اُس میں ایک چشمہ ہے جس سے پیپ اور خون نکلتا ہے اور زمین وآسمان کی عمر کے برابر یہی شرابیوں کا کھانا پینا ہوگا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۵۵ ابراہیم ابوہُدبہ، ج۱، ص ۳۴۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے حالتِ نشہ میں ایک نماز چھوڑی گویا اس کے پاس دنیا اور اس میں موجود سب کچھ تھا مگر اس سے چھین لیا گیا اور جس نے نشے کی حالت میں 4 نمازیں چھوڑیں تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے طِیْنَۃُ الْخَبَال سے پلائے۔ عرض کی گئی طِیْنَۃُ الْخَبَال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جہنمیوں کی پیپ۔

(المستدرک، کتاب الاشربۃ، باب اجتنبوا الخمر فانہا مفتاح کل شر، الحدیث ۷۳۱۵، ج۵، ص ۲۰۲)

حضور نبئ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے حالتِ نشہ میں ایک نماز چھوڑی گویا اس کے پاس دنیا اور اس میں موجود سب کچھ تھا مگر اس سے چھین لیا گیا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۶۷۱، ج۲، ص ۵۹۳)

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ غیب نشان ہے جب میری اُمّت 5 چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی وبربادی آئے گی (۱)...... جب ایک دوسرے کو لعن طعن کرنا عام ہو جائے گا (۲)...... لوگ شرابیں پئیں گے (۳)...... ریشم ←

شراب پینا حرام ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر اس کو معاصی (یعنی گناہوں) اور

(کا لِبس) پہنیں گے (۴) گانے والے لڑکے رکھیں گے اور (۵) مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے خواہشات نفسانیہ پوری کریں گے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم الفروج، الحدیث ۵۴۶۹، ج ۴، ص ۳۷۷)

شرابیوں سے دُور رہنے کا حکم

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں جب شرابی بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

(الادب المفرد للبخاری، باب عیادۃ الفاسق، الحدیث ۵۲۹، ص ۱۴۰، شربۃ بدلہ شراب)

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالی نے ذکر فرمایا حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں کہ شرابیوں کو سلام نہ کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا...... الخ، ص ۵۲۷)

سیِّد عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہ شرابیوں کے ساتھ بیٹھو، نہ ان کے بیماروں کی عیادت کرو اور نہ ہی ان کے جنازوں میں شرکت کرو، شراب پینے والا بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، اس کی زبان سینے پر لٹک رہی ہوگی، تھوک بہہ رہا ہوگا اور ہر دیکھنے والا اس سے نفرت کرے گا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۱۳۹۹ الحکم بن عبداللہ، ج ۲، ص ۵۰۲)

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ شرابیوں کی عیادت کرنے اور انہیں سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ شراب پینے والا فاسق و ملعون ہے جیسا کہ رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے، پس اگر اس نے شراب خریدی اور اسے بنایا تو وہ 2 مرتبہ ملعون ہے اور اگر کسی دوسرے کو پلائی تو 3 مرتبہ ملعون ہے، اسی وجہ سے اس کی عیادت کرنے اور اسے سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کرے یعنی اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

شراب کو بطورِ دوا استعمال کرنا کیسا؟

شراب کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ، حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں میری بیٹی نے مجھ سے کسی مرض کی شکایت کی تو میں نے اس کے لئے ایک کوزہ میں نبیذ بنائی، حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ نبیذ جوش مار رہی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اے اُمِّ سلمہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا) یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی میں اس سے اپنی بیٹی کا علاج کروں گی۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو چیز میری اُمت پر حرام کی ہے اس میں اس کے لئے شفا نہیں رکھی۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۷۴۹، ج ۲۳، ص ۳۲۶، بتغیر قلیلٍ)

نشہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرنے کا انجام

حضور نبی کریم، رَءُوف رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ غیب نشان ہے جو لوگ دنیا میں کسی نشہ کرنے والے کے پاس جمع ہوتے ہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سب کو آگ میں جمع فرمائے گا تو وہ ایک دوسرے کے پاس ملامت کرتے ہوئے آئیں گے، ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے میری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے تو نے ہی مجھے اس جگہ پہنچایا۔ تو دوسرا بھی اسی طرح جواب دے گا۔

(کتاب الکبائر للذہبی، الکبیرۃ التاسعۃ عشرۃ شرب الخمر، ص ۹۵)

بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے۔ احادیث میں اس کے پینے پر نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں، چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

احادیث

حدیث ۱: ترمذی و ابو داود و ابن ماجہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے، وہ تھوڑی بھی حرام ہے۔ (1)

حدیث ۲: ابو داود و ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مسکر اور مفتر (یعنی اعضا کو سست کرنے والی، حواس کو کند کرنے والی مثلاً افیون) سے منع فرمایا۔ (2)

حدیث ۳: بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ والی چیز خمر ہے (یعنی خمر کے حکم میں ہے) اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص دُنیا میں شراب پیے اور اوس کی مداومت کرتا ہوا مرے اور توبہ نہ کرے، وہ آخرت کی شراب نہیں پیے گا۔ (3)

---

(1) جامع الترمذي، ابواب الاشربۃ، باب ماجاء ما اسکر کثیرہ... إلخ، الحدیث ۱۸۷۲، ج ۳، ص ۳۴۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ کیونکہ تھوڑی شراب بہت شراب کا عادی بنا دیتی ہے اس لیے تھوڑی سے بھی بچنا لازم ہے، یہ حدیث ظاہر معنی سے امام شافعی وغیرہم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی افیون، چرس، بھنگ، جو دواؤں میں استعمال کی جائے اور نشہ نہ دے تو حرام نہیں، یہاں پتلی اور خشک کی قید نہیں لہذا اس کا وہ ہی مطلب ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ خمر یعنی شراب انگوری کا تو ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے اور دوسری شرابوں کا قطرہ بھی حرام ہے جب لذت یا طرب یا لہو کے لیے پیے یا اس لیے حرام ہے کہ وہ زیادہ پینے کا ذریعہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، اس کی بحث ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۵۴۷)

(2) سنن أبي داود، کتاب الاشربۃ، باب النھي عن المسکر، الحدیث ۳۶۸۶، ج ۳، ص ۴۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یا تو مسکر سے مراد پتلی نشہ آور چیزیں ہیں اور مفتر یعنی جسم میں گرمی اور ڈھیلا پن پیدا کرنے والی چیز سے مراد خشک نشیلی چیزیں ہیں جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ کہ اسلام میں یہ سب چیزیں حرام ہیں کچھ تفصیل سے یا مسکر سے مراد قوی نشہ آور مفتر سے مراد ہلکا نشہ ہے، نشہ بہرحال نشہ ہے اگرچہ ہلکا ہو۔ خیال رہے کہ تمباکو سے نشہ لینا بھی حرام ہے اگر حقہ یا تمباکو والے پان سے نشہ ہو تو وہ بھی حرام ہے ورنہ نہیں۔ ان شاء اللہ اس کی بحث اس فصل کے آخر میں کچھ کی جائے گی، مفتر بہت وسیع فرمان ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۵۵۲)

(3) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر... إلخ، الحدیث ۷۳۔ (۲۰۰۳)، ص ۱۱۰۹۔

حدیث ۴: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ والی چیز حرام ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے کہ جو شخص نشہ پیے گا اوسے طینۃ الخبال سے پلائیگا۔ لوگوں نے عرض کی، طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ جہنمیوں کا پسینہ یا اون کا عصارہ (نچوڑ)۔ (4)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہاں لغوی معنی کا ذکر نہیں ہے بلکہ حکم شرعی کا ذکر ہے کہ جو شئے نشہ دے وہ حکما خمر ہے کہ حرام بھی ہے اور اس پر اسی ۸۰ کوڑے حد بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسکر شراب خمر کے حکم میں نہیں کیونکہ عربی لغت میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف نے حضرت ابن عمر کا قول نقل فرمایا حرمت الخمر وما بالمدینۃ منھا شیئ جب خمر حرام کی گئی تو مدینہ میں وہ بالکل نہ تھی، کون نہ تھی شراب انگوری، دوسری شرابیں تو وہاں اس وقت بہت زیادہ تھیں جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اس وقت مدینہ پاک میں کھجوری شراب بہت تھی، نیز ابن عوف نے ابن شداد سے بروایت حضرت ابن عباس نقل فرمایا حرمت الخمر قلیلھا و کثیرھا والمسکر من کل شراب (اس کی اسناد نہایت صحیح ہے) یعنی خمر تو تھوڑی ہو یا بہت مطلقًا حرام ہے اس کے سواء دوسری شرابیں نشہ آور ہوں تو حرام ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خمر اور دوسری شرابوں کے احکام میں فرق ہے۔ (مرقات) خمر کا ایک قطرہ پینے پر حد ہے دوسری شرابوں میں حد نشہ تک پینے میں حد ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فاذا سکر فاجلدوہ وہ جب نشہ ہو تو کوڑے مارو۔ (مرقات) دار قطنی نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے آپ کے برتنوں سے نبیذ پیا اسے نشہ ہو گیا تو انہوں نے اسے حد لگائی وہ بولا کہ میں نے تو آپ کے برتن سے نبیذ پیا تھا انہوں نے فرمایا کہ تجھے سزا نشہ کی وجہ سے دی گئی اس طرح ابن ابی شیبہ نے عبداللہ ابن نمیر عن حجاج عن ابن عوف عن عبداللہ ابن شداد عن ابن عباس روایت کی: فی السکر من النبیذ ثمانین۔ بہرحال مذہب امام ابوحنیفہ بہت قوی ہے، حد شبہات سے دفع ہو جاتی ہے، غیر خمر دوسری شرابیں ہیں اگر مسکر نہ ہوں تو ان کی حرمت میں شک تو ہے پھر اس میں حد کیسی۔

۲۔ یعنی اگر حلال جان کر پیتا رہا تو کافر ہوا کافر جنت سے محروم ہے اور اگر حرام جان کر پیتا رہا تو اگرچہ جنت میں پہنچ جائے اور وہاں کی تمام نعمتیں برتے مگر شراب کبھی نہ پائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جس مدت تک شراب پیتا رہا ہے اس مدت تک نہ پائے گا یا زیادہ مقدار میں نہ پائے گا بہت تھوڑی ملے گی، بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اول سے شراب طہور نہ ملے گی، غرضکہ اس جملہ کی بہت سی توجیہیں کی گئی ہیں۔ خیال رہے کہ شراب طہور جنت کی اعلیٰ نعمت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا"۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۱۵۴)

(4) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمرا... إلخ، الحدیث ۷۲۔ (۲۰۰۲)، ص۱۱۰۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ یہ ایسا قاعدہ ہے کہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، جو چیز بھی نشہ دے پتلی ہو جیسے شراب، خشک ہو جیسے افیون، بھنگ، چرس وغیرہ وہ حرام ہے حتی کہ اگر زعفران زیادہ کھانے سے نشہ ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ←

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب کے متعلق سوال کیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا۔ اونھوں نے عرض کی، ہم تو اوسے دوا کے لیے بناتے ہیں فرمایا: یہ دوا نہیں ہے، یہ تو خود بیماری ہے۔ (5)

حدیث ۶: ترمذی نے عبداللہ بن عمر اور نسائی و ابن ماجہ و دارمی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شراب پیے گا، اوس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی پھر اگر توبہ کرے تو اللہ (عزوجل) اوس کی توبہ قبول فرمائیگا پھر اگر پیے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اس کے بعد توبہ کرے تو قبول ہے پھر اگر پیے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اس کے بعد توبہ کرے تو اللہ (عزوجل) قبول فرمائیگا پھر اگر چوتھی مرتبہ پیے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اب اگر توبہ کرے تو اللہ (عزوجل) اوس کی توبہ قبول نہیں فرمائیگا اور نہر

۳؎ وعدہ بمعنی وعید ہے۔

۴؎ چونکہ زیادہ تر پتلی چیزیں نشہ کے لیے پی جاتی ہیں، نیز آگے پلانے کا ذکر ہی آرہا ہے اس لیے یشرب فرمایا ورنہ افیون و بھنگ سے نشہ کرنا بھی حرام ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ جو اذان کا جواب نہ دے اس وقت لاپرواہی سے دنیاوی کام میں مشغول رہے اور جو شخص افیون کا عادی ہو اس کے خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے ان دو چیزوں سے بہت پرہیز کرے۔

۵؎ اس پسینہ یا پیپ و خون کی بدبو، بدمزگی، خرابی بیان نہیں ہوسکتی، سزا جرم کے مطابق ہے اس نے دنیا میں گندی بدمزہ بدبودار چیز پی لہذا اس کے عوض ایسی چیز پلائی گئی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۵۴۲)

(5) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم التداوی بالخمر... إلخ، الحدیث ۱۲۔(۱۹۸۴)، ص ۱۰۹۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہ وہ ہی حضرت وائل ابن حجر حضرمی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں کہ آپ یمن کے شاہزادوں سے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے حضور نے آپ کا بڑا احترام فرمایا۔

۲؎ آپ بھی حضرمی ہیں، آپ سے صرف ایک حدیث منقول ہے، صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

۳؎ اس حدیث کی بنا پر اکثر علماء نے فرمایا کہ شراب سے علاج حرام ہے اس میں شفا ہے ہی نہیں، مگر بعض نے فرمایا کہ اگر مسلمان متقی حاذق طبیب کہہ دے کہ اس بیماری کی دوا سوائے شراب کے اور کچھ نہیں تب دواء حلال ہوجاتی ہے یعنی جب شراب حرام رہے تو اس میں شفا نہیں مگر جب بحکم شرعی صورۃ مذکورہ میں حلال ہوجائے تو اس سے علاج ہوسکتا ہے لیکن اگر گلے میں لقمہ پھنس گیا ہے پانی موجود نہیں پی کر اتارے جان جارہی ہے شراب موجود ہے تو شراب پی کر لقمہ اتار سکتا ہے۔اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس مصیبت سے چھٹکارا یقینًا ہوجائے گا، بہرحال یہ حدیث قابل غور ہے۔قرآن کریم نے مخمصہ کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت دی ہے وہ آیت اس قول کی تائید کرتی ہے اس حدیث کے متعلق علماء نے بہت گفتگو کی ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۵۴۵)

خبال سے اوسے پلائیگا۔ (6)

(6) جامع الترمذي، كتاب الاشربة، باب ماجاء في شارب الخمر، الحديث ۱۸۶۹، ج ۳، ص ۳۴۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ صباح سے مراد دن ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم کی مٹی چالیس صبح خمیر کی گئی یعنی چالیس دن، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد صبح کی نماز یعنی نماز فجر ہی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب پی لے اور توبہ نہ کرے تو چالیس دن تک اس کی عبادت میں لذت حضور قلبی میسر نہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ عبادات اگرچہ ادا تو ہو جائیں گی مگر قبول نہ ہوں گی نماز فرمایا گیا اور تمام عبادات مراد لی گئیں کہ نماز سب سے افضل عبادت ہے جب وہ ہی قبول نہ ہوئی تو دوسری عبادات بدرجہ اولیٰ قبول نہ ہوں گی کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اور نماز ام العبادات جو ام الخبائث پیئے گا وہ ام العبادات کی قبولیت سے محروم رہے گا بعض روایات میں ہے کہ جو شراب پیئے گا اس کے سینہ سے نور ایمانی نکل جائے گا۔ (مرقات واشعہ ولمعات)

۲۔ توبہ کی حقیقت ہے گزشتہ پر ندامت، آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عہد، اسی طرح شراب سے توبہ چاہیے کہ آئندہ اس کے قریب نہ جانے کا عہد کرے۔

۳۔ یعنی اگر توبہ کرتے وقت مکمل عہد کیا کہ اب کبھی نہ پیئوں گا پھر شیطان نے بہکا دیا اور پی لی۔ چالیس کا عدد اس لیے بیان ہوا کہ شراب کا اثر چالیس دن تک بدن میں رہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ ہر غذا اور پانی کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے جو کوئی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو اس کے دل و زبان سے حکمت کے چشمے بہنے لگتے ہیں جو حضور کی چالیس حدیثیں مسلمانوں تک پہنچائے اسے اللہ تعالیٰ محدثین وفقہاء کے زمرہ میں حشر نصیب فرمائے گا، موسیٰ علیہ السلام سے چالیس کا چلہ کرایا گیا، فرماتا ہے:" وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً "۔ غرض چالیس کے عدد کی عبادات اور گناہوں میں عجیب تاثیر ہے۔ (مرقات) چالیس عدد کے برکات ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھیے۔

۴۔ یعنی طاعت کے ساتھ توبہ کرے حق تعالیٰ مغفرت کے ساتھ قبول فرمالے گا۔

۵۔ یعنی جو تین بار شراب سے توبہ کرکے توڑ دے تو اب اسے توبہ قبول کی توفیق نہ ملے گی، اب صرف زبان سے تو توبہ کہے گا دل سے توبہ نہ کر سکے گا لہذا یہ توبہ قبول نہ ہوگی، یہ شراب نوشی کی نحوست ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی کہ جو شخص دن میں ستر بار گناہ کرے اور ستر بار توبہ کرے تو وہ گناہ پر مصر نہیں کہ وہاں توبہ مقبول مراد ہے، قرآن کریم فرماتا ہے:" اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا "۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی اشارۃً شرح فرمارہی ہے، فقیر کی یہ تقریر خوب یاد کر لینی چاہیے۔

۶۔ خبال دوزخیوں کا خون و پیپ اس کثرت سے بہے گا کہ اس کی نہر بہہ جائے گی، شرابی سخت پیاسے اٹھیں گے پانی مانگیں گے تو انہیں بجائے پانی کے یہ دیا جائے گا جو انہیں شدت پیاس کی وجہ سے پینا پڑے گا۔ ۷۔ یعنی یہ حدیث ترمذی نے تو حضرت عبداللہ ←

حدیث ۷: ابو داود نے ویلم حمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور سخت سخت کام کرتے ہیں اور ہم گیہوں (گندم) کی شراب بناتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں کام کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے اور سردی کا اثر نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: کیا اُس میں نشہ ہوتا ہے؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: تو اس سے پرہیز کرو۔ میں نے عرض کی، لوگ اسے نہیں چھوڑینگے۔ فرمایا: اگر نہ چھوڑیں تو اُن سے قتال کرو۔ (7)

حدیث ۸: دارمی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: والدین کی نافرمانی کرنے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور شراب کی مداومت کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (8)

ابن عمر ابن خطاب سے روایت کی اور نسائی ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۴۶)

(7) سنن أبي داود، کتاب الاشربۃ، باب النھی عن السکر، الحدیث ۳۶۸۳، ج۳، ص۴۶۰۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ویلم دال کے فتحہ لام کے کسرہ سے ہے، حمیر ح کے کسرہ میم کے سکون سے بروزن درہم، حمیر یمن کا ایک شہر ہے جو صنعاء سے غربی جانب واقع ہے۔

۲۔ اس لیے ہم کو شراب اور نشہ کی سخت ضرورت ہے کہ ملک میں بغیر شراب کی گرمی اور بغیر نشہ کے بھاری کام نہیں ہوسکتے۔

۳۔ لہذا ہم شراب پینے پر مجبور ہیں۔

۴۔ کہ اسے مطلقًا استعمال نہ کرو نہ بحد نشہ نہ اس سے کم جیسا کہ فاجتنبوہ کے اطلاق سے معلوم ہوا کیونکہ تھوڑی شراب بہت سی کا ذریعہ ہے۔

۵۔ کیونکہ وہ پرانے عادی بھی ہیں اور اس کی انہیں ضرورت بھی ہے ملکی حالات کے لحاظ سے۔

۶۔ یعنی اگر حلال سمجھ کر پئیں تو وہ مرتد ہوگئے ان پر جہاد کرو۔ (مرقات) اور اگر حرام سمجھ کر پیئے جائیں تو ان پر سختی کرو مار پیٹ کر اس سے روکو۔ لفظ قاتلوا مار پیٹ پر بھی ارشاد ہوا ہے فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو اسے روکو نہ رکے تو قاتلہ اسے مار کر روکو، یہاں سائل نے بہت کوشش سے سوال کیا مگر اجازت نہ ملی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۳)

(8) مشکاۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر... إلخ، الحدیث ۳۶۵۳، ج۲، ص۳۳۰۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سابقین کے ساتھ جو اولًا ہی جنت میں پہنچیں بغیر سزا اور بغیر رکاوٹ کے یا جو یہ جرم کرے انہیں حلال سمجھ کر وہ قطعًا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث ۹: امام احمد نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قسم ہے میری عزت کی! میرا جو بندہ شراب کی ایک گھونٹ بھی پیے گا، میں اوسکو اوتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے اوسے چھوڑے گا، میں اوس کو حوض قدس سے پلاؤں گا۔ (9)

۲؎ عاق وہ شخص ہے جو ایسا مباح کام کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو بلاضرورت شرعی کرے اور انہیں دکھ پہنچانے کے لیے۔ (مرقات) یہ قیود خیال میں رہیں لہذا اگر حاکم بیٹا مجرم ماں باپ پر شرعی سزا جاری کرے تو عاق نہیں اور اگر ماں باپ کو ستانے کے لیے شراب نوشی وغیرہ کرے تو وہ بدنصیب عاق سے بدتر ہے ظالم ہے۔

۳؎ منان بنا ہے من سے من کے معنی احسان کرنا بھی ہیں احسان جتانا بھی اور توڑنا بند کرنا بھی اس تیسرے معنی میں ہے "وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ" منان رب تعالیٰ کی صفت بمعنی بہت ہی احسان فرمانے والا کریم، یہاں دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے یعنی احسان جتانے والا یا قاطع رحم قرابت داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى"۔

۴؎ کیونکہ حرامی بچہ جبلی طور پر بدکار بدمعاش ہوتا ہے کہ اس کی سرشت میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور کبھی بدکاری کرتے کرتے کفر تک پہنچ کر دائمی دوزخی ہوجاتا ہے۔ (مرقات) اس لیے حرامی کی نسل میں ولایت نہیں ہوتی مگر خیال رہے کہ حرامی کے یہ احکام اسلام میں آجانے کے بعد ہیں، مشرکین و مجوسی کی اولاد حرامی نہیں اگرچہ ان کے نکاح شرعی قاعدے کے خلاف ہیں مگر چونکہ ان کے دین کے موافق ہیں لہذا صحیح ہیں، اگر مجوسی مسلمان ہوجائے اور اس کے نکاح میں اس کی ماں یا بہن یا بیٹی ہو تو اب علیحدہ کرادیں گے، یوں ہی اگر مشرک کے نکاح میں سات آٹھ بیویاں ہوں تو بعد اسلام چار سے زیادہ بیویاں علیحدہ کرادیں گے مگر ان کی گزشتہ اولاد حلال ہوگی، اس سے ولید ابن مغیرہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا جسے قرآن کریم نے زنیم یعنی حرامی فرمایا۔ اس حدیث میں زانی وزانیہ پر عتاب ہے کہ وہ زنا کرکے اپنے بچہ بلکہ اس کی نسل برباد کرتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۵)

(9) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الحدیث ۲۲۲۸۱، ج۸، ص۲۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری رحمت کفار کو بھی پہنچی کہ وہ دنیاوی عذاب سے بچ گئے اور حضور کی باطنی رحمت یعنی ہدایت سے کفار نے فائدہ نہ اٹھایا، حضور کی رحمت فرشتوں جنات انسان بلکہ تمام مخلوقات کو ملی، اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ کیجئے۔

۲؎ معازف جمع ہے معزف کی جس کا مادہ عزف ہے بمعنی کھیل، معزف بروزن منبر کھیل کا آلہ۔ اصطلاح میں ہر باجہ کو معزف کہا جاتا ہے اور مزامیر جمع ہے مزمار کی جس کا مادہ زمر ہے بمعنی گانے کی آواز، اصطلاح میں بانسری الغوزہ وغیرہ کو مزامیر کہا جاتا ہے یعنی مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہر باجہ گانے کو مٹادوں۔ خیال رہے کہ جھانج تو مطلقًا حرام ہے دوسرے باجے اگر غرض صحیح کے لیے استعمال کیے جائیں تو حلال ہیں، کھیل تماشہ کے لیے بجائے جائیں تو حرام۔ چنانچہ غازیوں کا طبل جو جنگ وغیرہ میں اعلان کے لیے بجایا جائے یا دف تاشہ اعلان نکاح کے لیے حلال ہے، یوں ہی عید و شادی کے موقعہ پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا احادیث میں آیا ہے اس کے احکام ان شاء اللہ ←

حدیث ۱۰: امام احمد و نسائی و بزار و حاکم ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: تین شخصوں پر اللہ (عزوجل) نے جنت حرام کردی۔ شراب کی مداومت کرنے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے۔ (10)

حدیث ۱۱: امام احمد و ابو یعلٰی و ابن حبان و حاکم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہ ہونگے۔ شراب کی مداومت کرنے والا اور قاطع رحم اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ (11)

اپنے موقعہ پر آئیں گے۔

۳ـ صلب جمع ہے صلیب کی جس کا مادہ صلب ہے بمعنی صولی، صلیب صولی دینے کا آلہ، یہ عیسائیوں کی معظم چیز ہے جسے وہ پوجتے ہیں اور جاہلیت سے مراد زمانہ جاہلیت کی ناجائز رسمیں ہیں جیسے نوحہ، ماتم، خاندانی فخر، ستاروں سے بارش مانگنا۔ خیال رہے کہ جزیرہ عرب میں سواء اسلام کے کسی ملت کی اجازت نہیں اس لیے عرب سے صلیب مٹائی جائے گی۔ عرب کے سواء دوسرے اسلامی ممالک میں ذمی کفار کو مذہبی آزادی دی جائے گی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں، اسلام میں تو ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے پھر صلیب مٹانے کے کیا معنی کہ یہ حکم جزیرہ عرب کے لیے ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں سے صلیب وغیرہ کو مٹاؤں کہ انہیں اس کی تعظیم سے دور رکھوں۔

۴ـ یعنی بعد قیامت دوزخ میں اسے دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا۔

۵ـ قدس کے حوض سے مراد جنت کے حوض ہیں جن میں حوض کوثر بھی داخل ہے یعنی جو شخص شراب کا عادی تھا پھر رحمت خدا نے دستگیری کی کہ محض خوف خدا کی بنا پر توبہ کرلی اسے ان حوضوں سے پلایا جائے گا ترک کے یہ معنی ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہو جو شرابیوں میں پھنس کر شراب سے بچے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۶)

(10) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، الحدیث ۵۳۷۲، ج۲، ص۳۵۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ یعنی اسے سابقین کے ساتھ جنت میں جانا حرام ہے یا جو ان کاموں کو حلال جان کر کرے وہ جنت سے دائمی محروم ہے کہ جنت تو مؤمنین کے لیے ہے۔

۲ـ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں خبیث سے مراد زنا اور اسباب زنا ہیں یعنی جو اپنی بیوی بچوں کے زنا یا بے حیائی بے پردگی، اجنبی مردوں سے اختلاط، بازاروں میں زینت سے پھرنا، بے حیائی کے گانے ناچ وغیرہ دیکھ کر باوجود قدرت کے نہ روکے وہ بے حیاء دیوث ہے مگر مرقات نے یہاں فرمایا کہ تمام بے غیرتی کے گناہ اس میں شامل ہیں جیسے شراب نوشی، غسل جنابت نہ کرنا دیگر اس قسم کے جرم، اللہ تعالٰی دینی غیرت دے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۷)

(11) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث ۱۹۵۸۶، ج۷، ص۱۳۹.

←

حدیث ۱۲: امام احمد نے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: شراب کی مداومت کرنے والا مرے گا تو خدا سے ایسے ملے گا جیسا بت پرست۔(12)

حدیث ۱۳: ترمذی وابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس ۱۰ شخصوں پر لعنت کی۔ (۱) بنانے والا اور (۲) بنوانے والا اور (۳) پینے والا اور (۴) اُٹھانے والا اور (۵) جس کے پاس اُٹھا کر لائی گئی اور (۶) پلانے والا اور (۷) بیچنے والا اور (۸) اس کے دام (قیمت) کھانے والا اور (۹) خریدنے والا اور (۱۰) جس کے لیے خریدی گئی۔(13)

حدیث ۱۴: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے، وہ شراب نہ پیے اور جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت کے

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ قاطع رحم عام ہے عاق سے کیونکہ عاق ماں باپ کا نافرمان ہے اور قاطع رحم اپنی نسبی عزیزوں پر زیادتی کرنے والا یا ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا باوجود قدرت کے، مسلمان پر ماں باپ، بھائی بہن، خالہ، ماموں وغیرہم بلکہ بیوی اور اس کے والدین کے بھی حقوق ہیں۔ ان حقوق کی تفصیل اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتاب شرح الحقوق لطرح العقوق میں ملاحظہ فرمائیے۔ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے خبردار رہے کہ میرا کون کون رشتہ دار ہے اور ان سے میرا کیا رشتہ ہے تاکہ ان کے حقوق بقدر قرابت ادا کرے۔

۲۔ یعنی جادو کو حق یعنی حلال جاننے والا یا اس کی تاثیر بذاتہ کا قائل جادو کرنا حرام ہے اسے حلال جاننا بے دینی ہے ورنہ جادو میں رب تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ" لہذا جادو کو برحق تاثیر ماننے والا مؤمن ہے اسے حلال جاننے والا کافر، یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۸)

(12) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث ۲۴۵۳، ج۱، ص۵۸۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی بغیر توبہ کیے شرابی رہتا ہوا مرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایسا ناراض ہوگا جیسا بت پرست پر ناراض ہوگا، قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے شراب کو بتوں کے ساتھ ذکر کیا، کہ ارشاد فرمایا: "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ" نیز شرابی نشہ میں بت پرستی کرے تو کوئی تعجب نہیں کہ بے عقل سب کچھ کر لیتا ہے تو شراب بت پرستی کا ذریعہ بن سکتی ہے، غرضکہ یہ وعید بہت سخت ہے۔ رب تعالیٰ کی پناہ! (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۵۹)

(13) جامع الترمذي، کتاب البیوع، باب النھی ان یتخذ خلا، الحدیث ۱۲۹۹، ج۳، ص۴۷۔

دن پر ایمان لاتا ہے، وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔ (14)

حدیث ۱۵: حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: شراب سے بچو کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (15)

حدیث ۱۶: ابن ماجہ و بیہقی ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں مجھے میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی: کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا، اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ، اگرچہ جلا دیے جاؤ اور نماز فرض کو قصداً (جان بوجھ کر) ترک نہ کرنا کہ جو شخص اسے قصداً چھوڑے، اوس سے ذمہ بری ہے اور شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (16)

حدیث ۱۷: ابن حبان و بیہقی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں: ام الخبائث (شراب) سے بچو کہ گزشتہ زمانہ میں ایک شخص عابد تھا اور لوگوں سے الگ رہتا تھا ایک عورت اُس پر فریفتہ (عاشق) ہوگئی اس نے اوس کے پاس ایک خادمہ کو بھیجا کہ گواہی کے لیے اوسے بُلا کر لا، وہ بُلا کر لائی، جب مکان کے دروازوں میں داخل ہوتا گیا خادمہ بند کرتی گئی جب اندر کے مکان میں پہنچا دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے اور اوس کے پاس ایک لڑکا ہے اور ایک برتن میں شراب ہے، اس عورت نے کہا میں نے تجھے گواہی کے لیے نہیں بلایا ہے بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ یا اس لڑکے کو قتل کر یا مجھ سے زنا کر یا شراب کا ایک پیالہ پی اگر تو ان باتوں سے انکار کرتا ہے تو میں شور کروں گی اور تجھے رسوا کردوں گی۔ جب اوس نے دیکھا کہ مجھے ناچار کچھ کرنا ہی پڑیگا کہا، ایک پیالہ شراب کا مجھے پلا دے جب ایک پیالہ پی چکا تو کہنے لگا اور دے جب خوب پی چکا تو زنا بھی کیا اور لڑکے کو قتل بھی کیا، لہٰذا شراب سے بچو۔ خدا کی قسم! ایمان اور شراب کی مداومت مرد کے سینہ میں جمع نہیں ہوتے، قریب ہے کہ اون میں کا ایک دوسرے کو نکال دے۔ (17)

حدیث ۱۸: ابن ماجہ و ابن حبان ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اوس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے اور اون کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی یہ لوگ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے اور ان میں کے کچھ لوگ

(14) المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۴۶۲، ج ۱۱، ص ۱۵۳.

(15) المستدرک للحاکم، کتاب الاشربۃ، باب اجتنبوا الخمر... إلخ، الحدیث ۷۳۱۳، ج ۵، ص ۲۰۱.

(16) سنن ابن ماجہ، أبواب الفتن، باب الصبر علی البلاء، الحدیث ۴۰۳۴، ج ۴، ص ۳۷۶.

(17) صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث ۵۳۴۴، ج ۷، ص ۳۶۷.

بندر اور سوئر بنا دیے جائیں گے۔ (18)

حدیث ۱۹: ترمذی و ابو داود نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شراب پیے، اُسے کوڑے مارو اور اگر چوتھی مرتبہ پھر پیے تو اسے قتل کر ڈالو۔ اور یہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ چوتھی بار حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں شراب خوار (شراب پینے والا) لایا گیا، اُسے کوڑے مارے اور قتل نہ کیا یعنی قتل کرنا منسوخ ہے۔ (19)

حدیث ۲۰: بخاری و مسلم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق شاخوں اور جوتیوں سے مارنے کا حکم دیا۔ (20)

حدیث ۲۱: صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ خلافت میں شرابی لایا جاتا، ہم اپنے ہاتھوں اور جوتوں اور چادروں سے اوسے مارتے پھر حضرت عمر نے چالیس کوڑے کا حکم دیا پھر جب لوگوں میں سرکشی ہوگئی تو اَسی ۸۰ کوڑے کا حکم دیا۔ (21)

---

(18) سنن ابن ماجہ، أبواب الفتن، باب العقوبات، الحدیث ۴۰۲۰، ص۲۷۱۹۔

(19) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوہ... إلخ، الحدیث ۱۴۴۹، ج۳، ص۱۲۸۔

(20) صحیح البخاري، کتاب الحدود، باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر، الحدیث ۶۷۷۳، ج۴، ص۳۲۸۔

(21) صحیح البخاري، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال، الحدیث ۶۷۷۹، ج۴، ص۳۲۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور پوری خلافت صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے شروع میں شراب کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی ہم اپنی چادر کا کوڑا بنا کر مارتے تھے، کچھ جوتے لگا دیتے تھے، کچھ چھڑیاں مار دیتے تھے۔ غالبًا یہ سب ملکر بھی چالیس نہ ہوتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے چالیس کوڑے بھی نہ لگوائے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس مقرر کیے۔

۳۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اتنی معمولی سزا سے شراب نوشی نہیں رکتی تو آپ نے اسی ۸۰ کوڑے مقرر کئے۔ معلوم ہوا کہ نرم سزائیں جرم کی عادت روکنے کے لیے کافی نہیں، یہ حدیث جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ شراب کی سزا اسی ۸۰ کوڑے مقرر ہیں، تمام صحابہ نے یہ سزا دیکھی اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا۔ بہرحال زمانہ رسالت میں شراب کی سزا ضرور تھی مگر مقرر نہ تھی، پھر چالیس کوڑے عہد صدیقی یا عہد فاروقی میں مقرر ہوئی، پھر آخر عہد فاروقی میں اسی ۸۰ کوڑے ←

حدیث ۲۲: امام مالک نے ثور بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے حدِ خمر (یعنی شراب کی سزا) کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے اَسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب پیے گا نشہ ہوگا اور جب نشہ ہوگا، بیہودہ بکے گا اور جب بیہودہ بکے گا، افترا کریگا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اَسی ۸۰ کوڑوں کا حکم دیا۔ (22)

❁❁❁❁❁

مقرر ہوئے۔ جن روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مارے وہ درست نہیں۔ مرقات نے اس کی پُرزور تردید فرمائی اور اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۲۰)

(22) الموطا للامام مالک، کتاب الاشربۃ، باب الحد فی الخمر، الحدیث ۱۶۱۵، ج۲، ص۳۵۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں دیلمی ہے میم کے ساتھ، دیلم ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے مگر موطا امام مالک میں دیلی ہے بغیر میم کے، دیل ایک مشہور قبیلہ ہے، صحیح دیلی ہے بغیر میم کے، یہ تابعی حمصی شامی ہے، اس پر قدر یہ ہونے کا شبہ کیا گیا چنانچہ مسلمانوں نے اسے حمص سے نکال کر اس کا گھر جلا دیا۔ ثور ابن یزید کلاعی اور شخص ہیں جو تابعی ثقہ تھے، ان کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔ (مرقات وغیرہ)

۲؎ کہ کیا شرابی کی سزا چالیس کوڑے رکھی جائے یا زیادہ کی جائے تو کتنی کیونکہ چالیس کوڑوں سے شراب نوشی پوری نہیں رکتی۔

۳؎ یہ مشورہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا سب نے قبول کیا لہٰذا اس سزا پر صحابہ کا اجماع ہوگیا اور فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو میری اور میرے صحابہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے اس لیے تمام آئمہ کے نزدیک شراب کی سزا اسی ۸۰ کوڑے مقرر ہے۔

۴؎ یعنی اکثر نشہ والا مستی میں عورتوں کو ایسی گالیاں بھی دے دیتا ہے جو تہمت میں داخل ہیں اور قذف یعنی تہمت کی سزا ازروئے قرآن اسی ۸۰ کوڑے ہیں تو جیسے نیند وضو توڑ دیتی ہے کہ وہ سبب ہے ریح نکلنے کی یوں ہی شراب سبب ہے قذف کی لہٰذا شرابی کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا مانا جائے، یہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور بہت درست اجتہاد ہے۔

۵؎ یعنی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کا یہ مشورہ صرف قولاً ہی قبول نہ کیا بلکہ اس پر عمل بھی شروع فرمادیا کہ شرابی کو اسی ۸۰ کوڑے لگانے شروع کردیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں شرابی کی سزا مقرر نہ تھی عہد صدیقی میں چالیس کوڑے مقرر ہوئے، پھر عہد فاروقی سے تا قیامت اسی ۸۰ کوڑے مقرر ہوگئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۲۷)

احکام فقہیہ

مسئلہ ۱: مسلمان، عاقل، بالغ، ناطق، غیر مضطر بلا اکراہ شرعی (اکراہ شرعی کے بغیر) خمر (شراب) کا ایک قطرہ بھی پیے تو اوس پر حد قائم کی جائے گی جبکہ اوسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔ کافر یا مجنون یا نابالغ یا گونگے نے پی تو حد نہیں۔ یوہیں اگر پیاس سے مرا جاتا تھا اور پانی نہ تھا کہ پی کر جان بچاتا اور اتنی پی کہ جان بچ جائے تو حد نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی تو حد ہے۔ یوہیں اگر کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو حد نہیں۔ شراب کی حرمت کو جاننا ہو اس کی دو ۲ صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقع میں اوسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دارالاسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ جانتا ہو حکم یہی دیا جائیگا کہ اسے معلوم ہے کیونکہ دارالاسلام میں جہل (یعنی لاعلمی) عذر نہیں لہٰذا اگر کوئی حربی دارالحرب سے آ کر مشرف باسلام ہوا اور شراب پی اور کہتا ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حرام ہے تو حد نہیں۔(1)

مسئلہ ۲: شراب پی اور کہتا ہے میں نے دودھ یا شربت اسے تصور کیا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ شراب ہے تو حد ہے اور اگر کہتا ہے میں نے اسے نبیذ سمجھا تھا تو حد نہیں۔(2)

مسئلہ ۳: انگور کا کچا پانی جب خود جوش کھانے لگے اور اوس میں جھاگ پیدا ہو جائے اُسے خمر کہتے ہیں۔ اسکے

---

(1) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج۶، ص۵۸۔۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

خمر کے معنی ہیں چھپانا اسی لیے دوپٹے کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر کو چھپالیتا ہے، بعض اماموں کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے، بعض کے نزدیک صرف انگوری شراب کو خمر کہتے ہیں، انگوری شراب کا ایک قطرہ بھی بالاجماع حرام ہے، دوسری شرابیں حد نشہ تک بالاجماع حرام ہیں، اس سے کم کی حرمت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ بھی مطلقاً حرام ہیں نشہ دیں یا نہ دیں۔ شراب کی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں عہد صحابہ میں اولاً اختلاف رہا پھر اسی ۸۰ کوڑوں پر اتفاق ہو گیا۔ شراب کی سزا کے لیے شرط یہ ہے کہ بحالت نشہ اس کی گواہی یا اقرار حاکم کے پاس ہو جائے۔ نشہ اتر جانے کے بعد اگر اقرار یا گواہی گزرے تو امام اعظم کے ہاں اس پر یہ سزا نہیں جاری ہوگی۔ خیال رہے کہ نشہ والے کی طلاق تو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ارتداد درست نہیں یعنی اگر اس کے منہ سے نشہ میں کلمہ کفر نکل جائے تو اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ ایک صحابی نے بحالت نشہ نماز مغرب میں سورۂ کافرون پڑھی ہر جگہ سے لا چھوڑ گئے تو یہ کلمات کفر بن گئے مگر ان پر حکم ارتداد نہ دیا گیا بعد میں شراب حرام کردی گئی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۱۸)

(2) البحرالرائق، کتاب الحدود، باب حد الشرب، ج۵، ص۴۳۔

ساتھ پانی ملادیا ہو اور پانی کم ہو جب بھی خالص کے حکم میں ہے کہ ایک قطرہ پینے پر بھی حد قائم ہوگی اور پانی زیادہ ہے تو جب تک نشہ نہ ہو حد نہیں اور اگر انگور کا پانی پکالیا گیا تو جب تک اسکے پینے سے نشہ نہ ہو حد نہیں۔ اور اگر خمر کا عرق کھینچا (رس چوسا) تو اس عرق کا بھی وہی حکم ہے کہ ایک قطرہ پر بھی حد ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: خمر کے علاوہ اور شرابیں پینے سے حد اوس وقت ہے کہ نشہ آجائے۔ (4)

مسئلہ ۵: شراب پی کر حرم میں داخل ہوا تو حد ہے مگر جبکہ حرم میں پناہ لی تو حد نہیں اور حرم میں پی تو حد ہے دارالحرب میں پینے سے بھی حد نہیں۔ (5)

مسئلہ ۶: نشہ کی حالت میں حد قائم نہ کریں بلکہ نشہ جاتے رہنے کے بعد قائم کریں اور نشہ کی حالت میں قائم کر دی تو نشہ جانے کے بعد پھر اعادہ کریں۔ (6)

مسئلہ ۷: شراب خوار پکڑا گیا اور اس کے مونھ میں ہنوز (ابھی تک) بُو موجود ہے، اگرچہ افاقہ ہو گیا ہو یا نشہ کی حالت میں لایا گیا اور گواہوں سے شراب پینا ثابت ہو گیا تو حد ہے اور اگر جس وقت اونھوں نے پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی، مگر عدالت دور ہے وہاں تک لاتے لاتے نشہ اور بو جاتی رہی تو حد ہے، جبکہ گواہ بیان کریں کہ ہم نے جب پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی۔ (7)

مسئلہ ۸: نشہ والا اگر ہوش آنے کے بعد شراب پینے کا خود اقرار کرے اور ہنوز (اب بھی) بُو موجود ہے تو حد ہے اور بو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو حد نہیں۔ (8)

مسئلہ ۹: نشہ یہ ہے کہ بات چیت صاف نہ کر سکے اور کلام کا اکثر حصہ ہذیان (الٹی باتیں کرنا) ہو اگرچہ کچھ باتیں ٹھیک بھی ہوں (9)

مسئلہ ۱۰: شراب پینے کا ثبوت فقط مونھ میں شراب کی سی بدبو آنے بلکہ قے میں شراب نکلنے سے بھی نہ ہوگا یعنی

---

(3) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج۶، ص۵۹۔

(4) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج۶، ص۶۰۔

(5) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، مطلب فی نجاسۃ العرق... إلخ، ج۶، ص۶۲۔

(6) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج۶، ص۵۸و۶۲۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السادس فی حد الشرب، ج۲، ص۱۵۹۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السادس فی حد الشرب، ج۲، ص۱۵۹۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السادس فی حد الشرب، ج۲، ص۱۵۹۔

والدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج۶، ص۶۵۔

فقط اتنی بات سے کہ بُو پائی گئی یا شراب کی قے کی حد قائم نہ کرینگے کہ ہوسکتا ہے حالت اِضطرار یا اکراہ میں پی ہو مگر بو یا نشہ کی صورت میں تعزیر کرینگے جبکہ ثبوت نہ ہوا اور اس کا ثبوت دو مردوں کی گواہی سے ہوگا۔ اور ایک مرد اور دو عورتوں نے شہادت دی تو حد قائم کرنے کے لیے یہ ثبوت نہ ہوا۔(10)

مسئلہ ۱۱: قاضی کے سامنے جب گواہوں نے کسی شخص کے شراب پینے کی شہادت دی تو قاضی اون سے چند سوال کریگا۔ خمر کس کو کہتے ہیں۔ اس نے کس طرح پی، اپنی خواہش سے یا اِکراہ کی حالت میں، کب پی، اور کہاں پی، کیونکہ تمادی (وہ میعاد جس کے گزرنے کے بعد حد وغیرہ نافذ نہیں ہوتی) کی صورت میں یا دارالحرب میں پینے سے حد نہیں۔ جب گواہ ان امور کے جواب دے لیں تو وہ شخص جس کے اوپر یہ شہادت گزری روک لیا جائے اور گواہوں کی عدالت کے متعلق سوال کرے اگر ان کا عادل ہونا ثابت ہوجائے تو حد کا حکم دیا جائے۔ گواہوں کا بظاہر عادل ہونا کافی نہیں جب تک اس کی تحقیق نہ ہولے۔(11)

مسئلہ ۱۲: گواہوں نے جب بیان کیا، اس نے شراب پی اور کسی نے مجبور نہ کیا تھا تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے مجبور کیا گیا، سُنا نہ جائیگا۔(12)

مسئلہ ۱۳: گواہوں میں اگر باہم اختلاف ہوا ایک صبح کا وقت بتاتا ہے دوسرا شام کا یا ایک نے کہا شراب پی دوسرا کہتا ہے شراب کی قے کی یا ایک پینے کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اس کی کہ میرے سامنے اقرار کیا ہے تو ثبوت نہ ہوا اور حد قائم نہ ہوگی۔(13) مگر ان سب صورتوں میں سزا دینگے۔

مسئلہ ۱۴: اگر خود اقرار کرتا ہو تو ایک بار اقرار کافی ہے حد قائم کردیں گے جبکہ اقرار ہوش میں کرتا ہو اور نشہ میں اقرار کیا تو کافی نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۵: کسی فاسق کے گھر میں شراب پائی گئی یا چند شخص اکٹھے ہیں اور وہاں شراب بھی رکھی ہے اور اون کی مجلس اوس قسم کی ہے جیسے شراب پینے والے شراب پینے بیٹھا کرتے ہیں اگرچہ اُنھیں پیتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تو ان پر حد نہیں مگر سب کو سزا دیجائے۔(15)

---

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی نجاسۃ العرق۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۶۳۔

(11) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، ج۶، ص۶۳۔

(12) البحرالرائق، کتاب الحدود، باب حدالشرب، ج۵، ص۴۳۔

(13) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، ج۶، ص۶۴۔

(14) المرجع السابق۔

(15) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی نجاسۃ العرق۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۶۴۔

مسئلہ ۱۶: اس کی حد میں اَسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے اور غلام کو چالیس ۴۰ اور بدن کے متفرق حصوں میں ماریں گے، جس طرح حد زنا میں بیان ہوا۔ (16) (متنف)

مسئلہ ۱۷: نشہ کی حالت میں تمام وہ احکام جاری ہوں گے جو ہوش میں ہوتے ہیں، مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی یا اپنا کوئی مال بیچ ڈالا تو بیع ہوگئی۔ صرف چند باتوں میں اس کے احکام علیحدہ ہیں۔ (۱) اگر کوئی کلمہ کفر بکا تو اوسے مرتد کا حکم نہ دیں گے یعنی اوس کی عورت بائن نہ ہوگی رہا یہ کہ عنداللہ بھی کافر ہوگا یا نہیں اگر قصداً کفر بکا ہے تو عنداللہ کافر ہے، ورنہ نہیں۔ (۲) جو حدود خالص حق اللہ ہیں اون کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں اسی وجہ سے اگر شراب پینے کا نشہ کی حالت میں اقرار کیا تو حد نہیں۔ (۳) اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ نہیں بنا سکتا۔ (۴) اپنے چھوٹے بچہ کا مہر مثل سے زیادہ پر نکاح نہیں کرسکتا۔ (۵) اپنی نابالغہ لڑکی کا مہر مثل سے کم پر نکاح نہیں کرسکتا۔ (۶) کسی نے ہوش کے وقت اسے وکیل کیا تھا کہ یہ میرا سامان بیچ دے اور نشہ میں بیچا تو بیع نہ ہوئی۔ (۷) کسی نے ہوش میں وکیل کیا تھا کہ تو میری عورت کو طلاق دیدے اور نشہ میں اوس کی عورت کو طلاق دی تو طلاق نہ ہوئی۔ (17)

مسئلہ ۱۸: بھنگ اور افیون پینے سے نشہ ہو تو حد قائم نہ کرینگے مگر سزا دی جائے اور ان سے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہوجائے گی جبکہ نشہ کے لیے استعمال کی ہو اور اگر علاج کے طور پر استعمال کی ہو تو نہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۹: حد ماری جارہی تھی اور بھاگ گیا پھر پکڑ کر لایا گیا اگر تمادی آگئی ہے تو چھوڑ دیں گے ورنہ بقیہ پوری کریں اور اگر دوبارہ پھر پی اور حد قائم کرنے کے بعد ہے تو دوسری مرتبہ پھر حد قائم کریں اور اگر پہلے بالکل نہیں ماری گئی یا کچھ کوڑے مارے تھے کچھ باقی تھے تو اب دوسری بار کے لیے حد ماریں پہلی اسی میں متداخل (19) ہوگئی۔ (20)

✿✿✿✿✿

---

(16) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی نجاسۃ العرق...الخ، ج۶، ص۶۴۔

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی نجاسۃ العرق...الخ، ج۶، ص۶۵۔

(18) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی البنج...الخ، ج۶، ص۶۶۔

(19) یعنی اب دوسری بار حد مارنے سے پہلی بھی ادا ہوجائے گی، علیحدہ سے پہلی کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدالشرب المحرم، مطلب فی البنج...الخ، ج۶، ص۶۷۔

حد قذف کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾)(1)

اور جو لوگ مسلمان مرد اور عورتوں کو نا کردہ باتوں سے ایذا دیتے ہیں اُنھوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اوٹھایا۔

اور فرماتا ہے:

(وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)(2)

اور جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں اون کو اَسی ۸۰ کوڑے مارو اور اون کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر وہ کہ اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی حالت درست کرلیں تو بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

❀❀❀❀❀

---

(1) پ ۲۲، الاحزاب ۵۸۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔

(2) پ ۱۸، النور ۴،۵۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مملوک پر زنا کی تہمت لگائے، قیامت کے دن اوس پر حد لگائی جائے گی مگر جبکہ واقع میں وہ غلام ویسا ہی ہے، جیسا اوس نے کہا۔ (1)

(1) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب التغلیظ علی من قذف... إلخ، الحدیث ۳۷۔(۱۶۶۰) ص۹۰۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غالبًا مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہوسکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں۔ خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی، سرکار فرمار ہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزایاب بھی، ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں۔

۲۔ یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ترمذی نے بھی روایت کی، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر مولیٰ یا زانیہ یا کہ اے زانی کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ انکی ماں کو تہمت ہے زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶۸)

احادیثِ مبارکہ میں تہمت لگانے کی مذمّت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس مرد یا عورت نے اپنی لونڈی کو اے زانیہ کہا جبکہ اس کے زنا سے آگاہ نہ ہو تو قیامت کے دن وہ لونڈی انہیں کوڑے لگائے گی، کیونکہ دنیا میں ان کے لئے کوئی حد نہیں۔

(المستدرک، کتاب الحدود، باب ذکر حد القذف، الحدیث ۸۱۷۱، ج۵، ص۵۲۹)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی قیامت کے دن اسے حد لگائی جائے گی مگر یہ کہ وہ ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب التغلیظ علی من قذف مملوکہ بالزنٰی، الحدیث ۴۳۱۱، ص۹۶۹)※

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ارشاد فرماتے ہیں اپنے غلاموں کو اے مخنث! یا اے زانی کہنا اور چھوٹوں کو اے زانی کے بیٹے! یا اے زنا کی اولاد! کہنا لوگوں میں عام ہو چکا ہے اور یہ تمام کبیرہ گناہ ہیں اور دنیا و آخرت میں سزا کا موجب ہیں۔ ←

حدیث ۲: عبدالرزاق عکرمہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ایک عورت نے اپنی باندی کو زانیہ کہا۔

حضرت سیِّدُنا ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (متوفی ۴۱۰ھ) نے اپنی تفسیر میں ضعیف سند کے ساتھ اور حضرت سیِّدُنا امام ابن حبان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان (متوفی ۳۵۴ھ) نے اپنی صحیح میں یہ روایت بیان فرمائی کہ سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمرو بن حزم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک مکتوب دے کر اہلِ یمن کی طرف بھیجا جس میں فرائض اور دیتوں کے احکام تھے۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا بے شک بروزِ قیامت اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے (۱) اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) مومن کو ناحق قتل کرنا (۳) جنگ کے دن میدانِ جہاد سے بھاگ جانا (۴) والدین کی نافرمانی کرنا (۵) پاک دامن عورت پر تہمت لگانا (۶) جادو سیکھنا (۷) سود کھانا اور (۸) یتیم کا مال کھانا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث ۶۵۲۵، ج ۸، ص ۱۸۱)

حضرت سیِّدُنا امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، حضرت سیِّدُنا امام ابوالقاسم بغوی (متوفی ۳۱۷ھ) اور حضرت سیِّدُنا امام عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے۔
چنانچہ، طبرانی شریف میں ہے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ایک گروہ نے دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی بات کو ثابت رکھا۔

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کبیرہ گناہ یہ ہیں (۱) اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) کسی جان کو ناحق قتل کرنا (۳) سود کھانا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) جنگ کے دن بھاگ جانا (۶) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور (۷) ہجرت کے بعد دیہاتی بننا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب الکبائر، الحدیث ۳۸۲، ج ۱، ص ۲۹۱)

حضرت سیِّدُنا عبید بن عمیر لیثی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا 9 ہیں اور ان میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) کسی مومن کو ناحق قتل کرنا (۳) جنگ سے بھاگ جانا (۴) پاک دامن عورت پر تہمت لگانا (۵) جادو کرنا (۶) یتیم کا مال کھانا اور (۷) سود کھانا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۰۱، ج ۱۷، ص ۴۸)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے 7 ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کی گئی یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ چیزیں کون سی ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا (۱) اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا جس کے قتل کو اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ نے حرام ٹھہرایا ہو (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جنگ کے دن پیٹھ پھیر لینا اور (۷) پاک دامن سیدھی سادی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، الحدیث ۲۶۲، ص ۶۹۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تو نے زنا کرتے دیکھا ہے؟ اوس نے کہا، نہیں۔ فرمایا: قسم ہے اوس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! قیامت کے دن اس کی وجہ سے لوہے کے اَسی ۸۰ کوڑے تجھے مارے جائیں گے۔(2)

❀❀❀❀❀

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے بے شک قیامت کے دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے (۱) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) کسی مومن کو ناحق قتل کرنا (۳) جنگ کے دن میدانِ جہاد سے بھاگ جانا (۴) والدین کی نافرمانی کرنا (۵) پاک دامن عورت پر تہمت لگانا اور (۶) جادو سیکھنا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبی، الحدیث ۶۵۲۵، ج۸، ص۱۸۱)

(2) المصنف لعبد الرزاق، کتاب العقول، [باب قذف الرجل مملوکہ]، الحدیث ۱۸۲۹۱، ج۹، ص۳۲۰.

مسائلِ فقہیّہ

مسئلہ ۱: کسی کو زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔ یوہیں لواطت کی تہمت بھی کبیرہ گناہ ہے مگر لواطت کی تہمت لگائی تو حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور زنا کی تہمت لگانے والے پر حد ہے۔ حد قذف آزاد پر اَسی ۸۰ کوڑے ہے اور غلام پر چالیس۔(1)

مسئلہ ۲: زنا کے علاوہ اور کسی گناہ کے اتہام (تہمت لگانا) کو قذف نہ کہیں گے نہ اس پر حد ہے البتہ بعض صورتوں میں تعزیر ہے(2) جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

مسئلہ ۳: قذف کا ثبوت دو ۲ مردوں کی گواہی سے ہوگا یا اوس تہمت لگانے والے کے اقرار سے۔ اور اس جگہ عورتوں کی گواہی یا شہادۃ علی الشہادۃ(3) کافی نہیں بلکہ ایک قاضی نے اگر دوسرے قاضی کے پاس لکھ بھیجا کہ میرے نزدیک قذف کا ثبوت ہو چکا ہے اور کتاب القاضی کے شرائط بھی پائے جائیں جب بھی یہ دوسرا قاضی حد قذف قائم نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر قاذف (زنا کی تہمت لگانے والا) نے قذف سے انکار کیا اور گواہوں سے ثبوت نہ ہوا تو اوس سے حلف نہ لیں گے اور اگر اوس پر حلف رکھا گیا اور اوس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو حد قائم نہ کرینگے اور اگر گواہوں میں باہم اختلاف ہوا، ایک گواہ قذف کا کچھ وقت بتاتا ہے اور دوسرا گواہ دوسرا وقت کہتا ہے تو یہ اختلاف معتبر نہیں یعنی حد جاری کرینگے۔ اور اگر ایک نے قذف کی شہادت دی اور دوسرے نے اقرار کی یا ایک کہتا ہے مثلاً فارسی زبان میں تہمت لگائی اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ اُردو میں تو حد نہیں۔(4)

مسئلہ ۴: جب اس قسم کا دعویٰ قاضی کے یہاں ہو اور گواہ ابھی نہیں لایا ہے تو تین دن تک قاذف کو محبوس (قید) رکھیں گے اور اوس شخص سے گواہوں کا مطالبہ ہوگا اگر تین دن کے اندر گواہ لایا فبہا (تو بہتر) ورنہ اوسے رہا

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۲۹.

(2) البحرالرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۵، ص۴۹.

(3) اصل گواہ قاضی کے پاس حاضر نہ ہو سکے وہ کسی دوسرے سے کہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں تم میری طرف سے قاضی کے دربار میں یہ گواہی دے دینا۔

(4) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۷۰.

کردیجئے۔(5)

مسئلہ ۵: تہمت لگانے والے پر حد واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔ جس پر تہمت لگائی وہ (۱) مسلمان، (۲) عاقل، (۳) بالغ، (۴) آزاد، (۵) پارسا ہو اور (۶) تہمت لگانے والے کا نہ وہ لڑکا ہو، نہ پوتا اور (۷) نہ گونگا ہو، (۸) نہ خصی، (۹) نہ اوس کا عضوتناسل جڑ سے کٹا ہو، (۱۰) نہ اوس نے نکاح فاسد کے ساتھ وطی کی اور (۱۱) اگر عورت کو تہمت لگائی تو وہ ایسی نہ ہو جس سے وطی نہ کی جاسکے اور (۱۲) وقتحد تک وہ شخص محصن ہو، لہٰذا معاذ اللہ قذف کے بعد مرتد ہوگیا یا مجنون یا بوہرا ہوگیا یا وطی حرام کی یا گونگا ہوگیا تو حد نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: جس عورت کو اس نے تین طلاقیں یا طلاق بائن دی اور زمانہ عدت میں اوس سے وطی کی یا کسی لونڈی سے وطی کی پھر اوس کے خریدنے یا اوس سے نکاح کرنے کا دعویٰ کیا یا مشترک لونڈی تھی اوس سے وطی کی یا کسی عورت سے جبراً (یعنی زبردستی) زنا کیا یا غلطی سے زوجہ کے بدلے دوسری عورت اس کے یہاں رخصت کردی گئی اور اس نے اوس سے وطی کی یا زمانہ کفر میں زنا کیا تھا پھر مسلمان ہوا۔ یا حالتِ جنون میں زنا کیا۔ یا جو باندی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام تھی اوس سے وطی کی۔ یا جو باندی اس کے باپ کی موطوہ تھی اوسے اس نے خریدا اور وطی کی۔ یا اوس کی ماں سے اس نے خود وطی کی تھی اب اس لڑکی کو خریدا اور وطی کی۔ ان سب صورتوں میں اگر کسی نے اس شخص پر زنا کی تہمت لگائی تو اوس پر حد نہیں۔(7)

مسئلہ ۷: حرہ (آزاد عورت) اس کے نکاح میں ہے اسکے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کیا۔ یا ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کیا جن کا جمع کرنا حرام تھا جیسے دو ۲ بہنیں یا پھوپی بھتیجی اور وطی کی۔ یا اس کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہیں اور پانچویں سے نکاح کرکے جماع کیا۔ یا کسی عورت سے نکاح کرکے وطی کی بعد کو معلوم ہوا کہ یہ عورت مصاہرت کی وجہ سے اس پر حرام تھی۔ پھر کسی نے زنا کی تہمت لگائی تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں۔(8)

مسئلہ ۸: کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ یا شوہر والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا۔ یا جان بوجھ کر عدت کے اندر یا اوس عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح حرام ہے اور ان سب صورتوں میں وطی بھی کی تو تہمت لگانے

---

(5) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۷۱۔

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۷۱۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۵، ص۱۶۰، ۱۶۱۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۱۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۱۔

والے پر حد نہیں۔(9)

مسئلہ ۹: جس عورت پر حد زنا قائم ہو چکی ہے اوس کو کسی نے تہمت لگائی۔ یا ایسی عورت پر تہمت لگائی جس میں زنا کی علامت موجود ہے مثلاً میاں بی بی میں قاضی نے لعان کرایا اور بچہ کا نسب باپ سے منقطع کر کے عورت کی طرف منسوب کر دیا۔ یا عورت کے بچہ ہے جس کا باپ معلوم نہیں تو ان سب صورتوں میں تہمت لگانے والے پر حد نہیں۔ اور اگر لعان بغیر بچہ کے ہوا۔ یا بچہ موجود تھا مگر اوس کا نسب باپ سے منقطع نہ کیا یا نسب بھی منقطع کر دیا مگر بعد میں شوہر نے اپنا جھوٹا ہونا بیان کیا اور بچہ باپ کی طرف منسوب کر دیا گیا تو ان صورتوں میں عورت پر تہمت لگانے سے حد ہے۔(10)

مسئلہ ۱۰: جس عورت کو اس نے شہوت کے ساتھ چھوا یا شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کی اب اوس کی ماں یا بیٹی کو خرید کر یا نکاح کر کے وطی کی۔ یا جس عورت کو اس کے باپ یا بیٹے نے اوسی طرح چھوا یا نظر کی تھی اوس کو اس نے خرید کر یا نکاح کر کے وطی کی اور کسی نے زنا کی تہمت لگائی تو اوس پر حد ہے۔(11)

مسئلہ ۱۱: اپنی عورت سے حیض میں جماع کیا۔ یا عورت سے ظہار کیا تھا اور بغیر کفارہ دیے جماع کیا یا عورت روزہ دار تھی اور شوہر کو معلوم بھی تھا اور جماع کیا تو ان صورتوں میں تہمت لگانے والے پر حد ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: زنا کی تہمت لگائی اور حد قائم ہونے سے پہلے اوس شخص نے زنا کیا جس پر تہمت لگائی۔ یا کسی ایسی عورت سے وطی کی جس سے وطی حرام تھی۔ یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا اگرچہ پھر مسلمان ہو گیا تو ان سب صورتوں میں حد ساقط ہو گئی (یعنی اب حد قائم نہ ہوگی)۔(13)

مسئلہ ۱۳: حدِ قذف اوس وقت قائم ہوگی جب صریح لفظ زنا سے تہمت لگائی مثلاً تُو زانی ہے یا تُو نے زنا کیا یا تُو زناکار ہے اور اگر صریح لفظ نہ ہو مثلاً یہ کہ تُو نے وطی حرام کی یا تُو نے حرام طور پر جماع کیا تو حد نہیں اور اگر یہ کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تُو زانی ہے یا مجھے فلاں نے اپنی شہادت پر گواہ بنایا ہے کہ تُو زانی ہے یا کہا تُو فلاں کے پاس جا کر اوس سے کہہ کہ تُو زانی ہے اور قاصد نے یوہیں جا کر کہہ دیا تو حد نہیں۔(14)

---

(9) المرجع السابق

(10) المرجع السابق

(11) المرجع السابق

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۱۔

(13) البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۵، ص۵۲۔

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۳۷۔

مسئلہ ۱۴: اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں یا اوس کے باپ کا نام لے کر کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں حالانکہ اوس کی ماں پاک دامن عورت ہے اگر چہ یہ شخص جس کو کہا گیا کیسا ہی ہو تو حد ہے جبکہ یہ الفاظ غصہ میں کہے ہوں اور اگر رضا مندی میں کہے تو حد نہیں کیونکہ اس کے یہ معنے بن سکتے ہیں کہ تو اپنے باپ سے مشابہ نہیں (یعنی اپنے باپ جیسا نہیں) مگر پہلی صورت میں شرط یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی وہ حد کا طالب ہو اگر چہ تہمت لگانے کے وقت وہاں موجود نہ تھا۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے باپ ماں کا نہیں یا تو اپنی ماں کا نہیں تو حد نہیں۔ (15)

مسئلہ ۱۵: اگر دادا یا چچا یا ماموں یا مربی (پرورش کرنے والا) کا نام لیکر کہا کہ تو اوس کا بیٹا ہے تو حد نہیں کیونکہ ان لوگوں کو بھی مجازاً باپ کہہ دیا کرتے ہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۶: کسی شخص کو اوس کی قوم کے سوا دوسری قوم کی طرف نسبت کرنا یا کہنا کہ تو اوس قوم کا نہیں ہے سبب حد نہیں۔ پھر اگر کسی ذلیل قوم کی طرف نسبت کیا تو مستحقِ تعزیر ہے جبکہ حالت غصہ میں کہا ہو کہ یہ گالی ہے اور گالی میں سزا ہے۔ (17) اگر کسی شخص نے بہادری کا کام کیا اوس پر کہا کہ یہ پٹھان ہے تو اس میں کچھ نہیں کہ یہ نہ تہمت ہے، نہ گالی۔

مسئلہ ۱۷: کسی عفیفہ (پاکدامن) عورت کو رنڈی (یعنی بدکار عورت) یا کسبی (بازاری عورت) کہا تو یہ قذف ہے اور حد کا مستحق ہے کہ یہ لفظ اُنھیں کے لیے ہے جنھوں نے زنا کو پیشہ کرلیا ہے۔

مسئلہ ۱۸: ولد الزنا (زنا سے پیدا ہونے والا) یا زنا کا بچہ کہا یا عورت کو زانی کہا تو حد ہے اور اگر کسی کو حرام زادہ کہا تو حد نہیں کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وطی حرام سے پیدا ہوا اور وطی حرام کے لیے زنا ہونا ضرور نہیں اس لیے کہ حیض میں وطی حرام ہے اور جب اپنی عورت سے ہے تو زنا نہیں۔ (18) اور حرام زادہ میں حد نہ ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ عرف میں بعض لوگ شریر کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یوہیں حرامی یا حیضی بچہ (19) یا ولد الحرام کہنے پر بھی حد نہیں۔

---

(15) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۶، ص ۷۵.

(16) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۶، ص ۷۸.

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۶، ص ۷۹.

(18) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۶، ص ۷۹ و ۸۸، وغیرہ.

(19) حالت حیض میں جماع کرنے سے پیدا ہونے والا بچہ۔ حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے اس نے اس چیز کا کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ (جامع الترمذی، الحدیث ۱۳۵، ج ۱، ص ۱۸۵) اگر کوئی ایسا کرے تو کفارہ دے، اور استغفار واجب ہے، سنن ابوداود شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ـــــ

مسئلہ ۱۹: عورت کو اگر جانور بیل۔ گھوڑے۔ گدھے سے فعل کرانے کی گالی دی تو اس میں سزا دی جائے گی۔(20)

مسئلہ ۲۰: جس کو تہمت لگائی وہ اگر مطالبہ کرے تو حد قائم ہوگی ورنہ نہیں یعنی اوس کی زندگی میں دوسرے کو مطالبہ کا حق نہیں اگرچہ وہ موجود نہ ہو کہیں چلا گیا ہو یا تہمت کے بعد مر گیا بلکہ مطالبہ کے بعد بلکہ چند کوڑے مارنے کے بعد انتقال ہوا تو باقی ساقط ہے۔ ہاں اگر اوس کا انتقال ہو گیا اور اوس کے ورثہ میں وہ شخص مطالبہ کرے جس کے نسب پر اوس تہمت کی وجہ سے حرف آتا ہے (یعنی عیب لگتا ہے) تو اوس کے مطالبہ پر بھی حد قائم کردی جائے گی مثلاً اس کے دادا یا دادی یا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیٹی پر تہمت لگائی اور جسے تہمت لگائی مر چکا ہے تو اس کو مطالبہ کا حق ہے۔ وارث سے مراد وہی نہیں جسے ترکہ پہنچتا ہے بلکہ محجوب یا محروم بھی مطالبہ کرسکتا ہے مثلاً میت کا بیٹا اگر مطالبہ نہ کرے تو پوتا مطالبہ کرسکتا ہے اگرچہ محجوب ہے یا اس وارث نے اپنی مورث (جس کا یہ وارث ہے) کو مار ڈالا ہے یا غلام یا کافر ہے تو ان کو مطالبہ کا استحقاق ہے (یعنی حق حاصل ہے) اگرچہ محروم ہیں۔ یوہیں نواسہ اور نواسی کو بھی مطالبہ کا حق ہے۔(21)

مسئلہ ۲۱: قریبی رشتہ دار نے مطالبہ نہ کیا یا معاف کردیا تو دور کے رشتہ والے کا حق ساقط نہ ہوگا بلکہ یہ مطالبہ کرسکتا ہے۔(22)

مسئلہ ۲۲: کسی کے باپ اور ماں دونوں پر تہمت لگائی اور دونوں مر چکے ہیں تو اس کے مطالبہ پر حد قائم ہوگی مگر ایک ہی حد ہوگی دو نہیں۔ یوہیں اگر وہ دونوں زندہ ہیں جب بھی دونوں کے مطالبہ پر ایک ہی حد ہوگی کہ جب چند حدیں جمع ہوں تو ایک ہی قائم کی جائے گی۔(23)

حیض میں جماع کرے تو نصف دینار صدقہ کرے۔ (الحدیث ۲۶۶، ج۱، ص ۱۲۴) نیز جامع الترمذی شریف میں ہے جب سرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو نصف دینار صدقہ کرے۔ (الحدیث ۱۳۷، ج۱، ص ۱۸۷) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۳۵۶ پر فرماتے ہیں اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ حیض کے تفصیلی احکام بہارِ شریعت ج اوّل حصہ ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔علمیہ

(20) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۷۹۔

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۵،

والدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۸۰۔

(22) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۸۰۔

(23) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، مطلب فی الشرف من الام، ج۶، ص۸۱۔

مسئلہ ۲۳: کسی پر ایک نے تہمت لگائی اور حد قائم ہوئی پھر دوسرے نے تہمت لگائی تو دوسرے پر بھی حد قائم کریں گے۔(24)

مسئلہ ۲۴: اگر چند حدیں مختلف قسم کی جمع ہوں مثلاً اوس نے تہمت بھی لگائی ہے اور شراب بھی پی اور چوری بھی کی اور زنا بھی کیا تو سب حدیں قائم کی جائیں گی مگر ایک ساتھ سب قائم نہ کریں کہ اس میں ہلاک ہوجانے کا خوف ہے بلکہ ایک قائم کرنے کے بعد اتنے دنوں اوسے قید میں رکھیں کہ اچھا ہوجائے پھر دوسری قائم کریں اور سب سے پہلے حدِ قذف جاری کریں اس کے بعد امام کو اختیار ہے کہ پہلے زنا کی حد قائم کرے یا چوری کی بنا پر ہاتھ پہلے کاٹے یعنی ان دونوں میں تقدیم وتاخیر کا اختیار ہے(25) پھر سب کے بعد شراب پینے کی حد ماریں۔(26)

مسئلہ ۲۵: اگر اوس نے کسی کی آنکھ بھی پھوڑی ہے اور وہ چاروں چیزیں بھی کی ہیں تو پہلے آنکھ پھوڑنے کی سزا دی جائے یعنی اس کی بھی آنکھ پھوڑدی جائے پھر حد قذف قائم کی جائے اس کے بعد رجم کردیا جائے اگر محصن ہو اور باقی حدیں ساقط اور محصن نہ ہو تو اوسی طرح عمل کریں۔ اور اگر ایک ہی قسم کی چند حدیں ہوں مثلاً چند شخصوں پر تہمت لگائی یا ایک شخص پر چند بار تو ایک حد ہے ہاں اگر پوری حد قائم کرنے کے بعد پھر دوسرے شخص پر تہمت لگائی تو اب دوبارہ حد قائم ہوگی اور اگر اوسی پر دوبارہ تہمت ہو تو نہیں۔(27)

مسئلہ ۲۶: باپ نے بیٹے پر زنا کی تہمت لگائی یا مولیٰ نے غلام پر تو لڑکے یا غلام کو مطالبہ کا حق نہیں۔ یوہیں ماں یا دادا یا دادی نے تہمت لگائی یعنی اپنی اصل سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر مری زوجہ پر تہمت لگائی تو بیٹا مطالبہ نہیں کرسکتا ہاں اگر اوس عورت کا دوسرے خاوند سے لڑکا ہے تو یہ لڑکا یا عورت کا باپ ہے تو یہ مطالبہ کرسکتا ہے۔(28)

مسئلہ ۲۷: تہمت لگانے والے نے پہلے اقرار کیا کہ ہاں تہمت لگائی ہے پھر اپنے اقرار سے رجوع کر گیا یعنی اب انکار کرتا ہے تو اب رجوع معتبر نہیں یعنی مطالبہ ہو تو حد قائم کریں گے۔ یوہیں اگر باہم صلح کرلیں اور کچھ معاوضہ لیکر معاف کردے یا بلا معاوضہ معاف کردے تو حد معاف نہ ہوگی یعنی اگر پھر مطالبہ کرے تو کرسکتا ہے اور مطالبہ پر حد قائم ہوگی۔(29)

---

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۵۔

(25) یعنی ان دو حدوں میں سے جو بھی حد پہلے لگائے اُس کا اُسے اختیار ہے۔

(26) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۶، ص ۸۲۔

(27) المرجع السابق۔

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۵۔

(29) فتح القدیر، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۵، ص ۹۷، وغیرہ۔

مسئلہ ۲۸: ایک شخص نے دوسرے سے کہا تو زانی ہے اوس نے جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو دونوں پر حد ہے کہ ہر ایک نے دوسرے پر تہمت لگائی اور اگر ایک نے دوسرے کو خبیث کہا دوسرے نے کہا نہیں بلکہ تو ہے تو کسی پر سزا نہیں کہ اس میں دونوں برابر ہو گئے اور تہمت میں چونکہ حق اللہ غالب ہے لہٰذا حد ساقط نہ ہوگی کہ وہ اپنے حق کو ساقط کر سکتے ہیں حق اللہ کو ساقط کرنا ان کے اختیار میں نہیں۔(30)

مسئلہ ۲۹: شوہر نے عورت کو زانیہ کہا، عورت نے جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ تو، تو عورت پر حد ہے مرد پر نہیں اور لعان بھی نہ ہوگا کہ حدِ قذف کے بعد عورت لعان کے قابل نہ رہی۔ اور اگر عورت نے جواب میں کہا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا ہے تو حد ولعان کچھ نہیں کہ اس کلام کے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نکاح کے پہلے تیرے ساتھ زنا کیا دوسرا یہ کہ نکاح کے بعد تیرے ساتھ ہم بستری ہوئی اور اس کو زنا سے تعبیر کیا تو جب کلام محتمل ہے تو حد ساقط۔ ہاں اگر جواب میں عورت نے تصریح (وضاحت) کردی کہ نکاح سے پہلے میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے اور اگر اجنبی عورت سے مرد نے یہ بات کہی اور اس عورت نے یہی جواب دیا تو عورت پر حد ہے کہ وہ زنا کا اقرار کرتی ہے اور مرد پر کچھ نہیں۔(31)

مسئلہ ۳۰: زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ زنا کے پیش کر دیے یا مقذوف نے (جس پر زنا کی تہمت لگائی اس نے) زنا کا چار بار اقرار کرلیا تو جس پر تہمت لگائی ہے اوس پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور تہمت لگانے والا بری ہے۔ اور اگر فی الحال گواہ لانے سے عاجز ہے اور مہلت مانگتا ہے کہ وقت دیا جائے تو شہر سے گواہ تلاش کر لاؤں تو اوسے کچہری کے وقت تک مہلت دی جائے گی اور خود اوسے جانے نہ دینگے بلکہ کہا جائیگا کہ کسی کو بھیج کر گواہوں کو بلا لے۔ اور اگر چار فاسق گواہ پیش کر دیے تو سب سے حد ساقط ہے نہ قاذف پر (زنا کی تہمت لگانے والے پر) حد ہے نہ مقذوف پر نہ گواہوں پر۔(32)

مسئلہ ۳۱: کسی نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر فلاں نے زنا کی تہمت لگائی اور ثبوت میں دو ۲ گواہ پیش کیے مگر گواہوں کے مختلف بیان ہوئے ایک کہتا ہے فلاں جگہ تہمت لگائی دوسرا دوسری جگہ کا نام لیتا ہے تو حد قذف قائم کریں گے۔(33)

---

(30) البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۵، ص۶۲، وغیرہ۔

(31) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، مطلب ھل للقاضی العفو... الخ، ج۶، ص۸۶۔

(32) الدر المختار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۹۰۔

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۴۔

مسئلہ ۳۲: حدِ قذف میں سوا پوستین اور روئی بھرے ہوئے کپڑے کے کچھ نہ اوتاریں۔(34)

مسئلہ ۳۳: جس شخص پر حد قذف قائم کی گئی اوس کی گواہی کسی معاملہ میں مقبول نہیں ہاں عبادات میں قبول کرلیں گے۔ یوہیں اگر کافر پر حد قذف جاری ہوئی تو کافروں کے خلاف بھی اس کی گواہی مقبول نہیں۔ ہاں اگر اسلام لائے تو اس کی گواہی مقبول ہے اور اگر کفر کے زمانہ میں تہمت لگائی اور مسلمان ہونے کے بعد حد قائم ہوئی تو اسکی گواہی بھی کسی معاملہ میں مقبول نہیں۔ یوہیں غلام پر حدِ قذف جاری ہوئی پھر آزاد ہوگیا تو گواہی مقبول نہیں۔ اور اگر کسی پر حد قائم کی جارہی تھی اور درمیان میں بھاگ گیا تو اگر بعد میں باقی حد پوری کرلی گئی تو اب گواہی مقبول نہیں اور پوری نہیں کی گئی تو مقبول ہے۔ حد قائم ہونے کے بعد اپنی سچائی پر چار گواہ پیش کیے جنھوں نے زنا کی شہادت دی تو اب اس تہمت لگانے والے کی گواہی آئندہ مقبول ہوگی۔(35)

مسئلہ ۳۴: بہتر یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی مطالبہ نہ کرے اور اگر دعویٰ کردیا تو قاضی کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب تک ثبوت نہ پیش ہو مدعی کو درگزر کرنے کی طرف توجہ دلائے۔(36)

❀❀❀❀❀

---

(34) البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۵، ص۴۸۔

(35) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۶۔

(36) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، ج۲، ص۱۶۷۔

تعزیر کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۱۱)﴾ (1)

---

(1) پ۲۶، الحجرات ۱۱.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا نزول کئی واقعوں میں ہوا پہلا واقعہ یہ ہے کہ ثابت ابن قیس بن شماس کو ثقلِ سماعت تھا جب وہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے بٹھاتے اور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے تا کہ وہ حضور کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں، ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور مجلس شریف خوب بھر گئی، اس وقت ثابت آئے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا کھڑا رہتا، ثابت آئے تو وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ جگہ دو جگہ یہاں تک کہ حضور کے قریب پہنچ گئے اور انکے اور حضور کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا تمہیں جگہ مل گئی، بیٹھ جاؤ، ثابت غصہ میں آکر اس کے پیچھے بیٹھ گئے اور جب دن خوب روشن ہوا تو ثابت نے اس کا جسم دبا کر کہا کہ کون؟ اس نے کہا میں فلاں شخص ہوں، ثابت نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا فلانی کا لڑکا اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا اور اس زمانہ میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا واقعہ ضحاک نے بیان کیا کہ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عمار و خباب و بلال و صہیب و سلمان و سالم وغیرہ غریب صحابہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں یعنی مال دار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیرِ ذی نسب کی، اور نہ تندرست اپاہج کی، نہ بینا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کر لی ہو اس کو بعدِ توبہ اس برائی سے عار دلانا بھی اس نہی میں داخل اور ممنوع ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کتا یا گدھا یا سور کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ القاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں جیسے کہ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق اور حضرت عمر کا فاروق اور حضرت عثمانِ غنی کا ذوالنورین اور حضرت علی کا ابوتراب اور حضرت خالد کا سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جو القاب بمنزلۂ علم ہو گئے اور صاحبِ القاب کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں جیسے کہ اعمش، اعرج۔ ←

اے ایمان والو! نہ مرد مرد سے مسخرہ پن کریں، عجب نہیں وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ دو اور برے لقبوں سے نہ پکارو کہ ایمان کے بعد فاسق کہلانا برا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے، وہی ظالم ہے۔

❁❁❁❁❁

تو اے مسلمانو کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ۔

احادیث

حدیث ۱: ترمذی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک شخص دوسرے کو یہودی کہہ کر پکارے تو اوسے بیس ۲۰ کوڑے مارو اور مخنث کہہ کر پکارے تو بیس ۲۰ مارو اور اگر کوئی اپنے محارم سے زنا کرے تو اوسے قتل کر ڈالو۔ (1)

حدیث ۲: بیہقی نے روایت کی، کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کہ اگر ایک شخص دوسرے کو کہے اے کافر، اے خبیث، اے فاسق، اے گدھے تو اس میں کوئی حد مقرر نہیں، حاکم کو اختیار ہے جو مناسب سمجھے سزا دے۔(2)

حدیث ۳: بیہقی نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غیر حد کو حد تک پہنچادے (یعنی وہ سزا دے جو حد میں ہے) وہ حد سے گزرنے والوں میں ہے۔ (3)

❁❁❁❁❁

(1) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ماجاء فیمن یقول لآخر یا مخنث، الحدیث ۱۴۶۷، ج ۳، ص ۱۴۱.

(2) السنن الکبری للبیہقي، کتاب الحدود، باب من حد في التعریض، الحدیث ۱۷۱۴۹، ۱۷۱۵۰، ج ۸، ص ۴۴۰.

(3) السنن الکبری للبیہقي، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء في التعزیر... إلخ، الحدیث ۱۷۵۸۴، ج ۸، ص ۵۶۷.

مسائلِ فقہیّہ

مسئلہ ۱: کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اوس کو تعزیر کہتے ہیں شارع ؑ نے اس کے لیے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اوس کے مطابق عمل کرے۔ تعزیر کا اختیار صرف بادشاہ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بی بی کو آقا غلام کو ماں باپ اپنی اولاد کو اُستاذ شاگرد کو تعزیر کرسکتا ہے۔(1)

اس زمانہ میں کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اور لوگ بے دھڑک بلاخوف وخطر معاصی (گناہ) کرتے اور اون پر اصرار کرتے ہیں اور کوئی منع کرے تو باز نہیں آتے۔ اگر مسلمان متفق ہوکر ایسی سزائیں تجویز کریں جن سے عبرت ہو اور یہ بیباکی اور جرأت (یعنی سرِعام گناہ کرنے اور ان پر دلیر ہونے) کا سلسلہ بند ہوجائے تو نہایت مناسب وآنسب (بہت زیادہ مناسب) ہوگا۔ بعض قوموں میں بعض معاصی پر ایسی سزائیں دی جاتی ہیں مثلاً حقہ پانی (لین دین) اوس کا بند کردیتے اور نہ اوس کے یہاں کھاتے نہ اپنے یہاں اوس کو کھلاتے ہیں جب تک توبہ نہ کرلے اور اس کی وجہ سے اون لوگوں میں ایسی باتیں کم پائی جاتی ہیں جن پر اون کے یہاں سزا ہوا کرتی ہے مگر کاش وہ تمام معاصی کے انسداد (روک تھام) میں ایسی ہی کوشش کرتے اور اپنے پنچائتی قانون کو چھوڑ کر شرع مطہر کے موافق فیصلے دیتے اور

(1) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۵، وغیرہ۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

تعزیر بنا ہے عزر سے، عزر کے معنے ہیں عظمت، حقارت، مدد اور منع وروک، اس کا استعمال زیادہ تر بمعنی روک اور منع ہے بلکہ مدد کو بھی عزر اور مدد دینے کو تعزیر اس لیے کہتے ہیں اس سے دشمن کو ایذا رسانی سے روکا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" سزا کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے جرم رکتے ہیں۔ شریعت میں تعزیر اس کو کہتے ہیں جو شرعاً مقرر نہ ہو حاکم اپنی رائے سے دے۔ خاوند کا بیوی کو، باپ کا بچوں کو، استاد کا شاگردوں کو سزا دینا تعزیر ہی ہے "وَاهْجُرُوْهُنَّ" فرمایا نبی کریم نے اپنے بچوں سے ڈنڈا کبھی نہ ہٹاؤ، نیز فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو اپنی کچی سوٹی ٹانگے رکھے کہ بیوی بچے اسے دیکھتے رہیں اور درست رہیں۔ (مرقات) حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے وہاں ضرور تعزیر دے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں تعزیر دینا واجب نہیں۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ باجماعت نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا معافی ہوگئی "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دے شریف آدمی کو جو اتفاقاً گناہ کر بیٹھا تعزیر معمولی بھی کافی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۲۳)

احکام سناتے تو بہت بہتر ہوتا۔ نیز دوسری قومیں بھی اگر ان لوگوں سے سبق حاصل کریں اور یہ بھی اپنے اپنے مواقع اقتدار میں ایسا ہی کریں تو بہت ممکن ہے کہ مسلمانوں کی حالت درست ہوجائے بلکہ ایک یہی کیا اگر اپنے دیگر معاملات و منازعات (جھگڑوں وغیرہ) میں بھی شرع مطہر کا دامن پکڑیں اور روزمرہ کی تباہ کن مقدمہ بازیوں سے دست برداری کریں تو دینی فائدہ کے علاوہ ان کی دُنیوی حالت بھی سنبھل جائے اور بڑے بڑے فوائد حاصل کریں۔ مقدمہ بازی کے مصارف سے زیر بار بھی نہ ہوں اور اس سلسلہ کے دراز ہونیسے بغض و عداوت جو دلوں میں گھر کر جاتی ہے (یعنی دلوں میں بس جاتی ہے) اوس سے بھی محفوظ رہیں۔

مسئلہ ۲: گناہوں کی مختلف حالتیں ہیں کوئی بڑا کوئی چھوٹا اور آدمی بھی مختلف قسم کے ہیں کوئی حیادار باعزت اورغیرت والا ہوتا ہے بعض بیباک دلیر ہوتے ہیں لہٰذا قاضی جس موقع پر جو تعزیر مناسب سمجھے وہ عمل میں لائے کہ تھوڑے سے جب کام نکلے تو زیادہ کی کیا حاجت (2)

مسئلہ ۳: سادات و علما اگر وجاہت (بلند مقام والے) وعزت والے ہوں کہ کبیرہ تو کبیرہ صغیرہ بھی نادراً (کبھی کبھار) یا بطور لغزش (بھول چوک) اون سے صادر ہو تو ان کی تعزیر ادنیٰ درجہ کی ہوگی کہ قاضی ان سے اگر اتنا ہی کہدے کہ آپ نے ایسا کیا ایسوں کے لیے اتنا کہہ دینا ہی باز آنے کے لیے کافی ہے۔ اور اگر یہ لوگ اس صفت پر نہ ہوں بلکہ ان کے اطوار خراب ہوگئے ہوں مثلاً کسی کو اس قدر مارا کہ خوناخون ہوگیا یا چند بار جُرم کا ارتکاب کیا یا شراب خواری کے جلسہ (مجلس) میں بیٹھتا ہے یا لواطت میں مبتلا ہے تو اب جرم کے لائق سزا دی جائے گی ایسی صورتوں میں دُرے لگائے جائیں یا قید کیا جائے۔ اُون علما و سادات کے بعد دوسرا مرتبہ زمیندار و تجار اور مالداروں کا ہے کہ ان پر دعویٰ کیا جائے گا اور دربار قاضی میں طلب کیے جائیں گے پھر قاضی انھیں متنبہ (خبردار) کریگا کہ کیا تم نے ایسا کیا ہے ایسا نہ کرو۔ تیسرا درجہ متوسط لوگوں کا ہے یعنی بازاری لوگ کہ ایسے لوگوں کے لیے قید ہے۔ چوتھا درجہ ذلیلوں اور کمینوں کا ہے کہ اونھیں مارا بھی جائے مگر جرم جب اس قابل ہو جب ہی یہ سزا ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں۔ قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا (تنبیہ کرنا)، ڈانٹنا، ترش روئی سے (سخت اور نفرت کے انداز سے) اوس کی طرف غصہ کی نظر کرنا۔ (4)

---

(2) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۶.

والبحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۶۸.

(3) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۷.

(4) تبیین الحقائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۳، ص۶۳۳.

مسئلہ ۵: اگر تعزیر ضرب (مارنا) سے ہو تو کم ازکم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ اُنتالیس کوڑے لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس ۱۰ کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس لگائے یعنی جتنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو اوس سے کمی نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس یا زیادہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے تو اونتالیس سے زیادہ نہ مارے باقی کے بدلے دوسری سزا کرے مثلاً قید کردے۔ کم ازکم تین کوڑے بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چلے تو تین کی کچھ حاجت نہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔(5)

مسئلہ ۶: اگر چند کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک ہی جگہ ماریں اور بہت سے مارنے ہوں تو متفرق جگہ مارے جائیں کہ عضو بے کار نہ ہوجائے۔(6)

مسئلہ ۷: تعزیر بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں ہاں اگر دیکھے کہ بغیر لیے باز نہ آئیگا تو وصول کرلے پھر جب اوس کام سے توبہ کرلے واپس دیدے(7) پنچایت (جرگہ) میں بھی بعض قومیں بعض جگہ جرمانہ لیتی ہیں اونھیں اس سے باز آنا چاہیے۔

---

(5) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۶.

(6) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۷.

(7) البحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۶۸، وغیرہ.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بزازیہ پھر بحر پھر شامی میں ہے: معنی التعزیر بأخذ المال علی القول به امساك شیئ من مال عنده مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه الا ان یاخذه الحاکم لنفسه اولبیت المال. کما یتوهمه الظلمة. اذا لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی اھ۔ تعزیر بالمال کا جہاں قول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ملزم کا وہ مال کچھ مدت کے لئے روک لیا جائے تاکہ وہ جرم سے باز آجائے اور پھر حاکم مال واپس کردے یہ معنی نہیں کہ حاکم اس مال کو اپنے لئے یا بیت المال کے لئے وصول کرے جیسا کہ ظالم لوگوں نے خیال کر رکھا ہے کیونکہ کسی مسلمان کو شرعی وجہ کے بغیر کسی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔(ت)

(۱؎ ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۸)

شرح معانی الآثار امام طحاوی پھر مجتبی پھر ابن عابدین میں ہے:

التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ۲؎۔

تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں جائز تھی پھر منسوخ ہوگئی۔(ت)

(۲؎ ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۹) ←

مسئلہ ۸: جس مسلمان نے شراب پی اوس کو سزا دی جائے۔ یوہیں گویا اور ناچنے والے اور مخنث اور نوحہ کرنے والی بھی مستحق تعزیر ہے۔ مقیم بلا عذر شرعی رمضان کا روزہ نہ رکھے تو مستحق تعزیر ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ اب بھی نہیں رکھے گا تو قید کیا جائے۔(8)

مسئلہ ۹: کوئی شخص کسی کی عورت یا چھوٹی لڑکی کو بھگالے گیا اور اوس کا کسی سے نکاح کردیا تو اوس پر تعزیر ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قید کیا جائے، یہاں تک کہ مرجائے یا اوسے واپس کرے۔(9)

مسئلہ ۱۰: ایک شخص نے کسی مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں دیکھا اگرچہ فعل قبیح میں مبتلا نہ دیکھا تو چاہیے کہ شور کرے یا مار پیٹ کرنے سے بھاگ جائے تو یہی کرے اور اگر ان باتوں کا اوس پر اثر نہ پڑے تو اگر قتل کرسکے تو قتل کرڈالے اور عورت اوس کے ساتھ راضی ہے تو عورت کو بھی مارڈالے یعنی اوس کے مارڈالنے پر قصاص نہیں۔ یوہیں اگر عورت کو کسی نے زبردستی پکڑا اور کسی طرح اوسے نہیں چھوڑتا اور آبرو جانے کا (عزت لٹنے کا) گمان ہے تو عورت سے

شرح ہدایہ امام عینی میں ہے:

العمل بالمنسوخ حرام ۳؎

(منسوخ پر عمل حرام ہے۔ت) (۳؎ البنایۃ فی شرح الہدایۃ)

درمختار میں ہے:

یقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ وبعدہ لیس ذٰلك لغیر الحاکم والزوج والمولی ۴؎

گناہ میں مشغول کو ہر مسلمان تعزیر کرسکتا ہے اور بعد میں حاکم، خاوند آقا کے غیر کو یہ حق نہیں ہے۔(ت)

(۴؎ درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۷)

ردالمحتار میں ہے:

یقیمہ ای التعزیر الواجب حقا اللہ تعالٰی بخلاف التعزیر الذی یجب حقا للعبد فانہ لتوقفہ علی الدعوی لایقیمہ الا الحاکم الا ان یحکما فیہ اھ فتح ۵؎

(۵؎ ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۱)

ہر مسلمان تعزیر قائم کرسکتا ہے کا مطلب یہ ہے وہ تعزیر جو اللہ تعالٰی کے حق پر واجب ہو بخلاف اس تعزیر کے جو بندے کے حق پر واجب ہو کیونکہ وہ بندے کے دعوٰی پر موقوف ہوتی ہے اس کو حاکم کے سوا کوئی نہیں قائم کرسکتا الا یہ کہ دونوں فریق اس کے لئے کسی کو ثالث بنالیں اھ فتح (ت) (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۹، ص ۵۰۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، ج ۲، ص ۱۶۹۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، ج ۲، ص ۱۷۰۔

اگر ہو سکے، اسے مار ڈالے۔(10)

(10) البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۱۹۔
والدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۹۹۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نہایہ امام سغناقی پھر عالمگیریہ میں ہے:

سئل الهندوانی رحمه الله تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزناء بالصياح والضرب بمادون السلاح لايحل وان علم انه لاينزجر الابالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا اے كذا فی النهاية.

امام ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو بدفعلی کرتے ہوئے موقعہ پر پائے تو اس کو جائز ہوگا کہ اس غیر مرد کو موقعہ پر قتل کردے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے سے باز آجائے تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر خاوند کو یقین ہو کہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہ آئے گا بلکہ قتل ضروری ہے تو قتل کرنا حلال ہوگا اور اگر بیوی کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہوگا جیسا کہ نہایہ میں ہے۔(ت) (اے فتاوی ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۶۷)

اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرمہ نہ ہو صرف عین حالتِ اشتغال میں نہ بعد اس سے فراغ کے قتل ازالہ منکر ہے اور اس کے لئے سلطان ہونا شرط نہیں۔

قال صلى الله تعالى عليه وسلم من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ۲ے الحديث.

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ الیٰ آخر الحدیث۔(ت)

(۲ے صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱)

پھر ہندیہ میں ہے:

قالوا لكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة المعصية بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم قال فی القنية رأى غيره على فاحشة موجبة للتعزير فعزره بغير اذن المحتسب فللمحتسب ان يعزر المعزران عزره بعد الفراغ منها ۳ے

فقہاء نے فرمایا گناہ میں مصروف کو روکنے کے لئے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق ہے، لیکن گناہ سے فراغت کے بعد کسی پر تعزیر لگانا صرف حاکم کا حق ہے۔ قنیہ میں فرمایا کسی غیر کو ایسے گناہ میں مصروف پایا جس پر تعزیر واجب ہو سکتی ہے تو محتسب کی اجازت کے بغیر لگائی تو جائز ہے اور اس گناہ سے فراغت کے بعد تعزیر لگانے والے کو محتسب چاہے تو تعزیر لگا سکتا ہے۔(ت)

(۳ے فتاوی ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۶۷) ←

....

مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینہ عادلہ سے ثبوت نہ دے اسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف ومشہور بخباثت وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اس کا خون بہالے گا۔

درمختار میں ہے:

الاصل أن کل شخص رأی مسلما یزنی ان یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی ۴۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو ہر شخص کو اسے قتل کرنا حلال ہے، اور اس خوف سے کہ قتل کے بعد قاضی کے ہاں اس کا زنا ثابت نہ کر سکے گا قتل سے باز رہے۔ (ت) (۴؂ درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶)

ردالمحتار میں ہے:

عزاہ بعضهم ایضا الی جامع الفتاوٰی وحدود البزازیة وحاصله انه یحل دیانة لا قضاء فلا یصدقه القاضی الا ببینة، والظاهر انه یأتی هنا التفصیل المذکور فی السرقة وهو ما فی البزازیة وغیرها ان لم یکن لصاحب الدار بینة فان لم یکن المقتول معروفا بالشر والسرقة قتل صاحب الدار قصاصا وان کان متهما به فکذلك قیاسا وفی الاستحسان تجب الدیة فی ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة فی القصاص لا فی المال ا؂۔

اس بات کو بعض نے جامع الفتاوی اور بزازیہ کے باب الحدود کی طرف بھی منسوب کیا ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات دیانۃً جائز ہے قضاءً نہیں، لہذا قاضی زنا کو بغیر گواہی کے تسلیم نہ کرے گا، اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وہ تفصیل مراد ہوگی جو سرقہ کے باب میں بیان ہوئی ہے اور وہ بزازیہ وغیرہ میں یوں ہے (گھر والے نے چور کو موقعہ پر قتل کر دیا) تو گھر والے کے پاس چوری پر گواہ نہ ہوں اور وہ مقتول جرائم اور چوری میں مشہور بھی نہ ہو تو قاضی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرے گا، اور مقتول چور اگر چوری میں مشہور ہے تو قیاس پھر بھی یہی حکم کرتا ہے جبکہ استحسان یہ ہے کہ اس صورت میں گھر والے قاتل کو قتل کی بجائے دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دینی ہوگی کیونکہ موقعہ نے قصاص کے متعلق شبہہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا لیکن مالی سزا یعنی دیت میں شبہہ پیدا نہ کیا۔ (ت)

(ا؂ ردالمحتار باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۰)

یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا۔

وها انا اذکر لکم فی الدر المختار وما عارضه به فی ردالمحتار وما تکلمت علیه فی جدالممتار لیتجلی الامر جلاء النهار وما توفیقی الا بالعزیز الغفار قال فی تنویر الابصار والدر المختار (ویکون) التعزیر (بالقتل) کمن وجد رجلا مع امرأة لا تحل له، ولو اکرهها فلها قتله ودمه هدر وکذا الغلام وهبانیة (ان کان یعلم انه لا ینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا) بان علم انه ینزجر بما ذکر (لا) یکون بالقتل (وان کانت المرأة مطاوعة قتلهما) کذا عزاه الزیلعی للهندوانی ثم قال (و) فی منیة المفتی (لو کان مع امرأته وهو یزنی بها او مع محرمه —

وھما مطاوعان قتلھما جمیعا) اھ واقرہ فی الدر وقال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ لایحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرھا یحل (مطلقا) اھ۔

اور اب میں آپ کو درمختار اور اس پر ردالمحتار نے معارضہ پیش کیا اور پھر میں نے جدالممتار میں جو اس پر کلام پیش کیا ہے، پیش کرتا ہوں تاکہ روز روشن کی طرح معاملہ واضح ہو جائے جبکہ مجھے صرف اللہ تعالیٰ سے توفیق حاصل ہوئی، تنویر الابصار اور درمختار میں فرمایا (تعزیر کے طور پر قتل کی صورت یہ ہے) مثلاً ایک شخص نے کسی مرد کو غیر محرم کے ساتھ پایا تو اگر عورت سے جبراً زنا کر رہا ہو تو اس عورت نے زانی کو موقعہ پر قتل کردیا یا لڑکے سے جبراً بدفعلی کرتے ہوئے لڑکے نے اس کو قتل کردیا ہو تو یہ قتل مباح ہوا اور اس کا خون معاف ہے، وہبانیہ۔ بشرطیکہ قتل کرنے والے کو یقین ہو کہ یہ شور مچانے یا ہتھیار سے کم کی ضرب سے باز نہ آئے گا، (ورنہ) اگر معلوم ہو کہ مذکورہ کوشش سے باز آجائیگا تو پھر (روا نہیں) یعنی باز کرنے کے لئے قتل مباح نہیں ہے اور اگر (مرد کے ساتھ عورت بھی مرضی سے مبتلائے زنا ہو تو موقعہ دیکھنے والا دونوں تو قتل کردے) اس کو زیلعی نے ہندوانی کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے، پھر کہا (اور) منیۃ المفتی میں ہے (اگر اس کی بیوی کے ساتھ کوئی زنا میں مصروف ہے یا اس کی محرمہ عورت کے ساتھ مصروف زنا ہے اور دونوں کی مرضی شامل ہے تو (دونوں کو قتل کردے) اھ، اور اس بات کو درر میں ثابت رکھا ہے، اور بحر میں فرمایا کہ اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اجنبی عورت اور اپنی بیوی یا محرمہ عورت میں فرق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ مصروف زنا پائے تو مذکورہ شرط کہ شور یا ہتھیار کے بغیر باز نہ کے بغیر قتل حلال نہ ہوگا، اور اجنبی عورت کے غیر یعنی بیوی یا محرمہ عورت کی صورت میں قتل حلال ہے (مطلقاً) اھ،

وردہ فی النھر بما فی البزازیۃ وغیرھا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرھا ویدل علیہ تنکیر الھندوانی للمرأۃ نعم مافی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم۔ ولذا جزم فی الوھبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وھو الحق بلاشرط احصان لانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انہ یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انہ زنی اھ۔

اور اس کو نہر میں بزازیہ وغیرہ کے بیان پر کہ تمام عورتوں یعنی اجنبی اور غیر اجنبی کا معاملہ مساوی ہے، رد کیا ہے۔ اور اس پر ہندوانی کے بیان میں عورت کو نکرہ ذکر کرنا بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی عورت ہو، اگرچہ منیۃ المفتی میں اطلاق ہے، تو اس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب کا کلام متفق قرار پائے، اسی لئے وہبانیہ نے مذکورہ شرط کا مطلقاً جزم کیا ہے اور یہی حق ہے اس قتل میں کسی کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ موقعہ کا قتل حد نہیں بلکہ امر بالمعروف کی صورت ہے، اور مجتبیٰ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے لیکن بعد میں زنا ثابت نہ کرسکنے کے خوف سے قتل نہ کرے۔

(۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶)

وکتبت علیہ فی جدالممتار قولہ وفی غیرھا یحل اقول المقصود ازالۃ المنکر ومھما حصل بغیر القتل تعین ذلک الغیر ولیست السیاسۃ لغیر الامام والقتل فی الزوجۃ والمحرم دون الاجنبیۃ لایکون الا ←

....

انتصار النفسه وازالة المنكر الله عزوجل ولا فرق فيه بين الاجنبية وغيرها فالكل اماء الله تعالى على السواء وفيه حديث سعد بن عبادة رضی الله تعالى عنه ونهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اياه عن القتل فالحق عندى التسوية بين النساء و التقييد لعدم الانزجار بغير القتل مطلقا كما مشى عليه الشارح المدقق متابعا للعلامة مدقق عمرو بن نجيم رحمهم الله تعالى۔

میں نے تنویر اور در کی اس عبارت پر جد الممتار میں یہ لکھا ہے قولہ کہ غیر اجنبی عورت میں حلال ہے اقول (میں کہتا ہوں) مقصود تو برائی کا ازالہ کرنا ہے تو جب تک قتل کے بغیر ازالہ ممکن ہو تو یہ غیر قتل کی صورت متعین قرار پائے گی، جبکہ سیاسۃً قتل کرنا امام وقت کے غیر کے لئے جائز نہیں ہے، اور بیوی اور محرمہ کے معاملہ میں قتل کرنا تو اپنے مفاد کے لئے ہے جبکہ برائی کا ازالہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اس معاملہ میں اپنی اور اجنبی عورت برابر ہیں، تمام عورتیں اللہ تعالیٰ کی باندیاں ہونے میں برابر ہیں، اس حکم میں مساوات کے بارے میں سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل سے منع فرمایا تو میرے نزدیک اجنبی اور غیر اجنبی عورت کا معاملہ مساوی ہے لہذا قتل کے جواز کے لئے قتل کے بغیر باز نہ آنے والی شرط عام ہے جیسا کہ اس کو شارح نے علامہ مدقق عمرو بن نجیم کی پیروی میں سب میں جاری مانا ہے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قوله ويدل عليه تنكير الهندوانی للمرأة اقول بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن وجد مع امرأته رجلا كما فی الهندية عن النهاية فشمل الحكم المحارم بدلالة المساواة والاجنبية بدلالة الاولوية فالتنكير من الناقلين عنه ما معنى اه ما كتبت عليه۔ (اے جد الممتار علی رد المحتار)

قولہ اس پر ہندوانی کا عورت کو نکرہ ذکر کرنا دلالت کرتا ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ انہوں نے اپنے جواب میں اس کو نصاً ذکر کیا ہے کیونکہ ان سے سوال یہ ہوا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروف زنا پائے، جیسا کہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے تو ان کے جواب کا حکم محرمہ عورت کو بیوی کی مساوات سے اور اجنبی عورت کو اولویت کی وجہ سے سب کو شامل ہوا تو ہندوانی کے جواب کو نقل کرنے والوں کی تنکیر کا کوئی معنی نہیں ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔

وقال فی ردالمحتار قوله (مع امرأته) ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم ير منه فعلا قبيحا كما يدل عليه ما يأتی عن منية المفتی كما تعرفه فافهم (قوله فلها قتله) ای ان لم يمكنها التخلص منه بصياح اوضرب والالم تكن مكرهة فالشرط الاتی معتبر هنا ايضا كما هو ظاهر ثم رأيته فی كراهة شرح الوهبانية ونصه لواستكره رجل امرأة لها قتله وكذا الغلام فان قتله فدمه هدر اذالم يستطع منعه الابالقتل اه فافهم۔

وقال فی ردالمحتار (اور ردالمحتار میں فرمایا) قولہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پایا اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو اگرچہ بدفعلی میں مصروف نہ دیکھے، جیسا کہ آئندہ منیۃ المفتی کی عبارت اس پر دلالت کر رہی ہے آپ کو معلوم ہو جائیگا تو غور کرو، قولہ فلہا قتلہ ←

یعنی اگر عورت اس سے شور مچانے یا ہتھیار کے بغیر کسی ضرب سے چھٹکارا نہ پائے تو قتل کرے، ورنہ اگر چھٹکارا ممکن ہوتو پھر عورت مجبور نہ ہوگی (جبکہ قتل کا جواب صرف مجبور عورت کے لئے ہے) تو یہاں بھی آئندہ ذکر ہونیوالی شرط معتبر ہے، جیسا کہ ظاہر ہے پھر میں نے اسکو وہبانیہ کی شرح کی کراہت کے باب میں دیکھا، جس کی عبارت یہ ہے اگر کسی شخص نے عورت کو زنا پر مجبور کیا تو عورت کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور یوں ہی لڑکے کو بدفعلی پر مجبور کرنے پر لڑکے کا اس کو قتل کرنا جائز ہے اس صورت میں خون معاف ہوگا بشرطیکہ قتل کے بغیر روکنے کا کوئی چارہ نہ ہو اھ، تو غور کرو،

قوله(ان كان يعلم) شرط للقتل الذى تضمنه قوله كمن وجد رجلا قوله(ومفاده الخ) توفيق بين العبارتين حيث اشترط فى الاولى العلم بأنه لاينزجر بغير القتل ولم يشترط فى الثانية فوفق بحمل الاولى على الاجنبية والثانية على غيرها وهذا بناء على ان المراد بقوله فى الاول مع امرأة اى يزنى بها وما يأتى الكلام عليه

قولہ (ان کان یعلم) یہ عبارت اس قتل کے لئے شرط کا بیان جو اس کے قول جیسے کوئی کسی مرد کو پائے کے ضمن میں مذکور ہے، قولہ (ومفادہ) یہ عبارت دونوں مذکور عبارتوں میں موافقت ہے جبکہ پہلی عبارت میں قتل کے بغیر باز نہ آنے کے یقین کی شرط ہے اور دوسری عبارت میں یہ شرط مذکور نہیں ہے تو انہوں نے پہلی عبارت کو اجنبی عورت کے واقعہ پر محمول کیا، تو یہ اس صورت میں ہے جب پہلی عبارت میں، عورت کے ساتھ ہونے کا مطلب زنا میں مصروف ہونا ہو، اور اس پر اعتراض آرہا ہے،

قوله (مطلقا) زاد المصنف على عبارة المنية متابعة لشيخه صاحب البحر قوله بما فى البزازية وغيرها) اى كالخانية ففيها لورأى رجلا يزنى بامرأته او امرأة اخر وهو محصن فصاح به فلم يهرب ولم يمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص عليه اه ·

قولہ (مطلقا) یہ منیۃ المفتی کی عبارت پر مصنف نے اپنے شیخ صاحب بحر کی اتباع میں زائد ذکر کیا، قولہ (بمافی البزازیہ وغیرہا) یعنی جیسے خانیہ میں کہ اس میں ہے کہ کوئی کسی کو اپنی بیوی یا دوسری عورت سے زنا میں مصروف پائے اور وہ زانی شادی شدہ ہوتو اس نے اس پر شور مچایا اس کے باوجود وہ زنا کو چھوڑ کر نہ بھاگا تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ اسے قتل کردے اور اس پر قصاص نہ ہوگا،

قوله (فيحمل على المقيد) اى يحمل قول المنية قتلهما جميعا على ما اذا علم عدم الانزجار بصياح اوضرب قلت وقد ظهر لى فى التوفيق وجه اخر وهو ان الشرط المذكور انما هو فيما اذوجد رجلا مع امرأة لاتحل له قبل ان يزنى بها فهذا لايحل قتله اذا علم انه ينزجر بغير القتل سواء كانت اجنبية عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده يزنى بها فله قتله مطلقا ولذا قيد فى المنية بقوله وهو يزنى واطلق قوله قتلهما جميعا وعليه فقول الخانية الذى قدمناه انفا فصاح به غير قيد. ويدل عليه ايضا عبارة المجتبى الاتية. قوله(فيحمل على المقيد

←

....

(یعنی منیہ کے قول دونوں کو قتل کرنے کو اس پر محمول کیا جائے کہ جب معلوم ہو کہ شور یا کسی ضرب سے وہ باز نہ آئیگا (تو دونوں کو قتل کردے)
مجھے یہاں دونوں عبارتوں میں موافقت کی ایک اور وجہ ظاہر ہوئی ہے، وہ یہ کہ مذکورہ شرط وہاں ہوگی جہاں وہ عورت کے ساتھ کسی کو پائے تو زنا میں مصروف ہونے سے قبل قتل حلال نہ ہوگا، پھر جب اسے یقین ہو کہ شور یا کسی اور ضرب سے باز آجائیگا تو قتل حلال نہ ہوگا، خواہ وہ عورت اجنبیہ ہو یا دیکھنے والے کی بیوی یا محرمہ ہو، لیکن جب وہ اس کو زنا میں مصروف پائے تو مطلقاً قتل جائز ہے اس لئے منیہ میں زنا میں مصروف ہونے کی قید کو ذکر کیا، اور دونوں کی قتل والی صورت میں اس قید کو ذکر نہیں کیا، اس پر لازم آتا ہے کہ خانیہ کی سابق مذکورہ عبارت تو اس نے اس پر شور مچایا، یہ قید نہ ہوگی، جبکہ اس پر مجتبی کی آنے والی عبارت بھی دلالت کررہی ہے،

ثم رأيت في جنايات الحاوي الزاهدي مايؤيده ايضًا حيث قال رجل رأى رجلا مع امرأته يزني بها او يقبلها اويضمها الى نفسه وهي مطاوعة فقتله او قتلها لاضمان عليه ولايحرم من ميراثها ان اثبته بالبينة او بالاقرار، ولو رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية اوراٰه مع محارمه هكذا ولم يرمنه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لايحل حتى يرى منه العمل اى الزنا ودواعيه ومثله في خزانة الفتاوٰى اه وفي سرقة البزازية لورأى في منزله رجلا مع اهله او جاره يفجر وخاف ان اخذه ان يقهره فهو في سعة من قتله ولو كانت مطاوعة له قتلها فهذا صريح في ان الفرق من حيث رؤية الزنا وعدمها تأمل،

پھر میں نے حاوی زاہدی کے جنایات کے باب میں دیکھا کہ اس کی عبارت بھی اس کی تائید کررہی ہے، جہاں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی سے زنا میں مصروف یا بوس وکنار یا معانقہ کی حالت میں دیکھا جبکہ بیوی کی مرضی بھی شامل تھی تو اس نے مرد یا دونوں کو قتل کردیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا، اور بیوی کی میراث سے بھی محروم نہ ہوگا بشرطیکہ بعد میں وہ اس جرم کو گواہی یا اقرار سے ثابت کرسکے اور اگر اس نے اپنی بیوی یا اپنی محرمہ عورت کے ساتھ بیابان خالی جگہ میں کسی کو دیکھا لیکن زنا یا دواعی میں مصروف نہ پایا تو بعض مشائخ نے فرمایا اسکو دونوں کا قتل کرنا حلال ہے، اور بعض نے فرمایا جب تک بدفعلی میں مصروف نہ پائے قتل کرنا حلال نہیں ہے، اور اسی طرح خزانۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے اھ، اور بزازیہ کے سرقہ کے باب میں ہے کہ، اگر وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کسی شخص یا پڑوسی کو بدفعلی کرتے ہوئے دیکھ لے اور پکڑنے پر خطرہ محسوس کرے کہ زانی غالب رہے گا تو اس صورت میں اس کو قتل کرنے کا جواز ہے اور بیوی کو بھی جرم میں راضی وشریک پایا تو دونوں کو قتل کرنے کا جواز ہے، تو اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ فرق بدفعلی میں مصروف پانے اور نہ پانے کا ہے، غور کرو۔

قوله (مطلقا) اى بلافرق بين اجنبية وغيرها قوله (وهو الحق) مفهومه ان مقابله باطل، ولم يظهر من كلامه مايقتضي بطلانه.بل مانقله بعده عن المجتبى يفيد صحته وقد علمت مما قررناه مايتفق به كلامهم واما كون ذٰلك من الامر بالمعروف لامن الحد فلايقتضي اشتراط العلم بعدم الانزجار تأمل،

قولہ (مطلقاً) یعنی اجنبیہ اور غیر اجنبیہ کے فرق کے بغیر۔ قولہ (ھوالحق) یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مقابل باطل ہے اس کے ←

....

کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کا مقابل باطل ہے بلکہ اس کے بعد اس نے مجتبیٰ کا جو کلام نقل کیا ہے اس سے اس کی صحت معلوم ہو رہی ہے، ہماری تقریر سے ان کے کلام کا متفق ہونا آپ کو معلوم ہو گیا، لیکن محض امر بالمعروف ہونا اور حد نہ ہونا، باز نہ آنے کے علم کی شرط کو نہیں چاہتا، غور کرو۔

قوله(بلا شرط احصان) ردعلی مافی الخانية من قوله وهو محصن کما قدمناه وجزم به الطرطوسي قال فی النهر ورده ابن وهبان بانه ليس من الحد بل من الآمر بالمعروف والنهی عن المنکر و هو حسن فان هذا المنکر حيث تعين القتل طريقا فی ازالته فلا معنی لاشتراط الاحصان فيه ولذا اطلقه البزازی اه قلت ويدل عليه ان الحد لايليه الاالامام اـ اه،

قولہ (بلا شرط احصان) یہ خانیہ کے قول کہ وہ شادی شدہ ہو کا رد ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ طرطوسی نے اسی پر جزم کیا ہے۔ نہر میں فرمایا کہ اس کو ابن وہبان نے رد کر دیا ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، یہ اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایسی برائی ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے قتل ایک طریقہ ہے لہذا اس قتل کے لئے شادی شدہ ہونے کی شرط بے معنی ہے اس لئے بزازی نے اس کو مطلق رکھا اھ قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس پر دلالت یہ بھی ہے کہ حد کو صرف امام ہی نافذ کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ ردالمحتار کا کلام ختم ہوا۔ (ا۔ ردالمحتار باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۰۔۱۷۹)

و کتبت عليه فی جدالممتار قوله کما يدل عليه ماياتی عن منية المفتی ای فانه لما اطلق فيها الحکم بالقتل عن قيد عدم الانزجار قيد معية المرأة بالزنا وههنا الحکم مقيد بعدم الانزجار فتکون المعية مقيدا بعدم الزنا کيلا يتعارضا.

میں نے اس پر جدالممتار میں لکھا ہے قولہ کما یدل علیہ ماياتی عن منیۃ المفتی جس طرح کہ اس پر منیۃ المفتی کا آئندہ کلام دلالت کر رہا ہے، کیونکہ جب انہوں نے قتل کے حکم کو باز نہ آنے کے علم کی شرط سے عام رکھا جبکہ عورت کے ساتھ ہونے کو زنا سے مقید کیا اور یہاں حکم کو باز نہ آنے کے علم سے مقید کیا تو عورت کے ساتھ معیت عدم زنا سے مقید ہو گی تاکہ دونوں باتیں متعارض نہ ہوں،

اقول ولايخفی عليه مافی هذه الدلالة من البعد والنظر الی الخارج وابداء جمع بينه وبين کلام اخر ليس منه دلالة هذا الکلام فی شيئ لاسيما وذلك الجمع غير متبين ولامتعين لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق علی المقيد ثم انما مبناه علی ماسبق الی خاطره رحمه الله من التوفيق الاتی له وسياتيك الکلام عليه وليس الامر کما ظن بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهندوانی سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان کان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لايحل وان علم انه لاينزجر الابالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا اه هندية عن النهاية وعنه اخذ فی ←

منية المفتی فعبرعنه بماتری وسنحقق انه لایحل القتل فی الدواعی کاللمس والتقبیل والعناق فکیف بمجرد الخلوة ولااعلم له رحمه الله تعالٰی سلفا فیه و کیف یحل الاجتراء علی قتل مسلم باستظهار بعید تفرد به عالم فی هذا الزمان من دون سلف ولا برهان بل علی خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشأن حتی نفس هذا الرفیع المکان کما ستعرف بعون المستعان۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس دلالت کا بعید ہونا آپ پر مخفی نہیں ہے، اور اس سے خارج امور اور اس کلام اور دوسرے کلام کے درمیان جمع کی صورت واضح ہوجانے کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کلام کی دلالت اس معاملہ میں بالکل نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ جمع و موافقت غیر واضح اور غیر معین ہوجائے اس سبب سے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی وجہ کو بطور افادہ بیان کردیا ہے پھر ان کے خیال میں اس تطبیق کا مبنیٰ وہ توفیق و تطبیق ہے جو انہوں نے آئندہ ذکر فرمائی ہے، حالانکہ اس پر اعتراض آرہا ہے، لہٰذا معاملہ وہ نہیں ہے جو انہوں نے خیال فرمایا، بلکہ اصل مسئلہ امام ہندوانی کا پیش کردہ ہے، جب ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو بدفعلی کرتے پایا کہ کیا اسے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اگر خاوند کو یقین ہو کہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے پر زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر یقین ہو کہ قتل کے بغیر باز نہ آئے گا تو قتل کرنا حلال ہوگا، اور اگر بیوی اس مرد کے ساتھ راضی ہو تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہے اھ، یہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے، اور نہایہ سے ہی منیۃ المفتی میں نقل کیا لیکن جس طرح انہوں نے تعبیر کی وہ آپ کے سامنے ہے، اور ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ایسی صورت میں محض زنا کی دواعی مثلاً چھونے، بوسہ لینے یا معانقہ کرنے کی وجہ سے قتل کرنا حلال نہیں ہے چہ جائیکہ محض خلوت نشینی کی وجہ سے قتل حلال ہو، اور مجھے ان سے پہلے اس بارے میں کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، تو اس زمانے کے ایک عالم کے متفرد قول کی بناء پر کسی مسلمان کے قتل پر کیسے جرأت کی جاسکتی ہے جبکہ اس قول کی وجہ بھی بعید ہو اور پہلے بھی کسی نے یہ بات نہ کی ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہو بلکہ اصول شرع اور عظیم الشان ائمہ کرام کی نصوص کے خلاف ہو حتی کہ خود ان کے اپنے موقف کے خلاف ہو، جیسا کہ آپ کو عنقریب معلوم ہوجائے گا۔

قوله اذا لم یستطع منعه الا بالقتل اقول هذا ایضا نص فی امتناع القتل اذا امکن المنع بغیره خلافا لما اثرتم وقولکم والا لم تکن مکرهة لا اثر له لان غایة المطاوعة ان تکون مرتکبة لعین المنکر وهذا القتل من ازالة المنکر ومرتکب منکر لاینهی عن نهیه غیره منه لانه مامور بشیئین الامتناع والمنع، فأن فوت احدهما لایسقط عنه الآخر وارتکاب احد معصیة لاتبیح له معصیة اخری بل هذا القتل فی حق المرأة نهی وانتهاء معا فکانت اولی بالاباحه وظهران التصویر بالاکراه صدر وفاقا. قوله اذا لم یستطع منعه الا بالقتل.

جب قتل کے بغیر منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اقول (میں کہتا ہوں) یہ خود اس بات میں نص ہے کہ اگر کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن ہو تو قتل ممنوع ہے، اور یہ کہنا کہ ورنہ مکرہہ (مجبور) نہ قرار پائی گئی، بے فائدہ ہوگا، کیونکہ نہ ہونے کا مطلب موافق رہنا اور موافقت اور ←

رضامندی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس گناہ میں خود شریک ہوگی، جبکہ عورت کا مرد کو یہ قتل کرنا گناہ اور برائی کا مرتکب اور اس میں مبتلا ہو اس کے منع کرنے سے دوسرا اس برائی سے نہیں رکتا، کیونکہ برائی سے روکنے کے لئے دو چیزوں کا مامور بنا ہوتا ہے ایک یہ کہ خود برائی سے باز رہے اور دوسرا یہ کہ اس برائی سے دوسرے کو منع کرے، اور ان دونوں چیزوں میں سے ایک کے فوت ہوجانے پر دوسرے کا ساقط ہونا لازم نہیں ہے اور ایک گناہ کے ارتکاب سے دوسرے گناہ کا ارتکاب مباح نہیں بنتا، بلکہ یہاں عورت کا اس مرد کو قتل کرنا گناہ سے روکنا اور خود کو باز رکھنا دونوں چیزیں ہیں، تو یہ قتل بدرجہ اولی مباح ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ جبر واکراہ کی صورت کا بیان محض اتفاق ہے،

قوله ویأتی الکلام علیه اقول ویاتی الکلام علیه قوله فله قتله مطلقا اقول وانما القصد ازالة المنکر فاذا حصل بالادنی تعین کما افاده الامام الفقیه ابوجعفر واعتمده المعتمدون وتقدم عن شرح الوهبانیة وسینقله المحشی عن ابن وهبان وسیمشی علیه بنفسه قوله ویدل علیه عبارة المجتبی الاتیة. ای شرحا حیث اطلق فی الزنا ان له القتل ولم یقید بشیئ اقول وفیه ماذکر الشارح ان المطلق یحمل علی المقید وکیف یرد اطلاق المجتبی علی تقیید المعتمدات وحمل المطلق علی المقید جادة واضحة بخلاف الغاء القید. قوله فی الحاوی الزاهدی مایؤیده ایضا اقول بل یخالفه فانه جعل له القتل مطلقا فی الدواعی وانتم تخصصونه بالزنا.

قولہ یأتی الکلام علیہ اس پر اعتراض ذکر ہوگا، اقول (میں کہتا ہوں) آپ کے اعتراض پر اعتراض ذکر ہوگا، قولہ فلہ قتلہ مطلقا تو اس کو قتل کرنا مطلقاً جائز ہوگا، اقول (میں کہتا ہوں) مقصد تو برائی کا ازالہ ہے، تو جب یہ ازالہ قتل کے بغیر کسی ادنیٰ طریقہ پر ممکن ہو تو وہ ادنیٰ طریقہ اس کے لئے متعین قرار پائے گا جیسا کہ امام فقیہ ابوجعفر نے یہ فائدہ بیان فرمایا اور اسی پر اعتماد کرنے والوں نے اعتماد کیا ہے، اور شرح وہبانیہ سے منقول ہو چکا ہے اور محشی بھی اس کو عنقریب ابن وہبان سے نقل کریں گے اور وہ خود اس کو اپنائیں گے، قولہ یدل علیہ عبارۃ المجتبی یعنی مجتبی کی آئندہ عبارت بطور شرح آئیگی جہاں وہ زنا کے متعلق قتل کو مطلق بیان کریں گے اور قتل کو کسی شرط سے مقید نہ کریں گے اقول (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے کہ شارح نے یوں بیان فرمایا کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اور معتمد علیہ کتب کی بیان کردہ قید کے باوجود مجتبی کا اطلاق کیسے وارد ہوگیا حالانکہ واضح طریقہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جبکہ قید کو لغو بنانا اس کے خلاف ہے، قولہ فی الحاوی الزاھدی ما یؤیدہ ایضا حاوی زاہدی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ وہ تو اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے دواعی زنا میں بھی قتل کو مطلق جائز رکھا ہے جبکہ تم اس کو زنا سے ہی مخصوص کرتے ہو،

قوله او یقبلها الخ اقول لم یشرع الله تعالیٰ فی الدواعی القتل ولیست السیاسة لغیر الامام بل لیست الدواعی الا الصغائر ولیس القتل سیاسة للامام ایضا الا فی جنایة عظمت وفحشت کما مر قبیل باب وطئ یوجب الحد ان اللوطی والسارق والخناق اذا تکرر منهم ذٰلک حل قتلهم سیاسة اه فلم یکتف فی تلك العظائم ایضا بمجرد صدورها بل قید حل القتل بتکررها وسیأتی ان الشارح اطلق اباحة القتل فی ←

جميع الكبائر فقيده المحشي بما كان منها متعدى الضرر وهو الحق الواضح ان شاء الله تعالى ولم ينقل عن السلف قتل كل من اتى كبيرة فضلا عن الصغيرة ولو اسيغ القتل في الصغائر وجعل ذلك الى العامة لاتسع الخرق وفشا القتل في المسلمين والعياذ بالله تعالى فاى يوم لاترى جهلا من الناس على شيئ من الصغائر فقتل كل من تراه وهذا ليس من حكم الله في شيئ فلاشك ان ما في الحاوى مردود والله الموفق كيف وهو من الزاهدى المعتزلى المعروف بجمع كل غث وسمين الغير الموثوق بنقله ايضا الغير المعتمد عليه في رواية ولادراية كما صرح به ارباب الدراية.

قوله او يقبلها الخ یا وہ عورت کا بوسہ لے رہا ہو اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے زنا کے دواعی میں قتل کو شروع نہیں فرمایا، اور نہ ہی امام کے غیر کو سیاسی قتل روا رکھا ہے بلکہ دواعی تو صرف صغیرہ گناہوں میں سے ہے حالانکہ امام کو صرف کسی بڑی جنایت اور فحش گناہ میں سیاسۃً قتل کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ ایسی وطی جس سے حد لازم ہوتی ہے، کے باب سے تھوڑا پہلے گزرا ہے کہ لوطی، چور اور پھندا ڈالنے والا، یہ لوگ جب بار بار کارروائیاں کریں تو ان کو سیاسۃً قتل کرنا حلال ہے اھ۔ تو ان عظیم کارروائیوں پر بھی محض ان کے صدور پر نہیں بلکہ ان کے تکرار پر قتل کو حلال کہا، اور عنقریب آئے گا کہ شارح نے تمام کبیرہ گناہوں کے متعلق سیاسۃً قتل کو مباح کہا تو خود محشی نے اس کو ایسے گناہ سے مقید کیا جس کا ضرر متعدی ہو۔ اور یہی واضح حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، جبکہ اسلاف سے ہر کبیرہ گناہ کے مرتکب کے متعلق قتل منقول نہیں ہے چہ جائیکہ کسی صغیرہ گناہ پر قتل منقول ہو، اور اگر صغائر کے متعلق بھی قتل کو جائز قرار دے دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار دیا جائے تو پھر امن تہ و بالا ہو جائے اور مسلمانوں میں قتلِ عام شروع ہو جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بتایئے لوگوں کی جہالت سے صغائر سے کوئی دن خالی ہے تو کیا ہر ایک مرتکب صغیرہ قتل کیا جائے حالانکہ یہ کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے تو بیشک حاوی زاہدی کا بیان مردود ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق حق عطا فرماتا ہے، یہ کیسے صحیح ہو جبکہ یہ زاہدی معتزلی جو کہ ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کی روایات کو نقل کرنے میں بھی مشہور ہے اور روایت اور درایت کے لحاظ سے غیر معتمد علیہ باتوں کو نقل کر دیتا ہے جیسا کہ ارباب درایت نے اس کی تصریح فرمائی ہے،

قوله فهذا صريح اقول اى صراحة فيه بل تقييده بالخوف المذكور بما يؤيد التقييد السابق فان مثل التمرد لاينزجر بالزجر قوله يفيد صحة اقول قدمنا قررناه اقول قد علمت ما فيه قوله فلا يقتضى اشتراط العلم اقول بل يقتضيه لان مراد الشارع ازالة المنكرات المظلمة لا اهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدونه وجب قصر اليد عنه.

قوله فهذا صريح اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کون سی صراحت ہے بلکہ اس میں تو قید کی صراحت ہے کہ کسی طرح خوف دلانے سے باز نہ آنے، جیسا کہ سابقہ قید کا بیان اس کی تائید کر رہا ہے کہ سرکش آدمی باز رکھنے کی کوشش سے باز نہیں آتا، قوله یفید صحة اقول (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے، قوله قد علمت مما قررناه ہماری بیان کردہ تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا، اقول ←

مسئلہ ۱۱: چور کو چوری کرتے دیکھا اور چلانے یا شور کرنے یا مار پیٹ کرنے پر بھی باز نہیں آتا تو قتل کرنے کا اختیار ہے یہی حکم ڈاکو اور عشّار (ناجائز بھتہ وصول کرنے والے) اور ہر ظالم اور کبیرہ گناہ کرنے والے کا ہے۔ اور جس گھر میں ناچ رنگ شراب خواری کی مجلس ہواوس کا محاصرہ کرکے (چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر) گھر میں گھس پڑیں (زبردستی داخل ہوجائیں) اور خم (شراب کے مٹکے) توڑ ڈالیں اور اونھیں نکال باہر کردیں اور مکان ڈھادیں۔ (11)

(میں کہتا ہوں) اس میں جو کمزوری ہے وہ آپ کو معلوم ہوچکی ہے قولہ فلا یقتضی اشتراط العلم تو وہ علم کی شرط کا مقتضی نہ ہوا، اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ علم کی شرط کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ شارع کی مراد ظالمانہ کارروائیوں سے دفاع ہے نہ کہ مسلمانوں کی جانوں کو ہلاک کرنا، تو جب قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل سے باز رہنا ضروری ہے،

قولہ حیث تعین القتل طریقا اقول ھذا ایضا نص فی اشتراط القید المذکور وقد عاد المحشی رحمہ اللہ تعالی بنفسہ الی الصواب اذا قال علی قول الشرح وعلی ھذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بأدنی شیئ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم اھ نصہ قولہ والاعونۃ والسعاۃ عطف تفسیر او عطف خاص علی عام فیشمل کل من کان من اھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق ونحوھم ممن عم ضررہ ولاینزجر بغیر القتل اھ فقد اذعن بالتقیید وھو الحق السدید ولیس الزنا بأفحش من ھاتیک الافاعیل فما صرح بہ الائمۃ فعلیہ الاعتماد والتعویل اھ، ھذا ما کتبت علیہ فانظرہ متأملا متدبرا والحمد للہ اولاً واٰخرًا۔ واللہ تعالی اعلم۔ (اھ جدالممتار علی ردالمحتار)

قولہ حیث تعین القتل طریقا جہاں ازالہ برائی کا طریقہ قتل متعین ہے اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی مذکور قید کی شرط ہونے میں نص ہے اور محشی خود بخود درستی کی طرف لوٹ آئے ہیں، جب انہوں نے شرح کی اس عبارت (اسی قیاس پر ہے جو اعلانیہ چیز کو چھین لے، ڈاکو، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنیوالا اور ہر ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو ظلم سے چھین لے اور جو ظالم مرتکب کبیرہ کے ہوں اور انکے اہلکار اور چغلخور ایسے تمام لوگوں کا قتل مباح ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق ہوگا، اھ۔) پر فرمایا کہ الاعونہ، والسعاۃ، اہل کار اور عہدیدار، کا ذکر عطف تفسیری ہے یا عام پر خاص کا عطف ہے لہذا یہ قول تمام اہل فساد مثلاً جادوگر، ڈاکو، چور، لوطی اور گلا دبا کر ہلاک کرنے والا وغیرہ سب کو شامل ہے جن کا ضرر معاشرہ میں عام ہو اور وہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں اھ، تو اس بیان میں انہوں نے مذکور قید پر جزم کیا ہے اور یہی درست اور حق ہے جبکہ زنا ان مذکور امور سے زیادہ فاحش ضرر نہیں ہے، تو ائمہ کرام نے جو تصریح فرمائی ہے وہی قابلِ اعتماد وتسلیم ہے۔ یہ میرا حاشیہ ہے اس کو غور اور تدبر سے ملاحظہ کرو، اللہ تعالی کے لئے ہی اول وآخر حمد ہے، واللہ تعالی اعلم (ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۶۲۶۔ ۶۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۶، ص ۱۰۲۔
والبحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج ۵، ص ۷۰۔

مسئلہ ۱۲: یہ احکام جو بیان کیے گئے ان پر اوس وقت عمل کرسکتا ہے جب ان گناہوں میں مبتلا دیکھے اور بعد گناہ کرلینے کے اب اسے سزا دینے کا اختیار نہیں بلکہ بادشاہِ اسلام چاہے تو قتل کرسکتا ہے۔(12)

قتل وغیرہ کے متعلق جو کچھ بیان ہوا یہ اسلامی احکام ہیں جو اسلامی حکومت میں ہوسکتے ہیں مگر اب کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت باقی نہیں اگر کسی کو قتل کرے تو خود قتل کیا جائے، لہٰذا حالت موجودہ میں ان پر کیسے عمل ہوسکے اس وقت جو کچھ ہم کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مقاطعہ (قطع تعلق) کیا جائے اور ان سے میل جول نشست وبرخاست (اٹھنا بیٹھنا) وغیرہ ترک کریں۔

مسئلہ ۱۳: اگر جرم ایسا ہے جس میں حد واجب ہوتی مگر کسی وجہ سے ساقط ہوگئی تو سخت درجہ کی تعزیر ہوگی، مثلاً دوسرے کی لونڈی کو زانیہ کہا تو یہ صورت حدِ قذف کی تھی مگر چونکہ محصنہ نہیں ہے لہٰذا سخت قسم کی تعزیر ہوگی اور اگر اوس میں حد واجب نہیں مثلاً کسی کو خبیث کہا تو اس میں تعزیر کی مقدار رائے قاضی پر ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: دو شخصوں نے باہم مار پیٹ کی تو دونوں مستحق تعزیر ہیں اور پہلے اوسے سزا دیں گے جس نے ابتدا کی۔(14)

مسئلہ ۱۵: چوپایہ کے ساتھ برا کام کیا یا کسی مسلمان کو تھپڑ مارا یا بازار میں اوس کے سر سے پگڑی اوتار لی تو مستحق تعزیر ہے۔(15)

---

(12) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶،ص ۱۰۴.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، ج۲،ص ۱۶۷.

(14) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶،ص ۱۰۵.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، ج۲،ص ۱۶۹.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

لایحد بوطی بھیمۃ بل یعزر و تذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ مجتبی ۲ ۔

حیوان سے بدفعلی پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلادیا جائے کیونکہ اس جانور مردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے، مجتبیٰ۔(ت) (۲ ۔ درمختار باب الوطئ الذی یوجب والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۰)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلھا عندہ وقالا لاتحرق ایضا زیلعی ونھر ۳ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳ ۔ ردالمحتار باب الوطئ الذی یوجب والذی لایوجب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۵)

مسئلہ ۱۶: تعزیر کے دُرّے سخت سے مارے جائیں اور زنا کی حد میں اس سے نرم اور شراب کی حد میں اور نرم اور حدِ قذف میں سب سے نرم۔(16)

مسئلہ ۱۷: جو شخص مسلمان کو کسی فعل یا قول سے ایذا پہنچائے اگرچہ آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے وہ مستحق تعزیر ہے۔(17)

یہ حکم اس جانور کے متعلق ہے جس کو کھایا نہیں جاتا، اور اگر اس کو کھایا جاتا ہو تو کھانا جائز ہے، امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا اسکو جلا بھی دیا جائے زیلعی ونہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص ۶۲۶ ۔ ۶۴۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۶، ص ۱۰۶۔

(17) المرجع السابق

مسلمان کو اذیت دینا اور بُرا بھلا کہنا

ایذائے مسلم کے متعلق چار فرامین باری تعالٰی

﴿1﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴿۵۸﴾ (پ ۲۲، الاحزاب ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

﴿2﴾ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (پ ۲۶، الحجرات ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

﴿3﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ (پ ۲۶، الحجرات ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔

﴿4﴾ وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ﴿۱﴾ (پ ۳۰، الھمزۃ ۱)

ترجمۂ کنزالایمان خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

ایذائے مسلم کے متعلق 19 فرامین مصطفٰے

﴿1﴾ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے بُرا مرتبہ اس کا ہے جسے لوگ اس کی فحش کلامی کے ڈر سے چھوڑ دیں۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب مداراۃ من یتقی فحشہ، ص ۱۳۹۷، حدیث ۲۵۹۱)

﴿2﴾ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بے حیا اور فحش گو کو ناپسند فرماتا ہے۔ (الادب المفرد، باب الرفق، ص ۱۷۰، حدیث ۴۷۰)

﴿3﴾ اللہ کے بندو! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرج کو اُٹھا دیا ہے مگر وہ شخص جو اپنے بھائی کی آبرو ریزی کے در پے ہو تو ایسا شخص گنہگار رہوا یا (فرمایا) ہلاک ہوا۔ (ابوداود، کتاب المناسک باب فیمن قدم شیئا قبل شیء فی حجہ، ۲/۳۰۵، حدیث ۲۰۱۵)

←

مسئلہ ۱۸: کسی مسلمان کو فاسق، فاجر، خبیث، لوطی، سودخوار، شراب خوار، خائن، دیوث، مخنث (ہیجڑا)، بھڑوا، چور، حرام زادہ، ولدالحرام، پلید، سفلہ (گھٹیا)، کمین، جواری کہنے پر تعزیر کی جائے یعنی جبکہ وہ شخص ایسا نہ ہو جیسا اس نے کہا اور اگر واقع میں یہ عیوب (برائیاں) اس میں پائے جاتے ہیں اور کسی نے کہا تو تعزیر نہیں کہ اس نے خود اپنے کو عیبی بنا رکھا ہے، اس کے کہنے سے اسے کیا عیب لگا۔(18)

مسئلہ ۱۹: کسی مسلمان کو فاسق کہا اور قاضی کے یہاں جب دعویٰ ہوا اوس نے جواب دیا کہ میں نے اسے فاسق کہا ہے کیونکہ یہ فاسق ہے تو اوس کا فاسق ہونا گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا اور قاضی اوس سے دریافت کرے کہ اس میں فسق کی کیا بات ہے اگر کسی خاص بات کا ثبوت دے اور گواہوں نے بھی گواہی میں اوس خاص فسق کو بیان کیا تو تعزیر ہے اور اگر خاص فسق نہ بیان کریں صرف یہ کہیں کہ فاسق ہے تو قول معتبر نہیں۔ اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ فرائض کو ترک کرتا ہے تو قاضی اوس شخص سے فرائض اسلام دریافت کریگا اگر نہ بتا سکا تو فاسق ہے یعنی وہ فرائض جن کا سیکھنا اس پر فرض تھا اور سیکھا نہیں تو فاسق ہونے کے لیے یہی بس ہے۔ اور اگر ایسے مسلمان کو فاسق کہا جو علانیہ فسق کرتا ہے

تقویٰ دل میں ہوتا ہے

﴿4﴾ ہر مسلمان کی عزت، اس کا خون اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہے، آدمی کے بُرے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، ۳/ ۳۷۲، حدیث ۱۹۳۴)

اس حدیث کو امام ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا۔

﴿5﴾ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے رُسوا کرتا اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔ آدمی کے بُرے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم...الخ، ص ۱۳۸۶، حدیث ۲۵۶۴)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (پ ۱۸، النور ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے اُن کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

﴿6﴾ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جھگڑنا کفر ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی سباب المسلم...الخ، ص ۵۲، حدیث ۶۴)

(18) البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج ۵، ص ۶۹، وغیرہ۔

مثلاً ناجائز نوکری کرتا ہے یا علانیہ سود لیتا ہے وغیرہ وغیرہ تو کہنے والے پر کچھ الزام نہیں۔ (19)

مسئلہ ۲۰: کسی مسلمان کو کافر کہا تو تعزیر ہے رہا یہ کہ وہ قائل خود کافر ہوگا یا نہیں اس میں دو صورتیں ہیں اگر اوسے مسلمان جانتا ہے تو کافر نہ ہوا۔ اور اگر اوسے کافر اعتقاد کرتا ہے تو خود کافر ہے کہ مسلمان کو کافر جاننا دین اسلام کو کفر جاننا ہے اور دینِ اسلام کو کفر جاننا کفر ہے۔ ہاں اگر اوس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی بنا پر تکفیر ہو سکے اور اوس نے اسے کافر کہا اور کافر جانا تو کافر نہ ہوگا۔ (20) یہ اوس صورت میں ہے کہ وہ وجہ جس کی بنا پر اوس نے کافر کہا ظنی ہو یعنی تاویل ہو سکے تو وہ مسلمان ہی کہا جائیگا مگر جس نے اوسے کافر کہا وہ بھی کافر نہ ہوا۔ اور اگر اوس میں قطعی کفر پایا جاتا ہے جو کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا تو وہ مسلمان ہی نہیں اور بیشک وہ کافر ہے اور اس کو کافر کہنا مسلمان کو کافر کہنا نہیں بلکہ کافر کو کافر کہنا ہے بلکہ ایسے کو مسلمان جاننا یا اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

مسئلہ ۲۱: کسی شخص پر حاکم کے یہاں دعویٰ کیا کہ اس نے چوری کی یا اس نے کفر کیا اور ثبوت نہ دے سکا تو مستحق تعزیر نہیں یعنی جبکہ اس کا مقصود گالی دینا یا توہین کرنا نہ ہو۔ (21)

مسئلہ ۲۲: رافضی، بد مذہب، منافق، زندیق (22)، یہودی، نصرانی، نصرانی بچہ، کافر بچہ کہنے پر بھی تعزیر ہے۔ (23) یعنی جبکہ سنی کو رافضی یا بدمذہب یا بدعتی کہا اور رافضی کو کہا تو کچھ نہیں کہ اوس کو تو رافضی کہیں گے ہی۔ یوہیں سُنّی کو وہابی یا خارجی کہنا بھی موجب تعزیر ہے۔

مسئلہ ۲۳: حرامی کا لفظ بھی بہت سخت گالی ہے اور حرام زادہ کے معنی میں ہے اس کا بھی حکم تعزیر ہونا چاہیے، کسی کو بے ایمان کہا تو تعزیر ہوگی اگرچہ عرف عام (عام بول چال) میں یہ لفظ کافر کے معنے میں نہیں بلکہ خائن کے معنی میں ہے اور لفظ خائن میں تعزیر ہے۔

مسئلہ ۲۴: سوئر، کتا، گدھا، بکرا، بیل، بندر، اُلّو کہنے پر بھی تعزیر ہے جبکہ ایسے الفاظ علما و سادات یا اچھے لوگوں کی شان میں استعمال کیے۔ (24) یہ چند الفاظ جن کے کہنے پر تعزیر ہوتی ہے بیان کر دیے باقی ہندوستان میں خصوصاً عوام

(19) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۰۸، وغیرہ۔

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد، ج۶، ص۱۱۱۔

(21) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد، ج۶، ص۱۱۳۔

(22) وہ شخص جس کا کوئی دین نہ ہو۔ (ردالمحتار، ج۶، ص۱۱۲)

(23) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۱۲۔

والبحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۶۹۔

(24) الھدایۃ، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر، ج۱، ص۳۶۰، وغیرہ۔

میں آج کل بکثرت نہایت کریہ فحش (بہت برے اور بے ہودہ) الفاظ گالی میں بولے جاتے یا بعض بے باک مذاق اور دل لگی میں کہا کرتے ہیں ایسے الفاظ بالقصد (ارادۃً) نہیں لکھے اور اون کا حکم ظاہر ہے کہ عزت دار کو جس کی اون الفاظ سے ہتک حرمت (رسوائی) ہوتی ہے تو تعزیر ہے یا اون الفاظ سے ہر شخص کی بے آبروئی (بے عزتی) ہے جب بھی تعزیر ہے۔

مسئلہ ۲۵: جس کو گالی دی یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس میں تعزیر ہے اور اوس نے معاف کر دیا تو تعزیر ساقط ہو جائے گی۔ اور اوس کی شان میں چند الفاظ کہے تو ہر ایک پر تعزیر ہے یہ نہ ہوگا کہ ایک کی تعزیر سب کے قائم مقام ہو۔ یوہیں اگر چند شخصوں کی نسبت کہا مثلاً تم سب فاسق ہو تو ہر ایک شخص کی طرف سے الگ الگ تعزیر ہوگی۔ (25)

مسئلہ ۲۶: جس کو گالی دی اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکا تو گالی دینے والے سے حلف لیں گے اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو تعزیر ہوگی۔ (26)

مسئلہ ۲۷: جہاں تعزیر میں کسی بندہ کا حق متعلق نہ ہو مثلاً ایک شخص فاسقوں کے مجمع میں بیٹھتا ہے یا اوس نے کسی عورت کا بوسہ لیا اور کسی دیکھنے والے نے قاضی کے پاس اس کی اطلاع کی تو یہ شخص اگرچہ بظاہر مدعی کی صورت میں ہے مگر گواہ بن سکتا ہے لہٰذا اگر اس کے ساتھ ایک اور شخص شہادت دے تو تعزیر کا حکم ہوگا۔ (27)

مسئلہ ۲۸: شوہر اپنی عورت کو ان امور پر مار سکتا ہے۔ (۱) عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اوس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے اور اگر شوہر مردانہ لباس پہننے کو یا گودنا گودانے (28) کو کہتا ہے اور نہیں کرتی تو مارنے کا حق نہیں۔ یوہیں اگر عورت بیمار ہے یا احرام باندھے ہوئے ہے یا جس قسم کی زینت کو کہتا ہے وہ اوس کے پاس نہیں ہے تو نہیں مار سکتا۔ (۲) غسل جنابت نہیں کرتی۔ (۳) بغیر اجازت گھر سے چلی گئی جس موقع پر اوسے اجازت لینے کی ضرورت تھی۔ (۴) اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جبکہ حیض ونفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔ (۵) چھوٹے ناسمجھ بچہ کے مارنے پر۔ (۶) شوہر کو گالی دی، گدھا وغیرہ کہا۔ (۷) یا اوس کے کپڑے پھاڑ دیے۔ (۸) غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔ (۹) اجنبی مرد سے کلام کیا۔ (۱۰) شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سنے یا شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز ہو کہ

---

(25) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فیما لوشتم...الخ، ج۶، ص۱۱۸.

(26) الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۱۹.

(27) المرجع السابق، ص۱۲۰.

(28) کسی کے جسم [illegible] سوئی سے نقش ونگار وغیرہ کرکے اس میں سرمہ یا نیل بھرنا۔

عادۃً بغیر اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔(29)

مسئلہ ۲۹: عورت اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک شوہر کو مارنے کا اختیار ہے اور ماں باپ اگر

(29) البحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۸۲۔

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں نافرمانی پر بیوی کو خاوند مار سکتا ہے مگر اصلاح کی مار مارے نہ کہ ایذاء کی مار، جیسے شاگرد کو استاد یا اولاد کو ماں باپ مارتے ہیں اصلاح کے لئے۔ بلاقصور بیوی کو مارنا سخت ممنوع ہے جس کی پکڑ رب کے ہاں ضرور ہوگی۔ (تفسیر نعیمی پ۵، نساء تحت الایۃ ۳۴، ۶۱/۵)

تفسیر روح المعانی" میں ہے کہ چار قصور پر خاوند بیوی کو مار سکتا ہے (1) خاوند عورت کی زینت چاہے وہ نہ کرے۔ (2) خاوند اسے اپنے پاس بلائے وہ بلا وجہ نہ آئے۔ (3) عورت نماز وغیرہ بلا عذر ترک کرے (یعنی شریعت کی نافرمانی کرے) (4) خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر پھرے۔ (روح المعانی، پ۵، النساء تحت الایۃ ۳۴، ۳۵/۵)

مار کیسی ہونی چاہیے؟

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے مارنے سے مراد ایسی مار ہے جو شدید نہ ہو یعنی جس سے نشان نہ پڑے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عطاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں میں نے حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا کہ غیر شدید مار کیسی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا مسواک سے۔ (درمنثور، پ۵، النساء، تحت الایۃ ۳۴، ۵۲۲/۲)

تفسیر قرطبی میں ہے مار سے مراد ایسی مار ہے جس سے نشان نہ پڑے نہ ہڈی ٹوٹے نہ زخم آئے کیونکہ مارنے کا مقصد اس (عورت) کی اصلاح کرنا ہے نہ کہ کچھ اور۔ (قرطبی، پ۵، النسائ، تحت الایۃ ۳۴، ۱۲۱/۳)

ٹیڑھی پسلی کی پیداوار

مرد کو چاہئے کہ اپنی زوجہ کے ساتھ حُسنِ سُلوک کرے اور اُس کو حکمتِ عملی کے ساتھ چلائے چنانچہ پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے بیشک عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے تمھارے لئے کسی طرح سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تم اس سے نَفْع چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی نَفْع حاصل کر سکتے ہو اور اگر اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے"۔

(مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص۷۷۵، حدیث ۱۴۶۸)

زوجہ کے ساتھ نرمی کی فضیلت

معلوم ہوا کچھ نہ کچھ خلافِ مزاج حرکتیں اس سے سرزد ہوتی ہی رہیں گی۔ مَرد کو چاہئے کہ صَبْر کرتا رہے۔

نبیوں کے سرور، حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ روح پَرْوَر ہے کامل ایمان والوں میں سے وہ بھی ہے جو عُمدہ اَخلاق والا اور اپنی زوجہ کے ساتھ سب سے زیادہ نرم طبیعت ہو۔ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان۔۔۔ الخ ۲۷۸/۴ حدیث ۲۶۲۱) ←

نماز نہ پڑھیں یا اور کوئی معصیت (گناہ) کریں تو اولاد کو چاہیے کہ اونھیں سمجھائے اگر مان لیں فبہا ورنہ سکوت کرے (خاموش رہے) اور اون کے لیے دُعا و استغفار کرے اور کسی کی ماں اگر کہیں شادی وغیرہ میں جانا چاہتی ہے تو اولاد کو منع کرنے کا حق نہیں۔(30)

مسئلہ ۳۰: چھوٹے بچہ کو بھی تعزیر کر سکتے ہیں اور اوس کو سزا اس کا باپ یا دادا یا ان کا وصی یا معلم دے گا اور ماں کو بھی سزا دینے کا اختیار ہے۔ قرآن پڑھنے اور ادب حاصل کرنے اور علم سیکھنے کے لیے بچہ کو اوس کے باپ، ماں مجبور کر سکتے ہیں۔ یتیم بچہ جو اس کی پرورش میں ہے اسے بھی اون باتوں پر مار سکتا ہے جن پر اپنے لڑکے کو مارتا۔(31)

مسئلہ ۳۱: عورت کو اتنا نہیں مار سکتا کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے یا نیلا داغ پڑ جائے اور اگر اتنا مارا اور عورت نے دعویٰ کر دیا اور گواہوں سے ثابت کر دیا تو شوہر پر اس مارنے کی تعزیر ہے۔(32)

مسئلہ ۳۲: عورت نے اس غرض سے کفر کیا کہ شوہر سے جدائی ہو جائے تو اوسے سزا دی جائے اور اسلام لانے اور اوسی شوہر سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔(33)

❁❁❁❁❁

(30) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتہم، ج۶، ص۱۲۵

(31) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتہم، ج۶، ص۱۲۵۔

(32) الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۲۶۔

(33) المرجع السابق، ص۱۲۸۔

چوری کی حد کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾)(1)

چورانے والا مرد اور چورانے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ سزا ہے اون کے فعل کی اللہ (عزوجل) کی طرف سے سرزنش ہے اور اللہ (عزوجل) غالب حکمت والا ہے اور اگر ظلم کے بعد توبہ کرے اور اپنی حالت درست کر لے تو بیشک اللہ (عزوجل) اوس کی توبہ قبول کریگا، بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۶، المائدہ ۳۸، ۳۹۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی داہنا اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اَیْمَانَهُمَا آیا ہے۔

مسئلہ: پہلی مرتبہ کی چوری میں داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر دوبارہ اگر کرے تو بایاں پاؤں، اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔

مسئلہ: چور کا ہاتھ کاٹنا تو واجب ہے اور مالِ مسروق موجود ہو تو اس کا واپس کرنا بھی واجب اور اگر وہ ضائع ہو گیا ہو تو ضمان واجب نہیں۔ (تفسیر احمدی)

احادیث

حدیث ۱: امام بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چور پر اللہ (عزوجل) کی لعنت کہ بیضہ (خود) (1) چوراتا ہے، جس پر اوس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چوراتا ہے، اس پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (2)

---

(1) لوہے کی بنی ہوئی ایک خاص ٹوپی جو جنگ کے دوران پہنتے ہیں۔

(2) صحیح البخاري، کتاب الحدود، باب لعن السارق... إلخ، الحدیث ۶۷۸۳، ج ۴، ص ۳۳۰.

چوری کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾ (پ۶، المائدۃ ۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حضرت سیدنا ابنِ شہاب علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کا مال چوری کرنے میں ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ اور وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چور سے انتقام لینے میں غالب ہے اور حَكِیْمٌ سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کو واجب قرار دینے میں اس کی حکمت ہے۔

صحیح حدیثِ پاک میں گزر چکا ہے کہ سیدِ عالم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ...... الخ، الحدیث ۲۰۲، ص ۴۹)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا مگر اس کے بعد بھی توبہ اُس کے سامنے موجود ہوتی ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث ۴۶۸۹، ص ۱۵۶۷، دون قولہ لکن)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے پس جب اس نے ایسا کیا تو اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اُتار دیا پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقۃ، الحدیث ۴۸۷۶، ص ۲۴۰۳)

ایک روایت میں یوں بھی ہے چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایمان اس سے مُکرَّم ہے (کہ وہ ان گناہوں کے وقت ایمان اُس کے دل میں رہنے دے)۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترھیب من الزنا سیما ..... الخ، الحدیث ۳۶۴۴، ج ۳، ص ۲۱۳) ←

حدیث ۲: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا اوس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حکم فرمایا: وہ کٹا ہوا ہاتھ اوس کی گردن میں لٹکا دیا جائے۔ (3)

حدیث ۳: ابن ماجہ صفوان بن امیہ سے اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ صفوان بن امیہ مدینہ میں آئے اور اپنی چادر کا تکیہ لگا کر مسجد میں سو گئے چور آیا اور اون کی چادر لے بھاگا، اونھوں نے اوسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ صفوان نے عرض کی، میرا یہ مطلب نہ تھا، یہ چادر اوس پر صدقہ ہے۔ ارشاد فرمایا: میرے پاس حاضر کرنے سے پہلے تم نے ایسا کیوں نہ کیا۔ (4)

حدیث ۴: امام مالک نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ ایک شخص اپنے غلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر لایا اور کہا اس کا ہاتھ کاٹیے کہ اس نے میری بی بی کا آئینہ چورایا ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا کہ یہ تمھارا خادم ہے، جس نے تمھارا مال لیا ہے۔ (5)

حدیث ۵: ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خائن اور لوٹنے والے اور اُچک لے جانے والے کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ (6)

حدیث ۶: امام مالک و ترمذی و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ و دارمی رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ

ایک روایت میں یہ ہے زانی زنا کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، البتہ! توبہ اُس کے سامنے موجود ہوتی ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء لا یزنی الزانی وھو مؤمن، الحدیث ۲۶۲۵، ص۱۹۱۶)

رحمتِ عالم نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چور پر لعنت فرمائی کہ وہ انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا (ایک) ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے پھر رسی چوری کرتا ہے تو (دوسرا) ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا اَعمش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں علمائے حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لوہے کا انڈا ہے اور رسی ایسی ہے جس کی قیمت تین درہم کے برابر ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق اذا لم یسم، الحدیث ۶۷۸۳، ص۵۶۶، دون قولہ ثمنہ ثلاثۃ)

(3) جامع الترمذي، کتاب الحدود باب ماجاء في تعلیق ید السارق، الحدیث ۱۴۵۲، ج۳، ص۱۳۱.

(4) سنن الدارمي، کتاب الحدود، باب السارق یوھب...إلخ، الحدیث ۲۲۹۹، ج۲، ص۲۲۶.

وسنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، من سرق من الحرز، الحدیث ۲۵۹۵، ج۳، ص۲۴۶.

(5) الموطأ، للامام مالک، کتاب الحدود، باب مالاقطع فیہ، الحدیث ۱۶۱۱، ج۲، ص۳۴۹.

(6) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ماجاء في الخائن...إلخ، الحدیث ۱۴۵۳، ج۳، ص۱۳۲.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پھل اور گابھے (7) کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں۔ یعنی جبکہ پیڑ (درخت) میں لگے ہوں اور کوئی چرائے۔ (8)

حدیث ۷: امام مالک نے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: درختوں پر جو پھل لگے ہوں، اون میں قطع نہیں اور نہ اون بکریوں کے چرانے میں جو پہاڑ پر ہوں، ہاں جب مکان میں آجائیں اور پھل خرمن (9) میں جمع کرلیے جائیں اور سپر (ڈھال) کی قیمت کو پہنچیں تو قطع ہے۔ (10)

حدیث ۸: عبداللہ بن عمر، و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سپر کی قیمت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ سپر کی قیمت میں روایات بہت مختلف ہیں، بعض میں تین درہم، بعض میں ربع دینار، بعض میں دس درہم۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاطاً دس درہم والی روایت پر عمل فرمایا۔ (11)

---

(7) کھجور کا خوشہ جو پہلے پہل نکلتا ہے، نیز کھجور کے درخت سے نکلنے والا سفید گوند جو چربی کی طرح کا ہوتا ہے۔

(8) جامع الترمذي، کتاب الحدود، باب ماجاء لاقطع في ثمر ولا کثر، الحدیث ۱۴۵۴، ج ۳، ص ۱۳۲.

(9) وہ جگہ جہاں پھل یا غلہ وغیرہ جمع کرکے صاف کیے جاتے ہیں۔

(10) الموطا، لامام مالک، کتاب الحدود، باب مایجب فیہ القطع، الحدیث ۱۵۹۹، ج ۲، ص ۳۴۱.

(11) فتح القدیر، کتاب السرقۃ، ج ۵، ص ۱۲۲۔ ۱۲۴.

حکیم الامت کے مدنی پھول

شوافع کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا لہذا چوتھائی دینار تین درہم ہوا لہذا جن احادیث میں تین درہم کا ذکر ہے وہ اس حدیث کی شرح ہیں۔ خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین درہم کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک پورے دینار کی قیمت کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا امام اعظم قدس سرہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعًا اور موقوفًا دونوں طرح مروی ہے کہ لایقطع الا فی دینار یعنی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر ایک دینار میں، امام اعظم کے ہاں دینار دس درہم کا ہے لہذا دس درہم کی قیمت کے مال کی چوری پر چور کا ہاتھ کٹے گا، خواجہ حسن بصری اور داؤد اور فرقہ خارجیہ اور امام شافعی کی نواسی کا قول ہے کہ مطلقًا چوری پر ہاتھ کٹے گا خواہ ایک پیسہ کی چوری کرے، وہ کہتے ہیں کہ آیت "السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا" مطلق ہے، باقی آئمہ فرماتے ہیں کہ چوری کے لیے نصاب مقرر ہے اور آیت کریمہ "السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ" مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے کیونکہ چور اور چوری اور ہاتھ کی تفصیل نہیں کہ کس چور کا کس چوری پر کون سا ہاتھ کٹے گا داہنا کہ بایاں اور کہاں سے کٹے گا کلائی سے یا کہنی سے یا کندھے سے، احادیث نے ان اجمالات کی تفصیل فرمائی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۴۹۷)

احکام فقہیّہ

چوری یہ ہے کہ دوسرے کا مال چھپا کر ناحق لے لیا جائے اور اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے مگر ہاتھ کاٹنے کے لیے چند شرطیں ہیں۔

(۱) چرانے والا مکلف ہو یعنی بچہ یا مجنون نہ ہو اب خواہ وہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر اور اگر چوری کرتے وقت مجنون نہ تھا پھر مجنون ہو گیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۲) گونگا نہ ہو (۳) انکھیارا (بینا) ہو اور اگر گونگا ہے تو ہاتھ کاٹا نہیں کہ ہو سکتا ہے اپنا مال سمجھ کر لیا ہو۔ یوہیں اندھے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کہ شاید اس نے اپنا مال جان کر لیا۔

(۴) دس درم چرائے یا اس قیمت کا سونا یا اور کوئی چیز چرائے اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور

(۵) دس درم کی قیمت چرانے کے وقت بھی ہو اور ہاتھ کاٹنے کے وقت بھی۔

(۶) اور اتنی قیمت اوس جگہ ہو جہاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لہٰذا اگر چرانے کے وقت وہ چیز دس درم قیمت کی تھی مگر ہاتھ کاٹنے کے وقت اس سے کم کی ہو گئی یا جہاں چرایا ہے وہاں تو اب بھی دس درم قیمت کی ہے مگر جہاں ہاتھ کاٹا جائے گا وہاں کم کی ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ ہاں اگر کسی عیب کی وجہ سے قیمت کم ہو گئی یا اوس میں سے کچھ ضائع ہو گئی کہ دس ۱۰ درم کی نہ رہی تو دونوں صورتوں میں ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

(۷) اور چرانے میں خود اس شے کا چرانا مقصود ہو لہٰذا اگر اچکن وغیرہ کوئی کپڑا چرایا اور کپڑے کی قیمت دس درم سے کم ہے مگر اوس میں دینار نکلا تو جس کو بالقصد چرایا وہ دس درم کا نہیں لہٰذا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں اگر وہ کپڑا ان درموں کے لیے ظرف ہو تو قطع ہے کہ مقصود کپڑا چرانا نہیں بلکہ اوس شے کا چرانا ہے یا کپڑا چرایا اور جانتا تھا کہ اس میں روپے بھی ہیں تو دونوں کو قصداً چرانا قرار دیا جائیگا اگرچہ کہتا ہو کہ میرا مقصود صرف کپڑا چرانا تھا۔ یوہیں اگر روپے کی تھیلی چرائی تو اگرچہ کہے مجھے معلوم نہ تھا کہ اس میں روپے ہیں اور نہ میں نے روپے کے قصد سے چرائی بلکہ میرا مقصود صرف تھیلی کا چرانا تھا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اوس کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔

(۸) اوس مال کو اس طرح لے گیا ہو کہ اُس کا نکالنا ظاہر ہو لہٰذا اگر مکان کے اندر جہاں سے لیا وہاں اشرفی نگل لی تو قطع نہیں بلکہ تاوان لازم ہے۔

(۹) خفیۃً (چھپا کر) لیا ہو یعنی اگر دن میں چوری کی تو مکان میں جانا اور وہاں سے مال لینا دونوں چھپ کر ہوں اور اگر

گیا چھپ کر مگر مال کا لینا علانیہ ہو جیسا ڈاکو کرتے ہیں تو اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں۔ مغرب وعشا کے درمیان کا وقت دن کے حکم میں ہے۔ اور اگر رات میں چوری کی اور جانا خفیۃً ہو اگرچہ مال لینا علانیۃً یا لڑ جھگڑ کر ہو ہاتھ کاٹا جائے۔

(۱۰) جس کے یہاں سے چوری کی اوس کا قبضہ صحیح ہو خواہ وہ مال کا مالک ہو یا امین (بطور امانت ہو) اور اگر چور کے یہاں سے چورالیا تو قطع نہیں یعنی جبکہ پہلے چور کا ہاتھ کاٹا جا چکا ہو، ورنہ اس کا کاٹا جائے۔

(۱۱) ایسی چیز نہ چرائی ہو جو جلد خراب ہو جاتی ہے جیسی گوشت اور ترکاریاں۔

(۱۲) وہ چوری دارالحرب میں نہ ہو۔

(۱۳) مال محفوظ ہو اور حفاظت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ مال ایسی جگہ ہو جو حفاظت کے لیے بنائی گئی ہو جیسے مکان، دوکان، خیمہ، خزانہ، صندوق۔ دوسری یہ کہ وہ جگہ ایسی نہیں مگر وہاں کوئی نگہبان مقرر ہو جیسے مسجد، راستہ، میدان۔

(۱۴) بقدر دس درم کے ایک بار مکان سے باہر لے گیا ہو اور اگر چند بار لے گیا کہ سب کا مجموعہ دس درم یا زیادہ ہے، مگر ہر بار دس ۱۰ سے کم کم لے گیا تو قطع نہیں کہ یہ ایک سرقہ (چوری) نہیں بلکہ متعدد (زیادہ) ہیں، اب اگر دس درم ایک بار لے گیا اور وہ سب ایک ہی شخص کے ہوں یا کئی شخصوں کے مثلاً ایک مکان میں چند شخص رہتے ہیں اور کچھ کچھ ہر ایک کا چرایا جن کا مجموعہ دس درم یا زیادہ ہے اگرچہ ہر ایک کا اس سے کم ہے دونوں صورتوں میں قطع ہے (یعنی ہاتھ کاٹا جائے گا)۔

(۱۵) شبہہ یا تاویل کی گنجائش نہ ہو، لہٰذا اگر باپ کا مال چرایا یا قرآن مجید کی چوری کی تو قطع نہیں کہ پہلے میں شبہہ ہے اور دوسرے میں یہ تاویل ہے کہ پڑھنے کے لیے لیا ہے۔(1)

(1) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص ۱۳۲۔۱۳۸۔
والبحرالرائق، کتاب السرقۃ، ج۶، ص ۸۴۔۸۶۔
والفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الاول فی بیان السرقۃ... إلخ، ج۲، ص ۱۷۰، وغیرہا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

سرقہ سین کے فتح اور ر کے کسرہ سے مصدر ہے بمعنی چوری اور دونوں کے فتح سے سارق بمعنی چور کی جمع ہے یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان یا چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان۔ خیال رہے کہ سرقہ یعنی چوری کے معنی ہیں کسی کی چیز خفیہ طور پر لے لینا، شریعت میں بھی سرقہ کے یہ ہی معنی ہیں ہاں قطع کے لیے اس میں کچھ قیدیں ہیں جیسے چور عاقل بالغ ہو، مال دس درہم قیمت کا ہو، مال جلد خراب ہو جانے والا نہ ہو جیسے تر پھل پھول کسی کی حفاظت سے چرائے، مال خود محفوظ ہو لہٰذا چور کے قبضہ سے مال چرانے والا، ←

مسئلہ ۱: چند شخصوں نے ملکر چوری کی اگر ہر ایک کو بقدر دس درم کے حصہ ملا تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں خواہ سب نے مال لیا ہو یا بعضوں نے لیا اور بعض نگہبانی کرتے رہے۔(2)

مسئلہ ۲: چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ چور خود اقرار کرے اور اس میں چند بار کی حاجت نہیں صرف ایک بار کافی ہے دوسرا یہ کہ دو مرد گواہی دیں اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو قطع نہیں مگر مال کا تاوان دلایا جائے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے تو یہ گواہی قابل اعتبار نہیں گواہ کا آزاد ہونا شرط نہیں۔(3)

مسئلہ ۳: قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چورائی، جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کے تمام شرائط پائے جاہیں تو قطع کا حکم ہے۔(4)

مسئلہ ۴: پہلے اقرار کیا پھر اقرار سے پھر گیا یا چند شخصوں نے چوری کا اقرار کیا تھا ان میں سے ایک اپنے اقرار سے پھر گیا یا گواہوں نے اسکی شہادت دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے اور چور انکار کرتا ہے کہتا ہے میں نے اقرار نہیں کیا ہے یا کچھ جواب نہیں دیتا تو ان سب صورتوں میں قطع نہیں مگر اقرار سے رجوع کی تو تاوان لازم ہے۔(5)

مسئلہ ۵: اقرار کر کے بھاگ گیا تو قطع نہیں کہ بھاگنا بمنزلہ رجوع کے ہے ہاں تاوان لازم ہے۔ اور گواہوں سے ثابت ہو تو قطع ہے اگرچہ بھاگ جائے اگرچہ حکم سنانے سے پہلے بھاگا ہو البتہ اگر بہت دنوں میں گرفتار ہوا تو تمادی عارض ہوگئی مگر تاوان لازم ہے۔(6)

مسئلہ ۶: مدعی گواہ نہ پیش کر سکا چور پر حلف (قسم اٹھانا) رکھا اوس نے حلف لینے سے انکار کیا تو تاوان دلایا جائے مگر قطع نہیں۔(7)

زوجین میں سے ایک دوسرے کا مال چرانے والا، جن قرابتداروں کے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہو ان کے گھر سے مال چرانے والا ان کے ہاتھ نہ کٹیں گے۔ (مرقات وغیرہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۴۹۷)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الاول فی بیان السرقۃ... إلخ، ج۲، ص۱۷۰.
والبحر الرائق، کتاب السرقۃ، ج۵، ص۸۹.

(3) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۳۸.

(4) المرجع السابق، ص۱۳۸.

(5) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۳۹.

(6) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۴۰.

(7) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۴۰.

مسئلہ ۷: چور کو مار پیٹ کر اقرار کرانا جائز ہے کہ یہ صورت نہ ہو تو گواہوں سے چوری کا ثبوت بہت مشکل ہے۔(8)

مسئلہ ۸: ہاتھ کاٹنے کا قاضی نے حکم دیدیا اب وہ مدعی کہتا ہے کہ یہ مال اوسی کا ہے یا میں نے اوس کے پاس امانۃً رکھا تھا یا کہتا ہے کہ گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا اوس نے غلط اقرار کیا تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔(9)

مسئلہ ۹: گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا ایک کہتا ہے کہ فلاں قسم کا کپڑا تھا دوسرا کہتا ہے فلاں قسم کا تھا تو قطع نہیں۔(10) اقرار و شہادت کے جزئیات کثیر ہیں چونکہ یہاں حدود جاری نہیں ہیں لہٰذا بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۱۰: ہاتھ کاٹنے کے وقت مدعی اور گواہوں کا حاضر ہونا ضرور نہیں بلکہ اگر غائب ہوں یا مر گئے ہوں جب بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔(11)

❀❀❀❀❀

---

(8) المرجع السابق، ص۱۴۱.

(9) المرجع السابق، ص۱۴۳.

(10) البحر الرائق، کتاب السرقۃ، ج۵، ص۸۸.

(11) بہار شریعت کے تمام نسخوں میں یہاں عبارت ایسے ہی مذکور ہے، غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے کیونکہ درمختار میں ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے وقت مدعی کا حاضر ہونا شرط ہے گواہوں کا حاضر ہونا شرط نہیں۔۔۔۔علمیہ

الدر المختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع واثباتہ، ج۶، ص۱۶۹

کن چیزوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور کس میں نہیں

مسئلہ ۱: ساکھو(1)، آبنوس(2)، اگر کی لکڑی(3)، صندل، نیزہ، مشک، زعفران، عنبر اور ہر قسم کے تیل، زمرد، یاقوت، زبرجد، فیروزہ، موتی اور ہر قسم کے جواہر۔ لکڑی کی ہر قسم کی قیمتی چیزیں جیسے کرسی، میز، تخت، دروازہ جو ابھی نصب نہ کیا گیا ہو، لکڑی کے برتن۔ یوہیں تانبے، پیتل، لوہے، چمڑے وغیرہ کے برتن، چھری، چاقو، قینچی اور ہر قسم کے غلے گیہوں، جو، چاول اور ستو، آٹا، شکر، گھی، سرکہ، شہد، کھجور، چھوہارے، منقے، روئی، اون، کتان، پہننے کے کپڑے، بچھونا اور ہر قسم کے عمدہ اور نفیس مال میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

مسئلہ ۲: حقیر چیزیں جو عادۃً محفوظ نہ رکھی جاتی ہوں اور باعتبار اصل کے مباح ہوں اور ہنوز (ابھی تک) ان میں کوئی ایسی صنعت (دستکاری) بھی نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے قیمتی ہو جائیں ان میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا جیسے معمولی لکڑی، گھاس، نرکل (سرکنڈا)، مچھلی، پرند، گیرو (لال مٹی)، چونا، کوئلے، نمک، مٹی کے برتن، پکی اینٹیں۔ یوہیں شیشہ اگرچہ قیمتی ہو کہ جلد ٹوٹ جاتا ہے اور ٹوٹنے پر قیمتی نہیں رہتا۔ یوہیں وہ چیزیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت، تربوز، خربزہ، ککڑی، کھیرا، ساگ، ترکاریاں اور تیار کھانے جیسے روٹی بلکہ قحط کے زمانہ میں غلہ گیہوں، چاول، جو وغیرہ بھی اور تر میوے جیسے انگور، سیب، ناشپاتی، بہی(4)، انار اور خشک میوے میں ہاتھ کاٹا جائیگا جیسے اخروٹ، بادام وغیرہ جبکہ محفوظ ہوں۔ اگر درخت پر سے پھل توڑے یا کھیت کاٹ لے گیا تو قطع نہیں، اگرچہ درخت مکان کے اندر ہو یا کھیت کی حفاظت ہوتی ہو اور پھل توڑ کر یا کھیت کاٹ کر حفاظت میں رکھا اب چورائے گا تو قطع ہے۔

مسئلہ ۳: شراب چورائی تو قطع نہیں ہاں اگر شراب قیمتی برتن میں تھی کہ اوس برتن کی قیمت دس ۱۰ درم ہے اور صرف شراب نہیں بلکہ برتن چورانا بھی مقصود تھا، مثلاً بظاہر دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ برتن بیش قیمت (زیادہ قیمت والا) ہے تو قطع ہے۔(5)

---

(1) ایک درخت کا نام جس کی لکڑی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔

(2) جنوب مشرقی ایشیا کے ایک درخت کا نام جس کی لکڑی سخت، وزنی اور سیاہ ہوتی ہے۔

(3) ایک خوشبودار درخت کی لکڑی جسے جلانے سے خوشبو ہوتی ہے۔

(4) ایک پھل کا نام جو ناشپاتی کے مشابہ ہوتا ہے۔

(5) ردالمحتار، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، ج ۶، ص ۱۴۷، ۱۴۸۔

مسئلہ ۴: لہو ولعب کی چیزیں جیسے ڈھول، طبلہ (6)، سارنگی (7) وغیرہ ہر قسم کے باجے اگرچہ طبل جنگ (8) چورایا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ یوہیں سونے چاندی کی صلیب (عیسائیوں کا ایک مذہبی نشان) یا بت اور شطرنج نرد (شطرنج کا مہرہ) چورانے میں قطع نہیں اور روپے اشرفی پر تصویر ہو جیسے آج کل ہندوستان کے روپے اشرفیاں تو قطع ہے۔ (9)

مسئلہ ۵: گھاس اور نرکل کی بیش قیمت چٹائیاں کہ صنعت کی وجہ سے بیش قیمت ہوگئیں۔ جیسے آج کل بمبئی کلکتہ سے آیا کرتی ہیں ان میں قطع (ہاتھ کاٹنا) ہے۔ (10)

مسئلہ ۶: مکان کا بیرونی دروازہ اور مسجد کا دروازہ بلکہ مسجد کے دیگر اسباب جھاڑ فانوس (11)۔ ہانڈیاں۔ قمقمے۔ گھڑی، جانماز وغیرہ اور نمازیوں کے جوتے چورانے میں قطع نہیں مگر جو اس قسم کی چوری کرتا ہو اوسے پوری سزا دی جائے اور قید کریں یہاں تک کہ سچی توبہ کرلے بلکہ ہر ایسے چور کو جس میں کسی شبہہ کی بنا پر قطع نہ ہو تعزیر کی جائے۔ (12)

مسئلہ ۷: ہاتھی دانت یا اس کی بنی ہوئی چیز چورانے میں قطع نہیں اگرچہ صنعت کی وجہ سے بیش قیمت قرار پاتی ہو اور اونٹ کی ہڈی کی بیش قیمت چیز بنی ہو تو قطع ہے۔ (13)

مسئلہ ۸: شیر، چیتا وغیرہ درندہ کو ذبح کر کے ان کی کھال کو بچھونا یا جانماز بنالیا ہے تو قطع ہے ورنہ نہیں اور باز، شکرا، کتا، چیتا وغیرہ جانوروں کو چورایا تو قطع نہیں۔ (14)

مسئلہ ۹: مصحف شریف چورایا تو قطع نہیں اگرچہ سونے چاندی کا اوس پر کام ہو یوہیں کتب تفسیر و حدیث و فقہ و نحو

---

(6) ایک قسم کا خاص ڈھول جس میں بائیں کا منہ دائیں سے نسبتاً چوڑا ہوتا ہے، یہ انگلیوں کی ضرب اور ہتھیلی کی تھاپ سے بجایا جاتا ہے۔

(7) ایک ساز جس میں تار لگے ہوتے ہیں اور اسے گز (چھوٹی کمان) سے بجایا جاتا ہے۔

(8) اعلان جنگ کے لیے بجائے جانے والا نقارہ، بڑا ڈھول۔

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، ج۶، ص۱۴۸۔

(10) ردالمحتار، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، ج۶، ص۱۴۶۔

(11) ایک قسم کا فانوس جو گھروں میں روشنی اور خوبصورتی (Decoration) کیلئے لگاتے ہیں۔

(12) ردالمحتار، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، ج۶، ص۱۴۸۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی مایقطع فیہ ومالا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۱۷۶۔

(14) المرجع السابق۔

ولغت و اشعار میں بھی قطع نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۰: حساب کی بہیاں (رجسٹر) اگر بیکار ہو چکی ہیں اور وہ کاغذات دس درم کی قیمت کے ہیں تو قطع ہے، ورنہ نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۱: آزاد بچہ کو چرایا اگرچہ زیور پہنے ہوئے ہے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یوہیں اگر بڑے غلام کو جو اپنے کو بتاسکتا ہے چرایا تو قطع نہیں، اگرچہ سونے یا بیہوشی یا جنون کی حالت میں اسے چرایا ہو اور اگر ناسمجھ غلام کو چرایا تو قطع ہے۔(17)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص کے دوسرے پر دس درم آتے تھے قرض خواہ نے قرضدار کے یہاں سے روپے یا اشرفیاں چرالیں تو قطع نہیں اور اگر اسباب (گھریلو ساز و سامان) چرایا اور کہتا ہے کہ میں نے اپنے روپے کے معاوضہ میں لیا یا بطور رہن اپنے پاس رکھنے کے لیے لایا تو قطع نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۳: امانت میں خیانت کی یا مال لوٹ لیا یا اُوچک لیا تو قطع نہیں۔ یوہیں قبر سے کفن چرانے میں قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل مکان (تالا لگے ہوئے مکان) میں ہو بلکہ جس مکان میں قبر ہے اُس میں سے اگر علاوہ کفن کے کوئی اور کپڑا وغیرہ چرایا جب بھی قطع نہیں بلکہ جس گھر میں میت ہو وہاں سے کوئی چیز چرائی تو قطع نہیں، ہاں اگر اس فعل کا عادی ہو تو بطور سیاست (19) ہاتھ کاٹ دیں گے۔(20)

مسئلہ ۱۴: ذی رحم محرم کے یہاں سے چرایا تو قطع نہیں اگرچہ وہ مال کسی اور کا ہو اور ذی رحم محرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چرایا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولیٰ یا مولیٰ کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اوس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع نہیں۔ یوہیں تاجروں کی دوکانوں سے چرانے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ ایسے وقت چوری کی کہ اوس وقت لوگوں کو وہاں جانے کی

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع فیہ وما لا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۱۷۷

ردالمحتار، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، ج ۶، ص ۱۴۹۔

(16) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج ۶، ص ۱۵۰۔

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع فیہ وما لا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۱۷۷، وغیرہ۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع فیہ وما لا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۱۷۷۔

(19) یعنی حکمت عملی کے تحت تاکہ چوری سے باز آجائے۔

(20) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج ۶، ص ۱۵۰، ۱۵۱۔

اجازت ہے۔(21)

مسئلہ ۱۵: مکان جب محفوظ ہے تو اب اس کی ضرورت نہیں کہ وہاں کوئی محافظ مقرر ہو اور مکان محفوظ نہ ہو تو محافظ کے بغیر حفاظت نہیں مثلاً مسجد سے کسی کی کوئی چیز چورائی تو قطع نہیں مگر جبکہ اوس کا مالک وہاں موجود ہو اگرچہ سو رہا ہو یعنی مالک ایسی جگہ ہو کہ مال کو وہاں سے دیکھ سکے۔ یوہیں میدان یا راستہ میں اگر مال ہے اور محافظ وہاں پاس میں ہے تو قطع ہے ورنہ نہیں۔(22)

مسئلہ ۱۶: جو جگہ ایک شے کی حفاظت کے لیے ہے وہ دوسری چیز کی حفاظت کے لیے بھی قرار پائے گی مثلاً اصطبل سے اگر روپے چوری کئے تو قطع ہے اگرچہ اصطبل روپے کی حفاظت کی جگہ نہیں۔(23)

مسئلہ ۱۷: اگر چند بار کسی نے چوری کی تو بادشاہ اسلام اُسے سیاسۃً قتل کرسکتا ہے۔(24)

❁❁❁❁❁

(21) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۵۳ تا ۱۵۶۔

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع ومالا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۱۷۹۔

والدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۵۸۔

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع ومالا... إلخ، الفصل الاول، ج۲، ص۱۷۹۔

(24) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج۶، ص۱۶۵۔

ہاتھ کاٹنے کا بیان

مسئلہ ۱: چور کا دہنا ہاتھ گٹے (کلائی) سے کاٹ کر کھولتے تیل میں داغ دینگے (1) اور اگر موسم سخت گرمی یا سخت سردی کا ہو تو ابھی نہ کاٹیں بلکہ اُسے قید میں رکھیں۔ گرمی یا سردی کی شدت جانے پر کاٹیں۔ تیل کی قیمت اور کاٹنے والے اور داغنے والے کی اجرت اور تیل کھولانے کے مصارف (اخراجات) سب چور کے ذمہ ہیں اور اس کے بعد اگر پھر چوری کرے تو اب بایاں پاؤں گٹے سے کاٹ دیں گے اس کے بعد پھر اگر چوری کرے تو اب نہیں کاٹیں گے بلکہ بطور تعزیر ماریں گے اور قید میں رکھیں گے یہاں تک کہ توبہ کر لے یعنی اُس کے بُشرہ (چہرہ) سے یہ ظاہر ہونے لگے کہ سچے دل سے توبہ کی اور نیکی کے آثار نمایاں ہوں۔ (2)

مسئلہ ۲: اگر دہنا ہاتھ اُس کا شل (بے کار) ہو گیا ہے یا اس میں کا انگوٹھا یا اونگلیاں کٹی ہوں جب بھی کاٹ دیں گے اور اگر بایاں ہاتھ شل ہو یا اس کا انگوٹھا یا دو اونگلیاں کٹی ہوں تو اب دہنا نہیں کاٹیں گے۔ یوہیں اگر دہنا پاؤں بیکار ہو یا کٹا ہو تو بایاں پاؤں نہیں کاٹیں گے، بلکہ قید کریں گے۔ (3)

مسئلہ ۳: ہاتھ کاٹنے کی شرط یہ ہے کہ جس کا مال چوری گیا ہے وہ اپنے مال کا مطالبہ کرے، خواہ گواہوں سے چوری کا ثبوت ہو یا چور نے خود اقرار کیا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ جب گواہ گواہی دیں اُس وقت وہ حاضر ہو اور جس وقت

---

(1) ہاتھ کے کٹے ہوئے حصے کو کھولتے تیل سے جلا دیں گے۔

(2) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع...إلخ، ج۶ ص۱۶۷،۱۶۶، وغیرہ۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

امام اعظم فرماتے ہیں کہ تیسری چوری میں اسے قید کر دیا جائے حتی کہ یا مرجائے یا سچی توبہ کے آثار اس میں نمودار ہو جائیں، امام اعظم کی دلیل حضرت علی کا فرمان ہے کہ میں شرم کرتا ہوں کہ اس چور کے کھانے کے لیے ہاتھ اور چلنے کے لیے پاؤں بالکل نہ چھوڑوں۔ چنانچہ آپ نے تیسری چوری پر قید کیا اور آپ کا یہ عمل تمام صحابہ و تابعین کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس پر اجماع منعقد ہو گیا، اس حدیث ابو سلمہ کو امام طحاوی نے ضعیف فرمایا لہذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) نیز چور کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ایک قسم کا ہلاک کر دینا ہے اور چوری کی سزا ہلاکت نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۵۰۷)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الثانی فی ما یقطع وما لا...إلخ، الفصل الثالث، ج۲، ص۱۸۲۔

والدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع...إلخ، ج۶، ص۱۶۸، ۱۶۷۔

ہاتھ کاٹا جائے اُس وقت بھی موجود ہو لہٰذا اگر چور چوری کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص جو غائب ہے اُس کی چوری کی ہے یا کہتا ہے کہ یہ روپے میں نے چرائے ہیں مگر معلوم نہیں کس کے ہیں یا میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ کس کے ہیں تو قطع نہیں۔(یعنی ہاتھ کاٹا نہیں) اور پہلی صورت میں جبکہ غائب حاضر ہو کر مطالبہ کرے تو اس وقت قطع کریں گے۔(4)

مسئلہ ۴: جس شخص کا مال پر قبضہ ہے وہ مطالبہ کرسکتا ہے جیسے امین (امانت دار) و غاصب (غصب کرنے والا) و مرتہن (جس کے پاس مال گروی رکھا ہے) و متولی اور باپ اور وصی اور سود خوار جس نے سودی مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور سود دینے والا جس نے سود کے روپے ادا کر دیے اور یہ روپے چوری گئے تو اس کے مطالبہ پر قطع نہیں۔(5)

مسئلہ ۵: وہ چیز جس کے چرانے پر ہاتھ کاٹا گیا ہے اگر چور کے پاس موجود ہے تو مالک کو واپس دلائیں گے اور جاتی رہی تو تاوان نہیں اگرچہ اس نے خود ضائع کردی ہو۔ اور اگر بیچ ڈالی یا ہبہ کردی اور خریدار یا موہوب لہ نے(6) ضائع کردی تو یہ تاوان دیں اور خریدار چور سے ثمن (مقررہ قیمت) واپس لے۔ اور اگر ہاتھ کاٹا نہ گیا ہو تو چور سے ضمان لے گا۔(7)

مسئلہ ۶: کپڑا چرایا اور پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیے، اگر ان ٹکڑوں کی قیمت دس ۱۰ درم ہے تو قطع ہے اور اگر ٹکڑے کرنے کی وجہ سے قیمت گھٹ کر آدھی ہوگئی تو پوری قیمت کا ضمان لازم ہے اور قطع نہیں۔(8)

❁❁❁❁❁

(4) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع ... إلخ، ج۶، ص۱۶۹، ۱۷۰.

(5) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع ... إلخ، ج۶، ص۱۷۰.

(6) جس کو چیز ہبہ کردی ہے اس نے۔

(7) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع ... إلخ، ج۶، ص۱۷۵

(8) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب کیفیۃ القطع ... إلخ، ج۶، ص۱۷۶.

راہزنی کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (1)

جولوگ اللہ (عزوجل) ورسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کر ڈالے جائیں یا انھیں سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ پاؤں مقابل کے کاٹ دیے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ اُن کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے، مگر وہ کہ تمھارے قابو پانے سے قبل توبہ کرلیں تو جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۶، المائدۃ ۳۳، ۳۴۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۶ ھ میں عُرَیْنَہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ میں آ کر اسلام لائے اور بیمار ہو گئے، ان کے رنگ زرد ہو گئے، پیٹ بڑھ گئے، حضور نے حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب ملا کر پیا کریں، ایسا کرنے سے وہ تندرست ہو گئے مگر تندرست ہو کر مرتد ہو گئے اور پندرہ اونٹ لے کر وہ اپنے وطن کو چلتے ہو گئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طلب میں حضرت یسار کو بھیجا ان لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایذائیں دیتے دیتے شہید کر ڈالا پھر جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گرفتار کر کے حاضر کئے گئے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر احمدی)

احادیث

ابوداود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرد مسلمان اس امر کی شہادت دے کہ اللہ (عزوجل) ایک ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں، اس کا خون حلال نہیں مگر تین وجہ سے، محصن ہو کر زنا کرے تو وہ رجم کیا جائے گا اور جو شخص اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (یعنی مسلمانوں) سے لڑنے کو نکلا تو وہ قتل کیا جائے گا یا اوسے سولی دی جائے گی یا جلاوطن کردیا جائے گا اور جو شخص کسی کو قتل کریگا تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔(1) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(1) سنن أبي داود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد... إلخ، الحدیث ۴۳۵۳، ج ۴، ص ۱۶۹.

ڈاکو کو قتل کرنے کا حکم

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے لئے آئے (تو میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنا مال نہ دے۔ اس نے عرض کی: اگر وہ مجھ سے قتال کرے؟'' ارشاد فرمایا: تو تم بھی اس سے قتال کرو۔ اس نے عرض کی: اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ ارشاد فرمایا: تو تم شہید ہو گے۔ اس نے عرض کی: اگر میں اسے قتل کر دوں تو؟ ارشاد فرمایا: تو وہ جہنمی ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال......الخ، الحدیث: ۳۶۰، ص ۷۰۱)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک شخص نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرے مال کے معاملے میں مجھ پر ظلم کرے (تو میں کیا کروں)؟ ارشاد فرمایا: اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ دو۔ اس نے عرض کی: اگر وہ انکار کر دے تو؟ ارشاد فرمایا: پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ دو۔ اس نے عرض کی: اگر وہ نہ مانے تو؟ ارشاد فرمایا: پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ دو۔ اس نے عرض کی: اگر پھر بھی نہ مانے تو؟'' ارشاد فرمایا: اس سے لڑو، اگر تم قتل ہو گئے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

(سنن النسائی، کتاب المحاربۃ، باب ما یفعل تعرض لمالہ، الحدیث ۴۰۸۷، ص ۲۳۵۵)

حضور نبی پاک، صاحب لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: جو اپنے مال کو بچاتے ہوئے قتل ہو گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان بچاتے ہوئے قتل ہو گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فیمن قتل دون مالہ فہو شہید، الحدیث ۱۴۲۱، ص ۱۷۹۶)

کے زمانہ میں قبیلہ عُکل وعرینہ کے کچھ لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر سنگستان میں ڈلوادیا، وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ (2)

✿✿✿✿✿

پھر میں نے بعض متاخرین شافعی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کو آخری گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح کرتے ہوئے پایا یعنی وہ کہتے ہیں: اپنے مسلمان بھائی کو ڈراتے ہوئے لوہے یا کسی اسلحہ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اور یہ میرے ذکر کردہ قول کے مطابق ہے۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب أبوال الابل... إلخ، الحدیث ۲۳۳، ج۱، ص۱۰۰، والحدیث ۶۸۰۵، ج۴، ص۳۸.

احکام فقہیہ

مسئلہ ۱: راہزن جس کے لیے شریعت کی جانب سے سزا مقرر ہے، اُس میں چند شرطیں ہیں۔

(۱) ان میں اتنی طاقت ہو کہ راہ گیر اُن کا مقابلہ نہ کرسکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکا ڈالا یا لاٹھی لے کر یا پتھر وغیرہ سے۔(۲) بیرون شہر راہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکا ڈالا۔(۳) دارالاسلام میں ہو۔(۴) چوری کے سب شرائط پائے جائیں۔(۵) توبہ کرنے اور مال واپس کرنے سے پہلے بادشاہ اسلام نے اُن کو گرفتار کرلیا ہو۔(1)

مسئلہ ۲: ڈاکہ پڑا مگر جان و مال تلف (ضائع) نہ ہوا اور ڈاکو گرفتار ہوگیا تو تعزیزاً اسے زدوکوب (مار پیٹ) کرنے کے بعد قید کریں یہاں تک کہ توبہ کرلے اور اُس کی حالت قابل اطمینان ہوجائے اب چھوڑ دیں اور فقط زبانی توبہ کافی نہیں، جب تک حالت درست نہ ہو نہ چھوڑیں اور اگر حالت درست نہ ہو تو قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے اور اگر مال لے لیا ہو تو اُس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹیں۔ یوہیں اگر چند شخص ہوں اور مال اتنا ہے کہ ہر ایک کے حصہ میں دس درم یا اس قیمت کی چیز آئے تو سب کے ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں کاٹ دیے جائیں اور اگر ڈاکوؤں نے مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا ہو تو قتل کیے جائیں اور اگر مال بھی لیا اور قتل بھی کیا ہو تو بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ (۱) ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرڈالے یا (۲) سولی دیدے یا (۳) ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھادے یا (۴) صرف قتل کردے یا (۵) قتل کرکے سولی پر چڑھادے یا (۶) فقط سولی دیدے۔ یہ چھ طریقے ہیں جو چاہے کرے اور اگر صرف سولی دینا چاہے تو اسے زندہ سولی پر چڑھا کر پیٹ میں نیزہ بھونک دیں (یعنی نیزہ ماریں) پھر جب مرجائے تو مرنے کے بعد تین دن تک اُس کا لاشہ سولی پر رہنے دیں پھر چھوڑ دیں کہ اس کے ورثہ دفن کردیں اور یہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ڈاکو کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔(2)

مسئلہ ۳: ڈاکوؤں کے پاس اگر وہ مال موجود ہے تو بہر حال واپس دیا جائے اور نہیں ہے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے یا قتل کردیے گئے تو اب تاوان نہیں۔ یوہیں جو اونھوں نے راگیروں کو زخمی کیا یا مار ڈالا ہے اسکا بھی کچھ

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ج۲، ص۱۸۶۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ج۲، ص۱۸۶۔

والدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ج۶، ص۱۸۱، ۱۸۲۔

معاوضہ نہیں دلایا جائے گا۔(3)

مسئلہ ۴: ڈاکوؤں میں سے صرف ایک نے قتل کیا یا مال لیا یا ڈرایا یا سب کچھ کیا تو اس صورت میں جو سزا ہوگی وہ صرف اوسی ایک کی نہ ہوگی، بلکہ سب کو پوری سزا دی جائے۔(4)

مسئلہ ۵: ڈاکوؤں نے قتل نہ کیا مگر مال لیا اور زخمی کیا تو ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور زخم کا معاوضہ کچھ نہیں اور اگر فقط زخمی کیا مگر نہ مال لیا نہ قتل کیا یا قتل کیا اور مال لیا مگر گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور مال واپس دیدیا یا اون میں کوئی غیر مکلف یا گونگا ہو یا کسی راہگیر کا قریبی رشتہ دار ہو تو ان صورتوں میں حد نہیں۔ اور ولی مقتول اور قتل نہ کیا ہو تو خود وہ شخص جسے زخمی کیا یا جس کا مال لیا قصاص یا دیت یا تاوان لے سکتا ہے یا معاف کردے۔(5)

❀❀❀❀❀

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ج۶، ص۱۸۳۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ج۲، ص۱۸۷۔

(5) الدرالمختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ج۶، ص۱۸۳۔

کتاب السیر

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾﴾(1)

اون لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن سے لوگ لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ اون پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ (عزوجل) اون کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ جن کو ناحق اون کے گھروں سے نکالا گیا محض اس وجہ سے کہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ (عزوجل) ہے اور اگر اللہ (عزوجل) لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کیا کرتا تو خانقاہیں اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ (عزوجل) کے نام کی کثرت سے یاد ہوتی ہے اور ضرور اللہ (عزوجل) اوس کی مدد کریگا جو اوس کے دین کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ (عزوجل) قوی غالب ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ

---

(1) پ۱۷، الحج ۳۹،۴۰۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ کفارِ مکہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزمرہ ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ حضور کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے روزمرہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہِ اقدس میں پہنچتی تھیں اور اصحابِ کرام کفار کے مظالم کی حضور کے دربار میں فریادیں کرتے حضور یہ فرما دیا کرتے کہ صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے جب حضور نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ (2)

اور اللہ (عزوجل) کی راہ میں اون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ (عزوجل) زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ایسوں کو جہاں پاؤ مارو اور جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا تم بھی نکال دو اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور اون سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں۔ اگر وہ تم سے لڑیں تو اونھیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے اور اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے اور اون سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ (عزوجل) کے لیے ہوجائے اور اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

---

(2) پ ۲، البقرہ ۱۹۰، ۱۹۳۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۶ ھ میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اس سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ سے بقصد عمرہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا اور اس پر صلح ہوئی کہ آپ سال آئندہ تشریف لائیں تو آپ کے لئے تین روز مکہ مکرمہ خالی کردیا جائے گا چنانچہ اگلے سال ۷ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ قضاء کے لئے تشریف لائے اب حضور کے ساتھ ایک ہزار چار سو کی جماعت تھی مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کفار وفائے عہد نہ کریں گے اور حرم مکہ میں شہر حرام یعنی ماہ ذی القعدہ میں جنگ کریں گے اور مسلمان بحالت احرام ہیں اس حالت میں جنگ کرنا گراں ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت سے ابتدائے اسلام تک نہ حرم میں جنگ جائز تھی نہ ماہ حرام میں نہ حالت احرام میں تو انہیں تردد ہوا کہ اس وقت جنگ کی اجازت ملتی ہے یا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مزید یہ کہ)

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ جو کفار تم سے لڑیں یا جنگ کی ابتداء کریں تم ان سے دین کی حمایت اور اعزاز کے لئے لڑو یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ کیا گیا اور کفار سے قتال کرنا واجب ہوا خواہ وہ ابتداء کریں یا نہ کریں یا یہ معنی ہیں کہ جو تم سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ بات سارے ہی کفار میں ہے کیونکہ وہ سب دین کے مخالف اور مسلمانوں کے دشمن ہیں خواہ انہوں نے کسی وجہ سے جنگ نہ کی ہو لیکن موقع پانے پر چوکنے والے نہیں، یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ جو کافر میدان میں تمہارے مقابل آئیں اور تم سے لڑنے والے ہوں ان سے لڑو اس صورت میں ضعیف بوڑھے بچے مجنون اپاہج اندھے بیمار عورتیں وغیرہ جو جنگ کی قدرت نہیں رکھتے اس حکم میں داخل نہ ہوں گے ان کو قتل کرنا جائز نہیں۔

(مزید یہ کہ)

جو جنگ کے قابل نہیں ان سے نہ لڑو یا جن سے تم نے عہد کیا ہو یا بغیر دعوت کے جنگ نہ کرو کیونکہ طریقہ شرع یہ ہے کہ پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر انکار کریں تو جزیہ طلب کیا جائے اس سے بھی منکر ہوں تب جنگ کی جائے اس معنی پر آیت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں۔ (تفسیر احمدی)

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ (عزوجل) کی راہ میں صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا (دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے) سے بہتر ہے۔ (1)

(1) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة في سبيل الله... إلخ، الحديث ۲۷۹۲، ج۲، ص۲۵۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا رواح۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں: جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔

۲۔ کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی۔ خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو۔ نماز، روزہ، حج وعبادات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب وروح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان وخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے وقربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۶۸۸)

فرضِ عین جہاد نہ کرنا

(یعنی اپنے ملک کی سرحدوں کو مضبوط نہ کرنا جس کی وجہ سے اس پر کفار کے غلبہ کا خوف رہے)

جہاد چھوڑنے کی مذمت میں آیاتِ قرآنیہ

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (پ۲، البقرۃ:۱۹۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

آیت مبارکہ کی تفسیر

اَلتَّهْلُكَة، اَلْهَلَاك کے معنی میں مصدر ہے اور ان دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں۔ بعض کے نزدیک اَلتَّهْلُكَة سے مراد وہ بربادی ہے جس سے بچنا ممکن ہو اور اَلْهَلَاك کا معنی وہ تباہی ہے جس سے بچنا ممکن نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اَلتَّهْلُكَة سے مراد مہلک چیز ہے اور بعض نے کہا کہ جو انسان کی آخرت خراب کرے۔

(اللباب في علوم الكتاب لابن عادل الحنبلي، البقرة، تحت الآية ۱۹۵، ج۳، ص۳۵۴) ←

اَلْاِلْقَاءُ بِالْاَیْدِیْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (یعنی اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا) اس کی تفسیر میں مفسرین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اختلاف ہے۔ (چند اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:)

(۱)......اَلتَّھْلُکَۃ سے مراد مال خرچ کرنا ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور جمہور مفسرین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا یہی قول ہے اور حضرت سیِّدُنا امام محمد بن اسماعیل بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے بھی اسی کو اختیار کیا اور اس کے علاوہ کچھ اور ذکر نہ کیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ جہادی مہمات میں اپنے مال واسباب خرچ نہ کریں اور دشمن ان پر غالب آ کر انہیں ہلاک کر دے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم دین دار شخص ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرو اور اگر دنیا دار ہو تو اپنے آپ سے ہلاکت اور نقصان دور کرنے میں خرچ کرو۔

(۲)......اس سے مراد خرچ میں حد سے بڑھنا ہے کیونکہ کھانے، پینے اور پہننے کی شدید حاجت کے وقت تمام مال خرچ کر دینا ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔

(۳)......اس سے مراد بغیر نفقہ کے جہاد کے لئے سفر کرنا ہے۔ ایک قوم نے ایسا ہی کیا پس وہ راستے میں ہی ہلاک ہو گئے۔

(۴)......اس سے مراد نفقہ کے علاوہ چیز ہے۔ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جہاد سے رُک جائیں اور اپنے آپ کو ہلاکت یعنی جہنم کے عذاب کے لئے پیش کر دیں۔

(۵)......اس سے مراد یہ ہے کہ دشمن پر غلبہ کی امید کے بغیر جنگ میں بے خطر کود پڑے اور قتل ہو جائے کیونکہ اس طرح وہ خود کو ظلماً قتل کرنے والا شمار ہو گا۔ (اللباب فی علوم الکتاب لابن عادل الحنبلی، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۹۵، ج ۳، ص ۳۵۴، مفہوماً)

ترکِ جہاد کی تباہ کاری:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم بَیعِ عِیْنَہ کرو گے اور بیلوں کی دُمیں پکڑو گے اور کاشت کاری میں پڑ جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر ذِلّت مسلَّط فرما دے گا اور اسے تم سے نہ نکالے گا یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔ (سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی عن العینۃ، الحدیث: ۳۴۶۲، ص ۱۴۸۱، رغبتم بدلہ رضیتم)

صفتِ منافقت پر موت:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جو بغیر جنگ کئے مر گیا اور نہ ہی کبھی اس کی نیت کی تو نفاق کے حصے پر مرے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات ولم یغز......الخ، الحدیث: ۴۹۳۱، ص ۱۰۱۹)

حضور نبیِّ کریم، رَءُوف رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے کوئی جہاد نہ کیا اور کسی غازی کو بھی تیار نہ کیا یا غازی کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ خبر گیری نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے روزِ محشر سے پہلے ہلا دینے والی مصیبت سے دوچار کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب التغلیظ فی ترک الجہاد، الحدیث: ۲۷۶۲، ص ۲۶۴۳) ←

....

سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جہاد کی کسی نشانی کے بغیر جس کی موت واقع ہوئی وہ اللہ عزَّ وَجَلَّ سے نقصان کی حالت میں ملے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، الحدیث: ۱۶۶۶، ص ۱۸۲۲)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس قوم نے جہاد چھوڑ دیا اللہ عزَّ وَجَلَّ نے ان میں عذاب عام کر دیا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۸۳۹، ج ۳، ص ۵۱)

اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا ثواب

قرآن مجید میں کئی مقامات پر جہاد کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(1) وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ ﴿207﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ (پ2، البقرۃ: 207)

(2) كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿216﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (پ2، البقرۃ: 216)

(3) وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُـؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿74﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔ (پ5، النسآء: 74)

(4) لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ دَرَجَةً‌ ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى‌ ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿95﴾ دَرَجٰتٍ مِّنۡهُ وَمَغۡفِرَةً وَّرَحۡمَةً‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿96﴾

ترجمہ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ5، النسآء: 95، 96)

(5) اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ‌ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿20﴾ يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِيۡهَا نَعِيۡمٌ مُّقِيۡمٌ ﴿21﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿22﴾

←

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔(پ10، التوبہ:20،22)

(6) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿111﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔(پ11، التوبہ:111)

(7) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿15﴾

ترجمہ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔(پ26، الحجرات:15)

(8) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿4﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار)۔(28، الصف:4)

(9) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿10﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿11﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿12﴾ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿13﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنادو۔(پ28، الصف:10۔13) ←

....

اس بارے میں احادیثِ مبارکہ:

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، اللہ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا، پھر کون سا؟ فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا، پھر کون سا؟ فرمایا، حج مبرور۔

(بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم ۱۵۱۹، ج ۱، ص ۵۱۲)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، رقم ۸۴، ص ۵۷)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سے سب سے اچھا مرتبہ کس کا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا، اس شخص کا جو اپنے گھوڑے کو راہِ خدا عزوجل میں سر سے پکڑ کر لے جائے پھر مر جائے یا شہید کر دیا جائے۔ پھر فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کس کا مرتبہ ہے؟ ہم نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ فرمایا، اس شخص کا جو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر کسی گھاٹی میں نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور لوگوں کے شر سے بچتا رہے۔ پھر فرمایا، کیا میں تمہیں شریر ترین انسان کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا، جس سے اللہ عزوجل کا واسطہ دیکر مانگا جائے اور وہ عطا نہ کرے۔ (نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من یسال باللہ ولا یعطی بہ، ج ۵، ص ۸۳)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا، سب سے افضل آدمی کون ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا گیا، پھر کون افضل ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ عزوجل کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۸، ص ۱۰۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کامل ترین مومن کون ہے؟ فرمایا، وہ جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ای المومنین اکمل ایمانا، رقم ۲۴۴۳، ج ۲، ص ۳۸۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتِمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، ←

محبوبِ ربُّ العلمیٰن [illegible] ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور وہ جہاد ہے جس میں بد دیانتی اور خیانت نہ ہو اور حج مبرور ہے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۸، ج ۷، ص ۵۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل نے جنت میں راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار کئے ہیں جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان جتنا فاصلہ ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین الخ، رقم ۲۷۹۰، ج ۲، ص ۲۵۰)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اللہ عزوجل کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ تو حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے یہ کلمات دہرایئے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جملہ دہرا دیا، پھر فرمایا، اور دوسری چیز جس کی وجہ سے اللہ عزوجل بندے کے سو درجات بلند فرماتا ہے جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان جتنی مسافت ہے۔ حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی چیز ہے؟ فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ما اعدہ اللہ للمجاھد الخ، رقم ۱۸۸۴، ص ۱۰۴۵)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خوب! بہت خوب! بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مرتے دم تک اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

پھر فرمایا، اے معاذ! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہر چیز کی اصل اور اس کے ستون اور کوہان کی بلندی کے بارے میں بتاؤں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور بتایئے۔ فرمایا، بے شک ہر چیز کی اصل یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس دین کا ستون نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور اس کے کوہان اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، ←

وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بچالیں گے سوائے کسی حق کے، اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرض نماز کے بعد کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں، جس میں آخرت کے درجات کی طلب کرتے ہوئے کسی شخص کے چہرے کا رنگ بدل جائے یا قدم گرد آلود ہوجائیں اور راہ خدا عزوجل میں دیئے جانے والے جانور یا راہِ خدا عزوجل میں سواری کے لئے دیئے جانے والے جانور سے زیادہ وزنی عمل بندے کی میزان میں کوئی نہیں ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، رقم ۲۲۱۸۳، ج ۸، ص ۲۶۲)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، اسلام کے کوہان کی بلندی راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۷۸۸۵، ج ۸، ص ۲۲۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو اور ایسا جہاد جس میں بد دیانتی نہ ہو اور حج مبرور۔ عرض کیا گیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، تنگدست کا صدقہ۔ پھر عرض کیا گیا، کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا، اللہ عزوجل کی حرام کردہ اشیاء سے ہجرت کرنا۔ عرض کیا گیا، کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا، اس شخص کا جس نے اپنی جان و مال سے مشرکین کے خلاف جہاد کیا۔ پھر عرض کیا گیا، کون سا مقتول عظمت والا ہے؟ فرمایا، جس کا خون بہایا جائے اور ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔

(نسائی، کتاب الزکاۃ، باب جہد المقل، ج ۵، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا کرو کیونکہ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے ذریعے اللہ عزوجل رنج و غم سے نجات عطا فرماتا ہے۔

(مسند احمد، حدیث عبادہ بن صامت، رقم ۲۲۷۴۳، ج ۸، ص ۳۹۵)

حضرتِ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، میں کفیل ہوں (یعنی ضامن ہوں) اس کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے، میری اطاعت کرے اور ہجرت کرے تو میں اسے جنت کے کنارے اور وسط میں ایک مکان کی ضمانت دیتا ہوں اور اس کا کفیل ہوں جو مجھ پر ایمان لائے اور اطاعت کرے اور جہاد کرے، میں اسے جنت کے وسط اور جنت کے اعلیٰ مقام کے ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔ پھر فرمایا، جس نے ایسا کیا اس نے خیر کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور شر سے بچنے کا کوئی موقع نہ گنوایا، اب وہ جہاں مرنا چاہے مرجائے۔

(نسائی، کتاب الجہاد، باب مالمن اسلم وھاجر وجاھد، ج ۶، ص ۲۱)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ←

فرمایا، ایک حج ادا کرنا چالیس غزوات میں شریک ہونے سے بہتر ہے اور ایک غزوہ چالیس (نفلی) حج ادا کرنے سے بہتر ہے اور جس نے حجۃ الاسلام (یعنی فرض حج) ادا کرلیا تو غزوہ میں شریک ہونا اس کے لئے چالیس حج ادا کرنے سے بہتر ہے اور فرض حج ادا کرنا چالیس جنگوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب فضل الجہاد، رقم ۹۴۴۰، ج ۵، ص ۵۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سیِّدُ المبلغین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم سے حج کے لئے اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو ایک مرتبہ حج کر چکا ہے اس کے لئے ایک غزوہ میں شریک ہونا چالیس حج ادا کرنے سے بہتر ہے۔(مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی الدواب، ص ۱۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے حج ادا نہیں کیا اس کیلئے حج ادا کرنا دس غزوات میں شریک ہونے سے بہتر ہے اور جو حج ادا کر چکا اس کیلئے ایک غزوہ میں شریک ہونا دس حج کرنے سے بہتر ہے۔(طبرانی اوسط، من اسمہ بکر، رقم ۳۱۴۴، ج ۲، ص ۲۴۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے برابر ہے؟ فرمایا، تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب دو یا تین مرتبہ یہی عرض کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا کہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ پھر فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال واپس لوٹنے تک اس روزہ دار اور رات کو قیام میں اللہ عزوجل کی آیتیں پڑھنے والے کی طرح ہے جو روزے اور نماز میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، رقم ۱۸۷۸، ص ۱۰۴۴)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، مجھے ایسا عمل بتائیے جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہو۔ فرمایا، ایسا کوئی عمل نہیں۔ پھر فرمایا، کیا تم اِس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تم مسجد میں داخل ہوکر نماز ادا کرو اور اس میں سستی نہ کرو اور روزہ رکھو مگر افطار نہ کرو (یعنی کوئی روزہ نہ چھوڑو)۔ اس نے عرض کیا، کون اس کی طاقت رکھ سکتا ہے؟

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الجہاد والسیر، رقم ۲۷۸۵، ج ۲، ص ۲۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال (اور اللہ عزوجل اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے) دن کو روزہ رکھنے اور رات کو خشوع کے ساتھ قیام، رکوع اور سجود کرنے والے کی طرح ہے۔

(نسائی، کتاب الجہاد، باب مثل الجہاد فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۶، ص ۱۸)

حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنے والے کی مثال اس کے ←

....

واپس آنے تک دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والے کی سی ہے، وہ جب بھی واپس آئے۔

(مسند احمد، حدیث نعمان بن بشیر، رقم ۱۸۴۲۹، ج ۶، ص ۳۸۳)

حضرتِ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے شوہر جہاد کے لئے چلے گئے حالانکہ میں نماز اور دیگر اعمال میں ان کی پیروی کیا کرتی تھی، لہٰذا مجھے ایسا عمل بتایئے جو میں ان کی واپسی تک کرتی رہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس کی استطاعت رکھتی ہو کہ اس کے لوٹنے تک مسلسل نماز ادا کرتی رہو اور اس میں سستی نہ کرو، روزے رکھتی رہو اور افطار نہ کرو (یعنی کوئی روزہ نہ چھوڑو) اور اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول رہو اور اس میں سستی نہ کرو۔ تو اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ فرمایا، اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر تمہیں اس کی طاقت مل بھی جائے پھر بھی تم اس کے عمل کے عشرِ عشیر کو نہیں پہنچ سکتی۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن انس الجہنی، رقم ۱۵۶۳۳، ج ۵، ص ۳۱۲)

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا، بیشک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔ تو ایک خستہ حال بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے ابوموسیٰ! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم پر سلامتی ہو۔ اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی۔ اس کے بعد تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، رقم ۱۹۰۲، ص ۱۰۵۳)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بدر کی جانب روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ جب مشرکین وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا، اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی زمین و آسمان جتنی ہے۔ تو حضرتِ سیدنا عُمَیر بن حُمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک جنت کی چوڑائی زمین و آسمان جتنی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ وہ کہنے لگے، خوب بہت خوب۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے بہت خوب کیوں کہا؟ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں میں نے تو یہ بات صرف اس امید پر کہی کہ میں بھی جنت کا حق دار ہو جاؤں۔

آپ نے ارشاد فرمایا، یقیناً تم جنت کے حق دار ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے توشہ دان سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر کہا، اگر میں اپنی کھجوریں کھانے میں مشغول رہا تو میری زندگی طویل ہو جائے۔ اور اپنی کھجوریں پھینک کر مشرکین سے مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، رقم ۱۹۰۱، ص ۱۰۵۳)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے ←

مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میری راہ میں جہاد کرنے والا میری ضمانت میں ہے، اگر میں نے اس کی روح قبض کر لی تو اسے جنت میں پہنچادوں گا اور اگر اسے واپس لوٹایا تو ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الجہاد، رقم ۱۶۲۶، ج ۳، ص ۲۳۱)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والا اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے اور مریض کی عیادت کرنے والا اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے اور مسجد کی طرف جانے والا یا مسجد سے لوٹنے والا اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے اور حاکمِ اسلام کے پاس اس کی عزت اور اعانت کرنے کیلئے آنے والا اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ کر کسی کی غیبت نہ کرنے والا اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے۔ (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، رقم ۳۷۳، ج ۱، ص ۲۹۵)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے راہِ خدا عزوجل میں اونٹنی کو دو مرتبہ دوہنے کے درمیانی وقت کے برابر جہاد کیا اللہ عزوجل اس کے چہرے پر جہنم کو حرام فرمادے گا۔ (مسند احمد، حدیث عمرو بن عبسۃ، رقم ۱۹۴۶۱، ج ۷، ص ۱۱۴)

راہِ خدا عزوجل میں زخمی ہونے والے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی شے دو قطروں اور دو قدموں سے زیادہ پسندیدہ نہیں، وہ دو قطرے جو پسندیدہ ہیں (۱) اللہ کے خوف سے بہنے والے آنسو کا قطرہ اور (۲) راہِ خدا عزوجل میں بہائے جانے والے خون کا قطرہ اور وہ دو قدم جو اللہ عزوجل کے پسندیدہ ہیں ان میں سے ایک اللہ عزوجل کی راہ میں چلنے والا قدم اور دوسرا اللہ عزوجل کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے لئے چلنے والا قدم ہے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، رقم ۱۶۷۵، ج ۳، ص ۲۵۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو شخص صرف اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا ضامن ہوتا ہے کہ اسے میری راہ میں جہاد کے جذبے، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے نکالا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل اسے ضمانت دیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اس کے حاصل کردہ ثواب یا غنیمت کے ساتھ اس کے گھر واپس لوٹائے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذاتِ پاک کی قسم، جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جب راہِ خدا عزوجل میں لگنے والے زخم کو قیامت کے دن لایا جائے گا تو اس کا رنگ خون جیسا اور بو مشک جیسی ہوگی اور اس ذاتِ پاک کی قسم ←

....

جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر مجھے مسلمانوں کے مشقت میں پڑ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں راہِ خدا عزوجل میں لڑی جانے والی ایک جنگ کے بعد دوسری سے ہرگز نہ بیٹھتا مگر میں وسعت نہیں پاتا کہ انہیں اس بات پر آمادہ کروں اور نہ ہی وہ اس کی وسعت پاتے ہیں اور مجھ سے پیچھے رہ جانا بھی انہیں گراں گزرتا ہے، اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید ہو جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید ہو جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم ۱۸۷۶، ص ۱۰۴۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن آئے گا تو اس کے زخموں سے سرخ خون بہہ رہا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

(بخاری، کتاب الذبائح، باب المسک، رقم ۵۵۳۳، ج ۳، ص ۵۶۶)

ایک روایت میں ہے کہ ہر وہ زخم جو اللہ عزوجل کی راہ میں لگے قیامت کے دن تک تازہ رہے گا، اس سے سرخ رنگ کا خون بہتا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم ۱۸۷۶، ص ۱۰۴۲)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جسے راہِ خدا عزوجل میں ایک زخم لگے وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کی بو مشک کی سی اور اس کا رنگ زعفران جیسا ہوگا، اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی اور جو شخص اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل سے مرتبہ شہادت طلب کریگا اللہ عزوجل اسے شہادت کا ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ اس کا انتقال اپنے بستر پر ہوا ہو۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، باب ذکر الجنائز، فصل فی الشہید، رقم ۳۱۸۱، ج ۵، ص ۷۷)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو مسلمان اونٹنی کو دو مرتبہ دوہنے کے درمیانی وقت کے برابر راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جسے راہِ خدا عزوجل میں ایک زخم لگے یا کوئی ایک مصیبت پہنچے وہ زخم قیامت کے دن اس طرح ہوگا کہ اس کا رنگ زعفران کا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فیمن یکلم فی سبیل اللہ، رقم ۱۶۶۲، ج ۳، ص ۲۴۷)

گزشتہ صفحات میں حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ گزر چکی ہے کہ جسے اللہ عزوجل کی راہ میں کوئی زخم لگے اس پر شہداء کی مہر لگا دی جاتی ہے جو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور اس (مہر) کا رنگ زعفران جیسا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اور اس (مہر) کی وجہ سے اسے اولین وآخرین پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ فلاں پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ←

کافر کو قتل کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اور اس کا (مسلمان) قاتل کبھی جہنم میں جمع نہ ہوں گے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل کافرا ثم سدد، رقم ۱۸۹۱، ص ۱۰۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ جہنم میں ایسے دو شخص جمع نہ ہونگے جن میں سے ایک شخص دوسرے کو نقصان پہنچا سکے، وہ مسلمان جس نے کسی کافر کو قتل کیا پھر نیکی پر قائم رہا اور کسی بندے کے پیٹ میں راہِ خدا عزوجل کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں اکٹھے نہیں ہوسکتے اور بندے کے دل میں ایمان اور بخل جمع نہیں ہوسکتے۔ ایک روایت میں ہے کہ بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوسکتے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ای المومنین اکمل ایمان، رقم ۲۴۴، ج ۲، ص ۳۸۹)

راہِ خدا عزوجل میں شہید ہونے کا ثواب

قرآن پاک میں کثیر مقامات پر شہداء کی فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(1) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿154﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (پ2، البقرۃ:154)

(2) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿169﴾ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿170﴾ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿171﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔ (پ4، آل عمران:169، 170، 171)

(3) فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿195﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔ (پ4، آل عمران:195)

(4) وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿4﴾ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿5﴾ وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ←

....

عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿6﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا جلد انہیں راہ دے گا اور ان کا کام بنادے گا اور انہیں جنت میں لے جائے گا انہیں اس کی پہچان کرادی ہے۔ (پ26، محمد: 4 تا 6)

اس بارے میں احادیثِ مقدسہ:

حضرتِ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے دیکھا کہ دوشخص میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت کے اوپر چڑھ گئے اور مجھے ایک بہت خوبصورت اور فضیلت والے گھر میں داخل کردیا، میں نے اس جیسا گھر کبھی نہیں دیکھا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۹۱، ج ۲، ص ۲۵۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلَّم! سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ فرمایا، جس میں تیری ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہادیا جائے

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۲۰، ج ۷، ص ۷۴)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلَّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں سب سے زیادہ جودوکرم والے کے بارے میں خبر نہ دوں؟ (پھر فرمایا)، اللہ عزوجل سب سے زیادہ جودوکرم والا ہے اور میں اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جو علم حاصل کرے پھر اپنے علم کو پھیلائے، اسے قیامت کے دن ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا اور دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ عزوجل کی رضا کے حصول کے لئے اپنے آپ کو وقف کردے یہاں تک کہ اسے شہید کردیا جائے۔ (ابو یعلی، مسند انس بن مالک، رقم ۲۷۸۲، ج ۳، ص ۱۶)

حضرت سیدنا راشد بن سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلَّم! کیا وجہ ہے کہ قبر میں سب مسلمانوں کا امتحان ہوتا ہے لیکن شہید کا نہیں ہوتا؟ ارشاد فرمایا، اس کے سر پر تلواروں کی بجلی گرنا ہی اس کے امتحان کے لئے کافی ہے۔ (نسائی، کتاب الجنائز، باب الشھید، ج ۴، ص ۹۹)

حضرتِ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلَّم نماز پڑھا رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص نماز کیلئے آیا اور صف میں پہنچ کر کہنے لگا، اے اللہ عزوجل! تو اپنے نیک بندوں کو جو سب سے افضل شے عطا فرماتا ہے مجھے بھی عطا فرما۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو دریافت فرمایا، ابھی کس نے کلام کیا تھا؟ اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر تو تمہاری ٹانگیں کاٹ دی جائیں گی اور تمہیں شہید کردیا جائے گا (یعنی یہی افضل شے ہے)۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب قفلۃ کغزوۃ، رقم ۲۴۴۹، ج ۲، ص ۳۹۲)

←

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم نے فرمایا، شہید کو قتل ہوتے وقت اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چٹکی کی تکلیف ہوتی ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، رقم ۱۶۷۴، ج ۳، ص ۲۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، جنت میں داخل ہونے کے بعد شہید کے سوا کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو دنیا میں کیا جاتا تھا مگر شہید شہادت کی فضیلت اور کرامت دیکھتے ہوئے تمنا کرتا ہے کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے اور اسے دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب تمنی المجاھد الخ، رقم ۲۸۱۷، ج ۲، ص ۲۵۹)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا کہ اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا، تونے اپنے مسکن کو کیسا پایا؟ وہ عرض کریگا، سب سے بہتر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کچھ اور مانگ، کوئی اور تمنا کر۔ تو وہ عرض کریگا، میں کیا مانگوں اور کس چیز کی تمنا کروں؟ پھر وہ شہادت کی فضیلت دیکھتے ہوئے عرض کریگا، بس! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ مجھے تیری راہ میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب الجہاد یذھب اللہ بہ الھم والغم، رقم ۲۴۵۲، ج ۲، ص ۳۹۳)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید کر دیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید کر دیا جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم ۱۸۷۶، ص ۱۰۴۲)

حضرتِ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ عزوجل پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہیں۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے راہِ خدا عزوجل میں قتل کر دیا جائے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں! اگر تمہیں اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کر دیا جائے جبکہ تم اس پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرو اور لڑائی کے دوران پیش قدمی کرو اور میدان جہاد سے فرار اختیار نہ کرو۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا، ابھی تو نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا، اگر مجھے راہِ خدا عزوجل میں قتل کر دیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کیا میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں! ــــ

....

اگر تم اس پر صبر کرو اور میدانِ جہاد سے فرار اختیار نہ کرو تو قرض کے علاوہ تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہی بتایا ہے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ الخ، رقم ۱۸۸۵، ص ۱۰۴۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ الخ، رقم ۱۸۸۶، ص ۱۰۴۶)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہے کا لباس پہن کر سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جہاد کروں یا مسلمان ہو جاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، پہلے مسلمان ہو جاؤ پھر جہاد کرو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا پھر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس نے عمل کم کیا اور ثواب زیادہ لے گیا۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب عمل صالح قبل القتال، رقم ۲۸۰۸، ج ۲، ص ۲۵۶)

حضرتِ سیدنا شدّاد بن ہاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ کی پیروی کی، پھر عرض کیا، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کے بارے میں تاکید فرمادی۔ جب ایک جنگ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ غنیمت حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا اور اس اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ کا حصہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دے دیا، وہ اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پہرہ دیا کرتے تھے۔ جب صحابہ علیہم الرضوان نے ان کا حصہ انہیں دیا تو انہوں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا، یہ تمہارا حصہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ وہ اعرابی اس مال کو لے کر رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ میری تقسیم میں سے تمہارا حصہ ہے۔ اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! میں نے اس مال کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کی بلکہ میں نے تو اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی ہے تاکہ مجھے یہاں تیر لگے اور میں مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم سچے ہو تو اللہ عزوجل تمہاری یہ خواہش ضرور پوری فرمائے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب دشمنوں کے ساتھ معرکہ ہوا تو اس صحابی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا، انہیں اسی مقام پر تیر لگا تھا جس جگہ کا انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا یہ وہی ہے؟ عرض کیا گیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس نے اللہ عزوجل کو سچا جانا تو اللہ عزوجل نے اس کی بات پوری فرمادی۔ ←

....

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے جبہ مبارکہ میں کفن دیا اور ان کا جنازہ پڑھایا اور یہ وہی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی گئی: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِكَ فَقُتِلَ شَهِیْدًا اَنَا شَهِیْدٌ عَلٰی ذٰلِكَ

(نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہداء، ج۴، ص۶۰)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے پھر انہوں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ جو پہلا جہاد فرمایا تھا میں اس میں حاضر نہ ہو سکا تھا، اگر اللہ عزوجل نے مجھے مشرکین کے ساتھ جہاد کا موقع دیا تو اللہ عزوجل دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔

پھر جب غزوہ احد کا موقع آیا اور مسلمان بھاگنے لگے تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے دعا کی اے اللہ عزوجل! میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل پر معذرت خواہ ہوں اور مشرکین کے عمل سے براءت چاہتا ہوں۔ پھر آگے تشریف لے گئے تو حضرتِ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے فرمایا اے سعد بن معاذ! نضر کے رب کی قسم! میں جنت کی خوشبو احد کے قریب محسوس کر رہا ہوں حضرتِ سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ انہوں نے کیا میں اس کی حاجت نہیں رکھتا۔

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرتِ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر اسی سے زائد تلوار یا نیزہ یا تیر کے زخم پائے وہ شہید ہو چکے تھے اور مشرکین نے ان کا مُثلہ کر دیا تھا (یعنی ان کا چہرہ بگاڑ دیا تھا) انہیں ان کی بہن کے علاوہ کوئی نہ پہچان سکا ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے انہیں پہچانا تھا، ہمارا خیال ہے کہ یہ آیت مبارکہ انہی کے بارے میں نازل ہوئی: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔ (پ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

(بخاری، کتاب الجہاد، باب قول اللہ تعالیٰ من المؤمنین رجال صدقوا الخ، رقم ۲۸۰۵، ج۲، ص۲۵۵)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک فرشتے کی صورت میں جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا، ان کے دو پر تھے جن کے ذریعے وہ جہاں چاہتے اُڑ کر پہنچ جاتے اور ان کی ٹانگیں خون سے لتھڑی ہوئی تھیں۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۴۶۷، ج۲، ص۱۰۷)

وضاحت:

غزوہ موتہ کے موقع پر سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار مقرر فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ تمہارے سالار ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ ←

شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے سالار بنیں گے۔ جنگ شروع ہوئی تو زید رضی اللہ عنہ نے علم (جھنڈے) کو تھام لیا جب وہ شہید ہو گئے تو حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ سے علم کو تھاما، جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے علم پکڑ لیا، وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب ہم نے حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو انہیں مقتولین میں پایا۔ اُن کے جسم پر تلوار اور تیر کے نوے (۹۰) سے زائد زخم تھے۔ اللہ عزوجل نے شہداء کی طرح انہیں زندہ اور رزق دیئے جانے والے لوگوں میں شامل فرمالیا اور مزید جزا یہ عطا فرمائی کہ ان کے ہاتھوں کو پروں میں تبدیل فرمادیا جنکے ذریعے وہ جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر پہنچ جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے جو چاہتے ہیں کھالیتے ہیں اسی لئے انہیں طیار (یعنی اُڑنے والا) کہا جاتا ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو سلام کرتے تو اس طرح سلام کرتے، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ۔ ترجمہ اے دو پروں والے باپ کے بیٹے! تم پر سلامتی ہو۔

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اے عبداللہ! تم خوش نصیب ہو کہ تمہارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اُڑتے ہیں۔
(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم ۱۵۴۹۸، ج۹، ص ۴۴۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا مُثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی چہرہ بگاڑ دیا گیا تھا)، جب انہیں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں لاکر آپ کے سامنے رکھا گیا تو میں نے ان کے چہرے سے چادر ہٹانا چاہی مگر میری قوم نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے چلانے کی آواز سنی، آپ سے عرض کیا گیا، یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا یہ فرمایا کہ اسے نہیں رونا چاہیے کیونکہ فرشتے ان پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب ظل الملائکۃ علی الشہید، رقم ۲۸۱۶، ج ۲، ص ۲۵۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے والد) غزوہ احد کے دن شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے باپ سے کیا فرمایا ہے؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب اللہ عزوجل کسی سے کلام فرماتا ہے تو حجاب کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے مگر اس نے تمہارے والد سے بغیر کسی حجاب وترجمان کے ہم کلام ہو کر فرمایا، اے عبداللہ! مجھ سے مانگ میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ تو تمہارے والد نے عرض کیا، یا رب عزوجل! مجھے دوبارہ زندگی عطا فرما تا کہ میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہے اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ ترجمہ کنزالایمان: انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ (پ ۲۰، القصص: ۳۹)

پھر اس نے عرض کیا، مجھ سے پیچھے رہ جانے والوں تک یہ بات پہنچادے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿169﴾ ←

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

(پ 4، آل عمران: 169) (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۸۰۰، ج ۳، ص ۳۶۱)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حارثہ بن سُراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام ربیع بنت بَراء رضی اللہ عنہا خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربُّ العلمین، جناب صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے حارثہ کے بارے میں بتائیں گے؟ (وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے تھے) کہ اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں گی اور اگر کہیں اور ہیں تو میں ان کی حالت پر خوب روؤں گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے حارثہ کی ماں! وہ جنت میں ایک سرسبز وشاداب باغ میں ہے اور فردوس اعلیٰ میں پہنچ گیا ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب من اتاہ سھم عرب فقتلہ، رقم ۲۸۰۹، ج ۲، ص ۲۵۶)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمیں قرآن وسنت سکھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار میں سے ستر (۷۰) صحابہ کرام علیھم الرضوان کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا ان کے ساتھ بھیج دیا، ان میں میرے ماموں حضرتِ سیدنا حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، وہ قرآن پڑھتے اور رات کو سیکھنے کے لئے قرآن پاک کی تکرار کیا کرتے تھے اور دن میں پانی لاکر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں جمع کر کے بیچتے اور اس سے جو ملتا اس سے اہلِ صُفّہ اور فقراء کے لئے کھانا خرید لیا کرتے تھے۔

جب رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے قاریوں کی اس جماعت کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجا تو ان لوگوں نے راستے میں ہی سازش کے تحت اس قافلہ والوں کو قتل کردیا۔ قاریوں کی اس جماعت نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی، یاالٰہی عزوجل! ہماری حالت زار کی خبر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچادے، بیشک ہم تجھ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہوجا۔ ایک شخص میرے ماموں حضرتِ سیدنا حرام رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے آیا اور اس نے اپنا نیزہ ان کے پیٹ میں گھونپ دیا تو حضرتِ سیدنا حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔

(اسی صورت حال کو دوسری جانب) رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بیان فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائیوں کو قتل کردیا گیا اور انہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! ہماری حالتِ زار کی خبر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچادے اور بیشک ہم تجھ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہوجا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید، رقم ۶۷۷۔۱۹۰۲، ص ۱۰۵۴)

حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں ←

سوال کیا، وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿169﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

(پ 4، آل عمران: 169)

تو انہوں نے فرمایا، ہم نے جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں، ان کے گھونسلے عرش سے معلق ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں پھر ان قندیلوں میں لوٹ آتے ہیں، پھر ان کا رب عزوجل ان پر تجلّی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے، کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں، ہمیں کس چیز کی خواہش ہوگی جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل تین مرتبہ یہی فرماتا ہے کہ کوئی خواہش ہے؟ جب وہ جان لیتے ہیں کہ ہمارے لئے کچھ مانگے بغیر چارہ نہیں تو عرض کرتے ہیں، یارب عزوجل! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم ایک مرتبہ پھر تیری راہ میں قتل کئے جائیں۔ جب اللہ عزوجل دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ارواح الشہداء فی الجنۃ، رقم ۱۸۸۷، ص ۱۰۴۷)

حضرت سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک شہداء کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں جو جنت کے پھلوں یا جنت کے درختوں میں سے کھاتی ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الشہادۃ، رقم ۱۸، ج ۲، ص ۲۰۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر آکر اس کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے سائے میں معلق سونے کی قندیلوں میں پناہ گزیں ہوجاتی ہیں۔ جب ان لوگوں نے اپنے کھانے اور پینے کی پاکیزگی کو دیکھا تو کہا کہ ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے کنارہ کشی نہ کریں اور جنگ سے اجتناب نہ کریں تو اللہ عزوجل نے فرمایا، میں تمہارا پیغام پہنچاؤں گا پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿169﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

(پ 4، آل عمران: 169) (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ، رقم ۲۵۲۰، ج ۳، ص ۲۲)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ اس شخص سے خوش ہوتا ہے جس کے ساتھی راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرتے ہوئے شکست کھا جائیں اور وہ شخص اپنی ذمہ داری کو پہچانے اور اپنا خون بہہ جانے تک لڑتا رہے تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے کہ ←

میرے اس بندے کی طرف دیکھو جو میرے انعامات میں رغبت اور میرے خوف سے لوٹ آیا یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا۔

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یشتری نفسہ، رقم ۲۵۳۶، ج۳، ص ۲۷)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا کہ جب بندے حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو ایک قوم اپنی تلواریں اپنی گردنوں پر رکھے ہوئے آئے گی جن سے خون بہہ رہا ہوگا اور جنت کے دروازے پر آکر بھیڑ کردے گی۔ پوچھا جائے گا یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا، یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور رزق دیئے جاتے تھے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ احمد، رقم ۱۹۹۸، ج۱، ص ۵۴۲)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، شہداء جنت کے دروازے پر ایک نہر کے کنارے ایک سبز گنبد میں رہتے ہیں اور صبح وشام جنت سے ان کے لئے رزق بھیجا جاتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب، رقم ۲۳۹۰، ج۱ ص ۵۷۱)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا کہ شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر (۷۰) افراد کی شفاعت کریگا۔

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الشہید یشفع، رقم ۲۵۲۲، ج۳، ص ۲۲)

حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک شہید کے لئے اللہ عزوجل کے پاس سات انعام ہیں (۱) اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہوجاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھادیا جاتا ہے (۲) اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، (۳) اسے عذابِ قبر سے نجات دی جاتی ہے، (۴) اسے قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے امن میں رکھا جائے گا، (۵) اس کے سر پر وقار کا تاج سجایا جائے گا، جس کا یاقوت دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہوگا، (۶) اس کا بہتر (۷۲) حوروں کے ساتھ نکاح کرایا جائے گا، (۷) ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الشھادۃ، رقم ۷، ج۲، ص ۲۱۰)

حضرتِ سیدنا مِقدام بن مَعدِی کَرِب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل شہید کو چھ انعام عطا فرماتا ہے، (۱) اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت فرمادیتا ہے اور جنت میں اسے اس کا ٹھکانا دکھادیتا ہے (۲) اسے عذابِ قبر سے محفوظ فرماتا ہے، (۳) قیامت کے دن اسے بڑی گھبراہٹ سے امن عطا فرمائے گا، (۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھے گا جس کا یاقوت دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہوگا، (۵) اس کا حوروں میں سے بہتر (۷۲) حوروں کے ساتھ نکاح کرائے گا، (۶) اس کی ستر رشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول فرمائے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۹۹، ج۳، ص ۳۶۰) ←

....

حضرتِ سیدنا عتبہ بن سُلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ ہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول تین طرح کے ہوتے ہیں، پہلا: وہ مومن جوراہِ خدا عزوجل میں اپنی جان ومال سے جہاد کرے، جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتو وہ شہید ہوجانے تک ان کے ساتھ جنگ کرتا رہے، یہ کامیاب شہید، عرش تلے اللہ عزوجل کی جنت میں ہوگا اس پر انبیاء صرف نبوت کے درجے کی فضیلت رکھتے ہونگے۔

دوسرا: وہ شخص جو گناہوں سے گھبرا کر اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتو وہ شہید ہونے تک ان کے ساتھ جنگ کرتا رہے تو وہ ایسا نکھرا ہوا شہید ہے جسکے گناہ اور خطائیں مٹادی جاتی ہیں کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں جس دروازے سے یہ چاہے گا داخل ہوگا جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں جن میں سے بعض دروازے بعض سے زیادہ عذاب والے ہیں۔

تیسرا مقتول: وہ منافق شخص جو اپنی جان ومال سے اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونے تک جہاد کرے مگر وہ جہنم میں ہے کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔ (شعب الایمان، باب فی الجہاد، رقم ۴۲۶۱، ج ۴، ص ۲۸)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ ہ وسلم نے فرمایا، شہداء چار ہیں، ایک: پختہ ایمان والا مومن کہ جب دشمن کا سامنا کرے تو قتل ہوجانے تک اللہ عزوجل کی تصدیق کرتا رہے، یہ وہی ہے جس کی طرف لوگ قیامت کے دن اس طرح اپنی آنکھیں اٹھا کر دیکھیں گے۔ اپنے سر کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی گر گئی (راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گرنا مراد ہے یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ٹوپی) پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ ہ وسلم نے فرمایا، دوسرا: وہ کامل مومن جو دشمن کا سامنا بزدلی سے کرے پھر ایک گمنام تیر اسے ہلاک کردے تو وہ دوسرے درجے میں ہے، اور تیسرا: وہ مومن شخص جس کے عمل اچھے بھی ہوں اور برے بھی، وہ دشمن سے مقابلہ کرے اور قتل ہونے تک اللہ عزوجل کی تصدیق کرتا رہے تو وہ تیسرے درجے میں ہے، اور چوتھا: وہ مومن جس نے اپنی جان پر زیادتی کی یعنی کثرت سے گناہ کئے پھر دشمن سے سامنا ہوا تو مرتے دم تک اللہ عزوجل کی تصدیق کرتا رہا یہ چوتھے درجے میں ہے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فضل الشہداء عند اللہ، رقم ۱۶۵۰، ج ۳، ص ۲۴۱)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ ہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء تین ہیں، پہلا وہ شخص جو راہِ خدا عزوجل میں اپنی جان ومال کے ساتھ قتل کرنے یا قتل ہونے کی بجائے صرف مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے نکلے، اگر وہ مرجائے یا قتل کردیا جائے تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسے عذابِ قبر سے نجات دے دی جاتی ہے اور (قیامت کی) بڑی گھبراہٹ سے امن میں رکھا جائیگا اور حورعین سے اس کا نکاح کردیا جاتا ہے اور اسے کرامت (بزرگی) کا حلہ پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر جنت کا باوقار تاج رکھا جائے گا۔

←

دوسرا: وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی امید پر قتل ہونے کی بجائے قتل کرنے کے ارادے سے جہاد کرے، اگر وہ مرجائے یا شہید کر دیا جائے تو اس کی جگہ خلیل اللہ حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مقامِ صدق میں عظیم طاقت والے بادشاہ کے حضور ہوگی۔

تیسرا: وہ شخص جو راہِ خدا عزوجل میں اپنی جان و مال کے ذریعے ثواب کی امید پر مارنے اور مرنے کیلئے جہاد کرنے نکلے پھر مرجائے یا شہید کر دیا جائے وہ شخص قیامت کے دن علی الاعلان اپنی تلوار کو اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا جبکہ لوگ گھٹنوں کے بل کھڑے ہونگے، وہ کہے گا، سنو! ہمارے لئے راستہ چھوڑ دو ہم نے اپنا خون اور اپنا مال اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خرچ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی نبی سے بھی کہے گا تو وہ بھی اس کا حق جانتے ہوئے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیں گے۔ پھر وہ شہداء عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آ کر بیٹھ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کیسے فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ نہ تو موت کا غم پائیں گے، نہ برزخ میں خوفزدہ ہوں گے، نہ ہی صور انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کریگا اور نہ ہی حساب و میزان اور صراط کا خوف انہیں رنجیدہ کریگا، وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کیا فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں عطا کیا جائیگا اور وہ جس کی سفارش کریں گے ان کی سفارش قبول کی جائے گی اور جنت کی جو چیز مانگیں گے انہیں عطا کر دی جائے گی اور جنت میں جہاں چاہیں گے ٹھکانا بنالیں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الشہادۃ، رقم ۲۱، ج ۲، ص ۲۰۸)

حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ تھا، انہوں نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! اللہ عزوجل کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو تمہیں عطا کی گئیں، ان سبز، سرخ اور پیلی اشیاء اور قیام گاہوں میں غور کرو کہ اللہ عزوجل نے تمہیں کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، جب لوگ نماز یا جنگ کے لئے صف بناتے ہیں تو آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور حورِ عین کو سنوار کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص جہاد میں پیش قدمی کرتا ہے تو حورِ عین کہتی ہیں، اے اللہ عزوجل! اس کی مدد فرما۔ اور جب وہ پیچھے ہٹتا ہے تو اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں، یا اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما۔

یہ سن کر لوگوں کے چہرے مرجھا گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم پر میرے ماں باپ قربان! حورِ عین کو غمزدہ نہ کرو کیونکہ جب مجاہد کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کے ہر گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے تو حورِ عین میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس اترتی ہیں اور اس کے چہرے سے مٹی ہٹاتے ہوئے کہتی ہیں، ہم تمہارے لئے ہیں۔ اور وہ کہتا ہے، میں تمہارے لئے ہوں۔ پھر اسے سو حلّے پہنائے جاتے ہیں جو کہ کسی آدمی کے بنائے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ جنت کی پیداوار ہوتے ہیں، وہ ایسے نفیس ہوتے ہیں کہ اگر انہیں دو انگلیوں سے پکڑا جائے تو پکڑ میں آ جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے، تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں۔

(طبرانی کبیر، حدیث یزید بن شجرۃ، رقم ۶۴۱، ج ۲۲، ص ۲۴۶) ←

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں شہید کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، شہید کے خون سے زمین خشک ہونے سے پہلے حور عین میں سے اس کی دو بیویاں اس طرح آتی ہیں جیسے ریگستان میں دودھ پلانے والی اونٹنیاں اپنے دودھ پینے والے بچے کو ڈھانپ لیتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں جنت کا ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۹۸، ج ۳، ص ۳۶۰)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک بدبودار اور بدصورت حبشی ہوں اور میرے پاس مال بالکل نہیں، اگر میں قتل ہونے تک ان مشرکین کے خلاف جنگ کروں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جنت میں۔ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہونے تک مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی میت پر تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تیرا چہرہ روشن کر دیا اور تیری بو کو پاکیزہ فرما کر تیرے مال میں اضافہ فرما دیا۔ پھر انہی یا کسی اور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے حورعین میں سے اس کی بیوی کو اس کے اون کے جبہ کو کھینچ کر اسکے اور جبہ کے درمیان داخل ہوتے دیکھا۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا الخ، رقم ۲۵۰۸، ج ۲، ص ۲۱۷)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم ایک اعرابی کے خیمے کے قریب سے گزرے جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس اعرابی نے خیمے کا گوشہ اٹھا کر پوچھا، کون لوگ ہیں؟ کہا گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ علیہم الرضوان ہیں جو کہ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اعرابی نے پوچھا، کیا دنیا کا مال بھی پائیں گے؟ جواب دیا گیا، ہاں! غنیمت پائیں گے پھر انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کی طرف بڑھے اور اسے رسی سے باندھ کر ان کے ساتھ چل پڑے۔

وہ اپنے اونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرنے لگے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے اونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم سے دور کرتے رہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ پھر جب دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی میت پر تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور خوشی سے مسکرانے لگے، پھر اپنا رخِ انور دوسری طرف پھیر لیا تو ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم کو خوشی سے ہنستے ہوئے دیکھا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے ←

اپنا چہرہ اقدس دوسری طرف کیوں پھیرلیا؟ فرمایا، میری خوشی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کا مرتبہ دیکھنے کی وجہ سے تھی اور میرے اس سے منہ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ حورعین میں سے اس کی ایک بیوی اب اس کے سرہانے آبیٹھی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی اثبات العدو وترک الفرار من الزحف، رقم ۴۲۱۷، ج ۴، ص ۵۳)

حضرت سیدنا نعیم بن عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سے شہید افضل ہیں؟ فرمایا، وہ جو اگر کسی صف میں داخل ہوں تو قتل ہوجانے تک اپنا رخ نہ موڑیں، یہ وہی لوگ ہیں جو جنت کی اعلیٰ منازل میں ہوں گے اور ان کا رب عزوجل ان سے خوش ہوتا ہے اور جب تمہارا رب عزوجل دنیا میں کسی بندے سے خوش ہوجائے تو اس بندے سے کوئی حساب نہیں لیا جاتا۔

(مسند احمد، حدیث نعیم بن ھمار، رقم ۲۲۵۳۹، ج ۸، ص ۳۴۳)

امام طبرانی نے حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الشھادۃ وفضلھا، رقم ۹۵۱۳، ج ۵، ص ۵۳۲)

سچے دل سے اللہ عزوجل سے طلب شہادت کا ثواب

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے فرمایا، جو سچے دل سے شہادت طلب کرے اسے شہادت عطا کردی جاتی ہے اگر چہ وہ (بظاہر) اسے نہ پاسکے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشھادۃ، رقم ۱۹۰۸، ص ۱۰۵۷)

حضرتِ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے فرمایا، جو سچے دل سے اللہ عزوجل سے شہادت کا سوال کریگا اللہ عزوجل اسے شہداء کی منزل میں پہنچادے گا اگر چہ اس کا انتقال اپنے بستر پر ہوا ہو۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشھادۃ، رقم ۱۹۰۹، ص ۱۰۵۷)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اونٹنی کو دو مرتبہ دوہنے کے درمیانی وقت تک اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا، اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے اور جس نے اللہ عزوجل سے سچے دل سے شہادت کا سوال کیا پھر وہ مرگیا یا اسے قتل کردیا گیا تو اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فیمن سال اللہ تعالی الشھادۃ، رقم ۲۵۴۱، ج ۳، ص ۳۰)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل سے سچے دل سے شہادت کا سوال کیا، اللہ عزوجل اسے شہید کا ثواب عطا فرمائے گا اگر چہ اس کا انتقال اپنے بستر پر ہوا ہو۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشہادۃ، رقم ۱۹۰۹، ج ۳، ص ۱۰۵۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل سے سچے دل سے شہادت کا سوال کیا، اللہ عزوجل اسے شہید کا ثواب عطا فرمائے گا اگر چہ ←

....

اس کا انتقال اپنے بستر پر ہوا ہو۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشہادۃ، رقم ۱۹۰۹، ج ۳، ص ۱۰۵۷)

غازی کی مدد کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من جھز غازیا......الخ، رقم ۲۸۴۳، ج ۲، ص ۲۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتِمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہو جانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

حضرتِ سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے بنی لحیان کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے، پھر جہاد سے رہ جانے والوں سے ←

فرمایا، تم میں سے جو مجاہدین کے اہلِ خانہ کی خبرگیری کرے اس کے لئے مجاہد کی مثل ثواب ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ الخ، رقم ۱۸۹۶، ص ۱۰۵۱)

حضرتِ سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی اسے بھی جہاد کا ثواب ملے گا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اس کے اہلِ خانہ پر خرچ کیا اس کے لئے مجاہد کی مثل ثواب ہے۔

(المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۵۲۳۴، ج ۵، ص ۲۴۶)

حضرتِ سیدنا معاذ بن اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ کے مجاہد کو رخصت کرنا اور اسے صبح یا شام میں سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ پسند ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب تشییع الغزاۃ ووداعھم، رقم ۲۸۲۴، ج ۳، ص ۳۷۲)

راہِ خدا عزوجل میں صبح وشام گزارنے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿121﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور جو نالا طے کرتے ہیں سب ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔ (پ 11، التوبۃ: 121)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا اور اسکی ہر چیز سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے اور بندہ کا راہِ خدا عزوجل میں سفر کرنا یا اس سے واپس لوٹنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، رقم ۲۸۹۲، ج ۲، ص ۲۷۹)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزُولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں سفر کرنا یا اس سے واپس لوٹنا دنیا اور اسکی ہر چیز سے بہتر ہے جنت میں تم میں سے کسی کی کمان رکھنے یا کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی حور اہلِ زمین پر ظاہر ہو جائے تو زمین وآسمان کے درمیان کی ہر چیز کو روشن کردے اور اس کو خوشبو سے بھر دے اور حورِ عین کے سر کی اوڑھنی دنیا اور اسکی ہر چیز سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب الحور العین الخ، رقم ۲۷۹۶، ج ۲، ص ۲۵۲)

....

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اپنی راہ میں نکلنے والوں کو ضمانت دیتا ہے کہ جس بندے کو صرف میری راہ میں جذبۂ جہاد، ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے گھر سے نکالا ہے تو اب وہ میری کفالت میں ہے میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے ثواب اور غنیمت عطا فرمانے کے بعد اسے واپس اس کے گھر تک پہنچاؤں۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم ۱۸۷۶، ص ۱۰۴۲)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسلمان اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے یا حج کے لئے یاَلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ یا تلبیہ پڑھتے ہوئے سفر کرتا ہے تو سورج اس کے گناہوں کو لیکر غروب ہوتا ہے۔" (المعجم الاوسط طبرانی، رقم ۶۱۶۵، ج ۴، ص ۳۳۷)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ہمارے ساتھ پانچ چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے، جو شخص ان میں سے ایک پر بھی عمل کریگا وہ اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم میں ہوگا، (۱) جو مریض کی عیادت کرے، یا (۲) جنازے کے ساتھ چلے، یا (۳) اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے، یا (۴) حاکمِ اسلام کے پاس آئے اور نیک اور جائز باتوں میں اسکی اطاعت کرے، یا (۵) اپنے گھر میں اس لئے بیٹھا رہے کہ وہ لوگوں کے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

(مسند احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، رقم ۲۲۱۵۴، ج ۸، ص ۲۵۵)

راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے لئے نکلنے اور شہید ہوجانے کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿157﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ (پ 4، ال عمران: 157)

اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِہٖ مُہَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿100﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ 5، النساء: 100)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ ہَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّہُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰہَ لَہُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿58﴾ ←

....

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿59﴾

ترجمہ کنزالایمان :اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر مارے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بے شک اللہ کی روزی سب سے بہتر ہے ضرور انہیں ایسی جگہ لے جائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بے شک اللہ علم اور حلم والا ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد اور اللہ عزوجل کے کلمات کی تصدیق کی غرض سے نکلے اللہ عزوجل اسے اپنی جنت میں داخل کرنے یا ثواب یا غنیمت کے ساتھ واپس گھر پہنچانے کی ضمانت دیتا ہے۔(پ17، الحج:58،59)

(بخاری، کتاب التوحید، رقم ۷۴۶۳، ج ۴، ص ۵۶۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والا رات بھر عبادت اور دن بھر روزہ رکھنے والے کی طرح ہے جو نہ تو کوئی روزہ چھوڑتا ہے اور نہ کوئی نماز، یہاں تک کہ اللہ عزوجل اسے اس کے اہل کی طرف ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے یا اس کو شہادت سے سرفراز فرما کر جنت میں داخل فرمائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۳، ج ۷، ص ۶۸)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے دریافت فرمایا، تم کس کو شہداء میں شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس طرح تو میری امت میں شہید بہت کم ہوں گے۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر شہید کون ہے؟ فرمایا، جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کی راہ میں مر جائے وہ شہید ہے اور جو طاعون میں مبتلاء ہو کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔(مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشہداء، رقم ۱۹۱۴، ص ۱۰۶۰)

حضرتِ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو راہِ خدا عزوجل میں نکلے پھر مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے اور اگر اس کا گھوڑا یا اونٹ اسے گرا کر مار دے یا کوئی سانپ کاٹ لے یا اپنے بستر پر مر جائے الغرض جس طرح اللہ عزوجل چاہے اسی طریقہ سے اس کی موت واقع ہو تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے۔(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فیمن مات غازیا، رقم ۲۴۹۹، ج ۳، ص ۱۴)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو حج کے لئے نکلا اور اسی دوران اس کا انتقال ہو گیا قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو عمرہ کرنے کیلئے نکلا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو بروزِ قیامت تک اس کے لئے عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا ←

....

اور جو جہاد کرنے نکلا اور اس کا انتقال ہوگیا قیامت تک اس کے لئے جہاد کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی ہریرۃ، رقم ۶۳۲۷، ج۵، ص۴۴۱)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا جو بندہ میری رضا چاہتے ہوئے میری راہ میں جہاد کے لئے نکلے گا میں اسے ضمانت دیتا ہوں کہ اگر میں نے اسے واپس لوٹایا تو ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا اور اگر اسکی روح قبض کی تو اس کی مغفرت فرمادوں گا۔

(سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب ثواب السریۃ۔۔۔۔۔۔۔۔الخ، ج۶، ص۱۸)

حضرت سیدنا سَبُرَہ بن فاکِہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، بیشک شیطان آدمی کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے، تو اسلام قبول کر رہا ہے اور اپنا اور اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ آدمی شیطان کی بات نہ مانے اور مسلمان ہوجائے تو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو ہجرت کر رہا ہے اور اپنے گھر بار، اپنی چھت اور سرزمین کو چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ شیطان کی بات نہ مانے اور ہجرت کرلے تو شیطان بندے کے جہاد میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو جہاد کر رہا ہے حالانکہ جہاد تو جان اور مال کے لئے ہوتا ہے کہ تو جہاد کر کے کسی عورت سے نکاح کریگا اور مال غنیمت حاصل کریگا۔ پھر اگر وہ اس کی بات نہ مانے اور جہاد کرے تو جو ایسا کریگا اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اسے اسکی سواری گرا کر مار دے اور اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۴، ج۷، ص۵۷)

سمندری جہاد کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے حج نہیں کیا اس کا حج کرنا دس غزوات میں شریک ہونے سے بہتر ہے اور جس نے حج ادا کرلیا اس کا غزوہ میں شریک ہونا دس حج ادا کرنے سے بہتر ہے اور سمندر میں جہاد کرنا خشکی میں دس مرتبہ جہاد کرنے سے بہتر ہے اور جس نے سمندر کو پار کرلیا گویا اس نے تمام وادیاں پار کرلیں اور سمندر میں چکرا کر گرنے والا اپنے خون سے لتھڑے ہوئے شخص کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الجہاد، رقم ۴۲۲۱، ج۴، ص۱۱)

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، سمندر میں جہاد کرنا خشکی میں دس مرتبہ جہاد کرنے کی طرح ہے، سمندر میں بیمار ہونے والا راہِ خدا میں اپنے خون سے لتھڑے ہوئے شخص کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل غزو البحر، رقم ۲۷۷۷، ج۳، ص۳۴۸)

حضرت سیدتنا ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، ←

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، سمندر میں چکر اکر تے کرنے والے کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے اور سمندر میں ڈوب کر مرنے والے کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے۔
(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل الغزو فی البحر، رقم ۲۴۹۳، ج ۳، ص ۱۱)

راہِ خدا عزوجل میں سرحد پر پہرہ دینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دیگر جگہوں پر ایک ہزار دن گزارنے سے بہتر ہے۔
(جامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، رقم ۱۶۷۳، ج ۳، ص ۲۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں ایک رات پہرہ دیا تو اسے ایک ہزار دنوں اور ہزار راتوں کے قیام کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۶، ج ۳، ص ۳۴۱)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی بارگاہ میں سرحد پر پہرہ دینے کے ثواب کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا، جس نے جہاد کے دوران ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اس کے لئے پیچھے رہ جانے والے روزہ داروں اور نمازیوں کا ثواب ہے۔
(المعجم الاوسط طبرانی، رقم ۸۰۵۹، ج ۶، ص ۷۷)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا، دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔
(بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل رباط یوم، رقم ۲۸۹۲، ج ۲، ص ۲۷۹)

حضرتِ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، ایک دن اور ایک رات سرحد پر پہرہ دینا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر اس کا اسی دوران انتقال ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جسے وہ زندگی میں کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور وہ منکر نکیر سے امن میں رہے گا۔
(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط، رقم ۱۹۱۳، ص ۱۰۵۹)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، ایک مہینہ سرحد پر پہرہ دینا پوری زندگی روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الرباط، رقم ۹۵۰۴، ج ۵، ص ۵۲۸)

حضرتِ سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، رمضان کے علاوہ ایک دن اللہ عزوجل کی راہ میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے سرحد پر پہرہ دینا ایک سال کے ←

روزے اور رات بھر عبادت سے زیادہ باعثِ ثواب ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے رمضان میں ایک دن پہرہ دینا اللہ عزوجل کے نزدیک افضل اور بڑے ثواب والا ہے، (راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک ہزار سال کے روزوں اور عبادت سے افضل ہے) پھر اگر اللہ عزوجل اس مجاہد کو سلامتی کے ساتھ اہل خانہ کی طرف لوٹا دے تو ایک ہزار سال تک اس کی کوئی خطاء نہیں لکھی جائے گی اور اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور قیامت تک اسے پہرہ دینے کا ثواب ملتا رہے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الرباط، رقم ۲۷۶۸، ج ۳، ص ۳۴۳)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، جو اللہ عزوجل کی راہ میں ایک دن پہرہ دے گا اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں کھدوا دے گا اور ہر خندق سات زمین اور سات آسمانوں جتنی ہوگی۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ عبدالملک، رقم ۴۸۲۵، ج ۳، ص ۳۵۳)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مجاہد کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور اس کا ایک درہم اور دینار خرچ کرنا دوسروں کے سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الرابط فی سبیل اللہ عزوجل، رقم ۴۲۹۵، ج ۴، ص ۴۳)

جہاد میں شہید ہونے کا ثواب

گزشتہ صفحات میں حضرتِ سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث گزر چکی کہ ایک دن اور رات مورچہ بندی کرنا ایک مہینے کے روزے رکھنے اور رات کو قیام کرنے سے بہتر ہے اور اگر اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا تب بھی اس کا یہ عمل جاری رہے گا جسے وہ زندگی میں کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور وہ منکر نکیر سے امن میں رہے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، رقم ۱۹۱۳، ص ۱۰۵۹)

حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتِمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، ہر شخص کا عمل مرنے کے بعد منقطع ہوجاتا ہے مگر اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کے عمل میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اسے قیامت تک اس کا رزق دیا جاتا ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۸، ص ۱۴۳)

حضرتِ سیدنا فضالہ بن عُبَید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، ہر شخص کا عمل موت پر ختم ہوجاتا ہے مگر پہرہ دینے والے کے عمل میں قیامت تک اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الرباط، رقم ۲۵۰۰، ج ۳، ص ۱۴)

....

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں ایک مہینہ جہاد کرنا پوری زندگی روزے رکھنے سے بہتر ہے اور جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مرجائے وہ بڑی گھبراہٹ (قیامت کی دہشت) سے محفوظ رہے گا اور اس تک اس کا رزق اور جنت کی خوشبو پہنچتی رہے گی اور قیامت تک اسے مجاہد کا ثواب ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الرباط، رقم ۹۵۰۴، ج ۵، ص ۵۲۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص راہِ خدا عزوجل میں مورچہ بندی کرتے ہوئے مرجائے اسے اپنے اس نیک عمل کا ثواب ملتا رہے گا جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، اسے اس کا رزق دیا جاتا رہے گا، وہ منکر نکیر کے سوالات سے امن میں رہے گا اور اللہ عزوجل اسے بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت کی دہشت) سے امن میں رکھ کر اٹھائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۷، ج ۳، ص ۳۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ مجاہد جب جہاد کرتے ہوئے مرجائے تو اس کا وہ عمل جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا قیامت تک لکھا جاتا رہے گا اور اس تک اس کا رزق پہنچتا رہے گا اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا اور حساب ختم ہونے تک لوگوں کی شفاعت کر۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، رقم ۷، ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، لوگوں کے لئے سب سے اچھی زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اس کی پشت پر سوار ہوکر اُڑتا ہے، جب بھی دشمن کی للکار یا کسی خطرناک دشمن کے بارے میں سنتا ہے تو اسے مارنے یا خود مرجانے کے لئے گھوڑے کو دوڑا کر دشمن کے قریب پہنچ جاتا ہے یا اس شخص کی اچھی زندگی ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی اِن چوٹیوں میں سے کسی ایک چوٹی کے سرے پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں نکل جائے۔ وہاں نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور موت آنے تک اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتا ہے اور بھلائی کے سوا لوگوں کے کسی معاملے میں نہ پڑے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۹، ص ۱۰۴۸)

اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دینے کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿120﴾

←

....

ترجمہ کنزالایمان: مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں یہ اس لئے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے بے شک اللہ نیکوں کا نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتا۔ (پ11، التوبۃ:120)

حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ہزار راتوں میں قیام کرنے اور ہزار دنوں میں روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ذکر لیلۃ افضل الخ، رقم ۲۴۷۱، ج ۲، ص ۴۰۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، تین آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی: وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پھوٹ جائے، وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دے اور وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے۔

ایک صحیح روایت میں ہے، دو آنکھوں تک جہنم کی آگ کا پہنچنا حرام ہے: وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور وہ آنکھ جو اسلام اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرتے ہوئے رات گزارے۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب ثلاثۃ اعین لاتمسھا النار، رقم ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ج ۲، ص ۴۰۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی: وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزارے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۱۶۴۵، ج ۳، ص ۲۳۹)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، دو آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی بھی نہ چھو سکے گی وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزارے اور وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، رقم ۴۳۳۹، ج ۳، ص ۴۲۵)

حضرتِ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، وہ شخص جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں مسلمانوں کی حفاظت کے لئے رضا کارانہ طور پر پہرہ دے اور اسے حاکم کے خوف نے پہرہ دینے پر مجبور نہ کیا ہو تو وہ اپنی آنکھوں سے جہنم کو نہ دیکھے گا مگر اللہ عزوجل کی قسم پوری کرنے کے لئے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا (پ16، مریم:71)

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند معاذ بن انس، رقم ۱۵۶۱۲، ج ۵، ص ۳۰۸) ←

حضرت سیدنا ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے خوف سے بہنے والی یا رونے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں ساری رات پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور ان کے علاوہ تیسری آنکھ بھی ہے جس پر جہنم حرام ہے (جسے راوی سن نہ پائے)۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب حرمت النار علی عین۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۲۴۸۷، ج ۲، ص ۴۰۳)

حضرتِ سیدنا سہل بن حَنظَلِیّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ غزوہ حنین کے دن سفر کررہے تھے، سفر طویل ہوگیا یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ جب اگلے دن ہم نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی تو ایک سوار آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے سامنے سے گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن والوں کو مال سے لدے ہوئے اونٹ، مویشی اور عورتوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ حنین کی طرف آنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا، وہ کل مسلمانوں کی غنیمت ہوجائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آج رات ہمارے لئے پہرہ کون دے گا؟ حضرتِ سیدنا اَنس بن ابی مَرثد غَنَوی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہرہ دوں گا۔ فرمایا، سوار ہوجاؤ۔ جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا، اس گھاٹی کی طرف جاؤ اور اس کی بلندی پر چڑھ جانا اور تمہاری وجہ سے آج رات ہم دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جائے نماز پر دو رکعتیں ادا کیں پھر فرمایا، کیا تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے لگے اور نماز کے دوران پہاڑ کی چوٹی کی طرف توجہ فرماتے رہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا، خوش ہوجاؤ تمہارا سوار آگیا۔ تو ہم گھاٹی کے درختوں کے خلا کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک وہ صحابی آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہاں سے روانہ ہونے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر اس جگہ پہنچا جہاں تک پہنچنے کا اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں چوٹیوں کو دیکھا جب خوب نظر دوڑائی تو کوئی نظر نہیں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا رات کو تم پہاڑ سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے اترا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنے لئے (جنت) واجب کرلی، اب اس پہرہ کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تمہیں نقصان نہ دے گا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل الحرس، رقم ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، ←

....

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں شبِ قدر سے افضل رات کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (پھر فرمایا) جب پہرہ دار ایسے خوفناک مقام پر پہرہ دے جہاں اسے اپنے گھر والوں کی طرف زندہ سلامت پلٹنے کی امید نہ ہو۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ذکر لیلۃ أفضل من لیلۃ القدر، رقم ۲۴۷۰، ج ۲، ص ۴۰۰)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ساحلِ سمندر پر ایک رات پہرہ دیا تو اس کا یہ عمل اپنے گھر میں ایک ہزار سال عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، رقم ۴۲۶۷، ج ۳، ص ۴۴۹)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بندے کا راہِ خدا عزوجل میں ایک رات پہرہ دینا اپنے گھر میں ایک ہزار سال کے روزوں اور راتوں میں قیام کرنے سے افضل ہے اور یہ سال تین سو دن کا ہے اور ایک دن گویا ہزار سال کا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الحرس والتکبیر، رقم ۲۷۷۰، ج ۳، ص ۳۴۴)

راہِ خدا عزوجل میں تیر اندازی کا ثواب

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر بیٹھے ہوئے فرماتے سنا: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (پ ۱۰، الانفال: ۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔

(پھر فرمایا) بیشک تیر اندازی قوت ہے، بیشک تیر اندازی قوت ہے، بیشک تیر اندازی قوت ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ، رقم ۱۹۱۷، ص ۱۰۶۱)

حضرتِ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) اس تیر کے بنانے والے کو جو اسے بناتے وقت خیر کی امید رکھے، اور (۲) تیر پھینکنے والے کو، اور (۳) تیر پکڑانے والے کو، پھر فرمایا، تیر اندازی کیا کرو، اور سواری کیا کرو، اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہارے سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے، اور جو تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا کفرانِ نعمت کیا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، رقم ۲۵۱۳، ج ۳، ص ۱۹)

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دو لشکروں کے درمیان چلنے والے کے لئے ہر قدم پر ایک نیکی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی القسی والرمی، رقم ۹۳۰۳، ج ۵، ص ۴۹۱) ←

حضرتِ سیدنا کعب بن مُرَّہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے دشمن کو تیر مارا اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمائیگا۔ سیدنا عبدالرحمن بن نُحّام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ درجہ کتنا بڑا ہوگا؟ ارشاد فرمایا، وہ تمہاری ماں کے گھر کی چوکھٹ جتنا نہیں ہوگا بلکہ ان دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہوگا۔ (سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب ثواب من رمی بسھم فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۶، ص ۲۷)

حضرتِ سیدنا مَعدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا وہ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا۔ تو اُس دن میں نے سولہ تیر چلائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجھاد، رقم ۴۵۹۶، ج ۷، ص ۶۵)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا وہ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا۔ تو اس دن میں نے سولہ تیر چلائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عمرو بن عنبہ، رقم ۱۷۰۱۹، ج ۶، ص ۵۶)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجھاد، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، رقم ۱۶۴۴، ج ۳، ص ۲۳۹)

حضرتِ سیدنا کعب بن مُرَّہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلانا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجھاد، رقم ۴۵۹۵، ج ۷، ص ۶۵)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس کے بال اسلام میں سفید ہوئے تو اس کے بالوں کی سفیدی قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی اور جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا وہ خطا گیا یا نشانے پر لگا تو اس کے لئے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۵۵۶، ج ۸، ص ۱۲۲)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس کے بال راہِ خداعزوجل میں سفید ہوئے اس کے بالوں کی سفیدی قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی اور جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا وہ دشمن کو لگے یا نہ لگے تیر چلانے والے کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے ایک مومن جان کو آزاد کیا تو اس غلام کا ←

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: سب سے بہتر اوس کی زندگی ہے جو اللہ (عزوجل) کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ (لگام) پکڑے ہوئے ہے، جب کوئی خوفناک آواز سنتا ہے یا خوف میں اوسے کوئی بلاتا ہے تو اوڑ کر پہنچ جاتا ہے (یعنی نہایت جلد) قتل و موت کو اوس کی جگہوں میں تلاش کرتا ہے (یعنی مرنے کی جگہ سے ڈرتا نہیں ہے) یا اوس کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لیکر پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی میں رہتا ہے، وہاں نماز پڑھتا ہے اور زکاۃ دیتا ہے اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ (2)

ہر عضو آزاد کرنے والے کے ایک عضو کا جہنم سے آزادی کے لئے فدیہ ہوجائے گا۔

(سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب ثواب من رمی بسھم فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۶، ص ۲۶)

اور ایک روایت میں ہے، جس نے تیر چلایا خواہ وہ نشانے پر لگے یا خطا ہو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب الرمی فی سبیل اللہ عزوجل، رقم ۲۸۱۲، ج ۳، ص ۳۶۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا وہ تیر قیامت کے دن اس کیلئے نور ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب فیمن رمی بسھم، رقم ۹۳۹۸، ج ۵، ص ۴۹۲)

حضرتِ سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوعمرو انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ جو کہ غزوہ بدر، عقبہ اور احد میں شریک ہوئے روزے کی حالت میں پیاس سے بل کھاتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے غلام سے فرمارہے تھے کہ دیکھتے کیا ہو! مجھے زرہ پہنا دو۔ تو غلام نے انہیں زرہ پہنادی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کمزوری کی حالت میں تیر نکالے اور تین تیر چلائے۔

پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے راہِ خدا عزوجل میں ایک تیر چلایا اور وہ تیر راستے میں گر گیا یا نشانے پر لگا تو وہ تیر اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ غروب آفتاب سے پہلے شہید ہوگئے۔

(طبرانی کبیر المعجم الکبیر، رقم ۹۵۱، ج ۲۲، ص ۳۸۱)

حضرتِ سیدنا عتبہ بن عبد سُلَمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اٹھو اور جہاد کرو۔ تو ایک شخص نے تیر چلایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس تیر نے اس کے لئے (جنت) واجب کردی۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عتبۃ بن عبد السلمی، رقم ۱۷۶۶۳، ج ۶، ص ۲۰۲)

(2) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، الحدیث ۱۲۵۔ (۱۸۸۹)، ص ۱۰۴۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ ←

حدیث ۳: ابوداود ونسائی و دارمی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مال اور جان اور زبان سے یعنی دِین حق کی اِشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے طیار ہوجاؤ۔ (3)

حدیث ۴: ترمذی وابوداود فضالہ بن عبید سے اور دارمی عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو مرتا ہے اوس کے عمل پر مہر لگادی جاتی ہے یعنی عمل ختم ہوجاتے ہیں، مگر وہ جو سرحد پر گھوڑا باندھے ہوئے ہے اگر مرجائے تو اوس کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا ہے اور فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (4)

---

۲ یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔

۳ یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام ومسلمین میں قتل ہوجانا یا مرجانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔

۴ خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پشمن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

۵ اگرچہ عبادات میں نماز وزکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز وزکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

۶ یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہوجاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ"۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیادار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کرسکے (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۶۹۲)

(3) سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب کراهية ترک الغزو، الحديث ۲۵۰۴، ج۳، ص۱۶۔

(4) جامع الترمذي، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل من مات مرابطا، الحديث ۱۶۲۷، ج۳، ص۲۳۲۔

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ (عزوجل) کی راہ میں ایک دن سرحد پر گھوڑا باندھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (5)

حدیث ۶، ۷: صحیح مسلم شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک دن اور رات اللہ (عزوجل) کی راہ میں سرحد پر گھوڑا باندھنا ایک مہینہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے اور مرجائے تو جو عمل کرتا تھا، جاری رہے گا اور اُس کا رزق برابر جاری رہے گا اور فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (6)

---

(5) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب فضل رباط یوم... إلخ، الحدیث ۲۸۹۲، ج ۲، ص ۲۷۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں کہ آپ سہل ابن سعد ساعدی انصاری ہیں، پہلے آپ کا نام حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا، کنیت ابوالعباس ہے، حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی ۹۱ھ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں جن کی وفات سب سے آخری میں ہوئی۔

۲۔ رباط ر کے کسرہ اور ضمہ کے ربط سے بنا ہے بمعنی باندھنا اس لیے بندھے گھوڑے کو خیل مربوط کہتے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ"۔ شریعت میں بہ نیت جہاد گھوڑا پالنے کو بھی کہتے ہیں اور اسلامی سرحد، باڈر پر کفار کے مقابل رہنے کو بھی جب کہ سرحد پر ہر وقت خطرہ ہو اور یہ مقابلہ کفار کے لیے ہر وقت وہاں تیار رہے یہاں رباط کے معنی دونوں بن سکتے ہیں۔

۳۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے آئی ہے۔ چنانچہ احمد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی ہے کہ ایک دن کا رباط ایک ماہ کے روزہ رات کی عبادت سے افضل ہے۔ طبرانی نے حضرت ابوداؤد سے روایت کی ایک ماہ کا رباط ہمیشہ کی روزی سے افضل ہے، جو مرابط ہو کر مرے گا وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور برزخ میں اسے صبح شام روزی جنت کی ہوا ملے گی قیامت تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۶۸۷)

(6) صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، الحدیث ۱۶۳۔ (۱۹۱۳)، ص ۱۰۵۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق، موٹر کار، ٹینک، ہوائی جہاز کی بمباری سیکھنا سب رباط ہے جب کہ جہاد کی نیت سے ہو، ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لیے ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے، یا مجاہد و مرابط کا جیسا اخلاص ویسا ثواب۔

۲۔ سبحان اللہ! کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اس کا ہر عمل

←

ترمذی ونسائی کی روایت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ایک دن سرحد پر گھوڑا باندھنا دوسری جگہ کے ہزار دنوں سے بہتر ہے۔ (7)

❁❁❁❁❁

۳؎ یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"۔

۴؎ امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا نون کے فتحہ سے ہے، فتنہ کا مبالغہ یا ف کے ضمہ سے فاتن بمعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا یا محفوظ رکھا جائے گا، بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ و آزمائش ہے اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے، منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔ مرابط حساب قبر عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے، دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا، نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا، اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۶۸۹)

(7) جامع الترمذي، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط، الحديث ۱۶۷۳، ج۳، ص۲۵۲۔

مسائلِ فقہیّہ

مسئلہ ۱: مسلمانوں پر ضرور ہے کہ کافروں کو دین اسلام کی طرف بلائیں اگر دین حق کو قبول کرلیں زہے نصیب حدیث میں فرمایا اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ اوس سے بہتر ہے جس پر آفتاب نے طلوع کیا یعنی جہاں سے جہاں تک آفتاب طلوع کرتا ہے یہ سب تمھیں مل جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ تمھاری وجہ سے کسی کو ہدایت ہوجائے اور اگر کافروں نے دین حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام اون پر جزیہ مقرر کردے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں اور جو اس سے بھی انکار کریں تو جہاد کا حکم ہے۔(1)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الجھاد، ج۶، ص۱۹۳، وغیرہ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

جزیہ بنا ہے جزاءٌ سے بمعنی بدلہ، جزیہ بدلہ کا مال۔ شریعت میں جزیہ وہ ٹیکس ہے جو سلطانِ اسلام کافر رعایا سے وصول کرتا ہے، ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں یہ جزیہ نہایت معمولی رقم ہے۔ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کی جاتی ہے جو کہیں زیادہ ہے، یوں ہی مسلمانوں پر فطرہ، قربانی سب کچھ واجب ہے جو کفار پر نہیں۔ آج جزیہ پر اعتراض کرنے کی بجائے مروجہ ٹیکسوں کی بھرمار کو دیکھیں کہ بہتر ۷۲ روپیہ فی سینکڑہ تک مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے۔ جزیہ دو قسم کا ہے: ایک وہ جس پر ذمی کفار سے صلح ہوجائے وہ جزیہ بقدر مصالحت ہی رہے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے دو ہزار جوڑے سالانہ پر صلح فرمائی تھی ایک ہزار جوڑے ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں، حضرت عمر نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ صلح فرمائی تھی کہ مسلمانوں سے وصول رقم سے دوگنی ادا کریں۔ دوسرا وہ جزیہ جو سلطان اسلام خود مقرر فرمادے اس کے لیے شرعی قانون یہ ہے کہ مالدار ذمیوں پر سالانہ اڑتیس درہم یعنی چار درہم ماہوار (سوا روپیہ) درمیانہ حیثیت کے کفار پر چوبیس درہم دو درہم ماہوار (آٹھ آنہ) غریب کفار پر بارہ درہم سالانہ ایک درہم ماہوار (چار آنہ) یہ ہی مذہب احناف ہے، امام شافعی کے ہاں ہر بالغ کافر پر بارہ درہم سالانہ، امام مالک کے ہاں مالدار کافر سے چار دینار یعنی اڑتالیس درہم سالانہ اور فقیر سے دس درہم سالانہ، امام احمد کا ہاں جزیہ مقرر نہیں، امام اور ذمی رعایا جس پر صلح کرلیں وہ ہی مقرر ہوگا۔ (مرقات) لیجئے یہ ہے وہ جزیہ جس پر موجودہ عیسائیوں اور ہندو وغیرہ شور مچارہے ہیں کہ اسلام نے ذمی کفار پر جزیہ مقرر کرکے ظلم کردیا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۲، ص۱۸)

خساب لگانے کے لئے بہار شریعت کی اس عبارت سے فائدہ اٹھائیں۔

کم سے کم مہر کتنا ہونا چاہیے؟

مہر کم سے کم دس درہم (دہم) (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.618 گرام) چاندی یا اس کی قیمت) ہے اس سے کم نہیں

مسئلہ ۲: مجاہد صرف وہی نہیں جو قتال کرے (جہاد کرے) بلکہ وہ بھی ہے جو اس راہ میں اپنا مال صرف (خرچ) کرے یا نیک مشورہ سے شرکت دے یا خود شریک ہو کر مسلمانوں کی تعداد بڑھائے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اور اسی کے توابع سے رباط ہے یعنی بلاد اسلامیہ (اسلامی ممالک) کی حفاظت کی غرض سے سرحد پر گھوڑا باندھنا یعنی وہاں مقیم رہنا اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے کہ اس کی نماز پانسو نماز کی برابر ہے اور اس کا ایک درم خرچ کرنا سات سو درم سے بڑھ کر ہے اور مر جائے گا تو روزمرہ رباط کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا اور رزق بدستور ملتا رہے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن شہید اوٹھایا جائے گا اور فزع اکبر سے مامون (محفوظ) رہے گا۔(2)

مسئلہ ۳: جہاد ابتدائً فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت نے کرلیا تو سب بری الذمہ ہیں اور سب نے چھوڑ دیا تو سب گنہگار ہیں اور اگر کفار کسی شہر پر ہجوم کریں (اچانک حملہ کر دیں) تو وہاں والے مقابلہ کریں اور اون میں اتنی طاقت نہ ہو تو وہاں سے قریب والے مسلمان اعانت کریں (مدد کریں) اور ان کی طاقت سے بھی باہر ہو تو جو ان سے قریب ہیں وہ بھی شریک ہو جائیں وعلیٰ ہذا القیاس۔(3)

مسئلہ ۴: بچوں اور عورتوں پر اور غلام پر فرض نہیں۔ یوہیں بالغ کے ماں باپ اجازت نہ دیں تو نہ جائے۔ یوہیں اندھے اور اپاہج اور لنگڑے اور جس کے ہاتھ کٹے ہوں ان پر فرض نہیں اور مدیون کے پاس مال ہو تو دین ادا کرے اور جائے ورنہ بغیر قرض خواہ بلکہ بغیر کفیل کی اجازت کے نہیں جاسکتا۔ اور اگر دین میعادی (ایسا قرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہو) ہو اور جانتا ہے کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے واپس آجائے گا تو جانا جائز ہے۔ اور شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو وہ بھی نہ جائے۔ یوہیں اگر اوس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور وہ لوگ موجود نہیں ہیں تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دے کہ جن کی جن کی امانت ہے دیدینا تو اب جاسکتا ہے۔(4)

مسئلہ ۵: اگر کفار ہجوم کر آئیں تو اس وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ عورت اور غلام پر بھی فرض ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ عورت اپنے شوہر سے اور غلام اپنے مولیٰ سے اجازت لے بلکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں بھی

ہوسکتا، خواہ سکہ ہو یا ویسی ہی چاندی یا اُس قیمت کا کوئی سامان۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۴)

(2) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الجهاد، ج۶، ص ۱۹۳۔۱۹۵۔

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الجهاد، ج۶، ص ۱۹۶۔۱۹۸۔

(4) البحر الرائق، کتاب السیر، ج۵، ص ۱۲۱۔

والدر المختار، کتاب الجهاد، ج۶، ص ۲۰۱۔

جائیں اور شوہر و مولیٰ (مالک) پر منع کرنے کا گناہ ہوا۔ یوہیں ماں باپ سے بھی اجازت لینے کی اور مدیون کو دائن سے (یعنی مقروض کو اپنے قرض خواہ سے) اجازت کی حاجت نہیں بلکہ مریض بھی جائے ہاں پورا نا مریض کہ جانے پر قادر نہ ہو اوسے معافی ہے۔(5)

مسئلہ ۶: جہاد واجب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلحہ اور لڑنے پر قدرت ہو اور کھانے پینے کے سامان اور سواری کا مالک ہو نیز اس کا غالب گمان ہو کہ مسلمانوں کی شوکت بڑھے گی۔ اور اگر اس کی امید نہ ہو تو جائز نہیں کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔(6)

مسئلہ ۷: بیت المال میں مال موجود ہو تو لوگوں پر سامان جہاد گھوڑے اور اسلحہ کے لیے مال مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بیت المال میں مال نہ ہو تو حرج نہیں اور اگر کوئی شخص بطیب خاطر (خوشدلی سے) کچھ دینا چاہتا ہے تو اصلاً مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے خواہ بیت المال میں ہو یا نہ ہو۔ اور جس کے پاس مال ہو مگر خود نہ جاسکتا ہو تو مال دے کر کسی اور کو بھیج دے مگر غازی سے یہ نہ کہے کہ مال لے اور میری طرف سے جہاد کر کہ یہ تو نوکری اور مزدوری ہوگئی اور یوں کہا تو غازی کو لینا بھی جائز نہیں۔(7)

مسئلہ ۸: جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ہے اونھیں پہلے دعوت اسلام دی جائے بغیر دعوت اون سے لڑنا جائز نہیں اور اس زمانہ میں ہر جگہ دعوت پہنچ چکی ہے ایسی حالت میں دعوت ضروری نہیں مگر پھر بھی اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو دعوت حق کر دینا مستحب ہے۔(8)

مسئلہ ۹: کفار سے جب مقابلہ کی نوبت آئے تو اون کے گھروں کو آگ لگا دینا اور اموال اور درختوں اور کھیتوں کو جلا دینا اور تباہ کر دینا سب کچھ جائز ہے یعنی جب یہ معلوم ہو کہ ایسا نہ کرینگے تو فتح کرنے میں بہت مشقت اوٹھانی پڑے گی اور اگر فتح کا غالب گمان ہو تو اموال وغیرہ تلف (ضائع) نہ کریں کہ عنقریب مسلمانوں کو ملیں گے۔(9)

مسئلہ ۱۰: بندوق، توپ اور بم کے گولے مارنا سب کچھ جائز ہے۔

---

(5) البحر الرائق، کتاب السیر، ج۵، ص۱۲۲۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الاول فی تفسیرہ...الخ، ج۲، ص۱۸۸۔
والدر المختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۳۔

(7) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۳۔
والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الاول فی تفسیرہ...الخ، ج۲، ص۱۹۱۔

(8) الدر المختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۵، ۲۰۶۔

(9) الدر المختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۶

مسئلہ ۱۱: اگر کافروں نے چند مسلمانوں کو اپنے آگے کرلیا کہ گولی وغیرہ ان پر پڑے ہم ان کے پیچھے محفوظ رہیں جب بھی ہمیں باز رہنا جائز نہیں گولی چلائیں اور قصد کافروں کے مارنے کا کریں اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی گولی سے مرجائے جب بھی کفارہ وغیرہ لازم نہیں جبکہ گولی چلانے والے نے کافر پر گولی چلانے کا ارادہ کیا ہو۔(10)

مسئلہ ۱۲: کسی شہر کو بادشاہ اسلام نے فتح کیا اور اوس شہر میں کوئی مسلمان یا ذمی ہے تو اہل شہر کو قتل کرنا جائز نہیں ہاں اگر اہلِ شہر میں سے کوئی نکل گیا تو اب باقیوں کو قتل کرنا جائز ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جانے والا مسلمان یا ذمی ہو۔(11)

مسئلہ ۱۳: جو چیزیں واجب التعظیم ہیں اون کو جہاد میں لے کر جانا جائز نہیں جیسے قرآن مجید، کتب فقہ وحدیث کہ بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔ یوہیں عورتوں کو بھی نہ لے جانا چاہیے اگرچہ علاج وخدمت کی غرض سے ہو۔ ہاں اگر لشکر بڑا ہو کہ خوف نہ ہو تو عورتوں کو لے جانے میں حرج نہیں اور اس صورت میں بوڑھیوں اور باندیوں کو لے جانا اولیٰ ہے اور اگر مسلمان کافروں کے ملک میں امان لے کر گیا ہے تو قرآن مجید لے جانے میں حرج نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۴: عہد توڑنا مثلاً یہ معاہدہ کیا کہ اتنے دنوں تک جنگ نہ ہوگی پھر اسی زمانہ عہد میں (معاہدہ کی مدت کے دوران) جنگ کی یہ ناجائز ہے اور اگر معاہدہ نہ ہو اور بغیر اطلاع کیے جنگ شروع کردی تو حرج نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۵: مُثلہ یعنی ناک کان یا ہاتھ پاؤں کاٹنا یا موتھ کالا کردینا منع ہے یعنی فتح ہونے کے بعد مُثلہ کی اجازت نہیں اور اثنائے جنگ میں اگر ایسا ہو مثلاً تلوار ماری اور ناک کٹ گئی یا کان کٹ گئے یا آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تو حرج نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۶: عورت اور بچہ اور پاگل اور بہت بوڑھے اور اندھے اور لنجھے اور اپاہج اور راہب (پادری) اور پوجاری (مندر کا مجاور) جو لوگوں سے ملتے جلتے نہ ہوں یا جس کا دہنا ہاتھ کٹا ہو یا خشک ہوگیا ہو ان سب کو قتل کرنا منع ہے یعنی جبکہ لڑائی میں کسی قسم کی مدد نہ دیتے ہوں۔ اور اگر ان میں سے کوئی خود لڑتا ہو یا اپنے مال یا مشورہ سے مدد پہنچاتا ہو یا

---

(10) الدرالمختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۶۔

(11) المرجع السابق، ص۲۰۷۔

(12) الدرالمختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۷۔

والبحرالرائق، کتاب السیر، ج۵، ص۱۳۰۔

(13) مجمع الانہر، کتاب السیر والجہاد، ج۲، ص۴۱۴

(14) فتح القدیر، کتاب السیر، باب کیفیۃ القتال، ج۵، ص۲۰۱۔

بادشاہ ہوتو اُسے قتل کردیں گے۔ اور اگر مجنون کو کبھی جنون رہتا ہے اور کبھی ہوش تو اسے بھی قتل کردیں۔ اور بچہ اور مجنون کو اثنائے جنگ میں (جنگ کے دوران) قتل کریں گے جبکہ لڑتے ہوں اور باقیوں کو قید کرنے کے بعد بھی قتل کردیں گے۔ اور جنھیں قتل کرنا منع ہے اونھیں یہاں نہ چھوڑیں گے بلکہ قید کر کے دارالاسلام میں لائیں گے۔(15)

مسئلہ ۱۷: کافروں کے سرکاٹ کر لائیں یا اون کی قبریں کھود ڈالیں اس میں حرج نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۸: اپنے باپ دادا کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ناجائز ہے مگر اوسے چھوڑے بھی نہیں بلکہ اوس سے لڑنے میں مشغول رہے کہ کوئی اور شخص آکر اوسے مار ڈالے۔ ہاں اگر باپ یا دادا خود اس کے قتل کا درپے ہو اور اسے بغیر قتل کیے چارہ نہ ہو تو مار ڈالے اور دیگر رشتہ داروں کے قتل میں کوئی حرج نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۹: اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح کرنا جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے کر یا دے کر صلح کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو توڑ دیں مگر یہ ضرور ہے کہ پہلے اونھیں اس کی اطلاع کردیں اور اطلاع کے بعد فوراً جنگ شروع نہ کریں بلکہ اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں اس خبر کو پہنچا سکے۔ یہ اوس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی میعاد نہ ہو اور اگر میعاد ہو تو میعاد پوری ہونے پر اطلاع کی کچھ حاجت نہیں۔(18)

مسئلہ ۲۰: صلح کے بعد اگر کسی کافر نے لڑنا شروع کیا اور یہ اونکے بادشاہ کی اجازت سے ہے تو اب صلح نہ رہی اور اگر بادشاہ کی اجازت سے نہ ہو بلکہ شخص خاص یا کوئی جماعت بغیر اجازتِ بادشاہ برسرِ پیکار ہے (یعنی جنگ لڑ رہی ہے) تو صرف انھیں قتل کیا جائے ان کے حق میں صلح نہ رہی باقیوں کے حق میں باقی ہے۔(19)

مسئلہ ۲۱: کافروں کے ہاتھ ہتھیار اور گھوڑے اور غلام اور لوہا وغیرہ جس سے ہتھیار بنتے ہیں بیچنا حرام ہے اگرچہ صلح کے زمانہ میں ہو۔ یوہیں تاجروں پر حرام ہے کہ یہ چیزیں اون کے ملک میں تجارت کے لیے لے جائیں بلکہ اگر مسلمانوں کو حاجت ہو تو غلہ اور کپڑا بھی ان کے ہاتھ نہ بیچا جائے۔(20)

---

(15) الدرالمختار، کتاب الجھاد، ج۶ص ۲۱۰، ۲۱۱۔

و مجمع الانھر، کتاب السیر والجھاد، ج۲، ص ۴۱۴۔

(16) الدرالمختار، کتاب الجھاد، ج۶ص ۲۱۱۔

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجھاد، مطلب فی بیان نسخ المثلۃ، ج۶ص ۲۱۱، ۲۱۲۔

(18) المرجع السابق، ص ۲۱۲۔

(19) مجمع الانھر، کتاب السیر والجھاد، ج۲، ص ۴۱۸۔

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجھاد، مطلب فی بیان نسخ المثلۃ، ج۶ص ۲۱۳۔

مسئلہ ۲۲: مسلمان آزاد مرد یا عورت نے کافروں میں کسی ایک کو یا جماعت یا ایک شہر کے رہنے والوں کو پناہ دیدی تو امان صحیح ہے اب قتل جائز نہیں اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا بہت بوڑھا ہو۔ اور بچہ یا غلام کی امان صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اونھیں قتال (جہاد) کی اجازت مل چکی ہو ورنہ صحیح نہیں۔ امان صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ کفار نے لفظ امان سنا ہو اگرچہ کسی زبان میں ہو اگرچہ اس لفظ کے معنی وہ نہ سمجھتے ہوں اور اگر اتنی دور پر ہوں کہ سن نہ سکیں تو امان صحیح نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۳: امان میں ضرر کا اندیشہ ہو تو بادشاہ اسلام اس کو توڑ دے مگر توڑنے کی اطلاع کر دے اور امان دینے والا اگر جانتا تھا کہ اس حالت میں امان دینا منع تھا اور پھر دیدی تو اوسے سزا دی جائے۔(22)

مسئلہ ۲۴: ذمی اور تاجر اور قیدی اور مجنون اور جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور ابھی ہجرت نہ کی ہو اور وہ بچہ اور غلام جنھیں قتال کی اجازت نہ ہو یہ لوگ امان نہیں دے سکتے۔(23)

❀❀❀❀❀

---

(21) الدرالمختار، کتاب الجهاد، ج٦، ص ٢١٤.

والفتاوی الهندیة، کتاب السیر، الباب الثالث في الموادعة والامان۔۔۔۔الخ، ج٢، ص ١٩٨، ١٩٩.

(22) مجمع الانهر، کتاب السیر والجهاد، ج٢، ص ٤١٩، ٤٢٠.

(23) الدرالمختار، کتاب الجهاد، ج٦، ص ٢١٧، ٢١٨.

غنیمت کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱﴾)(1)

نفل کے بارے میں تم سے سوال کرتے ہیں تم فرما دو نفل اللہ (عزوجل) ورسول کے لیے ہیں، اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو اور اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

(وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ)(2)

اور جان لو کہ جو کچھ تم نے غنیمت حاصل کی ہے اوس میں سے پانچواں حصہ اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے لیے ہے اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے۔

---

(1) پ۹، الانفال ا۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالٰی نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔

(2) پ۱۰، الانفال ۴۱۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مسئلہ: غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں سے ایک حصہ جو کُل مال کا پچیسواں حصہ ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے اور ایک حصہ آپ کے اہلِ قرابت کے لئے اور تین حصے یتیموں اور مسکینوں، مسافروں کے لئے۔

مسئلہ: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضور اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے بھی یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور پانچواں حصہ انہیں تین پر تقسیم ہو جائے گا۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔

احادیث

حدیث ۱: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمت حلال نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف و عجز دیکھ کر اسے ہمارے لیے حلال کر دیا۔ (1)

حدیث ۲: سنن ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (عزوجل) نے مجھے تمام انبیا سے افضل کیا۔ یا فرمایا: میری امت کو تمام امتوں سے افضل کیا اور ہمارے لیے غنیمت حلال کی۔ (2)

حدیث ۳: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک نبی (یوشع بن نون علیہ السلام) غزوہ کے لیے تشریف لے گئے اور اپنی قوم سے فرمایا: کہ ایسا شخص میرے ساتھ نہ چلے، جس نے نکاح کیا ہے اور ابھی زفاف نہیں کیا ہے اور کرنا چاہتا ہے اور نہ وہ شخص جس نے مکان بنایا ہے اور اوس کی

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحلیل الغنائم... إلخ، الحدیث ۳۲-۱۷۴۷، ص۹۵۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے لم تحل بغیر ف کے اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور اگر فلم تحل ف سے ہو تو یہ کلام کسی گزشتہ کلام پر مرتب ہے، یہ پورا کلام شریف اسی باب کی تیسری فصل میں آئے گا۔ یعنی غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی نبی کی امت کے لیے حلال نہ کیا۔ وہ لوگ جب جہاد میں کفار سے مال چھینتے تھے تو یہ سارا مال جمع کر کے کسی جگہ رکھتے تھے، آسمان سے غیبی آگ بغیر دھوئیں والی آتی تھی اسے جلا جاتی تھی، یہ آگ کا جلا ڈالنا اس کی علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد مقبول ہے اور غنیمت میں خیانت نہیں ہوئی، اگر آگ نہ جلاتی تو وہ لوگ سمجھ جاتے کہ یا تو جہاد مردود ہو گیا یا اس غنیمت میں کچھ خیانت ہوئی ہے یہ ہی حال ان کی قربانیوں کا تھا، ہمارے لیے غنیمت اور قربانی دونوں چیزیں حلال فرما دی گئیں۔ (از مرقات ولمعات مع اضافہ)

۲۔ یعنی ان گزشتہ قوموں کے لحاظ سے ہم لوگ جسماً کمزور بھی ہیں اور مال میں کم بھی اور تا قیامت بہت کمزور وغریب لوگ جہاد کیا کریں گے۔ ان وجوہ سے ہمارے لیے غنیمت حلال کر دی کہ جہاد میں ثواب بھی حاصل کریں اور مال بھی یہ رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد گزشتہ دینوں میں بھی تھے۔ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ثابت کیا ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۸۷۸)

(2) جامع الترمذي، کتاب السیر، باب ماجاء في الغنیمۃ، الحدیث ۱۵۵۸، ج۳، ص۱۹۶۔

چھتیں ابھی تیار نہیں ہوئی ہیں اور نہ وہ شخص جس نے گابھن جانور خریدے ہیں اور بچہ جننے کا منتظر ہے (یعنی جن کے دل کسی کام میں مشغول ہوں وہ نہ چلیں صرف وہ لوگ چلیں جن کو ادھر کا خیال نہ ہو) جب اپنے لشکر کو لے کر قریہ (بیت المقدس) کے قریب پہنچے، وقت عصر آگیا (وہ جمعہ کا دن تھا اور اب ہفتہ کی رات آنے والی ہے، جس میں قتال بنی اسرائیل پر حرام تھا) اونھوں نے آفتاب کو مخاطب کر کے فرمایا: تو مامور ہے اور میں مامور ہوں۔ اے اللہ! (عزوجل) آفتاب کو روک دے، آفتاب رک گیا اور اللہ (عزوجل) نے فتح دی اب غنیمتیں جمع کی گئیں اوسے کھانے کے لیے آگ آئی، مگر اوس نے نہیں کھایا (یعنی پہلے زمانہ میں حکم یہ تھا کہ غنیمت جمع کی جائے پھر آسمان سے آگ اوترتی اور سب کو جلا دیتی اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ سمجھا جاتا کہ کسی نے کوئی خیانت کی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا) نبی نے فرمایا: کہ تم نے خیانت کی ہے، لہٰذا ہر قبیلہ میں سے ایک شخص بیعت کرے بیعت ہوئی ایک شخص کا ہاتھ اون کے ہاتھ سے چپک گیا، فرمایا: تمھارے قبیلہ میں کسی نے خیانت کی ہے اس کے بعد وہ لوگ سونے کا ایک سر لائے جو گائے کے سر برابر تھا، اوس کو اس غنیمت میں شامل کر دیا پھر حسب دستور آگ آئی اور کھا گئی۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ ہم سے قبل کسی کے لیے غنیمت حلال نہیں تھی اللہ (عزوجل) نے ہمارے ضعف و عجز کی وجہ سے اسے حلال کر دیا۔ (3)

---

(3) صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب تحلیل الغنائم... إلخ، الحدیث ۳۲۔(۱۷۴۷)، ص ۹۵۹.
وصحیح البخاري، کتاب فرض الخمس، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم... إلخ، الحدیث ۳۱۲۴، ج ۲، ص ۳۴۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ نبی سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور غزوہ سے مراد بیت المقدس پر جہاد، یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا۔ (اشعہ، مرقات)

۲۔ یعنی جس کا نکاح ہو چکا ہے ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے اس کی تیاری میں ہے۔ اہل عرب زفاف کے وقت خیمہ وغیرہ بناتے تھے۔ اس میں زفاف کرتے تھے اس لیے زفاف کو بنا رکھتے تھے۔ (اشعہ)

۳۔ یعنی مکان بنانے میں مشغول ہے ابھی عمارت نامکمل ہے اس کی تکمیل کر رہا ہے۔

۴۔ یعنی جس کی بکریاں یا اونٹنیاں گابھن ہیں اسے ان کے بچے دیکھنے دودھ پینے کا بڑا انتظار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ میرے ساتھ جہاد میں فارغ البال جائے جس کا دل دنیا میں لگا ہے وہ نہ جائے تاکہ اس عبادت میں دھیان نہ بٹے جیسے آج پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت لے کر نماز پڑھنا ممنوع ہے کہ اس سے نماز میں دل نہ لگے گا۔

۵۔ یعنی اے سورج تجھے رفتار کا حکم الٰہی ہے اور مجھے جہاد کا حکم ہے اگر تو ابھی ڈوب گیا اور میں بیت المقدس فتح نہ کر سکا تو ہفتہ کا دن شروع ہو جائے گا جس میں جہاد کرنا قتال کرنا حرام ہے پھر کفار کو کافی مہلت مل جائے گی اور بیت المقدس فتح کرنا مشکل ہو جائے گا خدایا تو سورج کو روک دے جب یہ بیت المقدس فتح کرلوں تب غروب ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام چاند سورج سے بھی کلام فرماتے ہیں اور ←

حدیث ۴: ابو داود نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں ہم حبشہ سے واپس ہوئے

وہ ان سے گفتگو اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

یہ جہاد جمعہ کے دن ہوا تھا۔ اس دین میں ہفتہ کے دن جہاد بھی ممنوع تھا۔ (مرقات)

۶؎ بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہو گیا تب ڈوبا، یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا۔ خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لیے سورج روکا نہیں گیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا۔ چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا، فرمایا ہاں بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا بدھ کی صبح کو، قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہو گئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا اور غزوہ خیبر کے موقع پر مقام صہباء میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا تھا، جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی سورج ڈوب گیا تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا، حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا۔ ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا۔ ابن المنذر ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی طبرانی نے معجم میں بہ سند حسن حضرت جابر سے سورج روک لیے جانے کی حدیث نقل فرمائی ہے۔ بہر حال آفتاب کا رکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لیے ہوا۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے سورج نہ رکا اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں۔ (مرقات، اشعہ) فقیر نے مقام صہباء کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا، یہ جگہ خیبر سے قریباً ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔ عام لوگ زیارت کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر

اشارہ سے چاند چیر دیا — چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا — یہ تاب و تواں تمہارے لیے

۷؎ اس زمانہ میں غنیمت کا مال جمع کر کے کسی پہاڑی یا میدان میں رکھ دیا جاتا تھا غیبی آگ آکر اسے جلا جاتی تھی اس لیے یہ کیا گیا۔

۸؎ اس لیے آگ آئی تو تھی مگر اسے جلایا نہیں۔ یہاں کھانے سے مراد جلانا ہے گزشتہ دینوں میں یہ مال غنیمت اور قربانیوں کے گوشت غیبی آگ جلایا کرتی تھی۔

۹؎ یہ بھی یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جس میں خیانت تھی اس کے سردار کا ہاتھ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا جس سے خیانت پکڑی گئی۔

۱۰؎ یعنی اس غنیمت کے مال میں سونے کی گائے کا سر جو عام گایوں کے سر کے برابر تھا اس کی خیانت کی گئی جواب حاضر کی گئی۔

۱۱؎ اس زمانہ میں غیبی آگ کا جلا جانا قبولیت کی علامت تھی اور نہ جلانا مردودیت کی علامت تھی خیانت والی غنیمت مردود مانی جاتی تھی۔ ہابیل و قابیل نے بھی اپنی قربانیاں پہاڑ پر رکھی تھیں ہابیل کی قربانی کو آگ جلا گئی اور قابیل کی قربانی ویسی ہی پڑی رہی۔ ←

اوس وقت پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابھی خیبر کو فتح کیا تھا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمارے لیے حصہ مقرر فرمایا اور ہمیں بھی عطا فرمایا، جو لوگ فتح خیبر میں موجود نہ تھے اون میں ہمارے سوا کسی کو حصہ نہ دیا، صرف ہماری کشتی والے جتنے تھے حضرت جعفر اور اون کے رفقا انھیں کو حصہ دیا۔ (4)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں یزید بن ہرمز سے مروی کہ نجدہ حروری نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لکھ کر دریافت کیا کہ غلام وعورت غنیمت میں حاضر ہوں تو آیا ان کو حصہ ملے گا؟ یزید سے فرمایا کہ لکھ دو کہ ان کے لیے

۱۲ے یعنی ہماری امت عموماً کمزور اور غریب ہوگی لہذا اس کے لیے مال غنیمت حلال فرمادیا گیا کہ اس مال کے ذریعہ جہاد میں قوت حاصل کریں، یہ رب تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ اسی طرح قربانی کا گوشت بھی اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا کہ قربانی عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کی خوراک بھی ہے، یہ ہے خاص کرم۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۹۲۵)

(4) سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة... إلخ، الحديث ۲۷۲۵، ج ۳، ص ۹۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ے حضرت ابوموسیٰ اشعری یمن کے رہنے والے تھے، مکہ معظمہ میں آکر مسلمان ہوگئے، پھر یمن چلے گئے، پھر وہاں سے باارادہ ہجرت مدینہ منورہ بُراستہ دریا روانہ ہوئے، باد مخالف نے ان کی کشتی کو بجائے مدینہ منورہ کے حبشہ میں جا پھینکا، وہاں جعفر اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ساتھ ہجرت کر کے آئے، اتفاقاً فتح خیبر کے دن خیبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، حضور انور کو ان لوگوں کی آمد سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے یہاں پہنچنے کے متعلق اور روایات بھی ہیں مگر یہ روایت حاشیۂ اللمعات میں منقول ہے اور صحیح شرح بعض روایات میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ پہلے حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے، پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۲ے یعنی خیبر کی غنیمتوں سے حصہ صرف ان مجاہدین کو ہی دیا جو اس غزوہ میں ہی شریک تھے صرف ہماری جماعت وہ تھی جو غزوہ میں شریک نہ ہوئی اور اسے غنیمت کا حصہ ملا۔ احناف کے نزدیک اس حصہ دینے کی وجہ انکی خصوصیت ہے کہ سرکار انور نے غازیوں سے اجازت لے کر ان حضرات کو بھی حصہ دے دیا جیسے کہ غازیان حنین سے اجازت لے کر ہوازن کو ان کے قیدی واپس فرمادیے، امام شافعی کے ایک قول میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات اگرچہ فتح خیبر کے بعد پہنچے لیکن ابھی مال غنیمت جمع نہ کیا گیا تھا کہ یہ لوگ پہنچ گئے۔ اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے بعد غازیوں کو کمک پہنچے جب کہ غنیمت اکٹھی نہ کی گئی ہو تو ان کمک والوں کو بھی غنیمت سے حصہ ملے گا۔ حضور انور نے ان بزرگوں کو کمک قرار دیا، بعض نے فرمایا کہ حضور انور نے انہیں یہ حصہ اپنے خمس میں سے دیا جو آپ کا اپنا حصہ تھا مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے اس لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فخریہ طور پر اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ حصہ عطا ہونا ان کی خصوصیات سے ہے۔ خیال رہے حضرت ابوموسیٰ مع اپنے دو بڑے بھائیوں کے قریباً پچپن آدمی یمن سے حبشہ پہنچے تھے وہاں سے خیبر۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۹۰۳)

ہم (حصہ) نہیں ہے، مگر کچھ دیدیا جائے۔(5)

حدیث ۶: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر لشکر میں سے کچھ لوگوں کو لڑنے کے لیے کہیں بھیجتے تو انھیں علاوہ حصہ کے کچھ نفل (انعام) عطا فرماتے۔(6)

حدیث ۷: نیز صحیحین میں اونھیں سے مروی، کہتے ہیں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ہمیں حصہ کے علاوہ خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) میں سے نفل دیا تھا، مجھے ایک بڑا اُونٹ ملا تھا۔(7)

---

(5) صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب النساء الغازیات... إلخ، الحدیث ۱۳۹۔(۱۸۱۲)، ص۱۰۰۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ ہمدانی ہیں، بنی لیث کے غلام ہیں، تابعی ہیں، ثقہ ہیں، اہل مدینہ سے ہیں۔

۲۔ نجدہ خوارج سے تھا، حرورہ ایک بستی کا نام ہے قریب کوفہ، اس بستی میں خوارج کا اجتماع تھا اس لیے خوارج کو حروری کہا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں قادیانی ایک مرتد فرقہ کا لقب ہے، قادیان بستی کی طرف نسبت ہے۔

۳۔ یعنی اگر غلام جہاد کرے یا عورت زخمی غازیوں کی مرہم پٹی کرے تو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے گا جو مقررہ حصے سے کم ہوگا پورا حصہ نہ دیا جائے گا لیکن اگر غلام صرف مولٰی کی خدمت کرے اور عورت صرف اپنے خاوند کا کام کرے تو انہیں کچھ نہ ملے گا کہ اس صورت میں یہ تاجر کی طرح ہیں جو جہاد میں دوکان لے کر جاوے۔(اشعہ ومرقات ولمعات)

۴۔ اکثر علماء کا یہ ہی قول ہے امام اعظم کا بھی یہ ہی مذہب ہے کہ عورت اور غلام کو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے اور باقاعدہ پورا حصہ نہ دیا جائے بشرطیکہ غلام جنگ کرے مولٰی کی اجازت سے یا بغیر اجازت اور عورت غازیوں کی خدمت کرے کہ عورت کی خدمت مثل جنگ کے ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۸۸۱)

(6) صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب الانفال، الحدیث ۴۰۔(۱۷۵۰)، ص۹۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ نفل کے معنی ہیں زیادتی اس سے ہے انفال اور نافلہ، اصطلاح میں نفل وہ مال کہلاتا ہے جو کسی غازی کو اس کے حصے سے زیادہ دیا جائے یا کسی بہادری کے صلہ میں یا جہاد کی رغبت دینے کے لیے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بعض غازیوں کو ان کے عام حصے کے علاوہ جس کے وہ مستحق ہوتے تھے کچھ زیادہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس زیادتی میں بہت حکمتیں ہوتی تھیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۸۸۳)

(7) صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب الانفال، الحدیث ۳۸۔(۱۷۵۰)، ص۹۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت سے خمس لیا، اس خمس میں سے ہم لوگوں کو ایک ایک اونٹ زائد دیا بطور نفل۔ ←

حدیث ۸: ابن ماجہ و ترمذی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار بدر کے دن نفل میں ملی تھی۔(8)

حدیث ۹: امام بخاری خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: کچھ لوگ اللہ (عزوجل) کے مال میں ناحق گھس پڑتے ہیں، اون کے لیے قیامت کے دن آگ ہے۔(9)

خیال رہے کہ آج کل فوجی سپاہیوں کی تنخواہ ہوتی ہے غنیمت میں حصہ بالکل نہیں ملتا مگر اس زمانہ میں تنخواہ نہ ہوتی تھی غنیمت کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ اللہ رسول کے نام کا لے لیا جاتا تھا اسے خمس کہتے تھے اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم ہو جاتے تھے یہاں اس کا ذکر ہے یعنی حضور انور نے یہ نفل ہم لوگوں کو خمس میں سے دیا غازیوں کے حصے سے نہ دیا۔

۲۔ شارف کی یہ تفسیر کسی اور راوی نے کی ہے حضرت ابن عمر کی نہیں۔(مرقات) نفل کے معنی ابھی ذکر کیے گئے، اس سے ہے یہ نفلی نماز و روزہ یعنی فرض سے زیادہ۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۸۸۴)

(8) جامع الترمذي، کتاب السیر، باب في النفل، الحدیث ۱۵۶۷، ج ۳، ص ۲۰۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ تنفل بنا ہے نفل سے، اس کے معنی ہیں نفل یعنی زیادتی قبول فرما لے لینا۔ تنفیل باب تفعیل کے معنی ہوتے ہیں دوسرے کو نفل دینا یعنی حضور اقدس نے خود یہ تلوار قبول فرمائی اسے شریعت میں صفی کہتے ہیں یعنی حضور انور کا پسند فرمایا ہوا مال۔ فقار جمع ہے فقرہ کی بمعنی جوڑ اس لیے عبارت کے جملے کو فقرہ کہا جاتا ہے، چونکہ اس تلوار میں جوڑ تھے، پرت پرت جیسے ہاکی کی لکڑی یا اس میں منکے موتی ایسے جڑے ہوئے تھے جیسے پیٹھ کی ہڈی اس لیے اسے ذوالفقار یعنی جوڑوں والی تلوار کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار منبہ ابن حجاج کافر کی تھی جو بدر میں مارا گیا پھر حضور انور کے پاس رہی، حضور انور اس تلوار سے جہاد فرماتے تھے، کچھ عرصہ بعد حضور نے یہ ذوالفقار علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی۔(اشعہ و مرقات) امام ابو جعفر محمد ابن علی باقر سے روایت ہے کہ بدر کے دن ایک فرشتہ نے پکارا تھا لاسیف الا ذوالفقار لافتی الا علی۔(مرقات) اب لوگوں نے اسے اس طرح بنا لیا۔ شعر

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار　　　لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۹۱۱)

(9) صحیح البخاري، کتاب فرض الخمس، باب قولہ تعالیٰ (فان للہ خمسہ وللرسول) یعنی... إلخ، الحدیث ۳۱۱۸، ج ۲، ص ۳۴۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ خولہ دو ہیں: ایک خولہ بنت ثامر، دوسری خولہ بنت ثعلبہ حضرت اوس ابن صامت کی بیوی، یہاں پہلی خولہ مراد ہیں خولہ بنت ثامر، مرقات کی یہ ہی تحقیق ہے مگر اشعۃ اللمعات نے دوسری خولہ مراد لیں۔ واللہ اعلم!

←

حدیث ۱۰: ابو داود بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شتر(اونٹ) کے پاس تشریف لائے اوس کے کوہان سے ایک بال لیکر فرمایا: اے لوگو! اس غنیمت میں سے میرے لیے کچھ نہیں ہے (بال کی طرف اشارہ کرکے) اور یہ بھی نہیں سوا خمس کے (کہ یہ میں لونگا) وہ بھی تمھارے ہی اوپر رد ہوجائیگا، لہٰذا سوئی اور تاگا جو کچھ تم نے لیا ہے حاضر کرو۔ ایک شخص اپنے ہاتھ میں بالوں کا گچھا لے کر کھڑا ہوا اور عرض کی، میں نے پالان درست کرنے کے لیے یہ بال لیے تھے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس میں میرا اور بنی عبدالمطلب کا جو کچھ حصہ ہے وہ تمھیں دیا۔ اوس شخص نے کہا، جب اس کا معاملہ اتنا بڑا ہے تو مجھے ضرورت نہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا۔(10)

۲ے خوض کے لغوی معنی پانی میں گھس جانا، اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہوجانے کو خوض کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ" باب تفعیل میں آکر مبالغہ پیدا ہوگیا۔ اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ۔ حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں ان کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں۔

۳ے ناحق مال کھانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص ۶۴۴)

(10) سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب في فداء الأسیر بالمال، الحدیث ۲۶۹۴، ج۳، ص ۸۴.

<u>حکیم الامت کے مدنی پھول</u>

اے دبرہ خاص اونٹ کے بال کو کہتے ہیں اور شعر ہر بال کو کہا جاتا ہے، سنام اونٹ کی پیٹھ میں ابھری ہوئی ہڈی سے کوہان کہا جاتا ہے۔

۲ے یعنی حقیر سے حقیر اور معمولی سے معمولی چیز بھی غنیمت سے میرا حصہ نہیں، اس سے صفی مستثنیٰ ہے۔ صفی وہ چیز ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمالیں۔ جیسے ابھی ذوالفقار کا واقعہ گزرا کہ وہ صفی تھی یا غزوہ خیبر میں بی بی صفیہ یہود کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا حضور انور کے نکاح میں ہونا ہی موزوں تھا یا ذوالفقار کفار کے سردار کی تلوار حضور انور کے ہاتھ اس کا ہونا کفار کے زیادہ جلنے کا باعث تھا، بہرحال یہاں قانون کا ذکر ہے اور صفی کا اختیار فرمانا دائمی قانون نہ تھا بھی اتفاقیہ تھا۔

۳ے اشارہ کے لیے صرف ایک انگلی اٹھائی یعنی صرف ایک خمس ہی ہمارا حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

۴ے یعنی وہ بھی تمہاری مصلحتوں میں ہی خرچ ہوتا ہے کہ اس خمس سے ہم جنگی سامان گھوڑے تیر وغیرہ خریدتے ہیں موقعہ بموقعہ مساکین کی مدد فرماتے ہیں۔

۵ے یعنی یہ اونی دھاگہ کی گچھی ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ میرا کمبل پھٹا یا ادھڑا ہوا ہے اسے درست کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو لے لوں۔

۶ے یعنی اگر یہ دھاگہ کی گچھی میرے خمس میں آگئی تو میری طرف سے تجھے اجازت ہوگی اور اگر میرے کسی عزیز مطلبی کو غنیمت کے ←

حدیث ۱۱: ترمذی نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے قبل تقسیم غنیمت کوخریدنے سے منع فرمایا۔ (11)

حصے سے مل گئی تو میں ان کی طرف سے تجھے اجازت دیتا ہوں لیکن اگر کسی اور کے حصہ میں پہنچ گئی تو پھر تو جانے اور وہ مالک جانے۔

ے یعنی جب اس معمولی چیز میں ایسی پابندی اور ایسی تنگی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ پہلے تو کسی کی ملکیت میں آنے کا انتظار کروں پھر مالک سے خوشامد کر کے مانگوں یہ کہا اور پھر وہاں ہی رکھ دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈر گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۹۱۷)

(11) جامع الترمذي، کتاب السیر، باب في کراھیۃ بیع المغانم... إلخ، الحدیث ۱۵۷۹، ج۳، ص۲۰۳۔

مالِ غنیمت چھپانا

غنیمت میں دھوکے کی مذمّت میں آیاتِ قرآنیہ:

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائیگی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

غنیمت میں دھوکے کی مذمّت میں احادیثِ مبارکہ

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مالِ غنیمت پر مقرر کِرْکِرَہ نامی شخص فوت ہوگیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: وہ جہنم میں ہے۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اُسے دیکھنے کے لئے گئے تو ایک قمیص پائی جو اس نے خیانت کر کے لی تھی۔

(صحیح البخاري، کتاب الجھاد، باب القلیل من الغلول، الحدیث: ۳۰۷۴، ج۲، ص۳۲۷)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: آپ کا فلاں غلام شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: نہیں بلکہ وہ اس قمیص میں جہنم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے جو اس نے خیانت کر کے لی تھی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۰۷۲، ج۷، ص۲۹۹)

خیبر کے دن صحابۂ کرام علیہم الرِّضْوَان میں سے ایک صاحب فوت ہوگئے، صحابۂ کرام علیہم الرِّضْوَان نے حضور نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اپنے رفیق پر نماز پڑھو۔ اس پر لوگوں کے چہروں کے رنگ بدل گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: تمہارے دوست نے راہِ خدا میں خیانت کی۔ صحابۂ کرام علیہم الرِّضْوَان نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کے منکوں میں سے ایک منکا پایا (جو مالِ غنیمت میں سے تھا) جس کی قیمت دو درہم بھی ←

نہ ہوگی۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی تعظیم الغلول، الحدیث:۲۷۱۰، ص۱۴۲۴)(المعجم الکبیر، الحدیث:۵۱۷۹، ج۵، ص۲۳۱)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے دن سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابۂ کرام علیہم الرِّضوان آئے اور کہنے لگے کہ فلاں شہید ہے فلاں شہید ہے یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے یہ بھی شہید ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں، بلاشبہ میں نے اسے وہ چادر اوڑھے یا قمیص پہنے جہنم میں دیکھا ہے جو اس نے خیانت کر کے لی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ ایمان والے ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول......الخ، الحدیث:۳۰۹، ص۶۹۷)(المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث:۱۳، ج۸، ص۵۲۳)

دشمن امانت دار کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے: اگر میری اُمّت خیانت نہ کرے تو اس کے سامنے دُشمن قدم نہ جما سکے۔ حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیِّدُنا حبیب بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: کیا تمہارے سامنے دُشمن بکری کا دودھ دوہنے کی دیر ٹھہرا رہتا ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: جی ہاں! بلکہ تین دودھ والی بکریوں کے دودھ دوہنے کی دیر تک۔ تو حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! تم نے خیانت کی ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث:۸۱۰۸، ج۶، ص۸۹)

بروزِ قیامت خائن کی حالت

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خیانت کا ذکر کیا اور اسے اور اس کے معاملہ کو بہت بڑا گناہ بتایا یہاں تک کہ ارشاد فرمایا: میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر بڑبڑانے والا اونٹ ہو اور وہ کہہ رہا ہو: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھ تک احکام پہنچا چکا۔ میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ روزِ محشر اس حال میں آئے کہ اپنی گردن پر ایک ہنہنانے والا گھوڑا لئے ہو اور کہہ رہا ہو: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری امداد فرمایئے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھ تک احکام پہنچا چکا۔ میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر ایک منمنانے والی بکری ہو اور وہ کہہ رہا ہو: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھ تک احکام پہنچا چکا۔ میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر ←

ثانیہ (جس پر لوگوں کے حقوق لکھے ہوتے ہیں) پھڑپھڑا رہا ہو اور وہ کہہ رہا ہو: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری امداد فرمائیے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا، میں تجھ تک احکام پہنچا چکا۔ میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر خاموش شے (جیسے سونا چاندی وغیرہ) ہو اور وہ کہہ رہا ہو: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی فرمائیے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا، میں تجھ تک احکام پہنچا چکا۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب غلظ تحریم الغلول، الحدیث:۴۷۳۴، ص۱۰۰۶) (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۶۰۷۲، ج۵، ص۳۴۳)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مالِ غنیمت حاصل فرماتے تو حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیتے وہ لوگوں میں اعلان کرتے، لوگ اپنا اپنا مالِ غنیمت لے کر حاضر ہو جاتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خُمس (یعنی پانچواں حصہ) نکال لیتے اور اسے تقسیم فرما دیتے۔ ایک دن ایک شخص اِس (یعنی مالِ غنیمت جمع ہو چکنے، خمس نکالنے اور تقسیم کر دینے) کے بعد بالوں کی لگام لایا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ بھی اسی مالِ غنیمت سے ہے جو ہم نے حاصل کیا تھا۔ تو ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ بلال نے 3 بار با آواز بلند اعلان کیا تھا؟ بولا: جی ہاں! سنا تھا۔ ارشاد فرمایا: تو تجھے اس کے لانے سے کس نے روکا؟ وہ عذر کرنے لگا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یوں ہی رہو کہ اسے قیامت کے دن لاؤ گے تو میں تم سے ہرگز قبول نہ کروں گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الغلول اذا کان یسیرا......الخ، الحدیث:۲۷۱۲، ۲، ص ۱۴۲۴)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ہمیں فتح عطا فرمائی، ہم نے مالِ غنیمت میں سونا یا چاندی نہ پایا بلکہ سامان، کھانا اور کپڑے پائے، پھر ہم وادیٔ قُریٰ کی طرف چلے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا (مِدْعَم نامی سیاہ فام) غلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا جو بنی ضُبَیب کے ایک صاحب حضرت سیِّدُنا رفاعہ بن زید جُذامی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تحفۃً پیش کیا تھا۔ جب ہم وادی میں اُترے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سامان اُتارنے لگا تو اسے ایک تیر لگا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ صحابۂ کرام علیہم الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اُسے شہادت مبارک ہو۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! وہ چادر اس پر آگ بھڑکا رہی ہے جو اس نے تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے لے لی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ لوگ خوف زدہ ہو گئے اور ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے یہ غزوۂ خیبر کے دن پائے تھے تو رسولِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تسمہ آگ کا ہے یا دونوں تسمے آگ کے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول...الخ، الحدیث:۳۱۰، ص۶۹۷)

....

قبر میں آگ کا کرتا

حضرت سیِّدُنا ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو بنی عَبْدِ الاَشْھَل کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے پاس گفتگو فرماتے رہتے یہاں تک کہ مغرب کے لئے اذان یا اقامت کہی جاتی۔ حضرت سیِّدُنا ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: (ایک دفعہ) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی نمازِ مغرب کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ بَقِیع (غَرْقَد) کے مقام پر ہمارے پاس سے گزرے اور ارشاد فرمایا: تم پر افسوس! تم پر افسوس! تم پر افسوس! اس بات سے میرے دل میں ڈر اور خوف پیدا ہوا اور میں پیچھے ہوگیا اور گمان کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے فرما رہے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا ہوا؟ جلدی چلو۔ میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر افسوس فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ تو فلاں شخص ہے جسے میں نے فلاں قبیلے کے پاس صدقہ لینے کے لئے بھیجا اور اس نے ایک دھاری دار چادر چرالی (یعنی اُونی چادر جسے عرب لوگ پہنتے ہیں)، بالآخر ویسا ہی آگ کا کرتا اُسے (قبر میں) پہنا دیا گیا۔

(سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب الاسراع الی الصلاۃ من غیر سعی، الحدیث: ۸۶۳، ص ۲۱۴۲)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: جو 3 خصلتوں سے بری ہوکر آیا وہ جنت میں داخل ہوگیا: تکبر، خیانت اور قرض۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب فرض الایمان، الحدیث: ۱۹۸، ج ۱، ص ۲۱۰)

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ سراپا عظمت میں مالِ غنیمت میں سے ایک چمڑے کا بچھونا لایا گیا اور عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے، تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے ذریعے دُھوپ سے سایہ حاصل کریں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی قیامت کے دن جہنم کے سائے سے سایہ حاصل کرے۔

(مراسیلِ ابی داود، باب فی الغلول، ص ۱۴۔ المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۱۳۱، ج ۵، ص ۲۲۱)

حضرت سیِّدُنا سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ سیِّدُ المُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے: جو خیانت کرنے والے کی پردہ پوشی کرتا ہے وہ اسی کی مثل ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب النہی عن الستر علی من غل، الحدیث: ۲۷۱۶، ج ۳، ص ۱۴۲۵)

تنبیہ:

ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے خیانت کرنے کو واضح طور پر کبیرہ گناہ شمار کیا اور بعض ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے مشترکہ مال، بیت المال اور زکوٰۃ میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہونے میں مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی طرح ہے اور یہ ←

....

❀❀❀❀❀

واضح ہے۔ البتہ! جو مالِ زکوۃ میں خیانت کرنے والا ہے اس کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زکوۃ کے مستحقین میں سے ہے یا غیر مستحقین میں سے۔ اس لئے کہ مالِ زکوۃ میں اپنی مرضی سے حق کی وصولی ممنوع ہے کیونکہ اس میں نیت شرط ہے۔ بلکہ اگر مالک نے اس کی مقدار علیحدہ کر لی اور نیت بھی کر لی تب بھی بذاتِ خود اپنا حق لے لینا جائز نہیں کیونکہ اس کا صحیح ہونا مالک کے دینے پر موقوف ہے اور جب تک وہ نہ دے دوسرے کا مالک بن جانا مشکل ہے۔ لہٰذا یہ مالک کی ملکیت میں باقی رہے گا یہاں تک کہ وہ خود دوسرے کو دے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مالِ زکوۃ میں اپنی مرضی سے حق لے لینا مطلقاً ممنوع ہے۔

شفیع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، انہوں نے کہا کہ یتیم کا مال کھانا، جنگ سے فرار ہو جانا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا، خیانت کرنا، جادو کرنا، سود کھانا کبیرہ گناہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس آیتِ مبارکہ کو تم کس ضمن میں شمار کرتے ہو؟ (پھر تلاوت فرمائی:)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (پ ۳، اٰل عمران: ۷۷)

ترجمۂ کنز الایمان: جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں۔

(تفسیر الطبری، النساء، تحت الآیۃ ۳۱، الحدیث: ۹۲۲۷، ج ۴، ص ۴۵)

مسائل فقہیّہ

غنیمت اوس کو کہتے ہیں جولڑائی میں کافروں سے بطور قہر وغلبہ کے لیا جائے۔ اور لڑائی کے بعد جو اون سے لیا جائے جیسے خراج اور جزیہ اس کو فَے کہتے ہیں۔ غنیمت میں خمس (پانچواں حصہ) نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیے جائیں اور فَے کل بیت المال میں رکھا جائے۔(1)

مسئلہ ۱: دارالحرب میں کسی شہر کے لوگ خود بخود مسلمان ہوگئے وہاں مسلمانوں کا تسلط (مسلمانوں کا غلبہ) نہ ہوا تھا تو صرف اون پر عُشر مقرر ہوگا یعنی جو زراعت پیدا ہو اوس کا دسواں حصہ بیت المال کو ادا کر دیں اور اگر خود بخود ذمہ میں داخل ہوئے تو اون کی زمینوں پر خراج مقرر ہوگا اور اون پر جزیہ اور اگر غالب آنے کے بعد مسلمان ہوئے تو بادشاہ کو اختیار ہے اون پر احسان کرے اور زمینوں کی پیداوار کا عُشر لے یا خراج مقرر کرے یا اون کو اور اون کے اموال کو خمس لینے کے بعد مجاہدین پر تقسیم کردے۔ فتح کرنے کے بعد اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو اختیار ہے اگر چاہے اونھیں لونڈی غلام بنائے اور خمس کے بعد اونھیں اور اون کے اموال مجاہدین پر تقسیم کردے اور زمینوں پر عُشر مقرر کردے اور

---

(1) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ج۶، ص ۲۱۸، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ فَے وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہراً لیا جائے اور لڑ کر لیں تو غنیمت، اور ایام معاہدہ کے ہدایا قہر نہیں،

شرح سیر کبیر میں ہے:

لووادع الامام قوما من اھل الحرب سنۃ علی مال دفعوہ الیہ جاز لو خیرا للمسلمین ثم ھذا المال لیس بفیئ ولاغنیمۃ حتی لا یخمس، ولکنہ کالخراج یوضع فی بیت المال لان الغنیمۃ اسم لمال یصاف بایجاف الخیل والرکاب والفیئ اسم لما یرجع من اموالھم الی ایدینا بطریق القھر وھذا یرجع الینا بطریق المراضاۃ.

(شرح السیر الکبیر)

اگر سلطان اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ سے سال بھر کے لئے صلح کرلی اور اس پر کچھ مال ان سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فَے ہے نہ غنیمت، یہاں تک کہ اس سے خمس نہ لیا جائے گا، ہاں وہ خراج کی طرح ہے خزانہ مسلمین میں داخل کیا جائے گا، اس لئے کہ غنیمت اس مال کا نام ہے جو گھوڑے اونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فَے اس مال کا نام ہے جو ہمیں ان سے بطور غلبہ ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۳ ۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر چاہے تو مردوں کو قتل کر ڈالے اور عورتوں بچوں اور اموال کو بعد خمس تقسیم کر دے اور اگر چاہے تو سب کو چھوڑ دے اور ان پر جزیہ اور زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور چاہے تو انھیں وہاں سے نکال دے اور دوسروں کو وہاں بسائے اور چاہے تو اون کو چھوڑ دے اور زمین اونھیں واپس دے اور عورتوں، بچوں اور دیگر اموال کو تقسیم کر دے مگر اس صورت میں بقدرِ زراعت اونھیں کچھ مال بھی دیدے ورنہ مکروہ ہے اور چاہے تو صرف اموال تقسیم کر دے اور اونھیں اور عورتوں، بچوں اور زمینوں کو چھوڑ دے مگر تھوڑا مال بقدر زراعت دیدے (2) ورنہ مکروہ ہے اور اگر تمام اموال اور زمینیں تقسیم کر دیں اور اون کو چھوڑ دیا تو یہ ناجائز ہے۔(3)

مسئلہ ۲: اگر کسی شہر کو بطور صلح فتح کیا ہو تو جن شرائط پر صلح ہوئی اُن پر باقی رکھیں اُس کے خلاف کرنے کی نہ اُنھیں اجازت ہے نہ بعد والوں کو اور وہاں کی زمین اُنھیں لوگوں کی مِلک (ملکیت میں) رہے گی۔(4)

مسئلہ ۳: دارالحرب کے جانور قبضہ میں کیے اور اُن کو دارالاسلام تک نہیں لاسکتا تو ذبح کر کے جلا ڈالے۔ یوہیں اور سامان جن کو نہیں لاسکتا ہے جلا دے اور برتنوں کو توڑ ڈالے روغن وغیرہ بہادے اور ہتھیار وغیرہ لوہے کی چیزیں جو جلنے کے قابل نہیں اُنھیں پوشیدہ جگہ دفن کر دے۔(5)

مسئلہ ۴: دارالحرب میں بغیر ضرورت غنیمت تقسیم نہ کریں اور اگر بار برداری کے جانور نہ ہوں تو تھوڑی تھوڑی مجاہدین کے حوالہ کر دی جائے کہ دارالاسلام میں آکر واپس دیں اور یہاں تقسیم کی جائے۔(6)

مسئلہ ۵: مالِ غنیمت کو دارالحرب میں مجاہدین اپنی ضرورت میں قبلِ تقسیم صرف کر سکتے ہیں مثلاً جانوروں کا چارہ اپنے کھانے کی چیزیں کھانا پکانے کے لیے ایندھن، گھی، تیل، شکر، میوے خشک و تر اور تیل لگانے کی ضرورت ہو تو کھانے کا تیل لگا سکتا ہے اور خوشبودار تیل مثلاً روغنِ گل وغیرہ اُس وقت استعمال کر سکتا ہے جب کسی مرض میں اس کے استعمال کی حاجت ہو اور گوشت کھانے کے جانور ذبح کر سکتے ہیں مگر چمڑا مالِ غنیمت میں واپس کریں۔ اور مجاہدین اپنی باندی، غلام اور عورتوں بچوں کو بھی مالِ غنیمت سے کھلا سکتے ہیں۔ اور جو شخص تجارت کے لیے گیا ہے لڑنے کے لیے نہیں گیا وہ اور مجاہدین کے نوکر مالِ غنیمت کو صرف (خرچ) نہیں کر سکتے ہاں پکا ہوا کھانا یہ بھی کھا سکتے ہیں۔ اور پہلے سے اشیاء

---

(2) یعنی اتنا مال جس سے کھیتی باڑی کر سکیں۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم، الفصل الاول، ج۲، ص۲۰۵۔

(4) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المغنم وقسمتہ، ج۶، ص۲۱۸۔

(5) المرجع السابق، ص۲۲۳۔

(6) المرجع السابق، ص۲۲۴۔

اپنے پاس رکھ لینا کہ ضرورت کے وقت صرف کرینگے ناجائز ہے۔ یوہیں جو چیز کام کے لیے لی تھی اور بچ گئی اوسے بیچنا بھی ناجائز ہے اور بیچ ڈالی تو دام (قیمت) واپس کرے۔ (7)

مسئلہ ۶: مال غنیمت کو بیچنا جائز نہیں اور بیچا تو چیز واپس لی جائے اور وہ چیز نہ ہو تو قیمت مال غنیمت میں داخل کرے۔ (8)

مسئلہ ۷: دارالحرب سے نکلنے کے بعد اب تصرف جائز نہیں، ہاں اگر سب مجاہدین کی رضا سے ہو تو حرج نہیں اور جو چیزیں دارالحرب میں لی تھیں اون میں سے کچھ بچا ہے اور اب دارالاسلام میں آگیا تو بقیہ واپس کر دے اور واپسی سے پہلے غنیمت تقسیم ہو چکی تو فقرا پر تصدق کر دے (فقیروں پر صدقہ کر دے) اور خود فقیر ہو تو اپنے کام میں لائے اور اگر دارالاسلام میں پہنچنے کے بعد بقیہ کو صرف کر ڈالا ہے تو قیمت واپس کرے اور غنیمت تقسیم ہو چکی ہے تو قیمت تصدق کر دے اور خود فقیر ہو تو کچھ حاجت نہیں۔

مسئلہ ۸: مالِ غنیمت میں قبلِ تقسیم خیانت کرنا منع ہے۔

مسئلہ ۹: جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو گیا وہ خود اور اوس کے چھوٹے بچے اور جو کچھ اوس کے پاس مال و متاع ہے سب محفوظ ہیں یہ جبکہ اسلام لانا گرفتار کرنے سے پہلے ہو اور اسکے بعد کہ سپاہیوں نے اوسے گرفتار کیا اگر مسلمان ہوا تو وہ غلام ہے۔ اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے اُس کے بچے اور اموال پر قبضہ ہو گیا اور وہ گرفتاری سے پہلے مسلمان ہو گیا تو صرف وہ آزاد ہے اور اگر حربی امن لیکر دارالاسلام میں آیا تھا اور یہاں مسلمان ہو گیا پھر مسلمان اُس کے شہر پر غالب آئے تو بال بچے اور اموال سب فئے ہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اُس نے پیشتر (پہلے) سے کچھ مال کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت رکھ دیا تھا تو یہ مال بھی اُس کو ملے گا اور حربی کے پاس تھا تو فئے ہے اور اگر دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلا آیا پھر مسلمانوں کا اُس شہر پر تسلط (غلبہ) ہوا تو اُس کے چھوٹے بچے محفوظ رہیں گے اور جو اموال اُس نے مسلمان یا ذمی کے پاس امانت رکھے ہیں وہ بھی اُسی کے ہیں باقی سب فئے ہے۔ (10)

---

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، مطلب فی ان معلوم المستحق... إلخ، ج۶، ص۲۲۹.
والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم، الفصل الاول، ج۲، ص۲۰۹.

(8) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ج۶، ص۲۲۵-۲۲۶.

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، مطلب فی ان معلوم المستحق... إلخ، ج۶، ص۲۳۱.

(10) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ج۶، ص۲۳۱.

مسئلہ ۱۱: جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا تو اوس کی بالغ اولاد اور زوجہ اور زوجہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ اور جائداد غیر منقولہ اور اوس کے باندی غلام لڑنے والے اور اس باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ، یہ سب غنیمت ہیں۔(11)

مسئلہ ۱۲: جو حربی دارالاسلام میں بغیر امان لیے آگیا اور اسے کسی نے پکڑ لیا تو وہ اور اُس کے ساتھ جو کچھ مال ہے سب فئے ہے۔(12)

❁❁❁❁❁

و فتح القدیر، کتاب السیر، باب الغنائم وقسمتھا، ج۵، ص۲۳۰.

(11) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ج۶، ص۲۳۱.

(12) المرجع السابق، ص۲۳۱.

غنیمت کی تقسیم

مسئلہ ۱: غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں ایک حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کردیے جائیں اور سوار بہ نسبت پیدل کے دونا (دگنا) پائے گا یعنی ایک اوس کا حصہ اور ایک گھوڑے کا اور گھوڑا عربی ہو یا اور قسم کا سب کا ایک حکم ہے۔ سردار لشکر اور سپاہی دونوں برابر ہیں یعنی جتنا سپاہی کو ملے گا اوتنا ہی سردار کو بھی ملے گا۔ اونٹ اور گدھے اور خچر کسی کے پاس ہوں تو اون کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا یعنی اسے بھی پیدل والے کے برابر ملے گا اور اگر کسی کے پاس چند گھوڑے ہوں جب بھی اوتنا ہی ملے گا جتنا ایک گھوڑے کے لیے ملتا تھا۔ (1)

مسئلہ ۲: سوار دو چند غنیمت کا اس وقت مستحق ہوگا جب دارالاسلام سے جدا ہونے کے وقت اوس کے پاس گھوڑا ہو لہٰذا جو شخص دارالحرب میں بغیر گھوڑے کے آیا اور وہاں گھوڑا خرید لیا تو پیدل کا حصہ پائے گا اور اگر گھوڑا تھا مگر وہاں پہنچ کر مر گیا تو سوار کا حصہ پائے گا اور سوار کے دو چند (یعنی دگنا) حصہ پانے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اوس کا گھوڑا مریض نہ ہو اور بڑا ہو یعنی لڑائی کے قابل ہو اور اگر گھوڑا بیمار تھا اور غنیمت سے قبل اچھا ہوگیا تو سوار کا حصہ پائے گا ورنہ نہیں اور اگر بچھیرا (گھوڑی کا بچہ) تھا اور غنیمت کے قبل جوان ہوگیا تو نہیں اور اگر گھوڑا لیکر چلا مگر سرحد پر پہنچنے سے پہلے کسی نے غصب کرلیا یا کوئی دوسرا شخص اوس پر سواری لینے لگا یا گھوڑا بھاگ گیا اور یہ شخص دارالحرب میں پیدل داخل ہوا تو اگر ان صورتوں میں لڑائی سے پہلے اوسے وہ گھوڑا مل گیا تو سوار کا حصہ پائے گا ورنہ پیدل کا اور اگر لڑائی سے پہلے یا جنگ کے وقت گھوڑا بیچ ڈالا تو پیدل کا حصہ پائے گا۔ (2)

مسئلہ ۳: سوار کے لیے یہ ضرور نہیں کہ گھوڑا اوس کی ملک ہو بلکہ کرایہ یا عاریت سے لیا ہو بلکہ اگر غصب کر کے لے گیا جب بھی سوار کا حصہ پائیگا اور غصب کا گناہ اوس پر ہے اور اگر دو شخصوں کی شرکت میں گھوڑا ہے تو ان میں کوئی سوار کا حصہ نہیں پائیگا مگر جبکہ داخل ہونے سے پہلے ایک نے دوسرے سے اوس کا حصہ کرایہ پر لے لیا۔ (3)

مسئلہ ۴: غلام اور بچہ اور عورت اور مجنون کے لیے حصہ نہیں ہاں خمس نکالنے سے پہلے پوری غنیمت میں سے انھیں کچھ دیدیا جائے جو حصہ کے برابر نہ ہو مگر اس وقت کہ انھوں نے قتال کیا ہو یا عورت نے مجاہدین کا کام کیا ہو مثلاً کھانا

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع، الفصل الثانی فی کیفیۃ القسمۃ، ج ۲، ص ۲۱۲.

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج ۶، ص ۲۳۲۔ ۲۳۴.

(3) ردالمحتار، کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، مطلب مخالفۃ الامیر حرام، ج ۶، ص ۲۳۳.

پکانا بیماروں اور زخمیوں کی تیمارداری کرنا اون کو پانی پلانا وغیرہ۔(4)

مسئلہ ۵: غنیمت کا پانچواں حصہ جو نکالا گیا ہے اوس کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ یتیموں کے لیے اور ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لیے اور اگر یہ تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتامیٰ (یتیموں) یا مساکین پر صرف کردیے (خرچ کردیے) جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر صرف کرنا بھی جائز ہے۔(5)

مسئلہ ۶: بنی ہاشم و بنی مطلب کے یتامیٰ اور مساکین اور مسافر اگر فقیر ہوں تو یہ لوگ بہ نسبت دوسروں کے خمس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اور فقراء تو زکاۃ بھی لے سکتے ہیں اور یہ نہیں لے سکتے اور یہ لوگ غنی ہوں تو خمس میں ان کا کچھ حق نہیں۔(6)

---

(4) الدرالمختار، کتاب الجھاد، ج۶،ص ۲۳۵۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتھا، الفصل الثانی، ج۲،ص ۲۱۴۔

(5) الدرالمختار، کتاب الجھاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج۶،ص ۲۳۷۔

(6) الدرالمختار، کتاب الجھاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج۶،ص ۲۳۷، ۲۳۸۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں، نہ انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علتِ تحریم ان کی عزت وکرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا مَیل ہے اور مثل سائر صدقاتِ واجبہ غاسل ذنوب، تو ان کا حال مثل ماء مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا اُن پاک لطیف سُتھرے لطیف اہلبیت طیب وطہارت کی شان اس سے بس ارفع واعلیٰ ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں، خود احادیثِ صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی،

احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعۃ عن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الصدقۃ لا تنبغی لاٰل محمد انما ھی اوساخ الناس، ۲؎۔

مسند احمد اور مسلم میں ہے کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ آل محمد کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کی مَیل ہے۔

(۲؎ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۴)

الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ لا یحل لکما اھل البیت من الصدقات شئی ولا غسالۃ الا یدی، ۳؎ ھذا مختصرا۔

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اے اہلبیت! تمھارے لیے صدقات میں سے کوئی شئے حلال نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھوں کی مَیل، یہ مختصراً ہے۔(۳؎ المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۲۱۷) ←

مسئلہ ۷: جو فوج یا جو شخص لڑنے کے ارادہ سے دار الحرب میں پہنچا اور جس وقت پہنچا لڑائی ختم ہو چکی ہے تو یہ بھی

الطحاوی عن علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت للعباس سل النبی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستعملك علی الصدقات فسأله فقال ما کنت لا ستعملك علی غسالة ذنوب الناس۔[۱]

طحاوی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گزارش کرو تاکہ تمھیں آپ صدقات کے لیے عامل مقرر فرمادیں تو حضرت عباس نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے گناہوں کی مَیل پر عامل نہیں بنا سکتا۔(ت) ([۱] شرح معانی الآثار کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۲)

اسی طرح کلماتِ علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس اقول وباللہ التوفیق اس کی تقریر، تحریم صدقات سے ناشی تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبتنی ہو، فان اللہ تعالیٰ لما حرم علیهم الصدقات رزقهم خمس الخمس لان اللہ تعالیٰ لما رزقهم ذٰلك حرم علیهم الصدقات حتی لولم یسهم لهم ذلك لم یحرم علیهم غسالة السیأت وهل من دلیل علی ذلك بل الدلیل ناطق بخلافه وبعد تحریری هذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتهد التابعی مجاهد رحمه اللہ تعالیٰ ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقة فقد روی ابن ابی شیبة والطبرانی عن خصیف ف عن مجاهد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس اھ[۲]۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم پر صدقات حرام فرمائے تو ان کے لیے خمس الخمس کو رزق کا ذریعہ بنایا، نہ یہ کہ جب خمس الخمس انھیں عطا فرمایا تو ان پر صدقات حرام فرمادئے حتی کہ اگر ان کے لیے یہ حصّہ نہ ہوتا تو ان پر گناہوں کی مَیل حرام نہ ہوتی اور اس پر کوئی دلیل ہے؟ بلکہ اس کے خلاف دلیل ناطق ہے۔ فقیر نے جب یہ اس مقام پر لکھا تو پھر بحمد اللہ مجتہد تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے یہ تصریح پائی کہ خمس الخمس کا اثبات تحریم صدقہ کی بنا پر ہے، محدث ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے خصیف سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ حلال نہ تھا لہذا ان کے لیے خمس الخمس رکھا گیا اھ(ت)

ف: ابن ابی شیبہ میں بطریق حصین عن مجاہد مروی ہے: وفی ن خصیف انظر حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ صفحہ مذکورہ بالا۔ نذیر احمد سعیدی)

([۲] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزکوۃ، من قال لا تحل الصدقۃ علی بنی ہاشم، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۱۵)

اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو،

کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن وهلك المبیع فی ید البائع رجع بالثمن لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن۔

جیسا کہ بیع میں ہے جب مشتری رقم سپرد کردے اور مبیع، بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو مشتری ثمن واپس لے سکتا ہے کیونکہ ثمن سے حق کا زوال، حصول مبیع پر موقوف تھا تو جب بائع نے مبیع سپرد نہ کیا تو حق ثمن لوٹ آئے گا۔(ت)

←

غنیمت میں حصہ دار ہے۔ یوہیں جو شخص گیا مگر بیماری وغیرہ سے لڑائی میں شریک نہ ہو سکا تو غنیمت پائیگا اور اگر کوئی تجارت کے لیے گیا ہے تو جب تک لڑنے میں شریک نہ ہو غنیمت کا مستحق نہیں۔ (7)

مسئلہ ۸: جو شخص دارالحرب میں مرگیا اور غنیمت نہ ابھی تقسیم ہوئی ہے نہ دارالاسلام میں لائی گئی ہے نہ بادشاہ نے غنیمت کو بیچا ہے تو اوس کا حصہ نہیں یعنی اوس کا حصہ اوس کے وارثوں کو نہیں دیا جائیگا اور اگر تقسیم ہو چکی ہے یا دارالاسلام میں لائی جا چکی ہے یا بادشاہ نے بیچ ڈالی ہے تو اوس کا حصہ وارثوں کو ملے گا۔ (8)

مسئلہ ۹: تقسیم کے بعد ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ میں بھی جنگ میں شریک تھا اور گواہوں سے اس امر (بات) کو ثابت بھی کر دیا تو تقسیم باطل نہ کی جائے بلکہ اس شخص کو اس کے حصہ کی قدر بیت المال سے دیا جائے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: غنیمت میں کتابیں ملیں اور معلوم نہیں کہ اون میں کیا لکھا ہے تو نہ تقسیم کریں نہ کافروں کے ہاتھ بیچیں بلکہ موضع احتیاط میں دفن کر دیں کہ کافروں کو نہ مل سکیں اور اگر بادشاہِ اسلام مسلمان کے ہاتھ بیچنا چاہے تو ایسے مسلمان کے ہاتھ نہ بیچے جو کافروں کے ہاتھ بیچ ڈالے اور قابلِ اعتماد شخص ہے کہ کافروں کے ہاتھ نہ بیچے گا تو اوس کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ اگر سونے یا چاندی کے ہار ملے جن میں صلیب یا تصویریں بنی ہیں تو تقسیم سے پہلے انھیں توڑ ڈالے اور ایسے مسلمان کے ہاتھ نہ بیچے جو کافروں کے ہاتھ بیچ ڈالے گا اور اگر روپے اشرفیوں میں تصویریں ہیں تو بغیر توڑنے کے تقسیم

بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہو جائے۔

والالزم تخلف المعلول عن علته وذٰلك كالمريض سقطت عنه فرضية الوضوء لعلة الضر روعوض عنها بفرض التيمم. فان سقط التيمم ايضا لعدم وجدان الصعيد الطيب مثلا لا تعود فرضية الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضي لسقوطها فاذن يسقطان جميعا كذا هذا.

ورنہ معلول کا علت سے تخلف لازم آئے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مریض جس سے کسی ضرر کی بناء پر فرضیتِ وضو ساقط تھی اور اس کے عوض تیمم تھا اب اگر پاک مٹی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے تو فرضیتِ وضو قطعاً لوٹ کر نہیں آئے گی اس ضرر کے باقی ہونے کی وجہ سے جس سے وہ ساقط ہوتی تھی تو اب دونوں (وضو اور تیمم) کا اجتماعی طور پر سقوط ہو جائیگا، اسی طرح یہاں ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۷۱۔ ۲۷۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته، مطلب فی ان معلوم المستحق... الخ، ج ۶، ص ۲۲۶۔

(8) الدرالمختار، باب المغنم وقسمته، کتاب الجهاد، ج ۶، ص ۲۲۶۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع، الفصل الثانی فی کیفیۃ القسمۃ، ج ۲، ص ۲۱۴۔ ۲۱۵۔

ذبح کر سکتے ہیں۔(10)

مسئلہ ۱۱: شکاری کتے اور باز اور شکرے غنیمت میں ملے تو یہ بھی تقسیم کیے جائیں اور تقسیم سے قبل ان سے شکار مکروہ ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: جو جماعت بادشاہ سے اجازت لیکر دارالحرب میں گئی یا باقوت جماعت بغیر اجازت گئی اور شب خون مارکر (رات کے وقت بے خبری میں دشمن پر حملہ کرکے) وہاں سے مال لائی تو یہ غنیمت ہے خمس لیکر باقی تقسیم ہوگا اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں یعنی نہ اجازت لی نہ باقوت جماعت ہے تو جو کچھ حاصل کیا سب انھیں کا ہے خمس نہ لیا جائے۔(12)

مسئلہ ۱۳: اگر کچھ لوگ اجازت سے گئے تھے اور کچھ بغیر اجازت اور یہ لوگ باقوت بھی نہ تھے تو اجازت والے جو کچھ مال پائیں گے اوس میں سے خمس لیکر باقی ان پر تقسیم ہو جائیگا اور دوسرے فریق نے جو کچھ حاصل کیا ہے اوس میں نہ خمس ہے نہ تقسیم بلکہ جس نے جتنا پایا وہ اوسی کا ہے اوس کا ساتھ والا بھی اوس میں شریک نہیں۔ اور اگر اجازت والے اور بے اجازت دونوں مل گئے اور ان کے اجتماع سے قوت پیدا ہوگئی تو اب خمس لیکر غنیمت کی مثل تقسیم ہوگی یعنی ایک نے بھی جو کچھ پایا ہے وہ سب پر تقسیم ہو جائیگا۔(13)

مسئلہ ۱۴: غنیمت کی تقسیم ہوئی اور تھوڑی سی چیز باقی رہ گئی جو قابل تقسیم نہیں کہ لشکر بڑا ہے اور چیز تھوڑی تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ فقرا پر تصدق کردے یا بیت المال میں جمع کردے کہ ضرورت کے وقت کام آئے۔(14)

مسئلہ ۱۵: اجازت لیکر ایک جماعت دارالحرب کو گئی اور اوس سے بادشاہ نے کہہ دیا کہ تم جو کچھ پاؤ گے وہ سب تمھارا ہے اوس میں خمس نہیں لونگا تو اگر وہ جماعت باقوت ہے تو اوس کا یہ کہنا جائز نہیں یعنی خمس لیا جائیگا اور باقوت نہ ہو تو کہنا جائز ہے اور خمس نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۶: بادشاہ یا سپہ سالار اگر لڑائی کے پہلے یا جنگ کے وقت کچھ سپاہیوں سے یہ کہدے کہ تم جو کچھ پاؤ گے وہ تمھارا ہے یا یوں کہ تم میں جو جس کافر کو قتل کرے اوس کا سامان اوس کے لیے ہے تو یہ جائز بلکہ بہتر ہے کہ اس کی وجہ

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع، الفصل الثانی فی کیفیۃ القسمۃ، ج۲،ص۲۱۵.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتھا، الفصل الثانی، ج۲،ص۲۱۵.

(12) الدرالمختار، کتاب الجھاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج۶،ص۲۴۱.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتھا، الفصل الثانی، ج۲،ص۲۱۶.

(14) المرجع السابق.

(15) الدرالمختار، کتاب الجھاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج۶،ص۲۴۱.

سے اون سپاہیوں کو ترغیب ہوگی۔ اور اس کو نفل کہتے ہیں اور اس میں نہ خمس ہے نہ تقسیم بلکہ وہ سب اوسی پانے والے کا ہے اگر یہ لفظ کہے تھے کہ جو جس کافر کو قتل کریگا اوس مقتول کا سامان وہ لے اور خود بادشاہ یا سپہ سالار نے کسی کافر کو قتل کیا تو یہ سامان لے سکتا ہے اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ یہ سو روپے لو اور فلاں کافر کو مار ڈالو یا یوں کہ اگر تم نے فلاں کافر کو مار ڈالا تو تمھیں ہزار روپے دونگا۔ لڑائی ختم ہونے اور غنیمت جمع کرنے کے بعد نفل دینا جائز نہیں ہاں اگر مناسب سمجھے تو خمس میں سے دے سکتا ہے۔(16)

مسئلہ ۱۷: جن لوگوں کو نفل (انعام) دینا کہا ہے اونھوں نے نہیں سنا اوروں نے سن لیا جب بھی اوس انعام کے مستحق ہیں۔(17)

مسئلہ ۱۸: دار الحرب میں لشکر ہے اس میں سے کچھ لوگ کہیں بھیجے گئے اور اون سے یہ کہدیا کہ جو کچھ تم پاؤ گے وہ سب تمھارا ہے تو جائز ہے اور اگر دار الاسلام سے یہ کہہ کر بھیجا تو ناجائز۔(18)

مسئلہ ۱۹: ایسے کو قتل کیا جس کا قتل جائز نہ تھا مثلاً بچہ یا مجنون یا عورت کو تو مستحق انعام نہیں۔(19)

مسئلہ ۲۰: نفل کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے لوگ اوس میں شریک نہ ہوں گے نہ یہ کہ یہ شخص ابھی سے مالک ہوگیا بلکہ مالک اوس وقت ہوگا جب دار الاسلام میں لائے، لہٰذا اگر لونڈی ملی تو جب تک دار الاسلام میں لانے کے بعد استبرا نہ کرے(20)، وطی نہیں کرسکتا، نہ اوسے فروخت کرسکتا ہے۔(21)

❀❀❀❀❀

---

(16) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الجهاد، فصل فی کیفیة القسمة، مطلب فی التنفیل، ج٦، ص٢٤٤۔٢٤٥.

والفتاوی الھندیة، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتها، الفصل الثالث، ج٢، ص٢١٦.

(17) الدرالمختار، کتاب الجهاد، فصل فی کیفیة القسمة، ج٦، ص٢٤٥.

(18) الفتاوی الھندیة، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتها، الفصل الثالث، ج٢، ص٢١٧.

(19) الدرالمختار، کتاب الجهاد، فصل فی کیفیة القسمة، ج٦، ص٢٤٥.

(20) یعنی جماع سے باز رہے تاکہ رحم کا نطفہ سے خالی ہونا واضح ہوجائے۔

(21) الدرالمختار، کتاب الجهاد، فصل فی کیفیة القسمة، ج٦، ص٢٥٠.

استیلائے کفار کا بیان

مسئلہ ۱: دارالحرب میں ایک کافر نے دوسرے کافر کو قید کرلیا یعنی جنگ میں پکڑلیا وہ اوس کا مالک ہو گیا لہٰذا اگر ہم اون سے خرید لیں یا ان قید کرنیوالوں پر مسلمانوں نے چڑھائی کی اور اوس کافر کو اون سے لے لیا تو مسلمان مالک ہوگئے یہی حکم اموال کا بھی ہے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر حربی کافر ذمی کو دارالاسلام سے پکڑ لے گئے تو اس کے مالک نہ ہوں گے۔(2)

مسئلہ ۳: حربی کافر اگر مسلمان کے اموال پر قبضہ کر کے دارالحرب میں لے گئے تو مالک ہو جائیں گے مگر جب تک دارالحرب کو پہنچ نہ جائیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ اون کا پیچھا کریں اور اون سے چھین لیں۔ پھر جب کہ دارالحرب میں لے جانے کے بعد اگر وہ حربی جن کے پاس وہ اموال ہیں مسلمان ہو گئے تو اب بالکل ان کی مِلک ثابت ہوگئی کہ اب اون سے نہیں لیں گے اور اگر مسلمان اُن حربیوں پر دارالحرب میں پہنچنے سے قبل غالب آ گئے تو جس کی چیز ہے اوسے دیدیں گے اور کچھ معاوضہ نہ لیں گے اور دارالحرب میں پہنچنے کے بعد غلبہ ہوا اور غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے مالک نے آکر کہا کہ یہ چیز میری ہے تو اوسے بلا معاوضہ دیدینگے اور غنیمت تقسیم ہونے کے بعد کہا تو اب بقیمت دینگے اور جس دن غنیمت میں وہ چیز ملی اوس دن جو قیمت تھی وہ لی جائیگی۔(3)

مسئلہ ۴: کافر امان لیکر دارالاسلام میں آیا اور کسی مسلمان کی چیز چورا کر دارالحرب میں لے گیا اور وہاں سے کوئی مسلمان وہ چیز خرید کرلایا تو وہ چیز مالک کو مفت دلا دی جائے گی۔(4)

مسئلہ ۵: اگر مسلمان غلام بھاگ کر دارالحرب کو چلا گیا اور حربیوں نے اوسے پکڑ لیا تو مالک نہ ہونگے، لہٰذا اگر مسلمانوں کا غلبہ ہوا اور وہ غلام غنیمت میں ملا تو مالک کو بلا معاوضہ دیا جائے اگرچہ غنیمت تقسیم ہو چکی ہو ہاں تقسیم کے بعد اگر دلایا گیا تو جس کے حصہ میں غلام پڑا تھا اوسے بیت المال سے قیمت دیں۔(5)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار... الخ، ج۶، ص ۲۵۳، ۲۵۴، وغیرہ

(2) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار... الخ، ج۶، ص ۲۵۴.

(3) المرجع السابق، ص ۲۵۴، ۲۵۷.

(4) ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار... الخ، مطلب فی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، ج۶، ص ۲۵۷.

(5) فتح القدیر، کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، ج۵، ص ۲۶۲.

مسئلہ ٦: مسلمان غلام بھاگ کر گیا اور اوس کے ساتھ گھوڑا اور مال و اسباب بھی تھا اور سب پر کافروں نے قبضہ کر لیا پھر اون سے سب چیزیں اور غلام کوئی شخص خرید لایا تو غلام بلا معاوضہ مالک کو دلایا جائے اور باقی چیزیں بقیمت اور اگر غلام مرتد ہو کر دارالحرب کو بھاگ گیا تو حربی پکڑنے کے بعد مالک ہو گئے۔(6)

مسئلہ ٧: جو کافر امان لیکر دارالاسلام میں آیا اوس کے ہاتھ مسلمان غلام نہ بیچا جائے اور بیچ دیا تو واپس لینا واجب ہے اور اگر واپس بھی نہ لیا یہاں تک کہ غلام کو لے کر دارالحرب کو چلا گیا تو اب وہ آزاد ہے یعنی وہ غلام اگر وہاں سے بھاگ کر آیا یا مسلمانوں کا غلبہ ہوا اور اُس غلام کو وہاں سے حاصل کیا تو نہ کسی کو دیا جائے نہ غنیمت کی طرح تقسیم ہو بلکہ وہ آزاد ہے۔

یوہیں اگر حربی غلام مسلمان ہو گیا اور وہاں سے بھاگ کر دارالاسلام میں آ گیا یا ہمارا لشکر دارالحرب میں تھا اُس لشکر میں آ گیا یا اُس کو کسی مسلمان یا ذمی یا حربی نے دارالحرب میں خرید لیا یا اُس کے مالک نے بیچنا چاہا یا مسلمانوں کا ان پر غلبہ ہوا بہر حال آزاد ہو گیا۔(7)

❁❁❁❁❁

---

(6) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار... إلخ، ج٦، ص٢٦٠

(7) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار... إلخ، ج٦، ص٢٦١.

مستامن کا بیان

مستامن وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں امان لیکر گیا۔ دوسرے ملک سے مراد وہ ملک ہے جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیکر گیا تو مستامن ہے۔(1)

مسئلہ ۱: دارالحرب میں مسلمان امان لیکر گیا تو وہاں والوں کی جان و مال سے تعرض کرنا (بے جا مداخلت) اس پر حرام ہے کہ جب امان لی تو اُس کا پورا کرنا واجب ہے۔ یوہیں اُن کافروں کی عورتیں بھی اس پر حرام ہیں اور اگر مسلمان قید ہو کر گیا ہے تو کافروں کی جان و مال اس پر حرام نہیں اگرچہ کافروں نے خود ہی اُسے چھوڑ دیا ہو یعنی یہ اگر وہاں سے کوئی چیز لے آیا یا کسی کو مار ڈالا تو گنہگار نہیں کہ اس نے اُن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے جس کا خلاف کرنا جائز نہ ہو۔(2)

مسئلہ ۲: مسلمان امان لے کر گیا اور وہاں سے کوئی چیز لے کر دارالاسلام میں چلا آیا تو اس شے کا اب مالک ہو گیا مگر یہ مِلکِ حرام وخبیث ہے کہ اس کو ایسا کرنا جائز نہ تھا لہٰذا حکم ہے کہ فقرا پر تصدق کر دے اور اگر تصدق نہ کیا اور اس شے کو بیچ ڈالا تو بیع صحیح ہے اور اگر اس نے وہاں نکاح کیا تھا اور عورت کو جبراً لایا تو دارالاسلام میں پہنچ کر نکاح جاتا رہا اور عورت کنیز ہو گئی۔(3)

مسئلہ ۳: مسلمان امان لے کر دارالحرب کو گیا اور وہاں کے بادشاہ نے بدعہدی کی مثلاً اس کا مال لے لیا یا قید کر لیا یا دوسرے نے اس قسم کا کوئی معاملہ کیا اور بادشاہ کو اس کا علم ہوا اور تدارک (ازالہ) نہ کیا تو اب ان کے جان

---

(1) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المستأمن، ج۶، ص۲۶۲۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے کفار ہیں ان میں نہ کوئی ذمی ہے کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام وجزیہ گزار ہو کر رہے، نہ مستامن ہیں کہ بادشاہ اسلام سے کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دارالاسلام میں آئے (فتاوی رضویہ، جلد۱۷، ص۳۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب السیر، الجزء الثانی، ص۳۴۵۔

والدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المستأمن، ج۶، ص۲۶۲۔

(3) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب السیر، الجزء الثانی، ص۳۴۵۔

ورد المحتار، کتاب الجھاد، باب المستأمن، ج۶، ص۲۶۳۔

وہاں سے تعرض کرے تو گنہگار نہیں کہ بدعہدی اُن کی جانب سے ہے اِسکی جانب سے نہیں اور اِس صورت میں جو مال وغیرہ وہاں سے لائے گا حلال ہے۔(4)

مسئلہ ۴: مسلمان نے دارالحرب میں کافر حربی کی رضامندی سے کوئی مال حاصل کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً ایک روپیہ دو روپے کے بدلے میں بیچا۔ یوہیں اگر اُس کو قرض دیا اور یہ ٹھہرالیا کہ مہینہ بھر میں سو کے سواسو (یعنی ۱۲۵) لوں گا یہ جائز ہے کہ کافر حربی کا مال جس طرح ملے لے سکتا ہے مگر معاہدہ کے خلاف کرنا حرام ہے۔(5)

مسئلہ ۵: مسلمان دارالحرب میں امان لیکر گیا ہے اس نے کسی حربی کو قرض دیا یا کوئی چیز اس کے ہاتھ اُدھار بیچی یا حربی نے اس مسلمان کو قرض دیا یا اس کے ہاتھ کوئی چیز اُدھار بیچی یا ایک نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کی پھر یہ دونوں دارالاسلام میں آئے تو قاضی شرع ان میں باہم کوئی فیصلہ نہ کریگا ہاں اب یہاں آنے کے بعد اگر اس قسم کی بات ہوگی تو فیصلہ کیا جائیگا۔ یوہیں اگر دو حربی امان لیکر آئے اور دارالحرب میں ان کے درمیان اس قسم کا معاملہ ہوا تھا تو ان میں بھی فیصلہ نہ کیا جائے گا۔(6)

مسئلہ ۶: مسلمان تاجر کو یہ اجازت نہیں کہ لونڈی غلام بیچنے کے لیے دارالحرب جائے ہاں اگر خدمت کے لیے لے جانا چاہتا ہو تو اجازت ہے۔(7)

مسئلہ ۷: حربی امان لیکر دارالاسلام میں آیا تو پورے سال بھر یہاں رہنے نہ دینگے اور اُس سے کہہ دیا جائیگا کہ اگر تو یہاں سال بھر رہیگا تو جزیہ مقرر ہوگا اب اگر سال بھر رہ گیا تو جزیہ لیا جائیگا اور وہ ذمی ہوجائیگا اور اب دارالحرب جانے نہ دینگے، اگرچہ تجارت یا کسی اور کام کے لیے جانا چاہتا ہو اور چلا گیا تو بدستور حربی ہوگیا اس کا خون مباح

---

(4) مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب السیر والجھاد، باب المستأمن، ج۲، ص۴۴۹۔

(5) ردالمحتار، کتاب الجھاد، باب المستأمن، ج۶، ص۲۶۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سود لینا نہ مسلمان سے جائز نہ ہندو سے، لاطلاق قولہ تعالٰی وحرم الربٰوا۔(پ۳، البقرۃ ۲۷۵/۲)

اس ارشاد باری تعالٰی کے اطلاق کی وجہ سے کہ اور اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کردیا اما یؤخذ من الحربی فی دار الحرب فمال مباح لیس بربا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ لیکن جو کچھ دارالحرب میں حربی سے لیا جائے تو وہ مباح مال ہے سود نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۷، ص ۳۰۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المستأمن، ج۶، ص۲۶۴۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب السادس فی المستأمن، الفصل الاول، ج۲، ص۲۳۳۔

ہے۔(8)

مسئلہ ۸: سال سے کم جتنی چاہے بادشاہِ اسلام اس کے لیے مدت مقرر کردے اور یہ کہہ دے کہ اگر تو اس مدت سے زیادہ ٹھہرا تو تجھ سے جزیہ لیا جائے گا اور اُس وقت وہ ذمی ہو جائیگا۔(9)

مسئلہ ۹: حربی امان لے کر آیا اور یہاں خراجی یا عُشری زمین خریدی اور خراج اُس پر مقرر ہو گیا تو اب ذمی ہو گیا اور جس وقت خراج مقرر ہوا اُسی وقت سالِ آئندہ کا جزیہ بھی وصول کیا جائے گا۔(10)

مسئلہ ۱۰: کتابیہ عورت امان لیکر دارالاسلام میں آئی اور اس سے کسی مسلمان یا ذمی نے نکاح کرلیا تو اب ذمیہ ہو گئی اب دارالحرب کو نہیں جاسکتی۔ یوہیں اگر میاں بی بی دونوں آئے اور شوہر یہاں مسلمان ہو گیا تو عورت اب نہیں جا سکتی اور اگر مرد حربی نے کسی ذمی عورت سے نکاح کیا تو اس کی وجہ سے ذمی نہ ہوا ہوسکتا ہے کہ طلاق دیکر چلا جائے۔(11)

مسئلہ ۱۱: حربی نے اپنے غلام کو تجارت کے لیے دارالاسلام میں بھیجا غلام یہاں آکر مسلمان ہو گیا تو غلام بیچ ڈالا جائے گا اور اس کا ثمن حربی کے لیے محفوظ رکھا جائے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ غلام واپس دیا جائے۔(12)

مسئلہ ۱۲: مستامن جب دارالحرب کو چلا گیا تو اب پھر حربی ہو گیا اور اگر اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ مال رکھا تھا یا اُن پر اُس کا دَین تھا اور اُس کافر کو کسی نے قید کرلیا یا اُس ملک کو مسلمانوں نے فتح کرلیا اور اُس کو مار ڈالا تو دَین ساقط ہو گیا اور وہ امانت فے ہے اور اگر بغیر غلبہ وہ مارا گیا یا مر گیا تو دَین اور امانت اُس کے وارثوں کے لیے ہے۔(13)

مسئلہ ۱۳: حربی یا مرتد یا وہ شخص جس پر قصاص لازم آیا بھاگ کر حرم شریف میں چلا جائے تو وہاں قتل نہ کریں گے بلکہ اُسے وہاں کھانا پانی کچھ نہ دیں کہ نکلنے پر مجبور ہو اور وہاں سے نکلنے کے بعد قتل کر ڈالیں اور اگر حرم میں کسی نے خون کیا تو اُسے وہیں قتل کر سکتے ہیں اس کی ضرورت نہیں کہ نکلے تو قتل کریں۔(14)

---

(8) الجوهرة النيرة، كتاب السير، الجزء الثاني، ص۳۴۶.

(9) الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب السادس في المستأمن، الفصل الثاني، ج۲، ص۲۳۴.

(10) الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب السادس في المستأمن، الفصل الثاني، ج۲، ص۲۳۵.

(11) الدرالمختار، كتاب الجهاد، فصل في استئمان الكافر، ج۶، ص۲۷۱.

(12) الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب السادس في المستأمن، الفصل الثاني، ج۲، ص۲۳۵.

(13) ملتقى الابحر مع مجمع الانهر، كتاب السير والجهاد، باب المستأمن، فصل لايمكن مستامن...إلخ، ج۲، ص۴۵۳.

(14) الدرالمختار، كتاب الجهاد، فصل في استئمان الكافر، مطلب مهم الصبي...إلخ، ج۶، ص۲۷۶.

مسئلہ ۱۴: جو جگہ دار الحرب ہے اب وہ دار الاسلام اُس وقت ہوگی کہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے اور وہاں احکام اسلام جاری ہو جائیں اور دار الاسلام اُس وقت دار الحرب ہوگا، جبکہ یہ تین باتیں پائی جائیں۔ (۱) کفر کے احکام جاری ہو جائیں اور اسلامی احکام بالکل روک دیے جائیں اور اگر اسلام کے احکام بھی جاری ہیں اور کفر کے بھی تو دار الحرب نہ ہوا۔ (۲) دار الحرب سے متصل ہو کہ اس کے اور دار الحرب کے درمیان میں کوئی اسلامی شہر نہ ہو۔ (۳) اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔ (15) اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان بحمدہ تعالیٰ اب تک دار الاسلام ہے (15A) بعضوں نے خواہ مخواہ اسے دار الحرب خیال کر رکھا ہے یہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ باہم رضامندی

---

(15) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجهاد، فصل فی استئمان الکافر، مطلب فی ما تصیر بہ دار ال اسلام... الخ، ج ٦، ص ٢٧٦، ٢٧٧

(15A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مذہب پر ہندوستان دار الاسلام ہے ہرگز دار الحرب نہیں کہ دار الاسلام کے دار الحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلام کے احکام وشعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہل اسلام جمعہ وعیدین واذان واقامت ونماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ، وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل وحکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود ومجوس ونصاریٰ ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العالمین،

فتاویٰ عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا: اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وهو اظهار حکم الاسلام فیها اھ۔ جان لو کہ بیشک دار الحرب ایک ہی شرط سے دار الاسلام بن جاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہاں اسلام کا حکم غالب ہو جائے (ت) (اے فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲ / ۲۳۲)

پھر سراج وہاج سے صاحب المذہب سیدنا ومولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ الاحسن کی زیادات سے کہ کتب ظاہر الروایہ سے ہے نقل کیا:

انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ بشروط ثلاثة. احدها اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتهار وان لا یحکم فیها بحکم الاسلام. ثم قال و صورة المسئلة ثلاثة اوجه اما ان یغلب اهل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اهل مصر غلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اهل الذمة العهد وتغلبوا علی دارهم ففی کل من هذه الصور لا تصیر دار حرب الا بثلاثة شروط. وقال ابو یوسف ومحمد رحمهما الله تعالیٰ بشرط واحد وهو اظهار احکام الکفر وهو القیاس الخ ۲۔

←

ــے کوئی قاضی مقرر کریں کہ کم ازکم اسلامی معاملات جن کے لیے مسلمان حاکم ہونا شرط ہے اُس سے فیصلہ کرائیں اور یہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دارالاسلام تین شرائط سے دارالحرب ہوتا ہے جن میں ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور وہاں اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے، پھر فرمایا اور مسئلہ کی صورت تین طرح ہے اہلِ حرب ہمارے علاقہ پر غلبہ پالیں یا ہمارے کسی علاقہ کے شہری مرتد ہوکر وہاں غلبہ پالیں اور کفر کے احکام جاری کردیں یا وہاں ذمی لوگ عہد کو توڑ کر غلبہ حاصل کرلیں، تو ان تمام صورتوں میں وہ علاقہ تین شرطوں سے دارالحرب بن جائے گا وہ یہ کہ احکام کفر اعلانیہ غالب کردئے جائیں۔ یہی قیاس ہے الخ (ت)

(۲؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۲)

دررغرر ملاخسرو میں ہے:

دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا کاقامۃ الجمعۃ والاعیاد وان بقی فیہا کافر اصلی ولم یتصل بدارالاسلام بان کان بینہا وبین دارالاسلام مصر اٰخر لاھل الحرب ا؎ الخ ھذا لفظ العلامۃ خسرو واثرہ شیخی زادہ فی مجمع الانھر، وتبعہ المولی الغزی فی التنویر، واقرہ المدقق العلائی فی الدر، ثم الطحطاوی والشامی اقتدیا فی الحاشیتین۔

دارالحرب، اسلامی احکام جاری کرنے مثلاً جمعہ اور عیدین وہاں ادا کرنے پر دارالاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کوئی اصلی کافر بھی موجود ہو اور اس کا دارالاسلام سے اتصال بھی نہ ہو یوں کہ اس کے اور دارالاسلام کے درمیان کوئی دوسرا حربی شہر فاصل ہو الخ، یہ علامہ خسرو کے الفاظ ہیں، اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ نے اس کی پیروی کی ہے، اور مولٰی غزی نے تنویر میں اس کی اتباع کی، اور مدقق علائی نے در میں اس کو ثابت رکھا، پھر طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشیہ میں اسکی اقتدا کی۔ (ت)

(۱؎ دررغرر کتاب الجہاد باب المستامن مطبع احمد کامل مصر ۱/ ۲۹۵)

جامع الفصولین سے نقل کیا گیا:

لہ ان ھذہ البلدۃ صارت دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا فما بقی شیئ من احکام دارالاسلام فیہا تبقی دارالاسلام علی ماعرف ان الحکم اذاثبت بعلۃ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل انتہی ۲؎۔

امام صاحب کے ہاں دارالحرب کا علاقہ اسلامی احکام وہاں جاری کرنے سے دارالاسلام بن جاتا ہے تو جب تک وہاں اسلامی احکام باقی رہیں گے وہ علاقہ دارالاسلام رہے گا، یہ اس لئے کہ حکم جب کسی علت پر مبنی ہو تو جب تک علت میں سے کچھ پایا جائے تو اس کی بقاء سے حکم بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ معروف ہے۔ ابوبکر شیخ الاسلام نے اصل (مبسوط) کے سیر کے باب کی شرح میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اھ،

(۲؎ جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۱۲)

وعن الفصول العمادیۃ ان دارالاسلام لایصیر دارالحرب اذابقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ ←

مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ باوجود اس کے کہ انگریز انھیں اُس سے نہیں روکتے پھر بھی انھیں احکام شرعیہ کے

اهل الاسلام وعن منشور الامام ناصر الدين دار الاسلام انما صارت دار الاسلام باجراء الاحكام فما بقيت علقة من علائق الاسلام يترجح جانب الاسلام ١۔ وعن البرهان شرح مواهب الرحمن لايصير دار الحرب مادام فيه شيئ منها بخلاف دار الاسلام لانا رجحنا اعلام الاسلام واحكام اعلام كلمة الاسلام ٢۔ وعن الدر المنتقى لصاحب الدر المختار دار الحرب تصير دار الاسلام باجراء بعض احكام الاسلام ٣۔

فصول عمادیہ سے منقول ہے کہ دارالاسلام جب تک وہاں احکام اسلام باقی رہیں گے تو وہ دارالحرب نہ بنے گا اگرچہ وہاں اہلِ اسلام کا غلبہ ختم ہوجائے، امام ناصرالدین کی منشور سے منقول ہے کہ دارالاسلام صرف اسلامی احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کوئی علاقہ اس وقت تک دارالحرب نہ بنے گا جب تک وہاں کچھ اسلامی احکام باقی ہیں، کیونکہ اسلامی نشانات کو اور کلمہ اسلام کے نشانات کے احکام کو ہم ترجیح دیں گے، دارالاسلام کا حکم اسکے خلاف ہے۔ صاحب درمختار کی المنتقیٰ سے منقول ہے کہ دارالحرب میں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے دارالاسلام بن جاتا ہے۔(ت) (١؎ الفصول العمادیہ) (٢؎ البرہان شرح مواہب الرحمان) (٣؎ الدر المنتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب السیر داراحیاء التراث العربی بیروت ١/ ٢٣٣)

شرح نقایہ میں ہے:

لاخلاف ان دار الحرب تصير دار الاسلام باجراء بعض احكام الاسلام فيها ٤۔

بلا اختلاف دارالحرب وہاں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے(ت)

(٤؎ جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ٤/ ٥٥٦)

اور اسی میں ہے:

وقال شيخ الاسلام والامام الاسبيجابي اى الدار محكومة بدار الاسلام ببقاء حكم واحد فيها كما في العمادي وغيره ٥۔

شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی نے فرمایا: کسی بھی علاقہ میں کوئی ایک اسلامی حکم بھی باقی ہو تو اس علاقہ کو دارالاسلام کہا جائے گا، جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔(ت) (٥؎ جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ٤/ ٥٥٧)

پھر اپنے بلاد اور وہاں کے فتن وفساد کی نسبت فرماتے ہیں:

فالاحتياط يجعل هذه البلاد دار الاسلام والمسلمين وان كانت للملاعين واليد في الظاهر لهؤلاء الشيطين ربنا لاتجعلنا فتنة للقوم الظلمين ونجنا برحمتك من القوم الكفرين كما في المستصفى وغيره ١۔

(١؎ جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ٤/ ٥٥٧)

احتیاط یہی ہے کہ یہ علاقہ دارالاسلام والمسلمین قرار دیا جائے، اگرچہ وہاں ظاہری طور پر شیطانوں کا قبضہ ہے، اے ہمارے رب!

اجرا (جاری کرنے) کی بالکل پرواہ نہیں۔

❁❁❁❁❁

ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں سے نجات عطا فرما، جیسا کہ مستصفی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۱۰۵۔ ۱۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہندوستان دارالاسلام ہونے کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ میں اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ملاحظہ فرمایئے۔

عشر وخراج کا بیان

زمین عرب اور بصرہ اور وہ زمین جہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے اور جو شہر قہراً فتح کیا گیا اور وہاں کی زمین مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی یہ سب عشری (1) ہیں اور بھی عشری ہونے کی بعض صورتیں ہیں، جن کو ہم کتاب

---

(1) وہ زمین جس کی پیداوار سے عشر ادا کرنا لازم ہو۔

عشر کے فضائل

عشر کی ادائیگی کرنے والوں کو انعاماتِ آخرت کی بشارت ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

(پ ۲۲، سبا: ۳۹)

سورہ بقرہ میں ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ

ترجمہ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں۔

وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

سات بالیں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ (انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

سرورِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ترغیبِ امت کے لئے کئی مقامات پر راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے کئی فضائل بیان کئے ہیں: چنانچہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زکوۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلا نازل ہونے پر دعا و تضرع (یعنی گریہ وزاری) سے استعانت (یعنی مدد طلب) کرو۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۱، ۲۶۲) (مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد، باب فی الصائم، ص ۸)

اور حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس سے شر دور فرما دیا۔ (المعجم الاوسط، باب الالف، الحدیث ۱۵۷۹، ج ۱، ص ۴۳۱) ←

الزکاۃ (2) میں بیان کر آئے اور جو شہر بطور صلح فتح ہو یا جو لڑ کر فتح کیا گیا مگر مجاہدین پر تقسیم نہ ہوا بلکہ وہاں کے لوگ برقرار رکھے گئے یا دوسری جگہ کے کافر وہاں بسا دیے گئے، یہ سب خراجی (3) ہیں۔ بنجر زمین کو مسلمان نے کھیت کیا،

عشر ادا نہ کرنے کا وبال

عشر ادا نہ کرنے والے کے لئے قرآن پاک واحادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی، ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۸۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مکی مدنی سرکار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ عزوجل مال دے اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی (یعنی دو نشان ہوں گے)، وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر اس (زکوۃ نہ دینے والے) کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی، ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۸۰)

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ، الحدیث ۱۴۰۳، ج ۱، ص ۴۷۴)

(2) بہارِ شریعت حصہ 5 ملاحظہ فرمائیں۔

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رہی وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہو جائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام حتی اللہ تعالیٰ عہدہا میں ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذنِ سلطان احیاء کی، سلطان نے اسے عطا کی، اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیاء کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کا کوئی تعلق نہیں، نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وھذا ظاھر جلی لا خفاء بہ (اور یہ ظاہر روشن ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) امر تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکرِ اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں، اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے۔ ←

اگر اُس کے آس پاس کی زمین عشری ہے تو یہ بھی عشری اور خراجی ہے تو خراجی۔

اقول و باللہ التوفیق: یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے، جب بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں انہوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ ہے جب اُتنے دنوں سلطنتِ دینیہ ان کی حمایت سے جُدا رہی اس مدت کا خراج نہیں لے سکتی۔ کنز میں ہے: لو اخذ العشر والخراج والزکوٰۃ بغاۃ لم یوخذ اخری. ۱؎ اگر باغی عشر، خراج اور زکوٰۃ وصول کرلیں تو دوبارہ نہ لیا جائے گا۔ (ت)

(۱؎ کنز الدقائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹)

ہدایہ، بحر وغیرہما میں ہے: لان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ. ۲؎ کیونکہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج تو حمایت کی بنا پر ہوتا ہے (ت) (۲؎ بحر الرائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۲۲۳)

تبیین و بحر و غنیۃ ذوی الاحکام میں ہے:

اشتراط اخذھم الخراج ونحوہ وقع اتفاقا حتی لولم یاخذوا منہ سنین وھو عندھم لم یو خذ منہ شئی ایضاً لما ذکرنا. ۳؎

خراج وغیرہ لینے کی شرط لگانے کا ذکر اتفاقاً ہوا ہے حتی کہ اگر کئی سال ان سے وصولی نہ کی حالانکہ ذمی ان کے پاس تھا تو اب سابقہ سے بھی کوئی شئے نہ لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کردیا ہے (ت) (۳؎ تبیین الحقائق فصل فی صدقۃ الغنم مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۲ / ۲۷۴)

ردالمحتار میں ہے:

ویظھر لی ان اھل الحرب لو غلبوا علی بلدۃ من بلادنا کذلک للتعلیلھم اصل المسئلۃ بان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ وفی البحر وغیرہ لو اسلم الحربی فی دار الحرب واقام فیھا سنین ثم خرج الینا لم یاخذ منہ الامام الزکوٰۃ لعدم الحمایۃ الخ ۴؎

مجھ پر یہ ظاہر ہُوا ہے کہ اگر اہلِ حرب ہمارے کسی شہر پر غالب آجائیں تو حکم یہی ہوگا کیونکہ یہاں دلیل وعلّت وہی ہے کہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج حمایت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بحر وغیرہ میں ہے اگر حربی نے دارالحرب میں اسلام قبول کرلیا اور وُہ وہاں ہی کئی سال تک مقیم رہا پھر ہمارے ہاں آیا تو حاکم عدمِ حمایت کی وجہ سے اس سے کچھ وصول نہیں کرسکتا الخ (ت)

(۴؎ ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲ / ۲۶)

اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اس میں کچھ حق نہیں، فی العنایۃ تحت مسئلۃ شراء ذمّی عشریۃ من مسلم. فی توجیہ روایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فھو کتعلق حق المقاتلۃ بالاراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخری. ما یصرف الی الفقراء ھو ماکان للہ تعالٰی بطریق العبادۃ و مال الکافر لیس کذلک فیصرف فی مصارف الخراج ۱؎ عنایہ میں اس مسئلہ ذمی نے کسی مسلمان سے عشری زمین خریدی کے تحت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت کی توجیہ میں ہے کہ فقراء کا اس کے ساتھ حق متعلق ہے، پس یہ اسی حق کی طرح ہے جس طرح خراجی زمینوں کے ساتھ حق مقاتلہ کا تعلق ہوتا ہے ←

پھر دوسری توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بطور عبادت ہوتا ہے اور مالِ کافر میں یہ بات نہیں ہوتی لہذا اسے مصارف خراج میں ہی خرچ کیا جائے گا (۱؎ العنایۃ مع فتح القدیر باب العشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۶)

وفی الدر المختار عن ابن الشحنۃ فی نظم بیوت المال ع وثالثھا خراج مع عشور الی ان قال: فمصرف الاولین اتی بنص وثالثھا حواہ مقاتلونا اھ ۲؎

اور درمختار میں ابن شحنہ سے بیوت المال کی نظم میں ہے: اور تیسری قسم خراج مع عشر ہے۔ آگے چل کر کہا: پہلی دونوں کے مصارف ہمارے نص میں موجود ہیں اور تیسری کا مصرف ہمارے مقاتلہ (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں۔ اھ (۲؎ درمختار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰)

وفی الفتح والعنایۃ وغیرھما قبیل باب الجزیۃ، مصرف العشر الفقراء و مصرف الخراج المقاتلۃ اھ ۳؎ وقد اعترض فی الفتح فی المسألۃ المارۃ علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ، بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ ۴؎

اور فتح اور عنایہ میں باب الجزیہ سے تھوڑا پہلے ہے کہ عشر کا مصرف فقراء اور خراج کا مصرف مقاتلہ کرنیوالے (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں اھ فتح میں گزشتہ مسئلہ کہ عشری زمین کا ذمی کے خریدنے سے خراجی ہونے پر اعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیر ان کے حق کو باطل کردیتا ہے جو جائز نہیں الخ (ت) (۳؎ فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۶) (۴؎ فتح القدیر باب زکوۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۷)

اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو، مطالبہ کس کے لیے ہو ولہذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے، کھیرے، ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی، تو مطالبہ عبث ہے۔

فی الفتح قبیل باب المعادن، من مربرطاب اشتراھا للتجارۃ کالبطیخ والقثاء و نحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانھا تفسد بالاستبقاء و لیس عند العامل فقراء فی البر لیدفع لھم فاذا بقیت لیجدھم فسدت فیفوت المقصود اھ ۱؎ مختصراً۔

فتح میں باب المعادن سے تھوڑا پہلے ہے، کہ جو شخص سبزیوں کے کھیت کے پاس سے گزرا اس نے تجارت کے لیے انھیں خریدا مثلاً خربوزہ اور کھیرا وغیرہ، تو اب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر عشر نہ ہوگا کیونکہ وہ باقی رکھنے سے خراب ہوجاتی ہیں، اور عامل کے پاس جنگل میں فقراء نہیں ہوتے جنھیں وہ عشر دے دے، اور اگر انھیں فقراء کے پانے کے لیے باقی رکھتا ہے تو وہ خراب ہوجاتے ہیں تو اس سے مقصود فوت ہوجاتا اھ اختصاراً (ت) (۱؎ فتح القدیر باب فیمن یمر علی العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۷۸)

بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکرِ اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے۔ فتح القدیر، کتاب السیر، باب العشر میں ہے:۔ ←

....

الخراج جزاء المقاتلة علی حمایتھم فما سقی بما احموہ وجب فیہ اھ۔ ۲؎

خراج لشکرِ اسلام کی حمایت کا معاوضہ ہے، جو زمین ان کی حمایت سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا اھ (ت)

(۲؎ فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۱)

عنایہ میں اسی جگہ ہے:

الخراج یجب جبرا للمقاتلة فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمته المقاتلة (الی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمة اھ ۳؎

خراج، مقاتلہ کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے لہذا خراج انہی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جو لشکر کی حمایت کے تحت سیراب ہوں گی (آگے چل کر کہا) شمس الائمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

(۳؎ العنایہ مع فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۰)

اُسی کے اواخر باب زکوۃ الزروع میں ہے:

الخراج یجب حقا للمقاتلة فیختص وجوبه بما حمته المقاتلة۔ ۱؎

خراج حق مقاتلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے لہذا یہ اسی کے ساتھ مخصوص رہے گا جو مقاتلہ کے تحت ہوگا۔ (ت)

(۱؎ العنایہ مع فتح القدیر باب زکوۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۷)

یہ کلمات بظاہر سقوطِ خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم، کہ نفس وجوب ثابت و قائم، مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے، بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو اُن کا مطالبہ نہیں پہنچا اور شرعاً واجب ہے

کزکوۃ الاموال الباطنة کما فی الدر وغیرہ عامة الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلة اسلام الحربی فی دار الحرب بعد العبارة المذکورۃ ونفتیه باداءھا ان کان عالما بوجوبھا والا فلا زکوۃ علیه لان الخطاب لم یبلغه وھو شرط الوجوب اھ ۲؎

جیسے اموالِ باطنہ کی زکوۃ جیسا کہ در اور دیگر کتب میں ہے، شامی نے بحر وغیرہ کے حوالے سے دار الحرب میں کسی حربی کے اسلام لانے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے عبارت مذکورہ کے بعد کہا، کہ اگر وہ حربی مسلمان وجوب زکوۃ کا علم رکھتا ہے ہم اسکی ادائیگی کا فتوٰی دینگے ورنہ اس پر زکوۃ ہی نہیں کیونکہ اسے ایسا حکم ہی نہیں پہنچا جو وجوب کے لیے شرط ہے اھ (ت)

(۲؎ ردالمحتار باب زکوۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲/۲۶)

ولہذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوۃ وعشر لے کر ان کے مصارف میں سبب نہ کریں تو اربابِ اموال پر اُن کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے ←

....

اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا۔

فی الدر المختار، اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوٰۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر و الخراج لا اعادۃ علی اربابھا ان صرف الماخوذ فی محلہ الاٰتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانھم مصارفہ۔ ۳؎

درمختار میں ہے اگر باغیوں اور ظالم حکمرانوں نے اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرلی مثلاً چار پایوں کی زکوٰۃ، یا عشرہ خراج وصول کرلیا تو اب مالکوں سے دوبارہ نہیں لیا جائیگا (بشرطیکہ ان کی جگہ خرچ کیا گیا جن کا ذکر آرہا ہے) اور اگر وہاں خرچ نہیں کیا تو مالکوں پر بطور دیانت عشرہ زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے خراج کا نہیں کیونکہ باغی لشکر خود خراج کا مصرف ہیں۔ (ت)

(۳؎ درمختار باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴)

درمنتقی پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما الخراج فلا یفتون باعادتہ لانھم مصارفہ اذا ھل البغی یقاتلون اھل الحرب والخراج حق المقاتلۃ۔ ۱؎

خراج دوبارہ لینے کا فتوٰی نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کا مصرف ہیں کیونکہ اہلِ بغاوت نے اہلِ حرب کے ساتھ مقاتلہ کیا اور خراج مقاتلہ کا حق ہے (ت) (۱؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب زکوٰۃ الغنم دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰۴)

ہدایہ وبحر وغیرہما میں ہے:

افتوا بان یعید وھا دون الخراج لانھم مصارف الخرج لکونھم مقاتلۃ والزکوٰۃ مصرفھا الفقراء ولا یصرفونھا الیھم۔ ۲؎

علماء نے فتوٰی دیا ہے کہ خراج کے علاوہ کا اعادہ ہوگا کیونکہ اہلِ بغاوت خراج کا مصرف ہیں اس لیے کہ یہ مقاتل ہیں اور زکوٰۃ کا مصرف فقراء ہیں لہذا ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ (ت) (۲؎ الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مالا صدقۃ فیہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۷۳)

تو ثابت ہُوا کہ تسلّط وحمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وُہ خود بھی مصرف ہیں واضح کردیا کہ اگر وُہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم تو میں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد ووظیفہ امام ومؤذن وبنائے پل وسرا وتنخواہ مدرسین علم دین وخبرگیری طلبہ علوم دین وخدمت علمائے اہلِ حق حامیانِ دین مشغولین درس ووعظ وافتاوغیرہا امور دین سب داخل ہیں۔

فی ردالمحتار تحت قول ابن الشحنۃ المارانہ یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطیر والجسور و کفایۃ العلماء والقضاء والعال ورزق المقاتلۃ وذراریھم ای ذراری الجمیع۔ ۳؎

ردالمحتار میں ابن شحنہ کے گزشتہ قول جو ہدایہ اور اکثر کتب معتبرہ میں ہے، کے تحت یہ ہے، خراج ہمارے مصالح پر خرچ کیا جاسکتا ہے ←

مسئلہ: زمین وقف کر دی تو اگر پہلے عشری تھی تو اب بھی عشری ہے اور خراجی تھی تو اب بھی خراجی اور اگر بیت المال سے خرید کر وقف کی تو اب خراج نہیں اور عشری تھی تو عُشر ہے۔(4)

عشر وخراج کے مسائل بقدرِ ضرورت کتاب الزکاۃ میں بیان کر دیے گئے وہاں سے معلوم کریں اُن سے زائد

مثلاً دفاعی بند، پُل، راستے، علماء، قضاء، علماء کی خدمت، مقاطعہ کرنے والے اور ان کی اولاد، یعنی مذکورہ تمام لوگوں کی اولاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے(ت)(۳؎ ردالمحتار باب العشر مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۳)

درمختار میں ہے:

مصرف الجزیة والخراج مصالحنا کسد ثغورنا و بناء قنطرة و جسر کفایة العلماء والمعلمین، تجنیس، وبه یدخل طلبة العلم، فتح و القضاة والعمال ککتبة قضاة وشهود قسمة ورقباء سواحل ورزق المقاتلة وذراریهم ای ذراری من ذکر، مسکین(ملخصاً)ا ؎

جزیہ اور خراج کا مصرف ہمارے رفاہی کام ہیں مثلاً دفاعی معاملات، جیسے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، سڑکوں اور پلوں کا بنانا، علماء اور اساتذہ کو بطورِ کفالت دینا، تجنیس۔ اس میں طالبعلم بھی داخل ہیں، فتح۔ قضاۃ اور عمال، جیسے قاضیوں کے کاتب، ورثاء اور شرکاء کے درمیان تقسیم کے گواہ اور سواحلِ دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذافی الطحطاوی۔ مجاہدین کی روزی اور ان سب کی ذریّت کی، یعنی جن کا ذکر اُوپر ہوا ان سب کی اولاد کی روزی۔ کذافی شرح مسکین۔(ملخصاً)(ت)(ا؎ درمختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۴)

ہدایہ میں ہے:

الخراج یصرف فی مصالح المسلمین ویعطی قضاة المسلمین وعمالهم وعلماؤهم منه ما یکفیهم لانه مال بیت المال وهو معد لمصالح المسلمین وهؤلاء عملتهم ۲؎

خراج مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوگا۔ مسلمان قضاۃ، عمال، علماء کی ضروریات کو اس سے پُورا کیا جائے گا کیونکہ یہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوتا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔(ت)

(۲؎ الہدایۃ فصل ونصارٰی بنی تغلب الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۵۷۹)

فتح میں ہے:

زاد فی تجنیس، المعلمین والمتعلمین وبهذا تدخل طلبة العلم اه ۳؎ الکل مختصراً۔

(۳؎ فتح القدیر فصل ونصارٰی بنی تغلب الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۰۷)

تجنیس المعلمین والمتعلمین میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے ساتھ طالب علم اس میں داخل ہوگئے اھ تمام عبارتوں میں اختصار ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۱۸۔ ۲۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب العشر والخراج، مطلب اراضی المملکۃ... الخ، ج۶، ص۲۸۱۔

جزئیات (یعنی مسائل) کی حاجت نہیں معلوم ہوتی لہٰذا اُنھیں پر اکتفا کریں۔

تنبیہ: اس زمانہ کے مسلمانوں نے عشر وخراج کو عموماً چھوڑ رکھا ہے بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے بہتیرے (بہت سے) وہ مسلمان ہیں جن کے کان بھی ان لفظوں سے آشنا نہیں، جانتے ہی نہیں کہ کھیت کی پیداوار میں بھی شرع نے کچھ دوسروں کا حق رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں مولیٰ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ)(5)

خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں سے اور اُس سے کہ ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا اگر مسلمان ان باتوں سے واقف ہو جائیں تو اب بھی بہتیرے خدا (عزوجل) کے بندے وہ ہیں جو اتباع شریعت (شریعت کی پیروی) کی کوشش کرتے ہیں جس طرح زکاۃ دیتے ہیں انھیں بھی ادا کریں گے، واللہ ھو الموفق۔

❁❁❁❁❁

---

(5) پ۳، البقرۃ: ۲۶۷.

جزیہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۷﴾﴾ (1)

اللہ (عزوجل) نے کافروں سے جو کچھ اپنے رسول کو دلایا، اُس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، ولیکن اللہ (عزوجل) اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ (عزوجل) ہر شے پر قادر ہے جو کچھ اللہ (عزوجل) نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے دلایا وہ اللہ (عزوجل) و رسول کے لیے ہے اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے (یہ اس لیے بیان کیا گیا کہ) تم میں کے مالدار لوگ لینے دینے نہ لگیں اور جو کچھ رسول تم کو دیں، اسے لو اور جس چیز سے منع کریں، اُس سے باز رہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو، بیشک اللہ (عزوجل) سخت عذاب والا ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۲۸، الحشر ۶،۷

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے دشمنوں میں سے۔ مراد یہ ہے کہ بنی نضیر سے جو مال غنیمتیں حاصل ہوئیں ان کے لئے مسلمانوں کو جنگ کرنا نہیں پڑی، اللہ تعالٰی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر مسلّط کردیا تو یہ مال حضور کی مرضی پر ہے، جہاں چاہیں خرچ کریں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مال مہاجرین پر تقسیم کردیا اور انصار میں سے صرف تین صاحب حاجت لوگوں کو دیا اور وہ ابودجانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ ہیں۔

پہلی آیت میں غنیمت کا جو حکم مذکور ہوا اس آیت میں اسی کی تفصیل ہے اور بعض مفسرین نے اس قول کی مخالفت کی اور فرمایا کہ پہلی آیت اموالِ بنی نضیر کے باب میں نازل ہوئی، ان کو اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کے لئے خاص کیا اور یہ آیت ہر اس شہر کی غنیمتوں کے باب میں ہے جس کو مسلمان اپنی قوت سے حاصل کریں۔ (مدارک)

احادیث

حدیث ۱: ابوداود معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو یہ فرمادیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں یا اس قیمت کا معافری۔ یہ ایک کپڑا ہے جو یمن میں ہوتا ہے۔ (1)

حدیث ۲: امام احمد و ترمذی و ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمین میں دو قبلے درست نہیں اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ (2)

---

(1) سنن ابي داود، کتاب الخراج... إلخ، باب في اخذ الجزية، الحديث ۳۰۳۸، ج۳، ص۲۲۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ صرف ذمی مرد عاقل بالغ سے لیا جائے گا عورت، بچے، دیوانہ پر جزیہ نہیں، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ یوں ہی اندھے، بے دست و پا، فالج زدہ، بہت بوڑھے ذمی پر جزیہ نہیں، نیز جو فقیر کمائی کے قابل نہ ہو اس پر جزیہ نہیں، اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ حضرت عمر نے جب عثمان ابن حنیف کو حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ فقیر ذمی سے جزیہ نہ لیں، نیز حضرت عمر نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا تو کیوں بھیک مانگتا ہے وہ بولا مجھ پر جزیہ لازم ہے اس کی ادائیگی کے لیے مانگتا ہوں تب آپ نے اپنے احکام کو لکھا کہ بوڑھے ذمیوں سے جزیہ نہ لیں، یوں ہی ذمی غلام مکاتب مدبر ام ولد پر جزیہ نہیں، ان کے راہبوں پر بھی جزیہ نہیں۔ (مرقات) یہ حدیث بظاہر امام شافعی کی دلیل ہے کہ ہر ذمی پر جزیہ واجب ہے غنی ہو یا فقیر مگر ہمارے ہاں یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے جس سے فقراء ذمی علیحدہ ہیں یا اس قوم سے صلح اس پر ہی ہوئی ہوگی کہ ہر بالغ پر جزیہ ہو یا اتفاقاً اس قوم میں تمام امیر ہوں گے کوئی فقیر نہ ہوگا جیسے آج خوجے اور جوہری کہ ان میں کوئی فقیر نہیں۔

۲۔ معافر یمن میں ایک بستی ہے، چونکہ اسے معافر ابن یعفر نے بسایا تھا لہٰذا معافر کہلاتی ہے وہاں کا کپڑا بہت مشہور ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۹۲۸)

(2) المسند، للامام أحمد، مسند عبدالله بن العباس، الحديث ۱۹۴۹، ج۱، ص۴۷۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ ارض واحدہ سے مراد زمین عرب ہے اور دو قبلوں سے مراد دو قبلہ والے لوگ ہیں یعنی مسلمان اور یہود و نصاریٰ یعنی زمین عرب یا زمین حجاز میں یہود و نصاریٰ کو نہ بسنے دو، یہ ملک صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس کی ←

حدیث ۳: ترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم کافروں کے ملک میں جاتے ہیں، وہ نہ ہماری مہمانی کرتے ہیں، نہ ہمارے حقوق ادا کرتے ہیں اور ہم خود جبراً (زبردستی) لینا اچھا نہیں سمجھتے (اور اس کی وجہ سے ہم کو بہت ضرر ہوتا ہے۔) ارشاد فرمایا کہ اگر تمھارے حقوق خوشی سے نہ دیں، تو جبراً وصول کرو۔ (3)

حدیث ۴: امام مالک اسلم سے راوی، کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ جزیہ مقرر کیا، سونے والوں پر چار دینار اور چاندی والوں پر چالیس درہم اور اس کے علاوہ مسلمانوں کی خوراک اور تین دن کی مہمانی اُن کے ذمہ تھی۔ (4)

تفسیر وہ حدیث ہے کہ جزیرہ عرب سے یہود ونصاریٰ کو نکال دو۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک زمین سے مراد عام زمین ہے اور دو قبلوں کے اجتماع سے مراد مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کا برابری کی شان سے ایک ملک میں رہنا ہے یعنی نہ تو مسلمان کفار کے ملک میں دب کر رہیں، اگر انہیں آزادی دینی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جائیں اور نہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے ملک میں برابر ہو کر رہیں بلکہ اگر رہیں تو ذمی ہو کر رہیں اور وہ ہمارے ملک میں اپنے دین کی اشاعت نہ کر سکیں نہ کسی مسلمان کو اپنے مذہب میں لے سکیں بلکہ صرف خود آزاد ہیں اور بس۔

۲۔ اس فرمان شریف کے بھی دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ اگر کوئی ذمی اداءِ جزیہ سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے نہ آئندہ لیا جائے کیونکہ اب یہ مسلمان ہے اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی مسلمان کفار کے ملک میں جزیہ دے کر ذلیل ہو کر نہ رہے۔ مسلمان پر جزیہ کیسا عزت اللہ رسول کی اور مسلمانوں کی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کافر غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد نہ ہو جائے گا غلام ہی رہے گا، یونہی جس کافر کی زمین پر خراج لگ گیا اگر وہ مسلمان نے خرید لی تو اس پر خراج ہی رہے گا مگر جزیہ کا حکم جداگانہ ہے۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات اور کتب فقہ میں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۹۲۹)

(3) جامع الترمذي، کتاب السير، باب ماجاء ما يحل من اموال اهل الذمة، الحديث ۱۵۹۵، ج۳، ص۲۱۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس سوال و جواب میں ان ذمی کفار کی طرف اشارہ ہے جن سے صلح میں یہ شرط لگائی جاتی تھی کہ اگر تمہاری بستیوں پر ہماری غازی فوج گزرے تو تم ان کو راشن یا دعوت دینا اس شرط پر کہ ان پر اسلامی فوج کی یہ دعوت لازم تھی، اگر وہ یہ شرط پوری نہ کریں تو فوج کو اجازت تھی کہ ان سے جبراً اپنا یہ حق وصول کرلے، اگر یہ شرط نہ ہو تو ذمی سے جبراً دعوت لینا ہرگز جائز نہیں مگر اضطرار شرعی کی صورت میں جب کہ بھوک سے جان پر بن جائے اور بجز اس کے اور کوئی صورت نہ ہو تو جائز ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۹۳۲)

(4) الموطأ للامام مالک، کتاب الزکاۃ، باب جزیۃ اھل الکتاب والمجوس، الحدیث ۶۲۹، ج۱، ص۲۵۷.

مسائل فقہیّہ

سلطنت اسلامیہ کی جانب سے ذمی کفار پر جو مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان سے کسی مقدار معین پر صلح ہوئی کہ سالانہ وہ ہمیں اتنا دیں گے اس میں کمی بیشی کچھ نہیں ہو سکتی نہ شرع نے اس کی کوئی خاص مقدار مقرر کی بلکہ جتنے پر صلح ہو جائے وہ ہے۔ دوسری یہ کہ ملک کو فتح کیا اور کافروں کے املاک (جائیداد) بدستور چھوڑ دیے گئے ان پر سلطنت (یعنی اسلامی حکومت) کی جانب سے حسب حال کچھ مقرر کیا جائیگا اس میں اُن کی خوشی یا ناخوشی کا اعتبار نہیں اس کی مقدار یہ ہے کہ مالداروں پر اڑتالیس ۴۸ درہم سالانہ ہر مہینے میں چار درہم۔ متوسط شخص پر چوبیس درہم سالانہ ہر مہینے میں دو درہم۔ فقیر کمانے والے پر بارہ درہم سالانہ ہر ماہ میں ایک درہم۔ اب اختیار ہے کہ شروع سال میں سال بھر کا لے لیں یا ماہ بماہ وصول کریں دوسری صورت میں آسانی ہے۔ مالدار اور فقیر اور متوسط کس کو کہتے ہیں یہ وہاں کے عرف اور بادشاہ کی رائے پر ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو شخص نادار ہو یا دوسو درہم سے کم کا مالک ہو فقیر ہے اور دوسو سے دس ۱۰ ہزار سے کم تک کا مالک ہو تو متوسط ہے اور دس ہزار یا زیادہ کا مالک ہو تو مالدار ہے۔(1)

مسئلہ ۱: فقیر کمانے والے سے مراد وہ ہے کہ کمانے پر قادر ہو یعنی اعضا سالم ہوں (یعنی درست ہو) نصف سال یا اکثر میں بیمار نہ رہتا ہو ایسا بھی نہ ہو کہ اُسے کوئی کام کرنا آتا نہ ہو نہ اتنا بیوقوف ہو کہ کچھ کام نہ کر سکے۔(2)

مسئلہ ۲: سال کے اکثر حصہ میں مالدار ہے تو مالداروں کا جزیہ لیا جائے گا اور فقیر ہے تو فقیروں کا اور چھ مہینے میں مالدار رہا اور چھ مہینے میں فقیر تو متوسط۔ ابتدائے سال میں جب مقرر کیا جائیگا اُس وقت کی حالت دیکھ کر مقرر کریں گے اور اگر اُس وقت کوئی عذر ہو تو اس کا لحاظ کیا جائے گا پھر اگر وہ عذر اثنائے سال (سال کے دوران) میں جاتا رہا اور سال کا اکثر حصہ باقی ہے تو مقرر کر دیں گے۔(3)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجهاد، فصل فی الجزیة، ج٦، ص٣٠٥، ٣٠٦.
والفتاوی الھندیة، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیة، ج٢، ص٢٤٤.

(2) ردالمحتار، کتاب الجهاد، فصل فی الجزیة، ج٦، ص٣٠٦.

(3) الفتاوی الھندیة، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیة، ج٢، ص٢٤٦.
ودرالمختار، کتاب الجهاد، فصل فی الجزیة، ج٦، ص٣٠٧، ٣٠٨.

مسئلہ ۳: مرتد سے جزیہ نہ لیا جائے اسلام لائے فبہا (تو ٹھیک) ورنہ قتل کر دیا جائے۔(4)

مسئلہ ۴: بچہ اور عورت اور غلام و مکاتب و مدبر، پاگل، بوہرے، لنجھے، بیدست و پا (جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہو)، اپاہج، فالج کی بیماری والے، بوڑھے عاجز، اندھے، فقیر ناکارہ، پوجاری (مندر کا مجاور) جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں اور کام پر قادر نہ ہو ان سب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اگرچہ اپاہج وغیرہ مالدار ہوں۔(5)

مسئلہ ۵: جو کچھ کماتا ہے سب صرف ہو جاتا ہے بچتا نہیں تو اس سے جزیہ نہ لیں گے۔(6)

مسئلہ ۶: شروع سال میں جزیہ مقرر کرنے سے پہلے بالغ ہو گیا تو اس پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا اور اگر اس وقت نابالغ تھا، مقرر ہو جانے کے بعد بالغ ہوا تو نہیں۔(7)

مسئلہ ۷: اثنائے سال میں یا سال تمام کے بعد مسلمان ہو گیا تو جزیہ نہیں لیا جائے گا اگرچہ کئی برس کا اس کے ذمہ باقی ہو اور اگر دو ۲ برس کا پیشگی لے لیا ہو تو سال آئندہ کا جو لیا ہے واپس کریں اور اگر جزیہ نہ لیا اور دوسرا سال شروع ہو گیا تو سال گزشتہ کا ساقط ہو گیا۔ یوہیں مرجانے، اندھے ہونے، اپاہج ہو جانے، فقیر ہو جانے، لنجھے ہو جانے سے کہ کام پر قادر نہ ہوں جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔(8)

مسئلہ ۸: نوکر یا غلام یا کسی اور کے ہاتھ جزیہ بھیج نہیں سکتا بلکہ خود لے کر حاضر ہو اور کھڑا ہو کر ادب کے ساتھ پیش کرے یعنی دونوں ہاتھ میں رکھ کر جیسے نذریں دیا کرتے ہیں اور لینے والا اس کے ہاتھ سے وہ رقم اٹھا لے یہ نہیں ہوگا کہ یہ خود اوس کے ہاتھ میں دیدے جیسے فقیر کو دیا کرتے ہیں۔(9)

مسئلہ ۹: جزیہ و خراج مصالح عامہ مسلمین میں صرف کیے جائیں(10) مثلاً سرحد پر جو فوج رہتی ہے اوس پر خرچ ہوں اور پل اور مسجد و حوض و سرا (مسافر خانہ) بنانے میں خرچ ہوں اور مساجد کے امام و مؤذن پر خرچ کریں اور علما و

---

(4) الدرالمختار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، ج۶، ص۳۰۹۔

(5) الدرالمختار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، ج۶، ص۳۱۰۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، ج۲، ص۲۴۵۔

(6) المرجع السابق۔

(7) المرجع السابق، ص۲۴۵، ۲۴۶۔

(8) الدرالمختار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، ج۶، ص۳۱۲۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، ج۲، ص۲۴۶ وغیرہ

(10) عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کئے جائیں۔

طلبہ اور قاضیوں اور اون کے ماتحت کام کرنے والوں کو دیں اور مجاہدین اور ان سب کے بال بچوں کے کھانے کے لیے دیں۔(11)

مسئلہ ۱۰: دارالاسلام ہونے کے بعد ذمی اب نئے گرجے (چرچ) اور بت خانے اور آتش کدہ (مجوسیوں کا عبادت خانہ) نہیں بناسکتے اور پہلے کے جو ہیں وہ باقی رکھے جائیں گے۔ اگر لڑ کر شہر کو فتح کیا ہے تو وہ رہنے کے مکان ہوں گے اور صلح کے ساتھ فتح ہوا تو بدستور عبادت خانے رہیں گے۔ اگر ان کے عبادت خانے منہدم (گر گئے) ہو گئے اور پھر بنانا چاہیں تو جیسے تھے ویسے ہی اوسی جگہ بناسکتے ہیں نہ بڑھا سکتے ہیں نہ دوسری جگہ اون کے بدلے میں بناسکتے نہ پہلے سے زیادہ مستحکم بناسکتے مثلاً پہلے کچا تھا تو اب بھی کچا ہی بناسکیں گے اینٹ کا تھا تو پتھر کا نہیں بناسکتے اور بادشاہ اسلام یا مسلمانوں نے منہدم کر دیا ہے تو اسے دوبارہ نہیں بناسکتے اور خود منہدم کیا ہو تو بناسکتے ہیں اور پیشتر سے اب کچھ زیادہ کر دیا ہو تو ڈھادینگے۔(12)

مسئلہ ۱۱: ذمی کافر مسلمانوں سے وضع قطع لباس وغیرہ ہر بات میں ممتاز رکھا جائیگا جس قسم کا لباس مسلمانوں کا ہو گا وہ ذمی نہ پہنے۔ اوس کی زین بھی اور طرح کی ہوگی۔ ہتھیار بنانے کی اوسے اجازت نہیں بلکہ اوسے ہتھیار رکھنے بھی نہ دینگے۔ زنار (13) وغیرہ جو اوس کی خاص علامت کی چیزیں ہیں انھیں ظاہر رکھے کہ مسلمان کو دھوکا نہ ہو۔ عمامہ نہ باندھے۔ ریشم کی زنار نہ باندھے لباس فاخرہ جو علما وغیرہ اہل شرف کے ساتھ مخصوص ہے نہ پہنے۔ مسلمان کھڑا ہو تو وہ اُس وقت نہ بیٹھے۔ اُن کی عورتیں بھی مسلمان عورتوں کی طرح کپڑے وغیرہ نہ پہنیں۔ ذمیوں کے مکانوں پر بھی کوئی علامت ایسی ہو جس سے پہچانے جائیں کہ کہیں سائل دروازوں پر کھڑا ہو کر مغفرت کی دعا نہ دے غرض اُس کی ہر بات مسلمانوں سے جدا ہو۔(14)

اب چونکہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت نہیں لہذا مسلمانوں کو یہ اختیار نہ رہا کہ کفار کو کسی وضع وغیرہ کا پابند کریں البتہ مسلمانوں کے اختیار میں یہ ضرور ہے کہ خود اون کی وضع اختیار نہ کریں مگر بہت افسوس ہوتا ہے جبکہ کسی مسلمان کو کافروں کی صورت میں دیکھا جاتا ہے لباس و وضع قطع میں کفارؔ سے امتیاز نہیں رکھتے بلکہ بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، مطلب فی مصارف بیت المال، ج۶، ص۳۳۶،۳۳۷.

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، مطلب فی أحکام الکنائس...الخ، ص۳۱۴۔۳۲۰.

(13) وہ دھاگہ یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں جبکہ عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔

(14) الدرالمختار، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، ج۶، ص۳۲۰۔۳۲۴

والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، فصل، ج۲، ص۳۵۰.

نام دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں کا ایک خاص امتیاز ڈاڑھی رکھنا تھا اس کو آج کل لوگوں نے بالکل فضول سمجھ رکھا ہے نصارے کی تقلید (15) میں ڈاڑھی کا صفایا اور سر پر بالوں کا گپھا (گچھا) مونچھیں بڑی بڑی یا بیچ میں ذراسی جو دیکھنے سے مصنوعی معلوم ہوتی ہیں۔ اگر رکھیں تو نصاریٰ کی سی کم کریں تو نصاریٰ کی طرح۔ اسلامی بات سب ناپسند، کپڑے جوتے ہوں تو نصرانیوں کے سے، کھانا کھائیں تو اون کی طرح اور اب کچھ دنوں سے جو نصاریٰ کی طرف سے منحرف ہوئے تو گھر لوٹ کر نہ آئے بلکہ مشرکوں ہندوؤں کی تقلید اختیار کی ٹوپی ہندو کے نام کی، ہندو جو کہیں اوس پر دل وجان سے حاضر اگرچہ اسلام کے احکام پسِ پشت ہوں (چھوڑ دیے ہوں) اگر وہ کہے اور جب وہ کہے روزہ رکھنے کو طیار مگر رمضان میں پان کھا کر نکلنا نہ شرم نہ عار، وہ کہے تو دن بھر بازار بند خرید وفروخت حرام اور

---

(15) داڑھی صرف مصطفےٰ کی پسند کی رکھو

میرے شیخِ طریقت عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اَہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے کالے بچھو میں تحریر فرماتے ہیں۔

اے مَدَنی محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کے چاہنے والو! مان جاؤ! اپنی جوانی پر مت اتراؤ! دُنیوی مجبوریوں کو حیلہ مت بناؤ! آؤ! آؤ! رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کے دامنِ کرم سے لپٹ جاؤ! ان کے پروردگار ربِّ غفّار عزّ وجلّ سے بھی مغفرت کی بھیک طلب کرلو۔ ان سے بھی معافی مانگ لو! یہ بارگاہ کرم والی بارگاہ ہے۔ یہاں سے کوئی سائل مایوس نہیں جاتا۔ سنّت کی خیرات لے لو۔ اپنے چہرے سے دشمنِ خدا ومصطفےٰ کی نحوست کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دھوڈالو اور پیاری پیاری سنّت چہرے پر سجالو۔ اور ہاں! خیال رکھنا! شیطان بڑا مکّار دعیّار ہے، کہ آپ انگریزوں اور یہودیوں سے تو دامن چھڑالیں اور داڑھی بھی سجالیں، مگر شیطان دوسرے زاویے سے پھر گھیر لے اور آپ کو کہیں فرانسیسیوں کے قدموں میں نہ پٹخ دے۔ مطلب یہ کہ کہیں فرنچ کٹ یعنی خشخشی داڑھی نہ رکھ لینا کہ داڑھی مُنڈوانا اور کترواکر ایک مُٹھی سے چھوٹی کردینا دونوں ہی حرام ہے۔ داڑھی رکھئے اور ضرور رکھئے۔ مگر میٹھے مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلّم کی پسند کی رکھئے یعنی ایک مٹھی پوری رکھئے۔

داڑھی چھوٹی کرڈالنا کسی کے نزدیک حلال نہیں

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 22 صَفْحہ 652 پر دُرِّمختار، فتح القدیر، البحرالرّائق وغیرہ معتبر کتبِ فِقہ کے حوالے سے نَقل فرماتے ہیں کہ جب تک داڑھی ایک مُٹھی سے کم ہے اس میں سے کچھ لینا جس طرح کہ بعض مغربی مُخنّث کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں۔ اور سب لے لینا (یعنی بالکل ہی مُنڈوادینا) آتش پرستوں، یہودیوں، ہندوؤں اور بعض فرنگیوں (یعنی انگریزوں) کا فعل ہے۔

(غنیۃ ذوی الاحکام الجزء الاول ص ۲۰۸ باب الدیۃ کراچی، البحرالرائق ج ۲ ص ۴۹۰ کوئٹہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰ کوئٹہ)

خدا فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت چھوڑو(16) اس کی طرف اصلاً التفات نہیں (توجہ نہیں) غرض مسلمانوں کی جو ابتر حالت ہے، اس کا کہاں تک رونا رویا جائے یہ حالت نہ ہوتی تو یہ دن کیوں دیکھنے پڑتے اور جب ان کی قوت منفعلہ (کسی بات سے متاثر ہونے کی صلاحیت) اتنی قوی ہے اور قوت فاعلہ (کسی بات میں اثر ڈالنے کی قوت) زائل ہو چکی تو اب کیا امید ہو سکتی ہے کہ یہ مسلمان کبھی ترقی کا زینہ طے کرینگے غلام بن کر اب بھی ہیں اور جب بھی رہیں گے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسئلہ ۱۲: نصرانی نے مسلمان سے گرجے کا راستہ پوچھا یا ہندو نے مندر کا تو نہ بتائے کہ گناہ پر اعانت کرتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کا باپ یا ماں کافر ہے اور کہے کہ تو مجھے بت خانہ پہنچا دے تو نہ لیجائے اور اگر وہاں سے آنا چاہتے ہیں تو لاسکتا ہے۔(17)

مسئلہ ۱۳: کافر کو سلام نہ کرے مگر بضرورت اور وہ آتا ہو تو اُس کے لیے راستہ وسیع نہ کرے بلکہ اُس کے لیے تنگ راستہ چھوڑے۔(18)

---

(16) سورہ جمعہ کی آیت ۹ کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ روزِ جمعہ اس دن کا نام عربی زبان میں عروبہ تھا جمعہ اس کو اسلئے کہا جاتا ہے کہ نماز کے لئے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے وجہِ تسمیہ میں اور بھی اقوال ہیں سب سے پہلے جس شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں پہلا جمعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھا اصحابِ سیَر کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام جب ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بارھویں ربیع الاوّل روزِ دوشنبہ کو چاشت کے وقت مقام قباء میں اقامت فرمائی دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ، پنج شنبہ یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی روزِ جمعہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمایا بنی سالم بن عوف کے بطنِ وادی میں جمعہ کا وقت آیا اس جگہ کو لوگوں نے مسجد بنایا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں جمعہ پڑھایا اور خطبہ فرمایا جمعہ کا دن سیّدُ الایام ہے جو مومن اس روز مرے حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور فتنۂ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اذان سے مراد اذانِ اوّل ہے نہ اذانِ ثانی جو خطبہ سے متصل ہوتی ہے اگرچہ اذانِ اوّل زمانۂ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اضافہ کی گئی مگر وجوبِ سعی اور ترکِ بیع و شراء اسی سے متعلق ہے۔(کذا فی الدرالمختار)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے اور دنیا کے تمام مشاغل جو ذکرِ الٰہی سے غفلت کا سبب ہوں اس میں داخل ہیں اذان ہونے کے بعد سب کو ترک کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے نمازِ جمعہ کی فرضیت اور بیع وغیرہ مشاغلِ دنیویہ کی حرمت اور سعی یعنی اہتمامِ نماز کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، فصل، ج ۲، ص ۲۵۰.

(18) المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴: کافر سنکھ(19) یا ناقوس(20) بجانا چاہیں تو مسلمان نہ بجانے دیں اگرچہ اپنے گھروں میں بجائیں۔ یوہیں اگر اپنے معبودوں کے جلوس وغیرہ نکالیں تو روک دیں اور کفر وشرک کی بات علانیہ بکنے سے بھی روکے جائیں یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ اگر یہ گڑھی ہوئی توارات وانجیل بلند آواز سے پڑھیں اور اس میں کوئی کفر کی بات ہو تو روک دیے جائیں اور بازاروں میں پڑھنا چاہیں تو مطلقاً روکے جائیں اگرچہ کفر نہ بکیں۔(21) جب توارات وانجیل کے لیے یہ احکام ہیں تو رامائن(22)، وید (ہندوؤں کی کتاب) وغیرہا خرافاتِ ہنود کہ مجموعہ شرک ہیں ان کے لیے اشد حکم ہوگا مگر یہ احکام تو اسلامی تھے جو سلطنت کے ساتھ متعلق تھے اور جب سلطنت نہ رہی تو ظاہر ہے کہ روکنے کی بھی طاقت نہ رہی مگر اب مسلمان اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ایسی جگہوں سے دور بھاگیں نہ یہ کہ عیسائیوں اور آریوں(23) کے لکچروں اور جلسوں میں شریک ہوں اور وہاں اپنی آنکھوں سے احکام اسلام کی بے حرمتی دیکھیں اور کانوں سے خدا ورسول کی شان میں گستاخیاں سنیں اور جانا نہ چھوڑیں مگر نہ علم رکھتے ہیں کہ جواب دیں نہ حیا رکھتے ہیں کہ باز آئیں۔

مسئلہ ۱۵: شہر میں شراب لانے سے منع کیا جائیگا اگر کوئی مسلمان شراب لایا اور گرفتار ہوا اور عذر یہ کرتا ہے کہ میری نہیں کسی اور کی ہے اور نام بھی نہیں بتاتا کہ کس کی ہے یا کہتا ہے سرکہ بنانے کے لیے لایا ہوں تو اگر وہ شخص دیندار ہے چھوڑ دینگے ورنہ شراب بہا دینگے اور اُسے سزا دینگے اور قید کرینگے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے اور اگر کافر لایا ہو اور گرفتار ہوا اور یہ نہ جانتا ہو کہ لانا نہیں چاہیے تو اسے شہر سے نکالدیں اور کہہ دیا جائے کہ اگر پھر لایا تو سزا دی جائے گی۔(24)

❀❀❀❀❀

---

(19) ایک قسم کا باجا جو قدیم زمانے سے مندروں میں پوجا پاٹ کے وقت یا اس کے اعلان کے لئے بجایا جاتا ہے۔

(20) سنکھ جو ہندو پوجا کے وقت بجاتے ہیں۔

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، فصل، ج ۲، ص ۲۵۰۔

(22) ایک رزمیہ نظم جس میں رام چندر کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں۔

(23) آریا مذہب کے اعتقاد وطریقے پر چلنے والی ہندو جماعت۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیۃ، فصل، ج ۲، ص ۲۵۱۔

مرتد کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴿۲۱۷﴾﴾ (1)

تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے اسکے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں، اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴿۵۴﴾﴾ (2)

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ (عزوجل) ایک ایسی قوم لائیگا جو اللہ (عزوجل) کو محبوب ہوگی اور وہ اللہ (عزوجل) کو محبوب رکھے گی مسلمانوں کے سامنے ذلیل اور کافروں پر سخت ہوگی وہ لوگ اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرینگے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ (عزوجل) کا

---

(1) پ۲، البقرہ ۲۱۷۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے تمام عمل باطل ہو جاتے ہیں آخرت میں تو اس طرح کہ ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں اور دنیا میں اس طرح کہ شریعت مرتد کے قتل کا حکم دیتی ہے اس کی عورت اس پر حلال نہیں رہتی وہ اپنے اقارب کا ورثہ پانے کا مستحق نہیں رہتا اس کا مال معصوم نہیں رہتا اس کی مدح و ثنا و امداد جائز نہیں۔ (روح البیان وغیرہ)

(2) پ۶، المائدہ ۵۴۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ کُفّار کے ساتھ دوستی و موالات بے دینی و ارتداد کی مستدعی ہے، اس کی ممانعت کے بعد مرتدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے قبل لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر صادق ہوئی اور بہت لوگ مرتد ہوئے۔

فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ (عزوجل) وسعت والا، علم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ) (3)

تم فرما دو! کیا اللہ (عزوجل) اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کے ساتھ تم مسخرہ پن کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

✿✿✿✿✿

---

(3) پ ۱۰، التوبۃ ۶۵، ۶۶۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمسخرًا کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لئے یہ فرمایا گیا جو آگے ارشاد ہوتا ہے۔

احادیث

حدیث ۱: امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کبھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کہتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا (یعنی اپنے نزدیک ایک معمولی بات کہتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسکے بہت درجے بلند کرتا ہے اور کبھی اللہ (عزوجل) کی ناراضی کی بات کرتا ہے اور اس کا خیال بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ مشرق و مغرب کے درمیان میں جو فاصلہ ہے، اس سے بھی فاصلہ پر جہنم میں گرتا ہے۔ (1)

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۶۴۷۷، ۶۴۷۸، ج۴، ص۲۴۱۔

صحیح مسلم، کتاب الزھد... الخ، باب التکلم بالکلمۃ یھوی... الخ، الحدیث ۴۹، ۵۰۔ ۲۹۸۸، ص۱۵۹۵۔

دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنا دین بدل لے اسے قتل کردو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب لاتعذب بعذاب اللہ، الحدیث: ۳۰۱۷، ص۲۴۲)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنا دین بدل لیا یا جو اپنے دین سے پھر گیا اسے قتل کردو اور اللہ عزوجل کے بندوں کو اللہ عزوجل جیسا عذاب نہ دو۔ (یعنی آگ میں نہ جلاؤ۔)

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب المرتد، باب قتل من ارتد عن الاسلام ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۶۸۵۸، ج۸، ص۳۵۱، بدون عباد اللہ)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنا دین بدل لے اسے قتل کردو اور جو بندہ مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرلے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ (یعنی جب تک وہ کفر پر قائم رہتا ہے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔) (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۱۳، ج۱۹، ص۴۱۹)

سیِّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کردو اور کسی کو اللہ عزوجل جیسا عذاب نہ دو (یعنی کسی کو آگ میں نہ جلاؤ)۔ (صحیح ابن حبان، باب الرِّدَّۃ، الحدیث: ۴۴۵۹، ج۶، ص۳۲۳)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنا دین تبدیل کرلے اس کی گردن مار دو۔ (کنز العمال، کتاب الایمان والاسلام، قسم الاقوال، باب الارتداد، الحدیث: ۳۹۰، ج۱، ص۶۱)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے مسلمانوں والے دین کی مخالفت کی اسے قتل کردو اور جب وہ اس بات کی گواہی دینے لگے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی کہ محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اسے قتل کرنے کی کوئی راہ نہیں مگر جبکہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جس کی وجہ سے ←

حدیث ۲ و ۳: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اللہ (عزوجل) کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے اس کا خون حلال نہیں، مگر تین وجہ سے وہ کسی کو قتل کرے اور ثیب زانی اور دین سے نکل جانے والا جو جماعت مسلمین کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے اسی کی مثل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ (2)

حدیث ۴: صحیح بخاری شریف میں عکرمہ سے مروی، کہتے ہیں کہ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں زندیق (3) پیش کیے گئے انھوں نے ان کو جلا دیا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو یہ فرمایا کہ میں ہوتا تو نہیں جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا، فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کے عذاب کے ساتھ تم عذاب مت دو۔ اور میں انھیں قتل کرتا، اس لیے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص

اس پر حد قائم کی جائے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۶۱۷، ج۱۱، ص۱۹۳)

(2) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ (أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ)... إلخ، الحدیث ۶۸۷۸، ج ۴، ص ۳۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں امرءٌ سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔

۲۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمداً قتل کردے تو مقتول کا ولی اسے قصاصاً قتل کرا سکتا ہے۔

۳۔ آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرلے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔

۴۔ دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں: یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہوجائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔ (از مرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے۔ مارق مرق سے بنا بمعنی نکلنا، اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے۔ تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیموا الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنے کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶۱)

(3) وہ شخص جو اللہ عزوجل کی وحدانیت کا قائل نہ ہو۔

اپنے دین کو بدل دے، اُسے قتل کر ڈالو۔ (4)

❀❀❀❀❀

(4) صحیح البخاري، کتاب استتابۃ المرتدین۔۔۔ إلخ، الحدیث ۶۹۲۲، ج ۴، ص ۳۷۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ زنادقہ زندیق کی جمع ہے، زندیق ملحد و بے دین کو کہتے ہیں۔ مجوس جو کہتے تھے کہ زند کتاب آسانی ہے ان کے لیے یہ لفظ وضع ہوا، پھر ہر بے دین کو زندیق کہنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قوم سابیہ کے لوگ عبداللہ ابن سبا کے مطیع ہو گئے جو حضرت علی کو خدا کہنے لگے دیگر صحابی پر تبرا کرنے لگے، وہ حضرت علی کی کچہری میں پکڑ کر لائے گئے، رفض کی اصل یہاں سے قائم ہوئی، اب بھی روافض میں ایک فرقہ نصیری ہے جو جناب علی کو خدا کہتا ہے، ہم نے مرثیوں میں یہ شعر سنا ہے۔ شعر

دکھا دو یا علی جلوہ نصیری کے خدا تم ہو — یہ آنکھیں طالب دیدار ہیں حاجت روا تم ہو

(دیکھو لمعات، مرقات، اشعۃ اللمعات)

۲۔ اس طرح کہ پہلے حضرت علی نے انہیں توبہ کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کیا آپ نے خندق کھودوا کر اس میں آگ جلوائی پھر جلتی آگ میں ان زندوں کو ڈال دیا جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے۔ (مرقات، اشعہ، لمعات)

۳۔ یعنی اگر بجائے علی مرتضی کے میں خلیفہ ہوتا یا اس وقت حضرت علی کے پاس میں موجود ہوتا پہلے معنے زیادہ قوی ہیں کیونکہ فرما رہے ہیں میں نہ جلاتا یہ نہ فرمایا کہ میں نہ جلانے دیتا۔

۴۔ معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا صرف قتل ہے، کسی جاندار کو زندہ نہ جلایا جائے بعض لوگ جوں، کھٹمل، بھڑ کو زندہ آگ میں ڈال دیتے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔

۵۔ فی زمانہ بعض لوگ قتل مرتد کے انکاری ہیں حالانکہ قتل مرتد قرآن کریم سے بھی ثابت ہے فرمایا: "فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ" نیز حکومت کا باغی لائق قتل ہے تو حکومت الہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہیے، مرتد ربانی حکومت کا باغ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دینہ سے مراد اسلام ہے کیونکہ انسان کا اصلی اور روحانی دین اسلام ہی ہے، دوسرے دین تو دنیا میں آ کر بری صحبتوں سے نکلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو اپنا دین یعنی اسلام ترک کر کے دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کر دو، شائد حضرت علی کو یہ روایت پہنچی نہ تھی، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت علی کو حضرت ابن عباس کے اس فرمان کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا، دیکھو مرقات و اشعۃ اللمعات۔

۶۔ اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا۔ خیال رہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اسے قید کیا جائے گا حتی کہ توبہ کرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۴۲)

احکام فقہیّہ

مسئلہ ۱: کفر و شرک سے بدتر کوئی گناہ نہیں اور وہ بھی ارتداد کہ یہ کفر اصلی سے بھی باعتبار احکام سخت تر ہے جیسا کہ اس کے احکام سے معلوم ہوگا۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس سے پناہ مانگتا رہے کہ شیطان ہر وقت ایمان کی گھات (تاک) میں ہے اور حدیث میں فرمایا کہ شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح تیرتا ہے (1) آدمی کو کبھی اپنے اوپر یا اپنی طاعت و اعمال پر بھروسہ نہ چاہیے ہر وقت خدا پر اعتماد کرے اور اسی سے بقائے ایمان کی دعا چاہے کہ اسی کے ہاتھ میں قلب ہے اور قلب کو قلب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے (یعنی بدلتا رہتا ہے) ایمان پر ثابت رہنا اسی کی توفیق سے ہے جس کے دستِ قدرت میں قلب ہے اور حدیث میں فرمایا کہ شرک سے بچو کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے (2) اور اس سے بچنے کی حدیث میں ایک دعا ارشاد فرمائی اسے ہر روز تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک سے محفوظ رہوگے، وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.(3)

مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو یعنی زبان سے کلمہ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یوہیں بعض افعال بھی ایسے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔ مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔(4)

---

(1) سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء کراھیۃ ... الخ، الحدیث ۱۱۷۵، ج ۲، ص ۳۹۱.

(2) المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث ۱۹۶۲۵، ج ۷، ص ۱۴۶.

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب فی حکم من شتم ... الخ، ج ۶، ص ۳۵۴.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اور تجھ سے بخشش مانگتا ہوں (اس شرک سے) جسے میں نہیں جانتا بے شک تو دانائے غیوب ہے۔

(4) الدر المختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۶، ص ۳۴۴.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: ←

مسئلہ ۲: جو بطور تمسخر اور ٹھٹے (ہنسی مذاق کے طور پر) کے کفر کریگا وہ بھی مرتد ہے اگر چہ کہتا ہے کہ ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔(5)

مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار ا۔ (ا۔ القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵)

بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود ونصارٰی کہ دہریہ نہ ہوں،

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگر چہ ممنوع وگناہ ہے۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو

فاللہ خیر حفظا وھو ارحم الراحمین ا۔(ا۔ القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴)

(تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الدرالمختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۶، ص ۳۴۳۔

←

مسئلہ ۳: کسی کلام میں چند معنے بنتے ہیں بعض کفر کی طرف جاتے ہیں بعض اسلام کی طرف تو اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ہاں اگر معلوم ہو کہ قائل نے معنی کفر کا ارادہ کیا مثلاً وہ خود کہتا ہے کہ میری مراد یہی ہے تو کلام کا محتمل ہونا نفع نہ دیگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ کلمہ کے کفر ہونے سے قائل کا کافر ہونا ضرور نہیں۔ (6) آج کل بعض لوگوں نے یہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلام میں فرماتے ہیں:

لوتشبّه بالمعلمين فاخذ خشبة وجلس القوم حوله كالصبيان فضحكوا واستهزاء وا كفر. زاد في الروضة. الصواب لا. ولا يغتر بذلك فانه يصير مرتدا على قولِ جماعة. وكفى بهذا خسارًا وتفريطا اهـ ملتقطاً

اگر کوئی معلمین کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے تخت پر بیٹھا اور لوگ مثل بچوں کے اس کے اردگرد بیٹھ گئے اور ہنسی مذاق کرنے لگے تو وہ کافر ہو جائیں گا۔ روضہ میں یہ اضافہ کیا کہ درست بات یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا۔ اور تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے اس لیے کہ ایک بڑی جماعت کے قول پر وہ مرتد ہو جائے گا، اور اُسے یہ خسارہ ونقصان کافی ہے اھ التقاط (ت)

(اـــ اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ ترکی ص ۳۶۲)

مع ہذا، شفا شریف سے، اوپر منقول ہوا کہ: بعض اقوال اگرچہ فی نفسہ کفر نہیں مگر بار بار بہ تکرار اُن کا صدور دلیل ہوتا ہے کہ قائل کے قلب میں اسلام کی عظمت نہیں۔ اُس وقت اس کے کفر میں زنہار شک نہ ہوگا۔ ۲ــــ (اـــ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل واما من تکلم من سقط الخ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲ / ۲۸۳) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۸۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب فی حکم من شتم دین مسلم، ج ۶، ص ۳۵۴، وغیرہ۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد ذكروا ان المسالة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و تسعون احتمالًا للكفر و احتمال واحد في نفيه فالاولى للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال النافي اـــ

تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولیٰ یہ ہے مفتی اور قاضی اس کو نفی کفر کے احتمال پر محمول کرے۔ (ت)

(اـــ منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ دار البشائر الاسلامیہ ص ۴۴۵)

فتاوی خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاوی عالمگیر وغیرہا میں ہے:

اذا كانت في المسألة وجوه توجب التكفير و وجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي و القاضي ان يميل الى ذلك الوجه ولا يفتي بكفره تحسينًا للظن بالمسلم ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان لم يكن لاينفعه حمل المفتي كلامه على وجهٍ لايوجب التكفير ۲ــــ

←

خیال کرلیا ہے کہ کسی شخص میں ایک بات بھی اسلام کی ہوتو اسے کافر نہ کہیں گے یہ بالکل غلط ہے کیا یہود ونصاریٰ میں اسلام کی کوئی بات نہیں پائی جاتی حالانکہ قرآن عظیم میں انھیں کافر فرمایا گیا بلکہ بات یہ ہے کہ علما نے فرمایا یہ تھا کہ اگر

اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی وقاضی پر لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کفر کا فتویٰ نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی وقاضی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجب تکفیر نہیں ہے، قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (ت)

(۲؎ خلاصۃ الفتاوی کتاب الالفاظ الکفر الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴ /۳۸۲) (جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۹۸) (المحیط البرہانی فصل فی مسائل المرتدین واحکامہم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۵۵۰) (الفتاوی الھندیۃ کتاب السیر الباب التاسع دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۳۰۱) (ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۸۵) (الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاما اوکفرا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۳۲۱) (بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵ /۱۲۵) (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب السیر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ /۶۸۸) (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر النح مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ /۳۰۲) (الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵ /۴۵۸)

اسی طرح فتاوی بزازیہ وبحرالرائق ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے، تاتارخانیہ وبحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:

لایکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃً فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانہایۃ ۱؎۔

احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا مقتضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔ (ت) (۱؎ الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵ /۴۵۹) (سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲ /۳۱۶) (تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ /۳۴۲) (بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵ /۱۲۵)

بحرالرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے:

والذی تحرر انہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن ۲؎ الخ۔

جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے، اس نے اچھا کہا۔ (ت)

(۲؎ الدرالمختار تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۳۵۶) (بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵ /۱۲۵) (تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ /۳۴۲) (سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲ /۳۱۶) (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر النح مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ /۳۰۲)

←

کسی مسلمان نے ایسی بات کہی جس کے بعض معنی اسلام کے مطابق ہیں تو کافر نہ کہیں گے اس کو ان لوگوں نے یہ بنا لیا۔ ایک یہ وبا بھی پھیلی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ ہم تو کافر کو بھی کافر نہ کہیں گے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا یہ بھی غلط ہے (6A) قرآنِ عظیم نے کافر کو کافر کہا اور کافر کہنے کا حکم دیا۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور اگر ایسا ہے تو مسلمان کو

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں، مگر یہودی بات کو تحریف کر دیتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۴۳۔۳۴۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6A) بعض مکارِ زمانہ اسی کو بنیاد بنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہو جائے؟

مقامِ غور تو یہ ہے کہ پہلے خود کافر کہہ چکے، پھر کہتے ہیں کافر مت کہو، حالانکہ خود قرآن مجید سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کافر کو کافر ہی کہا جائے اور مومن کو مومن، کیا آپ غور نہیں کرتے کہ قرآن پاک میں کافروں کو کافر کہہ کر پکارا گیا ہے بلکہ قرآن پاک میں ایک مکمل سورۃ کا نام ہی سورۃ الکافرون رکھا گیا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! کوئی عاقل شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو شئے جس وقت جس حالت میں ہو اسے اس وقت اسی کی جنس سے پکارا جائے گا، مثلاً: گندم جب تک اپنی اصل حالت پر باقی ہے اسے گندم ہی کہا جائے گا اور جب اسے پیس کر آٹا کر دیا جائے تو پھر اسے کوئی بھی گندم کہنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ آٹا ہی کہا جائے گا اور جب اس آٹے کی روٹی بنا لی جائے تو پھر اسے آٹا نہیں بلکہ روٹی کا نام دیا جائے گا اور جب اس روٹی کو کھا کر فضلے کی شکل میں خارج کر دیا جائے تو پھر اسے روٹی نہیں بلکہ فضلہ کہا جائے گا، اس وقت ان حضرات کو یہ باتیں نہیں سوجھتی کہ گندم کو گندم مت کہو کیا معلوم کب آٹا ہو جائے اور آٹے کو آٹا مت کہو کیا معلوم کب روٹی ہو جائے وغیرہ

اگر ان لوگوں کی اس بات کو مان لیا جائے کہ کافر کو کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہو جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پھر مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہا جائے کہ کیا معلوم کب بدمذہب یا کافر ہو جائے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کتنے ایمان سے غافلوں کا مرتے وقت ایمان سلب کر لیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

دراصل اس طرح کی ناسمجھی والی باتیں کرنے والوں کا ان حیلے بہانوں کو پیش کرنے سے مقصودِ اصلی یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں، جس طرح چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں، انہیں کوئی کچھ کہنے والا نہ ہو کہ میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو ہم تو پھر بھی کلمہ گو ہیں، مگر ان حضرات نے کلمہ طیبہ کے لوازمات کو بھلا دیا کہ حقیقتاً کلمہ گوئی سے مقصودِ اصلی تو وہی اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا صفات کو دل سے تسلیم کر کے ان کی توقیر بجا لانا ہے۔ صرف گوشت کے لوتھڑے یعنی زبان سے کلمہ طیبہ کو رٹ لینا کافی نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں منافقین بھی بظاہر کلمہ پڑھتے تھے مگر ایمان سے انہیں دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔

ان کی گستاخانہ عبارات وعقائد جاننے کیلئے بہارِ شریعت پہلی جلد کے حصہ اول میں ایمان وکفر کا بیان مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمائیں۔

بھی مسلمان نہ کہو تمھیں کیا معلوم کہ اسلام پر مرے گا خاتمہ کا حال تو خدا جانے مگر شریعت نے کافر و مسلم میں امتیاز رکھا ہے اگر کافر کو کافر نہ جانا جائے تو کیا اس کے ساتھ وہی معاملات کرو گے جو مسلم کے ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ بہت سے امور ایسے ہیں جن میں کفار کے احکام مسلمانوں سے بالکل جدا ہیں مثلاً ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا، ان کے لیے استغفار نہ کرنا، ان کو مسلمانوں کی طرح دفن نہ کرنا، ان کو اپنی لڑکیاں نہ دینا، ان پر جہاد کرنا، ان سے جزیہ لینا اس سے انکار کریں تو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے، عالم لوگ جانیں وہ کافر کہیں مگر کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ عوام کے تو وہی عقائد ہونگے جو قرآن و حدیث وغیرہما سے علما نے انھیں بتائے یا عوام کے لیے کوئی شریعت جداگانہ ہے جب ایسا نہیں تو پھر عالمِ دین کے بتائے پر کیوں نہیں چلتے نیز یہ کہ ضروریات کا انکار کوئی ایسا امر نہیں جو علما ہی جانیں عوام جو علما کی صحبت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں وہ بھی ان سے بے خبر نہیں ہوتے پھر ایسے معاملہ میں پہلوتہی اور اعراض کے کیا معنی۔

مسئلہ ۴: کہنا کچھ چاہتا تھا اور زبان سے کفر کی بات نکل گئی تو کافر نہ ہوا یعنی جبکہ اس امر سے اظہار نفرت کرے کہ سننے والوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ غلطی سے یہ لفظ نکلا ہے اور اگر بات کی پچ کی (کی ہوئی بات پر اَڑا رہا) تو اب کافر ہو گیا کہ کفر کی تائید کرتا ہے۔(7)

مسئلہ ۵: کفری بات کا دل میں خیال پیدا ہوا اور زبان سے بولنا برا جانتا ہے تو یہ کفر نہیں بلکہ خاص ایمان کی علامت ہے کہ دل میں ایمان نہ ہوتا تو اسے برا کیوں جانتا۔(8)

مسئلہ ۶: مرتد ہونے کی چند شرطیں ہیں (۱) عقل۔ ناسمجھ بچہ اور پاگل سے ایسی بات نکلی تو حکم کفر نہیں۔ (۲) ہوش۔ اگر نشہ میں بکا تو کافر نہ ہوا۔ (۳) اختیار مجبوری اور اکراہ کی صورت میں حکم کفر نہیں۔ مجبوری کے یہ معنے ہیں کہ جان جانے یا عضو کٹنے یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو اس صورت میں صرف زبان سے اس کلمہ کے کہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ دل میں وہی اطمینان ایمانی ہو اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ.(9)

مسئلہ ۷: جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو مستحب ہے کہ حاکم اسلام اس پر اسلام پیش کرے اور اگر وہ کچھ شبہہ بیان کرے تو اس کا جواب دے اور اگر مہلت مانگے تو تین دن قید میں رکھے اور ہر روز اسلام کی تلقین کرے۔ (اسلام پیش کرے) یوہیں اگر اس نے مہلت نہ مانگی مگر امید ہے کہ اسلام قبول کرلے گا جب بھی تین دن قید میں رکھا جائے پھر اگر

---

(7) ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفصل... الخ، ج۶، ص ۳۵۳

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص ۲۸۳

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص ۲۵۳۔۲۷۶

مسلمان ہوجائے فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے بغیر اسلام پیش کیے اسے قتل کرڈالنا مکروہ ہے۔(10) مرتد کو قید کرنا اور اسلام نہ قبول کرنے پر قتل کرڈالنا بادشاہ اسلام کا کام ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اس سے تعرض نہ کیا گیا تو ملک میں طرح طرح کے فساد پیدا ہونگے اور فتنہ کا سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہوگا جس کی وجہ سے امن عامہ میں خلل پڑیگا لہٰذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مقتضائے حکمت (دانشمندی کا تقاضا) تھا۔اب چونکہ حکومت اسلام ہندوستان میں باقی نہیں کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے اور آئے دن مسلمانوں میں فساد پیدا ہوتا ہے نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں ان تمام خرابیوں کا باعث یہی نیا مذہب ہے ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لیے قرآن وحدیث میں ارشاد ہوئی اگر مسلمان اس پر عمل کریں تمام قصوں سے نجات پائیں دنیا وآخرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں،سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا،غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع (ختم) کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں، واللہ الموفق۔

مسئلہ ۸: کسی دین باطل کو اختیار کیا مثلاً یہودی یا نصرانی ہوگیا ایسا شخص مسلمان اس وقت ہوگا کہ اس دین باطل سے بیزاری ونفرت ظاہر کرے اور دین اسلام قبول کرے۔اور اگر ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کیا ہوتو جب تک اُس کا اقرار نہ کرے جس سے انکار کیا ہے محض کلمہ شہادت پڑھنے پر اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا کہ کلمہ شہادت کا اس نے بظاہر انکار نہ کیا تھا مثلاً نماز یا روزہ کی فرضیت سے انکار کرے یا شراب اور سوئر کی حرمت نہ مانے تو اس کے اسلام کے لیے یہ شرط ہے کہ جب تک خاص اس امر کا اقرار نہ کرے اس کا اسلام قبول نہیں یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرنے سے کافر ہوا تو جب تک اس سے توبہ نہ کرے مسلمان نہیں ہو سکتا۔(11)

مسئلہ ۹: عورت یا نابالغ سمجھ وال بچہ مرتد ہوجائے تو قتل نہ کرینگے بلکہ قید کرینگے یہاں تک کہ توبہ کرے اور مسلمان ہوجائے۔(12)

مسئلہ ۱۰: مرتد اگر ارتداد(مرتد ہونے سے)۔سے توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر بعض مرتدین مثلاً کسی نبی

---

(10) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج۶،ص۳۴۶،۳۴۸۔

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجھاد، باب المرتد، مطلب فی ان الکفار خمسۃ اصناف...إلخ، ج۶،ص۳۴۹۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲،ص۲۵۴۔

کی شان میں گستاخی کرنے والا کہ اُس کی توبہ مقبول نہیں۔ توبہ قبول کرنے سے مراد یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد بادشاہ اسلام اسے قتل نہ کریگا۔ (13)

---

(13) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شفاء شریف صفحہ ۳۲۱:

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالٰی لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر ا ۔

یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا۔

(ا ۔ کتاب الشفاء القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲ / ۲۰۸)

نسیم الریاض جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

ما صرح بہ من کفر الساب والشاک فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم ۲ ۔

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر، یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہم کا ہے۔

(۲ ۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول دار الفکر بیروت ۴ / ۳۳۸)

وجیز امام کردری جلد ۳ ص ۳۲۱:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالٰی تحرم امرأتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ والمولود بینھما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لا یجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانھما علی العادۃ لا یرتفع الکفر الا اذا سب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحدا من الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام فلا توبۃ لہ واذا شتمہ علیہ الصلٰوۃ والسلام سکران لا یعفی واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر اھ ملتقطا کا کثر الاواتی للاختصار۔

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے اس کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے گا کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے قتل کی سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی بیہوشی میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ ←

مسئلہ ۱۱: مرتد اگر اپنے ارتداد سے انکار کرے تو یہ انکار بمنزلہ توبہ ہے اگرچہ گواہان عادل سے اسکا ارتداد ثابت

جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ت)

(۱؎ فتاوٰی بزازیہ علی حامش فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی النوع الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۲۔۳۲۱)

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم ص ۴۰۷:

کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقلبہ کان مرتدا فالساب بطریق اولٰی (ملخصاً) وان سب سکران لایعفی عنہ ۲؎۔

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولٰی کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ (۲؎ فتح القدیر باب احکام المرتدین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۳۲)

بحر الرائق جلد پنجم ص ۱۳۵ میں بعینہ کلمہ مذکورہ ذکر کرکے ص ۱۳۶ پر فرمایا:

سب واحد من الانبیاء کذلک فلا یفید الانکار مع البینۃ لانا نجعل انکار الردۃ توبۃ ان کانت مقبولۃ ۳؎۔

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دینگے۔ (۳؎ بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۶)

درر الحکام علامہ مولٰی خسرو جلد اول ص ۲۹۹:

اذا سبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیہم اجمعین مسلم فلا توبۃ لہ اصلا واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابہ و کفرہ کفر ۱؎۔

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(۱؎ الدرر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الجزیۃ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۳۰۰۔۲۹۹)

غنیۃ ذوی الاحکام ص ۳۰۱:

محل قبول توبۃ المرتد مالم تکن ردتہ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان بہ لاتقبل توبتہ سواء جاء تائبا من نفسہ او شہد علیہ بذلک بخلاف غیرہ من المکفرات ۲؎۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں۔ (۲؎ غنیہ ذوی الاحکام فی درر الاحکام باب المرتد احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۳۰۱)

اشباہ والنظائر قلمی، باب الردۃ:

←

ہو یعنی اس صورت میں یہ قرار دیا جائے گا کہ ارتداد تو کیا مگر اب توبہ کرلی لہٰذا قتل نہ کیا جائیگا اور ارتداد کے باقی احکام

لاتصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ لایعفٰی عنہ کذا فی البزازیۃ وحکم الردۃ بینونۃ امرأتہ مطلقا[۳] (ای سواء رجع اولم یرجع اھ غمز العیون[۴]) واذا مات علی ردتہ لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اھل ملۃ وانما یلقی فی حفرۃ کالکلب، والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی، واذا شھدوا علی مسلم بالردۃ وھو منکر لایتعرض لہ لالتکذیب الشھود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع فتثبت الاحکام التی للمرتد لوتاب من حبط الاعمال وبینونۃ الزوجۃ وقولہ لایتعرض لہ انما ھوفی مرتد تقبل توبتہ فی الدنیا الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۱] اھ الاولٰی تنکیر النبی کما عبربہ فیما سبق اھ[۲] ملخصاً غمز العیون۔

یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دینگے کذا فی البزازیہ اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر یہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہانِ عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ ورجوع سمجھیں گے ولہذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا، اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کرینگے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور جورو نکاح سے باہر، اور یہ قول کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس مرتد سے متعلق ہے جس کی توبہ دنیا میں قبول ہے، نہ وہ مرتد جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں، یونہی کسی نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولٰی یہ تھا کہ لفظ نبی کو نکرہ ذکر کرتے جیسا کہ گزشتہ عبارت میں تعبیر کیا ہے اھ ملخصا غمز العیون۔ (ت)

(۳؎ الاشباہ والنظائر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۹ تا ۲۹۱) (۴؎ غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۰) (۱؎ غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۱ و ۲۹۳)

(۲؎ غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۳)

فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار جلد اول ص ۹۵:

من سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ مایفعل بالمرتدین ولا توبۃ لہ اصلا واجمع العلماء انہ کافر ومن شك فی کفرہ کفر[۳] اھ ملتقطا۔ جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ←

جاری ہونگے مثلاً اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی، جو کچھ اعمال کیے تھے سب اکارت (ضائع) ہو جائیں گے، حج

کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم ہے اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(۳۔ فتاوی خیریہ باب المرتدین دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۳)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول ص ۶۱۸:

اذا سبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم او واحدا من الانبیاء مسلم ولو سکران فلا توبة له تنجیه کالزندیق ومن شك فی عذابه و کفره فقد کفر ا۔

یعنی جو مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگر چہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریئے بے دین کی توبہ نہ سنی جائیگی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (۱۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۰)

ذخیرۃ العقبی علامہ اخی یوسف ص ۲۴۰:

قد اجمعت الامة علی ان الاستخفاف بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وبای نبی کان علیهم الصلوۃ والسلام کفر سواء فعله علی ذلك مستحلا امر فعله معتقد الحرمة ولیس بین العلماء خلاف فی ذلك ومن شك فی کفره وعذابه کفر ۲۔

یعنی بیشک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(۲۔ ذخیرۃ العقبی فی شرح صدر الشریعۃ العظمی کتاب الجہاد باب الجزیہ مطبع نولکشور کانپور ۲/ ۳۱۹)

ایضاً صفحہ ۲۴۲:

لا یغسل ولا یصلی علیه ولا یکفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل و کفن وصلی علیه ودفن فی مقابر المسلمین ۳۔

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مر جائے تو نہ اسے غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرے اور دین اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مر جائے تو غسل، کفن، نماز، مقابر مسلمین میں دفن سب کچھ ہو گا۔

(۳۔ ذخیرۃ العقبی فی شرح صدر الشریعۃ العظمی کتاب الجہاد باب الجزیہ مطبع نولکشور کانپور ۳/ ۳۲۱)

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی:

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی ۴۔ الخ۔ ←

کی استطاعت رکھتا ہے تو اب پھر حج فرض ہے کہ پہلا حج جو کر چکا تھا بیکار ہو گیا۔(14) اگر اس قول سے انکار نہیں کرتا

یعنی ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔(۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶)

درمختار: الکافر بسب نبی الانبیاء لاتقبل توبته مطلقا ومن شك فی عذابه و کفره کفر ا؎۔

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔(ا؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶)

کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۹۷:

قال ابو یوسف وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم او کذبه او عابه تنقصه فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت زوجته ۲؎۔

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔(۲؎ کتاب الخراج فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام مطبع بولاق مصر ۹۸۔۱۹۷)

بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارہ اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ واسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث، اخبث، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان مفتی واعظ مدرس شیخ بن کر اللہ ورسول کے جناب میں منہ بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے، چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر انہیں تو کہئے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو،

فانظر الی آثار مقت اللہ الغیور کیف انقلبت وانعکست الامور ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العظیم. وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۳؎ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳؎ القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷)

تو دیکھو اللہ غیور کے عذاب کے آثار کی طرف دل کیسے بدل جاتے ہیں اور امور کیسے الٹ ہو جاتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم، اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۰۴۔۲۹۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج ۶، ص ۳۷۶۔

و بحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ج ۶، ص ۲۱۳۔

جو کفر کا مرتکب ہو جائے اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت مثلاً سیدنا امام اعظم ←

مگر لایعنی (فضول جس کا کوئی مقصد نہ ہو) تقریروں سے اس امر کو صحیح بتاتا ہے جیسا زمانہ حال کے مرتدین کا شیوہ ہے تو یہ نہ انکار ہے نہ توبہ مثلاً قادیانی کہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور خاتم النبیین کے غلط معنے بیان کرکے اپنی نبوت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے یا حضرتِ سیدنا مسیح عیسیٰ علیہ افضل الصلوۃ والثنا کی شانِ پاک میں سخت سخت حملے کرتا ہے پھر جیسے گڑھتا ہے یا بعض عمائد وہابیہ (وہابیوں کے پیشوایان) کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں کلماتِ دشنام (نازیبا کلمات) استعمال کرتے اور تاویل غیر مقبول (ایسی تاویل جو نا قابل قبول ہو) کرکے اپنے اوپر سے کفر اٹھانا چاہتے ہیں ایسی باتوں سے کفر نہیں ہٹ سکتا کفر اٹھانے کا جو نہایت آسان طریقہ ہے کاش! اسے برتتے تو ان زحمتوں میں نہ پڑتے اور عذاب آخرت سے بھی انشاء اللہ رہائی کی صورت نکلتی وہ صرف توبہ ہے کہ کفر و شرک سب کو مٹا دیتی ہے، مگر اس میں وہ اپنی ذلت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خدا کو محبوب، اُس کے محبوبوں کو پسند، تمام عقلا کے نزدیک اس میں عزت ہے۔

مسئلہ ۱۲: زمانہ اسلام میں کچھ عبادات قضا ہو گئیں اور ادا کرنے سے پہلے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا تو ان عبادات کی قضا کرے اور جو ادا کر چکا تھا اگرچہ ارتداد سے باطل ہو گئی مگر اس کی قضا نہیں البتہ اگر صاحب استطاعت ہو تو حج دوبارہ فرض ہوگا۔ (15)

مسئلہ ۱۳: اگر کفر قطعی (یقینی) ہو تو عورت نکاح سے نکل جائے گی پھر اسلام لانے کے بعد اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ اس سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ جہاں پسند کرے نکاح کر سکتی ہے اس کا کوئی حق نہیں کہ عورت کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دے اور اگر اسلام لانے کے بعد عورت کو بدستور رکھ لیا دوبارہ نکاح نہ کیا تو قربت (ہمبستری) زنا ہوگی اور بچے ولد الزنا اور اگر کفر قطعی نہ ہو یعنی بعض علما کافر بتاتے ہوں اور بعض نہیں یعنی فقہا کے نزدیک کافر ہو اور

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس پر ہمیشہ کے لئے جہنم کا عذاب لازم ہو جائے گا۔ اور ان کے شاگردانِ ذی مقام نے بکثرت کفریہ اعمال واقوال بیان فرمادیئے ہیں اور اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر اس میں خوب کوشش سے کام لیا ہے اور باوجود اس کے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ارتداد یعنی دین سے پھرنا اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور مرتد کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اور اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، اس گروہ نے اس معاملہ میں دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوشش کی ہے لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے دین پر استقامت چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کا علم حاصل کرے تاکہ ان کفریات سے بچ سکے اور ان میں پڑ کر اپنے اعمال برباد نہ کر بیٹھے اور اس پر رب عزوجل کا دائمی عذاب لازم نہ ہو جائے

(15) الدر المختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج۶، ص ۳۸۳-۳۸۵

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا (۱) دنیا میں اور آخرت میں (۲) اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۷)

متکلمین (علمِ کلام کے ماہرین) کے نزدیک نہیں تو اس صورت میں بھی تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائیگا۔(16)

مسئلہ ۱۴: عورت کو خبر ملی کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا تو عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے خبر دینے والے دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں بلکہ ایک عادل کی خبر کافی ہے۔(17)

مسئلہ ۱۵: عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی تو شوہرِ اول سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دوسرے سے نکاح کرے اسی پر فتوی ہے۔(18)

مسئلہ ۱۶: مرتد کا نکاح بالاتفاق باطل ہے وہ کسی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا نہ مسلمہ سے نہ کافرہ سے نہ مرتدہ سے نہ حرہ (آزاد عورت) سے نہ کنیز (لونڈی) سے۔(19)

---

(16) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج٦، ص ٣٧٧۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

معاذاللہ جس سے کلمہ کفر صادر ہوا سے بعد توبہ تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے نکاح بغیر دو گواہوں کے نہیں ہوسکتا، دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ آزاد اور مسلمان، عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے وہ ایجاب وقبول کو ایک سلسلے میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا، ہاں یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ غیر ہی لوگ ہوں، زن وشوہر کے جوان بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، نوکر چاکر ان میں سے اگر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں کافی ہے، اور تجدید نکاح کوئی شرم کی بات نہیں، یہ وسوسہ شیطانی ہے، شرم کی بات یہ ہے کہ نکاح میں خلل پڑ جائے اور بغیر تجدید کے زن وشوہر کا علاقہ باقی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ١٤، ص ١٢ ٣ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجھاد، باب المرتد، مطلب لوتاب المرتد... الخ، ج٦، ص ٣٨٦۔

(18) الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج٦، ص ٣٨٧۔

مرتدہ عورت نکاح سے نہیں نکلتی۔ چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کی بارگاہ میں کچھ اِس طرح سُوال ہوا کہ حکمِ شریعت سُن کر ہندہ جو کہ شادی شدہ ہے نے غصہ میں آکر یا تو یہ کہا: چولھے میں جائے ایسی شریعت یا پھر یوں کہا: مری پڑے ایسی شریعت۔

الجواب: ہندہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا، (دونوں جُملے صریح کفریات ہیں لہٰذا) ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرعِ مُطَہَّرہ کی توہین کی مگر ہندہ (مُرتدہ ہوجانے کے باوُجود) نکاح سے نہ نکلی، نہ اُسے رَوا (یعنی جائز) ہے کہ بعدِ اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔ ہاں (چُونکہ وہ اپنے ارتداد کے سبب اپنے شوہر پر حرام ہوچکی ہے لہٰذا) بعدِ (قبولِ) اسلام سابقہ شوہر ہی سے تجدیدِ نکاح پر مجبور کی جائے گی۔ (فتاوٰی رضویہ ج 12 ص 262۔263 مُلَخَّصاً)

(19) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۱۷: مرتد کا ذبیحہ مردار ہے اگرچہ بِسْمِ اللہ کر کے ذبح کرے۔ یوہیں کتے یا باز یا تیر سے جو شکار کیا ہے وہ بھی مردار ہے، اگرچہ چھوڑنے کے وقت بِسْمِ اللہ کہہ لی ہو۔(20)

مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی سے نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط ا۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ا۔ فتاوی ہندیہ باب فی المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲)

مرتد کوکسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۵۱ ۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۵.

اعلٰی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص قرآن مجید سے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنٰی احتمال کے طور پر کہے کہ شاید کسی نے گھٹادیا یا بڑھادیا یا بدل دیا ہو وہ کافر ہے اور قرآن عظیم کا منکر، یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر، اور جبکہ ان اشقیاء نے باوصف ادعائے اسلام عقائد کفر اختیار کئے تو مرتد ہوئے،

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین ا۔

یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔(ت)

(ا۔ فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴)

اور مرتد کے ہاتھ کا ذبیحہ نرا حرام و مردار سوئر کی مانند ہے اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو،

درمختار میں ہے:

لاتحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد ۲۔

غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست ہو مجوسی ہو یا مرتد ہو۔(ت)(۲۔ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۸)

اسی طرح جس مذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو، جسے نیچیری کہ وجود ملائکہ و وجود جن و وجود شیطان و وجود آسمان وصحت معجزات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام وحشر ونشر وجنت ونار بطور عقائد اسلام وغیرہا بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں۔ یونہی وہ وہابی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو یا ایک خاتم النبیین کسی طبقہ زمین میں کبھی موجود مانے یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے اور اسے آیۂ وخاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے، یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے ←

مسئلہ ۱۸: مرتد کسی معاملہ میں گواہی نہیں دے سکتا اور کسی کا وارث نہیں ہوسکتا اور زمانہ ارتداد میں جو کچھ کمایا ہے اس میں مرتد کا کوئی وارث نہیں۔ (21)

حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ لکھے کہ مرکر مٹی میں مل گئے، وعلیٰ ہذالقیاس جو بدمذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شرک کرے یا تاویلیں گھڑے، باجماع تمام علماء اسلام وہ سب کے سب کافر ومرتد ہیں اگر چہ لوگوں کے سامنے کلمہ، نماز قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جتاتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انھوں نے خدا ورسول وقرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ وغیرہ کیا نفع دے سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ کلمہ ونماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کھا کر مسلمان بتاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ سنی اور صاف فرمایا: واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون ۳؎ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ نرا جھوٹا دعوی اسلام کرتے ہیں: (۳؎ القرآن الکریم ۶۳/۱)

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہوکر پھر سمجھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر ۱؎ اھ واما ارتدادھم فھو الصحیح الثابت المنصوص علیه کما اوضحناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی السیر من فتاوینا وفی رسالتنا المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة

جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے اھ لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت منصوص علیہ ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کے باب السیر میں واضح کردیا ہے نیز اس اپنے رسالہ المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

(۱؎ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶)

اس قسم کے ہر بدمذہب کا ذبیحہ مردار وحرام، ان کے ساتھ نکاح حرام وباطل ومحض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا، ملنا جلنا، کوئی برتاؤ مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو مذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالف ہوں، جیسے رافضیوں میں تفضیلی، یا وہابیوں میں اسحاقی وغیرہم وہ اگر چہ گمراہ ہے کافر نہیں اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۴۵۔۲۴۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب جملۃ من لایقتل... الخ، ج ۶، ص ۳۸۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فان کسب المرتد فی الاسلام لورثة المسلمین کما نص علی فی الدر ۱؎ وغیرھا عامة الکتب.

مرتد نے جو حالت اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان وارثوں کے لئے ہے جیسا کہ درو غیرہ عام کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے (ت)

(۱؎ الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹) ←

مسئلہ ۱۹: ارتداد سے مِلک جاتی رہتی ہے یعنی جو کچھ اس کے املاک و اموال (مال وجائداد) تھے سب اس کی ملک سے خارج ہو گئے مگر جبکہ پھر اسلام لائے اور کفر سے توبہ کرے تو بدستور مالک ہو جائیگا اور اگر کفر ہی پر مر گیا یا دارالحرب کو چلا گیا تو زمانہ اسلام کے جو کچھ اموال ہیں ان سے اولاً ان دیون (قرضے) کو ادا کرینگے جو زمانہ اسلام میں اس کے ذمہ تھے اس سے جو بچے وہ مسلمان ورثہ کو ملے گا اور زمانہ ارتداد میں جو کچھ کمایا ہے اس سے زمانہ ارتداد کے دیون ادا کرینگے اس کے بعد جو بچے وہ فیئ ہے۔(22)

مسئلہ ۲۰: عورت کو طلاق دی تھی وہ ابھی عدت ہی میں تھی کہ شوہر مرتد ہو کر دارالحرب کو چلا گیا یا حالت ارتداد میں قتل کیا گیا تو وہ عورت وارث ہوگی۔(23)

مسئلہ ۲۱: مرتد دارالحرب کو چلا گیا یا قاضی نے لحاق یعنی دارالحرب میں چلے جانے کا حکم دیدیا تو اس کے مدبر اور ام ولد آزاد ہو گئے اور جتنے دیون میعادی (24) تھے ان کی میعاد پوری ہو گئی یعنی اگرچہ ابھی میعاد پوری ہونے میں کچھ زمانہ باقی ہو مگر اسی وقت وہ دَین واجب الادا ہو گئے اور زمانہ اسلام میں جو کچھ وصیت کی تھی وہ سب باطل ہے۔(25)

مسئلہ ۲۲: مرتد ہبہ قبول کر سکتا ہے۔ کنیز (لونڈی) کو ام ولد کر سکتا ہے، یعنی اس کی لونڈی کو حمل تھا اور زمانہ ارتداد میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کر سکتا ہے، کہہ سکتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے، لہٰذا یہ بچہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی ماں ام ولد ہو جائیگی۔(26)

مسئلہ ۲۳: مرتد دارالحرب کو چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو اگر قاضی نے ابھی تک دارالحرب جانے کا حکم نہیں دیا تھا تو تمام اموال اس کو ملیں گے اور اگر قاضی حکم دے چکا تھا تو جو کچھ ورثہ (میت کے وارثین) کے پاس موجود ہے وہ ملے گا اور ورثہ جو کچھ خرچ کر چکے یا بیع وغیرہ کر کے اِنتقالِ مِلک کر چکے (27) اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔(28)

اور جتنا مال زمانہ کفر کا کمایا ہوا ہو وہ حق فقرائے مسلمین ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۶، ص ۲۷۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(22) الھدایۃ، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، الجزء الثانی، ص ۴۰۷، وغیرہا.

(23) تبیین الحقائق، کتاب السیر، باب المرتدین، ج ۴، ص ۱۷۷.

(24) وہ قرضے جن کی ادئیگی کا وقت مقرر ہو۔

(25) فتح القدیر، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ج ۵، ص ۳۱۶.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۵.

(27) یعنی دوسروں کی ملکیت میں دے چکے۔

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۵.

تنبیہ: زمانہ حال میں جو لوگ باوجود ادّعائے اسلام (29) کلمات کفر بکتے ہیں یا کفری عقائد رکھتے ہیں ان کے اقوال وافعال کا بیان حصہ اول میں گزرا۔ یہاں چند دیگر کلمات کفر جو لوگوں سے صادر ہوتے ہیں (یعنی بولتے ہیں) بیان کیے جاتے ہیں تاکہ ان کا بھی علم حاصل ہو اور ایسی باتوں سے توبہ کی جائے اور اسلامی حدود کی محافظت کی جائے۔

مسئلہ ۲۴: جس شخص کو اپنے ایمان میں شک ہو یعنی کہتا ہے کہ مجھے اپنے مومن ہونے کا یقین نہیں یا کہتا ہے معلوم نہیں میں مومن ہوں یا کافر وہ کافر ہے۔ ہاں اگر اُس کا مطلب یہ ہو کہ معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں تو کافر نہیں۔ جو شخص ایمان و کفر کو ایک سمجھے یعنی کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہے خدا کو سب پسند ہے وہ کافر ہے۔ یوہیں جو شخص ایمان پر راضی نہیں یا کفر پر راضی ہے وہ بھی کافر ہے۔(30)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص گناہ کرتا ہے لوگوں نے اسے منع کیا تو کہنے لگا اسلام کا کام اسی طرح کرنا چاہیے یعنی جو گناہ و معصیت (نافرمانی) کو اسلام کہتا ہے وہ کافر ہے۔ یوہیں کسی نے دوسرے سے کہا میں مسلمان ہوں اس نے جواب میں کہا تجھ پر بھی لعنت اور تیرے اسلام پر بھی لعنت، ایسا کہنے والا کافر ہے۔(31)

مسئلہ ۲۶: اگر یہ کہا خدا مجھے اس کام کے لیے حکم دیتا جب بھی نہ کرتا تو کافر ہے۔ یوہیں ایک نے دوسرے سے کہا میں اور تم خدا کے حکم کے موافق کام کریں دوسرے نے کہا میں خدا کا حکم نہیں جانتا یا کہا یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا۔(32)

مسئلہ ۲۷: کوئی شخص بیمار نہیں ہوتا یا بہت بوڑھا ہے مرتا نہیں اس کے لیے یہ کہنا کہ اسے اللہ میاں بھول گئے ہیں یا کسی زبان دراز آدمی سے یہ کہنا کہ خدا تمھاری زبان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا میں کس طرح کروں یہ کفر ہے۔(33)۔ یوہیں ایک نے دوسرے سے کہا اپنی عورت کو قابو میں نہیں رکھتا، اس نے کہا عورتوں پر خدا کو تو قدرت ہے نہیں، مجھ کو کہاں سے ہوگی۔

مسئلہ ۲۷: خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے کہ وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے۔(34)

---

(29) اسلام کا دعویٰ کرنے والے، یعنی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود۔

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۷۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۷۔

(32) المرجع السابق، ص ۲۵۸۔

(33) خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، ج ۴، ص ۳۸۴۔

(34) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں

مسئلہ ۲۸: کسی سے کہا گناہ نہ کر، ورنہ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا اس نے کہا میں جہنم سے نہیں ڈرتا یا کہا خدا کے عذاب کی کچھ پروانہیں۔ یا ایک نے دوسرے سے کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا اُس نے غصہ میں کہا نہیں یا کہا خدا کیا کرسکتا ہے اس کے سوا کیا کرسکتا ہے کہ دوزخ میں ڈالدے۔ یا کہا خدا سے ڈراس نے کہا خدا کہاں ہے یہ سب کفر کے کلمات ہیں۔(35)

مسئلہ ۲۹: کسی سے کہا انشاء اللہ تم اس کام کو کروگے اس نے کہا میں بغیر انشاء اللہ کرونگا یا ایک نے دوسرے پر ظلم کیا مظلوم نے کہا خدا نے یہی مقدر کیا تھا ظالم نے کہا میں بغیر اللہ (عزوجل) کے مقدر کیے کرتا ہوں، یہ کفر ہے۔(36)

مسئلہ ۳۰: کسی مسکین نے اپنی محتاجی کو دیکھ کر یہ کہا اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے اس کو تو نے کتنی نعمتیں دے

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور فوق وتحت کی جہت متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے(ت)

(۴؎ تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم درالہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱)

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۹، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۹:

یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ ۱؎۔

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔(۱؎ بحر الرائق باب احکام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰)

(فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹)

فتاوی قاضی خاں فخر المطابع ج ۴ ص ۴۳:

رجل قال خدائے بر آسمان میداند کہ من چیزے ندارم یکون کفر الان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان ۲؎۔

کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ کافر ہوگیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

(۲؎ فتاوٰی قاضی خاں کتاب السیر باب ما یکون کفرا من المسلم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۴)

خلاصہ کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲:

لو قال نردبان بنہ و بر آسمان برآئے و با خدائے جنگ کن یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالیٰ ۳؎۔

(۳؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴)

اگر کوئی یوں کہے کہ سیڑھی لگاؤ اور آسمان پر جاکر خدا سے جنگ کرو، تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان مانا۔(ت)(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۱۷۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(35) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۰، ۲۶۲.

(36) المرجع السابق، ص ۲۶۱.

رکھی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں مجھے کس قدر رنج وتکلیف دیتا ہے آخر یہ کیا انصاف ہے ایسا کہنا کفر ہے۔(37)

حدیث میں ایسے ہی کے لیے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (38) محتاجی کفر کے قریب ہے کہ جب محتاجی کے سبب ایسے ناملائم کلمات صادر ہوں جو کفر ہیں تو گویا خود محتاجی قریب بکفر ہے۔

مسئلہ ۳۱: اللہ عزوجل کے نام کی تصغیر کرنا کفر ہے، جیسے کسی کا نام عبداللہ یا عبدالخالق یا عبدالرحمن ہو اسے پکارنے میں آخر میں الف وغیرہ ایسے حروف ملا دیں جس سے تصغیر سمجھی جاتی ہے۔(39)

مسئلہ ۳۲: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اسکا لڑکا باپ کو تلاش کر رہا تھا اور روتا تھا کسی نے کہا چپ رہ تیرا باپ اللہ اللہ کرتا ہے یہ کہنا کفر نہیں کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا کی یاد کرتا ہے۔(40) اور بعض جاہل یہ کہتے ہیں، کہ لَا اِلٰہَ پڑھتا ہے یہ بہت قبیح (بُرا) ہے کہ یہ نفی محض ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی خدا نہیں اور یہ معنی کفر ہیں۔

مسئلہ ۳۳: انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین کرنا، ان کی جناب میں گستاخی کرنا یا ان کو فواحش (شرمناک باتوں) و بے حیائی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، مثلاً معاذ اللہ یوسف علیہ السلام کو زنا کی طرف نسبت کرنا۔(41)

---

(37) المرجع السابق، ص ۲۶۲۔

(38) شعب الایمان، باب فی الحث علی ترک الغل والحسد، الحدیث ۶۶۱۲، ج ۵، ص ۲۶۷۔

(39) البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج ۵، ص ۲۰۳۔

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳۔

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں؛

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام الی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے، اور اس کی شان بہت رفیع، ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی (ان میں سے کسی کی تکذیب وتنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی، والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی وغاشیہ برادری (اطاعت وفرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت واطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت وبرتری درکنار) دعوی ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجاتِ علیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقی ہے) جس نگاہِ اجلال وتوقیر (تکریم وتعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سو حصے سے ایک حصہ (۱/۱۰۰) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکارِ ابد قرار

(وتہ مکانی) کہ غلام [illegible] کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتدا سے نہ نکل (اے وہ لوگو! جو [illegible]) (اے عقل وخبر والو [illegible]

مسئلہ ۳۴: جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیا میں آخر نبی نہ جانے یا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کسی چیز کی توہین کرے یا عیب لگائے، آپ کے موئے مبارک (مقدس بال) کو تحقیر (بے ادبی) سے یاد کرے، آپ کے لباس مبارک کو گندہ اور میلا بتائے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ناخن بڑے بڑے کہے یہ سب کفر ہے، بلکہ اگر کسی کے اس کہنے پر کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کدو پسند تھا کوئی یہ کہے مجھے پسند نہیں تو بعض علمائے نزدیک کافر ہے اور حقیقت یہ کہ اگر اس حیثیت سے اُسے ناپسند ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پسند تھا تو کافر ہے۔ یوہیں کسی نے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد تین بار انگشت ہائے مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، اس پر کسی نے کہا یہ ادب کے خلاف ہے یا کسی سنت کی تحقیر کرے، مثلاً داڑھی بڑھانا، مونچھیں کم کرنا، عمامہ باندھنا یا شملہ لٹکانا، ان کی اہانت (توہین کرنا) کفر ہے جبکہ سنت کی توہین مقصود ہو۔(42)

مسئلہ ۳۵: اب جو اپنے کو کہے میں پیغمبر ہوں اور اسکا مطلب یہ بتائے کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں وہ کافر ہے یعنی یہ تاویل مسموع نہیں کہ عرف (یعنی عام بول چال) میں یہ لفظ رسول و نبی کے معنے میں ہے۔(43)

یہاں مجال دم زدن نہیں) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳.

تمام علمائے امت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین کفر ہے۔

شرح شِفاء قاضی عِیاض (متوفی ۵۴۴ھ) لِمُلّا علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) ج ۲ ص ۳۹۳ پر ہے:

"قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْن اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْتَنْقِصَ لَہٗ کَافِرٌ وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ کَفَرَ.." (الشفا للقاضی عیاض، الباب الاول فی سبہ، حصہ ۲، ۲۱۵، مرکز اہلسنت برکات رضا) (اِکفارُ الْمُلحِدین، مؤلفہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی، صفحہ ۵۱) "محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی شانِ اقدس میں توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوی ہندیہ وغیرہا میں ہیں:

واللفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ولوانہ حین قال ھذہ المقالۃ طلب غیرہ منہ المعجزۃ قیل یکفر الطالب والمتأخرون من المشائخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ وافتضاحہ لا یکفر.

(۱۔ فتاوی ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیہ الباب التاسع ... ج ۲/ ۲۶۳) ←

مسئلہ ۳۶: حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (44) کی شان پاک میں سب وشتم کرنا (لعن طعن کرنا)، تبرا کہنا یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت یا امامت وخلافت سے انکار کرنا کفر ہے۔ (45) حضرت امّ المومنین

یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہوجائے گا اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں، اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقا کافر ہے، اور مشائخ متاخرین نے فرمایا اگر اسے عاجز ورسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا تو کافر نہ ہوگا ورنہ ختم نبوۃ میں شک لانے کے سبب یہ بھی کافر ہوجائے گا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۷۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(44) یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما

(45) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اس قدر کہ انھیں امام وخلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے۔

درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے:

ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفربھا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق۔ ۲؎

اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔ (۲؎ درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳)

طحطاوی حاشیہ در مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے:

وکذا خلافتہ ۳؎ (اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

(۳؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۴)

فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الصلوۃ فصل ۱۵ اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر۔ ۴؎

رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔ (۴؎ خزانۃ المفتین کتاب الصلوۃ فصل من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح قلمی ۱/ ۲۸)

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد شلبی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے:

فی الرافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر۔ ۱؎ ←

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان پاک میں قذف جیسی ناپاک تہمت لگانا یقیناً قطعاً کفر ہے۔

رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

(اے حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر ۱ / ۱۳۵)

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر فی الاصح۔ ۲ے

خلافتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح ہے، اور خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔

(۲ے فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ من اہل البدع نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۳۱۸)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلوٰۃ خلف صاحب ھوی و بدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القران، حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والا فلا۔ ۳ے

امام مرغینانی نے فرمایا بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائیگی اور رافضی، جہمی، قدری، تشبیہی کے پیچھے ہوگی ہی نہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اُس بدمذہبی کے باعث وُہ کافر نہ ہو تو نماز اُس کے پیچھے کراہت کے ساتھ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۳ے تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر ۱ / ۱۳۴)

فتاوی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے:

ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔

ایسا ہی تبیین الحقائق وخلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔

اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳ سب میں فتاوی خلاصہ سے ہے:

الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنھما والعیاذ باللہ تعالیٰ فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجھہ علیھما فھو مبتدع۔ ۱ے

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ برا کہے کافر ہے، اور اگر مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔

(اے فتاوی بزازیہ علی ھامش فتاوی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۳۱۹)

اُسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاوی ظہیریہ سے ہے:

←

مسئلہ ۳۷: دشمن ومبغوض (جس سے بغض ہو) کو دیکھ کر یہ کہنا ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) آگئے یا کہا

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر و کذٰلک من انکر خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی اصح الاقوال۔ ۲؎

امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، اور بعض نے کہا بد مذہب ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے، اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی صحیح قول پر کافر ہے۔

(۲؎ برجندی شرح نقایہ کتاب الشہادۃ فصل یقبل الشہادۃ من اہل الھواء نولکشور لکھنؤ ۴/ ۲۰، ۲۱)

وجیز فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

ویجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ ۳؎

رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کا کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان ومولی علی وحضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔ (۳؎ فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸)

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ امامة ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔ ۴؎

اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔

(۴؎ بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۳۱)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فھو کافر۔ ۵؎

رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بد مذہب ہے اور اگر خلافتِ صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

(۵؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلٰوۃ فصل الجماعۃ سنۃ موکدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۸)

اُسی کے صفحہ ۶۹۲ میں ہے:

یکفر بانکارہ صحبة ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔ ۱؎ (۱؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد فصل ان الفاظ الکفر انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۲)

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔ یونہی جو اُن کے امامِ برحق ہونے کا انکار کرے مذہب اصح میں کافر ہے، یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قول اصح پر کفر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۵۳۔۲۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

اسے ویسا ہی دشمن جانتا ہوں جیسا ملک الموت کو، اس میں اگر ملک الموت کو برا کہنا ہے تو کفر ہے اور موت کی ناپسندیدگی کی بنا پر ہے تو کفر نہیں۔ یوہیں جبرئیل یا میکائیل یا کسی فرشتہ کو جو شخص عیب لگائے یا توہین کرے کافر ہے۔(46)

مسئلہ ۳۸: قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن (ہنسی مذاق) کرنا کفر ہے مثلاً داڑھی مونڈانے سے منع کرنے پر اکثر داڑھی منڈے کہہ دیتے ہیں (كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾) جس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کلّا صاف کرو یہ قرآن مجید کی تحریف وتبدیل (47) بھی ہے اور اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی بھی اور یہ دونوں باتیں کفر، اسی طرح اکثر باتوں میں قرآن مجید کی آیتیں بے موقع پڑھ دیا کرتے ہیں اور

---

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۶۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی یا فرشتہ کی توہین یا حضرت عزت جل جلالہ کو معاذ اللہ برا کہنا بلاشبہ کفر ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۸۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(47) بعض ملحدین جن کو معجزات کے انکار کا مرض ہو گیا ہے وہ لوگ ان آیتوں کے بارے میں عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں بکتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جن سے مراد انسانوں کی ایک ایسی قوم ہے جو اس زمانے میں بہت قوی ہیکل اور دیو پیکر تھی اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی اور حیوانات کی تسخیر کے بارے میں یہ بکتے ہیں کہ قرآن میں اس سلسلے کا ذکر صرف ہدہد سے متعلق ہے اور یہاں ہدہد سے پرند مراد نہیں ہے بلکہ ہدہد ایک آدمی کا نام تھا جو پانی کی تفتیش پر مقرر تھا۔ اس قسم کی لغویات اور رکیک باتیں کرنے والے یا تو جذبہ الحاد میں قصداً قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں یا قرآن کی تعلیمات سے جاہل ہونے کے باوجود اپنے دعویٰ بلا دلیل پر اصرار کرتے رہتے ہیں۔

نیچری اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں، کہتے ہیں: نہ جنت ہے، نہ دوزخ، نہ حشر اجسام (یعنی قیامت میں زندہ اٹھایا جانا) نہ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی جن، نہ آسمان ہے، نہ اسراء اور معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لاٹھی میں پارہ تھا، تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لاٹھی ہلتی تھی، اور سمندر کو پھاڑ دینا مدوجزر کے سوا کچھ نہیں تھا، اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے، اور ہر وہ شریعت جو اس کا حکم لائی تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں، اس کے علاوہ ان گنت اور بے شمار کفریات اس کے منضم ہیں۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی تمام احادیث کو رد کرتے ہیں، اور اپنے زعم میں قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے، اور قرآن کو بھی نہیں مانتے مگر اسی صورت میں جب وہ ان کی بے ہودہ رائے کے موافق ہو اب اگر قرآن میں ایسی چیز دیکھتے جو ان کے ان اوہام عادیہ رسمیہ کے مناسب نہیں جنھیں انہوں نے اپنا اصول ٹھہرایا جس اصول کا نام ان کے نزدیک نیچر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیتوں کو تحریف معنوی کے ذریعہ سے رد کرنا واجب مانتے ہیں، خاص طور پر جب قرآنی آیات میں ایسی کوئی بات ہو جو نصرانیوں کی تحقیقات جدیدہ اور یورپ کی تراشیدہ تہذیب کے مخالف ہو، جیسے: آسمانوں کا وجود جس کے بیان کے ساتھ قرآن عظیم اور تمام کتب الٰہیہ کے سمندر موجیں مار رہے ہیں۔ (المعتمد المستند، ص ۳۲۹، (مترجم))

مقصود (قصد وارادہ) ہنسی کرنا ہوتا ہے جیسے کسی کو نماز جماعت کے لیے بلایا، وہ کہنے لگا میں جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھونگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى)(48)

مسئلہ ۳۹: مزامیر (گانے باجے کا ہر ساز) کے ساتھ قرآن پڑھنا کفر ہے۔ گراموفون میں قرآن سننا منع ہے اگرچہ یہ باجا نہیں بلکہ رکاڈ میں جس قسم کی آواز بھری ہوتی ہے وہی اس سے نکلتی ہے اگر باجے کی آواز بھری جائے تو باجے کی آواز سننے میں آئیگی اور نہیں تو نہیں مگر گراموفون عموماً لہو ولعب (عیش ونشاط وغیرہ) کی مجالس میں بجایا جاتا ہے اور ایسی جگہ قرآن مجید پڑھنا سخت ممنوع ہے۔(49)

مسئلہ ۴۰: کسی سے نماز پڑھنے کو کہا اس نے جواب دیا نماز پڑھتا تو ہوں مگر اس کا کچھ نتیجہ نہیں یا کہا تم نے نماز پڑھی کیا فائدہ ہوا یا کہا نماز پڑھ کے کیا کروں کس کے لیے پڑھوں ماں باپ تو مر گئے یا کہا بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا یا کہا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے غرض اسی قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو یہ سب کفر ہے۔(50)

مسئلہ ۴۱: کوئی شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے بعد میں نہیں پڑھتا اور کہتا یہ ہے کہ یہی بہت ہے یا جتنی پڑھی یہی زیادہ ہے کیونکہ رمضان میں ایک نماز ستر نماز کے برابر ہے ایسا کہنا کفر ہے اس لیے کہ اس سے نماز کی فرضیت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔(51)

مسئلہ ۴۲: اذان کی آواز سن کر یہ کہنا کیا شور مچا رکھا ہے اگر یہ قول بروجہ انکار ہو کفر ہے۔(52)

مسئلہ ۴۳: روزہ رمضان نہیں رکھتا اور کہتا یہ ہے کہ روزہ وہ رکھے جسے کھانا نہ ملے یا کہتا ہے جب خدا نے کھانے کو دیا ہے تو بھوکے کیوں مریں یا اسی قسم کی اور باتیں جن سے روزہ کی ہتک وتحقیر (بے حرمتی) ہو کہنا کفر ہے۔

مسئلہ ۴۴: علم دین اور علما کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالمِ علمِ دین ہے کفر ہے۔ یوہیں عالمِ دین کی نقل کرنا مثلاً کسی کو منبر وغیرہ کسی اونچی جگہ پر بٹھائیں اور اس سے مسائل بطور استہزا دریافت کریں(53) پھر اسے

---

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲،ص۲۶۶.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲،ص۲۶۷.

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲،ص۲۶۸.

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲،ص۲۶۸.

(52) المرجع السابق،ص۲۶۹.

(53) ہنسی مذاق کے طور پر مسائل پوچھیں۔

تکیہ وغیرہ سے ماریں اور مذاق بنائیں یہ کفر ہے۔(54) یوہیں شرع کی توہین کرنا مثلاً کہے میں شرع ورع نہیں جانتا یا عالمِ دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا یا فتویٰ کو زمین پر پٹک دیا۔

---

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۷۰.

عالم کی توہین کب کُفر ہے اور کب نہیں

میرے شیخ طریقت عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اَہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رَضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب غیبت کی تباہ کاریاں میں تحریر فرماتے ہیں:

عام آدمی اور عالمِ دین کی غیبت میں بڑا فرق ہے، عالم کی غیبت میں اکثر اُس کی توہین کا پہلو بھی ہوتا ہے جو کہ کافی تشویشناک ہے۔ عالم کی توہین کی تین صورتیں اور ان کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 21 صَفْحَہ 129 پر فرماتے ہیں: (1) اگر عالِم (دین) کو اِس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صَریح کافِر ہے اور (2) اگر بوجہِ علم اُس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دُنیوی خُصومت (یعنی دشمنی) کے باعِث بُرا کہتا ہے، گالی دیتا (ہے اور) تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسِق فاجِر ہے اور (3) اگر بے سبب (یعنی بلاوجہ) رنج (بُغض) رکھتا ہے تو مَرِیْضُ الْقَلْبِ وَخَبِیْثُ الْبَاطِن (یعنی دل کا مریض اور ناپاک باطن والا) ہے اور اُس (یعنی عالم سے خواہ مخواہ بُغض رکھنے والے) کے کُفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے: مَنْ اَبْغَضَ عَالِماً مِّنْ غَیْرِ سَبَبٍ ظَاھِرٍ خِیْفَ عَلَیْہِ الْکُفْر یعنی جو بِلا کسی ظاہری وجہ کے عالمِ دین سے بُغض رکھے اُس پر کُفر کا خوف ہے۔ (خلاصۃُ الفتاوٰی ج ۴ ص ۳۸۸)

علماء کی توہین کے بارے میں چند سوال جواب پیش کیے جاتے ہیں:

عالمِ بے عمل کی توہین

سُوال: کیا عالمِ بے عمل کی توہین بھی کفر ہے؟

جواب: بسَبَبِ علم دینِ عالمِ بے عمل کی توہین کرنا بھی کُفر ہے۔ عالمِ بے عمل بھی علمِ دین کی وجہ سے جاہل عبادت گزار سے بدرجہا افضل و بہتر ہے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: اور قرآن شریف انھیں (یعنی عُلَمائے حق کو) مُطلقاً وارث بتا رہا ہے، حتّٰی کہ ان (میں) کے بے عمل (عالم) کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم (یعنی صحیح العقیدہ سُنّی) اور ہدایت کی طرف داعی (بلانے والا) ہو کہ گمراہ (عالم) اور گمراہی کی طرف بلانے والا (مولوی) وارثِ نبی نہیں نائبِ ابلیس ہے۔ وَالعِیاذُ بِاللہِ تعالیٰ۔ ہاں، ربِ عَزَّوَجَلَّ نے تمام عُلَماءِ شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے؟ یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی! ہاں، وہ ہم سے پُوچھئے، مولیٰ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ﴿۳۲﴾ (پ22 فاطر 32)

←

....

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ فتاوٰی رضویہ جلد 21 صفحہ 530 پر نقل کرنے کے بعد میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن مزید فرماتے ہیں: دیکھو بے عمل (عُلَماء جو) کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انھیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا (یعنی فقط) وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہوئے بندوں میں گنا۔ اَحادیث میں آیا، رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم میں کا جو سَبقت (برتری) لے گیا وہ تو سَبقت لے ہی گیا اور جو مُتَوَسِّط (یعنی درمیانہ) حال کا ہوا وہ بھی نَجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم (یعنی گنہگار) ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔ (تفسیر دُرِّ منثور ج ۷ ص ۲۵)

عالِم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو (جب تو وہ مثل) چاند ہے (جو) کہ آپ (خود بھی) ٹھنڈا اور تمہیں (بھی) روشنی دے ورنہ (عالِم بے عمل مثل) شمع ہے کہ خود (تو) جلے مگر تمہیں نفع دے۔ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم فرماتے ہیں: اُس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر (یعنی بھلائی) کی تعلیم دیتا اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اُس فتیلے (یعنی چراغ کی بتی) کی طرح ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے۔ (اَلتَّرغیب وَالتَّرہیب ج ا ص ۷۴ حدیث ۱۱)

جاہل کو عالم سے بہتر جاننا کیسا؟

سُوال: جاہل کو عالم سے بہتر سمجھنا کیسا؟

جواب: اگر علمِ دین سے نفرت کے سبب جاہل کو عالم سے بہتر سمجھتا ہے تو یہ کفر ہے۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: اس طرح کہنا: علم سے جہالت بہتر ہے یا عالم سے جاہل اچھا ہوتا ہے۔ کُفر ہے۔ (مَجمَعُ الاَنہُر ج ۲ ص ۵۱۱) جبکہ علمِ دین کی توہین مقصود ہو۔

طالبِ علمِ دین کو کُنویں کا مینڈک کہنا

سُوال: دینی طالبِ علم یا عالِمِ دین کو بنظرِ حقارت کُنویں کا مینڈک کہنا کیسا ہے؟

دین پر عمل کو مولویوں نے مشکل بنا دیا ہے کہنا کیسا؟

سُوال: یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کو آسان اُتارا تھا مگر مولویوں نے مشکل بنا دیا!

جواب: یہ عُلَماء کی توہین کی وجہ سے کلمۂ کُفر ہے۔ کیونکہ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْاَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ کُفْرٌ۔ یعنی اَشراف (سادات کرام) اور عُلَماء کی تحقیر (انہیں گھٹیا جاننا) کُفر ہے۔ (مَجمَعُ الاَنہُر ج ۲ ص ۵۰۹)

مولویوں والا انداز

سُوال: سُنّی عالِمِ دین کی طرز پر قرآن وسنّت کے مطابق کیے جانے والے کسی مبلغ کے بیان کو للکارتا مولویوں والا انداز کہنا کیسا؟

جواب: کُفر ہے۔ کیوں کہ اِس میں عُلَمائے حق کی توہین ہے۔

←

....

عالم سارے ظالم کہنے کا حکمِ شرعی

سوال: عالم سارے ظالم یہ مقولہ کیسا ہے؟

جواب: مُطلقاً عُلَماء حقہ کے بارے میں ایسا جملہ کہنا کُفر ہے۔

عالمِ دین کو حقارت سے مُلّا کہنا

سوال: جو عُلمائے کرام کو تحقیر کی نیت سے مُلّا مُلّا یا مُلّا لوگ کہے اُس کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بَسَبَبِ علمِ دین علمائے کرام کی تحقیر (یعنی حقارت) کی نیت سے کہا تو کلمہ کُفر ہے۔ چُنانچِہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ الباری فرماتے ہیں: جس نے (توہین کی نیت سے) عالم کو عُوَیلِم یا عَلَوی (یعنی مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی اولاد) کو عُلَیْوِی کہا اُس نے کفر کیا۔ (مِنَحُ الرَّوض للقاری ص ۲۷۴) اُردو خواں عُوَیلِم یا عُلَیوِی نہیں بولتے۔ البتہ بعض اوقات بے باکوں کی زَبانوں سے مولوا، مُلّو وغیرہ الفاظ سننا (سگِ مدینہ عُفِیَ عنہ کو) یاد پڑتا ہے۔ بَہَر حال عالمِ دین کی بَسَبَبِ علمِ دین توہین کرنا یا علوی صاحِبان یا ساداتِ کرام کی شرافتِ حَسَب نَسَب کے سبب کسی قسم کا توہین آمیز لفظ بولنا کُفر ہے۔

مولوی بنو گے تو بھوکے مرو گے کہنا

سوال: دُنیوی تعلیم حاصل کرو گے تو عیش کرو گے، علمِ دین سیکھ کر مولوی بنو گے تو بھوکے مرو گے یہ کہنا کیسا؟

جواب: اس جملے میں علمِ دین کی توہین کا پہلو نُمایاں ہے اس لئے کفر ہے۔ قائل پر توبہ وتجدیدِ ایمان لازم ہے اور اگر علم وعلماء کی توہین ہی مقصود تھی تو قطعی کفر ہے قائل کافر ومُرتَد ہو گیا اور اُس کا نکاح بھی ٹوٹا اور پچھلے نیک اعمال بھی ضائع ہوئے۔

توہینِ عُلَما کے مُتَعلِّق 10 جُزئیے

(1) جتنے مولوی ہیں سب بدمَعاش ہیں کہنا کفر ہے جبکہ بَسَبَبِ علمِ دین، علمائے کرام کی تحقیر کی نیت سے کہا ہو۔ (ماخوذ از فتاوٰی امجدیہ ج ۴ ص ۴۵۴) (2) یہ کہنا: عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا۔ کلمہ کُفر ہے (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۵) (3) یہ کہنا کُفر ہے کہ مولویوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے (4) جو کہے: علمِ دین، کو کیا کروں گا! جیب میں روپے ہونے چاہئیں۔ کہنے والے پر حکمِ کفر ہے (5) کسی نے عالم سے کہا: جا اور علمِ دین کو کسی برتن میں سنبھال کر رکھ۔ یہ کُفر ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۱) (6) جس نے کہا: عُلَماء جو بتاتے ہیں اسے کون کر سکتا ہے! یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ اِس کلام سے لازم آتا ہے کہ شریعت میں ایسے اَحکام ہیں جو طاقت سے باہَر ہیں یا عُلَماء نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پر جھوٹ باندھا ہے معاذَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! (مِنَحُ الرَّوض ص ۴۷۱) (7) یہ کہنا: ثرِید کا پیالہ علمِ دین سے بہتر ہے۔ کلمہ کفر ہے۔ (ایضاً ص ۴۷۲) (8) عالمِ دین سے اس کے علمِ دین کی وجہ سے بُغض رکھنا کفر ہے یعنی اس وجہ سے کہ وہ عالمِ دین ہے۔ (9) جو کہے: فساد کرنا عالم بننے سے بہتر ہے ایسے شخص پر حکمِ کفر ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۱) (10) یاد رہے! صرف عُلَمائے اہلسنّت ہی کی تعظیم کی جائے گی۔ رہے بد مذہب عُلَماء، تو ان کے سائے سے بھی بھاگے کہ ان کی تعظیم حرام، اُن کا ←

مسئلہ ۴۵: کسی شخص کو شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملہ میں یہ حکم ہے اس نے کہا ہم شریعت پر عمل نہیں کرینگے ہم تو رسم کی پابندی کرینگے ایسا کہنا بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔(55)

مسئلہ ۴۶: شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت یا جوا کھیلتے وقت یا چوری کرتے وقت بِسْمِ اللہ کہنا کفر ہے۔ دو شخص جھگڑ رہے تھے ایک نے کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ دوسرے نے کہا لَاحَوْل کا کیا کام ہے یا لَاحَوْل کو میں کیا کروں یا لَاحَوْل روٹی کی جگہ کام نہ دیگا۔ یوہیں سُبْحَانَ اللہ اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کے متعلق اسی قسم کے الفاظ کہنا کفر ہے۔(56)

مسئلہ ۴۷: بیماری میں گھبرا کر کہنے لگا تجھے اختیار ہے چاہے کافر مار یا مسلمان مار، یہ کفر ہے۔ یوہیں مصائب (مصیبتوں، پریشانیوں) میں مبتلا ہو کر کہنے لگا تو نے میرا مال لیا اور اولاد لے لی اور یہ لیا وہ لیا اب کیا کریگا اور کیا باقی ہے جو تو نے نہ کیا اسطرح بکنا کفر ہے۔(57)

مسئلہ ۴۸: مسلمان کو کلماتِ کفر کی تعلیم و تلقین کرنا کفر ہے اگرچہ کھیل اور مذاق میں ایسا کرے یوہیں کسی کی عورت کو کفر کی تعلیم کی اور یہ کہا تو کافر ہو جا، تاکہ شوہر سے پیچھا چھوٹے تو عورت کفر کرے یا نہ کرے، یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

بیان سنا ان کی کُتُب کا مُطالَعہ کرنا اور ان کی صُحبت اختیار کرنا حرام اور ایمان کیلئے زہرِ ہلاہل ہے۔

کاش میں درخت ہوتا!

پیارے بھائیو! عالمِ دین کی شانِ عظمت نشان میں بے ادَبی سے بچنا بَہُت ضَروری ہے۔ خُدانخواستہ کوئی ایسی بھول ہو گئی جس سے ایمان سے ہاتھ دھونا پڑ گیا تو خدا کی قسم! بَہُت رُسوائی ہوگی کہ بروزِ قِیامت کافِروں کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنّم میں جھونک دیا جائیگا جہاں انہیں ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہنا پڑیگا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں زبان کی لغزِشوں سے بھی بچائے اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ اٰمین۔ ہمارے صَحابۂ کرام عَلَیْھِم الرِّضْوان قبر و آخرت کے مُعامَلے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے بَہُت ڈرتے تھے، غَلَبۂ خوف کے وَقت ان حضرات کی زبان سے بسا اوقات اس طرح کے کلمات ادا ہوتے تھے: کاش! ہمیں دنیا میں بطورِ انسان نہ بھیجا جاتا کہ انسان بن کر دنیا میں آنے کے باعث اب خاتمہ بالایمان، قبر و قیامت کے امتحان وغیرہ کے کٹھن مراحِل درپیش ہیں۔ ایک بار حضرتِ سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں ڈوب کر فرمایا: اگر تم وہ جان لو جو موت کے بعد ہونا ہے تو تم پسندیدہ کھانا پینا چھوڑ دو، سایہ دار گھروں میں نہ رہو بلکہ ویرانوں کا رُخ کر جاؤ اور تمام عمر آہ و زاری میں بسر کر دو اس کے بعد فرمانے لگے: کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

(الزُّہد للامام احمد بن حنبل ص ۱۶۲ رقم ۷۴۰)

(55) المرجع السابق، ص ۲۷۲۔

(56) المرجع السابق، ص ۲۷۳۔

(57) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۷۵۔

مسئلہ ۴۹: ہولی (58) اور دیوالی (59) پوجنا کفر ہے کہ یہ عبادت غیر اللہ ہے۔ کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہوکران کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا (60) اور جنم اشٹمی (61) اور رام نومی (62) وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا۔ یوہیں ان کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں کہ آج خریدنا دیوالی منانے کے سوا کچھ نہیں۔ یوہیں کوئی چیز خرید کراس روز مشرکین کے پاس ہدیہ کرنا جبکہ مقصود اُس دن کی تعظیم ہو تو کفر ہے۔ (63)

مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کا تحفظ لازم ہے، دینی حمیت (دینی جوش وجذبہ) اور دینی غیرت سے کام لینا

---

(58) ہندوؤں کا ایک تہوار جو موسم بہار میں منایا جاتا ہے۔

(59) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں، جب ایران خلافت فاروقی میں فتح ہوا بھاگے ہوئے آتش پرست کچھ ہندوستان میں آئے ان کے یہاں دو عیدیں تھیں، نوروز کہ تحویل حمل ہے اور مہرگان کہ تحویل میزان، وہ عیدیں اور ان میں آگ کی پرستش ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے ہیں لہٰذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کہ میکھ سنکھ رانت کی پورنماشی میں ہولی اور تلا سنکھ رانت کی اماوس میں دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں،

مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور اگر پسند کریں تو صریح کفر،

غمز العیون میں ہے:

اتفق مشایخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوسی او ترك المضاجعة عندهم حال الحیض حسن فهو کافر اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(اھ الاشباہ والنظائر بحوالہ غمز العیون کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵)

ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے کہ اگر کسی نے کفار کے کسی معاملہ کو اچھا کہا تو وہ کافر ہو جائے گا حتی کہ انھوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو یہ کہے کہ کھانے کے وقت مجوسی کے ہاں گفتگو نہ کرنا بہت اچھا عمل ہے یا ان کے ہاں حالت حیض ہمبستری نہ کرنا اچھا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۸۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(60) ہندوؤں کا ایک میلہ جو رام چندر کے راون (بت کا نام) پر فتح پانے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

(61) ہندوؤں کا ایک تہوار جس میں کرشن کے جنم کی خوشی منائی جاتی ہے۔ کرشن ہندوؤں کے تین سب سے بڑے دیوتاؤں میں سے تیسرا دیوتا ہے جسے مہادیو بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس کا کام مخلوق کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔

(62) ہندوؤں کا وہ تہوار جو رام چندر کے جنم کے دن خوشی کے طور پر مناتے ہیں۔

(63) البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج ۵، ص ۲۰۸

چاہیے، کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہیں، مگر افسوس کہ مشرکین تو مسلمانوں سے اجتناب کریں اور مسلمان ہیں کہ ان سے اختلاط (میل جول) رکھتے ہیں، اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے۔ اسلام خدا کی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے، اس سے دور بھاگو! ورنہ شیطان گمراہ کردیگا اور یہ دولت تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے گی پھر کف افسوس ملنے (یعنی افسوس کرنے) کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

اے اللہ! (عزوجل) تو ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنی ناراضی کے کاموں سے بچا اور جس بات میں تو راضی ہے، اس کی توفیق دے، تو ہر دشواری کو دور کرنے والا ہے اور ہر سختی کو آسان کرنے والا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

فقیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

۱۲۔ ماہ مبارک رمضان الخیر ۱۳۴۸ھ